حصّہ سوئم

تاریخ گُوجر

(آزادی کے پروانے)

مولّفہ

(گُوجر رانا) علی حسن چوہان گُوجر

فہرست مضامین "تاریخ گوجر حصہ سوئم" بمعہ تصاویر وغیرہ

مقدمہ

پاکستان میں اپنی نوعیت کی یہ تاریخ گرجر پانچ حصوں پر مشتمل جناب ہمدرد قوم رانا حسن علی چوہان صاحب نے ترتیب دی ہے آپ نے اپنی کوششوں سے پہلے حصہ میں گوجر قوم کی ابتداء سنہ ۳۱۰۰ ق م سے لیکر سنہ ۱۳۰۰ء تک کے واقعات کو پیش کیا ہے دوسرے حصہ میں سنہ ۱۳۰۱ء سے سنہ ۱۸۵۷ء تک کی مشہور حکومتوں اور ریاستوں کے حالات کو یکجا کیا گیا ہے اور تاریخی دلائل و براہین کے عنوان سے اس کا سلسلہ شروع کیا ہے جو کہ مورخ حضرات کیلئے کارآمد اور مشعل راہ ثابت ہو سکتے ہیں مطالعہ سے ظاہر ہے کہ جو واقعات کثرت سے اس تاریخ میں پیش کئے گئے ہیں وہ ہندوستان کی موجودہ تواریخوں میں بہت ہی کم نظر آئیں گے ان تاریخی واقعات کو اکٹھا کر کے پیش کرنا آسان نہیں تھا، رانا صاحب کی ہمت اور قومی جذبہ کا نتیجہ ہے اس لئے ان کی یہ جدوجہد بہت ہی داد آفریں ہے کیونکہ گوجر قوم کی تاریخ کے متعلق مصنفین اور مورخین نے بہت کچھ لکھا ہے اور لکھا جا رہا ہے لیکن واقعات، روایات اور خیالات میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر حقیقی تاریخی واقعات کو پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج تک اصلی تاریخی واقعات... منظر عام پر نہیں آسکے ہر مصنف نے جب بھی تاریخ لکھنے کیلئے قدم اٹھایا اپنی تاریخی معلومات اور جو کتب انہیں حوالہ جات کیلئے مہیا ہو سکیں اس کی روشنی میں تاریخ کے تکمیل کو مکمل کر دیا یہ حقیقت امر ہے کہ تاریخ لکھنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں اس کیلئے بڑی معلومات اور ذخائر کی ضرورت ہوتی ہے۔ خیر

یہ امر باعث مسرت ہے کہ رانا صاحب نے اپنی قوم کو روشناس کروانے میں اور احساس کمتری سے گریز کرنے کیلئے اپنی رات و دن کی محنت کرنے کے بعد ایک اچھا خاصا مواد اکٹھا کیا جہاں تک ان کی ہمت اور جدوجہد نے کام کیا اس کے شائع ہو جانے کے بعد یقین محکم ہے کہ اب اس نئے دور میں اپنی اصلیت اور کارناموں سے واقف ہو جائیں گے، یہ تمام حالات قومی بیداری اور جذبہ کے مد نظر بڑی محنت کے بعد شائع کئے گئے ہیں، حصہ سوئم میں رانا صاحب نے اپنی تحقیق سے "گوجر قوم کا زوال بتدریج ہوا" ذکر کیا ہے کیونکہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے قوموں کے عروج و زوال کے متعلق فرمایا ہے کہ ؎

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے — شمشیر و سناں اوّل اور چنگ و رباب آخر

مگر قوم گوجر کی تاریخ اس شعر کی کلی طور سے مختلف رہی اس قوم نے کبھی بھی تاریخی دور میں تیغ و سناں سے نفرت نہیں کی حتیٰ کہ جوہر کی رسم کے کارنامے تاریخ میں ایک اہم حصہ ہیں اور یہ جوہر کی رسم اس قوم کی..

بہادری پر لاثانی مثال ہے۔

یہ قوم بھی ہندوستان میں مغل حکمرانوں کی طرح سے تنزلی پر پہنچی، اصل وجہ کیا تھی؟ سب سے بڑی وجہ اس کی باہمی کشمکش، نا اتفاقی اور نئی فرقہ بندیوں نے بہت ہی اس کو نقصان پہنچایا۔

اب خدائے تعالیٰ عزّوجل شانہٗ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم طوقِ غلامی سے آزاد ہو چکے ہیں ہمارے بزرگوں کی جدوجہد اور قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم اپنے آزاد ملک "پاکستان" میں ایک پاکستانی قوم کی حیثیت سے زندہ ہیں اور اس کی کثیر آبادی جنگجو، بہادر اور دلیر اقوام پر مشتمل ہے مثال کے طور پر گوجر، راجپوت، مغل، افغان اور بلوچ وغیرہ وغیرہ۔

اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ تاریخی حیثیت سے یہی قومیں اکثر و بیشتر ایک دوسرے پر سرِ پیکار رہی ہیں ان کے شاندار تاریخی کارنامے رہتی دنیا تک قائم رہیں گے، رانا صاحب نے جن تاریخی واقعات کو پیش کیا ہے مطالعہ تاریخ کے بعد افراد گوجر قوم ہی نہیں بلکہ ہر پاکستانی فرد ان کی ہمت افزائی کرنے سے گریز نہیں کریگا کیونکہ وہ عوام میں تعلیم و ترقی کے لئے ہر طرح سے کوشاں ہیں اور رہیں گے۔

فقط۔

الواز میرزا چغتائی
نگراں ہفت روزہ "ناقد"
کراچی

پیش لفظ

بغرض آگاہی ناظرین ہم اس تاریخ کو ترتیب دیتے وقت اس کے پہلے حصہ میں یہ تحریر کر چکے ہیں کہ گوجروں کی نوے فیصدی آبادی شہروں کی سکونت پر مشتمل تھی ملک کے طول و عرض میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں گوجر آباد نہ ہوں اور انکے علوم و فنون کے دریا نہ بہے ہوں، کابل، غزنی، ٹیکسلا، بھیرہ، تنولی، لوہ کوٹ، مل استھان (موجودہ ملتان) دیول، انہلواڑہ، اجین، اجمیر، دلی، قنوج، میرٹھ، بھوپال، جابالی پور، کالنجر، مہوبہ، گوڑ، ونیگی، گور منڈل اور نالندہ وغیرہ وغیرہ جو ملک کے اب بھی ایک مشہور مقامات ہیں اور گوجروں کے زمانہ عظمت نشان کو اپنے سینہ سے لگائے ہوئے ہیں، اس قوم کے زمانۂ اقتدار میں آسمان ترقی پر چودھویں رات کا چاند بنکر چمکا کرتے تھے، مستند تواریخ کے اوراقِ پارینہ اس امر کے شاہد ہیں کہ ہر وہ قوم جسکے دل میں اتحاد و اتفاق کا جذبہ موجزن رہتا ہے وہ ہمیشہ اسی جذبہ کے تحت شاہراہ ترقی پر گامزن رہا کرتی ہے اس لئے کہ انکا جوش حوصلہ افزا اور ولولہ صداقت آمیز ہوتے ہوئے ریاکاری و خود غرضی سے مبرا ہوتا ہے لیکن اگر اسی تصویر کے دوسرے رخ کو دیکھا جائے تو یہی ترقی یافتہ قوم دن بدن قعر مذلت کیطرف بڑھتی جاتی ہے اور اس نفسا نفسی کی بدولت اسکے لئے وہ دن بھی دور نہیں رہتا کہ وہ اپنے کو گمنامی کے عمیق غار میں گرا کر ہمیشہ کیلئے فنا کر دے بعینہ یہی حال قوم گوجر کا بھی ہوا، جبتک کہ یہ قوم متحد رہی اسکی مخالفت میں کسی دوسری قوم کو اسکی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے تک کی جرأت نہ ہوئی لیکن جب اس قوم میں باہمی چپقلش، اور بغض و حسد کی بنا پر نفاق نے جڑ پکڑی اور رفتہ رفتہ اتحاد رخصت ہو چکا تب مدتوں اس برسر اقتدار رہنے والی قوم پر دیگر ممالک کی اقوام شد و مد سے حملآور ہو کر اس ملک میں داخل ہوئیں اور ان گوجروں کا جنکا کہ شیرازہ منتشر ہو چکا تھا قتل عام شروع کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ انکی اسی باہمی رنجش اور بغض و عناد کیوجہ سے وسط ایشا، شمالی ایران اور ترکستان کی مجموعی طاقت نے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس قوم کو ایسا چکنا چور کر دیا کہ پھر یہ قوم پنپ نہ سکی اور اپنی بہادری کی نہ مٹنے والی مثال کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے زندہ جاوید کر گئی میدانی علاقوں کے تمام شہروں کی بربادی کے بعد گوجروں نے ریگستان میں از سر نو مضبوط قلعہ جات تعمیر کیا اور اس گرم ریت کو تقریباً ایکہزار سال تک اپنے گراں قدر خون سے تر کرتے رہے سابقہ گوجروں کے حالات مفصل مذکور ہو چکے ہیں اس حصہ تاریخ میں ان بہادر گوجروں کا تذکرہ ہے جنہوں نے ایکہزار سال تک نان و نفقہ تک سے مجبور ہو کر اپنی زندگی پہاڑوں اور دریاؤں کے کنارے کے جنگلات میں گذار دی گو گذار دیں لیکن اپنا سر دوسروں کے آستانے پر جھکانے کیلئے تیار نہ ہوئے مابعد زمانے میں بعہد حکومت انگلشیہ اس قوم کو جس طرح سے فنا کیا گیا اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اہم مادرانِ وطن کے

ان جان نثاروں کا بیان بھی سلسلہ وار تحریر کریں گے اور یہ حصہ تاریخ یہ حقیقت بھی آشکار کریگا کہ شاہی خاندان کے افراد کس طرح نان و نفقہ سے مجبور کئے گئے اور کس طرح بھیڑ و بکریاں چرانے کا پیشہ انہوں نے اختیار کیا۔

میں یہاں یہ تحریر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس تاریخ کی ترتیب کے سلسلے میں دیانت اور سچائی کا دامن جو ایک مسلمان کا خاص شیوہ ہے اور پھر بحیثیت مولف تاریخ کے یہ فرض اور بھی اہمیت اختیار کر جاتا ہے میں نے نہیں چھوڑا ہے اس لئے اگر حقائق تلخ آمیز ہوں تو اسکی ذمہ داری مولف پر عائد نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ صرف ایک مولف ہے جو تعصب سے دور رہتے ہوئے اپنے فرض کو فراموش نہیں کر سکتا۔ والسلام

احقر

رانا علی حسن چوہان۔ گرجر

انتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کے حصہ ہذا کو اپنے بزرگ

مہارانا پرتاپ

کے نام معنون کرتا ہوں

احقر

علی حسن چوہان گرجر

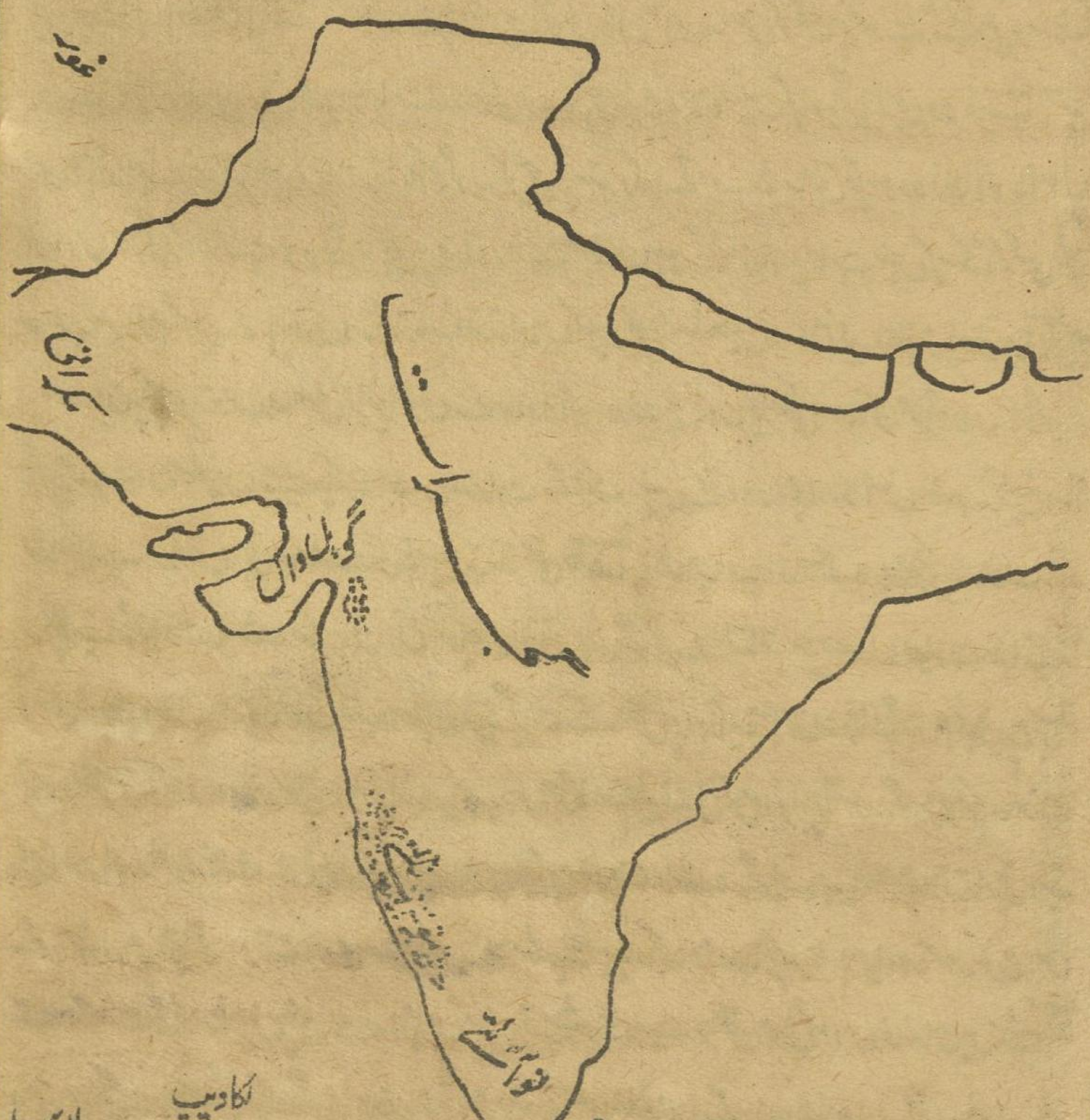
باب اوّل

آریہ ورت میں اسلام کا ظہور

اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے چنانچہ جب ساتویں صدی عیسوی کے شروع میں عرب میں اسلام کا ظہور ہوا تو اسوقت بہت سے مسلم مبلغین ہمارے ملک گجرات کے ساحل کونکن پر پہنچے اور یہاں پر مذہب اسلام کی تبلیغ شروع کی جسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہزارہا مقامی باشندے (جنہیں آج گجرات میں "گوہل وال" اور ساحل کونکن پر موپلے" کہتے ہیں مشرف بہ اسلام ہوئے بجزائر لکادیپ اور مالدیپ کے باشندوں کو جب یہ اچھی طرح ذہن نشین کرا دیا گیا کہ یہی وہ مذہب ہے جسپر کسی قوم کی اجارہ داری نہیں نیز اس کا کام لوگوں کو صحیح راستہ دکھاتے ہوئے سابق فرسودہ نظام کو بااصول طور پر نئی تازگی بخشتا ہے تو یہ لوگ بھی برضا و رغبت مسلمان ہو گئے۔ زمانہ یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ کسی اطراف و جوانب میں قوم گوجر کے ہاتھوں انکے زمانۂ اقتدار میں کہیں بھی مبلغین اسلام کیساتھ زیادتی برتی گئی ہو

اِن پاکیزہ مقاصد حاصل کرنیوالوں کے علاوہ آریہ ورت میں ان غیر ملکی مسلمان حملہ آوروں کا ذکر.. ناگریز ہے جو ان مبلغین جیسے پاکیزہ اطوار و صفات کے مالک نہیں تھے اور نہ ہی انکا اصل مقصد تبلیغ اسلام تھا بلکہ صرف اور محض اپنی سلطنت کی توسیع مدِ نظر تھی خلفائے راشدین اپنے زمانہ تک ایسے حملوں کے سخت مخالف تھے چنانچہ بزمانۂ خلافت راشدہ عثمان بن ابن العاص الثقفی عرب گورنر نے ۶۳۶ء بغیر حصول اجازت جناب حضرت عمرؓ خلیفہ دوم و جناب حضرت عثمانؓ خلیفہ سوم دو مرتبہ گجرات کے ساحل پر اولاً بمقام تھانہ و ثانیاً بمقام بھڑوچ براستہ عمان لشکر کشی کی اور دونوں مرتبہ ناکامیاب رہا جب اس حملہ کا علم خلیفہ ثانی کو ہوا تو آپ نے عرب گورنر کو حکم ممانعت بھیجا اور مابعد خلیفہ ثالث نے فوجوں کو واپس بلا لیا لیکن خلافت راشدہ کے بعد جب ظاہری اقتدار بنی امیہ کے ہاتھوں میں آیا تو اسوقت اموی مسلمانوں نے شہنشاہیت کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا اور اس طرح اس وقت حکومت کی داغ بیل پڑی اور اسلام میں پہلی مرتبہ شہنشاہیت داخل ہوئی۔ اس خاندان میں جب شہنشاہیت داخل ہو چکی اور ہوس ملک گیری کا جذبہ ترقی پذیر ہوا تو اسی خاندان کے دو بادشاہوں نے اپنے اپنے زمانۂ حکومت میں دو مرتبہ کافی جمعیت کیساتھ سندھ پر لشکر کشی کی اور نتیجہ میں دونوں مرتبہ شکست کھائی اور تیسری مرتبہ محمد بن قاسم نمودار ہوا۔

ساتویں صدی میں آریہ ورت میں اسلام کی تبلیغ

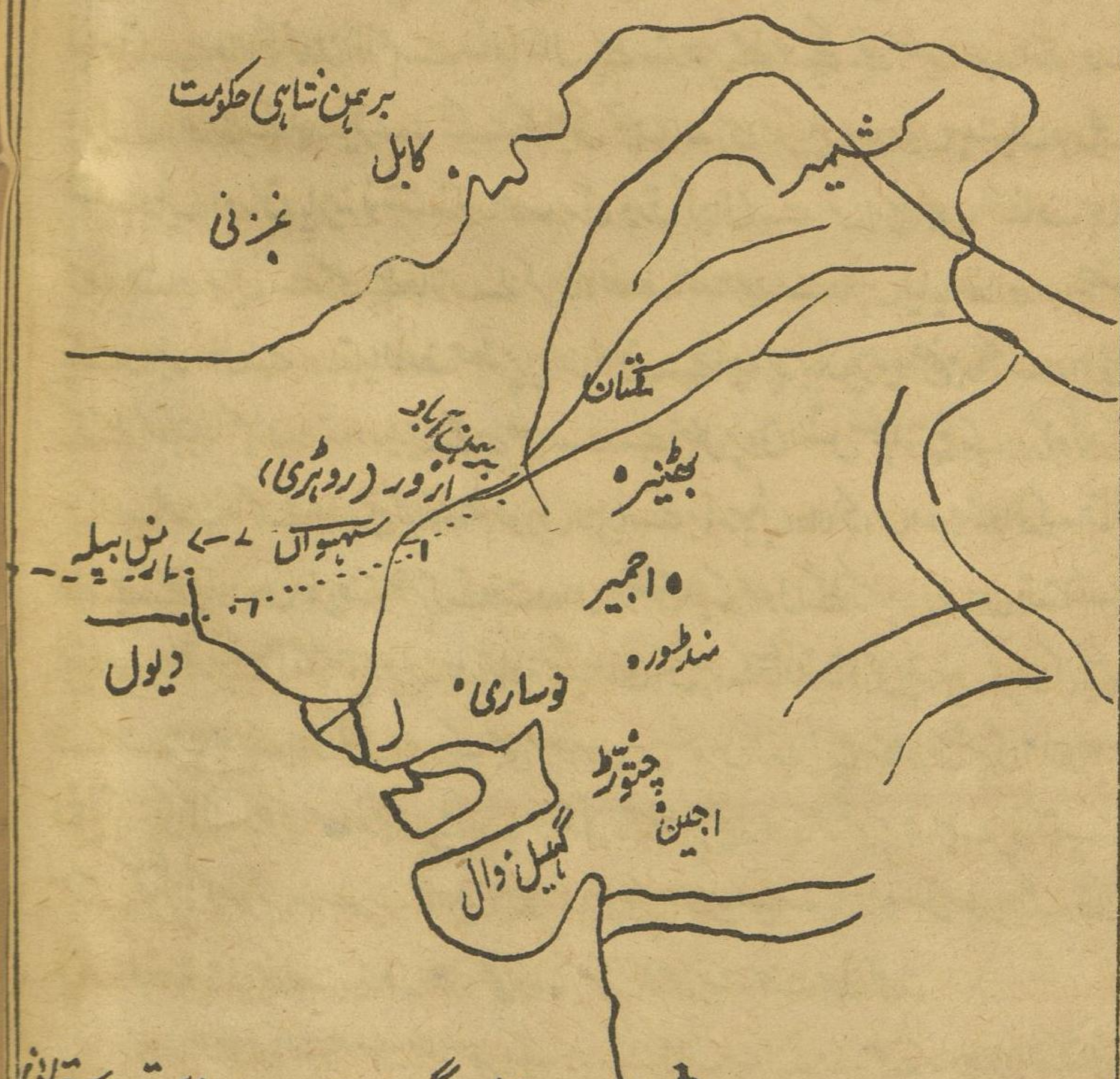


چند مسلم مورخوں نے بہت عرصہ بعد سندھ پر حملہ کرنے کا یہ جواز نکالا ہے کہ سندھیوں نے مسلمان عورتیں جو جزائر مالدیپ سے آرہی تھیں زبردستی پکڑلی تھیں مگر شوروں کے قدیم نوشتہ جات سے اس جواز کی کلی طور سے نفی ہوتی ہے اور معاملہ اس کے برعکس پایا جاتا ہے انکو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں عربوں کی قوت بہت بڑھی ہوئی تھی اسلامی اصول سے روگردانی کرتے ہوئے صرف ذاتی اقتدار و خواہشات کی خاطر قتل و غارتگری، دوسری اقوام کے مردوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں بنانا انہوں نے اپنا شغل بنا رکھا تھا، بردہ فروشی انکے لئے ایک بہترین نفع بخش شغل تھا، چنانچہ اسی جذبہ کے ماتحت عرب لوگ ساحل سندھ پر اپنی کشتیاں اور جہاز کھڑا کر کے سندھی عورتوں اور بچوں کو پکڑ لیجایا کرتے تھے، محمد بن قاسم کو ان مفروضہ عورتوں کا نجات دہندہ کہا جاتا ہے حالانکہ محمد بن قاسم سے سالہا سال پہلے سندھ پر حملے ہو چکے تھے جنمیں عبداللہ اور بدیل کی افواج یکے بعد دیگرے شکست کھا چکی تھیں اور اسی معرکہ میں یہ دونوں ہستیاں جاں بحق تسلیم ہوئیں اوراق پارینہ نوشتہ مذکور الصدر کی ورق گردانی سے اس امر کا بھی انکشاف ہوا کہ عبداللہ اور بدیل سے بھی پہلے جاٹوں نے مکران کا نصف حصہ عربوں سے واپس لیلیا تھا اور اب یہ حصہ پاکستان میں شامل ہے اور بقایا نصف حصہ پر ایران قابض ہے، چنانچہ یہاں پر یہ واضح ہوا کہ سندھ پر عربوں کے حملے محمد بن قاسم، عبداللہ اور بدیل کے پہلے بھی ہوتے رہے آجکل بیرونی النسل مسلم مورخ ایک اور گرہ لگاتے ہیں کہ جب محمد بن قاسم نے دیول فتح کیا تو وہ مسلم عورتیں وہیں سے برآمد ہوئیں حالانکہ اس مفروضہ واقعہ کو سالہا سال گذر چکے تھے لیکن اس مفروضہ کو تحریر کرتے وقت وہ اس امر متفق علیہ کو بھول گئے کہ شہر دیول اس وقت تک فتح نہ ہوسکا تھا جب تک کہ تمام شہر ویران اور تباہ نہ ہوگیا، آج اس شہر کے جائے وقوع کا بھی پتہ نہیں ہے اس کی اینٹیں تک سمندر میں پھینک دی گئیں اور ایک بھی متنفس اس شہر میں زندہ نہ بچ سکا۔ اس شہر کی آبادی کا.. قتل عام دنیا کی تمام تاریخوں میں مذکور ہے اور اس قتل عام کا جواز شیخ صاحب محمد اکرام M.A. نے اپنی کتاب.. "آب کوثر" کے صفحہ نمبر ۲۴۶ سطور نمبر ۸ تا ۱۰ میں یہ تحریر کیا ہے کہ "پھر یہ بھی اس زمانہ کا مسلمہ اصول جنگ تھا کہ جہاں حملہ آور فوج کی مخالفت زیادہ کی جاتی تھی وہاں اسکی سزا بھی بہت سخت ہوتی تھی"

الفاظ "حملہ آور" اور "سخت سزا" خود ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں۔ المختصر سندھ پر حملہ کشورکشائی اور ملک گیری کی ہوس کا نتیجہ تھا اور پھر یہ بھی اس زمانہ میں گوجروں کا مسلمہ اصول تھا کہ جہاں حملہ آور فوج نمودار ہوتی تھی گوجر اپنے ملک کو تباہی اور عورتوں و بچوں کو اغوا سے بچانے کیلئے ہر حملہ آور کا مقابلہ کرنا اپنا قومی فرض سمجھتے تھے

★ ★ ★

۷۱۲ سنہ ء
سندھ پر بنی امیہ کا حملہ



نوٹ:- گہیل وال، موپلے، الوآتے وہ ہندوستانی اقوام تھیں جو سندھ پر حملے سے پیشتر بذریعہ تبلیغ مسلمان ہو چکی تھیں یہ رفتار حملوں کے بعد گم ہو گئی

باب دوم

سِنْدھو (SANDHAV۔ موجودہ سندھ) پر بیرونی حملہ

جس زمانہ میں ممالک عرب اور شام میں بنی ہاشم پر بنی امیہ کے مظالم ہو رہے تھے اسی زمانہ میں سندھ (موجودہ بلوچستان) میں بہادر جاٹوں پر برہمنوں نے چیرہ دستی شروع کر رکھی تھی اسندھ دراصل ہمیشہ گجرات کا حصہ رہا ہے جیسے انگریزوں نے ۱۹۳۵ء میں الگ صوبہ بنایا تھا۔ سندھ پر قدیم زمانہ میں اہیروں کی حکومت کے اسوقت تک نشانات ملتے ہیں جبکہ کتاب "منوسمرتی" تحریر کی گئی اسکے بعد شمالی سندھ پر ہمیشہ جاٹوں کا اقتدار رہا اور جنوبی سندھ پر سمہ ریاست لس بیلہ گرجروں کی حکومت رہی، راجہ چچ برہمن کے زمانہ میں جاٹوں کو شمالی سندھ کے مغرب میں دھکیل دیا گیا اور جاٹوں نے موجودہ ریاست خاران و مکران پر قبضہ جمالیا۔

بنی امیہ نے جب مشرق کی جانب چھوٹی چھوٹی ایرانی ریاستوں کو ختم کر لیا تو جاٹوں نے مکران میں عربوں کا زبردست مقابلہ کیا مگر نصف مکران جو آج ایران میں شمار ہوتا ہے ان کے ہاتھوں سے نکل گیا۔

عرب بادشاہوں نے جب آریہ ورت پر باقاعدہ چڑھائی کی اسوقت شمالی سندھ پر راجہ چچ کے بیٹے راجہ داہر کی حکومت تھی اور مغربی بلوچستان میں جاٹ راجہ موہنا نامی حکومت کرتا تھا، ریاست لس بیلہ اور موجودہ جنوبی سندھ تک گوجر راجہ مان سمہ (مان سنگھ) حکومت کرتا تھا، شمالی بلوچستان، غزنی اور کابل پر ساہی خاندان حکومت کرتا تھا، ساہی خاندان کے بارے میں اختلاف ہے اس لئے کہ برہمن مورخ اس کو برہمنوں کا خاندان تحریر کرتے ہیں لیکن گرجر مورخ اسکو گرجروں کا خاندان بتاتے ہیں، کتب ہائے قدیم کی چھان بین کرنے سے زیادہ شہادتیں اس امر کی معہ وجہ تسمیہ (ساہی) دستیاب ہو رہی ہیں کہ ساہی یا شاہی دراصل راجاؤں کا لقب تھا۔ گرجروں کے خاندان کسانہ (کشان) اور کھٹانہ دونوں نے موجودہ افغانستان پر حکمرانی کی اور یہی ساہی کہلاتے تھے اسی طرح ریاست گور (مابعد غور) گرجروں اور برہمنوں کے خاندانوں گور اور گورسی کی وجہ سے گور کہلائی اور بعینہ بنگال بھی ہمیشہ گور بنگالہ کہلایا، خاندانِ گور یا گورسی برہمنوں اور گرجروں دونوں میں آج تک موجود ہے۔

(۱) ۶۳۸ء میں جاٹوں نے عرب سپہ سالار عبداللہ سے شکست کھائی اور مغربی بلوچستان مفتوح ہو گیا چنانچہ عبداللہ نے پھر گرجر سلطنت لس بیلہ کے دارالخلافہ ارمن بیلہ پر حملہ کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ

کہ اس حملہ میں عربوں کو شکست ہوئی اور عبداللہ معرکہ کارزار میں کام آیا اس کے دو سال بعد یعنی ۷۱۰ء میں ہوس ملک گیری کے سلسلہ میں بنی امیہ بادشاہ نے بدیل کی سپہ سالاری میں سندھ پر حملہ کرنے کیلئے ایک فوج پھر بھیجی اس نے تمام راستہ نہایت اطمینان سے طے کیا مگر ریاست لس بیلہ میں گوجروں اور جاٹوں کی مشترکہ افواج نے اسے بھی شکست فاش نصیب ہوئی اور وہ عین لڑائی میں مارا گیا۔

سپہ سالار کے مارے جانیکے بعد تمام عرب اور ایرانی فوج بھاری جانی نقصان اٹھا کر بھاگ گئی اور جیسا کہ تحریر کیا جاچکا ہے کہ ساحلِ مکران پر عربوں کا قبضہ ہو چکا تھا اور ان کے جہاز اور کشتیاں ساحل کے ساتھ ساتھ نہ صرف مکران بلکہ بقایا سندھ کے ساحلی علاقوں پر بھی لوٹ مار کرتے تھے اور عورتوں و بچوں کو پکڑ کر لونڈی بنا کر لے جاتے تھے، ساحل کے ساتھ ساتھ میڑ قوم کے افراد بھی بستے تھے جب انہوں نے عربوں کی یہ.... دست درازی اور جرأت دیکھی تو انہوں نے ہر جہاز اور کشتی کی تلاشی لینی شروع کردی اور عربوں کی بردہ فروشی کو ناممکن بنادیا، عرب ملاحوں کے مزاج اس زمانہ میں آسمان پر تھے لہذا انہیں یہ بندش ناگوار گذری چنانچہ انتقامی جذبہ کے تحت انہوں نے خاندان بنی امیہ کے حجاج بن یوسف سپہ سالار کو ابھارا جس نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو سابقہ شکستوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے بڑے سازوسامان کے ساتھ بڑی فوج کشی ۷۱۱ء میں روانہ کیا اس فوج کے انتظامات کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ سوئی دھاگہ تک سپاہیوں کے پاس تھا اور سرکہ میں ترشدہ روئی بھی سب کے پاس تھی تاکہ بسبب آب و ہوا ذائقہ کیلئے استعمال کی جاسکے۔

جاٹ راجہ موہنا اپنی سلطنت سے ہاتھ دھونے کے بعد اس وقت اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ گوجر دارالخلافہ ارمن بیلہ میں پناہ گزین تھا چنانچہ اس نے گوجر راجہ مان سمھ کی حفاظت کیلئے گوجر فوج کا ساتھ دیا، محمد بن قاسم نے موسم خزاں میں بندرگاہ دیول پر قبضہ کرنے کیلئے اس کا محاصرہ کرلیا، گوجر اور جاٹ جان توڑ کر لڑے اور کئی دن تک شہر کو بچائے رکھا ایک ہفتہ بعد عربوں نے منجنیقوں کی مدد سے شہر پر پتھر برسانے شروع کردیئے شہر میں بڑے بڑے پتھروں کی بارش کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک منجنیق کو جسکا نام العروس تھا پانچسو آدمی ملکر چلاتے تھے، بڑے بڑے وزنی پتھروں کی بارش سے شہر کے مکانات کی چھتیں ٹوٹ گئیں، مرد، عورت اور بچے سب ہی فنا ہوگئے مگر جب تک گوجر اور جاٹ قوم میں سے ایک بھی نوجوان زندہ رہا عربوں کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا گیا، آخر بڑی کوشش کے بعد شہر مفتوح ہوگیا عربوں نے شہر میں داخل ہوتے ہی ہر کہ ومہ کو ذبح کرنا شروع کردیا، تاریخوں میں مذکور ہے کہ ایک متنفس بھی شہر میں زندہ نہ بچا، کسی شہر کی تباہی و غارتگری اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ محکمہ آثار قدیمہ بھی آج تک یہ نہیں بتا سکتا کہ دیول کی بندرگاہ اور شہر کس جگہ واقع تھا۔

(۴) محمد بن قاسم نے دیول کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر شمال کا رُخ اور راستے میں نیرون اور ٹھٹھہ کو فتح کیا۔۔ آگے چل کر سہوان کی باری آئی یہ مقام راجہ داہر کا خاص شہر تھا، عربوں نے بہتیرا زور لگایا مگر قلعہ مفتوح نہ ہو سکا، برہمن وزیر گیان بدھ نے غداری کر کے عربوں سے سازباز کی اور رات کو قلعہ کا دروازہ کھول دیا قلعہ میں سوائے برہمنوں کے سب کا قتل عام کیا گیا بعدہٗ راستے کے متعدد مقامات فتح کرتا اور سندھی عورتوں کو گرفتار کرتا ہوا محمد بن قاسم جانب شمال بمقام ارور (موجودہ روہڑی) پہنچا یہی شہر راجہ داہر کا دارالخلافہ تھا راجہ داہر نے کھلے میدان لڑائی لڑی دن بھر لڑائی کا فیصلہ نہ ہو سکا شام کو جب قلعہ میں فوج داخل ہوئی تو چند غداروں نے (جنہیں فارسی مورخین نے اختر شناس لکھا ہے) رات کے پچھلے حصے میں سہوان کی طرح قلعہ کا دروازہ کھول دیا مگر اس سازش کا عین اس وقت پتہ لگ گیا جب کہ دروازہ ابھی کھلا ہی تھا اور عرب اور ایرانی سپاہ قلعہ میں داخل ہونا شروع ہوئی تھی اس موقعہ پر راجہ داہر نے خود تو چند جاں نثاروں کے ساتھ لڑنا شروع کیا مگر باقی فوج اور عورتوں کو قلعہ کے عقبی دروازہ سے نکال دیا، راجہ داہر تو اس دھوکہ دہی کا شکار ہو کر مارا گیا البتہ اس کا لڑکا جے سنگھ اور تمام فوج معہ مستورات بحفاظت برہمن آباد پہنچ گئے محمد بن قاسم نے روہڑی کو جی بھر کر لوٹا اور عورتوں کی کثیر تعداد کو گرفتار کر کے اپنے فوجیوں میں تقسیم کر دیا، چند ہفتے روہڑی گزار کر عرب فوج برہمن آباد کی طرف چلی، برہمنوں نے داہر کے بیٹے جے سنگھ کو صلاح دی کہ وہ... حملہ آوروں سے صلح کر لے چنانچہ جے سنگھ چند ہمراہیوں سمیت محمد بن قاسم کے پاس پہنچا اور صلح کی درخواست کی محمد بن قاسم نے ان سب سے اسلام قبول کرنے کو کہا چنانچہ جے سنگھ نے اسلام قبول کر لیا مگر اس کے قبول اسلام سے ملک گیری پر کوئی اثر نہ ہوا چنانچہ اس کی بہادر ماں برہمنی نے بغیر لڑے برہمن آباد کو دشمن کے حوالے نہ کیا اور پندرہ ہزار سپاہیوں کو ساتھ لے کر قلعہ سے برآمد ہوئی اور اس جوش و جذبہ کے ساتھ لڑی کہ دشمن کے چھکے چھڑا دیئے اس بہادر اور غیور فوج میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ بچا اور نہ کسی ایک فرد نے راہِ فرار نہ اپنائی بلکہ وہیں لڑتے ہوئے ختم ہوئے بہادر برہمنی بھی دادِ مردانگی دیکر عین معرکۂ کارزار میں کام آئی محمد بن قاسم نے برہمن آباد پر قبضہ کر لیا اور ہزارہا عورتوں کو گرفتار کر لیا جنہیں سے بہتر عورتیں دمشق بادشاہ بنی امیہ ولید کی خدمت میں بھیجی گئیں ان میں راجہ داہر کی دو لڑکیاں سرمادیوی اور پریمل دیوی بھی تھیں سرمادیوی اور پریمل دیوی اس شخص جے سنگھ کی بہنیں تھیں جس نے اسلام قبول کر لیا تھا اور جو جنگ میں بھی شریک نہ تھیں بہت سے مورخوں نے ان دونوں لڑکیوں کی گرفتاری مقام ارور (روہڑی) تحریر کی ہے یہ بات پھر بھی غور طلب ہے کہ ان لڑکیوں کی گرفتاری کے بعد جبکہ انکے بھائی نے اسلام قبول کر لیا تھا تو کیا ان کا لونڈی باندی بنا کر دمشق بھیجا جانا ضروری تھا تاریخیں اس امر پر بھی شاہد ہیں

کہ عربوں نے برہمنوں پر جزیہ معاف کیا اور باقی تمام رعایا سے جزیہ زبردستی وصول کیا گیا سیاست کا یہ ایک اعلیٰ اصول ہے کہ جو شخص اپنے ملک سے غداری کرے اسے منظورِ نظر بنا لیا جائے چاہے وہ اپنے سابقہ مذہب پر قائم رہے۔ محمود غزنوی نے بھی بالبد زمانہ میں گوبند، تلک اور ناتھ برہمنوں کو اپنی فوجوں کا سپہ سالار کر کے خراسان اور بدخشاں بھیجا جہاں انہوں نے ہزارہا مسلمانوں کو تہ تیغ کیا اور تمام عمر ہندو ہی رہے۔ حملہ آوروں کا سارا اعتاب اور غصہ صرف بہادر کھشتریوں ہی پر رہا۔ مطلب صاف یہ ہے کہ صرف کھشتری ہی ان حملہ آوروں کا دندان شکن جواب دیتے تھے اس لئے ملک پر حکومت کرنے کیلئے انکا دم نکالنا ضروری تھا۔ اسی کا نام سیاست ہے۔ سیاست میں کون سی قوم اپنے ملک کی غدار ہوگی جو اپنے ملک کو غیروں کے ہاتھوں تباہ و برباد کرائے۔ یہی وجہ تھی کہ جب جے سنگھ نے اپنی بہنوں اور ملک کی عورتوں کی بے حرمتی دیکھی تو اس کی غیرت جوش میں آگئی اور اس نے محمد بن قاسم کے بعد نئے صوبیدار کے زمانے میں۔۔ اپنے ملک سے ملک کے دشمنوں کو نکالنے کیلئے گوجر دار الخلافہ منڈور وفد بھیجا جس کا ذکر ابھی کیا جائے گا۔

محمد بن قاسم نے برہمن آباد فتح کر کے ملتان فتح کیا اس کے بعد اسے بغداد بلا لیا گیا کیوں کہ وہاں بادشاہِ بغداد ولید کے خلاف سازشیں ہو رہی تھیں اور حجاج مر گیا تھا چنانچہ بادشاہ بغداد کی ایما پر محمد بن قاسم کو جاتے ہی جان سے مار دیا گیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ محمد بن قاسم کو خلیفہ ولید نے ہی مروا ڈالا تھا کیوں کہ اس پر راجہ داہر کی لڑکیوں نے خلیفہ ولید سے رات کو ہمبستری کے وقت یہ الزام لگایا کہ تمہارے سپہ سالار نے ہمیں پہلے خود دست درازی کر کے تب تمہارے پاس بھیجا تھا۔

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ معاملہ کیا تھا بہر حال ان واقعات سے بنی امیہ کے اخلاق و عادات کا پتہ لگانا کوئی مشکل امر نہیں، خوش فہمیوں کی بات اور ہے ورنہ ان حملوں اور ولید کے تمام حملوں کا۔۔ مذہب سے کوئی واسطہ نہیں ہے یہ ملک گیری کی ہوس تھی جس کیلئے تاریخ میں بھائی نے بھائی کو ذبح کیا۔ مذاہب عالم اس قتل و غارتگری کے ذمہ دار نہیں ہیں دنیا کے مورخوں پر حیرت ہے کہ وہ اپنے ہم مذہب ہر حکمران کی تعریف میں مذہب کا سہارا لینے سے گریز نہیں کرتے۔

۷۲۵ء

جنگ آزادی کی ابتدا

"کاش میں بھی گوجر قوم سے ہوتا"

(ابو جنید عربی سیاح)

ملک کی آزادی کا پہلا علمبردار گوجر پرتہار راجہ ناگ بھٹ اوّل

آٹھویں صدی کے شروع میں، کھشتریوں کا ایک مشہور خاندان گوجر پرتہار منڈور کے علاقہ میں حکمرانی کرتا تھا۔ ۷۲۵ء میں اس خاندان کے مشہور راجہ ناگ بھٹ اوّل کا دورِ حکومت تھا، گوجر راجہ دور و نزدیک کے متعدد راجگان کو اپنے زیر سایہ لا چکا تھا، ایک روز راجہ دربار خاص میں تخت پر بیٹھا تھا اس کے داہنی طرف نیچے اس کا وزیر بھرتری وَدھ بیٹھا تھا عاقل وزیر اپنے گوجر راجہ کے جلالی اور پُر رعب چہرے کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا، مہاراجہ کچھ سوچ رہے تھے تھوڑی دیر بعد وہ یوں گویا ہوئے:۔

"دانا و عاقل وزیر! بہت دنوں سے میرے دل میں ایک خواہش مچل رہی ہے"

وزیر:۔ عالی جاہ! وہ کیا خواہش ہے؟"

مہاراجہ:۔ خواہش یہ ہے کہ جب تک قنوج گوجر حکومت میں شامل نہ کیا جائے تب تک میرا خواب نامکمل ہی رہے گا۔

وزیر:۔ مہاراجہ ... آپ کی یہ خواہش بھی انشاء اللہ پوری ہو جائے گی، آپ کی بہادری کا لوہا تمام آریہ ورت مانتا ہے .... جب آپ جنگ میں لڑتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آپ کے چار ہاتھ ہیں، گوجر قوم کے حوصلے بھی بلند ہیں آج گوجر حکومت کی حدود آٹھ سو میل لمبی ہو چکی ہے اب تو اگر آپ آرام کریں اور تلوار کو ... کھونٹی پر لٹکا دیں تو بہتر ......"

گوجر شہنشاہ درمیان ہی میں بولے:۔

وزیر... تم بڑے سادہ لوح ہو... کیا تم نے یہ کہاوت نہیں سنی؟"

وزیر بولا:۔

"وہ کون سی کہاوت ہے عالی جاہ...؟"

مہاراجہ نے کہا:۔

"بے صبر عالم اور صابر حکمران تباہ ہو جاتے ہیں، حکمران کو کبھی اپنی وسعتِ سلطنت سے مطمئن نہ ہونا چاہیئے، مجھے یہ تسلیم ہے کہ گوجر حکومت وسیع ہو چکی ہے مگر میری خواہش یہ ہے کہ تمام آریہ ورت پر گوجروں کا جھنڈا لہرائے"

وزیر:۔ مگر..."

مہاراجہ:۔ مگر کیا..... غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ خواہش کبھی پوری نہ ہوگی"

گوجر شہنشاہ کے تیور دیکھ کر وزیر سہم گیا اور بولا:۔

"شہنشاہ! میرا یہ مطلب ہرگز نہ تھا"

مہاراجہ:۔ خواہ تمہارا مطلب کچھ ہی ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ بہادروں کے خواب کبھی بغیر تکمیل نہیں رہتے.... سپہ سالار ابھی فوج تیار کرو"

اتنے میں دربان حاضر دربار ہوا اور عرض کی کہ سیندھو (سندھ) سے ایک سفیر آیا ہے"

مہاراجہ نے حکم دیا کہ اسے بلا لاؤ۔

سفیر حاضر ہوا، سلام کے بعد ایک عریضہ گوجر شہنشاہ کی خدمت میں پیش کیا شہنشاہ نے وزیر کو اشارہ کیا اور اس نے خط پڑھنا شروع کیا۔

"مہاراج ادھیراج پرم بھٹارک گوجر ادھپتی شری ناگ بھٹ کی سیوا میں"

بخدمت شریف شہنشاہ گوجر جناب ناگ بھٹ صاحب مدظلہ"

عالی جاہ

حال ہی میں چند سال قبل عرب سپہ سالار حجاج کے داماد محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا تھا اس نے تمام ملک کو تباہ و برباد کر ڈالا راجہ داہر داس کی رانی ہزارہا سپاہیوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے ملک پر قربان ہو گئے باقی ماندہ افواج بھی ملک پر قربان ہو گئیں دونوں شہزادیاں اور عورتوں کی کثیر تعداد بغداد بھیج دی گئیں ملک کی عصمت لٹ گوئی جے سنگھ مسلمان ہو کر بھی ملک کی تباہی کو نہ بچا سکا لوگ مارے مارے پھر رہے ہیں آج تیرہ سال ہو چکے ہیں

مظالم ہیں آج تک کوئی کمی نہیں ہوئی۔ سندھ کی بقایا آبادی آپ کی امداد کی منتظر ہے کیا آپ ہیں ان حملہ آوروں کی تباہی و غارتگری سے نجات دلائیں گے"

ہم ہیں آپ کے خدام ۔ اہلِ سندھ

گوجر شہنشاہ نے مخاطب کر سفیر کو خلعت و انعامات دیئے جانے کا حکم دیا اور پھر یکدم کھڑے ہو کر سپہ سالار کو حکم دیا کہ آج ہی فوجیں سندھ پہنچ جانی چاہئیں، پھر سفیر سے کہا تم چلو ہم بھی یہاں سے روانہ ہونے میں تاخیر نہیں کریں گے، گوجروں کا جوش و خروش دیکھ کر سفیر کا چہرہ بشاشت سے شگفتہ ہو گیا چنانچہ اس نے اسی جوشِ مسرت میں بہ آوازِ بلند کہا۔

"گوجر قوم زندہ باد ملک کے محافظ زندہ باد زندہ باد

سفیر خوش و خرم ہو کر چلا گیا۔

وزیر نے کہا... مہاراجہ! قنوج پر بھی تو چڑھائی کرنی ہے"

گوجر شہنشاہ بولے... قنوج پر چڑھائی کا مقصد صرف مملکت کی وسعت کے لئے ہے اور سندھ پر چڑھائی مظلوموں اور ستم رسیدہ لوگوں کی حمایت کیلئے ہے، گوجر دوسروں کی بھلائی کیلئے اپنی خواہشات کو کچل دیتے ہیں، گوجر ملک کی حفاظت کیلئے اپنا عیش و آرام ترک کر دیتے ہیں، ہم کھشتری ہیں، ہم ملک کے محافظ ہیں اس لئے مظلوم کی حمایت کرنا ہمارا فرض ہے۔

وزیر: "مگر مہاراجہ! ایسا نہ ہو کہ یہ کسی قسم کا دھوکہ ہو"

مہاراجہ: "وزیر! تم اسے دھوکہ کہہ کر ہمیں اپنے فرض سے دور لے جا رہے ہو، نہیں ملک سے زیادہ اپنے آقا کی دلجوئی اور آرام کا خیال ہے۔ یاد رکھو! جب مورخ آئندہ گوجروں کی تواریخ لکھیں گے تو ہماری پہلو تہی کو ضرور نمایاں کریں گے وہ ضرور تحریر کریں گے کہ ملک تباہ ہو رہا تھا اور گوجر اپنی حکومتوں میں عیش کر رہے تھے وہ ضرور... لکھیں گے کہ دھوکہ کا بہانہ کر کے گوجروں نے اپنے فرض سے چشم پوشی کر لی تھی، اگر ہم نے یہ سمجھ کر آنکھیں بند کر لیں کہ یہ ایک نئے مذہب کی اشاعت آگ کے شعلوں میں ہو رہی ہے تو خود ہماری اولادیں ہم پر نفرین کریں گی کہ ملک کی عصمت لٹ رہی تھی رعایا اور عوام... تباہ حال اور پریشان ریگستانوں میں پھر رہے تھے اور گوجر اسے تبلیغ مذہب سمجھ کر چپ ہو بیٹھے تھے اور تمام ملک پر حملہ آوروں نے قبضہ جما لیا تھا، اگر ہم اس زمین

سے حملہ آوروں کو نکالنے میں ناکامیاب بھی رہے تو ہماری اولادیں ہماری قربانیوں کو بھلا نہ سکیں گی، وہ ضرور مطالبہ کریں گی کہ حملہ آورو! جاؤ یہ ملک ہمارا ہے اب ہم مسلمان ہیں۔ اب تم کیوں ہمیں نان و نفقہ سے مجبور کر رہے ہو، اب یہاں رہنے کا کیا جواز ہے.... وزیر! ہمارا خون ایک روز ضرور رنگ لائے گا۔ بہادروں کی موت بستر کے بجائے اپنے ملک کی حفاظت میں میدانِ کارزار میں آئے تو اس سے زیادہ خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے"!

چنانچہ اسی روز گوجروں کا لشکر منڈور سے سندھ کی طرف چل دیا۔ چوتھے روز سندھ میں داخل ہوا اور ساتویں روز دریائے سندھ میں گوجروں کے گھوڑوں نے پانی پیا۔ دریا کے کنارے پڑاؤ ڈال دیا گیا، سندھ کے عوام نے اپنے نجات دہندوں کا بہت ہی خندہ پیشانی سے استقبال کیا، ان کیلئے رسد کے انتظامات مکمل کئے گئے، سندھ میں گوجروں کی آمد سے تمام سندھیوں کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے عربوں پر ہر جگہ حملے شروع کر دیئے دو ہی تین دن میں تمام منتشر عرب سپاہ دریائے سندھ پار کر کے دریا کے مغرب میں یکجا ہو گئی۔

کئی روز آرام کرنے کے بعد گوجر سپاہ نے دریائے سندھ میں گھوڑے ڈال دیئے اور دریا پار کر کے حملہ آوروں کے مدِمقابل ہوئے۔ اگلے روز صبح سویرے نقارۂ جنگ پر چوب لگائی گئی۔

جب طرفین کے لشکر میدانِ کارزار میں اپنی صفیں آراستہ کر چکے تب گوجر شہنشاہ نے گوجروں سے ایک ولولہ انگیز خطاب کیا۔

"بہادر گوجرو! دھرتی کے سپوتو!

آج تک تم نے جتنی لڑائیاں لڑی ہیں ان میں تمہاری بہادری کی داستانیں آسمان تک پہنچ چکی ہیں، آریہ ورت کے تمام حکمران تمہارا لوہا مانتے ہیں لیکن سابقہ معرکوں میں اور اس جنگ میں بڑا فرق ہے، وہ لڑائیاں ہماری خود غرضی اور خواہشات پر مبنی تھیں مگر آج کی لڑائی انسانیت کیلئے لڑی جا رہی ہے اور اس جنگ کا مطمعِ نظر مظلوموں کی حمایت ہے، پچھلی لڑائیوں میں تمہیں فتح حاصل ہو کر خزانہ ملا، علاقے ملے، تمہاری حدود سلطنت وسیع ہوئی، مگر آج کی لڑائی میں فتح پانے کے باوجود نہ تو تمہیں خزانہ ملے گا، نہ تمہیں علاقہ ملے گا اور نہ تمہاری حدود سلطنت وسیع ہو گی، ہاں تمہیں عظمت اور رفعت ضرور ملے گی

آج کی لڑائی گوجر قوم کی عظمت کی لڑائی ہے۔ نعرہ لگا کر ظالموں پر ٹوٹ پڑو"۔

چنانچہ جوش میں آ کر گوجر سپاہ نے نعرہ لگایا۔

"گوجروں کی عظمت زندہ باد، مظلوموں کی حمایت زندہ باد، گوجر قوم زندہ باد"

گوجر بہادروں کے بازوؤں میں طاقت مچلنے لگی۔ اور انہوں نے آناً فاناً میں...
عربوں کو معرکہ کارزار میں شکست فاش دی، عرب سپاہ معہ اپنے سپہ سالار مجاعہ بن سعد التمیمی کوہ کیر تھر میں جا چھپی اور وہاں سے انہوں نے بلوچستان کی طرف راہِ فرار نا پائی۔

یہ جنگ بمقام دادو ۲۶۵ھ میں لڑی گئی اسی مقام پر سلمان جے شاہ گوجر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے بعد گوجر سپاہ جے شاہ کے ہمراہ برہمن آباد پہنچی سلمان جے شاہ عربوں کے خلاف گوجروں کی طرف ہو کر لڑا اور اس مقام سے بھی عربوں کو بھگا دیا گیا بعدہٗ سندھ کو سلمان جے شاہ کے سپرد کر کے گوجروں کا لشکر واپس منڈور پہنچا، لوگوں نے پرتہار راجہ ناگ بھٹ کو حفاظت و امن کا پیغمبر تسلیم کیا۔

اس واقعہ کے بعد ایک عرب سیاح "ابو جنید" نویں صدی عیسوی میں آریہ ورت.. میں آیا اس نے اپنی بیاض (ڈائری، سفرنامہ) میں تحریر کیا ہے کہ:۔

گوجر ہندوستان کے سب سے زیادہ طاقتور لوگ ہیں وہ انسانیت کے حامی اور مظالم کے کٹر دشمن ہیں، دوسروں کی بھلائی میں اپنے کو مٹا دینا وہ اپنی قوم کی عزت سمجھتے ہیں، گوجروں کی فوج بھی بہت طاقتور ہے جس کی تعداد اسّی لاکھ ہے کاش میں بھی اسی گوجر قوم میں سے ہوتا۔ یہ زمانہ مہر بھوج اعظم کا ہے جس کا مفصل تذکرہ حصہ اول میں مذکور ہو چکا ہے (قابل غور)

بیرونی النسل مسلم مورخ عجیب الخلقت واقع ہوئے ہیں جو بھی کوئی ہندی النسل.. مسلمان بھی مخالفت کرے تو یہ اس کو ہی اسلام کے دائرے سے خارج کر دیتے ہیں چنانچہ ایک متعصب مورخ نے جے شاہ کے بارے میں بھی یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ صرف بظاہر مسلمان تھا، دل سے ہندو تھا کیوں کہ اس نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی۔

موَلف

آج کل یہ زنگ چڑھنا بہت مشکل ہو گیا ہے اس لیے کہ اب تو بہت سے مسلمان ایسے

ہیں جو اس ملک کو حملہ آوروں سے پاک کرنا چاہتے ہیں پہلے زمانہ میں لوگوں نے بیرونی مسلمانوں کا نام ہر جگہ اسلام سمجھا مگر یہ بیل اب منڈھے چڑھنے والی نہیں ہے۔ چے شاہ دل سے مسلمان تھا مگر وہ عربوں کو اپنے ملک کا دشمن سمجھتا تھا جس طرح آج کل ترک اپنے ملک کا دشمن عربوں کو سمجھتے ہیں اسی طرح آج ایرانی بھی عربوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں بالکل اسی طرح چے شاہ مسلمان ہونے کے باوجود عربوں کو ملک کا کٹر دشمن سمجھتا تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام بیرونی مسلمانوں نے آج تک اس ملک کی پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے یہ تو چے شاہ کی دور اندیشی تھی کہ وہ کسی بہلاوے میں نہیں آیا اور اس کی سمجھ میں سیاست اور مذہب بہت جلد آگیا۔ چے شاہ تمام زندگی مسلمان رہا اور اسلام پر ہی اس کا خاتمہ ہوا، ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ اپنے ملک سے ہندوؤں کے مقابلے میں عربوں کی محبت نہ کرتا تھا اور یہ قدرتی بات ہے۔ آجکل چاہے لوگ اس پر کتنا ہی پیوند لگائیں آج بھی عربوں اور ایرانیوں کو اپنے سابقہ وطنوں سے جتنی محبت ہے وہ اظہر من الشمس ہے بلکہ ہم لوگوں کو بھی اپنے۔ ہاتھ لگایا جا رہا ہے یہ ایک گہری سیاست ہے تاکہ ہم میں سے قومیت بالکل نکل جائے اور ہم ترکوں، ایرانیوں کی طرح شکنجہ میں سے نہ نکل سکیں۔

میرے خیال کی تائید کئی مورخین کی تحریرات سے ہوتی ہے جنہوں نے چے شاہ کو مسلمان ہی تحریر کیا ہے چنانچہ تاریخ سندھ میں تحریر ہے کہ چے شاہ کبھی بھی مرتد نہیں ہوا بلکہ اس نے سیاسی طور سے عربی گورنر کی مخالفت کی (ملاحظہ ہو تاریخ سندھ صفحہ ۱۲۷ از مولوی ابو ظفر ندوی)

—— ٥ ✶ ٥ ——

۴

سنہ ۷۳۵ء

مانک رائے چوہان اور اس کا کمسن بچہ راجکمار لوٹ چوہان

سندھ میں جب آزادی کی لہر اٹھی تو اِن لہروں نے بغداد کے رنگ محلوں میں زلزلہ ڈال دیا چنانچہ خلیفہ بنی امیہ سلیمان بن عبدالملک نے جنید کو ہندوستانی مقبوضات کا گورنر بنا کر بھیجا، جنید ایک بڑا لاؤ لشکر اور نئی کمک لے کر سندھ آیا تمام سندھی عوام نے بغیر لڑے اطاعت قبول کر لی لیکن بہادر جاٹوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر بغیر تنظیم محض جوش کے سہارے فتح حاصل نہ ہو سکی، سندھ پر دوبارہ قبضہ کر لینے کے بعد جنید منڈور، اور اجمیر کی طرف بڑھا منڈور (بھنمال) میں گوجر پرتیہار راجہ ناگ بھٹ اول کا انتقال ۷۲۷ء میں ہو چکا تھا اور تخت نشینی پر جھگڑے ہو کر وتس راج کو بٹھایا گیا تھا جس نے قلعہ بند ہو کر لڑائی جاری رکھی جب محاصرہ نے طول کھینچا تو جنید نے مجبور ہو کر محاصرہ اٹھا لیا اور پھر وہاں سے اجمیر کا رخ کیا، راستہ میں تمام علاقہ کو تباہ و برباد کیا گیا۔

اجمیر میں اس زمانہ میں گوجر راجہ مانک رائے چوہان کی حکومت تھی اجمیر اس وقت صرف ایک معمولی ریاست تھی جس پر منڈور کے گوجر پرتیہاروں کے رشتہ داروں کا قبضہ تھا عرب لاؤ لشکر جب اجمیر کے نواح میں نمودار ہوا تو چوہان گوجروں نے کھلے میدان میں مقابلہ کیا، دونوں طرف کے بہادروں نے داد مردانگی دی۔ ایک قوم دوسرے کے گھر پر ڈاکہ ڈالنے آئی تھی... دوسری قوم اپنے گھر کو تباہی سے بچانے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا رہی تھی، میدانِ کارزار میں راجہ مانک رائے چوہان لڑنے میں مصروف تھا کہ اس کا گھوڑا زخم کھا کر بھاگا راجہ نے

اسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ قابو میں نہ آیا راجہ کو رہ رہ کر اس بات کا خیال دامنگیر ہو رہا تھا کہ کہیں اس کی فوج بددل ہو کر شکست تسلیم نہ کر لے چنانچہ اس نے شاکمبھری دیوی سے دعا کی اس کی دعا قبول ہوئی اور شاکمبھری دیوی کی آواز اس کے کان میں آئی کہ مجھے کا خیال نہ کرو وہاں سب معاملہ ٹھیک ہے شام کو واپس منہ کر کے مڑنا۔ تھوڑی دیر بعد زخمی گھوڑا کھڑا ہو گیا راجہ نے غلطی سے پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھا تو اسے شاکمبھری دیوی کی نصیحت یاد نہ رہی چنانچہ پچھلی طرف کا تمام علاقہ سفید چادر میں تبدیل ہو کر نمک کی جھیل بن گیا اسی کو آج سانبھر کہتے ہیں۔

جنگ ختم ہو جانے کے بعد مانک رائے چوہان نے یہاں شاکمبھری دیوی کا مندر (عبادت گاہ) بنایا اور اس خاندان کے آخری راجہ پرتھوی راج نے اپنا لقب شاکمبھری راؤ یا سانبھری راؤ اختیار کیا یہ واقعہ بالکل صحیح ہے شاکمبھری کے واقعہ سے ملتا جلتا ایک واقعہ قبل از اسلام عرب میں بھی ظہور پذیر ہوا تھا جب کہ ابرہہ نے کعبہ پر چڑھائی کی تھی کعبہ اس وقت بت خانہ تھا اس بت خانہ کی حفاظت اللہ میاں نے اس طرح کی کہ پرندوں کو چونچ میں کنکر دے کر بھیج دیا، اِن پرندوں نے کنکر مار کر ابرہہ کے تمام لشکر کو ختم کر دیا۔

الواقعہ ادھر شام تک راجہ کی فوج بدستور لڑتی رہی، رات کو جب گوجروں کو اپنے راجہ کا پتہ نہ چلا تو وہ قلعہ بند ہو گئے اگلی صبح گوجر ابھی تک اپنے راجہ کی گمشدگی کا راز معلوم کرنے ہی میں لگے ہوئے تھے کہ عربوں نے قلعہ پر ہلّہ بول دیا صبح سویرے قلعہ کی فصیل پر گوجر شہزادہ "لوٹ" اتفاقاً آ پہنچا، شہزادہ "لوٹ" کی عمر صرف تین سال تھی وہ پیروں میں گھونگرو پہنے فصیل پر کھیل رہا تھا کہ کسی عرب سپاہی نے اس بچے پر تاک کر ایسا تیر مارا کہ وہ وہیں فوراً جاں بحق ہو گیا۔

مانک رائے نئی فوج لے کر آ پہنچا عرب سپاہ دو طرف سے گھر گئی اور شکست کھا کر بھاگ گئی اور اس طرح اجمیر پر بھی قبضہ نہ ہو سکا چنانچہ جنید دیہاتوں کو لوٹتا ہوا گڑھ بگیلی پہنچا اور اس قصبہ کو بھی آگ دے دی گئی اس طرح تباہی و بربادی کو کام میں لا کر بغیر کسی سلطنت کو مفتوح کئے صرف عوام کی جان و مال و آبرو پر ڈاکے مار کر جنید واپس سندھ آ گیا۔

مانک رائے چوہان جو نئی فوج کے ساتھ دشمن سے قلعہ کے باہر لڑا تھا فتح پا کر جب قلعہ میں داخل ہوا تو اسے لوٹ راجکمار کی موت کا پتہ چلا، معصوم بچہ کی لاش

دیکھ کر گوجر راجہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس کمسن شہزادے کی موت کا واقعہ تمام گوجروں میں عموماً اور چوہان گوجروں میں خصوصاً قابل سوگواری سمجھا جاتا ہے۔ گوجروں کے شجرہ نویس فوت شدہ بچوں کو شجرہ ہائے نسب میں شامل نہیں کرتے مگر راجکمار لوٹ کو اس سنگین واقعہ کی بنا پر شجرہ نسب میں جگہ دی گئی کچھ ہندو چوہان آج تک اس شہید بچہ کی پرستش کرتے ہیں اور اس کے گھونگروؤں سے خاص عقیدت رکھتے ہیں۔ باقی... گوجروں کے تمام چوہان خاندانوں میں ان گھونگروؤں کا ایسا پاس ادب ہے کہ چوہان گوجر اپنے کسی بچے کو گھونگرو نہیں پہناتے بلکہ بچوں کو کوئی بھی بجنے والا زیور نہیں پہناتے۔

یہ تھے عرب حملہ آور جنہوں نے ہمارے معصوم بچوں کو تیروں سے چھلنی کر دیا۔

جنید کی ناکامی

جنید ریگستانی علاقوں سے نکل کر واپس سندھ آیا، سندھ پر چاپ چاوڑا اور موریہ، گوجر حملہ آور ہوئے، سندھ کے جنوب مشرق میں بمقام نوساری گھمسان کا رن پڑا مگر گوجروں کو شکست فاش ہوئی اس فتح سے عربوں کے حوصلے بلند ہو گئے چنانچہ انہوں نے سندھ سے نکل کر گجرات پر حملہ کیا گجرات پر حملہ کے وقت عرب فوج کی کمان خود جنید کے ہاتھ میں تھی اور دوسری عرب سپاہ جس کو اُجین پر حملہ کیلئے بھیجا گیا تھا اس فوج کا سپہ سالار حبیب بن مرہ تھا، حبیب بن مرہ سیدھا اُجین پہنچا، اُجین کے پنوار گوجروں نے اپنے گوجر راجہ کی سرکردگی میں عربوں کو شکست فاش دی، حبیب بن مرہ نے واپسی میں چند دیہات کو آگ لگا دی، یہ خبر سنتے ہی گوجر سپاہ نے عربوں کا تعاقب کیا، حبیب بن مرہ دوسرے معرکہ میں مارا گیا اس کی فوج گرتی پڑتی سندھ بھاگ آئی، جنید نے بھی گجرات کے سولنکی گوجروں سے راجہ جے بھٹ چہارم کی سرکردگی میں شکست کھائی اور وہ بمشکل جان بچا کر سندھ آیا، ان معرکوں نے عربوں کی کمر توڑ دی اور جب ان پے در پے شکستوں کا پتہ سندھ کے جاٹوں کو لگا تو انہوں نے پھر ہتیار اٹھا لئے اور ۱۲۰ھ میں پھر عربوں کو سندھ سے باہر نکال دیا گیا۔

آب کوثر صفحہ نمبر ۲۹ پر تحریر ہے۔

"مارواڑ کو تو اس نے (جنید نے۔ مولف) فتح کر لیا لیکن گجرات اور اُجین کے راجاؤں نے اسے شکستیں دیں اور بالآخر ۱۲۰ھ میں وہ واپس بلا لیا گیا اس کی واپسی پر حالات اور بگڑ گئے حتیٰ کہ مارواڑ، گجرات اور کچھ کی سرحدوں پر جو عرب دستے مقیم تھے انھیں بھی سندھ

ہیں واپس بلالیا گیا یہاں بھی بغاوت (جنگ آزادی۔ مولف) کی آگ بھڑک اٹھی جو۔۔ سندھی مسلمان ہوئے تھے وہ سب سوائے ایک شہر کے اسلام سے منحرف ہو گئے (یہ تو غلط ہے۔ مولف) اور عربوں کا اقتدار ختم کرنے کیلئے جو تحریک شروع ہوئی تھی اس میں غیر مسلم قبائل کے ساتھ مل گئے، حالات اس قدر بگڑے کہ عرب مسلمانوں کو اپنی بیشتر چھاونیاں خالی کرنی پڑیں اور بعض ہیں تو وہ اپنا قبضہ پھر کبھی نہ جما سکے"۔

تھوڑے دنوں بعد مر بھر کر جنید کے جانشین حکم نے (موجودہ حیدرآباد سندھ کے جنوب مغرب میں ایک مقام چنا جہاں تمام عرب بھاگ کر پناہ لینے لگے اس کا نام محفوظ رکھا گیا۔ عربوں کی سندھ میں یہ آخری ٹمٹماتی ہوئی لو تھی۔ سندھ کے نقشہ پر غور کرنے سے پتہ چلے گا کہ "محفوظ" کس جگہ واقع تھا۔

یہ چند پہاڑیاں تھیں جن میں عرب لوگ لوٹ مار کرتے پھرتے رہے ورنہ تمام۔۔ سندھ ان کی دست برد سے آزاد ہو گیا تھا۔ آب کوثر کے مصنف نے صفحہ نمبر ۳۱ پر جو یہ تحریر کیا ہے کہ سنہ ۷۵۸ء میں عباسی گورنر کا بحری بیڑہ گجرات آیا تھا وہ سراسر غلط ہے اس تاریخ کے پہلے حصہ میں ہم لکھ چکے ہیں کہ گجرات کے ساحل پر ایک مسجد جو تعمیر ہے اس کو ایک عرب تاجر نے گوجر راجہ سے اجازت لے کر بنائی تھی اور اس مسجد کے نام راجہ نے جائیداد بھی وقف کر دی تھی۔

سنہ ۷۵۸ء کے دوران کشمیر کی سرحد کو بھی فتح کرنے کی گپ اڑائی جاتی ہے جو سراسر لغو اور مہمل بات ہے، سنہ ۷۴۰ء کے بعد سندھ پر کبھی عربوں کا قبضہ نہیں ہوا سنہ ۸۹۰ء کے قریب جب بلاذری نے عربی تاریخ مفتوح البلدان مرتب کی تو اس نے تحریر کیا ہے کہ "عربوں کے بعض مرکز کبھی آباد نہ ہوئے اور ابھی تک وہ خالی ہیں" اس سے صاف ظاہر ہے کہ سنہ ۸۹۰ء تک پھر کبھی سندھ پر عربوں کا قبضہ دوبارہ نہ ہو سکا، جیسا کہ ابھی آئندہ مذکور ہوگا نہ صرف سندھ آزاد ہوا بلکہ بلوچستان کو بھی عربوں کے پنجہ سے چھڑا لیا گیا۔

باب پنجم

۵

سنہ ۷۳۹ء تا سنہ ۷۵۷ء

ولبھی خاندان کا بہادر باپا راول

علاقہ ایدر کے راجہ گوہاسین کی ساتویں پشت میں باپا راوُل پیدا ہوا۔ باپا کا اصلی نام شیلادھیش تھا چونکہ باپا کمسن بچے کو کہتے ہیں اس لئے بچپن میں اسے باپا ہی کہا جاتا تھا اور راول اعزازی لفظ ہے جس کے معنی سردار اور رانا کے ہیں اس لئے آئندہ اس کا یہی نام مشہور ہوا۔

جب باپا تین سال کا تھا تو اس کے باپ ناگ دت کو بھیلوں نے شکارگاہ میں قتل کر دیا اور خود تمام علاقہ پر قابض ہو گئے، باپا راول کی پرورش گمنامی میں قصبہ نگیندر نگر میں ہوئی یہ قصبہ ترکٹ نامی پہاڑی "پراسر" کے جنگل سے ملحق موجودہ اودے پور سے صرف دس میل بجانب شمال واقع تھا۔

باپا راول نے پچیس سال تک گوالوں کے ساتھ زندگی بسر کی اور تمام بھیل اسے اپنے میں سے ہی سمجھتے رہے، جوان ہو کر باپا راول نے بھیلوں کو علاقہ کے گوجر حکمرانوں کے خلاف ابھارا مگر اس سازش کا انکشاف ہو جانے سے باپا کی ماں لپشپاوتی نے اسے معہ اس کی رانی کو کلادیوی کے اپنے بھائی کستیترپال کے پاس چتوڑ بھیج دیا۔ چتوڑ میں اس وقت موری خاندان کے گوجر راجگان حکومت کرتے تھے باپا نے اپنے ماموں کو اپنی ماں کا خط دکھایا اور موری دربار میں عہدہ حاصل کیا۔ موری خاندان کے گوجروں نے صورتِ حال سے بےخبر ہونے کی وجہ سے علم...

اختلاف بلند کیا کہ کیوں دربار میں ایک نامعلوم شخص کو عہدہ دیا گیا، یہی زمانہ تھا جب کہ چتوڑ کے حدود میں نئی عرب سپاہ لوٹ مار کرتی ہوئی داخل ہوئی، گوجر راجہ کشتیر پال سے اختلاف رکھنے والے سرداروں نے راجہ کو کورا جواب دے دیا اور کہا کہ اس مہم پر باپا کو بھیجا جائے اور وہ اکیلا اس جنگ کو فتح کرے۔

باپا راول کی رگوں میں گوجری خون تھا، اس نے دربار میں شمشیر کو برہنہ کر کے کہا۔

جب رن میں ڈٹ گئے تو نہیں پھر ہٹے ہم بھاگے ہم کو دیکھ کے دشمن سوئے عدم
گو وہ بہت ہوں، ہم بھی تو ان سے نہیں ہیں کم گوجر بڑھا کے آگے ہٹاتے نہیں قدم

ہم! اور خوف جاں سے لڑائی کو چھوڑ دیں
دیکھا نہیں کہ شیر ترائی کو چھوڑ دیں

تابع ہیں ملک و قوم کے ان پر ہیں ہم فدا یہ جان و مال جسم و جگر سب ہے قوم کا
یہ ملک ہے ہمارا نہیں اس سے ہم جدا ہمت کا ساتھ دیتا ہے ہر وقت میں خدا

شادی ہو یا کہ غم ہو ہم ہیں ملک کے شریک
کس کی ہے تاب ہم کو کہے بدظن و رکیک

کیوں دل تمہارا فکر عبث سے ہے بدحواس کیوں لب پر اور زبان پر آئے کلام یاس
ملک میں ہر اک کو ہے ہر دم وطن کا پاس گوجروں کی ذات سے اس ملک کو ہے آس

آمادہ بہر جنگ ہوں، ہنگام جنگ ہے
بے چین دل ہے حوصلہ صبر تنگ ہے

ہم مٹ ہی گئے مرنے کا مطلق الم نہیں غم ہے تو اپنی قوم کا، اور کوئی غم نہیں
دکھلائے کاٹ جو نہ وہ تیغ دودم نہیں رن سے ہٹیں جو پیٹھ ہٹا کر وہ ہم نہیں

ہم جسم و دل و دماغ سے ملک کی جان ہیں
رکھیں گے اس کی شرم جنکی ہمتیں جوان ہیں

شیروں کی طرح بپھریں گے رن کی کچھار میں باحوصلہ جواں ہیں ہماری قطار میں
شامل ہیں ہم ازل سے شیروں کے شمار میں لڑنے سے منہ نہ موڑیں گے سو میں ہزار میں

اے شانِ مردمی ترے صدقے ہوں بار بار
ہم لڑنے جا رہے ہیں خدا ہے حامی و مددگار

باپا راول کا یہ جوش و خروش دیکھ کر مخالف سردار سہم گئے اور یہ معلوم کر کے کہ باپا راول انہیں کی قوم کا ایک فرد اور راجہ ناگ دت کا بیٹا ہے ان کے چہرے فق ہو گئے چنانچہ راجہ نے ان سرداروں کو گرفتار کرا کے انکی جاگیریں ضبط کرنے کا حکم دیا اور باپا کو فوج دے کر عرب سپہ سالار اسلم کو قتل و غارتگری کا مزہ چکھانے کیلئے روانہ کیا۔

باپا راول کی رانی گوجر شیرنی کو کلا دیوی نے بہادر عورتوں کو غیرت دلائی اور کہا کہ ملک قوم کے نام پر سندھ میں راجہ داہر کی رانی لڑتی ہوئی جاں بحق ہوئی آج اس ملک کی حفاظت کرنا اور حملہ آوروں کی پامالی سے اسے بچانا ہمارا کام ہے۔ ؎

بہنو! ہو جاؤ مسلح نہ کرو چلنے میں دیر　　مارو تلوار کہ ہر سمت گریں لاشوں کے ڈھیر
عورتوں کے نہ مقابل ہو کھڑا مرد دلیر　　اپنی لاثانی دلیری سے کرو اس کو زیر
صف کی صف ساری ہوں مسمار حملہ آوروں کی
بجلیاں فوجوں پہ گرنے لگیں تلواروں کی

تم ہو بہادر شیرنی قوم گوجر کی ناک　　تم ہی ہو قوم کی ماں اور جری بیباک
دشمنوں سے کرو تم ملک کو اٹھ کر ابھی پاک　　توڑ دو دانت کو ان کے بھر دو منہ میں خس و خاک
دو بدو تم سے کہاں کب کوئی لڑ سکتا ہے
شیرنی بگڑی اسے کون پکڑ سکتا ہے

ہاں! خوں سے دشمن کے زمیں رنگیں ہو جائے　　منہ کی کھائے جو عدو اپنے مقابل آ جائے
بدلہ نخوت کا جو ہاتھوں سے ہمارے وہ پلئے　　نام لڑنے کا نہ لے جان سے دل سے شرمائے
لوگ خوش ہو کے کہیں واہ بڑا نام کیا
عورتیں کیسی لڑیں مردوں میں کیا نام کیا

چنانچہ رانی کو کلا دیوی کی اس تقریر نے بہت بڑا اثر کیا اور دختران وطن اپنے ملک کی حفاظت کیلئے میدان جنگ کیطرف بلا کسی پس و پیش کے روانہ ہو گئیں ان کے اس بلند حوصلے کو دیکھ کر باغی سردار شرم کے مارے پانی پانی ہو گئے اور معافی مانگنے لگے اور وہ بھی جنگ کرنے کیلئے چل پڑے اور حدود چتوڑ میں جنگ کا بازار گرم ہوا۔

باپا نے کمال دلیری دکھائی جدھر تلوار لے کر چلا پرے کے پرے صاف ہو گئے اسلم کے ہوش باختہ ہو گئے، جدھر باپا پہنچ جاتا ادھر سے ہی سپاہ بگولا کیطرح اڑ جاتی۔

خنجر بکف جو باپا در آیا سپاہ میں | گویا جھپٹ کے شیر نر آیا سپاہ میں
ہلچل ادھر مچی جدھر آیا سپاہ میں | مہا بھارت کا معرکہ نظر آیا سپاہ میں

بجلی خدا کے قہر کی تھی یا حسام تھی
پہلے ہی وار میں صفِ اوّل تمام تھی

بہادر کو کلا دیوی کی فوج دشمن کے اوپر تیروں کی بارش کر رہی تھی جو دستہ ان کی طرف بڑھتا نیزوں اور تلواروں سے اس کا صفایا کر دیا جاتا۔

سر لوٹتے تھے برچھیو والوں کے ہر طرف | پرکالے اڑتے پھرتے تھے بھالوں کے ہر طرف
تودے تھے جمع خنجر و بھالوں کے ہر طرف | منڈلاتے دیکھے جھنڈ بھی چیلوں کے ہر طرف

خاطر نشاں نہ تھی کسی آفت نشان کی
آوازیں پھر تو آنے لگیں الامان کی

باپا کے مخالف سردار بھی اپنی صفوں کو درست کر کے حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑے۔

سر سے عدو کے خود جدا تن سے سر جدا | شانوں سے ہاتھ ہاتھ سے تیغ و تبر جدا
سینہ سے پسلیاں تو شکم سے کمر جدا | گھٹنوں سے ہر دو پائے شجاعت اثر جدا

ٹکڑے تھے عضو قطع تھا جامہ حیات کا
عالم مرکبات میں تھا مفردات کا

سات روز تک گھمسان کا معرکہ رہا، میدانِ جنگ میں لاشوں کے انبار لگ گئے اسلم کی سپاہ گھبرا گئی ان کا پائے ثبات جگہ سے ہل گیا، عرب سپاہ بھاگ کھڑی ہوئی اور اسلم زندہ گرفتار ہوا، جب اس نے باپا راول کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کرنے کا وعدہ کر لیا تب رہائی پائی۔

گوجروں کی کچھ سپاہ فتح کے شادیانے بجاتی ہوئی واپس چتوڑ میں داخل ہوئی، مگر باپا راول اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر علاقہ ایدر میں پہنچا اور اپنے باپ کا تخت حاصل کیا اور پھر اس نے بھیلوں کی مدد سے علاقہ پراسر اور نگیندر، نگر وغیرہ کو فتح کیا اور ان تمام لڑکیوں کو اپنے حرم میں داخل کیا جن سے اس کی شادی ایک درخت کے سات چکر لگانے سے نوجوانی میں ہو گئی تھی یہ چکر کھیلنے میں لگے تھے مگر توہم پرست والدین نے باپا کو اپنا داماد تسلیم کر لیا تھا پھر کافی فوج جمع کر کے اس نے چتوڑ پر قبضہ کیا، یہ قبضہ برضا و رغبت ہوا کیونکہ اس کا ماموں لاولد

تھا جس نے اسے تخت سونپ دیا اس کے چند سال بعد باپا نے عہد کیا کہ اب وہ سندھ اور اس کے نواحی علاقوں سے حملہ آوروں کو نکال کر واپس آئے گا۔

باپا راول گوجروں کا ایک عظیم لشکر لے کر مغرب کی طرف بڑھا اس نے سندھ اور بلوچستان کو فتح کیا یہیں اس کی شادی اسلم کی لڑکی سلمہ سے ہوئی اس کے بعد باپا راول نے خراسان کو عباسی خاندان سے چھین لیا اور اس علاقہ کو اسلم کے سپرد کر دیا اسی زمانہ میں ایران کی طرف سے گجنی (غزنی) پر حملے ہو رہے تھے خراسان سے باپا نے غزنی کا رخ کیا اور اسے فتح کر کے چاوڑا خاندان کے گوجروں کے سپرد کیا، بعض مورخین نے اس خاندان کو چھاولہ یا جھاولہ یا چوہلہ بھی تحریر کیا ہے، چھاولہ گوجروں کی حکومت شمالی بلوچستان پر نویں صدی تک رہی اس کے بعد کھٹانہ خاندان قابض ہوا جس سے حکومت سبکتگین نے برآوردہ کی تھی۔ الغرض باپا راول نے واہلیک (افغانستان) سے پرشپورہ (پشاور) کا رخ کیا فتح پر فتح کرتا ہوا تھوڑے ہی دن بعد چتوڑ پہنچا اور ۷۵۰ء میں انتقال کر گیا۔

باپا راول کو ہر جگہ مقامی سرداروں نے اپنی لڑکیاں دیں جن میں سے اکثر مسلمان تھیں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیوں کہ مغل جو غیر مسلم تھے انھوں نے بھی عباسی خاندانوں کی تیرھویں صدی میں بغداد میں لڑکیاں حاصل کی تھیں مگر باپا راول کی بابت تواریخ میں یہ بھی تحریر ہے کہ وہ ان فتوحات کے دوران مسلمان ہو گیا تھا اس کا انتقال افغانستان ہی میں ہوا جہاں ہندو اور مسلمانوں نے اس کی لاش کو جلانے اور دفن کرنے پر ہنگامہ کیا مگر جب لاش پر سے چادر ہٹائی گئی تو وہاں پھول پڑے ہوئے ملے جنہیں ہندو اور مسلمانوں نے تقسیم کر کے اپنے اپنے طریقہ پر عمل کیا، مسلمانوں نے پھول دفن کر دیئے اور ہندوؤں نے پھول کو دریا میں بہا دیئے۔

تاریخوں میں یہ بھی تحریر ہے کہ باپا نے افغانستان کی حدود میں جن عورتوں سے شادیاں کیں ان کی اولاد کا گوت خاندان (خاندان کا نام) اپنی ماؤں کے نام پر چلا آرہا ہے اور یہ نوشیرا پٹھان کہلاتے ہیں۔ پٹھان اس زمانہ میں مسلمان نہیں تھے بلکہ یہ آریہ مذہب سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ باپا راول کا نام گہیل بھی تھا، رانی کو کلادیوی سے جو اولاد میواڑ میں چلی وہ گہلوٹ کہلائی، گجرات، کاٹھیاوار کے گوہیل وال بھی بعض مورخوں کے نزدیک ان رانیوں کی اولاد ہیں جن سے باپا راول نے نوجوانی میں شادی کی تھی۔

شہر راولپنڈی اسی بہادر کی یادگار ہے، راول خاندان کا تعلق باپا راول سے ہے
مگر یہ خاندان دگوت) باپا کی اولاد نہیں ہے بلکہ باپا اس خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ راول
اعزاز ہے باپا راول دراصل دلبھی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔

ماخوذ از (۱) ٹاڈ راجستھان (۲) تاریخ میواڑ (۳) باپا راول مصنفہ شوبرت لال
(۴) گجر گوریخ از چودھری محمد اکبر خاں صاحب بی۔ اے (۵) و نیز تاریخ حافظ عبدالحق صاحب
صفحہ ۱۵۶ تا ۱۶۳ وغیرہ وغیرہ۔

گوجر خاندان پرتہار کا چشم و چراغ ناگ بھٹ دوم

سنہ ۷۹۲ء تا ۸۲۵ء

ناگ بھٹ دوم بہادر راجہ وتس راج کا بیٹا اور اس ناگ بھٹ اول کا پوتا تھا جس نے ۷۲۵ء میں عرب حملہ آوروں کو سندھ سے باہر نکال دیا تھا، عربوں کا دوسرا حملہ باپا راول نے ناکامیاب بنا دیا تھا اور بلوچستان و خراسان کو بھی مفتوح کر لیا تھا اس کے بعد یعنی ۷۵۳ء کے بعد پھر کبھی سندھ اور بلوچستان پر عربوں کی حکومت قائم نہ ہو سکی، ۱۳۲ھ لغایت ۷۵۴ء میں عرب میں عباسیوں کی حکومت قائم ہوئی اور بنو امیہ افریقہ کی طرف بھاگ گئے۔

عباسیوں کا پہلا بادشاہ سفاح اول تھا جو صرف چار سال حکمرانی کر کے انتقال کر گیا اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی منصور ابو جعفر عبداللہ تخت نشین ہوا، منصور نے ۱۴۱ھ میں بغداد شہر کو از سر نو آباد کیا، اس سے پہلے بنو امیہ کی حکومت میں دمشق دارالخلافہ تھا اس نے خراسان میں عباسی سلطنت کے بانی و حمایتی ابو مسلم خراسانی کو قتل کر کے احسان فراموشی کی مثال قائم کی۔

خراسانی عوام ایک بہادر ہندی النسل امیر استاد سیس کی سرکردگی میں عباسیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، منصور نے اپنے سپہ سالار اجثم کو تین لاکھ پیدل اور سوار کا لشکر دے کر خراسان بھیجا مگر وہ استاد سیس کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کی فوج سراسیمہ ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی، اس کے بعد حازم بن خزیمہ کو سپہ سالار بنا کر بھیجا گیا، معرکہ کارزار میں ستر ہزار جانیں تلف ہوئیں اور استاد سیس کو شکست ہوئی چنانچہ اس نے پہاڑوں میں... جا کر پناہ لی۔ مگر اس کے چودہ ہزار آدمی گرفتار ہو گئے آخر مجبور ہو کر اس نے اپنے آپ کو

منصور کے حوالے کر دیا، منصور نے اسے قید کر کے بقایا قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

منصور نے سنسکرت کی کتاب پنچ تنتر اور سنسکرت زبان کے حساب کا ترجمہ کرایا اس کے دربار میں کئی ہندی عالم سنسکرت کی کتابوں کا ترجمہ کرنے پر مامور تھے یہ سب ہندی خراسان کے علاقہ کے رہنے والے تھے جنہوں نے اس وقت تک اپنی قدیمی زبان سنسکرت کو نہ چھوڑا تھا منصور کے بعد اس کا لڑکا المہدی بغداد کے تخت پر بیٹھا اور اس نے سنہ ۹۱ء میں ایرانی مکران سے نکل کر بلوچستانی مکران پر حملہ کر کے مقام اربد کو فتح کر لیا۔ یہ حملہ سمندر کے راستے ہوا تھا۔

گوجروں کی تاریخوں سے واضح ہوتا ہے کہ وہ عرب جو ساحلی علاقوں کے پہاڑوں میں مارے مارے پھرتے تھے اور وہ عرب جو منصورہ (محفوظہ) میں پناہ گزیں تھے انہوں نے لوٹ مار کا پیشہ اختیار کر لیا تھا، عربوں کی بستی منصورہ ساحل سمندر سے تھوڑے فاصلہ پر بجانب شمال دریائے سندھ کے دہانہ کے جنگلوں میں دریا کے مغرب کی طرف آباد تھی، یہ عرب عورتوں اور بچوں کو اغوا کر کے کشتیوں میں لیجا کر انہیں اپنے ملک میں فروخت کرتے تھے جن کی سرکوبی کیلئے پرتہار خاندان کے راجہ ناگ بھٹ دوم نے بھنمال سے چل کر تمام ساحلی علاقہ کا محاصرہ کر لیا، منصورہ اور محفوظہ دونوں جگہوں سے ان عربوں کو نکال دیا گیا اور خلائق عالم ان کے شر سے محفوظ و مامون ہو گئی، ناگ بھٹ دوم کو لوگوں نے "وشنو کا اوتار" قرار دیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ المہدی کے زمانہ میں بغداد میں علویوں اور عباسیوں میں جب خانہ جنگی شروع ہوئی تو علویوں کو تہ تیغ کیا گیا اور انہوں نے مکران کے راستے سندھ میں پناہ لی اور بہت سے گجرات میں آباد ہو گئے جہاں انہوں نے اپنے عقیدہ کی تبلیغ کی اور کسی گوجر راجہ نے ان کی پناہ گزینی یا اشاعت اسلام پر اعتراض نہیں کیا۔ علویوں کا تعاقب کرتے وقت ہی المہدی نے مکران کے علاقہ اربد پر قبضہ کیا تھا۔

نوٹ بیرونی مسلم مؤرخین نے یہ تحریر کیا ہے کہ ملتان اور سندھ کے بعض حصوں پر عربوں کا مستقل اقتدار رہا جو سراسر لغو اور مہمل ہے، عربوں کا سیاسی اقتدار.. بایا راول نے کلیتہً ختم کر دیا تھا اور جو عرب بچ رہے تھے انہیں ناگ بھٹ دوم نے بلوچستان.. کے ساحلی جنگلوں میں سے بھی بھگا دیا، سندھ پر آٹھویں صدی کے بعد کبھی بھی عربوں کا اقتدار نہیں رہا، ہاں البتہ مبلغین اسلام اور صوفیائے کرام ان علاقوں میں بھی موجود تھے جہاں اب تک عربوں کا حملہ بھی کبھی نہیں ہوا تھا گجرات اور ساحل کونکن پر عربوں کی آبادیاں تھیں جنہیں گوجر راجگان نے سرکاری وظائف بھی دیئے ہوئے تھے اور ان کی عزت و تکریم

ان کے اخلاق وعادات وتعلیم کی وجہ سے تھی نہ کہ سیاسی دباؤ کی وجہ سے۔ سیاست کے آگے تو کبھی بھی تاریخ نیں گوجروں نے ۱۸۵۸ء تک اپنی تلواریں نیام میں نہیں کیں جیسا کہ مذکور ہوگا بموقع

مہر بھوج اعظم

۸۳۶ء تا ۸۹۰ء مہر بھوج اعظم راجہ ناگ بھٹ دوم کا پوتا اور راجہ رام بھدر کا بیٹا تھا، ناگ بھٹ نے قنوج کو فتح کرلیا تھا جس کا تذکرہ اس تاریخ کے حصہ اوّل میں مفصّل طور سے تحریر کیا جاچکا ہے، رام بھدر ایک صوفی منش راجہ تھا جس کا اقتدار بہت سے علاقوں سے جاتا رہا اور تمام جگہ مقامی راجگان خود مختار ہو گئے چھٹی صدی عیسوی اور بارھویں صدی عیسوی کے درمیان تمام گوجر راجاؤں میں مہر بھوج اعظم سب سے عظیم الشّان راجہ تھا جسکی حدود سلطنت میں برما کا مغربی علاقہ، نیپال، افغانستان اور... بلوچستان بھی شامل تھا کن میں اس سلطنت کے حدود دریائے گوداوری تک تھے۔

جیسا کہ مذکور ہوا مغرب کا راستہ عربوں کیلئے ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا تھا، مہر بھوج اعظم کے زمانہ میں عبّاسیوں نے ہرات (افغانستان) پر حملہ کیا یہاں تک کہ کابل بھی محاصرہ میں آگیا اس زمانہ میں افغانستان پر گوجروں کی حکومت مسلسل چلی آرہی تھی اور کچھ علاقوں پر برہمن خاندان حکومت کرتے تھے، چنانچہ جب کابل کے راجہ رت بلاس پر حملہ ہوا تو اس نے قنوج میں گوجر شہنشاہ کے پاس امداد کیلئے درخواست بھیجی۔

مہر بھوج اعظم بذات خود تو بلوچستان میں آیا اور اپنے سپہ سالار راجہ الکھان کو افغانستان بھیجا، راجہ الکھان نے افغانستان سے عبّاسی فوجوں کو نکال دیا، واپسی پر الکھان نے شہر گجرات (پنجاب) کی بنا ڈالی، راجہ الکھان گوجروں کے خاندان تھکیہ (ٹنک یا ٹانک) سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا علاقہ پشاور سے جمنا تک تھا۔

نوٹ:۔ مہر بھوج اعظم کے مفصّل حالات حصہ اوّل میں مذکور ہو چکے ہیں، یہاں صرف تسلسل قائم رکھنے کیلئے گوجر اعظم کا ذکر ضمناً کیا گیا ہے۔ اس گوجر شہنشاہ والاصفات کا بیان اس تاریخ کے اس حصہ میں ملاحظہ کرنا چاہیئے جس سے گوجروں کی... شان وشوکت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

گوجروں میں نفاق:۔ مہر بھوج اعظم صحیح معنوں میں گوجر اعظم تھا خدا نے

اسے پورے چوّن (۵۴) سال حکومت کرنے کا موقعہ دیا، اس دوران میں مہر بھوج اعظم نے تمام گوجروں کو ایک مرکز پر متحد کر دیا، گوجروں کی حکومت بلوچستان سے برما تک اور نیپال سے دریائے گوداوری اور نربدا تک تھی، دکن کے راجگان کو وہ مطیع نہ کر سکا کیوں کہ اس کی تمام تر توجہ مغربی حدود پر مرکوز رہی۔

مابعد زمانہ میں گوجروں کے جن خاندانوں نے تاریخ میں نام روشن کیا وہ سب پرتیہار خاندان کے سپہ سالار رہ چکے تھے، مہر بھوج اعظم کا انتقال ۸۹۰ء میں گوجر دار الخلافہ قنوج میں ہوا، دو ہی پشتوں کے بعد قنوج کی مرکزی حکومت کمزور ہو گئی اور وسط ہند کے گوجر خاندانِ... کلچوری نے ادھم مچانا شروع کر دیا، گوجر راجگان علاقائی تعصب کا شکار ہوئے سب سے پہلے یہ دو حصوں میں منقسم ہوئے۔

۱:۔ دکن کے گوجر جنیں خاندانِ چندیلہ، خاندانِ کلچوری اور وینگی (مدراس) کے چلوکیہ شامل تھے۔

۲:۔ شمالی ہند کے گوجر جنیں چوہان، پرمار، گہلوٹ وغیرہ شامل تھے۔

ایک دو پشت یہ دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے خلاف متحد ہو کر لڑتی رہیں پھر ان جماعتوں میں بھی آپسیں اتحاد نہ رہا، ساٹھ سال بعد یعنی ۹۶۰ء میں تمام ملک سینکڑوں خود مختار ریاستوں میں منقسم ہو گیا جن میں سے چند مشہور حکومتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱:۔ کھٹانہ حکومت	اس کی حدود لاہور سے کابل تک تھیں اور غزنی پر ایک دوسرا راجہ اپنی الگ حکومت کرتا تھا۔
۲:۔ سلطنتِ گور	علاقۂ گور (غور) پر خاندانِ گور کی حکومت تھی، خاندانِ گور گوجروں اور برہمنوں میں مشترک ہے۔
۳:۔ سلطنتِ چھاولہ	چھاولہ خاندان کے گوجروں کی حکومت ہرات، اور شمالی بلوچستان پر تھی۔
۴:۔ سلطنتِ چوہان	چوہان کی آٹھ حکومتیں الگ الگ راجاؤں کے ماتحت قائم ہوئیں
۵:۔ سلطنتِ پنوار	مالوہ میں قائم ہوئی۔
۶:۔ مغربی چلوکیہ	گجرات (انہلواڑہ) پر حکومت کرتے تھے۔
۷:۔ مشرقی چلوکیہ	وینگی (مدراس کا علاقہ) پر حکومت کرتے تھے۔

۸:۔ دلی کے چاروں طرف خاندانِ تنور (تومر) کا آزادانہ قبضہ ہوا۔
۹:۔ مہوبہ و کالنجر (بندیلکھنڈ) میں چندیلہ خاندان نے مرکز سے علیحدگی اختیار کی۔
۱۰:۔ ڈاہل (جبلپور) میں خاندانِ کلچوری نے آزاد حکومت قائم کی۔
۱۱:۔ دریائے نربدا کے کنارے چیدی حکومت قائم ہوئی۔
۱۲:۔ قنوج میں قدیم شہنشاہ برائے نام تخت پر متمکن تھے۔
۱۳:۔ بنارس میں خاندان گرھوال حکومت کرتا تھا اور موجودہ بہار ان کے تصرف میں تھا۔
۱۴:۔ بنگال میں پال خاندان کے گوجروں نے آزاد حکومت قائم کی۔
۱۵:۔ شمالی سندھ پر گوجروں کا خاندانِ جاٹ آزاد و خود مختار تھا۔
۱۶:۔ دیوگری کے علاقہ میں خاندانِ اہیر نے اقتدار حاصل کر لیا تھا۔
اس کے علاوہ دکن میں راشٹر کوٹے، ہوئسل، سلہر وغیرہ مزید تھے۔
الغرض ہر شہر اور علاقہ میں الگ الگ راجہ تھے جو کبھی وسعتِ سلطنت کیلئے لڑتے تھے اور کبھی شکارگاہوں میں تلواریں سونت کر ایک دوسرے کو ختم کر دیتے تھے۔

اس طرح وہ گوجر جنہوں نے پورے اڑھائی سو سال (۷۲۵ء تا ۹۷۵ء) ۲۵۰ متحد ہو کر پورے ملک کو بیرونی حملہ آوروں سے بچائے رکھا جنہوں نے بنی امیہ اور بنی عباسیوں کی... عظیم الشان سلطنتوں کو شکست دی، جنہوں نے عرب حملہ آوروں کا داخلہ بند کر دیا تھا اور عربی مورخوں کی تاریخوں میں گوجر قوم کا نام قیامت تک کیلئے روشن کر دیا تھا وہ گوجر عروج پر پہنچکر نفاق کا شکار ہو گئے اور وسطِ ایشیا کی معمولی قومیں مثلاً ترکی غلاموں اور خلجیوں وغیرہ کے ہاتھوں سے بہ آسانی مفتوح ہو گئے۔

قدیم زمانہ کے افسانہ نویس بیان کیا کرتے تھے کہ چلتے پھرتے ہاتھی پر عقاب کبھی کامیاب نہیں ہوتا جب دو ہاتھی آپس میں لڑتے لڑتے تھک ہار کر ایک دوسرے کی سونڈیں سونڈ الجھا لیتے ہیں تو عقاب دونوں کو اپنے پنجوں میں اٹھا کر اڑ جاتا ہے۔

حملہ آوروں کا دوسرا دور افغانستان کے راستے شروع ہوتا ہے۔ سلطنت گور کو الپتگین نے ۹۵۵ء میں ختم کیا، گجنی (غزنی) پر سبکتگین نے ۹۷۵ء میں قبضہ کیا،... ۹۷۷ء میں کابل پر اس کے بیٹے محمود نے قبضہ کیا، ۹۹۷ء میں پشاور ہاتھ سے نکل گیا، ۱۰۰۱ء میں لاہور پر محمود کا مستقل قبضہ ہوا، ۹۹۷ء تا ۱۰۳۰ء کے درمیان...

محمود ابنِ غلام سبکتگین نے یکے بعد دیگرے گوجروں کی تمام سلطنتوں کو تباہ و برباد کیا، مگر غزنوی حکومت لاہور سے آگے قائم نہ ہو سکی، ان حملوں اور تباہیوں کے باوجود گوجر کبھی آج تک متحد نہ ہو سکے، مغلوں کے عہد میں راجپوت فرقہ الگ قائم ہوا اور پھر ۱۹۴۷ء میں مذہبی بنیاد پر مزید تقسیم ہو گئی اور آج گوجر قوم دس فرقوں پر مشتمل ہے اور ان میں سوائے اس بات کے کہ ایک دوسرے کی تذلیل کریں اور کوئی بات مشترک نہیں ہے۔

گوگا پیر ✶

راجہ گوگ راج یا گوگا راج جو تاریخ میں گوگا پیر کے نام سے مشہور ہے وچیراج کا بیٹا اور تاریخی ہررہ راج چوہان دہرو راج یا ہرش راج چوہان) کا پوتا تھا، مہاراجہ ہررہ راج کے دو بیٹے تھے بڑے لڑکے کا نام جگن دیو تھا جو سلطان سبکتگین کا ہمعصر تھا، سبکتگین نے غزنی پر قبضہ کر کے براستہ شمالی بلوچستان جب ملگاؤں دلمغان) اور رل استھان دملتان) کے حدود پر چھاپے مارے تو جگن دیو نے اسے شکست دی اور اس سے بارہ سو گھوڑے چھین لئے اور تاریخ میں وہ "سلطان گیر" کے نام سے مشہور ہوا اس کے بعد جگن دیو نے بھٹینر کو دارالخلافہ بنا لیا جو ملتان کے پاس واقع تھا۔

مورخوں نے اس ضمن میں ٹھوکر کھائی ہے اور بیان کیا ہے کہ سبکتگین نے براستہ سرحد ہندوستان پر حملہ کیا جو سراسر غلط ہے۔ سبکتگین نے غزنی اور شمالی بلوچستان کے راستے دریائے سندھ تک چھاپے مارے اس نے کوئی علاقہ مفتوح نہیں کیا تھا، ملتان پر چوہان خاندان کا قبضہ تھا اور یہ علاقہ سلطنت اجمیر کا حصہ تھا، ملتان میں علوی خاندان رہائش پذیر تھا جن کو چوہان عزت کی نظر سے دیکھتے تھے، دریائے گنگا سے لیکر دیپالپور تک ہرش راج چوہان کے چھوٹے بیٹے وچیراج کی ریاست تھی جو اجمیر کے ماتحت تھی، وچیراج کا بیٹا گوگا راج صوفی منش آدمی تھا، گوگا راج والئے مشرقی پنجاب وگجرات دسہارنپور) اپنے حقیقی تایا زاد بھائی ولیلدیو کا ہمعصر تھا جس نے محمود غزنوی کو اجمیر کا محاصرہ اٹھانے پر مجبور کر دیا تھا۔

گوگا پیر کی بابت صحیح روایات اس بات کی مظہر ہیں کہ گوگا پیر ایام طفولیت سے ہی خاص روحانی قوت کا مالک تھا، اس کی پیدائش مقام مہرا میں ہوئی جو اس کے باپ کا... دارالخلافہ تھا، گوگا پیر جب چھ ماہ کا بچہ تھا تو اس کے گہوارہ میں ایک ناگ دزہریلا سانپ) پڑا ہوا دیکھا گیا جس کے ساتھ گوگا پیر کھیل رہا تھا محل کی خادماؤں نے جب ناگ کو

دیکھا تو خوفزدہ ہو کر بھاگیں اور صورت حال سے تمام شاہی افراد کو آگاہ کیا، جب شاہی خاندان کے چند آدمیوں نے ناگ کو تلوار سے مارنا چاہا تو گوگا پیر نے ہاتھ کے اشارے اور چہرے کے تاثرات سے انہیں منع کر دیا۔ ناگ اس کے بعد خود بخود غائب ہو گیا۔ اسی طرح ناگ ہمیشہ اس کے پاس دیکھا جاتا اور اس شیر خوار بچے کے ساتھ بغیر گزند پہنچائے کھیلتا رہتا۔ جب گوگا پیر جوان ہوا تو اس نے گھر بار اور شاہی محل چھوڑ دیا اور جنگلوں میں خدا کی عبادت میں مشغول ہوا، مسلم گوجر مورخین نے تحریر کیا ہے کہ گوگا پیر مسلمان تھا، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گوگا پیر نے ملتان کے علوی خاندان کو خاص مراعات دی تھیں، انہیں مسجدیں بنانے خانقاہیں تعمیر کرنے اور تبلیغ کی عام اجازت تھی۔

گوگا پیر کو سلطنت کے کاموں سے چنداں رغبت نہ تھی مگر اس کے والد جیراج کے انتقال پر اعیانِ مملکت نے اسے تخت پر بٹھایا، گوگا پیر کی متعدد رانیاں تھیں جن میں سے کئی ایک علوی خاندان سے تھیں جنہیں سعدیہ کا نام مشہور ہے ان مسلمان بیویوں کی اولاد آج تک مسلمان ہے اور یہ "چٹا چوہان" کہلاتے ہیں، وجہ تسمیہ اس کی صحیح طور سے معلوم نہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ہندو چوہان سر پر چوٹی رکھتے تھے اور ان مسلمان چوہانوں کا سر صفاچٹ رہتا تھا، اس لئے ان کو ان کے ہندو بھائیوں نے "صفاچٹ چوہان" یا "چٹا چوہان" کہنا شروع کر دیا اور اسی نام سے یہ پکارے جانے لگے۔

گوگا پیر کی ہندو رانیوں سے جو آئندہ اولاد چلی اور ان میں سے جو لوگ مابعد زمانہ میں مسلمان ہوئے وہ دوسرے گوجروں کی طرح صرف مسلمان چوہان کہلاتے ہیں۔ چٹا چوہان تمام کے تمام راجستھان میں رہتے ہیں، جہاں ان کے مورث جو اس وقت کمسن تھے حملوں کے وقت پنجاب سے اجمیر چلے گئے تھے۔ چٹا چوہان آجکل راجپوت کہلاتے ہیں۔

ملتان کے علوی خاندانوں کو مصر کے فاطمی خلفاء کی حمایت حاصل تھی، محمود غزنوی بغداد کے عباسی خلفاء کا خطبہ اپنے زیر سایہ ملک افغانستان میں پڑھواتا تھا، محمود کو۔۔ عباسی خلفاء نے فاطمی سیدوں کا بھی جانی دشمن بنا دیا تھا، بظاہر یہ چپقلش مذہبی معلوم ہوتی ہے مگر یہ عباسیوں اور فاطمیوں میں اقتدار کی جنگ تھی، بہت سے فاطمی ہندوستان میں بغداد کے روزانہ قتل عام سے بچ کر آ گئے تھے، عباسی اس کو اپنے لئے خطرناک سمجھتے تھے چنانچہ جس طرح غزنویوں نے افغانستان میں فاطمیوں کو قتل

کیا اس طرح محمود نے ملتان کے علوی خاندان کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹادیا اور ابوالفتح داؤد کو ملتان چھوڑنے پر مجبور کردیا، یہ واقعہ ۱۰۰۵ء کا ہے جب کہ ابوالفتح داؤد نے کابل اور لاہور کی کھٹانہ حکومت کی مدد محمود کے خلاف کی تھی ۱۰۰۶ء میں لاہور سے کابل تک کا تمام علاقہ محمود نے فتح کرلیا تھا، اسی سال محمود نے نگر کوٹ کو لوٹا اور کامیری پر حملہ کیا۔

کامیری کا علاقہ گوگا پیر کی سلطنت میں واقع تھا۔ دریائے ستلج کے کنارے گوگا پیر پر محمود کا حملہ ۱۰۰۶ء میں ہوا، گوگا پیر کی عمر اس وقت اسّی سال تھی، تمام سر کے بال اور داڑھی سفید ہوچکی تھی، گوگا پیر کے بیٹے، بھتیجے اور پوتے جنگ میں شریک ہوئے گوگا پیر بذات خود عالم ضعیفی کے باوجود جنگ میں شریک ہوئے تھے تاکہ ملک کو بیرونی قوموں کے قبضۂ اقتدار میں جانے سے بچایا جائے، میدانِ کارزار میں محمود کو فتح حاصل ہوئی، اس لڑائی میں ملک کی آزادی کیلئے گوگا پیر کے پینتالیس ۴۵ بیٹے (ہندو مسلمان) اور ساٹھ بھتیجے قربان ہوگئے اور اسی میدان میں گوگا پیر کا سر اسی طرح قلم ہوا دیکھا گیا جس طرح حضرت عیسیٰ کو یہودیوں نے تختۂ دار پر دیکھا تھا۔

گوگا پیر کا سر اس کے ہاتھوں میں تھا اور گھوڑا اسے مشرق کی طرف لے کر چل دیا۔ جہاں جہاں گوگا پیر کا خون زمین پر گرا وہیں آج اس بہادر کے مزارات ہیں جو پنجاب، راجستھان اور گنگا جمنا کے دوآبہ میں واقع ہیں۔

آخیر گوگا پیر کا سر دریائے جمنا کے مشرق میں دریا سے بارہ میل اور پانی پت سے بیس میل دور زمین میں اتر گیا۔ اس جگہ اس کی قبر بنائی گئی اور یہ جگہ آجتک "گوگ سر" کہلاتی ہے

"گوگ سر"

مولف گوجر کے زمانۂ بچپن میں باغ تھا جو گوجروں کے مواضع کھندرولی ماہی پور کھیڑہ اور بلوہ کے کھیتوں کی مشترکہ حدود بستی سے دور جنگل میں واقع ہے، انہیں حدود میں گوجروں کے چوراسی گاؤں آباد ہیں جو زمانہ کے ہاتھوں جب تعلیم کا دامن چھوڑ بیٹھے تو انہیں کچھ بھی پتہ نہ رہا صرف ان لوگوں کو اتنا یاد ہے کہ وہ راجہ کلشہ راؤ کی اولاد ہیں جو علاقۂ سنجیٹ کا راجہ تھا لیکن ان بیچارے گوجروں کو زمانے نے یہ بھلادیا کہ کلشہ راؤ بذات خود گوگا پیر کا پرپوتا تھا، مولف نے چند ہی سال میں یہ دیکھا کہ "گوگ سر" کے تمام درخت کاٹ دیئے گئے اور اس جگہ کشت و زراعت ہونے لگی صرف ایک کیکر کا درخت باقی ہے جو "گوگ سر" پر سایہ کئے ہوئے ہے بغیر آبیاری و غور و پرداخت

وہ چند درخت جنہیں دیہاتیوں نے نہیں کاٹا خود بخود زمانہ کی بے التفاتی اور سردمہری دیکھ کر سوکھ گئے مگر کیکر کا یہ درخت "گوگ سر" کی حفاظت کیلئے سینہ تان کر دشمنوں کا..... استقبال کرنے کیلئے اپنی شاخوں میں بھالے، نیزے اور ہزاروں کانٹے رکھتا ہے اور اپنی بھوک و پیاس کا اسے قطعاً غم نہیں ہے "گوگ سر" میں ایک چھوٹا سا کچا تالاب (جوہڑ) بھی باقی ہے جو اس زمانہ کی یادگار ہے جب زمین کھود کر قبر کا پشتہ بنایا گیا تھا، ملحقہ کھیتوں میں ہل چلانے والے گوجروں نے قبر کی پختہ اینٹیں "ہل کا پچھلا" ٹھونکنے میں استعمال کر لیں اور کیکر کا یہ درخت گوجروں کے گائے بھینس چرانے والے بچوں کیلئے "سونٹے" اور "ڈنڈے" مہیا کرتا رہتا ہے، شاہی گوجروں کے یہ راجکمار (شہزادے) جیٹھ، اساڑھ (مئی، جون) کی تیز دھوپ میں دوپہر کے وقت بھینسوں کو اس تالاب کے پانی میں بٹھا دیتے ہیں اور خود اسی کیکر کے نام نہاد سائے میں بیٹھ کر قبر کی کنکریوں سے کھیلنے لگتے ہیں۔ آج بھی گوگا پیر اپنے شہزادوں کے آرام و آسائش کا کتنا خیال رکھ رہا ہے! اُسے ان شہزادوں کے ننگے پیر، ننگے سر اور ننگی ٹانگیں دیکھ کر کتنی خوشی ہوتی ہوگی؟ کیوں نہ ہو؟ آخر یہ بچے اس کی.. اولاد ہیں۔

"گوگ سر" صرف اُن بچوں سے ہی پیار نہیں کرتا بلکہ ہر شخص "گوگ سر" میں کھڑا ہو کر یہ دیکھ سکتا ہے کہ تھوڑی دور بلوہ میں رہنے والے اس کے امیر فرزندوں نے کیسے عالیشان... مکان بنائے، کھیڑہ میں رہنے والے اس کے پوتوں نے کیسی بہترین حویلی بنائی، کھندراوٗلی میں رہنے والے شہزادوں نے کتنا عمدہ محل تعمیر کیا، اسی گوگ سر کے مقام سے انہیں دیہات میں سے بلوہ میں الحاج چودھری منصب علی کا پختہ مکان ماہی پور میں رانا قطب الدین کا فلک پیما محل اور کھندراوٗلی میں چودھری علی جنگ اور الحاج چودھری کیشودین صاحب کی.. عمدہ حویلیاں بھی نظر آتی ہیں، جن کے گھروں پر شیخ آزاد اور شیخ مدنی صاحب کی تصویریں لگی ہوئی ہیں، گوگا پیر پاکستان میں رہنے والے گوجروں سے بھی خوش ہیں جہاں وہ شاعروں اور سیاست دانوں کے مزارات سے عقیدت خاص رکھتے ہیں اور یہ گوجر سب مسلمان کہلاتے ہیں "گوگ سر" سے آج صرف چند رحمدل عورتوں کو عقیدت ہے جو ہر سال کسی نہ کسی بہانہ سے اس کو یاد کر لیتی ہیں یا بچوں کو اس کی کہانیاں سناتی رہتی ہیں۔

مذکورہ بالا مقام سے گھوڑا گوگا پیر کو بغیر سر لے کر شوالک کی پہاڑیوں کی طرف

چل دیا اور ایک جگہ ویرانہ میں گوگا کا لقمایا تمام جسم زمین میں اتر گیا اس جگہ آج ایک معمولی سا مزار ہے اور پاس ہی ایک گاؤں دوریڑو واقع ہے، اس مزار پر پہلے پہلے شیخ صاحبان نے قبضہ جمایا مگر بعد میں یہ مزار بہٹے کے سیدوں نے ذریعہ معاش بنا لیا مگر پھر سلطنت مغلیہ کے زوال پر مزار کی مرمت اور میلہ کا انتظام گوجروں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا، آجکل مسلمان گوجروں نے مدفون کو ہندو سمجھ کر اور ہندو گوجروں نے مسلمان سمجھ کر اس مزار سے کنارہ کشی کر لی۔ اور اب اس میلہ اور مزار یا سمادھی پر چھوٹی اقوام کے لوگ منتیں اور مرادیں مانگنے جاتے ہیں۔ دیہاتوں سے نیچانی، سقن، دھوبن، کہاری اور کمہاری وغیرہ خنک اٹھالیجاتی ہیں اور خوشی خوشی واپس آتی ہیں۔ یہ موضع دوریڑ سہارنپور سے جگہ تہ والی پختہ سڑک پر پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ اس جگہ پانی زمین میں بہت گہرائی پر ملتا ہے۔

جس روز گوگا پیر شہید ہوئے تھے وہ اتوار کا دن تھا اور بھادوں مہینہ کی نو تاریخ تھی (۲۴ اگست)، ترجیب قریب تمام مزارات پر اس روز زائرین تیوہار مناتے ہیں اور عورتیں گلگلے پکاتی ہیں۔ راجستھان میں ایک ریگستانی علاقہ آج تک "گوگا کا تھل" کہلاتا ہے حالانکہ آج کل کے زمانہ تک مسلمان گوجر نا واقفیت کی وجہ سے اپنے بزرگ گوگا پیر سے بے نیاز ہو گئے ہیں اور ہر جگہ تیوہار صرف ہندو ہی مناتے ہیں جس سے یہ شک ہوتا ہے کہ گوگا مذہباً ہندو تھا مگر گوگا کو ہر جگہ "گوگا پیر" کہا جاتا ہے، ہندو بھی اسے گوگا دیوتا یا مہاتما گوگا نہیں کہتے بلکہ "گوگا پیر" ہی کہتے ہیں جس سے یہ بات واضح ہے کہ گوگا پیر مسلمان تھا اس نے محمود غزنوی کو اپنی قوم اور ملک کا دشمن سمجھ کر اس کے ساتھ لڑائی لڑی تھی۔ مسلمان گوجروں کی بے التفاتی محض دوسری مسلمان قوموں کے غلط پروپیگنڈہ کا نتیجہ ہے جو نہیں چاہتے کہ گوجروں کی ثقافت پروان چڑھے۔

شیر کشمیر تونگ رائے

تونگ رائے پونچھ علاقہ کا ایک بہادر گوجر تھا جو حکومت پونچھ میں وزارت کے عہدے پر مامور تھا ایکدفعہ اسے کشمیر دربار میں سفارت کے عہدہ پر مامور کر کے بھیجا گیا اس وقت کشمیر کی حکومت.... رانی دوا یا رانی ددیا کے ماتحت تھی۔ رانی ددیا سابقہ راجہ ابھے من کی ماں اور سابقہ راجہ بھیم گپت کی دادی تھی جب اسکا بیٹا اور پوتا دونوں ہمکنار عروس اجل ہوئے تو رانی نے خود انتظام سلطنت سنبھال لیا تھا، رانی نے تونگ رائے کی عقلمندی ملاحظہ کر کے نہ صرف اسے وزارت کا عہدہ دیا

بلکہ اسے سپہ سالار افواج بھی بنادیا، بہادر گوجر نے راجوری کے راجہ پرتھی دیو کی سرکشی کو..
ہمیشہ کیلئے کچل دیا۔
۱۰۱۵ء میں محمود غزنوی نے جب کشمیر پر حملہ کیا تو اس کے مقابلے کیلئے شیر کشمیر بہادر تونگ رائے
روانہ ہوا تمام راستے مسدود کر کے جنگ کیلئے تیار ہو گیا، محمود کی فوج راستے سے ہٹ کر برفیلے
پہاڑوں اور دلدلی دریاؤں میں پھنس گئی اور جان بچا کر غزنی واپس چلی گئی، اسی دوران رانی
نے اپنے بھائی اودے راج کے لڑکے یعنی اپنے بھتیجے سنگرام کو تخت سونپا بہادر سنگرام برہمن
نے بہادر گوجر کے اعزازات ومناصب کو بحال رکھا، جب ترلوچن پال کھٹانہ نے کشمیر میں پناہ
لی تو تونگ رائے نے اس کی مدد کی اور دونوں بہادر گوجر غزنویوں کے فتح کئے ہوئے علاقے
یعنی پنجاب پر حملے کرتے رہے۔
محمود غزنوی نے ۱۰۲۳ء میں کشمیر پر پھر حملہ کیا، اب کی مرتبہ تونگ رائے نے پہاڑی دروں میں اپنی...
فوج کو مورچوں میں اس طرح سے متعین کیا کہ جوں لٹیروں کی فوج دروں میں داخل ہوئی تو ان پر تیروں
کی بارش کر دی گئی اور بہادر گوجر تلواریں سونت کر ملک کے دشمن پر ٹوٹ پڑے اور غزنویوں کا ریوڑ
آناً فاناً میں تہ تیغ ہو گیا، انہوں نے کشمیر سے بھاگ نکلنے میں ہی غنیمت سمجھی۔
جب یہ لشکر واپس راہ فرار ناپ رہا تھا تو راستہ میں اس قدر برفباری ہوئی کہ غزنویوں کے
بہت سے بچے کھچے سپاہی ہلاک ہو گئے، زخمیوں میں سے تو ایک بھی زندہ نہ بچا، محمود بمشکل تمام
غزنی پہنچا اور پھر اس نے اور اس کی اولاد نے کشمیر کو فتح کرنے کی تمنا نہ کی۔
اس جنگ کی کامیابی پر تونگ رائے گوجر کو وزیر اعظم بنایا گیا اور تمام اقتدار اسی..
بہادر کے ہاتھوں میں دے دیا گیا، راجہ سنگرام برائے نام راجہ تھا، ایک دن موقعہ پا کر راجہ
کے مخالفوں نے اس بہادر کا کام تمام کر دیا، راجہ سنگرام کو اس کی موت کا بے حد افسوس ہوا
اس نے قاتلوں کو گرفتار کرا کے پھانسی دے دی۔

باب سوئم

۳

غزنوی غلاموں کا دور

سنہ ۱۰۳۰ء تا سنہ ۱۱۹۲ء

ترلوچن پال کھٹانہ

ترلوچن پال کھٹانہ کا دادا جے پال نہ صرف شمالی پنجاب کا راجہ تھا بلکہ اس کی حکومت کابل اور گجنی (غزنی) تک تھی اور یہ خاندان سورج ونشی تھا۔ جے پال کی موت کے بعد اس کے لڑکے انند پال نے برسوں لڑائی جاری رکھی لیکن آخرکار ایک معرکہ میں اپنی جان اپنے ملک پر قربان کر کے راہیٔ عالم بقا ہوا۔ اور اس کا لڑکا ترلوچن پال کھٹانہ گوجروں کی ایک کثیر آبادی کو ساتھ لیکر کشمیر کے پہاڑوں میں چلا گیا اور اس نے اپنی بقایا عمر غزنوی غلاموں کے مقبوضہ علاقوں پر حملے کرنے میں بسر کر دی۔ جب تک ترلوچن پال زندہ رہا غزنویوں کو لاہور سے آگے حکومت بڑھانے کا موقع نہ ملا اس بہادر کی موت آج تک صیغۂ راز میں ہی ہے کہ وہ کہاں اور کیسے فوت ہوا لیکن یہ بات طے شدہ اور مستند ہے کہ جب البیرونی سنہ ۱۰۳۵ء میں آریہ ورت میں بغرض سیاحت آیا تو اس وقت کھٹانوں کا یہ شاہی خاندان صفحۂ تاریخ سے محو ہو چکا تھا چنانچہ البیرونی تحریر کرتا ہے۔

"یہ شاہی خاندان اب بالکل ختم ہو چکا ہے اور اس گھر کی ایک معمولی نشانی کا وجود بھی نہیں ملتا ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ اس خاندان نے اپنے عروج اور اپنی شان و شوکت کے زمانے میں ان کاموں کے کرنے میں کوتاہی نہیں کی جنہیں اچھا اور جائز کہا جاتا ہے، یہ لوگ مہذب جذبات اور شرافت کے حامل تھے"

ملاحظہ ہو البیرونی انڈیا کا ترجمہ از سخاؤ حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۳ و ۱۴

قدیم مورخ کلہن کشمیری پنڈت نے تحریر کیا تھا۔

"جب ترلوچن پال کہیں دور چلا گیا تو تمام ملک پر چنڈالوں کے گروہ چھا گئے جو تعداد میں ٹڈی دل سے کم نہ تھے۔ شاہی سطوت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ ترلوچن پال ایک محفوظ جگہ (کشمیر) سے پورے آٹھ سال تک محمود کو خوفزدہ کرتا رہا۔ اس عقیدت کے ساتھ جسے موت بھی شکست نہیں دے سکتی۔"

ملاحظہ ہو "راج ترنگنی" ترجمہ صفحہ نمبر ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۷۲ و ۲۷۳

الغرض اس طرح کم و بیش چالیس سال تک سرحد اور شمالی پنجاب کشمیر کے گوجروں نے اپنے ملک پر اپنی جانوں کو قربان کیا، غزنویوں کا تمام غصہ، ان کی انسانیت اور اخلاق کی تمام مثالیں اس علاقہ کو قیامت تک کیلئے یاد رہیں گی، ان تمام علاقوں میں پھر کہیں کسی ایک ہندو گوجر کا پتہ تمام تاریخی دور میں نہیں چلتا یعنی یہ لوگ حکمرانوں کے ہم مذہب ہو گئے لیکن آج تک جس وقت یہ الفاظ تحریر کئے جا رہے ہیں ان علاقوں کے گوجروں کی حالت ویسی ہی ناگفتہ بہ ہے جیسی کہ غزنویوں نے کر کے چھوڑی تھی۔ انسانیت گلا پھاڑ پھاڑ کر چلا رہی ہے کہ بھیڑیا کسی عالم، فاضل یا ناخواندہ کے گھر میں امتیاز نہیں کرتا۔ بھیڑیے کا خاتمہ صرف شیر کر سکتا ہے۔ صرف شیر۔

اے کشمیر، کاغان اور سوات کے علاقہ میں سر پر پھٹی چادر رکھ کر جنگلوں میں گھومنے والی میری گوجری ماں! میں نے جب سے تجھے دیکھا ہے تو راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی ہیں۔ میں نے بڑے بوڑھوں کی زبانی سنا ہے کہ کسی زمانہ میں ہماری ماں مہارانی اور گجرانی کہلاتی تھی اس کی شرافت کا دور دور تک ڈنکا بجتا تھا، تسلیم اس کی خدمت کرتی تھی، علم اسکو سجدہ کرتا تھا محلوں میں اس کی آواز گونجتی تھی تو سینکڑوں مامائیں اور خادمائیں لرزہ براندام ہو جاتی تھیں۔ اے بھیڑ بکریوں کے پیچھے پھرنے والی میری بہن! ... آہ مجھ سے تیرے ہاتھ میں یہ ریوڑ ہانکنے کی لاٹھی نہیں دیکھی جاتی کیوں کہ تاریخ میں میں تیرے ہاتھ میں تلوار دیکھ چکا ہوں، میں نے تجھے قلعہ کی فصیل پر دیکھا ہے جبکہ تو اپنے بھائیوں کو... فنونِ حرب سکھاتے دیکھتی تھی۔

بہن! مجھے تیرے ننگے پیر کی قسم! مجھے وہ دن یاد آ رہے ہیں کہ دریائے اٹک (سندھ) کے کنارے تیرے مردہ بھائیوں کی لاشوں پر سے قیمتی ہار دوریے جواہرات ٹکے ہوئے لباس اتار کر اونٹوں پر لادے جا رہے تھے اور غزنی کیطرف جا رہے تھے (۱)

میری بہن! میں اخباروں میں جنگلی جانوروں سے تیرا مقابلہ ہوتا ہوا سنتا ہوں

(۱) ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ باب محمود غزنوی

بہن! یہ جنگلی تو بڑے اچھے ہیں جن کے ساتھ تو نے ہزار سال گزار دیئے ہیں، یہ جانور کہلاتے ہیں اس لئے لوگ انہیں جانور کہتے ہیں ورنہ تمام مخلوق جانور (جاندار) ہے جنگلی جانور تو پھر ایک ہی ازل سے ابد تک اسی قاعدہ اور نہج پر چلتے رہیں گے۔ لیکن بہن! دنیا میں ایسے بھی جانور ہیں جو جانور کہلانا پسند نہیں کرتے، یہ جانور وہ جانور ہیں جو جانوروں سے زیادہ خونخوار اور وحشی جانور ہیں، تجھے ہزار سال جنگلی جانوروں سے مقابلہ کرتے گزر گئی تو نے کیا سبق سیکھا؟ بہن! علم و فنون کی لکیر میرے ماتھے پر کھینچ دے اور میرے ہاتھوں میں علم کی تلوار دے کر کہہ دے۔ ؎

اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

اے میری گوجری ماں اور بہن... تم بے فکر رہو... صرف تیرے بیٹے اور بھائی تیری حمایت کو اٹھیں گے، لوگ ہمیں چاہے جتنا بہکائیں لیکن تم میرے لئے صرف تمنا کر دو کہ میرے بھائیوں کے ہاتھوں میں علم کے علم تھما دو، بچوں کے ذہن سے جہالت دور کر دو۔ جب سورج چمکے گا تو اندھیری رات خود بخود محو ہو جائے گی۔

نقشہ آریہ ورت سنہ ۱۰۳۰ء



دیوپال راول گوجر

محمود غزنوی کے انتقال کے بعد غزنی میں تخت نشینی پر جھگڑا ہوا ادھر گوجروں کے ہوش بھی ٹھکانے ہوئے اور مشرقی پنجاب کے گوجروں نے ایک دم غزنوی حکومت کا جوا گردن سے اتار دیا۔ نگرکوٹ اور جالندھر سے حملہ آوروں کو بھگا دیا گیا۔ مسعود غزنوی ایک لشکر لیکر بڑھا اور اس نے نگرکوٹ پر حملہ کیا لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی اس نے جنوب مشرق کا راستہ اختیار کر کے موجودہ پٹیالہ کی طرف رُخ کیا۔

سونی پت کا گوجر سردار "دیوپال" گوجروں کی ایک بھاری جمعیت لے کر مقابلہ کو نکلا فارسی تواریخ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ "دیوپال" نے مقابلہ نہیں کیا بلکہ جمنا کے کھادر میں پناہ لی لیکن حملہ آوروں کے واپس ہوتے ہی اس نے سونی پت پر دوبارہ قبضہ کر لیا لیکن راول گوجروں کے خاندانی نوشتہ جات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دیوپال نے بمقام کیتھل مسعود غزنوی کو شکست فاش دی اور جالندھر تک اس کا تعاقب کیا۔

دیوپال گوجر کا قلعہ سونی پت میں آج تک مسمار شدہ حالت میں ہے جسے بعد کے .. حملہ آوروں نے تباہ و برباد کیا، راول گوجروں کے بارہ گاؤں علاقہ پانی پت میں آج تک آباد ہیں اور ان کے سردار کوہند (مقام) پر سینکڑوں سال سرداری کرتے رہے۔

انہیں گوجروں میں سردارانِ نامنڈ کا خاص طور سے ذکر آتا ہے جن کا خاندان چھوکر کہلاتا ہے اور یہ چندر ونشی کھشتری کہلاتے ہیں۔

نگرکوٹ کو آزاد کرانے والوں میں پوسوال، بھوڑوال، باٹھ، کھاری، گورسی، کھٹانہ، کشاں (کسانہ) اور رباگڑی وغیرہ گوجروں کا تذکرہ خاص طور سے گوجروں کے نوشتہ جات میں ملتا ہے، مسعود غزنوی کے زمانے میں اس پورے علاقہ کا کوئی بھی حکمراں نہ تھا یہ سب قربانیاں گوجر عوام نے اپنے علاقہ سے بیرونی مسلمانوں کو نکالنے میں دیں ان کی بہادری کے قصے آج تک دیہات میں جوش کے ساتھ گا گا کر سنائے جاتے ہیں۔

ہانسی حصار کے گوجر

شہر ہانسی کو لوٹنے کیلئے مودود بن مسعود نے ۱۰۵۷ء میں حملہ کیا اس حملے میں پر سرور (لیسرور) کا

راستہ کا اختیار کیا گیا کیوں کہ لاہور سے نکلتے ہی مشرق کی طرف تمام گوجرا آہنی دیوار بن چکے تھے، شہر ہانسی کے محاصرہ کی خبریں آناً فاناً میں گوجروں میں پہنچ گئیں، تمام علاقے کے گوجر ہاتھوں میں ننگی تلواریں لیکر نکل پڑے، حملہ آوروں کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا، ادھر قلعہ کا دروازہ کھول کر ہانسی کے گوجر میدان میں کود پڑے گھمسان کا رن پڑا حملہ آوروں کی لاشوں کا انبار لگ گیا اور ان کی مختصر تعداد نے جان بچا کر لاہور میں پناہ لی، غزنویوں کا یہ آخری حملہ تھا اس کے بعد راجگانِ گوجر نمودار ہوئے جیسا کہ ابھی مذکور ہوگا۔

ہانسی میں ۱۹۴۷ء تک گوجروں کا ایک مقتدر خاندان بحیثیت سردار قائم رہا، تقسیم ملک کے بعد یہ لوگ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے، قلعہ ہانسی آجتک گوجروں کی عظمت کی نشانی ہے گو اس کی عظمت اب پہلے جیسی نہیں رہی اور یہ مٹی کا ڈھیر ہے لیکن اس کا طول و عرض اور باقی ماندہ دیواریں اس کے قدیم حسن آراستگی کا تصور پیش کرتی ہیں۔

گوجر راجگان حرکت میں

گوجر عوام کا یہ جوش و خروش دیکھکر گوجر راجگان حرکت میں آ گئے، اجمیر و شاکمبھری کے گوجر راجہ دیاگراہ راج چوہان نے لاہور پر حملے کر کے غزنویوں کو وہاں سے نکال دیا۔

مسعود بن مودود کے زمانے میں پٹھانوں نے غزنوی حکومت کے خلاف آواز اٹھائی اور بہت سے غزنوی غلاموں کو تہ تیغ کیا، مسعود بھاری فوج لے کر پشاور آیا پٹھانوں نے لاہور کے گوجر حاکم کو اپنی مدد کیلئے بلا بھیجا سرحدی علاقوں میں ڈیڑھ سو سال بعد پھر جنگ واقع ہوئی۔ جبمیں ویاگراہ راجہ چوہان نے غزنویوں کو شکست فاش دے کر حملہ آوروں کو آریہ ورت سے نکال دیا اور اس کی بہادری کی تعریف میں یہ کتبہ نصب کیا گیا۔

आर्यावर्त यथार्थ पुनरपि कृतवान म्लेच्छविच्छे-
दनाभिद्भव: शाकम्भरीन्द्रो जगति विजयते
वीसलक्षोणिपाल: ॥

یعنی شاکمبھری کے راجہ نے ملیچھوں (بیرونی حملہ آوروں) سے آریہ ورت کو پاک

کر دیا اور بڑی غزنی کا مالک ہوا۔

دیاگراہ راج چوہان کا نام تاریخ میں وسیلدیو بھی مشہور ہے۔ فارسی مورخ مندرجہ بالا فتح کا ذکر نہیں کرتے لیکن انڈین اینٹی کویری، تاریخ گوجران صفحہ نمبر ۴۲ تا نمبر ۴۸ و نیز تاریخ گوجر گورچ صفحہ ۱۳۲ سطر نمبر ۵ و ۶ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

تاریخوں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ غزنویوں کو آریہ ورت سے نکالنے میں نہ صرف گوجر اور پٹھان متحد تھے بلکہ بلوچوں نے سب سے پہلے شاکمبھری جا کر اپنی خدمات پیش کیں اور اپنے ملک سے بیرونی مسلمانوں کو نکال دیا جو ملک کے تمام خزانوں اور زمینوں پر قبضہ کئے بیٹھے تھے یہ واقعات ۱۱۵۵ء تا ۱۱۶۴ء کے درمیان کے ہیں، اسی زمانہ میں غوریوں نے غزنویوں کے خلاف تلوار اٹھائی تھی، فارسی تاریخوں سے صاف طور سے واضح ہے کہ لاہور اور ملتان پر حملہ ہوا۔ فارسی مورخین چونکہ بے حد نسلی متعصب تھے لہذا انہوں نے ہر جگہ جھوٹ سے کام لیا جو لوگ فارسی تاریخوں سے واقف ہیں وہ اسکو بلا اختلاف مانتے ہیں، المختصر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ملتان پر حملہ کرنے والے بلوچ تھے جنہوں نے گوجروں سے اتحاد کر کے یہ حملہ کیا اور وہاں سے غیر ملکیوں کو نکال دیا۔

تقریباً تیس سال تک تمام آریہ ورت آزاد رہا گو جیسا کہ گوجر گورچ کے صفحہ نمبر ۱۳۰ کے نقشہ سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ پرتھوی راج چوہان کی حکومت دریائے گنگ سے لے کر پشاور تک تھی مگر اس نے سرحدوں کو مضبوط نہ کیا بلکہ سرحد میں پٹھانوں کو سرداری سونپی اور شمالی پنجاب کا حاکم راجہ جموں سے خراج لے کر اسے بنا دیا۔ خود راجہ جے چند اور چندیلوں سے تمام عمر لڑتا رہا ملتان کے مغرب میں تمام علاقہ پر بلوچوں کی آزاد حکومت قائم ہوئی۔

گوجروں، جاٹوں، پٹھانوں اور بلوچوں کا اتحاد

غزنویوں کے ظلم و ستم نے تمام آریہ ورت کی آنکھیں کھولدی تھیں غزنوی حکومت کی حدود میں ہمارے ملک کا شمالی بلوچستان، علاقہ سرحد اور شمالی پنجاب، جنوب میں لاہور تک تھا لیکن تنو سال کے بعد جوں ہی غزنوی حکومت میں ضعف آیا ان تمام علاقوں کے عوام نے غیر ملکیوں کو ملک سے نکالنے کی مہم تیز کر دی۔ تمام شہروں میں دور دور ملکوں کے رہنے والے آباد ہو گئے تھے، تمام ملازمتیں انہیں کے پاس تھیں۔ قدیمی

آریہ باشندے محکوم و مجبور اور صرف کاشتکار و مزدور ہو کر رہ گئے تھے۔

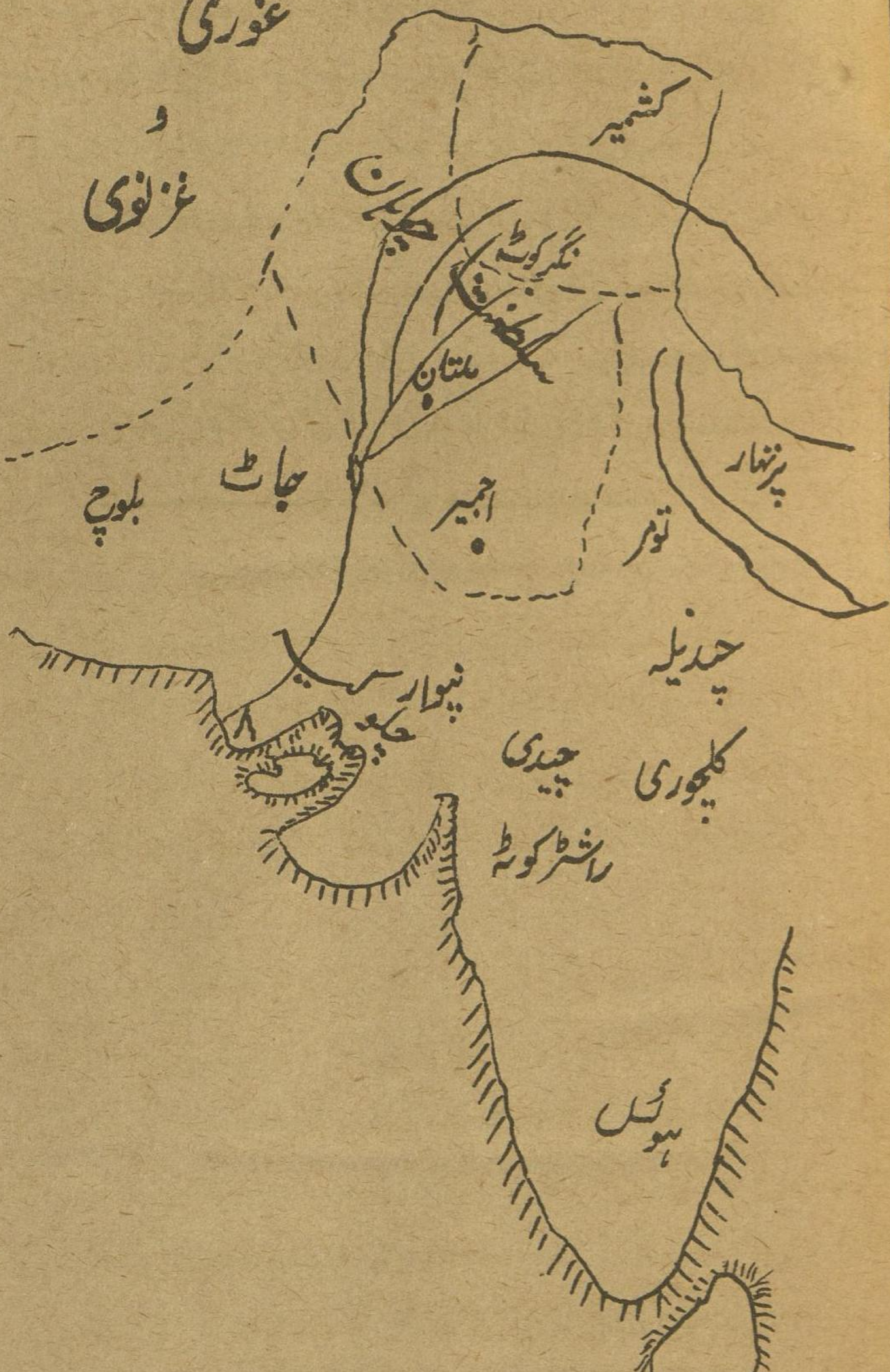
سب سے اوّل پٹھانوں نے بیرونی مسلمانوں کی سرکوبی شروع کی اور پھر ابوالحسن بن مسعود کے زمانہ میں بلوچوں نے ملتان سے تمام بیرونی مسلمانوں کو بھگا دیا، مگر غزنی والوں نے ایران، خراسان اور افغانستان سے فوج بھرتی کر کے دونوں جگہ کے باشندوں کو تہ تیغ کر دیا۔

اسی زمانہ میں تمام علاقوں میں بیرونی مسلمانوں کے خلاف غم و غصّہ کی آگ بھڑک اٹھی لیکن اس علاقہ میں کوئی ایسا طاقتور نہ رہا تھا جو سب کو متحدہ طور پر یکجا کر سکے جب وِیگراہ راج (ولیسلدیو) نے لاہور پر حملہ کرنے کی اسکیم بنائی تو اس نے سب علاقوں میں اپنے سفیر بھیجے اور مقامی سرداروں کو معہ افواج کے اپنے دارالخلافہ شاکمبھری واقع تھر ریگستان میں بلایا۔

اسی زمانہ میں انہلواڑہ میں کمار پال سولنکی کی بڑی زبردست حکومت تھی لیکن اس نے اس دعوت میں شریک ہونا اپنی ہتک سمجھا اور بیسلدیو سے حسد کر بیٹھا، بلکہ اس نے صاف طور سے اس مہم میں شرکت سے انکار کر دیا۔ بات دراصل یہ تھی کہ کمار پال ایک زبردست راجہ تھا اور بیسلدیو معمولی راجہ بلکہ ریگستانی علاقہ کا ایک سردار تھا چنانچہ اس نے بیسلدیو کی لیڈرشپ کو بنظر استحسان نہ دیکھا، اسی طرح قنوج کے خاندان گہوال اور کالنجر کے چندیلوں نے کورا جواب دے دیا اور اسے بیسلدیو کی خود غرضی پر محمول کیا۔

آخر بیسل دیو چوہان نے مشورہ کر کے شاکمبھری شہر سے باہر تھر ریگستان میں ایک چشمہ کے کنارے پڑاؤ ڈالا، تمام مغربی ہندوستان کے بہادر عوام اس کے جھنڈے تلے جمع ہوئے، اجمیر کے سردار نے اپنا علاقہ کول ورلی کے سپرد کیا، مانڈو کے سردار مان سمھ نے اپنے علاقہ کے گوجروں کو لے کر چشمہ کا رُخ کیا، راوت قوم بھی لشکر میں آملی، دونا پور کے سردار بھی اپنے علاقوں سے مادرِ وطن کے سپوت لائے، میواتی بھی اپنے وطن کو آزاد کرانے کیلئے پنجاب پہنچے، بلوچستان سے بلوچ فوج بھی آکر شامل ہو گئی ٹھٹھہ (سندھ)... اور ملتان سے نذرانے بھیجے گئے، تاکت پور کا جاٹ سردار گوہل مل بھی جاٹوں کو لے آیا، المختصر مغربی ہندوستان متحد ہو گیا اور انہوں نے سب سے پہلے لاہور پر حملہ کیا اور اسے آزاد کرا لیا پھر فوج کا ایک حصّہ ملتان پہنچا، دوسرے حصّے نے پٹھانوں اور

نقشہ آریہ ورت ۱۱۵۴ء تا ۱۱۶۴ء



کھوکھروں کی مدد سے تمام علاقہ پشاور تک کا آزاد کرا لیا اور وہ لوگ جو باہر کے ملکوں سے آ کر سینکڑوں سال سے یہاں کی زمینوں، دوکانوں، مکانوں، محلوں اور تمام مالیات پر قبضہ کر بیٹھے تھے سب کو آریہ ورت سے باہر نکال دیا گیا۔

بیسلدیو نے تمام علاقہ براہ راست اپنے زیر حکومت رکھا لیکن پرتھوی راج چوہان نے مشرق کی طرف اپنی حدود سلطنت بڑھانے کیلئے چندیلوں اور قنوج کے راجہ سے جنگ شروع کر دی اور جموں کے راجہ کو شمالی مغربی پنجاب کا باجگزار راجہ مان لیا، بلوچستان میں بلوچ خود مختار ہوئے اور سرحد میں صرف پٹھان اور مقامی گوجر غزنویوں سے لڑتے رہے۔

اسی طرح تیس سال تک گوجروں، جاٹوں، پٹھانوں اور بلوچوں کا یہ اتحاد قائم رہا جس کا نتیجہ ان قوموں کی خوشحالی تھی کاش یہ اتحاد آج بھی قائم ہو جائے۔

باب چہارم

۴

غوریوں اور غوری غلاموں کا دور

افغانستان میں غوریوں اور غزنویوں میں آپس میں رقابت اس انتہا کو پہنچی کہ معزالدین غوری نے خسرو شاہ بن بہرام کو غزنی سے نکال دیا اور آلِ سبکتگین کی قبریں اکھاڑ کر ہڈیوں میں آگ دیدی، خسرو شاہ کو جب کہیں پناہ نہ ملی تو یہ پہاڑی راستہ طے کرتا ہوا جموں پہنچا جموں کے راجہ کو غزنویوں اور غوریوں کی آپس کی مخاصمت سے کما حقہ واقفیت تھی چنانچہ اس نے یہ سوچتے ہوئے کہ اگر میں خسرو شاہ کی مدد سے شمالی پنجاب سے راجہ اجمیر کا اقتدار ختم کر دوں تو میں خود مختار راجہ کہلاؤں گا اور غزنوی غوریوں کے ڈر سے میرے ماتحت... رہیں گے ..... اس نے تمام غزنویوں کو اپنے یہاں پناہ دی اور اپنی ماتحتی میں.... سیالکوٹ پر ان کا قبضہ کرادیا، غوریوں نے اس اتحاد کو اپنے لئے باعثِ خطر سمجھا اور معزالدین سام کے بھائی محمد غوری نے فوراً سیالکوٹ پر حملہ کر کے وہاں سے غزنویوں کو نکال دیا لیکن غزنویوں نے جموں میں اپنے قدم جما لئے اور خسرو شاہ کا انتقال اسی نواح میں ہوا، اگلے ہی سال محمد غوری نے بلوچستان کے راستے گجرات کی حکومت پر حملہ کیا جس کی حدود میں سندھ بھی تھا لیکن اسے بھاری شکست ہوئی، ادھر سے خیال ہٹا کر اس نے پشاور کی طرف پیشقدمی کی اور اس نے کچھ سال اطمینان کے ساتھ گزار دیئے کہ اتنے میں جموں کے راجہ چکردیو نے محمد غوری کو خسرو ملک پر حملہ کرنے کیلئے بلایا، چنانچہ محمد غوری نے خسرو ملک بن خسرو شاہ پر حملہ کر کے اسے گرفتار کیا اور تمام غزنویوں کو تلاش کر کر کے

موت کے گھاٹ اتار دیا اور ایک فرد واحد سبکتگین غلام کی اولاد سے باقی نہ چھوڑا جموں کے راجہ نے محمد غوری سے صلح کر لی اور تمام شمالی پنجاب کو سیالکوٹ تک محمد غوری کو سونپ کر خود کشمیر اور جموں کا راجہ رہ گیا، جموں کے اسی خاندان کے لوگ آجکل راجپوت کہلاتے ہیں۔

چکر دیو کی وفات کے بعد وجے دیو نے بھی محمد غوری کا خوب ساتھ دیا یہ تمام واقعات ۱۱۷۹ء و ۱۱۸۶ء کے درمیان وقوع پذیر ہوئے، پرتھوی راج چوہان نے ان واقعات کو جموں کے راجہ کی سزا کیلئے کافی سمجھا کہ جیسا اس نے کیا ویسی سزا پائی یعنی خود ان کے ہاتھ سے کافی علاقہ نکل گیا۔

اس موقعہ پر کے۔ ایم۔ منشی صاحب نے اپنی تاریخ کے صفحہ نمبر ۳۰۳ پر تحریر کیا ہے۔

”اس دوران جب کہ شمالی مغربی سرحدوں پر طوفان امنڈ کر آ چکا تھا قنوج کا راجہ جے چند گرھوال اور اجمیر کا جذباتی راجہ پرتھوی راج چوہان ایک دوسرے کے خلاف مہم چلا رہے تھے انھوں نے اپنے ملک اور اپنے عوام کی بہبودی کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور اپنی بہادری کے زعم میں انھوں نے سیالکوٹ کے واقعہ کو ایک معمولی حادثہ سے زیادہ وقعت نہ دی“

محمد غوری نے کئی سال اطمینان کے ساتھ گزارے اور اندرون ملک کا جائزہ لیتا رہا آخر اس نے ۱۱۹۱ء میں پرتھوی راج پر حملہ کیا اور تراوڑی کے میدان میں شکست کھائی اگلے سال پھر حملہ آور ہوا اور کامیاب ہوا خود واپس غزنی چلا گیا اور اپنے سپہ سالار و غلام قطب الدین کو فتوحات کے لئے چھوڑ گیا، قطب الدین نے تیرہ چودہ سال کے عرصہ میں تمام شمالی ہندوستان فتح کر لیا۔

گوجروں اور پٹھانوں کا اتحاد

ہم اس تاریخ کے حصہ دوم میں مفصل تحریر کر چکے ہیں کہ پٹھان قدیم آریہ ورت سے الگ کوئی قوم نہیں ہے آریہ ورت کو بچانے میں اس قوم نے شروع سے تا آخر حصہ لیا شمالی مغربی علاقہ پر جب دوبارہ غوریوں کا قبضہ ہوا تو سب سے پہلے پٹھان اور کھوکھر ہی مظالم کا نشانہ بنے ہزار ہا پٹھان اپنا عزیز علاقہ چھوڑ کر اجمیر پہنچے جب ۱۱۹۱ء میں پہلا حملہ محمد غوری نے مشرقی سمت کیا تو تراوڑی کی لڑائی میں پٹھانوں نے گوجروں کی حمایت

میں غوریوں کے خلاف لڑائی لڑی۔

ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ جلد اوّل صفحہ نمبر ۹۵

خاندان کھوکھر کی جانثاری

مغربی یوپی اور مشرقی پنجاب میں کھوکھر خاندان اپنے کو گوجروں میں شامل کرتے ہیں۔ آگرہ کی سمت راجپوت کہلاتے ہیں اور مغربی پنجاب اور سرحد میں اپنی الگ ہی قوم مانتے ہیں واضح رہے کہ کھوکھر یا دو ولنشی گھنتری ہیں سورث اعلیٰ ان کا درک کھوکھر تھا جو دو سو سال قبل مسیح جہلم کے اطراف میں حکومت کرتا تھا۔

قطب الدین ایبک جب دور دراز علاقوں میں فتوحات کر رہا تھا پنجاب کے کھوکھروں نے ایسا اتحاد پیدا کیا کہ غوریوں کو ناک چنے چبوا دیئے ان کے ایک سردار کا نام... شہر کا کھوکھر تھا۔ اس نے تمام کھوکھروں کو یکجا و متحد کر کے ملتان پر قبضہ کر لیا پھر آگے بڑھ کر لاہور پر بھی متصرف ہو اینز تمام علاقوں سے کھوکھروں نے غوریوں کو نکال دیا، کھوکھروں کے حوصلے اس قدر بلند ہو گئے تھے کہ وہ ان فوجوں سے جو غزنی سے قطب الدین ایبک کے پاس پہنچتی تھیں راستوں میں روک کر ان کے گھوڑے چھین لیتے تھے ان کی سرکوبی کرنے کیلئے تاج الدین ایلدگز کو بھیجا گیا لیکن وہ انہیں شکست نہ دے سکا بلکہ اس نے اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر سلطان کے خلاف بغاوت کر دی۔

کھوکھروں نے شمال کیطرف پیشقدمی کر کے جہلم اور دریائے اٹک کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ یہ تشویشناک حالات دیکھ کر قطب الدین ایبک بہ نفس نفیس پنجاب آیا اور اور کھوکھروں کے لاکھوں افراد معہ اپنی عورتوں اور بچوں کے مادر وطن کے قدموں میں.. ابدی نیند سو گئے قتل و غارتگری کا اندازہ صرف اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دستہ کا سپہ سالار التمش تھا جس نے بارہ ہزار کھوکھر جان سے مارے تھے۔

الغرض دنیا کی کوئی اور کسی زبان کی تاریخ جتنیں شدہ برابر بھی ہندوستان کے حالات درج ہیں اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتی کہ کسی حملہ آور قوم نے باشندگانِ ہند پر خواہ وہ کسی مذہب یا فرقے سے تعلق رکھتے ہوں ان پر ظلم و ستم نہ ڈھایا ہو یا وہ موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا نہ رہے ہوں اس تاریخ کی تحریر سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں کسی فرقے کے دل پر نمک پاشی کروں میری غرض و غایت حقیقت کو

بیان کرتے ہوئے صرف صحیح معنوں میں انسانیت کو دنیا سے روشناس کراتے ہوئے اس قدر دریافت کرنا ہے کہ کیا فرض انسانیت اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ اس قسم کا بہیمانہ سلوک روا رکھے جنکی زندہ مثالیں اوراق گذشتہ میں دیجا چکی ہیں یا جن کا تذکرہ اب تحریر ہوگا۔ مولف

خاندان تراہیہ

خاندان تراہیہ کی بابت یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ فارسی تواریخ میں اس کا ذکر اکثر و بیشتر آیا ہے غزنی اور پنجاب کے درمیان کا پہاڑی علاقہ ان کا وطن تحریر کیا گیا ہے اس خاندان کے لوگوں نے بھی غوری حکومت کے خلاف احتجاج میں تلوار اٹھائی اور اپنے پیارے وطن کو غیر ملکیوں سے آزاد کرانے کیلئے لاکھوں ہی تہ تیغ ہو گئے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے غوریوں نے یہ مناسب سمجھا کہ پہلے صوبہ سرحد اور مغربی پنجاب کو ہی راہ راست پر لانا چاہیئے چنانچہ تمام فارسی تاریخوں سے یہ صاف طور سے واضح ہوتا ہے کہ اس علاقہ میں روزمرہ لاکھوں آدمی گرفتار ہوتے تھے جن میں سے کچھ تو دین کا واسطہ دے کر رہائی پاتے تھے باقی کو جان سے مار دیا جاتا تھا، اس علاقہ سے لاکھوں آدمی اندرون ملک اپنے گھروں کو چھوڑ کر چلے گئے اور بقایا آبادی پہاڑوں اور دریاؤں کے کھادر میں پناہ لیتی پھرتی تھی، اس علاقہ کو اس بُری طرح روند گیا کہ بغداد کی تباہی بھی اس کا آئندہ مقابلہ نہ کر سکی۔

گوجر اور جاٹ

پرتھوی راج چوہان کے لڑکے راجہ رین سی نے قطب الدین کی ماتحتی قبول کرلی اور اسے بیرونی مسلمانوں نے راجپوتی کا درجہ دیکر اجمیر کا حاکم بنا دیا لیکن اس کے چچا ہیمراج نے جنوب سے بھیل قوم کو اپنے ساتھ لیا اور اس نے اپنے بھتیجے کو قتل کر دیا، یہ خبر سنتے ہی قطب الدین اجمیر پہنچا۔۔ اور مستقل طور سے اجمیر پر ایک بیرونی مسلمان کو حاکم بنا دیا۔

دلی کے چاروں طرف تمام علاقہ کے گوجر اور جاٹ تلواریں سونت کر میدانوں میں پھرنے لگے اور انھوں نے جاٹ سردار جبتیوان کی سرکردگی میں ہانسی پر قبضہ کرلیا مگر ہانسی پر یہ قبضہ زیادہ دن نہ رہ سکا، دوسری مرتبہ پھر سردار جبتیوان، سردار جھٹا رائے اور ہیمراج نے ہر چہار اطراف سے ملک کے پروانے جمع کئے اور دلی کی شمع پر لپکے

آزادی کی دیوی کے قدموں میں جاٹوں کے سردار نے اپنی جان دی اگر دلی پر دوبارہ قبضہ نہ ہو سکا۔ حملہ آوروں نے اجمیر کو جا گھیرا شکست کھا کر جٹ راے چوہان نذر آتش ہو گیا اور اس کی راکھ آریہ ورت کی زمین میں شامل ہو گئی۔

جب سورج غروب ہو گیا تو انہلواڑہ (گجرات) کے گوجر اپنی خوابگاہوں سے نکلے لیکن انہیں کسی نے روشنی کا پتہ نہ دیا چاروں طرف افراتفری تھی تمام ملک میں قتل و غارتگری کا بازار گرم تھا انہوں نے بھی رنتھمبور کے پاس جا کر ڈیرے ڈالے یہ گوجر بھی خوب تھے، کھیتوں میں ہل چلواتے تھے، باغوں میں پانی دیتے تھے اور فصل کے وقت لوگ اسے لوٹ لے جاتے تھے، کیا ضرورت تھی بونے کھانے کی کاش اس زمانہ میں بھی کوئی شاعر ہوتا جو ان گوجروں کو بتاتا کہ میاں دنیا میں کوئی کسی کا ورثہ نہیں ہے جدھر مرضی چاہے گھومتے پھرو، پہاڑوں میں شاہین بن کر رہو اور ہرے بھرے باغوں سے پرندوں کو پکڑ لاؤ انہیں بھونو اور کھاؤ کیوں گھونسلے بناتے ہو جب ان پر روز مرہ بجلیاں گرتی ہیں، لیکن انہلواڑہ کے یہ گوجر قومی غیرت میں آ کر اپنے ہزاروں آدمیوں کے سر اور خون کا دریا ریگستان میں بہا کر ہمیشہ کیلئے مادر وطن کی گود میں جا لیٹے

سندھ اور آبو کے عوام

کوہ اربود (موجودہ آبو) کے پاس علاقہ سروہی اور سندھ کے بہادر عوام آ کر جمع ہوئے اسی دوران شاہی نسل کے شہزادے گوبند راج بن رین سی بن پرتھوی راج نے رنتھمبور پر حملے کرنے کیلئے آزادی کے پروانوں کو دعوت دی جوق در جوق بہادر اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے یہ خبریں سن کر قطب الدین ایبک رنتھمبور کی طرف بڑھا لیکن سندھ، آبو اور سروہی کے علاقوں کے عوام نے اسے بُری طرح سے شکست دی، قطب الدین زخمی حالت میں اجمیر پہنچا اور اس نے معز الدین غوری کے پاس غزنی خط بھیجا اور مزید کمک کی درخواست کی۔

یہ جان نثاریاں انہلواڑہ کے دروازوں پر ہو رہی تھیں لہذا انہوں نے اس گھور گرج کو بچھانے کیلئے اجمیر کے محاصرہ میں شرکت کی۔ غزنی سے لاکھوں آدمیوں کا لشکر سرحد اور پنجاب کو روندتا ہوا اجمیر کی طرف بڑھا عوام کے سردار دھارا ورشن، پرہلادت اور کرن نے مناسب سمجھا کہ اسی جگہ پر مورچے لگائے جائیں جہاں بیس سال پہلے بھیم نے محمد غوری کو شکست دی تھی، دونوں طرف کی فوجیں کئی ہفتہ آمنے سامنے ڈٹی رہیں، حملہ آوروں نے آس پاس

کے دیہات اور انکی آبادیوں کو اجاڑ دیا اور فصلوں کو فوج کے گھوڑوں نے تباہ و برباد کر دیا، آخر ۴ر فروری ۱۱۹۷ء کو بہادر عوام دشمن پر پل پڑے کشتوں کے پشتے لگ گئے، غزنی سے لشکر آتے گئے تازہ بتازہ فوج شامل ہوتی گئی اور بہادر عوام کی لاشوں سے میدان میں ڈھیر لگ گیا پہاڑیاں اور میدان ایک سطح پر جا پہنچے ایک خوفناک جنگ کے بعد پچاس ہزار بہادر اپنے وطن کی خاک میں مل گئے۔

انہلواڑہ، گجرات

۱۱۹۸ء میں غزنی، کابل، غور، وسط ایشیاء اور خراسان وغیرہ علاقوں سے لاکھوں آدمی ملک میں آگھسے قطب الدین ایبک نے ان کا بیشتر حصہ ساتھ لے کر انہلواڑہ پر حملہ کیا تمام بازاروں میں آگ لگا دی گئی، محلات مسمار کر دیئے گئے، کھیتاں کاشتکاروں سے محروم ہو گئیں، تمام آبادی... وندھیاچل اور سورت کی طرف بھاگنے لگی، کہاں راجہ؟ کیسی پرجا؟ قہر نازل ہو رہا تھا ہر سو خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے، چرند و پرند سہمے ہوئے تھے، عورتیں، بچے پناہ... ڈھونڈتے پھرتے تھے لیکن ان کا وطن خود ان کیلئے بوجھ ہو گیا، لٹیرے تمام علاقہ کو پامال کر کے اور لوٹ مار کا مال لیکر واپس آ گئے لوگوں نے پھر کشت و زراعت شروع کی اور گھر بنانے شروع کر دیئے اور قطب الدین ایبک فخر کرتا تھا کہ میں نے محمد غوری کی شکست کا بدلہ گجرات سے جی بھر کر لے لیا۔

چندیلے گوجر

کالنجر اور خصوصاً مہوبہ کے گوجروں کی بہادری کی داستانیں آج تک اسی طرح فخریہ انداز میں پڑھی اور سنی جاتی ہیں جس طرح ایران میں رستم کی داستانیں مشہور ہیں چندیلے ملکانے وہ بہادر گوجر ہیں جنھوں نے محمود غزنوی کو دو مرتبہ شکست دی دلی کے راجہ اور قنوج کے راجگان سے بیک وقت لڑائیاں لڑیں، گو پرتھوی راج نے ان کی طاقت کو کمزور کر دیا تھا لیکن وہ ان کو مٹا نہ سکا، جب دلی پر باہر کے ملکوں کے مسلمانوں کا قبضہ ہوا تو چندیلے میدان جنگ میں آ نکلے اور اپنے ایک سردار جودھا رامائے کی سرکردگی میں انہوں نے وسط ہند سے ان تمام... بیرونی حملہ آوروں کو نکال دیا جو اس علاقہ میں لوٹ مار کرتے پھرتے تھے، چندیلے وہ بہادر گوجر ہیں جنہوں نے پورے چھ سو سال تک اپنے علاقہ میں بیرونی طاقتوں کو منہ توڑ جواب دیا اور ہزارہا حملوں کو پسپا کیا۔

گوالیار کے پوسوال گوجر

قطب الدین ایبک نے قلعہ گوالیار کو فتح کر لیا تھا لیکن اس علاقہ کے گوجروں نے شکست کھا جانے کے بعد تلوار میان میں نہ کی اور اپنے علاقہ کی آزادی کیلئے ہر دشمن قوم کو تہ تیغ کرتے رہے، اور کوئی دقیقہ مدافعت اٹھا نہ رکھا آخر کار تنگ آ کر بیرونی حملہ آور اس علاقے سے نکل گئے، پندرہ سال بعد التمش نے گوالیار کے قلعہ پر حملہ کیا، بہادر گوجر اپنے علاقہ کی آزادی برقرار رکھنے کے لئے تلواریں سونت کر نکل آئے اُن کا سردار دیوبل پوسوال تھا جس نے کئی مہینہ لڑائی جاری رکھی آخر پوسوال گوجروں کو قلعہ بند ہونا پڑا، یہ محاصرہ پورے ایک سال جاری رہا۔

حملہ آوروں نے تمام علاقہ میں تہلکہ مچا دیا اور محصورین کی رسد بند کر دی، موت کا لقمہ بننے سے پہلے بہادر پوسوالوں نے جوہر کی رسم ادا کی تمام بہادر گوجریاں آگ میں کود گئیں اور ان کے بہادر بیٹے اور بھائی تلواریں ہاتھ میں لے کر قلعہ کا دروازہ کھول کر دشمن پر جا گرے کشتوں کے پشتے لگ گئے، اپنے سردار کو بچانے کیلئے پوسوالوں نے دشمن کی صفوں میں دراڑ ڈال کر اسے میدانِ جنگ سے نکال دیا اور خود قلعہ گوالیار کے سامنے خون میں لت پت ہو کر مادر وطن کی خاک کو پیشانیوں پر لگا کر اپنا نام زندہ جاوید کر گئے۔

قلعۂ گوالیار کو فتح کر کے التمش نے اپنے نام کی پتھر کی تختی اس کی دیواروں پر چسپاں کی جو آج تک پوسوال گوجروں کی تباہی کی تاریخ کو یاد دلاتی ہے اس تباہی کے بعد لوگ ان پوسوالوں کو "پشووال" یعنی چرواہے کہتے تھے۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہی سب گوجر صرف مویشی پالنے پر مجبور ہوئے بلکہ انہوں نے اپنا پیٹ پالنے کیلئے ڈاکہ زنی کا پیشہ بھی اختیار کیا ورنہ پوسوال وہ بہترین خاندان گوجروں کا ہے جو علمی قابلیت کی وجہ سے اہنلواڑہ دربار میں خاص اعزازات کا مالک تھا۔

جب گوجر تعلیم یافتہ تھے تو سنسکرت الفاظ کا تلفظ بھی صحیح تھا اور اس خاندان کو "پوروار" کہا جاتا تھا لیکن جس طرح گھوار کو گھوال کہا جاتا ہے اسی طرح ان کا نام پوروال ہوا اور یہ آج خود تعلیم کی کمی کی وجہ سے اپنے کو پوسوال کہتے ہیں۔

گوجروں کے اس خاندان کے ضمن میں مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ کیجیئے۔

ترجمہ:۔ گوجر دیش مذہبی فرقوں کا گھر تھا اس علاقہ میں صدیوں تک علماء و فضلا کا زور رہا جنہیں جین مذہب کے علماء ہری بھدر، اُدیوتن اور سدھرشی خاص طور سے قابل ذکر ہیں

جنہوں نے عوام کو علم و تمدن کی تعلیم دی یہ علماء بھٹال کے تین خاندانوں شریمال، اوسوال اور پوروار (پوسوال) کے رہبر تھے، ان تینوں خاندانوں کی بہادری، دولت اور علمی قابلیت نے مولراج سولنکی کے زمانہ سے انہلواڑہ (گجرات) کی شان و شوکت میں چار چاند لگا دیئے تھے۔

گلوری ویٹ واز گجر دلیش صفو نمبر ۳۱۳

المختصر قلعۂ گوالیار فتح ہو گیا اور قلعۂ گوالیار کے گوجر نان و نفقہ سے مجبور کر دیئے گئے اسی دوران منڈو، رنتھمبور اور اُجین میں بہادر گوجروں نے قربانیاں دیں لیکن الگ الگ علاقوں میں اس طرح مجموعی طاقت سے لڑنا بھلا کہاں کامیاب ہو سکتا تھا۔

اسی زمانہ میں ایران سے لوگ ملازمتیں کرنے ہمارے ملک میں آئے التمش نے سب کو جاگیریں دیں، بنے بنائے محلات دیئے، باغات سے میوے کھانے کو ملے آریہ ورت کے دریاؤں کا پانی پینے کو مہیا کیا گیا اور ان نوواردوں کا رہبر فخر الملک عصامی تھا جو خلیفۂ بغداد کا وزیر تھا اور اس سے ناراض ہو کر ہمارے ملک میں چلا آیا تھا اور اسے یہاں ضرور آنا چاہیئے تھا کیونکہ عربی تاریخیں جن لوگوں پر لعنت بھیجتی ہیں آریہ مسلمان ان کے لئے بڑے بڑے آداب والقاب استعمال کرتے ہیں مثلاً محمود غزنوی، محمد بن قاسم اور تیمور کی جو وقعت عربی مورخ کرتے ہیں اگر اس کو یہاں بیان کر دیا جائے تو ہمارے ناواقف گوجر بھائی ہی اسے "غازیوں" کی معکوس عزت متصور کریں گے، میرا یہ دعویٰ ہے کہ آریہ مسلمانوں سے بہتر وفادار بیرونی مسلمانوں کو دنیا میں کوئی نہیں ملا۔

ہماری وفاداری کا مطلب اشعار ذیل سے ہویدا ہو رہا ہے

س۔ یہ عجیب ماجرا ہے کہ بروز عید قرباں
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

چنانچہ آجتک اس شعر پر ہم بالکل صحیح و سالم پورے اترتے ہیں تمام سیاسی ہستیوں کو ہم نے بیرونی النسل لوگوں کے غلط پروپیگنڈہ کا شکار ہو کر مذہبی اعزازات دیدیئے ہیں جو بیرونی النسل لوگوں کو بے حد سود مند ثابت ہوئے ورنہ یہاں اب تک "مصطفےٰ کمال اتاترک" جیسی ہستی ضرور پیدا ہو جاتی۔

الغرض جب فخر الملک عصامی ہمارے ملک میں آیا تو اسے وزارت کا منصب عطا کیا گیا اور اس کے تمام ہمراہیوں کو تعلقہ جات اور عہدے ملے، غلام التمش نے اسے اپنے

لئے باعثِ افتخار بھی سمجھا، ان لوگوں نے درباروں میں مفت کی روٹیاں کھا کر اور ہمارا خون چوس کر فرمانرواؤں کی خوب خوب تعریفیں لکھیں، اب یہ کتابیں لوگ ہمیں دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھئے فلاں بادشاہ کیسا اچھا تھا۔

بیرونی حملہ آوروں کے اخلاق و عادات اور خوبیوں کو گوجروں، راجپوتوں اور جاٹوں بلکہ پٹھانوں سے زیادہ کوئی نہیں جانتا، ہم ان کتابوں کو دیکھ کر کیا کریں گے، ہمارے سینہ کے زخم ہمیں سب کچھ نسلاً در نسلاً بتاتے آرہے ہیں یہ تاریخیں تو ان لوگوں کے لئے ہوتی ہیں جو کاغذ کی تحریر پر یقین رکھتے ہیں اور جن کے دماغ پر غلط پروپیگنڈہ اثر کر جاتا ہے۔

گوالیار کے علاقہ میں بیرونی مسلمان زیادہ دن قابض نہ رہ سکے اور التمش کی موت کے بعد اس کے لڑکے رکن الدین نے پھر فوج کشی کی لیکن منہ کی کھا کر واپس چلا آیا مگر اس علاقہ پر اسی طرح حملے ہوتے رہے اور لوگوں کو صدیوں اطمینان نصیب نہیں ہوا۔

۱۲۳۶ء تا ۱۲۶۶ء

اِن تیس سالوں میں بہادر کھشتریوں کی اولاد تمام ملک کے طول و عرض میں پھر اٹھ کھڑی ہوئی اور انہوں نے تمام علاقوں میں بیرونی لوگوں پر حملے شروع کر دیئے، رنتھمبور، منڈلہ، میرٹھ، کالنجر، کڑا، تھانیسر وغیرہ وغیرہ علاقوں میں خود مختاری کا اعلان کر دیا گیا یہاں تک کہ دہلی کے چاروں طرف میوات کے بہادروں نے بیرونی مسلمانوں کا دہلی سے باہر نکلنا ناممکن بنا دیا۔

پنجاب سے کھوکھر پھر نمودار ہوئے یو۔پی مشرقی اضلاع میں مواضع دہلی کے لوگوں نے عَلمِ آزادی بلند کیا علاقہ نرد پر جاہر دیو نے قبضہ کر لیا۔

چندیری اور مالوہ میں مکمل آزادی کا ڈنکا بجا دیا گیا۔

اضلاع شوالک، سہارنپور، انبالہ اور ہوشیار پور کے بہادر اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے علاقوں سے اِن حاکموں کو بھگا دیا جنہوں نے عام رعایا پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی۔

چنانچہ ناصر الدین کی فوج کا الغ خاں سپہ سالار ماہ رجب سال جلوس میں ملتان کی طرف فوج کش ہوا اور ذلیقعدہ کی پہلی تاریخ کو دریائے راوی پار کر کے جہلم کی طرف بڑھا، کوہ جود اور دریائے سندھ کے اطراف میں تمام دیہات تباہ و برباد کئے گئے اور کھوکھروں کو تہ تیغ کیا گیا اس علاقہ سے ہزارہا عورتیں اور لڑکیاں پکڑ کر اسیر کی گئیں۔

دوسری ماہ شعبان ۶۴۵ھ میں سلطان ناصر الدین نے پھر دوآب دریائے گنگا اور

اور دریائے جمنا کا دوآبہ) کی طرف توجہ دی اور نہایت کشت وخون کے بعد قلعہ میرٹھ فتح کیا اور اسی سال الغ خاں کو ایک فوج دیکر مشرق کی طرف بھیجا اور موضع ولکی کو لوٹ کر تباہ وبرباد کردیا۔ اور یہاں سے بہت سی عورتیں اور مال ودولت حاصل کرکے ناصر الدین کی خدمت میں دھلی روانہ کیں۔ الغخاں قلعۂ رنتھمبور پر حملہ آور ہوا لیکن اس پر فتح حاصل نہ کرکے میوات کے علاقہ میں جا گھسا، فوجوں نے تمام علاقہ کو تباہ وبرباد کردیا، لوگ اپنے مویشی اور گھربار چھوڑکر جنگلوں میں جا گھسے بہت سا لوٹ کا مال لے کر الغخاں دھلی پہنچا۔

اس کے بعد اس نے ایک بڑا بھاری لاؤ لشکر اکٹھا کرکے علاقہ نزد کا رُخ کیا اس علاقہ کے لوگ بڑی جانبازی سے لڑے پانچ ہزار سوار اور لاکھوں پیدل بہادر اس لڑائی میں اپنے پیارے ملک پر قربان ہوگئے۔

۶۵۰ھ مطابق ۱۲۷۰ء میں اوچ اور ملتان پر پھر فوج کشی ہوئی اس لڑائی میں ہسوان سے قتلغخاں اور بداؤں سے اعزاز الدین بلبن فوج لے کر پہنچے جنہوں نے راستہ میں ... دریائے بیاس کے کنارے کے لوگوں کو مفتوح ومغلوب کیا۔

کوہ شوالک کے علاقہ میں شاہی ملازموں نے عیاشی کا بازار گرم کیا اور شراب نوشی کو فروغ دیا کیتھل اور گہراؤں کے زمینداروں نے مل کر رضی الملک کو نشۂ شراب کی حالت میں قتل کرکے اس کے جسم کے ٹکڑے اڑا دیئے چنانچہ سلطان بدلہ لینے کیلئے اس نواح میں آیا اور عوام کو عبرتناک سزائیں دیں۔

کڑہ، مانکپور (اودھ) اور بدایوں وسرہند، سنام، گہراؤں، شوالک اور ناگور کے علاقہ کے حاکموں نے دلی خبریں بھیجیں کہ مملکت کے انتظام میں بالکل فتور واقع ہوا ہے لہذا ان سب علاقوں کی بزورِ شمشیر سرکوبی کی گئی۔

جیت پور کے سردار دیپال نے اپنے نام پر دیپال پور آباد کیا اور سندھ کے حاکم کشلیخاں بلوچ کو اپنا رفیق ومددگار بنایا، دونوں نے مل کر سمانہ کے علاقہ سے خاندانِ غلامان کے افسروں کو نکال دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد ان دونوں کی سرکوبی کی گئی۔

ہمالیہ کی ترائی

کوہ شوالک جو کوہ ہمالیہ کا جنوبی سلسلہ ہے ہماچل پردیش سے چل کر ضلع بجنور کے شمال میں ختم ہوتا ہے اس پہاڑی کی .. ترائی میں موجودہ ضلع ہوشیار پور، لودھیانہ، انبالہ، سہارنپور اور بجنور واقع ہیں اور

اس کے اوپر علاقہ شملہ، دہرہ دون اور الموڑہ واقع ہیں اس تمام علاقہ کا بیرونی حملہ آوروں کے دور میں تاریخ میں ایک خاص مقام رہا ہے، اِن علاقوں میں دریاؤں کی بھی کثرت ہے جن کے کناروں پر جنگلات ہیں ان جنگلات کو کھادر کہتے ہیں ان جنگلات کا سلسلہ جنوب میں متھرا اور آگرہ تک ہے۔

بہادر اور غیور گوجروں کی ہزار سال تک یہ پناہ گاہیں رہی ہیں جہاں سے نکل نکل کر ملک کے نوجوانوں نے دشمن پر مسلسل حملے کئے، سلطان ناصر الدین کے زمانہ میں ان بہادر گوجروں نے حملہ آوروں کی تمام رسد اور رسل ورسائل بند کردی، لشکروں کا گزر محال ہو گیا۔

شاہی سپہ سالار الغخاں نے لاکھوں آدمیوں کا ایک جری لشکر ساتھ لیا اور تمام جنگلوں کا گھیرا ڈال دیا بہادر گوجر جان توڑ کر لڑے لیکن جب شکست کے آثار نظر آنے لگے تو شوالک کی پہاڑیوں میں پناہ گزیں ہوئے، الغخاں نے اپنے لشکر میں منادی کرائی کہ جو سپاہی مردم مخالف کو زندہ اسیر کر کے لادیگا دو تنگہ نقرہ (چاندی کے سکّے) انعام پائیگا اور جو مقتول مردوں کا سر لادیگا ایک تنگہ نقرہ پادیگا پھر تو فوج نے یہ حالت کردی کہ اگر کوئی تلوار کا دھنی مقابلہ پر نہ آتا تو پُرامن آبادیوں میں سے روزانہ تین چار سو آدمی زندہ اور مردہ لشکر میں لائے جاتے، سپاہی زر انعام لے کر روزانہ پھر اپنے کام میں مصروف ہوتے تھے کہ اتنے میں میوات کے گوجروں نے سر اٹھایا۔

مذکورہ بالا پہاڑی علاقوں میں آج تک یہ بہادر گوجر آباد ہیں جہاں ۱۹۴۷ء تک ان کی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں آج اُریہ ورت آزاد کہلاتا ہے لیکن ان آزادی کے پروانوں کی تعلیمی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ جب ان کے گھر ڈاکوؤں نے لوٹ لئے تو نان ونفقہ سے مجبور ہو کر ان بہادروں نے بھی انتقاماً دشمن کے گھروں پر ڈاکہ زنی کو اپنا شعار بنا لیا تھا مذہباً یہ لوگ صدیوں سے مسلمان ہیں، ان بہادروں کے جھنڈ کے جھنڈ شملہ جیکروٹہ اور دہرہ دون کی وادیوں میں آج بھی اپنی گائے بھینسیں لئے اسی حالت میں ... دیکھے جا سکتے ہیں جہاں ۱۲۶۰ء میں انہیں مفلوج، مقہور اور مقتول کر کے چھوڑا گیا تھا۔

میوات ورنتھمبور

رنتھمبور فتح کرنے کیلئے جب شاہی افواج دہلی سے روانہ ہوئیں تو میوات کے عوام اٹھ کھڑے ہوئے یہ لاؤ لشکر اس... خس وخاشاک سے نہ رک سکا، رنتھمبور سے واپسی پر تمام دیہات کے سردار اور...

چودھری صاحبان زندہ گرفتار کئے گئے جن کی تعداد دو سو پچاس تھی، طوق و زنجیر میں جکڑ کر ان کو سلطان ناصر الدین کے روبرو پیش کیا گیا سلطان نے اس جماعت کے قتل کے واسطے حکم دیا، شہر دہلی کے راستے اور بازاروں میں کھڑا کر کے ان کو تہ تیغ کیا گیا۔

۱۲۶۶ء تا ۱۲۹۰ء

بلبن غلام نے تخت سلطنت سنبھالتے ہی صوبہ دہلی کو پھانسی گھر میں تبدیل کر دیا، صوبہ دہلی سے مراد وہ قدیمی علاقہ ہے جو براہ راست شاہان دہلی کے ماتحت رہتا تھا باقی علاقوں پر صوبیدار مقرر ہوتے تھے صوبۂ دہلی موجودہ جالندھر، رام پور، الور اور آگرہ کا درمیانی علاقہ تصور کرنا چاہیے گو اس کی حدود میں تخفیف و اضافہ بھی مختلف زمانوں میں ہوتا رہا یہ تمام علاقہ آجتک... گوجروں کی اکثریت پر مشتمل ہے۔

بلبن کے زمانہ میں اس علاقہ نے اپنے ملک سے غلامی کا جوا اتارنے کیلئے نہ صرف سرکاری محاصل (جو ہمیشہ زبردستی بذریعہ فوج وصول ہوتے رہے) ادا کرنے سے انکار کر دیا بلکہ ہر جگہ بیرونی حملہ آوروں پر حملے شروع ہوئے۔

آریہ ورت کے بہادر دیکھتے آرہے تھے کہ کس طرح سینکڑوں سال سے ان کی عزت و ناموس کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں لہٰذا انھوں نے بھی تاریخ میں یہ سبق بیرونی حملہ آوروں سے سیکھ لیا کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دینا چاہیئے چنانچہ خاص دہلی کے چاروں طرف یہ حالت ہو گئی کہ نہ صرف ملک کے سپوت دتی پر دھاوے کر کے لوٹ مار کرنے لگے بلکہ عورتوں کو پکڑنا بھی انہوں نے شعار بنا لیا اس میں شک نہیں کہ آریوں کی اخلاقی گراوٹ کی یہ پہلی مثال تھی لیکن آخر انسان اپنی ہی قوم کی مستورات کا اغوا کب تک برداشت کر سکتا ہے اور یہ بات کسی بھی شخص سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ یہ برائی آریوں نے بیرونی حملہ آوروں سے سیکھی۔ دار الخلافہ کی یہ حالت تھی کہ عصر کے وقت دتی کے تمام دروازے بند ہو جاتے تھے۔

بلبن نے اطراف ممالک سے ایک زبردست لشکر اکھٹا کیا اور دتی کے اردگرد ایک لاکھ آدمیوں کو تہ تیغ کیا تمام جنگلوں کو کاٹ دیا گیا تاکہ یہ لوگ ان میں پناہ نہ لے سکیں چپہ چپہ پر تھانے قائم کر دیئے گئے۔

اگلے سال سلطانی فوجیں دریائے جمنا عبور کر کے دو آبہ (علاقہ میرٹھ) میں داخل ہوئیں۔

بہادر گوجر متحد ہو کر مقابلہ کو نکلے اور ہزاروں اپنی جانیں قربان کر کے مادر وطن کی خاک میں مل گئے، بلبن نے سخت گیر قسم کے حاکم اس علاقہ پر مقرر کیئے اور حکم دیا کہ جو بھی سرتابی کرے اس کا سر قلم کر دیا جائے۔

تھوڑے عرصہ بعد سلطان کی افواج موجودہ مشرقی پنجاب کی طرف بڑھیں انھوں نے کرنیل، پٹیالہ اور بھوجپور کے تمام علاقوں میں لوگوں کی ایسی سرزنش کی کہ لوگ پناہ ڈھونڈتے پھرے لیکن انہیں پناہ نہ ملی، یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے دلّی اور لاہور کا راستہ مسدود کر دیا تھا اس علاقہ میں جابجا قلعہ تعمیر کئے گئے اور کابلیوں کو ان کا حاکم بنایا گیا۔

کوہ جود یعنی موجودہ اضلاع جہلم وغیرہ بھی اپنی آزادی حاصل کرنے کیلئے کسی سے کم نہ رہے چنانچہ بلبن نے اس طرف توجہ فرمائی، یہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر شاہی اہلکاروں سے لڑتے تھے چنانچہ مکمل دو سال انکی سرکوبی میں لگے، سلطان نے وہاں کے باشندوں کے قلع اور استیصال میں نہایت جدّ و جہد فرمائی اور اس علاقہ سے اتنے گھوڑے ہاتھ آئے کہ بہترین گھوڑے کی قیمت تیس ۳۰ اور چالیس تنگ نقرہ (چاندی کا سکہ) سے زیادہ نہ بڑھی۔

موجودہ ضلع سہارن پور اور بجنور کے عوام نے بھی مقامی حاکموں کا ناک میں دم کر دیا، بداؤں، امروہہ اور سنبھل کے حکام عاجز آ گئے ان کو دبانے کیلئے فوج بھیجی گئی جنہوں نے علاقۂ کیتھر (سہارنپور) تک کے عوام کی خوب گوشمالی کی۔

ناظرین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بیرونی حملہ آور وسطِ ایشیاء کے ممالک سے تعلق رکھتے تھے اور روزانہ لوگ وہاں سے تلواریں لیئے ملک میں داخل ہوتے تھے جو سلاطین دہلی کی... فوجوں میں بھرتی ہوتے تھے اور وہاں کی بھوک یہاں پیٹ بھر مٹائی جاتی تھی اور یہ ملک ان علاقوں کیلئے وہی حیثیت رکھتا تھا جو چند صدی پہلے آسٹریلیا کی حیثیت انگلینڈ کیلئے تھی بلبن کے زمانہ میں وسطِ ایشیاء سے ملحقہ علاقہ منگولیا سے ایک اور قوم نمودار ہوئی جس نے آس پاس کے ممالک کو زیروزبر کر دیا، یہ ممالک صدیوں سے آریہ ورت کا راستہ جانتے تھے چنانچہ اپنا گھر بار مغلوں کو سونپ کر ہمارے سروں پر آکر مسلط ہو گئے، بلبن نے اِن لوگوں کو... ہاتھوں ہاتھ لیا صرف دلّی میں ان لوگوں کے پندرہ محلّے آباد ہوئے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) محلہ عباسی (۲) محلہ سنجری (۳) محلہ خوارزم شاہی (۴) محلہ دیلمی (۵) محلہ علوی
(۶) محلہ اتابکی (۷) محلہ غوری (۸) محلہ چنگیزی (۹) محلہ رومی (۱۰) محلہ سنقری
(۱۱) محلہ یمنی (۱۲) محلہ موصلی (۱۳) محلہ سمرقندی (۱۴) محلہ کاشغری (۱۵) محلہ خطائی

ہمارے دسترخوان پر جیسے ٹیڑے چمٹ گئے تو پھر ہم اپنی روٹی حاصل کرنے کیلئے قوتِ بازو سے کام لے کر ڈاکہ زنی اور لوٹ مار نہ کرتے تو جس طرح آسٹریلیا سے " اوری لنس " ختم ہو گئی اسی طرح آریہ ورت کی شاہی اولاد ختم ہو جاتی، آج کشمیر، سوات، بنیر اور کاغان کے مسلمان گوجروں کی تاریخی شرافت کا انجام ہماری آنکھوں کے سامنے ہے جہاں گوجر دوسری اقوام کے سامنے چارپائی پر بیٹھنے کی جرأت نہیں کر سکتا...، کہاں ہیں ان کی آبائی زمینیں اور کہاں ہیں ان کی جائیدادیں۔

دلّی کے چاروں طرف وہ گوجر جنہوں نے ہمیشہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا چوریاں کیں ڈاکے ڈالے تباہ و برباد ہوئے لیکن سر خم نہ کیا آج بھی دوسری قوموں سے اعلیٰ و ممتاز ہیں وہاں کیوں نہ قائم ہوئیں غلاموں کی اولادوں کی زمینداریاں دلّی تو پاس ہی تھی۔

ان کی جانبازیوں کو آریہ ورت کی تاریخ کبھی نہیں بھلا سکتی، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تیمور، بابر، شیر شاہ حتیٰ کہ انگریزوں کو ۱۸۵۷ء میں اپنی قوت کا مظاہرہ دکھایا جیسا کہ اس تاریخ میں مناسب جگہوں پر مذکور ہوگا، تاریخ ہمیں بہت بڑا سبق دیتی ہے غلط پروپیگنڈہ کے ذریعہ دماغوں کا غلط رجحان ہمیشہ کسی قوم کو موت کی نیند سلا دیتا ہے، تلواروں سے کوئی بہادر قوم فنا نہیں ہو سکتی اس تاریخ میں مذکورہ حقائق اس کے شاہد ہیں۔

بلبن کے زمانہ میں بنگال کے لوگوں نے آزادی کا جھنڈا بلند کیا اور دریاچ نگر کو اپنا مرکز بنایا، سلطانی فوجیں بنگال میں داخل ہوئیں خس و خاشاک کو تند موجوں نے ایک تھپیڑے میں ٹھکانے لگادیا۔

بلبن کے ہی زمانہ میں چنگیز خانی لشکر درۂ خیبر کے راستے ملک میں آگھسا تمام سرحدی علاقہ اور موجودہ مغربی پنجاب تہ و بالا ہو گیا بلبن نے اپنے لڑکے محمد سلطان کو ان کے مقابلہ پر بھیجا۔ لیکن وہ مغلوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔

جب تک بلبن انہیں سزا دیکر ملک سے نکالنے میں کامیاب ہوا مذکورہ علاقوں کا.... ستیاناس ہو گیا اور وہی مثل صادق آئی ؏ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود

اس دوہری مصیبت نے عوام کی رہی سہی کسر نکال دی، بلبن کی وفات پر اس کا پوتا کیقباد تخت پر بیٹھا لیکن اسے حاکم پنجاب جلال الدین خلجی نے مروا دیا اور خود دلّی کے تخت پر بیٹھا۔

سنہ ۱۲۹۰ء تا ۱۳۲۰ء

جلال الدین خلجی جب پنجاب کا حاکم تھا تو اس نے علاقہ سمانہ میں چند دیہات کو غارت کیا ان دیہاتوں کے لوگ جان توڑ کر لڑے ان کا چودھری مندراہ رائے تھا لڑائی کے دوران اس نے جلال الدین خلجی کے چہرے پر ایسا زخم لگایا کہ تمام عمر اس کا اثر باقی رہا، جلال الدین کی تمام عمر مغلوں کے ساتھ لڑائیوں میں گزری تھی چنانچہ فارسی تاریخوں میں تحریر ہے کہ "ایک روز اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ چونکہ میں نے متعدد مرتبہ کفار مغل سے غزا کی ہے اگر منبروں پر مجھے المجاہد فی سبیل اللہ کے لقب سے یاد کریں تو بعید نہ ہوگا اس ملئے اس نے اپنی زوجہ ملکہ جہاں سے ایک روز یہ بات کہی کہ جب علماء، صدور اور قاضی کسی تہنیت کی تقریب میں حرم کے سراپردہ پر حاضر ہوں تو ایلچی کو ان کے پاس بھیجکر یہ پیغام دینا کہ تم سلطان سے درخواست کرو کہ وہ اسی جمعہ کے روز منبر پر المجاہد فی سبیل اللہ کا خطبہ پڑھیں اتفاقاً اسی پانچ چھ روز کے عرصہ میں کیقباد کی لڑکی کا نکاح قدر خاں سے ہوا چنانچہ علماء و صدور و قاضی صاحبان مبارکباد کے واسطے حرم کے دروازے پر حاضر ہوئے ملکہ جہاں نے محلدار کی زبانی وہی معہودہ پیغام بھجوایا ان لوگوں نے اس بات کو پسند کر کے عرض کی کہ سلطان نے بارہا کفار مغل سے جنگ کی ہے اسے المجاہد فی سبیل اللہ خطبہ میں کہنا جائز بلکہ واجب ہے۔

جب ماہ غرہ آیا یہ علماء قاضی فخر الدین کی معیت میں سلطان سے عرض پرداز ہوئے کہ ہم فتویٰ دیتے ہیں کہ آپ المجاہد فی سبیل اللہ ہیں کیونکہ آپ نے کفار مغل سے لڑائیاں لڑی ہیں

اور آپ کا نام منبر پر بھی لیا جانا چاہیئے، جلال الدین کے دماغ میں جو رمق ابھی باقی تھی اس نے اسے پشیمان کیا اور بار بار اصرار کے باوجود پھر اس نے اس امر کی اجازت نہ دی چونکہ ہم اس تاریخ میں بادشاہوں کے اسلام کا کوئی تذکرہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ صرف ہم اپنی تاریخ بیان کر رہے ہیں لہذا ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ بادشاہ اپنے رنگ محلوں میں کیا گلچھرے اڑاتے تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد جلال الدین کو اس کے بھتیجے علاء الدین نے جان سے مار دیا اور خود تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔

جلال الدین کے زمانہ کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ اس نے ایک درویش طبع سیدی مولا کو قتل کرایا جو اجودھن میں جا کر حضرت شیخ فرید گنج شکرؒ کی صحبت بھی اختیار کر چکا تھا اور ان کے حکم سے دلی آیا تھا، تاریخ فیروز شاہی میں درج ہے کہ اس قتل کی وجہ سے دلی میں ایسا قحط پڑا کہ ان لوگوں نے اپنے بچے تک جمنا میں پھینک دیئے اور بہت سے لوگوں نے خودکشی کر لی آخر کار جلال الدین بھی سیدی مولا ہی کی طرح قتل ہوا اور سلطنت علاء الدین کے ہاتھ آئی۔

دنیا نے علاء الدین خلجی جیسے فرمانروا بہت ہی کم دیکھے ہیں یہ ایسا شخص تھا جس نے سکندر ثانی کہلانے کیلئے نہ صرف تمام ملک کو پیادوں اور سواروں سے بھر دیا بلکہ اس نے ایران اور توران پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا، علاء الدین خلجی سے بڑی مملکت بیرونی مسلمانوں کے کسی بادشاہ کے ماتحت نہیں رہی اس نے دکن میں مدورا تک کا علاقہ زیر و زبر کیا، گوجروں کی آخری سلطنت انہلواڑہ اسی کے ہاتھوں ختم ہوئی اور گجرات میں کی گئی تباہ کاریاں اور سفاکیاں وہوسناکیاں گوجر قوم قیامت تک نہیں بھلا سکتی یہ ناسور زمانہ کی طوالت مندمل نہیں کر سکتی حالانکہ تھوڑا سا انتقام قدرت نے چند ہی سال بعد لے کر دکھا دیا جس کا تذکرہ ملک خسرو کے ضمن میں آئے گا۔

گوجروں کی پناہ میں مغل

مغلوں کے سردار دوا خاں نے ایک لاکھ مغل ہندوستان پر قبضہ کرنے کیلئے بھیجے انہوں نے سرحد اور پنجاب میں گھستے ہی تہلکہ مچا دیا، علاء الدین خلجی ایک نہایت خونخوار لشکر لے کر ان کی طرف بڑھا اور حدود لاہور میں جنگ واقع ہوئی مغل شکست کھا کر بھاگ گئے، بہت سے مغلوں کو گرفتار کر کے ان کے سر قلم کر دیئے گئے تخمیناً بارہ ہزار مغل مارے گئے ان کے سروں کو دہلی بھیجا گیا اور انکی عورتوں اور بچوں کو بھی قید کر کے دہلی لایا گیا، بہت سے مغلوں نے خوف کے مارے کلمہ زبان پر جاری کیا ان کا پیشہ تو لوٹ مار کرنا تھا چاہے مسلمان کے نام پر ہو یا غیر مسلم کے نام پر چنانچہ انہلواڑہ

پر جب علاؤالدین نے حملہ کیا اور گوجروں کی آخری حکومت ختم ہوئی تو اس جنگ میں مغل بھی تھے جنہیں نومسلم کہتے تھے اور ان کا ایک مقدم محمد شاہ تھا، جب گجرات کا لوٹا ہوا مال تقسیم ہونے لگا تو علاؤالدین اپنا حصہ لے کر دلّی کی طرف روانہ ہوا اور باقی لوٹ اور ڈاکہ زنی کا مال جالور کے اطراف میں لشکر میں تقسیم ہونے لگا خلجیوں نے نومسلم مغلوں کو کم حصّہ دیا جس کی وجہ سے ناراض ہو کر.....
مغل محمد شاہ نومسلم نے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر سپہ سالار ملک نصرت خاں اور امیر حاجب الماس بیگ الغخاں کے بھائی ملک اعزاز الدین پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا پھر الغخاں کی طرف بڑھے وہ فوج میں سے نکل کر بھاگ گیا، ملک نصرت خاں کا پتہ نہ چل سکا لیکن بادشاہ علاؤالدین کا حقیقی بھانجا بھی قتل کر دیا گیا۔

(آجکل میرے زمانہ میں مذہبی تعصب پھیلا کر ان لیٹروں کے نام پر "اسلامی لیبل" لگائے جاتے ہیں تاکہ جن لوگوں کے آباؤ اجداد کا یہ مال لوٹا گیا تھا اور جو بحمدللہ آج مسلمان ہیں کہیں وہ واپسی کا مطالبہ نہ کر دیں)

الغرض جب نومسلم مغلوں نے خلجی لیٹروں کی فوج میں تباہی مچائی تو سپہ سالار ملک نصرت خاں نے کسی طرح بجکر نقارۂ جنگ پر چوب ماری فوج نے گمان کیا کہ جالور کے گوجر چڑھ آئے ہیں چنانچہ فوراً سب تیار ہو گئے اور بعدۂ حقیقت حال سے آشنا ہو کر مغلوں کا قتل عام شروع کر دیا اس کے بعد جتنے بھی مغل ملک کے طول و عرض میں مسلمان ہو کر آباد ہو گئے تھے ان سب کی گرفتاری شروع ہو گئی تھی جو لوگ اس ہنگامہ جالور میں شریک تھے ان کی ماؤں اور بہنوں کو پکڑ کر علاؤالدین نے جلاّدوں کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ گرز اور پتھروں سے ان کے سروں کو کچل دو، چنانچہ شیر خوار بچوں تک کو بازار کے چوراہوں پر سنگسار کر دیا گیا اور اس طرح علاؤالدین نے اپنے بھانجے کے خون کا انتقام لیا۔

مغل محمد شاہ بچ نکلا لیکن اسے ملک سے باہر جانے کا راستہ نہ ملا مجبور ہو کر وہ رنتھمبور میں ہمیر دیو گوجر کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ "کھشتری پناہ ڈھونڈنے والوں کو اپنی جان کی بازی لگا کر بھی پناہ دیتے آئے ہیں"
منت و سماجت سے ہمیر کا دل پسیج گیا، علاؤالدین لشکر لے کر رنتھمبور آیا اور مغل مذکور کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن ہمیر نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ وہ تاوان دے سکتا ہے لیکن اپنے پناہ گزین کو واپس نہیں دے سکتا۔

مغل کی سچائی و شجاعت

آج محاصرہ کو کئی ماہ گذر گئے گوجر ہر چہار طرف سے رنتھمبور اڑ رہے ہیں آخر ایک روز خلجی فوجوں کو بھاری شکست ہوئی۔

سپہ سالار الغ خان چھابن (مقام) پر آ کر رکا اور دلّی سے مزید کمک کا انتظار کرنے لگا۔ علاؤ الدین لاکھوں نئے فوجی لیکر خود آیا اور دوبارہ گوجر دربار میں درخواست آئی کہ اگر محمد شاہ کو واپس نہ کیا گیا تو گوجروں کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے گا لیکن ہمیر نے وہی جواب دیا کہ ہم محمد شاہ کو کسی قیمت پر جلّادوں کے سپرد نہیں کر سکتے، لڑائی شروع ہوئی محاصرہ طول پکڑ گیا، دلّی میں الغ خاں نے تخت پر قبضہ کر لیا لیکن علاؤ الدین بات کا دھنی تھا اس نے کوئی پرواہ نہ کی، آخر قلعہ پر او سختی سے حملے ہونے لگے رسد بند ہو گئی، اہل قلعہ کی موت یقینی ہو گئی انجام نزدیک آ پہنچا، جوہر کی رسم ادا ہونی شروع ہو گئی یہ رات کا وقت تھا بہادر گوجریاں اپنی انگلیوں سے خون نکال کر اپنے بیٹوں کے ماتھے پر لگا کر ستی ہو گئیں اور کہہ گئیں کہ بھائیو اور بیٹو! دادِ مردانگی دے کر قربان ہونا۔ آدھی رات کا وقت تھا ہمیر دیو نے اپنے مہمان کو بلایا اور کہا ” محمد شاہ! ہم سب صبح ختم ہو جائیں گے ہم نے تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا تھا چنانچہ تم ہمارے جانبازوں کے ساتھ قلعہ سے نکل جاؤ یہ تمہیں تمہارے قدیم وطن تک بحفاظت پہنچا کر آئیں گے۔“

محمد شاہ نے جواب دیا کہ ” اگر آپ کھشتری ہیں تو میں بھی مغل ہوں، اگر آپ میرے لئے جان کی بازی لگا سکتے ہیں تو بندہ بھی ایسا بزدل نہیں ہے کہ اپنے محسن کو چھوڑ کر چلا جائے “

صبح سویرے قلعہ کے دروازے کھول دیئے گئے، بہادر گوجر کیسری لباس زیب تن کر کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لے کر میدانِ جنگ میں کود پڑے، بھیم اور دریودھن کی لڑائیاں مات ہو گئیں اور مہابھارت جنگ عظیم کی روحیں عش عش کرنے لگیں۔ دشمن کی فوجوں کی ایک کثیر تعداد تلوار کے گھاٹ اتر گئی۔ بہادر مغل جدھر نکل جاتا تھا ادھر ہی خلجی غلاموں کے لاشوں کے ڈھیر لگ جاتے تھے آخر تمام گوجر قلعہ کے سامنے مٹی میں جا ملے، محمد شاہ کے تمام ساتھی بھی مارے گئے اور اس کا انجام بھی غمناک ہوا۔ محمد شاہ زخمی حالت میں ہمیر دیو کی لاش کو عقیدت سے دیکھ رہا تھا خلجیوں نے اسے لاشوں میں سے گھسیٹ کر علاؤ الدین کے سامنے کیا۔

علاؤ الدین نے محمد شاہ سے پوچھا۔

” اگر میں تیرا علاج کرا کے تجھے تندرست کروں تو تو میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ “

بہادر و شجاع مغل نے جواب دیا۔

"اگر میں اچھا ہو جاؤں تو تجھے قتل کر کے ہیر دیو کے بیٹے کو راجہ بناؤں"۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کے اوپر ہاتھی چلا دو۔

علاؤ الدین کے کارناموں کی مثالیں بغداد کی گلیاں بھی پیش نہیں کر سکیں جب قلعہ رنتھمبور فتح ہو گیا تب اس نے حکم دیا کہ جن ہندوؤں نے اس قلعہ کی فتح میں ہمارا ساتھ دیا انہیں حاضر کرو چنانچہ سب کو قطار میں کھڑا کر کے حکم دیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے، ان مقتولین میں رن مل وزیر بھی تھا۔

لوگ کہتے ہیں کہ ان ہندوؤں کو اس الزام میں قتل کرایا گیا تھا کہ انہوں نے اپنے راجہ سے بیوفائی کی تھی ہم کہتے ہیں کہ پھر تو اس بھیڑیئے کا الزام بالکل سچا تھا جو اس نے بھیڑ کے بچہ پر لگایا تھا کہ وہ دریا میں بہاؤ کی طرف پانی پی رہا تھا اور اس وقت اس بھیڑیئے نے یہ کہا تھا کہ تمہارے باپ دادا نے اس دریا کا پانی گندہ کیا تھا اور یہ الزام لگا کر بھیڑیئے نے بھیڑ کے بچہ کا لہو پی لیا۔

شہر ینجیبٹ، قصبہ کرانہ

دائیں کنارے پر پانی پت دریائے جمنا سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، پانی پت کی سیدھ میں جمنا کے دوسرے یعنی بائیں کنارے پر چوہان گوجروں کا شہر ینجیبٹ واقع تھا، قدیمی نوشتہ جات سے پتہ چلتا ہے کہ اس علاقہ کے موجودہ چوہان گوجروں کے جدِ امجد کلشہ راؤ چوہان کا یہ علاقہ ذاتی ملکیت تھی ویسے وہ ترائی کے میدان کا گنگا سے لے کر کانگڑہ تک کا راجہ تھا اور تھانیسر اسکا دارالخلافہ تھا، ۱۱۹۲ء کی تراوڑی کی لڑائی میں مارا گیا تو اس کے لڑکے ینجیبٹ آ گئے جہاں اس نے جمنا کے تمام کھادر کو اپنی جاگیر میں شامل کر لیا۔

گوجروں نے ۱۱۹۲ء کے بعد سے علاؤ الدین کے زمانہ تک نہ تو شاہان دہلی کو خراج دیا اور نہ مالگذاری دی۔ علاؤ الدین نے ایک فوج سپہ سالار تیتر خاں کی سرکردگی میں اس علاقہ میں بھیجی جس نے اپنے نام پر تیتر واڑہ آباد کیا اور ایک قلعہ تعمیر کیا تاکہ گوجروں کے اچانک حملوں سے مامون اور محفوظ رہے، قلعہ میں تیتر خاں کا اقتدار تھا اور قلعہ کے باہر گوجر تلواروں کے سہارے زندہ تھے، جب بھی تیتر خاں فوج کے ساتھ باہر نکلتا غریب عوام کی بہو بیٹیوں کو اٹھا لیتا۔ رعایا کے لوگ گوجر سردار کے پاس ینجیبٹ پہنچے۔

یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس علاقہ کے گوجر علاؤ الدین کے زمانہ سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے، گوجر سردار نے تیتر خاں کو تنبیہ کی کہ وہ اپنی حرکات سے باز آ جائے لیکن اس نے کوئی پرواہ نہ کی اس لئے تمام گوجروں نے بلالحاظ مذہب متحد ہو کر تیتر خاں پر حملہ کیا،

وہ قلعہ بند ہوگیا لیکن گوجروں نے حملہ کر کے قلعہ کی تمام دیواروں کو منہدم کر دیا، تیتر خاں... بھاگ نکلا لیکن جمنا کے کنارے "کھاس" میں مارا گیا، علاؤالدین کو جب خبر ہوئی تو اس نے ایک بھاری فوج روانہ کی، بہادر گوجروں کی فوج جان توڑ کر لڑی لیکن آخر شکست کھا کر جمنا پار کر کے پانی پت کے علاقہ میں آ دھمکے۔

الغ خاں نے شہر پنجیٹ تباہ و برباد کر دیا آج یہ ایک معمولی گاؤں ہے لیکن قدیم شہر کے کھنڈرات اور ٹیلے بہادر گوجروں کی عظمت کو یاد دلاتے ہیں، تھوڑے ہی دن بعد گوجروں نے اس علاقہ پر پھر قبضہ کر لیا اور شہنشاہ اکبر کے زمانہ تک ان لوگوں نے کسی بادشاہ کی ماتحتی قبول نہیں کی، اکبر نے قصبہ کیرانہ کو مہابھارت کے قدیم کھنڈرات کرانہ پر آباد کیا اور کرانہ پر گوجروں کی سرداری قبول کی۔ آخری سردار رانا ورق الدین مرحوم تھے جنہوں نے ۱۹۲۹ء میں انتقال کیا پنجیٹ ہی نام کا گاؤں کیرانہ سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے گو کیرانہ ایک شہر ہے لیکن آج تک تمام گوجر یہ کہتے چلے آرہے ہیں

شہر پنجیٹ، قصبہ کیرانہ

یعنی شہر تو پنجیٹ تھا یہ کرانہ تو صرف قصبہ ہے یہ کہاوت قیامت تک گوجروں کو ان کی عظمت یاد دلاتی رہے گی تیتر واڑہ میں بھی آج تک پوری آبادی گوجروں کی ہے اور رانا امداد علی صاحب مقتدر ہستی ہیں۔ تیتر واڑہ کے قلعہ کی آج اینٹ تک کا بھی پتہ نہیں ہے البتہ وہاں گوجروں کا ایک محلہ آباد ہے اور اسے کوٹ کہتے ہیں، کوٹ ہندی لفظ ہے جس کے معنی قلعہ کے ہیں۔ اس علاقہ سے صرف شہنشاہ اکبر نے... مالگذاری وصول کی۔

سیوانہ کے گوجر

علاؤالدین نے تمام ملک پشاور سے لیکر بنگال تک اور... شوالک پہاڑ سے لیکر دکن تک فتح کیا اور اپنے قہر و جبر سے مقامی راجاؤں کو دبایا، اگر کوئی بات کا پکا بھی رہا تو اسے اس کے علاقہ میں چین سے نہ رہنے دیا چنانچہ سیوانہ کے گوجروں پر علاؤالدین نے اس وقت توجہ دی جب اسے دکن کی فتوحات حاصل ہو چکیں علاؤالدین نے سیوانہ کے راجہ ستیل دیو کو لکھ کر بھیجا کہ وہ بلا چون و چرا ماتحتی قبول کرے مگر ستیل دیو نے مقابلہ کرنے کی ٹھانی لیکن شکست کھا کر قلعہ بند ہونا پڑا، جب فتح کی امید جاتی رہی تو علاقہ کو تباہی سے بچانے کیلئے اس نے علاؤالدین کو صلح کا پیغام بھیجا، چونکہ محاصرہ طول پکڑ چکا تھا۔ علاؤالدین نے صلحنامہ پر دستخط کر دیئے اور پھر ستیل دیو نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور سو ہاتھی علاؤالدین کو بطور تحفہ بھیجے لیکن علاؤالدین نے فوج کو اشارہ کیا اور قلعہ میں داخل ہو کر

ہو کر تمام سامان پر قبضہ کر لیا، جب قلعہ بالکل خالی ہو گیا اور اس میں ایک تنکا بھی باقی نہ رہا تو...
سیتل دیو سے جنس کر کہا۔
"اب تم اس قلعہ کے مالک ہو"
اور اس کا تمام علاقہ اپنے سرداروں میں بطور جاگیر تقسیم کر دیا۔
سیتل دیو نے بھی قلعہ کو چھوڑ کر ایک جماعت جانبازوں کی فراہم کر کے چھاپہ مارنے کا وطیرہ اختیار کیا اور سیوانہ کے علاقہ میں کوئی بیرونی مسلمان زندہ نہ چھوڑا اور علاؤالدین کی وفات کے بعد ان بہادروں نے پھر آزاد ریاست قائم کر لی، یہ ریاست آخر کو ۱۹۴۷ء میں ختم ہوئی۔

بےمثال، بےنظیر، لاثانی، یکتائے زمانہ خوددار گوجر قوم

علاؤالدین کی سلطنت پہاڑوں سے پہاڑوں تک اور سمندر سے سمندر تک جا پہنچی کوئی راجہ یا حکمران ایسا نہ رہا جو مقابلہ کو نکل سکے مغلوں کو بھی کئی بار اتنی بھاری بھاری تعداد میں ذبح کیا گیا کہ علاؤالدین کے نام سے مغل کانپنے لگے اور انہوں نے آریہ ورت پر حملے کرنا بند کر دیئے ایک روز اس کے دل میں آیا کہ کیوں نہ ایک نئی شریعت کا آغاز کر دیا جائے اس سے تو وہ باز رہا لیکن اس کے باوجود وہ مذہبی عالموں اور قاضیوں کی کوئی قدر نہ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ان میں لیاقت نہیں ہوتی کہ رموز مملکت داری سمجھ سکیں۔
یہ بادشاہ کا کام ہے کہ سلطنت کیلئے قواعد و ضوابط نافذ کرے، شرع اور اہل شرع کو اس سے کوئی تعلق نہیں، البتہ جھگڑوں اور مقدموں کا تصفیہ اور طریق عبادت بتانا قاضیوں اور علماء کا کام ہے، چنانچہ جس چیز کو وہ مناسب سمجھتا اس پر عمل کر گزرتا خواہ وہ مشروع ہوتی یا غیر مشروع ہو اس سے کوئی تعلق نہیں چنانچہ ضیاؤالدین برنی قدیم مورخ اپنی تاریخ کے صفحہ نمبر ۲۸۹ پر تحریر کرتا ہے۔
"چوں دربار شاہی رسید در دلِ او ہمچنیں نقش لبستہ کہ ملک داری و جہانبانی علیحدہ کار لیست و روایت و احکامِ شریعت علیحدہ امرلیست و احکام بادشاہی بہ بادشاہ متعلق است و احکامِ شریعت بہ روایت قاضیان و مفتیان مفوض است و بر حکم اعتقاد مذکور ہر چہ درکار ملک داری و افراہم آمدے و صلاح ملک در آں دیدے آں کار خواہ مشروع و خواہ نامشروع بکردے و ہرگز در امور جہان داری خود مسئلہ و روایتے نہ پرسیدے"

ایک روز بادشاہ نے ایک قاضی مغیث صاحب سے پوچھا کہ کس ہندو کو خراج گزار اور خراج دہ کہا جاتا ہے چنانچہ قاضی جی نے جواب دیا:۔

"اگر محصل خوئے در دہن او انداز داد بے ہیچ تنفّرے دہن باز کند"

یعنی محصول لینے والا اگر اس کے منہ میں تھوکے تو وہ بغیر کراہیت کے اپنا منہ کھولدے۔ (یہ تھا قاضی جی کا فتویٰ۔ مؤلف)

پھر قاضی جی نے مزید فرمایا کہ:۔

"ہندو سے جزیہ لینا بھی جائز نہیں، بس انہیں یا تو مسلمان بناؤ ورنہ قتل کردو"

علاؤالدین یہ فتویٰ سن کر ہنسا اور کہا "قاضی جی! یہ باتیں جو تم نے کہی ہیں میں انہیں نہیں جانتا لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ خوط اور مقدم (دیہات کے زمیندار اور چودھری) اچھے اچھے کپڑے پہنتے ہیں اور ولائتی تیر کمان چلانا جانتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کرتے ہیں اور شکار کھیلتے ہیں، جہاں تک خراج، جزیہ، مکانوں کا محصول اور جنگلوں کی چرائی کا تعلق ہے تو وہ ایک جیتل (سکّہ) بھی ادا نہیں کرتے وہ دیہات سے اپنی نمبرداری کا حصّہ علیحدہ وصول کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ تھی ہمارے بزرگوں کی خودداری، کیوں دیتے غیر ملکیوں اور غاصبوں کو مالگزاری زمین ہماری اور ہم ہی جنگلوں کا محصول بادشاہوں کے خزانہ میں بھریں تاکہ وہ شراب پئیں اور لوگوں کی عزت و آبرو پر ڈاکہ ڈالیں، یہ وہ الفاظ ہیں جو ایک شہنشاہ جابر، قاہر اور غصہ ور کے منہ سے ہماری بابت نکلے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ آریہ زمینداروں، چودھریوں، گوجروں، جاٹوں اور راجپوتوں کی بہادری کی مثال دنیا میں نایاب ہے، ایک ہزار سال تک ہمارے اوپر چمکتی ہوئی تلواریں رہیں لیکن ہم نے ہمیشہ تلوار کا جواب تلوار سے دیا، لوگ غلط تاویلیں نکال کر آجکل خواہ مخواہ ہمارے ذہنوں پر ان بادشاہوں کا تقدس بٹھا رہے ہیں حالانکہ اگر حقیقی نظروں سے دیکھا جائے اور شمہ برابر بھی تعصب کو درمیان میں نہ لایا جائے تو کیا انصاف پسند دنیا ان حکمرانوں کے کارناموں کو جنکا تذکرہ ہم کرچکے ہیں یا آئیندہ کریں گے منصف کہہ سکتی ہے کیا انسانیت کا یہی تقاضہ ہونا چاہئے جو علاؤالدین وغیرہ جیسے حکمرانوں کا تھا، کمال تو اس بات پر ہے کہ جس محمد بن قاسم کو خلیفہ بغداد نے سزائے موت دی ہو ہم ابھی ہنستی)

کو مقدس سمجھتے ہیں حالانکہ کسی عربی تاریخ سے اس امر کی تصدیق نہیں ہوتی کہ خلیفۂ بغداد اپنے اس فعل پر کبھی متاسف ہوا ہو۔

(۲)
خوددار گوجر کانر دیو

گوجروں کی خودداری کی ایک اور مثال اسی سب سے بڑے شہنشاہ کے زمانے میں ملتی ہے، جالور کے علاقہ پر گوجروں کا ایک خاندان حکومت کرتا تھا، جالور کے راجاؤں کے دو کتبوں کی نقلیں اس تاریخ کے حصّہ دوئم میں شائع ہو چکی ہیں جسمیں اس خاندان کے راجاؤں نے خود اپنے کو گوجر تحریر کیا ہے، علاء الدین خلجی کے زمانہ میں جالور کا راجہ کانر دیو تھا جو علائی فتوحات کا ایک شکار ہو چکا تھا، علاء الدین "رستم ثانی" کہلاتا تھا، اس نے کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ بغداد وغیرہ کو فتح کیا جائے، لیکن اس نے یہ سوچکر کہ کہیں دار الخلافہ سے عدم موجودگی میں کوئی اور سلطنت پر قبضہ نہ کرلے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش نہ کی لیکن اسے تمام آریہ ورت پر وارنگل تک فتح پانے کی خوشی نے آپے سے باہر کر دیا، ایک دن اس نے دربار میں کہا "میرے پاس اس قدر فوج ہے کہ دنیا کا کوئی شہنشاہ میرے مقابلہ کو نہیں نکل سکتا" بہادر گوجر کانر دیو دربار میں بیٹھا تھا گوجری خون اس کی رگوں میں کھولنے لگا اس نے فوراً اٹھ کر کہا:۔

"گوجروں میں اب بھی اتنی طاقت ہے کہ مقابلہ کر سکیں دنیا مقابلہ کو آئے یا نہ آئے"!!

علاء الدین اس وقت تو بالکل خاموش ہو گیا مگر جب کانر دیو اپنے علاقہ جالور میں پہنچا تو دو تین ماہ بعد علاء الدین نے ایک زبردست فوج تیار کر کے اپنی ایک لونڈی... (کنیز) کو سپہ سالار کر کے جالور کی طرف روانہ کیا اس کنیز کا نام گل بہشت تھا، بہادر گوجر کو جب صورت حالات سے آگاہی ہوئی تو اس نے پاخانہ صاف کرنے والی ایک بھنگن یاروتی کو بھنگیوں کی فوج دیکر اس کے مقابلہ پر روانہ کر دیا، خدا کی قدرت دیکھئے کہ بھنگیوں کو شکست تو ہوئی لیکن سپہ سالارنی بھنگن یاروتی کا تیر گل بہشت کے جا کر لگا اور وہ مر گئی، تمام کنیزیں اپنی سپہ سالارنی کے ساتھ پسپا ہو کر واپس آئے۔ اور ایک روز علائی فوجوں کا سپہ سالار شاہین خلجی کو بنایا گیا

فارسی مورخین نے تحریر کیا ہے کہ شاہین بیٹا گل بہشت کا تھا چنانچہ ہو سکتا ہے کہ اس کی ماں گل بہشت ہی ہو کیوں کہ یہ بیرونی مسلمان زیادہ تر لونڈی باندی زادے ہوا کرتے تھے۔

القصہ شاہین خلجی نے معرکۂ کارزار میں داد مردانگی دی اور کام آیا خلجی فوجیں سر پر پیر رکھکر بھاگ کھڑی ہوئیں اور انہوں نے ایک جائے محفوظ پر جا کر دم لیا علاؤالدین کو یہ خبر سن کر سخت ندامت ہوئی اور اس نے غصہ میں آکر مزید فوج کمال الدین کی سرکردگی میں دلی سے روانہ کیں کانہر دیو نے کمال الدین خلجی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا آخر کئی روز کی لڑائی کے بعد اسے اس علائی عظیم سمندر کو تلوار کی آب وچمک سے ختم کرنے میں نا ممکنات نظر آنے لگے اس لئے وہ قلعہ بند ہو گیا، علاؤالدین نے محاصرہ کی طوالت اور اپنی خجالت کا احساس کرتے ہوئے مزید فوج بھیجی آخر کار بمشکل تمام قلعہ فتح ہوا اور کانہر دیو کی اولاد میں ایک دودھ پیتا بچہ بھی زندہ نہ چھوڑا گیا، بچے کھچے بہادر گوجر جنگلوں میں جا چھپے اور علاؤالدین کی موت کے بعد پھر برسر اقتدار آگئے اس لئے گیارھویں صدی میں بھیران کا ایک کتبہ ان کی سلطنت کے استقلال کا پتہ دیتا ہے۔

اسی سال علاؤالدین نے قانون بنایا کہ جہاں مغل نو مسلم ملیں انہیں قتل کیا جائے اور اس کا مکان اور جائیداد قاتل کو سونپی جائے، اسی سال علاؤالدین نے دہلی میں مسلمانوں کے ایک فرقہ کے بارے میں حکم دیا کہ اس قوم کو آرے سے چیر ڈالیں چنانچہ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی اور چند ہی دنوں میں اس قوم کا نام ونشان تک مٹ گیا۔

خوددار گوجروں کا خوددار بھنگی خسرو شاہ

علاؤالدین خلجی کی موت بھی آخر کار گوجروں کے بھنگیوں کے ہاتھوں ہی واقع ہوئی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۲۹۹ھ میں جب علاؤالدین کی فوجوں نے گجرات کو تباہ و برباد کیا تو جہاں گجرات کے شہروں کو لوٹ کر اونٹوں پر سامان لادے گئے وہیں رعایا کے لڑکے اور لڑکیاں لونڈی اور غلام بھی بنائے گئے۔ غلاموں میں کنبھایت شہر سے آیا ہوا ملک کافور بھی تھا جو ایک بہادر سپہ سالار نکلا اور اس نے علاؤالدین کیلئے تمام دکن کو فتح کیا۔ ملک کافور شودر قوم سے تھا اس کا قدیمی نام مانک تھا، علاؤالدین نے اسے بادشاہوں کیطرح معشوق بنایا۔ عصامی نے اپنی فارسی تاریخ میں... اس کے حسن کی بیحد تعریف لکھی ہے، اسی محمودی ایازی محبت نے ملک کافور کو سپہ سالار

بنایا تھا چنانچہ اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کیلئے ملک کافور نے علاؤالدین سے ایسے احکام صادر کرائے کہ تمام شہزادوں کو قید کرا دیا، علاؤالدین کی موت کے بعد اس نے علاؤالدین کی سب سے چھوٹی جوان بیوی کو اپنی زوجہ بنایا اور اس کے لڑکے شہاب الدین کو تخت پر بٹھایا پھر شہزادہ... مبارک خاں کے قتل کا حکم دیا، شہزادے نے قاتلوں کو عاجزی سے اپنی طرف ملا لیا اور ملک کافور کو ختم کرا دیا۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ ملک کافور نے علاؤالدین کو زہر دیکر مار ڈالا تھا، عجیب بات یہ ہے کہ تمام قدیم مورخین بھی یہی بات کہتے چلے آ رہے ہیں حتمی فیصلہ کسی نے بھی نہیں کیا کہ واقعی علاؤالدین اپنی خباثت سے مرا یا ملک کافور نے اسے مارا۔

مبارک شاہ نے نہ صرف ملک کافور کو مروایا بلکہ خلجی خاندان کی وہ عورتیں جن کو ملک کافور نے اپنے گھر میں رکھ چھوڑی تھیں وہ بھی مروا دیں اور شہاب الدین کی آنکھیں پھوڑوا کر قلعہ گوالیار میں بھیج دیا، اور ملک شادی خاں وغیرہ کو بھی ختم کرا دیا، جس زمانہ میں یہ واقعات رونما ہو رہے تھے کسی نے شیخ بشیر قدس سرہٗ سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟"

انہوں نے فرمایا کہ علاؤالدین نے اپنے چچا و ولی نعمت کا گھر تباہ کیا تھا اس کا بدلہ.. ہو رہا ہے!!

گجرات کے غلاموں میں دوسرا غلام خسرو شاہ تھا، مورخین بہت چھان بین کے بعد بھی اس کا سابقہ نام معلوم نہ کر سکے یہ بات تحقیق شدہ ہے اور پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ خسرو شاہ گجرات کا بھنگی تھا، سڑکیں صاف کرتا تھا اور پاخانہ اٹھانے کا کام کرتا تھا۔

ملاحظہ ہو:۔ کیمبرج ہسٹری آف انڈیا جلد سوم صفحہ نمبر ۱۲۰

" گلوری وینٹ واز گجرد لیش حصہ دوم صفحہ نمبر ۴۵۶

" گجرات کی ہندی و گجراتی زبان کی تاریخ وغیرہ

" آب کوثر صفحہ نمبر ۱۰۸ سطر ۲ از شیخ محمد اکرام۔ ایم۔ اے

خسرو خاں نے جب اسلام قبول کیا تھا تو اس کا نام حسن رکھا گیا تھا، جب مبارک شاہ خلجی تخت پر بیٹھا تو وہ اس کے حسن پر فریفتہ ہو گیا اور اس کو خسرو خاں کا خطاب دیکر ملک کافور اور ملک شادی خاں کے تمام لشکر اس کو سونپ دیئے اور اسے پھر وزیر بنا کر ملک کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دیدی اور خود عیاشیوں میں منہمک ہو گیا..

خاں صاحب خسرو جیسا حسین محبوب تھا دلیاہی ایک قابل حکمراں بھی نکلا اس نے جیلوں سے سترہ ہزار قیدی رہا کئے، مسلمان جلالیوں کو بلا کر ان کے وظیفے مقرر کر دیئے غربا میں خیرات کو رواج دیا، علاء الدین کے ظالمانہ قوانین کو منسوخ کیا اور جو زمیندار جنگلوں میں چھاپہ مارتے پھرتے تھے ان سے مصالحت کرلی۔

گجرات میں جن مسلم سرداروں نے سرتابی کی تھی ان کی سرکوبی کیلئے خود مبارک شاہ نے قدم اٹھایا، مبارک شاہ نے اہیر خاندان کے زمیندار ہرپال دیو کو جو دیوگری کے سابقہ راجہ کا داماد تھا پکڑوا کر جانوروں کی طرح اس کی کھال کھنچوائی اور اس کا سر دولت آباد کے صدر دروازے پر لٹکوا دیا، علاقہ رہٹ اور ملتان میں دوبارہ رعب داب قائم کیا گیا۔

خسرو خاں نے ولایت تلنگ و معبر کو فتح کیا اور بھاری مال غنیمت لاکر شاہی خزانہ میں داخل کیا۔ بادشاہ مبارک شاہ بیحد خوش ہوا، معشوق کی جدائی شاق تھی اس کی محبت اور اس کے وصال پر عقل و خرد برباد کی تھی، چنانچہ اس کی آمد کی خبر سنتے ہی حکم دیا کہ اسے پالکی میں سوار کر کے ہر منزل میں کہار بہم پہنچا کر جلدی سے حضور میں روانہ کریں

خسرو خاں کے اندر چند ماہ سپہ سالاری کر کے مردمی جاگ چکی تھی وہ مبارک شاہ کو فعلِ بد سے تو نہ روک سکا لیکن اس کے دل میں کینہ پیدا ہو گیا، ایک سردار.... بہاء الدین دبیر بھی سلطانِ مبارک شاہ سے ناراض تھا کیونکہ اس کی منکوحہ بیوی پر بادشاہ نے دست درازی کی تھی، چنانچہ خسرو خاں اور بہاء الدین اپنی بے عزتیوں کا بدلہ لینے کیلئے متفق ہوئے، خسرو خاں نے ایک روز بادشاہ سے عرض کی کہ میں چونکہ ہندی مسلمان ہوں اور بیرونی مسلمان مجھ سے حسد کرتے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی قوم کے اور آدمی بلاؤں، بادشاہ نے سوچ کیا کہ اور معشوق بہم پہنچیں گے اسے اجازت دے دی اس نے چالیس ہزار گجراتی مسلمان اکٹھے کئے، ایک رات کو ایسے وقت جب کہ مبارک شاہ ہزار جان سے فریفتہ تھا خسرو نے اس سے اپنی قوم کے آدمیوں کے لئے محل میں آجانے کی اجازت حاصل کی چنانچہ جب محلوں کی کنجیاں خسرو کو مل گئیں تو اس نے جاہر بیگ، ابراہیم، اسحٰق وغیرہ وغیرہ ان لوگوں کو جن پر ظلم و ستم خلجیوں نے ڈھائے تھے اور جن کی بے عزتی کی گئی تھی اپنے ساتھ ملا کر اگلی رات کو چپکے سے

محل پر چڑھا کر گرا دیا، دربان مارے گئے، اس حملہ کی کمان خود خسرو خاں کر رہا تھا، قاضی ضیاء الدین ملقب بہ قاضی خاں موقعہ پر پہنچا تو خسرو خاں کے چچا مندل سے باتیں کرنے لگا کہ اتنے میں... جاہر بیگ جس نے قاضی خاں کے قتل کا بیڑہ اٹھایا تھا قاضی خاں کے پس پشت آ کر... ایسی شمشیر ماری کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ قاضی خاں کے ساتھی بھاگ نکلے اور ہزار ستون.. (محل) میں ایک شور بلند ہو گیا، بادشاہ مبارک شاہ حقیقت حال دریافت کرنے کیلئے باہر نکلا اسے دیکھتے ہی خسرو خاں کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور جوش انتقام میں بادشاہ کے سر کے بال مضبوطی سے پکڑ لئے اور اسے بھاگنے کی مہلت نہ دی، فوراً جاہر بیگ نے آ کر ایک ہی شمشیر سے بادشاہ کا کام تمام کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر محل کے نیچے پھینک دیا پھر جاہر بیگ، حسام الدین اور خسرو خاں وغیرہ وغیرہ جو سب کے سب گجرات کے مقامی مسلمان تھے حرم سرا میں داخل ہوئے، انھوں نے اندر گھس کر پہلے شہزادوں کو قتل کیا اور پھر خلجی خاندان کی تمام عورتوں کو آپس میں تقسیم کر لیا۔

نوٹ:۔ یہ تمام واقعات فارسی تاریخوں کے مطابق ہیں ہم نے اختصار کو مدِ نظر رکھا ہے آجکل متعصب بیرونی النسل مسلمان خسرو خاں پر تہمت رکھتے ہیں کہ وہ پکا مسلمان نہیں تھا، بہت خوب! اگر وہ بے غیرتی کی زندگی بسر کرتا تو ایاز کی طرح اس کی تعریف ہوتی جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا ہے، لیکن اگر اس نے ایک بدمعاش بادشاہ کو ختم کر دیا تو اس کی مسلمانی میں بھی شک واقع ہو گیا، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ کس قسم کی تہذیب تھی کہ غیر مذہب والوں کو تو غیر مسلم کہہ کر مارا جائے ان کے گھر لوٹے جائیں اور اگر مفتوح قوم کا کوئی شخص اسلام قبول کرے تو اسے غلام بنا لیا جائے۔

المختصر صبح ہوئی تمام عورتوں سے نکاح کر لیا گیا، خسرو خاں کے بھائی حسام الدین نے علاء الدین کی لڑکی سے نکاح کیا اور خود خسرو خاں نے علاء الدین کے بیٹے قطب الدین کی بیوی سے نکاح کیا اور باقی حرم سرا کی تمام لونڈی باندیوں اور آزاد مستورات کو اپنی قوم کے مسلمانوں کے حوالے کیا، تمام علائی سرداروں نے اس کی ماتحتی قبول کی۔

خسرو خاں بلقب خسرو شاہ تخت پر بیٹھا اور اپنے بھائی کو خانخاناں خطاب دیکر سپہ سالار مقرر کیا، یہ عمل اور کارروائیاں اسی طرح کی تھیں جس طرح محمود غزنوی کی اولاد اور ان کی عورتوں کے ساتھ غوریوں نے غزنی میں کیا تھا۔

محمد غوری پر جو فتویٰ صادر ہوگا وہی خسرو شاہ پر بھی عائد ہوگا، ورنہ نسلی تعصب کی اور بات ہے، یہ بیرونی حکومتیں اسی دن ختم ہو جاتیں، کاش تمام آریہ ورت مسلمان ہو چکا ہوتا۔ بیرونی مسلم مورخوں نے تمام بے بنیاد الزامات خسرو شاہ پر نسلی تعصب کی بناء پر لگائے ہیں اور اسی نسلی تعصب کی بنا پر خسرو شاہ مارا گیا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے اور یہ تفصیل خسرو شاہ کے سچے مسلمان ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

خسرو شاہ نے تخت سلطنت پر متمکن ہو کر علائی امیر پسر قرہ قمار اعظم الملک کو شائستہ خاں خطاب دیا اور اسے اپنے امیروں میں شامل کیا، عین الملک ملتانی کو امیر الامرا بنایا، ملک وجیہہ الدین کو تاج الملک خطاب دیکر وزیر کیا، فخر الدین جونا کو آخور بیگ بنایا۔

یہ حالات جب صوبیداروں تک پہنچے تو انہیں بھی تخت علائی حاصل کرنے کی ہوس ہوئی، ملک فخر الدین جونا کا باپ پنجاب کا حاکم تھا چنانچہ اس نے اپنے باپ کو دلی پر قبضہ کرانے کیلئے دو تین ماہ بعد آدھی رات کے وقت دلی سے پنجاب کا راستہ لیا، صبح سویرے اس کے تعاقب میں علاؤ الدین کے قدیم امراؤں میں سے ایک امیر پسر قرہ قمار اعظم الملک شائستہ خاں معہ دوسرے امرائے نامدار کے روانہ ہوا لیکن وہ فخر الدین کو نہ پکڑ سکے۔

فخر الدین صحیح سلامت دیپالپور میں اپنے باپ غازی ملک سے جاملا، غازی ملک تغلق نے ملتان کے حاکم مغلطی کو لکھا کہ وہ دلی پر قبضہ کرنے کے لئے اس کی مدد کرے، لیکن اس نے جواب دیا کہ ہم لوگوں کو دلی کے معاملات میں دخل نہیں دینا چاہیئے۔

غازی ملک تغلق نے پھر بہرام کو خط لکھا، بہرام مغلطی کا ماتحت تھا اس نے غازی ملک سے سازش کر کے مغلطی کو مار دیا اور غازی ملک تغلق سے مل گیا، پھر غازی ملک تغلق نے علاقہ سمانہ کے صوبیدار ملک کو اپنی حمایت کیلئے خط بھیجا، ملک بیگ نے وہ خط بجنسہٖ خسرو شاہ کے پاس بھیجدیا اور خسرو شاہ کی حمایت میں بغیر شاہی احکام حاصل کئے غازی ملک پر حملہ کیا لیکن شکست کھا کر واپس سمانہ میں آیا، سمانہ کے ہندو زمینداروں کو جب اس افراتفری کا پتہ چلا تو انہوں نے غدر برپا کر کے خسرو شاہ کے حامی ملک بیگ کو ختم کر دیا۔

خسرو شاہ نے دلی سے یوسف صوفی ملقب صوفی خاں اور اپنے بھائی خانخاناں کو معہ ایک کثیر مسلم سپاہ کے غازی الملک تغلق کے دفع کے واسطے بھیجا ان دونوں.... سپہ سالاروں کا مقابلہ غازی ملک تغلق اور بہرام کی مشترکہ فوجوں سے سرستی دتھانیسر کے حدود

میں ہوا لیکن دلی کی شاہی فوجوں نے شکست کھائی۔

خسرو شاہ نے دلی میں دربار منعقد کیا، علماء و مشائخ کو نذریں پیش کیں، مسلمان سرداروں کو جنگ کیلئے تیاری کا حکم دیا اور انہیں پیشگی تنخواہیں دیں لیکن رات کو عین الملک ملتانی نے بہرام ملتانی کی وجہ سے دلی چھوڑ کر مندو کی راہ لی، خسرو شاہ کو اس برقت دھوکہ بازی سے سخت پریشانی ہوئی، اسی دوران غازی ملک تغلق اور بہرام ملتانی کی فوجیں دلی کے نواح میں پہنچ گئیں، دلی کی فوجوں کے سردار خود خسرو شاہ، ملک تلیغہ ناگوری اور شائستہ خاں تھے معرکۂ کارزار گرم ہوا، ملک تلیغہ ناگوری اور شائستہ خاں نے بہادری کے جوہر دکھائے اور مارے گئے۔ دلی کی فوج شکست کھاکر بھاگی خسرو شاہ کو دلی کے نواح سے گرفتار کیا گیا۔ اور قتل کر دیا گیا۔

مندرجہ بالا واقعات فارسی تاریخوں سے مذکور کئے گئے ہیں متعصب بیرونی مسلمان مورخوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ (نعوذ باللہ) خسرو شاہ قرآن شریف کی بےحرمتی کرتا تھا۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ خسرو شاہ نے پورے ایک سال پانچ ماہ حکومت کی، بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اس کے اعمال کا دلی کے مشائخ و علماء کو پتہ نہ ہوتا جو اس کے حامی تھے۔

ملتان کا مسلمان سردار مغلطی اس کی حمایت میں مرا، سمانہ کا مسلمان صوبیدار ملک بیگ اس کی حمایت میں جاں بحق ہوا، ملک تلیغہ ناگوری اور شائستہ خاں، یوسف صوفی خاں وغیرہ وغیرہ بہت سے مسلمان امراء اس کے دل و جان سے حامی تھے اور ان میں سے کوئی اس کی قوم سے تعلق نہ رکھتا تھا لہٰذا متعصب مورخوں کی یہ بات قابل قبول نہیں ہوسکتی کہ وہ مسلمان نہ تھا رہی علاؤالدین کے گھر کی تباہی کی ذمہ داری سو جیسا کہ اس زمانہ کے ایک بزرگ شیخ بشیر قدس سرہٗ نے فرمایا تھا اس کا جواب انہیں کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"علاؤالدین نے اپنے چچا اور ولی نعمت کا گھر تباہ کیا تھا اس کا بدلہ ہو رہا ہے
از مکافاتِ عمل غافل مشو"

مزید یہ کہ تمام غلام خاندان اسی طرح غلاموں کی پارٹی بازی میں ختم ہوئے، اکیلا خسرو شاہ اس کا ذمہ دار نہیں اس کی ذمہ داری غلام بنانے کے رواج پر سمجھنی چاہیئے یہی حالات بغداد میں سلجوقیوں اور ترکوں نے کئے تھے، یہ سب حالات ملک گیری، ہوس رانی اور خود غرضی پر مبنی تھے غازی ملک کا ساتھ بہرام ملتانی نے اپنی غرض سے دیا تھا چنانچہ جب دلی کی حکومت غازی ملک

کو مل گئی تو اس نے اپنا نام سلطان غیاث الدین تغلق رکھا اور تخت پر قدم رکھتے ہی اپنے ساتھی بہرام ملتانی کو نہ صرف ملتان کا حاکم بنا دیا بلکہ اسے کشلو خاں خطاب دیکر تمام بلاد سندھ بھی اسے تفویض کئے اور اپنے اس بیٹے کو جس نے دتی دربار سے غداری کی تھی اور اپنے باپ کے سائتھ تخت پر قبضہ کرنے میں سازش کی تھی ولیعہد بنایا اور اس کا خطاب الغخاں ہوا، اس کے علاوہ غازی ملک کے چار بیٹے اور تھے جن کے نام بہرام خاں،... ظفر خاں، محمود خاں اور نصرت خاں تھے، ان سب کو سرداری دیگئی۔

المختصر اس طرح تغلق خاندان برسر اقتدار آگیا، چند ہی سال بعد اسی ہونہار سازشی بیٹے فخر الدین جونا نے اپنے باپ کو ایک کچا مکان بنوا کر اور اسمیں دعوت کر کے چھت گروادی اور اپنے باپ کی ہلاکت کا باعث ہوا اور اپنا نام محمد تغلق شاہ رکھا۔

ملاحظہ کیجئے جب یہ باپ بیٹے مسلمان کہلا سکتے ہیں تو خسرو شاہ تو ان سے لاکھ درجہ اچھا تھا جو علماء و مشایخ کی قدر کرتا تھا اس نے اپنے باپ کو بھی جان سے نہیں مروایا، تمام اعیان ملک اسکے ساتھی تھے، اور ہاں۔ اسی محمد تغلق اور بہرام ملتانی کی آئندہ کھٹ پٹ ہوگئی، محمد تغلق نے اسے گرفتار کرا کے بڑی بے عزتی کے ساتھ قتل کرایا۔

اب ذرا سوچئے کہ غازی ملک، بہرام ملتانی اور فخر الدین جونا کی یہ جماعت اقتدار حاصل کر کے خود ایک دوسرے کی جانی دشمن بن گئی۔

لہٰذا اس واقعہ کے حسن و قبح پر غور کر کے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ تمام جھگڑا نسلی... تعصب کی بناء پر مسلمانوں کی دو پارٹیوں میں تھا جو بیرونی النسل مسلمان خسرو شاہ کی طرف رہے وہ محض اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے رہے ان میں نسلی تعصب نہ تھا اور جن لوگوں نے غازی ملک کا ساتھ دیا وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے اوپر ایک ہندی مسلمان حکومت کرے۔ خسرو شاہ کے اسلام پر اس وجہ سے بھی شک نہیں ہو سکتا ہے کیوں کہ نہ تو ہندوؤں نے اس کی حمایت کی اور نہ اس نے ہندوؤں کو اپنی مدد کیلئے بلایا بلکہ اس کا ایک وفادار ساتھی ملک بیگ جو علاقہ سمانہ کا صوبیدار تھا عین لڑائی کے موقعہ پر ہندوؤں کے ہاتھ سے مارا گیا رہا خسرو شاہ پر یہ الزام کہ اس نے سلطان علاء الدین کے بیٹے قطب الدین کو مار کر اس کی بیوی سے نکاح کیا تو یہ عین مطابق اسلام ہے کہ مسلمان عورت اور مسلمان مرد کی شادی ہو، بعض مورخین نے یہ بھی الزام لگایا ہے کہ خسرو شاہ نے بغیر عدت پوری ہوئے سلطان علاء الدین

کے بیٹے کی بیوی سے نکاح کیا تھا یہ سراسر بہتان ہے کیوں کہ یہ نکاح علماء و مشائخ نے کیا تھا اس نے گھر میں چھپ کر اسے اپنی حرم نہیں بنایا تھا، جب تک خسرو شاہ برسر اقتدار با کسی نے اس پر کوئی الزام عائد نہیں کیا، تمام مشرقی علاقہ اس کا حمائتی تھا، تغلق دور میں بلکہ تغلق دربار میں لکھی گئی تاریخیں مثلاً تاریخ فیروز شاہی وغیرہ کے مورخوں نے اس کے خلاف یہ.... من گھڑت الزامات اپنے آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے بعد میں وضع کئے، ان الزامات پر جب بعد میں تنقیدیں ہوئیں تو ان کے غلط امکانات روشن ہوئے تو تین سو سال بعد کے نسلی متعصب مورخوں مثلاً مورخ فرشتہ نے یہاں تک لکھ مارا کہ ان لوگوں کو بھی مار دیا گیا تھا جن لوگوں نے اس نکاح پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ مولف اس تاریخ کا گرجبر کہتا ہے کہ اگر بیرونی مسلمان ایسے ہی صاف ستھرے تھے تو انہوں نے بہاالدین کی زوجہ پر دست اندازی کے الزام میں بادشاہ مبارک کو کیوں قابلِ گرفت نہ سمجھا، علاءالدین نے اپنے حقیقی چچا اور خسر دنیز اپنے ولی نعمت جلال الدین کو مار دیا تھا تو علاءالدین پر کون سی دفعہ جرم عائد کی گئی تھی؟ اگر خسرو شاہ کامیاب ہو جاتا تو یہی خوشامدی مفت کی روٹیاں درباروں میں کھانے والے خسرو شاہ کو بھی وہی درجہ دے دیتے جیسا کہ غوریوں کو دیا گیا ہے جنہوں نے کامیابی کے ساتھ سبکتگین کی اولاد کا ایک بچہ زندہ نہ چھوڑا اور اس غزنوی خاندان کا قبرستان اکھاڑ کر ہڈیوں میں آگ دیدی۔

جب غوری اور علاءالدین مسلمان کہلا سکتے ہیں تو خسرو شاہ کے مسلمان ہونے میں.. کوئی شک نہیں ہوسکتا اور کون سا بیرونی مسلمان بادشاہ ایسا تھا جس نے باپ یا بھائیوں یا عزیزوں و رشتہ داروں کو قتل نہ کیا ہو۔

اگر یہ کہا جائے کہ خسرو شاہ غلام تھا اسے اپنے خلجی آقا کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا تو ایسا ہی اور بالکل اسی نوعیت کا کام اسی سابقہ خلجی خاندان نے کیا تھا جلال الدین اصل ترک نہیں تھا۔

(ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ۔ جلد اول۔ صفحہ نمبر ۱۴۳)

چنانچہ اسی غلام جلال الدین خلجی نے اپنے آقا کیقباد کو مار کر تخت حاصل کیا تھا اگر جلال الدین کے پوتے کے ساتھ اس کے غلام نے وہی تقلید کی تو اس میں صرف خسرو شاہ کیوں قابل ملامت گردانا جائے۔

الغرض اس طریقہ سے اگر تمام بیرونی مسلم حملہ آور، بادشاہوں کو پرکھا جائے تو انکی حکومتوں کو "اسلامی حکومت" نہیں کہا جا سکتا۔

چنانچہ ہم پہلے بھی تحریر کر چکے ہیں کہ بنی امیۃ محمد بن قاسم سے لیکر بہادر شاہ ظفر تک جتنے بھی بادشاہ ہوئے اُن میں اچھے اور بُرے کا امتیاز تو ہو سکتا ہے لیکن کسی ایک کی حکومت کو "اسلامی حکومت" نہیں کہا جا سکتا۔

بہت سے ناواقف ہندی مسلمان یہ کہہ دیتے ہیں کہ ان حکومتوں کے طفیل ہم مسلمان ہو گئے یہ خیال دل سے بالکل نکال دینا چاہیئے، اگر محمود غزنوی کو ذرا سی مہلت اور مل جاتی تو جس طرح اس نے ہندوستان تباہ کیا تھا اسی طرح وہ بغداد کو بھی تباہ کرتا۔

محمود غزنوی ہر قسم کے گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا اس کے مفصل حالات زندگی بجائے اردو تاریخوں کے فارسی تواریخ میں ملاحظہ کرنے چاہیں۔

اسی طرح بلبن اور علاء الدین خلجی جیسے بادشاہ تو کھلم کھلا زبان سے کہتے تھے کہ حکومت ہرگز اسلام کی پابند نہیں ہے، اگر بدھ مذہب ہندوستان سے ایران، وسط ایشیا، چین اور جاپان تک پہنچ سکتا ہے اور عیسائی مذہب تمام یورپ اور امریکہ تک پھیل سکتا ہے اور اسلام بغیر حکومت افریقہ کے جنوب میں اور چین میں جا نکلتا ہے اور جاوا، سماٹرا و ملایا میں تمام آبادی کو مشرف کر سکتا ہے تو کیا اس کی خصوصیات ہندوستانیوں کو اپنی طرف نہ کھینچتیں معلوم ہونا چاہیئے کہ حملہ آوروں کی حکومت سے پہلے ساحل گجرات، مالابار اور کونکن میں کافی آبادی مسلمان ہو چکی تھی اور اس نسبت اور رفتار سے پھر کبھی ہندوستان میں اسلام نہ پھیل سکا یہ سست رفتاری اور غیر مسلم عوام میں اسلام سے نفرت کا سبب ان بادشاہوں کے اعمال تھے۔

اس تاریخ سے یہ آشکارا ہو جائے گا کہ ان مہربانوں نے کس قسم کی حکومتیں یہاں قائم کیں، یہ بات کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ چند کو چھوڑ کر اکثر بیرونی مسلمان شراب پیتے تھے اور عیاشیاں کرتے تھے، ہندوستان میں طوائفوں کے بازار انہیں لوگوں نے قائم کیئے ورنہ اس سے پہلے ہندوستان میں یہ بیماری نہ تھی، خلجی عہد میں عوام نے بیحد قربانیاں دیں لیکن یہ آئندہ تغلق خاندان کے شکنجوں میں پھنس گئے اور اسکا بیان آگے آئیگا۔

باب پنجم

۵

تیسرا اور چوتھا غلام خاندان

۱۳۲۰ء تا ۱۴۱۴ء

خلجی خاندان کے آخری ایام کا نتیجہ علاءالدین کی عین حیات اس کی نظروں میں آچکا تھا، خود اس کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا چنانچہ جیسا کہ مذکور ہوا یہ خاندان نیست و نابود ہو گیا اور تمام صوبے ایک ایک کرکے آزاد ہو گئے۔ دلّی کے تخت پر غلام غازی ملک بلقب سلطان غیاث الدین تغلق تخت پر بیٹھا اس کا عہدِ حکومت صرف پانچ سال تک تھا، اس دورانِ حکومت میں اسے ایک دن کی بھی فرصت نہ ملی کہ وہ اطمینان سے دہلی رہ سکے، علائی فتوحات کی وجہ سے دور دراز تک کے علاقے دلّی کے ماتحت آچکے تھے اور ان علاقوں پر نامزد صوبیدار جو مسلمان تھے سب کے سب آزاد و خود مختار ہونے لگے، چنانچہ غیاث الدین تغلق کی تمام عمر اس میں بسر ہوئی کہ پہلے کبھی دکن پر قبضہ جمایا اور پھر وہاں سے فرصت ملی تو مشرق کی سمت روانہ ہو گیا۔

وہ بنگال تک بغاوت کو فرو کرنے کیلئے پہنچا اور جب بعد الفراغ کار متعلقہ دلّی واپس آیا تو شہر کے باہر اس کے لڑکے محمد تغلق نے اس کے لئے ایک عارضی مکان اس لئے بنوایا کہ وہاں بادشاہ کی استقبالیہ دعوت کی جائے، اس مکان کا بنوانا ایک سازش تھی۔ چنانچہ بادشاہ کھانا کھا کر فارغ ہوا ہی تھا کہ اس کا سازشی بیٹا تو باہر آگیا اور اس مکان کی چھت گرا دی گئی اور غیاث الدین وہیں مر گیا۔

اس کے مرنے پر اس کا بیٹا بلقب سلطان محمد تغلق تخت پر بیٹھا، اس بادشاہ کی مثال الف لیلہ کی کہانیوں میں بھی ملنی مشکل ہے اس کی عقلمندی کے چند نمونے یہ ہیں

کہ اس نے چین فتح کرنے کیلئے فوج روانہ کی اس فوج نے پہاڑ کبھی نہیں دیکھے تھے چنانچہ شوالک کی پہاڑیوں پر برسات کے دنوں میں گھِر گئے آس پاس کے عوام نے اس فوج کا سامان لوٹ لیا، کچھ ندی نالوں میں ڈوب کر مر گئے لقایا گرتے پڑتے واپس دلّی آ گئے بادشاہ نے اپنی عقلمندی کا غصّہ ان بیچاروں پر اتارا یعنی ان لقایا کو بھی جان سے مروا دیا اور اس مہم پر جانے والا ایک آدمی بھی دنیا میں زندہ نہ رہ سکا۔

بادشاہ کو زبردست فوج قائم کرنے کیلئے جب روپے کی شدید ضرورت ہوئی تو اس نے بجائے چاندی کے سکّے کے تانبے کے سکّے ایجاد کئے بادشاہ کا اس سے مقصد یہ تھا کہ آہستہ آہستہ تمام سونا چاندی خزانہ میں آجائے گا اور تانبے کا سکّہ رواج پا جائے گا لیکن عوام نے چاندی سونے کے سکّے تو زمین میں دفن کر کے رکھ لئے اور اپنے تانبے کے برتنوں کے سکّے بنانے شروع کر دیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ کے خزانہ میں چاندی کا ایک بھی سکّہ نہ پہنچا، بادشاہ سلامت کو اپنی غلطیوں کا احساس ہوا اب سوچا کہ اس سکّے کو کیسے بند کیا جائے چنانچہ حکم دیا کہ سب لوگ تانبے کے سکّے خزانہ میں واپس کر دیں اور اس کے بدلے چاندی کے سکّے لے جائیں لوگوں نے گاڑیاں بھر کر دتی میں... ڈھیر لگا دیئے اور تمام خزانہ چاندی کے سکّوں سے خالی ہو گیا۔

خیر ہمیں بادشاہوں کے چونچلوں سے سروکار نہیں کیوں کہ دنیا اس بات کو جانتی ہے کہ ان لوگوں میں سوائے لوٹ مار کرنے کے اور کوئی اہلیت نہ تھی، ہمیں اس تاریخ میں صرف یہ بتانا ہے کہ شاہی گوجروں اور اس ملک کے عوام پر کیا گزری اور انہوں نے کتنی قربانیاں دیں اس ضمن میں یہ باتیں آجاتی ہیں۔

بادشاہ سلامت نے پھر سوچا کہ دلّی کو اٹھا کر دکن میں دولت آباد لے جایا جائے تاکہ وہاں سے ہر چہار طرف کے علاقوں پر نگرانی کرنے میں آسانی ہو چنانچہ تمام دلّی والوں کو حکم دیا کہ سامان باندھ لیں جس نے انکار کیا اسے جان سے مار دیا گیا، تمام صوبیداروں کو بھی حکم ملا کہ اپنے بیوی بچّے دکن میں بھیجیں اس ضمن میں ملتان کے حاکم بہرام کے پاس علی محصل کو بھیجا اور کہا کہ ان کے جمیع بال بچّوں کو حکم دینا کہ وہ دولت آباد آجائیں، بہرام کے داماد نے علی محصل کو خوب مارا اور اس کے ایک آدمی نے علی محصل کا سر کاٹ لیا، یہ خبر سنتے ہی محمد تغلق دولت آباد سے آیا اور تمام ملتان کو تہس نہس

کردیا، ہزارہا آدمی معہ بہرام اور اس کے خاندان کے مارے گئے، پھر بادشاہ نے ملتان میں قتل عام کا حکم دے دیا لیکن شیخ رکن الدین کی سفارش سے یہ تباہی آتے آتے رہ گئی۔

گوجروں کاشتکار یعنی ذبیحہ

فارسی تواریخ میں مفصل طور سے مذکور ہے کہ... محمد تغلق کس قماش کا آدمی تھا وہ ذراسی اپنی ہی غلطی پر لوگوں کے سر کٹوادیتا تھا اس نے ہزارہا مسلمانوں کو تہ تیغ کرایا۔ جہاں تک گوجروں کا تعلق ہے دہلی کے چاروں طرف کے گوجر قیامت تک اس بادشاہ کو نہیں بھولیں گے۔

واضح رہے سوائے چند تحصیلوں کے دہلی کے چاروں طرف قدیم الایام سے گوجروں کی آبادی چلی آرہی ہے، جب بادشاہ کی معکوس عقلمندیوں سے خزانہ خالی ہوگیا تو اس نے اس کمی کو پورا کرنے کی ترکیبیں سوچنی شروع کیں اسے پتہ چلا کہ گنگا جمنا کا دوآبہ (موجودہ میرٹھ ڈویژن) بڑا... زرخیز ہے چنانچہ اس نے اس علاقہ پر چار گنا مالیانہ مقرر کردیا جو بیچارے غریب عوام مالگذاری دیتے بھی تھے ان سے بھی یہ قہر اور ظلم برداشت نہ ہوسکا۔

جب ان سے اتنی بھاری رقوم ادا نہ ہوئیں تو بادشاہ نے ایک بھاری جمعیت فوج کی بھیجی اور حکم دیا کہ کاشتکاروں اور زمینداروں کے تمام مال ومویشی چھین لئے جائیں، گھر کا تمام سامان شاہی خزانہ میں لایا جائے اور کھڑی فصلیں کاٹ کر ان سے مالگذاری کی رقم وصول کی جائے۔

جب پانچ سات گاؤں میں یہ حالت شروع ہوئی تو تمام باشندگان علاقہ دوآبہ اپنے مال ومویشی لے کر وہاں سے چل دیئے اور اپنے پیچھے گھروں میں آگ لگادی۔ تمام فصلوں کو بھی نذر آتش کردیا گیا۔ ایک وسیع علاقہ میں الو بولنے لگے۔ جنگلوں میں لومڑی اور گیدڑ تک بھوکوں مرنے لگے بادشاہ نے حکم دیا کہ جہاں کہیں یہ لوگ ملیں ان سب کو معہ زن وفرزند قتل وغارت کیا جائے چنانچہ جو قافلے پیچھے رہ گئے تھے ان سب کو تہ تیغ کردیا گیا، دودھ پیتے بچے گودوں سے چھوٹ گئے، جنہیں بھوکے جنگلی جانوروں نے کھالیا، تمام آبادی نے پہاڑوں میں پناہ لی۔ قاتل فوجیوں کے تمام بال بچے اس زمانہ میں دولت آباد پہنچا دیئے گئے تھے، جہاں سے روزمرہ آب وہوا ناموافق ہونے کی وجہ سے لوگوں کی موت کی خبریں آرہی تھیں، تمام فوج بھی حیران وپریشان ہوگئی اور انہوں نے واپسی کا ارادہ کرلیا۔ فارسی مورخ بھی اس بادشاہ کے اس قہر کو نہ چھپا سکے

چنانچہ لکھتے ہیں :-

"الغرض دنیا کی پیدائش سے لیکر اس کے زمانہ تک کسی بادشاہ یا حکمران نے ایسا کام نہ کیا تھا حادثہ یہ ہے کہ یہ بادشاہ خود شکار کیلئے گیا اور جنگلوں میں لوگوں کو گھیر کر تیر اندازی کی گئی۔ ہزار ہا رعایا کو غارت اور ہلاک کر کے حکم دیا کہ ان کے سر قلعہ کے کنگروں پر لٹکائے جائیں۔ چنانچہ اہلکاروں نے اس کے حکم کے مطابق عمل کیا یعنی عوام کے ہزار ہا سر قلعہ کے کنگروں پر لٹکا دیئے گئے (علاقہ میرٹھ) سے نکل کر بادشاہ نے مشرق کا رخ کیا اور قنوج میں جاکر ایک دنیا کی دنیا ختم کر دی۔"

دانت کا مقبرہ

جب محمد تغلق قنوج کے علاقہ میں قتل و غارتگری کر رہا تھا اسی زمانہ میں قدر خاں کے ملازموں نے بہرام خاں کی موت کے بعد بنگالہ پر قبضہ کر لیا ان باغیوں کا سردار فخر الدین تھا، اسی زمانہ میں دکن پر سید حسن نے قبضہ کر لیا سلطان محمد تغلق نے بنگال کی پرواہ نہ کر کے معبر (دکن) کا رخ کیا راستہ میں سید حسن کے بیٹے سید ابراہیم کو بغیر جرم گرفتار کر کے عقوبت میں پھنسایا۔ پھر اس کے تمام رشتہ داروں کو اسی طرح بلا کر گرفتار کیا، دیوگڑھ پہنچکر حکم دیا کہ سخت اور تند محصل گاؤں میں بھیجکر اور رقم محصول کی وصولی کی جائے اگر کسی میں دینے کی ہمت نہ ہو تو گرفتار کر لیا جائے اور جن لوگوں کی وفاداری پر شک تھا وہ گرفتار ہوئے الغرض اس طرح ہزار ہا ہندو مسلمان خواہ مخواہ تہ تیغ ہوئے۔ یہ راستہ کا واقعہ ہے بغاوت معبر میں ہوئی تھی جو وہاں سے صدہا میل دور تھا اس کے بعد بادشاہ نے ورنگل کا راستہ لیا اس زمانہ میں وبا (بیماری) پھیلی ہوئی تھی لہذا بہت سے فوجی سپاہی اور سردار بسبب بیماری فوت ہو گئے اس لئے بادشاہ نے واپسی کا ارادہ کیا اور دیوگڑھ کی طرف چلا راستہ میں قصبہ بیر کے پاس بادشاہ سلامت کے دو دانتوں میں درد پیدا ہوا ان میں سے ایک گر گیا بادشاہ نے فوراً اس دانت کا مقبرہ تیار کرنے کا حکم دیا چنانچہ ایک گنبد تیار کیا گیا جو دکن میں آج تک موجود ہے اور بادشاہتوں کا بہترین نمونہ ہے۔

قحط اور قدیم صوبہ دلّی

محمد تغلق کے زمانے میں دلّی کے چاروں طرف سینکڑوں میل دور تک دو تین سال تک بارش نہ ہوئی جس کی وجہ سے مویشی اور انسان لقمۂ اجل ہو گئے، بادشاہ دکن سے دلّی

آیا، دیکھا تمام علاقہ ویران پڑا ہے، سرکاری تھانوں میں بھی کوئی آدمی موجود نہ تھا سیر بھر غلہ سترہ درم (سکہ) کو میسر نہ آتا تھا، شہر دلی میں ہو کا عالم تھا تمام مکانات خالی پڑے تھے چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ دلی دوبارہ آباد کی جائے دلی والوں کو دولت آباد.... (دیوگری) سے واپسی کا حکم دیا، ہزارہا مخلوق راستے میں ختم ہوئی لیکن دلی میں وہ سابقہ رونق نہ آسکی اس تبادلۂ آبادی میں بہت سے علماء و صالحین کچھ تو جاتے وقت فوت ہوئے کچھ نے دکن میں انتقال کیا اور بقایا آبادی کا کثیر حصہ واپسی میں راستے میں فوت ہو گیا بادشاہ نے لوگوں کو دوآبہ میں دوبارہ آباد ہونے کا حکم دیا لوگ پہاڑوں سے واپس آ گئے اور آباد ہونا شروع ہو گئے۔

سلطنت کے مغربی حصہ میں پٹھانوں نے آزادی کا نعرہ بلند کیا، ملتان کے حاکم بہزاد کو قتل کر دیا گیا، بادشاہ فوج لے کر ملتان آیا اور قوام الملک جان بچا کر دہلی بھاگ گیا اور پٹھانوں کا سردار شاہو لے کابل بھاگ گیا۔

یہ بغاوت فرو ہو گئی تھی کہ موجودہ مشرقی پنجاب کے علاقہ نے قحط سے تنگ آکر.... عمال حکومت کو لوٹنا شروع کر دیا۔ بادشاہ نے فوج لاکر تمام علاقہ کا گھیرا ڈال دیا۔ لوگوں کو گرفتار کیا اور ان کے مکانات منہدم کرا دیئے اور کثیر آدمیوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ دلی لے گیا۔

سرگدواری

بادشاہ محمد تغلق نے شہر دہلی چھوڑ کر دریا گنگا کے کنارے (موجودہ ضلع بلند شہر) میں اپنا نیا دارالخلافہ بسایا اور اس کا نام سرگدواری رکھا، غریب رعایا کی خراب حالت دیکھ کر ان کو مویشی خریدنے اور کنوئیں کھودنے کیلئے اس علاقہ میں رقم تقسیم کی لیکن یہ روپیہ رعایا کے کام نہ آسکا، دوسری مرتبہ پھر قحط پڑا اور لوگوں نے اس رقم سے غلہ خرید کر اپنے پیٹ کی آگ بجھائی جس سے محمد تغلق سخت برہم ہوا۔ اس دوران تمام ملک میں عام بغاوت ہو گئی۔

شمالی پنجاب میں کھوکھروں نے ملک چندر کی قیادت میں بغاوت کر دی اور لاہور کے حاکم تاتار خاں کو قتل کر دیا۔ سندھ کے سومرو سرداروں اور بلوچستان کے بلوچوں نے بھی آزادی کا نعرہ بلند کیا، بنگال، بہار اور دکن تو پہلے ہی آزاد ہو چکے تھے چنانچہ بادشاہ نے ایک فوج مہیا کی اور سب سے پہلے کھوکھروں کی سرکوبی کی، بادشاہ نے حکم دیا کہ..

دو آبہ (گنگا جمنا کا علاقہ) پچھلے تمام سالوں (جو محط کی نذر ہو گئے تھے) کی مالگذاری بھی دے۔ لیکن مندہران، چوہان، کسانے اور بھوسنیاں خاندان کے گوجروں نے اتحاد کر کے سرکاری مالگذاری وصول کرنے والوں کو تہ تیغ کر دیا، تمام علاقہ میں علم مخالفت بلند ہوا بادشاہ بہ نفس نفیس لاہور سے برن (بلند شہر) پہنچا تمام گوجروں نے گنگا جمنا کے کھادر کے جنگلات کو اپنی جائے پناہ بنایا اور گوریلا جنگ شروع کر دی۔ بہت سے مارے گئے لیکن کسی ایک نے بھی بادشاہ کی ماتحتی قبول نہ کی بادشاہ نے چپہ چپہ پر تھانے مقرر کئے بیر گڈوارہ میں مسلمان سرداروں نے بغاوت کی لیکن ان سب کو شکست ہوئی، بقایا دریائے گنگا پار کرتے وقت ڈوب کر مر گئے۔

دھرتی کے سپوت بہادر گوجر

گجرات کے کولی گوجروں کو تاریخ بھلا نہیں سکتی، ان کی بہادری کی داستانیں گوجر قوم کیلئے افتخار، اعزاز اور بلندی کے نمونے ہیں، محمد تغلق نے جب بد سرشت قسم کے عمال گجرات میں بھیجے تو انہوں نے عوام کے ساتھ کوئی دقیقہ ظلم کا اٹھا نہ رکھا چنانچہ گوجروں نے بدرجہ مجبوری بمصداق تنگ آمد بجنگ آمد اپنی تلواریں سنبھال لیں اور اپنے چودھری سردار ناک نایک کی قیادت میں شاہی عمال کو ٹھکانے لگا کر قلعہ کندھانہ پر قبضہ کر لیا، قلعۂ کندھانہ علاقہ جینر میں واقع تھا، شاہی عمال کچھ تو مارے گئے اور باقی نے راہ فرار پائی۔

محمد تغلق نے ایک کثیر فوج لے کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا، بہادر کولیوں نے داد مردانگی دی اور پورے چودہ مہینہ تک شاہی فوجوں کو پسپا کرتے رہے، یہ قلعہ پہاڑی پر واقع تھا جب کوئی صورت اس کے فتح ہونے کی نظر میں نہ آئی تو محمد تغلق نے صلح کر کے بہادر کولی سردار ناک نایک کو اس کے حال پر چھوڑ دیا، آئندہ یہ کولی گوجر کسی بادشاہ کے ماتحت نہ رہے صرف شہنشاہ اکبر نے انہیں صلحنامہ کے ذریعہ سے اپنے ساتھ ملایا۔

انتظام سلطنت

بادشاہ کو خیال ہوا کہ بڑے بڑے امراء سلطنت کے کاموں کو خراب کرتے ہیں اور عوام کو بھڑکاتے ہیں اس لئے بادشاہ سلامت نے عزیز خمار (اغلباً کمہار) کو گجرات کی صوبیداری سونپی جس نے امراء صدہ کے ستر آدمیوں کو دعوت میں بلا کر قتل کیا، بادشاہ اس کے اس فعل سے نہایت

خوش ہوا، ایک گھوڑا، ایک خلعت اور تحسین نامہ عزیز کمہار کے پاس بطور انعام بھیجا۔
ایک مطرب بچہ (گویے) بخیان کو ملتان اور بدایوں کی جاگیریں دیں۔ ایک باغبان کو عہدۂ دیوانِ وزارت پر فائز کیا۔ فیروز حجام اور میکائی بھٹیارے ولد باغبان اور شیخ بالو جو جولاہے کا بچہ تھا کو اپنے قرب میں ممتاز کر کے جاگیریں اور نظامتیں حوالہ فرمائیں۔ ایک غلام مقبل کو گجرات میں وزارت کا عہدہ دے کر روانہ کیا اور اسے خانِ جہاں کا خطاب مرحمت فرمایا۔

عام بغاوت

امیرانِ صدہ نے دکن سے خروج کر کے مقبل (خانِ جہاں) کو گجرات میں گھیر لیا اور اس سے وہ خزانہ اور گھوڑے چھین لئے جو اس نے بادشاہ کیلئے دیوی اور بڑودہ سے جمع کئے تھے۔ خان جہاں نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ بادشاہ کے ہاتھ سے سوائے اطراف دہلی اور گجرات (کاٹھیاواڑ) کے تمام علاقے نکل چکے تھے، چنانچہ بادشاہ کو سخت غصہ آیا اور فوج لیکر گجرات پہنچا۔ راجہ مانڈیو والئے بکلانہ کی مدد سے گجرات کے باغی سردار مغلوب ہوئے، پھر اس نے کچھ سردار امیرانِ صدہ کی سرکوبی کیلئے بھیجے لیکن پھر ان کو واپس طلب کیا۔ وہ سب متوہم ہوئے اور تمام کے تمام دکن کے باغیوں مثلاً نصیر الدین بغلچی اور قزلباش صاحب، حسام الدین، اسماعیل مخ حسن کانکو اور نور الدین سے جا ملے۔ بادشاہ دکن گیا تو کوئی مقابلہ پر نہ آیا لیکن جوں ہی بادشاہ نے دکن سے رُخ پھیرا سب نے دکن کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے حسن کانکو کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا اور یہیں سے سلطنت بہمنی کی داغ بیل پڑی۔

حسن کانکو کی مدد کسی زمانہ میں جبکہ وہ غریب تھا ایک برہمن عبادت گزار نے کی تھی لہٰذا جب حسن کانکو بادشاہ ہوا تو اس نے اپنے نام میں لفظ بہمن (برہمن) ایزاد کیا اور اپنا نام حسن کانکوی بہمنی رکھا چنانچہ اسی مناسبت کیوجہ سے دکن کی یہ سلطنت تاریخ میں "بہمنی سلطنت" کہلائی۔

المختصر بادشاہ محمد تغلق دکن سے گجرات آیا اور وہاں سے سندھ کا رُخ کیا راستہ میں راجہ کھنگار اہیر والئے گرنال (واقع خلیج رن کچھ) کو اس کے حال پر چھوڑ کر ٹھٹھہ شہر کی طرف بڑھا کیوں کہ سندھ کے سومرو خاندان کے گوجر اور جاٹ آزادانہ حیثیت کے مالک تھے اور انھوں نے سلطان کے باغی جس کا نام طغی تھا کو پناہ دی تھی۔

بادشاہ کو مرض تپ عرصہ سے تھا یہاں پہنچ کر مچھلی کھائی اور حالت بے حد خراب

ہو گئی۔ متواتر کوچ کر کے ٹھٹھہ پہنچے جو وہاں سے چودہ کوس تھا اور یہیں اس بے نظیر بادشاہ کا انتقال ہوا۔

سرداروں نے نواح ٹھٹھہ میں سلطان محمد تغلق کے چچیرے بھائی فیروز شاہ کو بادشاہ تسلیم کیا ادھر دارالخلافہ دہلی میں احمد ایاز بہ لقب خواجہ جہاں نے محمد تغلق کے اکلوتے چھ سالہ بیٹے غیاث الدین محمد کو تخت پر بٹھایا۔ ٹھٹھہ کے نواح میں مغلوں کی فوج بہ سرکردگی التون بہادر امیر قرغن کے پاس سے آئی جن کو محمد تغلق نے اپنی مدد کے واسطے طلب کیا تھا۔ فیروز شاہ نے ان کو یہ کہکر واپس چلے جانے کو کہا، مبادا غیر مغل بیرونی النسل مسلمان سردار ناراض نہ ہو جائیں یہ واپس چلدیئے لیکن شرین خاں کے داماد نوروز گرگین نے التون بہادر کو بہکایا کہ ابھی دہلی کے وارث تخت کا فیصلہ باقی ہے موقعہ ہے اگر فیروز شاہ کو ختم کر کے ہندوستان پر قبضہ کر لیا جائے چنانچہ انہوں نے فیروز شاہ کے لشکر پر حملہ کر کے اونٹوں پر لدے ہوئے خزانہ کے صندوق چھین لئے اور لشکر والوں کی بہت سی لڑکیاں اور لڑکے اسیر کر لئے۔

فیروز شاہ شکست کھا کر بمشکل تمام سہوان پہنچا، یہاں کچھ دن آرام سے گذار کر ملتان سے فوج منگائی اور ٹھٹھہ کے سومرہ گوجروں اور مغلوں سے شکست کا بدلہ لیا مغل تو بیرونی مسلمانو کی اسیر شدہ لڑکیوں کو لے کر چمپت ہوئے لیکن سومرہ گوجروں اور جاٹوں نے اپنے خود مختار ہونے کا اعلان کر اکر عہد دوستی باندھا چنانچہ سندھ کے گوجر اور جاٹ تمام تاریخی دور میں آیندہ مغل حکومت کے قیام تک خود مختار رہے۔

فیروز شاہ دلّی کی طرف بڑھا۔ مولانا کمال الدین نے فیصلہ دیا کہ چونکہ فیروز شاہ نے شاہی فرائض پہلے انجام دینے شروع کئے لہذا اسی کو بادشاہ تسلیم کیا جائے چنانچہ کمسن بادشاہ غیاث الدین محمد کا حامی خواجہ جہاں فیروز شاہ کے استقبال کو آیا اور معافی مانگی اس طرح کمال صلح وصفائی کے ساتھ فیروز شاہ دلّی کے تخت پر بیٹھ گیا۔

فیروز شاہ نے اول دن سے ہی یہ خیال دل سے نکال دیا کہ تمام ہندوستان پر حکومت کی جائے۔ بنگال۔ بہار۔ دکن اور مغربی پنجاب سرحدی علاقہ بالکل آزاد و خود مختار تھے اور ان سب پر بیرونی مسلمان سرداروں کی حکومت تھی۔ راجپوتانہ، سندھ اور گجرات کے بیشتر حصوں پر گوجروں اور جاٹوں کی حکومتیں تھیں چنانچہ فیروز شاہ نے دہلی کے اطراف

بنارس سے نگرکوٹ تک اکتفاد کی۔ لیکن اس علاقہ میں گوجروں اور جاٹوں نے کسی بادشاہ کو آج تک اپنا حکمران ہی تسلیم نہیں کیا تھا چنانچہ فیروز شاہ نے ان ہی پر اپنی قوت آزمائی۔

اودھ کے بہادر گوجر

علاقہ گورکھپور کے مقدم (چودھری) اودے سنگھ (خاندانِ گرھوال گوجر) کی بہادری کی داستانیں بادشاہ کے کانوں میں پہنچیں۔ چنانچہ بادشاہ فوج لے کر گورکھپور پہنچا۔ گوجر بہادری سے لڑے۔ اودھ کے تمام گوجروں نے شاہی سپاہ کو قدم قدم پر گوریلہ جنگ کر کے تنگ کرنا شروع کر دیا چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ گوجروں کے تمام دیہات جلا دیئے جائیں۔ گوجروں کی بیشتر آبادی اس قتل عام سے بچنے کیلئے نیپال کی ترائی میں کاٹھ گودام کے پہاڑی جنگلوں میں پناہ گزیں ہوئی۔

بادشاہ نے یہ سوچ کر کہ یہ گوجر میری واپسی پر پھر پہاڑوں سے نکل کر عمّال حکومت کو قتل کر دیں گے ان کے سردار کو جاگیر دے کر صلح کر لی۔ چنانچہ ان گوجر بہادروں کی اولاد آج تک اودھ کے بارہ اضلاع میں آباد ہے اور تمام کے تمام مسلمان گوجر ہیں لیکن ان مسلمان گوجروں پر آئندہ بھی اسی طرح چڑھائیاں ہوتی رہیں اور ہر مرتبہ انہوں نے بیرونی مسلمان حملہ آوروں کو منہ توڑ جواب دیا خاص کر شیر شاہ سوری نے ان کی کثیر آبادی کو پہاڑوں میں آباد ہونے پر مجبور کیا جہاں ان کا کچھ حصہ آج تک جنگلی زندگی بسر کر رہا ہے اور زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ:۔

"اسلام اور بادشاہت میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہماری طرف دیکھو ہم مسلمان تھے اور بیرونی مسلمانوں کے تنگ کیئے ہوئے پہاڑی علاقوں میں سینکڑوں سال سے پھر رہے ہیں، محمد بن قاسم اپنی قوم کے عبداللہ اور بدیل کا بدلہ لینے دیول آیا تھا، ہماری مدد کرے گا تو صرف گوجر کریگا ورنہ ہم اسی طرح قیامت تک جنگل میں گائے اور بھینس چراتے رہیں گے۔

گوجروں کی کتاب

پنجاب میں شوالک پہاڑ کی ترائی میں نگرکوٹ آباد ہے جسے وہاگراہ راجہ چوہان نے غزنویوں سے چھین کر آزاد کرایا تھا اور اسی کی نسل کا ایک راجہ نگرکوٹ پر فیروز شاہ کے زمانہ میں حکومت کرتا تھا

بادشاہ نے اس پر حملہ کیا۔ اس نے بغیر لڑے اطاعت قبول کر لی۔ لیکن اس کے باوجود بیرونی مسلمانوں نے شہر میں گھس کر مندروں سے برہمنوں کو نکالا اور ان کی گردنوں میں گائے کے گوشت سے توبڑے بھر کر لٹکا دیئے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ یا تو یہ لوگ مسلمان ہوں ورنہ سب کی گردن ماردی جائے، برہمنوں نے مرنے کو ترجیح دی، چند ایک کو قتل کر کے بادشاہ بیحد متاثر ہوا اور ان کی کتابیں منگوا کر پڑھوائیں۔ بادشاہ کو حکمت طبعیٰ کی ایک کتاب بے حد پسند آئی جو گوجروں کے دربار میں بارہویں صدی میں لکھی گئی تھی بادشاہ نے اس کا ترجمہ کرایا اور اس کا نام "دلائل فیروز شاہی" رکھا۔

سندھ کے گوجر

ہم اس تاریخ کے حصۂ دوم میں بمعہ دلائل و براہین... مفصل ثبوت کے ساتھ تحریر کر چکے ہیں کہ سندھ اور گجرات کے جام گوجروں کے خاندان کش (کچھواہیہ) اور یادو ونشی سے تعلق رکھتے ہیں سندھ کے گوجروں کی بابت یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ انہوں نے اسلام کب قبول کیا کیونکہ تمام گوجروں کی طرح ان کے نام بھی پشت در پشت صدیوں تک مقامی زبان میں ہی... رکھے گئے۔ محمد تغلق نے ٹھٹھہ پر حملہ کیا تھا لیکن وہ یہاں آ کر بے نیل و مرام فوت ہوا۔

فیروز شاہ مغلوں کی بغاوت کی وجہ سے جیسا کہ مذکور ہوا جلدی میں یہاں سے چلا گیا۔ نگر کوٹ سے فیروز شاہ سندھ میں بمقام "جام مالی" آیا۔ بہادر جام غفرہ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بادشاہ کو اپنے علاقہ سے شکست دیکر نکال دیا۔

فیروز شاہ گجرات پہنچا اور وہاں سے ظفر خاں تانک (گوجر) کو ایک فوج دیکر ٹھٹھہ بھیجا ملک و قوم کے غدار ظفر خاں نے مادر وطن کے وفادار جام غفرہ پر لشکر کشی کی سندھ کے گوجروں کو شکست ہوئی، ظفر خاں نے بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے سندھ کے تمام زمیندار اور مقدم گرفتار کر لئے اور اپنے آقا کی خدمت میں لے جا کر پیش کیا۔ بادشاہ نے یہ سوچ کر کہ اگر ان مسلمان گوجروں کی گردن ماری گئی تو تمام گوجر شیر کچھاروں میں سے نکل پڑیں گے ان کو رہا کر دیا۔ انھوں نے سندھ پہنچتے ہی پھر آزاد حکومت قائم کر لی۔

سندھ کے یہ بہادر آج تک اپنی قوم پر فخر کرتے چلے آ رہے ہیں اور آج تک سمرہ

اور سمتہ وغیرہ ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ لیکن جس طرح آج غدار مان سنگھ کی اولاد بننا کوئی گوارا نہیں کرتا اسی طرح غدار ظفر خاں تانک کی اولاد کا بھی کوئی پتہ نہیں ان کی اولادیں دوسری پست اقوام میں گھل مل گیئں اور ان کا کچھ تعلق گوجروں سے نہ رہا

؎ خس کم۔ گوجر پاک۔

اٹاوہ کے گوجر

ضلع اٹاوہ (یو۔ پی) میں بگھیل اور دیتلائی کے گوجر آج تک خاص اعزازات کے مالک ہیں۔ فیروزشاہ کے زمانے میں انہوں نے قلعے بنانے شروع کر دیئے۔ فیروزشاہ نے ایک فوج بھیجی۔ تمام زمینداروں اور دیہات والوں نے اجناس وغلّہ غائب کر دیا اور لڑائی کیلئے کمربستہ ہو گئے۔ معرکۂ کارزار میں عوام شکست کھا گئے۔ بادشاہ نے اس علاقہ میں دو شاہی قلعہ تعمیر کرائے۔ جوں ہی شاہی فوج کی تعداد کم ہوئی دھرتی کے شیر کچھاروں سے نکل پڑے اور قلعوں کو مسمار کر کے غاروں میں جا گھسے۔

ترائی کا میدان

۸۱ ۷ھ ہجری میں فیروزشاہ سمانہ آیا۔ سمانہ کا حاکم جوناشاہ حاضر خدمت ہوا اور بہت سا لوٹ کا مال بادشاہ کو دیا۔ بادشاہ خوش ہوا اور یہاں سے کوچ کر کے انبالہ اور شاہ آباد ہوتا ہوا جمنا پار کر کے سہارنپور کے علاقہ میں گھسا، سہارنپور کے بڑگوجر اور بٹار گوجر بڑے قوی اور شجاع تھے جو کبھی شاہانِ دہلی کو مالگذاری ادا نہ کرتے تھے۔ بادشاہ نے سرمور کے گوجروں کو بلا کر اس علاقہ کا حاکم بنا دیا اور مالگذاری کی وصولیابی ان کے ذمہ لگا دی۔

سرمور کے یہ گوجر شہنشاہ اکبر کے زمانے تک تو گوجر رہے پھر انہوں نے اپنا لقب راجپوت رکھا اور بہت سے نوجوان فوج میں بھرتی کرائے۔ جب دلّی کو شاہ عالم نے انگریزوں کو بخش دیا اور تمام راجے مہاراجے اور نواب انگریزوں کی پناہ میں چلے گئے تو علاقۂ سہارنپور کے گوجروں نے پورے بیالیس سال ۱۸۰۵ء تا ۱۸۴۷ء انگریزوں سے لڑائی جاری رکھی اور ایک کوڑی سرکاری خزانہ میں داخل نہ کی اس زمانہ میں بھی سرمور کے خاندان نے بیرونی حملہ آور انگریزوں کا ساتھ دیا۔

نوٹ:۔ سوائے سرمور اور ان کے چند رشتہ دار خاندانوں کے تمام علاقہ سہارنپور میں گوجر آباد ہیں اور یہ علاقہ یعنی دہرہ دون تا کاندھلہ ۱۸۵۷ء تک

(بقیہ نوٹ صفحہ نمبر ۹۳) :۔ گجرات کہلاتا رہا اس علاقہ میں آج گوجروں کے چار کالج (دار العلوم) اور تین ہائی اسکول ہیں۔ ۱۹۴۷ء تک اس علاقہ میں گوجروں کی تین ریاستیں (۱) جبر ہیڑا (۲) ٹملی اور (۳) لنڈھورا قائم تھیں۔

بدایوں کے گوجر

جس علاقہ کو بعد میں روہیلکھنڈ نام دیا گیا مغلیہ دور سے پہلے یہ تمام رقبہ علاقہ بدایوں کہلاتا تھا بدایوں کی جاگیریں سلاطین نے ابتداء سے ہی بیرونی مسلمانوں کو دے رکھی تھیں۔ اور اس علاقہ میں چھوٹے چھوٹے جاگیردار تھے۔

یہ بیرونی النسل جاگیردار جیسا کہ عام دستور تھا مقامی لوگوں کو ذلیل سمجھتے تھے.... حسن اتفاق بدایوں کا ایک گوجر سردار دوآبہ میں آیا اور یہ دیکھ کر اسے تعجب ہوا کہ اس علاقہ میں بیرونی حملہ آوروں کو کوئی وقعت ہی نہیں ہے چنانچہ انہوں نے بداؤں پہنچکر اعلان کیا کہ ہندوستانی اقوام کی کوئی غریب سے غریب عورت بھی ان جاگیرداروں کے گھروں میں نوکری نہ کرے۔

چنانچہ اس اعلان پر بداؤں کے نام نہاد سید بڑے چراغ پا ہوئے اور انہوں نے چودھری کھرگھو کو طعنہ دیا کہ ہماری مائیں بھی یہیں کی تھیں۔ کٹھر گاؤں کا یہ خوددار مسلمان چودھری کھرگھو گاؤں کی پنچایت کر کے بداؤں پر حملہ آور ہوا اس معرکہ میں نام نہاد سید علاء الدین اور محمود مارے گئے۔ ملا کی دوڑ مسجد تک چنانچہ فوراً دلی اطلاع بھیجی گئی، وہاں سے فوج آئی اور تمام دیہات کے گوجروں نے بلا لحاظ ملت و مذہب انکا مقابلہ کیا۔ بغیر تنظیم اپنے اپنے مختصر علاقوں میں یہ گوجر یوں ہی فنا ہوتے رہے۔

آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ بداؤں کے گوجروں کو دھام پور کے جنگلوں میں پناہ لینی پڑی۔ آج تک یہ مسلمان گوجر ان جنگلوں میں گائے بھینس لئے پھرتے ہیں اور وہ محمد بن قاسم جس کا ہم کو سبق پڑھایا جاتا ہے آج تک عرب یا ایران سے مسلمانی دور میں بھی انکی مدد کو نہیں آیا۔ ہم کتنے بھولے ہیں کہ جس محمد بن قاسم اور محمود غزنوی نے ہماری یہ درگت بنائی انہیں کے ترانے گائے جاتے ہیں۔ کسی قوم کو مٹانے کا یہ بہترین حربہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کو دوست سمجھنے لگیں حالانکہ مذہب میں ان لوگوں کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے یہ ہمارا وہم ہے کہ ہم سیاسی آدمی کو مذہبی بزرگی دے دیتے ہیں۔

دوسروں کی بلا گوجروں کے سر

جب فیروز شاہ تغلق نے عالم ضعیفی میں قدم رکھا تو تمام کاروبار اپنے وزیر خانجہاں کو سونپ دیا جس کی وجہ سے خانجہاں نہایت قوی ہوا چنانچہ ایک روز اس نے بادشاہ سے کہا کہ "شہزادہ محمد خاں نے بہت سے امراء سلطنت کو اپنے ساتھ ملالیا ہے جنمیں سے ظفر خاں، ملک سماء الدین، ملک یعقوب اور ملک کمال الدین خاص طور سے قابل ذکر ہیں، شہزادہ محمد خاں بغاوت کا ارادہ رکھتا ہے۔

چنانچہ جب شہزادے کو اس امر کا پتہ چلا کہ بوڑھا بادشاہ اسے گرفتار کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنی محلسرا میں خانہ نشین ہو گیا، خانِ جہاں نے ظفر خاں کو گرفتار کر لیا اور اس نے ہر چند چاہا کہ شہزادے کو دربار میں بلایا جائے لیکن وہ مختلف حیلے اور وسیلے سے کام لیتا رہا۔

ایک روز شہزادہ محمد خاں نے محافہ (پالکی) منگایا اور پردہ کرا کر اس میں سوار ہوا۔ جب راستہ میں کوئی پوچھتا تو کہہ دیا جاتا کہ شہزادہ محمد خاں کی بیگم شاہی حرم سرا میں جاتی ہے اس طرح شہزادہ بوڑھے فیروز شاہ کے رنگ محل (محلسرا) میں داخل ہوا محل کی عورتوں نے جب اسے مسلح دیکھا تو سب بدحواس ہو کر بادشاہ کی طرف دوڑیں، شہزادہ ہتھیار لئے بادشاہ کے کمرے میں داخل ہوا اور جاتے ہی اپنا سر اس کے قدموں پر رکھ دیا اور کہا کہ میرے اور آپ کے درمیان وزیر خانجہاں نے شکوک پیدا کر دیئے ہیں، اگر میرے دل میں بدکاری ہوتی تو اس موقع سے بہتر میرے لئے اور کوئی دوسرا موقع نہ تھا خانجہاں چاہتا ہے کہ مجھے دوسروں سے دفع کرا کر خود تخت سلطنت پر قبضہ کرے، بادشاہ کو... شہزادہ کی سچائی کا یقین ہو گیا چنانچہ اس نے شہزادے کو حکم دیا کہ تو راً خانِ جہاں کو قتل کر کے ظفر خاں کو رہائی دلوائے۔

وزیر خانِ جہاں ایک بھاری قوت کا مالک ہو چکا تھا چنانچہ شہزادہ محمد خاں نے شاہی گھوڑے اور ہاتھی تیار کرائے اور دس بارہ ہزار اپنے حمائتی لے کر خانِ جہاں

کے مکان کا گھیرا آدھی رات کے وقت ڈال دیا۔ خانجہاں صورتِ حال سے واقف ہوا تو اس نے اپنے قیدی ظفر خاں کا سر قلم کر دیا اور اپنے حمائتیوں کو پکار کر گھر سے نکلا، خوب جم کر لڑائی ہوئی، ابھی لڑائی کا کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا کہ دورانِ جنگ خانِ جہاں بُری طرح زخمی ہو گیا وہ واپس اپنے محل میں آیا اور اپنے ساتھیوں کو صدر دروازے کے سامنے لڑتا چھوڑ کر پچھلے دروازے سے نکل کر بھاگ گیا۔

شاہزادہ محمد خاں نے اس کے ساتھیوں کو شکست دیکر خانِ جہاں کا مکان مسمار کرا دیا اور اس کے رشتہ دار بیوی بچے سب کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ اس کے خاندان میں اس کا... نام لیوا باقی نہ بچا۔ شہزادہ اس کے بعد بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے گوشہ نشینی اختیار کر کے زمام سلطنت شہزادہ محمد خاں کو سپرد کر دی۔

خانجہاں بھاگ کر میوات کے علاقہ میں پہنچا اور بہادر گوجروں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پناہ مانگی۔ گوجروں کا سردار کوکا چوہان اس کی مصیبت دیکھکر مترحم ہوا اور اس نے اپنے یہاں اسے پناہ دی۔

شہزادہ محمد خاں کو جب پتہ چلا تو اس نے ملک یعقوب کو لشکر دے کر میوات بھیجا میوات کے گوجر جان توڑ کر لڑے ان کا سردار کوکا چوہان لڑائی میں مارا گیا اور خانجہاں زندہ گرفتار ہوا۔ ملک یعقوب نے اس کو سامنے کھڑا کر کے اسے تلوار سے قتل کیا اور اسکا سر کاٹ کر دلّی بھیجا۔ بادشاہ فیروز شاہ اور اس کا بیٹا محمد خاں بڑے خوش ہوئے

نوٹ:- چند فارسی مورخین نے تحریر کیا ہے کہ کوکا چوہان نے خانجہاں کو خود پیش کیا تھا۔ یہ سراسر غلط ہے۔ کوکا چوہان گوجر پور کا رہنے والا تھا اور اس کے محل کے کھنڈرات آج تک میوات کے علاقہ میں موجود ہیں جو گوجروں کی بہادری کے آثار قدیمہ ہیں)

الغرض شہزادہ محمد خاں نے ملک یعقوب کو اس بہادری کے انعام میں سکندر خاں خطاب دے کر گجرات کی صوبیداری کا حکمنامہ دیکر روانہ کیا اور کوکا چوہان اور گوجر قوم کے ہزارہا افراد مادر وطن کی خاک میں جا ملے لیکن انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ؎

رگھو کل ریت سدا چلی آئی
پران جائیں پر وچن نہ جائی

یعنی گرجر راجندر جی کھشتری ہند کے خاندان کا یہ دستور چلا آرہا ہے کہ جان چلی جائے لیکن عہد کا پاس رہے۔

قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ جوں ہی کوکا چوہان کا قاتل ملک یعقوب بہ لقب سکندر خاں صوبیدار بن کر گجرات پہنچا، وہاں کے گوجروں نے جاتے ہی تہ تیغ کر دیا اور اس کے مال و اسباب کو چھین لیا۔

شہزادہ محمد خاں جو اب محمد شاہ کہلانے لگا تھا اس نے قتل کا کوئی تدارک نہ کیا، گجرات کے ایک حصہ پر امیران صدہ جو افغان تھے قابض ہو گئے اور انہوں نے گوجروں کی سرداری بھی مخصوص علاقوں میں قبول کر لی۔ اس بات پر امرائے سلطنت محمد شاہ کے خلاف ہو گئے، محمد شاہ بھاگ کر سرمور (گجرات سہارنپور) پہنچا، آس پاس کے بہادر گوجر کوکا چوہان کے قتل کا بدلہ لینے کیلئے سرمور پہنچ گئے، سرمور کے شاہی وفادار گوجروں نے محمد شاہ کو بھاگ جانے کی صلاح دی چنانچہ محمد شاہ جان بچا کر سمانہ (پنجاب) بھاگ گیا، گوجروں کے اس کے ساز و سامان پر قبضہ کر لیا۔

فارسی مورخین کا اظہار تاسف

فارسی مورخین جو سب کے سب بیرونی النسل تھے اس بات پر اظہار تاسف کرتے ہیں کہ بادشاہ فیروز شاہ نے بڑی غلطی کی جو اس نے پٹھانوں اور افغانوں کو اپنے یہاں نوکریاں دیں، امیرانِ صدہ انہیں میں سے تھے، پٹھانوں کو اس سے قبل بحیثیت غلام رکھا جاتا تھا جب پٹھانوں کو سرداریاں ملیں تو انہوں نے حکومت کے سرحدی علاقوں پر اپنا قبضہ جما لیا اور آہستہ آہستہ ان کی دو حکومتیں (لودھی اور سوری) قائم ہوئیں جن کا ذکر مناسب جگہ پر آئے گا۔

اس اظہار تاسف سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بیرونی مسلمانوں کی یہ حکومتیں مقامی مسلمانوں کی ہرگز ہرگز ہمدرد نہ تھیں انہوں نے تمام آریہ ورت کے قدیم عوام کو بلا لحاظ مذہب و ملت ایک ہی نظر سے دیکھا۔

سلطان فیروز شاہ تغلق کے انتقال پر اس کا پوتا سلطان غیاث الدین تغلق کے خطاب

سے تخت نشین ہوا۔ اس نے نگر کوٹ (پنجاب) پر حملہ کیا لیکن نگر کوٹ کے حاکم محمد شاہ نے اسے شکست دیکر بھگا دیا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد اس کو اس کے چچازاد بھائی ابو بکر شاہ نے قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا اور اس طرح دلی کے تخت کیلئے دھما چوکڑی مچی ہوئی تھی۔

لاہور پر کھوکھروں نے اپنے سردار شیخا (سکھا) کی سرداری میں قبضہ کر لیا۔ گنگا وجمنا کے دوآبہ میں دلی کے پاس ہی اضلاع میرٹھ وغیرہ میں گوجروں نے آزادی کا علم بلند کیا اور قصبہ بھیسور کے سردار بیر بھان کی سرکردگی میں متحد ہو گئے۔ علاقہ ریواں کے گوجروں نے حملہ کر کے اٹاوہ سے تمام تغلق غلام حاکموں کو نکال دیا۔ میوات پر بہادر ناہر نے قبضہ کر لیا اور گوجروں کے حوصلے اس قدر بلند ہوئے کہ مشرقی پنجاب کے گوجر عین دہلی کے پاس کوٹلہ تک پہنچتے تھے۔

مہینوں دلی کے دروازے بند رہے اور دلی کے اندر ہر تغلق غلام بادشاہ بنا ہوا تھا محمد شاہ کے بعد سکندر شاہ ایک مہینہ بادشاہت کر کے مر گیا۔ آخر کار محمود شاہ تغلق تخت پر بیٹھا۔ محمود شاہ تغلق نے تخت پر قدم رکھتے ہی دربار منعقد کیا اور سرداروں کو جاگیریں دیں۔ سارنگ خاں کو دیپالپور میں جاگیردار بنایا جس کے ساتھ شیخا کھوکھر نے جنگ کی لیکن اسے لاہور چھوڑ کر جموں میں مراجعت کرنی پڑی۔ سارنگ خاں نے ملتان کے باغی خضر خاں کو بھی شکست دے کر وہاں سے نکال دیا۔

بادشاہ نے خواجہ جہاں کو سلطان الشرق خطاب دے کر جونپور کی حکومت سونپی یہ وہی جونپور ہے جہاں سے شیر شاہ سوری نمودار ہوا۔ علاقہ میرٹھ میں فوج بھیجکر قلعہ میرٹھ پر قبضہ کیا اور میوات کا سردار بہادر ناہر کو مان لیا گیا تھوڑے دنوں بعد دلی میں تاتار خاں بن ظفر خاں والئے گجرات کا اقتدار بڑھ گیا لیکن اقبال خاں نے اسے شکست دیکر گجرات کی طرف بھگا دیا۔ اب محمود شاہ اقبال خاں کے زیر اثر صرف لاہور اور ملتان سے مشرق میں جونپور (یو۔پی) تک حکومت کرتا تھا۔ ان دو صوبوں کے علاوہ تمام ہندوستان آزاد وخود مختار تھا کہ اتنے میں ظلم وستم کے بادل دریائے سندھ سے لیکر دریائے گنگا تک چھا گئے۔ یہ تیمور کا حملہ تھا

تیمور کا حملہ ۱۳۹۸ء

محمود شاہ تغلق والئے دہلی نے سارنگ خاں کو پنجاب کا حاکم مقرر کیا تھا جس نے لاہور

میں شیخا کھوکھر اور ملتان میں غلام خضر خان کو شکست دے کر بھگا دیا۔ پانی پت کا حاکم تاتارخاں تھا سارنگ خاں نے اس پر بھی حملہ کیا لیکن خود شکست کھا کر واپس ملتان آیا۔

اسی دوران میں چنگیز خاں کا نواسہ تیمور کالی گھٹا کی صورت میں ظلم و ستم کے بادل برساتا ہوا آریہ ورت کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے ہراول کے طور پر اپنے پوتے میرزا پیر محمد کو پہلے روانہ کیا جس نے اوچ پر قبضہ کیا۔ سارنگ خاں نے اپنے نائب ملک تاج الدین کو مع دیگر امرائے اوچ کے حاکم ملک علی کی کمک کیلئے روانہ کیا، اس دوران میرزا پیر محمد دریائے بیاس کے کنارے رک گیا اور اس نے دھوکے سے غفلت کی حالت میں ملک تاج الدین کی فوج پر حملہ کر کے اسے تہ تیغ کر دیا اس قدر قتل و غارتگری ہوئی کہ بہت تھوڑے آدمی بچ سکے باقی ماندہ سپاہ نے بطور مراجعت دریائے بیاس میں گھوڑے ڈال دیئے۔

چنگیز خانیوں نے تیروں کی بارش کر کے ملک تاج الدین کی سپاہ کے خون سے دریائے بیاس کا پانی سرخ بنا دیا۔ ملک تاج الدین گرتا پڑتا بدحال معدودے چند آدمیوں کے ہمراہ ملتان آیا۔ میرزا پیر محمد پیشقدمی روک کر اس کے تعاقب میں ملتان پہنچا۔ سارنگ خاں گھبرا کر قلعہ بند ہو گیا۔ میرزا پیر محمد نے ملتان کا محاصرہ کر لیا۔ ملتان کے علاقہ میں چھ مہینے تک قحط رہا۔ میرزا پیر محمد نے آس پاس کے علاقوں کو تباہ و برباد کر دیا اور بدستور محاصرہ کئے رہا آخر مجبور ہو کر سارنگ خاں نے ہتھیار ڈال دیئے اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا میرزا پیر محمد نے سارنگ خاں اور تمام ملتانی لشکر کو مقید کر لیا۔

اِدھر یہ ہو رہا تھا اُدھر دلّی میں جیسا کہ مذکور ہوا تاتارخاں اور اقبال خاں اپنے اپنے اقتدار کیلئے لڑ رہے تھے وہاں اقبال خاں کامیاب ہو کر سلطان محمود شاہ کا دست راست قرار پایا اور ادھر ملتان میں ایک روز موقعہ پا کر سارنگ خاں تیموری لشکر کی قید سے نکل بھاگا۔

گجرات (پنجاب) کے بہادر

جب میرزا پیر محمد ملتان پر قابض ہو چکا تب اس کے دادا تیمور نے درّہ خیبر سے نکل کر سرحد کو تاراج کیا اور ہزارہا عورتیں اور خوبصورت لڑکے گرفتار کئے اس علاقہ سے فارغ ہو کر دریائے سندھ کو چول جلالی کے نزدیک پار کر کے پنجاب میں داخل ہوا اور لوٹ مار کا بازار گرم کر کے ہزارہا عورتیں اور لڑکے اسیر کرنے شروع کر دیئے یہ حالت دیکھ کر دریائے

چناب اور جہلم کے دوآبہ کا مقامی سردار شہاب الدین مبارک تمام زمینداروں اور عوام کو متحد کر کے تیموری لشکر کے مدِ مقابل ہوا ۔ گجرات کے گوجر جان توڑ کر لڑے اور تیمور کا راستہ روک کر آہنی دیوار بن گئے ۔ تیمور نے پیشقدمی روک کے قتل و غارت گری کو ایزاد کیا ، خود توقف کر کے ... امیر نور الدین کو اس کے قبیلے کے آدمی دیکر شہاب الدین مبارک کے مقابلہ کو بھیجا ۔ شہاب الدین نے بہادری کے جوہر دکھا کر نور الدین کے دانت کھٹے کر دیئے ، لڑائی نے طول کھینچا تمام علاقہ کو حملہ آوروں نے پامال کر دیا ، مجبوراً شہاب الدین اور اس کی سپاہ قلعہ میں محصور ہو گئی ۔

نور الدین نے قلعہ کا دھیان چھوڑ کر دیہات کو جلانا شروع کر دیا ، عاقبت الامر ایک روز بہادر شہاب الدین شبخوں مارنے کیلئے قلعہ سے برآمد ہوا اور جنگ عظیم واقع ہوئی ۔

شہاب الدین گجراتی سخت مجروح ہوا لیکن اس نے پایۂ ثبات کو متزلزل نہ ہونے دیا ۔ آخر کار بہادر گجراتی فتحیاب ہوئے اور امیر نور الدین زخمی حالت میں سر پر پیر رکھ کر بھاگا اور اپنے آقا تیمور کی خدمت میں بمشکل پہنچا ۔

چند ہفتہ قیام کر کے تیمور نے بہ نفس نفیس شہاب الدین گجراتی کی طرف پیش قدمی کی اس وقت تمام گجرات خالی ہو چکا تھا رعایا پہاڑوں اور جنگلوں میں بھاگ گئی چنانچہ شہاب الدین کو تازہ فوج مہیا نہ ہو سکی اس کے باوجود اس نے قلعہ بند ہو کر تیمور کے حملے روکے جب تباہی کی گھڑی سامنے آگئی تو بہادر و غیور گجراتی رات کے وقت قلعہ کا پچھلا دروازہ کھول کر کشتیوں میں سوار ہو کر دریا کے بہاؤ پر روانہ ہوئے ۔ صبح سویرے تیمور نے صورت حال سے واقف ہو کر فوج کا ایک دستہ ان کے تعاقب میں روانہ کیا لیکن وہ اس وقت تک ان کی زد سے نکل چکے تھے ۔

★ ★ ★

تیمور نے دریائے چناب پار کر کے قلعہ تلبھنہ کا رخ کیا جب اس نواح میں پہنچا تو حکم دیا کہ تمام دیہات و قصبات سے غلہ فراہم کیا جائے ۔ اس حکم کا ملنا تھا کہ تیموری سپاہ نے پل بھر میں ملحقہ دیہات اور شہر تلبھنہ کو تاراج کر کے اس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ہزارہا آدمی مارے گئے اور ہزارہا عورتوں اور لڑکوں کو زندہ گرفتار کیا گیا ۔

دوسرے دن تلبھنہ سے کوچ کر کے موضع شاہ نواز میں لشکر پہنچا عوام سے مال و دولت غلہ لوٹ کر حسب دستور باقی ماندہ اجناس میں آگ لگا دی گئی اسی دوران میں یہ خبر تیمور

کے سمع مبارک میں پہنچی کہ اسی علاقہ کے لوگوں نے میرزا پیر محمد کی اطاعت نہ کی تھی چنانچہ تمام علاقہ کے لوگوں کے قتل عام کا حکم دے دیا گیا لوگ گھر بار چھوڑ کر بھاگ نکلے جو پکڑے گئے تہ تیغ کر دیئے گئے دریائے بیاس کے کنارے بہادر شیخا کھوکھر کا بہادر بھائی جسرت صرف دو ہزار کھوکھروں کو لیکر تیموری چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ بہادر کھوکھر مادرِ وطن کی خاک میں جا ملے اور اپنا نام تا قیامت زندہ چھوڑ گئے قتل و غارتگری کے تیسرے روز تیموری لشکر نے دریائے بیاس کو عبور کیا اور جسرت کھوکھر زخمی حالت میں اپنے بھائی شیخا کھوکھر کے پاس پہنچا۔

بھٹنیر کے بہادر بھٹی گوجر

ادھر ملتان میں میرزا پیر محمد ڈیرے ڈالے پڑا ہوا تھا برسات کا موسم شروع ہوا گھوڑے ناکارہ ہو گئے ملتان کے نزدیک کے تمام دیہات و قصبات کے لوگوں نے متحد ہو کر میرزا پیر محمد پر حملے کرنے شروع کر دیئے روزمرہ ہزارہا آدمی اپنے وطن کی حفاظت میں جاں بحق ہوتے رہے۔

عوام کے اس قتل و غارت کو دیکھ کر بھٹنیر کے بھٹی گوجروں نے ملتان پر حملہ کر کے میرزا پیر محمد کو شکست پر شکست دی، آخر کار مجبور ہو کر میرزا پیر محمد قلعہ بند ہو گیا، جو فوجی دستہ بتلاش خوراک باہر نکلتا بہادر بھٹی ان سے گھوڑے چھین لیتے اور سب کو تہ تیغ کر دیتے، شہزادہ پیر محمد کو موت سامنے نظر آنے لگی۔ نہ پائے ماندن۔ نہ جائے رفتن۔

آخر یہ خبر اس کے کانوں میں پہنچی کہ اس کا دادا تیمور دریائے بیاس کے کنارے پہنچ گیا ہے چنانچہ ایک روز رات کو پیر محمد معہ اپنی باقیماندہ فوج کے گرتا پڑتا تیمور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ ہیرے جواہرات اور چاندی سونے کے زیورات جو اس نے اس وقت تک لوٹ مار کر کے حاصل کئے تھے تیمور کی خدمت میں پیش کئے اور بھٹی گوجروں کی شکایت زبان پر لایا۔

تیمور یہ خبر سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا اور علاقہ بھٹنیر پر حملہ کر کے تمام علاقہ کو تاخت و تاراج کر دیا تمام علاقہ کے لوگ ریگستانوں کی طرف بھاگ نکلے کچھ نے قلعۂ بھٹنیر میں پناہ لی اور باقی ماندہ اجودھن میں داخل ہوئے۔ تیمور نے سب سے پہلے اجودھن کو تباہ و برباد کرنے کی ٹھانی چنانچہ غصہ میں بھرا ہوا تیمور اجودھن پہنچا۔ قتل و غارت کے بعد شیخ فرید شکر گنج قدس سرہ کی... سفارش سے باقی ماندہ باشندوں کو اماں مل گئی۔

اب تیمور نے بھٹی گوجروں کو پامال کرنے کا عزم کیا اور سیدھا بھٹنیر پہنچا شہر میں پناہ گزینوں کی اس قدر کثرت تھی کہ اندرونِ شہر تل رکھنے کیلئے بھی جگہ باقی نہ تھی

بیچارے مصیبت کے مارے عوام نے شہر کے چاروں طرف زمین پر ڈیرے ڈالے اور حفاظت کے طور پر اپنے چاروں طرف کئی میل لمبی خندق کھودی حالانکہ اجودھن سے بھٹنیر تقریباً سو میل دور ریگستان میں واقع تھا، جہاں آب وگیاہ مشکل سے دستیاب ہوتا تھا لیکن تیمور اس تمام فاصلہ کو ایک دن و رات میں طے کر گیا علی الصباح تیموری فوج نے خندق کے ایک حصہ میں ریت سرکا کر اپنے لئے راستہ بنالیا اور آناً فاناً میں وہ پناہ گزیں جو شہر کے باہر مقیم تھے تہ تیغ کر دیئے گئے، گرم ریت کو مادرِ وطن کے سپوتوں نے اپنے خون سے سیراب کر دیا۔

ڈر کے مارے شہر کے لوگوں نے قلعہ میں داخل ہونا شروع کر دیا بھٹنیر کا حاکم رائے خلجی تھا، فارسی مورخین نے بھی اس کا نام رائے خلجی ہی لکھا ہے اور ہندو تحریر کرتے ہوئے تیمور کے مظالم کی اس آڑ کے ذریعہ پردہ پوشی کی ہے جو صحیح نہیں ہے رائے خلجی مسلمان گوجر تھا اس کا نام خلجی اس وجہ سے قرار پایا کہ اس کے دادا نے علاؤالدین خلجی کے زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا اور بعد قبول اسلام اسی وقت اس نے اپنے پوتے کا نام رائے خلجی رکھا۔

رائے خلجی اس قدر بہادر تھا کہ بڑھاپے کے باوجود اس نے تغلق دور میں دلّی کی ماتحتی قبول نہ کی تھی، رائے خلجی کو شیخ فرید گنج شکر قدس سرہٗ سے خاص عقیدت تھی اور انہیں کے کہنے پر اس نے ملتان میں پیر محمد کو بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔

مزید برآں کہ شیخ رح نے تمام لوگوں کو قلعۂ بھٹنیر میں پناہ لینے کا حکم دیا تھا ان لوگوں میں خود شیخ رح کے پوتے شیخ سعدالدین رح تھے جنہوں نے اجودھن سے آکر بھٹنیر میں پناہ لی تھی۔ رائے خلجی نے شہر کے باشندوں کو قلعہ میں پناہ دی لیکن تمام شہر قلعہ میں نہ آسکا، جتنے بھی اشخاص باہر رہ گئے تمام کے تمام مع زن و فرزند تیموری تلواروں سے خاک و خون میں غلطیدہ ہو گئے۔ اب صرف قلعہ رہ گیا...

تیموری فوجوں نے تمام شہر کا کونہ کونہ بفراغت لوٹا خالی گھروں میں جھاڑو دے کر آگ لگا دی گئی۔

اب تیمور نے قلعہ کی طرف رُخ کیا اور نقب کھودنی شروع کی قلعہ کے لوگوں کو اپنی موت سامنے نظر آنے لگی۔ لوگوں کو پتہ چلا کہ تیمور چنگیز خاں اور ہلاکو خاں کی طرح غیر مسلم نہیں ہے بلکہ مسلمان ہو کر آیا ہے چنانچہ بہادر مسلم گوجر رائے خلجی نے ایک سید

کو سفارش کیلئے بھیجا، تیمور نے ہنس کر صرف ایک دن و رات کی مہلت دی اور حکم دیا کہ تمام غلّہ و اجناس اور زیورات قلعہ پر سے باہر پھینک دیئے جائیں۔

زیورات کو تیموری فوج کے سپرد کرنا تو کوئی بڑی بات نہ تھی لیکن ڈر اس بات کا تھا کہ اگر تمام غلّہ اور اجناس تیمور کو سونپ دیا گیا اور اس نے ہل من مزید کا بہانہ کر کے اماں نہ دی تو اہل قلعہ بھوکوں مر جائیں گے۔ چنانچہ اہل قلعہ نے جنمیں بہت سے علماء بھی تھے صلاح دی کہ غلّہ و اجناس قطعاً تیمور کے حوالے نہ کیا جائے۔ چنانچہ اگلے روز اہل قلعہ کے یہ تیور دیکھ کر تیمور نے پھر نقب لگانی شروع کرا دی۔

رائے خلجی بھٹی گوجر نے اپنے بیٹے کو قلعہ کی دیوار پر سے اتارا اور بہت سامال تیمور کو بھیجکر اماں طلب کی، تیمور نے ہیرے جواہرات لے کر گوجر شہزادہ کو گرفتار کر لیا اور مزید رقم کا مطالبہ کیا چنانچہ سونے کے شاہی زیورات بھی قلعہ پر سے تیمور کو دے دیئے گئے۔ رائے خلجی نے کہا کہ شاہی زر و جواہر سب ختم ہو چکے ہیں اور خزانہ میں ایک کوڑی باقی نہیں ہے۔

چنانچہ اب تیمور نے مطالبہ کیا کہ قلعہ کے تمام پناہ گزیں ہندو مسلمان اپنے زیورات باہر پھینک دیں، بہادر گوجروں نے اس حکم کے ماننے سے صاف انکار کر دیا لیکن عوام نے اپنی جانوں کو خطرے میں دیکھکر بذات خود تمام زیورات قلعہ پر سے باہر پھینک دیئے۔ قلعہ کے چاروں طرف سونے چاندی کی بارش ہو رہی تھی اور تیموری سپاہیوں کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی انہوں نے دوڑ دوڑ کر زیورات کو اچک لیا اور اونٹوں کے کجاوے بھر لئے اس کے باوجود تیمور نے گوجر شہزادے کو شام تک رہائی نہ دی۔

اگلے روز علی الصباح بہادر گوجر رائے خلجی نے نقارۂ جنگ پر چوب لگادی اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا تھوڑے ہی بہادر میدان جنگ میں نکلے تھے کہ علمائے کرام نے جنگ بازی کو نامناسب جانا اور صلاح و مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ رائے خلجی بذات خود تیمور کی خدمت میں حاضر ہو۔ چنانچہ بہادر گوجر نے اس مشورے کے آگے سر تسلیم خم کیا اور شیخ فرید گنج شکر قدس سرہ کے پوتے سعد الدین رح کے ساتھ باہر نکلا اور دونوں صاحبان نے تین سو عراقی گھوڑے اور مختلف تربیت یافتہ شکاری جانور اور بہترین پارچہ جات اپنے ساتھ لے کر تیمور کی خدمت میں پیش کئے۔ چنانچہ تیمور نے بہزار دقت یہ اطمینان

کر کے کہ اہل قلعہ کے پاس اب ایک کوڑی باقی نہیں ہے زبان سے امان کا اقرار کر لیا اور کہا کہ قلعہ کے دروازے کھول دیئے جائیں۔

قلعہ کے دروازے کھول دیئے گئے، تیموری تلواریں النانوں کے زندہ سروں کو دیکھ کر مچلنے لگیں چنانچہ تیمور نے الزام لگایا کہ اس کا ایک آدمی مسافر کابلی دیپالپور کے مسلمانوں نے چند عرصہ پیشتر قتل کیا تھا لہذا ملزمان کو پیش کیا جائے۔

یہ معلوم کرنا کہ اصل قاتل کون ہے ایک مشکل امر تھا لہذا تیمور نے حکم دیا کہ دیپالپور کے تمام پناہ گزیں باشندوں کو تہ تیغ کیا جائے پھر تو ہر شخص اپنے کو دیپال پوری ظاہر کرتے ہوئے خوف کھانے لگا اسی جھمیلے میں پانچسو آدمی قتل ہونے پائے تھے کہ بہادر گوجر رائے خلجی کا گوجری خون جوش میں آگیا وہ ننگی تلوار لیکر تیمور کے خیمہ سے باہر نکلا کھٹا کھٹ تلواریں چلنے لگیں عوام بھاگ کھڑے ہوئے اور بہادر گوجر صفیں آراستہ کر کے جم گئے تیمور بذات خود زخموں سے چور چور ہو گیا اور اسی زخمی حالت میں اسے خیمے میں لے جایا گیا اس نے لیٹے لیٹے شہزادہ پیر محمد کو کمان سونپی اور حکم دیا کہ چنگیز خاں کی یاد تازہ کر دی جائے۔

چنانچہ اس کے اس حکم کے بموجب بہادر تاتاری خوب دل کھول کر لڑے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ جانباز گوجر گو تعداد میں کم تھے لیکن انہوں نے دوبارہ اماں طلب کرنے کو ذلالت پر محمول کر کے مرجانا بہتر سمجھا چنانچہ گوجروں کا ایک نوجوان بھی زندہ نہ بچ سکا قلعہ کی دیواریں اپنے مالکوں کی شجاعت دیکھ کر دن کی دھوپ میں چمک کر داد مردانگی دے رہی تھیں۔ آخر کار اس کے مالک اس کی بنیادوں کے پاس خاک میں مل گئے۔

تیمور نے حکم دیا کہ بھاگتے ہوئے پناہ گزینوں کو روک کر ہلاکو خاں کی روح کو تسکین دی جائے چنانچہ تیموری لشکر نے چاروں طرف سے عوام کو گھیر کر مع زن و فرزند تہ تیغ کرنا شروع کر دیا

تیموری فوجیں واپس خیمہ میں آئیں اور اب تیمور نے حکم دیا کہ دیہاتیوں سے زر و جواہرات طلب کئے جائیں چنانچہ امیر شیخ نورالدین اور امیر اللہ داد کی سرکردگی میں فوجوں کا سیلاب دیہاتوں میں امنڈ پڑا، بہادر دیہاتی کیا ہندو کیا مسلمان اپنے زن و فرزند کو قتل کر کے مرنے مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ چند گھنٹوں میں میلوں دور تک ایک متنفس

باقی نہ بچا۔ فوجیں تمام دیہاتوں کو نذر آتش کر کے تیمور کے ڈیرے پر پہنچیں۔ رات کو آرام کر کے صبح سویرے کوچ کا حکم دیا گیا اور روانگی سے پیشتر شہر بھٹنیر کی سوختہ دیواروں کو منہدم کر دیا گیا اور قلعہ کو مسمار کر کے زمین کے ہموار کر دیا گیا اور یہ شہر صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا۔

چنانچہ مولف گوجر کے زمانہ تک کوئی ماہر آثار قدیمہ بھی یقین کے ساتھ یہ نہ بتا سکا کہ بھٹنیر کہاں واقع تھا۔ بھٹی گوجر اس تباہی کے بعد جمنا عبور کر کے آباد ہوئے اور موجودہ.. ضلع بلند شہر میں انکے تین سو ستھ گاؤں آباد ہیں۔ اکبر کے زمانہ میں یہ علاقہ بھی بھٹنیر کہلاتا تھا۔ اور یہ سب آج تک گوجر کہلاتے ہیں۔

مشرقی پنجاب کے گوجر

بھٹنیر سے تیموری لشکر شمال مشرق کی طرف بڑھا اس طوفانی آندھی کی آمد اور اس کے طریقۂ کار کا شور دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ تمام راستوں سے لوٹ مار کر کے لوگوں کے زن و فرزند بلا لحاظ مذہب و ملت اسیر کر کے تیموری لشکر حدود سرستی (موجودہ تھانیسر) میں پہنچا لوگ دیہات وقصبات و شہروں کو چھوڑ کر جنگلوں کی طرف بھاگ نکلے اور جو ہاتھ آئے تہ تیغ ہوئے سامان اکٹھا کر کے تمام آبادیوں کو نذر آتش کر دیا گیا اور تیموری لشکر نے پھر فتح آباد کا رخ کیا اور وہاں بھی یہی معاملہ واقع ہوا۔ قلعہ رجب، اہروتی اور توہیتہ وغیرہ سب مقامات فنا ہوئے تیموری لشکر سمانہ کی طرف چلا بہادر گوجر اور جاٹ لشکر کے عقب میں لگ گئے جہاں موقعہ ملتا حملہ کر کے رہزنوں کو تہ تیغ کر دیتے اور ان کا مال چھین کر لیجاتے۔ جاٹوں اور گوجروں نے لشکریوں کی یہ حالت کر دی کہ ان کو رات کا سونا نصیب نہ ہوتا تھا۔

تیمور نے کیتھل کے پاس لشکر کی پیش قدمی روک دی اور حکم دیا کہ تمام جنگلوں کا محاصرہ کر لیا جائے۔ چنانچہ تمام جنگلات میں جہاں سے گوجر تیموری لشکر پر حملے کرتے تھے معرکۂ کارزار گرم ہوا بہادر گوجروں نے جنگلوں کے درختوں کو اپنے خون سے سینچا اور داد مردانگی دیکر اپنے ملک کی حفاظت میں راہی ملک بقا ہوئے۔

گوجروں سے فراغت حاصل کر کے تمام لشکر کیتھل میں یکجا ہوا کیتھل اور سمانہ کو لوٹا گیا تیموری لشکر کاٹ مار کرتا ہوا اور زن و فرزندوں کو اسیر کرتا ہوا پانی پت پہنچا علاقہ پانی پت کے گوجروں نے تیموری لشکر کو روکنا چاہا لیکن تیموری سیلاب میں تنکوں کی طرح بہ گئے کچھ

تہ تیغ ہوئے اور جو باقی بچے وہ جمنا کے کھادر میں پناہ گزیں ہوئے۔
پانی پت کے راول گوجروں کی لڑائی کے بعد تیموری لشکر نے جمنا کا کنارہ پکڑا کھادر کے گوجروں نے لشکریوں کو پیچدار راستوں میں ہزار ہا جانوں کا نقصان پہنچایا گوجروں کے تیر و تفنگ سے بچنے کے لئے تیمور نے حکم دیا کہ تمام فوج زرہ پوش ہو کر چلے۔

قلعہ لونی

سونی پت اور باغپت کے درمیان تیمور نے دریائے جمنا کا دایاں کنارہ چھوڑ دیا۔ جمنا عبور کر کے دوآبہ میں داخل ہوا اس کنارے کے گوجروں نے بھی تیر کمانیں اور تلواریں سنبھال لیں چنانچہ تیمور نے میدان کا رخ نہ کر کے جنوب کی طرف بڑھنا شروع کر دیا جمنا کے ساتھ ساتھ قصبہ لونی کے سامنے ڈیرے ڈالے باغپت اور شاہدرہ (دہلی) کے درمیان تین قلعہ شاہان دہلی کے ماتحت تھے جہاں بادشاہی حاکم رہتے تھے۔ تیمور نے پہلے دو قلعے چند گھنٹوں میں منہدم کرا دیئے آخر میں قلعہ لونی کی باری آئی، قلعہ لونی کو علاؤالدین خلجی نے گوجروں کی سرکوبی کیلئے بہت اونچی جگہ بنایا تھا تاکہ کھادر کے گوجروں کے حملے آسانی سے روکے جا سکیں تیمور کے حملے کے وقت اس قلعہ میں دلی کے بادشاہ محمود شاہ تغلق کا ایک سردار مقیم تھا جس نے کھلے میدان میں تیمور کی فوج کا مقابلہ کیا لیکن چند لمحوں میں تلواروں کی چمک سے آنکھیں چوندھیا گئیں لہذا فوراً قلعہ بند ہو گیا۔ تیموری فوجوں نے قلعہ سے ہٹ کر پڑاؤ ڈال دیا اور سپاہی آس پاس کے دیہات سے نان و نفقہ کی تلاش میں نکلے لیکن جونہی تیمور کی فوجیں قلعہ لونی کے سامنے فروکش ہوئی تھیں تب ہی تمام گوجر اپنی کھڑی فصلوں اور گھروں میں آگ لگا کر وہاں سے ہٹ کر موجودہ غازی آباد کے علاقہ میں جا چکے تھے۔ تیموری لشکر بے نیل مرام واپس آیا۔

قلعہ لونی کے مسلمان سردار کو حکم دیا گیا کہ فوراً قلعہ کے دروازے کھول دے ورنہ قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی۔ حاکم قلعہ نے یہ سمجھتے ہوئے کہ دلی صرف یہاں سے سات آٹھ میل دور ہے اور کمک آیا ہی چاہتی ہے ترش کلامی سے جواب دیا چنانچہ جب کہ دن ڈھل رہا تھا بھوکا لشکر قلعہ پر ٹوٹ پڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے انسان تو کجا قلعہ کی کوئی دیوار تک صحیح و سالم نہ بچی ایک بھی متنفس زندہ بچ کر نہ نکلا

لونی کی بستی میں آگ لگادی گئی اور قلعہ کو مسمار کردیا گیا۔

اس تاریخ کے مولف گرجر نے یہ مسمار شدہ قلعہ دیکھا ہے جو اس پختہ سڑک کے کنارے واقع ہے جسے حکومت ہندوستان نے دلی سے سہارنپور کے درمیان براہ راست جمنا کے بائیں کنارے کے ساتھ بنایا ہے۔

یہ قلعہ آج مٹی کا ایک بہت بڑا تودہ (ڈھیر) ہے۔ ڈھیر کے اوپر شہید شدہ مسجدوں کی دیواریں زبانِ حال سے تیمور کے مذہب کی طرف اشارہ کررہی ہیں آجکل یہ تمام ملبہ قلعہ کی منہدم شدہ بقایا دیواریں اور قدیم مسجدوں کی نشانیاں محکمۂ آثار قدیمہ کی زیر نگرانی ہیں چاروں طرف کانٹے دار تار لگے ہوئے ہیں اور بورڈ آویزاں ہے جس پر انگریزی زبان میں تحریر ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

> محکمۂ آثار قدیمہ ہندوستان ہر شخص کو تنبیہ کرتا ہے کہ حدود تار کشی کے اندر نہ جائے یہ جگہ محکمۂ آثار قدیمہ کی زیر نگرانی ہے، جرم کا ارتکاب کرنے والے کو جرمانہ اور قید کی سزا دونوں دی جائیں گی۔

راقم نے مقامی لوگوں سے اس ممانعت کی وجہ دریافت کی اور کہا کہ آثار قدیمہ دیکھنے کو کہیں بھی منع نہیں کیا جاتا تو وہاں کے لوگوں نے اس ممانعت اور کانٹے دار تار کشی کی وجہ یہ بتائی کہ بہت سے لالچی لوگ اس ڈھیر کو کھودنے لگتے ہیں تاکہ دفن شدہ مال و دولت ہاتھ لگے جب کسی نے پہلے پہل ایسا کام کیا تو مٹی کے نیچے سے مال و دولت کے بجائے انسانوں کے ڈھانچے نیچے اوپر تہ بہ تہ برآمد ہوئے، چنانچہ مقامی لوگوں نے حکام سے درخواست کرکے اس کو انگریزی دور میں ہی دیکھنے کی ممانعت کرادی تھی جس پر آج تک عمل ہو رہا ہے۔

دلّی کے بادشاہ محمود شاہ تغلق اور تیمور کا مقابلہ

یعنی دلّی کی تباہی

قلعۂ لونی کو غربی لونی کہا جاتا تھا اور موجودہ شاہدرہ کا نام شرقی لونی تھا عوام

غربی لونی کو بڑی لونی اور شرقی لونی کو چھوٹی لونی کہتے تھے ان دونوں مقامات میں صرف چار میل کا فاصلہ ہے' یہ دونوں مقامات دِلّی سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہیں صرف درمیان میں دریائے جمنا حائل ہے۔

اگلے روز صبح سویرے تیموری لشکر کے کچھ حصے نے دریائے ہنڈن تک کے علاقہ کو ملاحظہ فرمایا۔ جہاں دریائے ہنڈن دِلّی سے چند میل دور بجانب جنوب دریائے جمنا سے ملتا ہے اس جگہ امیر سلیمان شاہ اور امیر جہاں شاہ کو تیمور نے ڈیرے ڈال کر حکم دیا کہ جنوب کی طرف... دیہات و قصبہ جات کو تاخت و تاراج کریں اور خود دریائے جمنا کو عبور کر کے چند ہزار آدمیوں کے ہمراہ دریائے جمنا کے مغربی کنارے یعنی دِلّی کے جنوب میں وارد ہوا۔

خود تیمور قدیم دِلّی جسے جہاں نما کہتے تھے دیکھنے میں مشغول ہوا۔ یہ علاقہ غیر آباد تھا۔۔ چنانچہ تیمور بطور سیر و تفریح اس علاقہ میں گھوما اور اس کا ہراول دستہ موقع و محل دیکھنے کی۔۔ غرض سے جنوب سے شمال کی طرف دِلّی کے نواح میں آیا۔

محمود شاہ تغلق والئے دہلی نے امراء سے مشاورت کر کے محمد یوسف کو پانچ ہزار سوار اور پیادے اور ستائیس ہاتھی دیکر تیمور کی حرکات و سکنات ملاحظہ کرنے کیلئے بھیجا۔ محمد یوسف کے ہمراہیوں نے تیموری ہراول دستہ کی تعداد کم خیال کر کے اس پر حملہ کر دیا لیکن تیمور کے اس معمولی دستہ نے محمد یوسف کو گرفتار کر لیا اور جہاں باغات میں تیمور سیر و تفریح میں مشغول تھا اسے اس کے ہمراہیوں کے ساتھ پیش کیا' تیمور نے حکم دیا کہ ان سب کی گردن ماردی جائے چنانچہ حکم کی فوراً تعمیل کی گئی۔

جمنا کے مغربی کنارے پر سیر و تفریح کر کے تیمور شرقی کنارے پر واپس چلا گیا غربی کنارے پر بطور حفاظت سونجک بہادر اور اللہ داد بہادر دستوں کے کھڑے تھے کہ ملو اقبال خان جو بادشاہ دہلی کا دست راست بنا ہوا تھا لشکر لے کر بادشاہ کے ہمراہ نمودار ہوا' تیمور کے حفاظتی دستوں نے داد مردانگی دی لیکن بری طرح پسپا ہوئے اور بھاگ کر جمنا کو عبور کر گئے۔ جب ملو اقبال خاں نے دیکھا کہ تیموری فوج کے آدمی دِلّی کی طرف کا کنارہ چھوڑ کر دوسرے کنارے پر واپس چلے گئے ہیں تو وہ بھی دِلّی کی طرف واپس پلٹ آیا' سونجک بہادر اور اللہ داد نے فوراً چند ہمراہیوں کے ساتھ مغربی کنارے پر مراجعت کی اور دِلّی کی سپاہ پر عقب سے حملہ کر دیا اور جو لوگ بےفکر ہو کر واپس جا رہے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے ان

سب کو تہ تیغ کر دیا اور وہ ہاتھی جو لشکر کے عقب میں مستانہ چال چل رہا تھا اور جسے پشت پناہ کہا جاتا تھا وہ اس ہڑبونگ میں ایکبارگی گھبرا کر گر پڑا اور امیر تیمور نے اسے اپنے لئے ایک نیک شگون سمجھا۔

سورج غروب ہونے سے پہلے تیموری لشکر کے سپاہی گھوم پھر کر واپس غربی لونی میں پہنچے اگلے روز صبح سویرے شرقی لونی (موجودہ شاہدرہ) میں عین دہلی کے مقابل.. دریا کے دوسرے کنارے پر ڈیرے ڈالے گئے اور جنگ کی تیاری شروع کی گئی۔

تمام امراء و سپہ سالار جنگ کی تیاریوں پر تیمور کے سامنے تجاویز پیش کر رہے تھے کہ اتنے میں امیر جہاں شاہ اور دیگر امراء نے عرض کی کہ لشکر کی تعداد اسی ہزار ہے اور روہڑہ خیبر سے لیکر دریائے جمنا تک جو عورتیں زن و فرزند اسیر کئے گئے ہیں ان کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔

جس وقت محمود شاہ تغلق اور ملو اقبال خاں جنگ کے نقارے بجاتے ہوئے دہلی سے نکل کر حفاظتی دستوں پر حملہ آور ہوئے تھے تو ہندی خوش ہوئے اور ان کے چہرے سے بشاشت ٹپکنے لگی تھی۔ چنانچہ ایسا نہ ہو کہ جس وقت ہم جنگ میں مصروف ہوں یہ شیرنیاں اور شیر کے بچے ہم کو کھا جائیں۔

یہ بات سن کر امیر تیمور نے حکم دیا کہ پندرہ سال سے زیادہ عمر والے تمام مردوں عورتوں اور لڑکوں کو تہ تیغ کر دیا جائے۔

چنانچہ تیموری فوجوں نے تمام اسیروں کو درمیان میں کھڑا کر کے چاروں طرف سے گھیرا ڈال دیا، ان نہتے انسانوں کے سامنے ننگی تلواریں میان سے باہر نکلیں ان میں سے قریب قریب سب کے سب دار و رسن سے بندھے ہوئے تھے چاروں طرف سے تلواریں ان کے سروں پر بجنے لگیں تمام دن قہر کا عالم رہا۔ مقتولین کی ہائے ہائے کو سننے کی تاب نہ لا کر پرندے اپنے گھونسلے تک چھوڑ کر اڑ گئے اور درندوں نے شرم کے مارے اپنے چہرے جنگل کی جھاڑیوں میں چھپا لئے۔ زمین خون سے سیراب ہو گئی اجن معصوم عورتوں اور لڑکوں نے بھاگنے کی کوشش کی ان کے پیچھے گھوڑے دوڑا کر ان کو تہ تیغ کر دیا گیا، ایک لاکھ انسان مقتول ہوئے میلوں دور تک انسانوں کی لاشیں نظر آ رہی تھیں، آریہ ورت کی زمین نے خون کے

گھونٹ پی کر اپنے سپوتوں کو سینے سے لگا لیا۔

درہ خیبر سے لیکر بنگال تک اور جنوب میں مدورا تک ایک انچ زمین ایسی نہیں ہے جو ہمارے بزرگوں کی شکایت کر سکے کہ انہوں نے اسے اپنے خون سے نہیں سینچا۔

اے آریہ ورت کی سرزمین! تو ہیں اپنے سینے سے اناج نکال کر دیتی ہے ہم اسے غلّہ و خوراک کہکر کھا لیتے ہیں لیکن کیا تیرا خیال یہ ہے کہ ہم اسے مال غنیمت سمجھتے ہیں، اے ارضِ مقدس! جب تک کھشتری خون کا ایک قطرہ بھی باقی ہے وہ بھی تیری حرمت کیلئے اپنے کو قربان کرتا رہے گا۔ اے خاک پاک! ہمیں... صاحب عقل و فراست بنا دے، ایسا نہ ہو ہم تیرے سپوت ہونے کا بھی دعویٰ کرتے رہیں اور تیرا سینہ چیر کر دوسرے ممالک کی روزی و ماتحتی لوگوں کے ورغلانے سے بہ ہزار حیلہ بہم پہنچاتے رہیں۔

سورج نے اس نظارے کی تاب نہ لا کر اپنا چہرہ چھپانے کیلئے جلدی جلدی... مغرب کی طرف بڑھنا شروع کر دیا قلعہ اور کوٹھوں سے دِلّی کے باشندے یہ نظارہ دیکھ رہے تھے شہر پر خاموشی طاری تھی ہر لمحہ معصوم مقتولین کی ہائے ہائے کی آوازیں دِلّی کی دیواروں سے ٹکراتی تھیں۔

بادشاہ محمود شاہ تغلق خدا سے اپنی کامیابی کیلئے دعائیں مانگ رہا تھا ایران، توران وغیرہ سے آ کر اس ملک کو مال غنیمت سمجھنے والے گڑگڑا کر دعا مانگ رہے تھے، انسان کیسا بیوقوف ہے وہ اللہ اور رب العالمین کو صرف اپنے لئے مخصوص سمجھتا ہے دوسروں کا گلا کاٹتے وقت اسے خدا یاد نہیں آتا، دِلّی کے رنگ محلوں میں رہنے والے یہ تغلق اور خلجی وغیرہ جو اب خدا کو یاد کر رہے تھے ان کے آباو اجداد نے اس وقت اور ان کی اولاد نے آج تک کبھی یہ خیال نہ کیا کہ تلوار کا زخم ہر انسان کے دلمیں یکساں درد اور دکھ پیدا کرتا ہے۔

علاؤالدین انہلواڑہ کو غارت کرتے وقت بھول گیا تھا کہ دیول دیوی کسی کی شادی شدہ رانی تھی لیکن اللہ میاں نہیں بھولے تھے اسی لئے علاؤالدین کی بیوی اور لڑکیاں ہندی غلاموں کے نکاح میں اسی طرح پہنچیں اور اس کا تمام خاندان اسی طرح ذبح

ہوا جس طرح گجرات کے سولنکی گو جبر تباہ ہوئے اسی طرح محمود شاہ تغلق کا دادا محمد تغلق بھی تو انسانوں شکار کھیلا کرتا تھا، کون سی تاریخ ہے جو اس امر سے انکار کر سکتی ہے قدرت کا انتقام محمد تغلق کی اولاد کیلئے آپہنچا، فیروز شاہ تغلق نے بھی تو نگر کوٹ میں نہتے عوام کو ذبح کرایا تھا، ظلم ظلم ہے چاہے عالم کی طرف سے ہو چاہے جاہل کی طرف سے ہو۔

تیمور بھی ان ایک لاکھ انسانوں کی لاشوں میں نہ ٹھہر سکا اس نے حکم دیا کہ دریائے جمنا کو عبور کر کے دوسرے کنارے پر فیروز شاہ تغلق کے جنگل فیروز آباد میں خیمے گاڑے جائیں، چنانچہ اب تو تیموری لشکر بھی دلی کا ہمکنار ہو گیا۔ پڑاؤ کے چاروں طرف خندق کھودی گئی اور اس میں گائے بھینسیں چھوڑ دی گئیں اور ان کے پیر باندھ دیئے گئے تاکہ بوقت ضرورت پیدل سپاہ ان کے اوپر سے خندق کو پار کر سکے۔ دلی کی فوجیں حملہ کا انتظار کرتی رہیں۔

تیسرے روز تمام تیموری لشکر خیموں میں چوکیداروں کو چھوڑ کر خندق کو عبور کرتا ہوا باہر آیا چنانچہ تیموری فوج کی پیش قدمی دیکھ کر دلی کا بادشاہ محمود شاہ تغلق اور اس کا دست راست ملو اقبال خاں ایک کثیر فوج لے کر مع ایک سو تیس ہاتھیوں کے میدان جنگ میں نکلے۔۔

تیموری لشکر نے اگلی صفوں میں نیزہ بردار، تیر انداز اور شمشیر زن اس طور سے ترتیب دیئے کہ ہاتھیوں پر بھی نیزوں اور تیروں سے حملہ کیا جا سکے اور انسانوں پر بھی تلوار چلائی جا سکے پیچھے تمام فوج تلوار کی دھنی تھی۔

جنگ شروع ہوئی، تھوڑی ہی دیر میں کچھ ہاتھی تو وہیں گرا دیئے گئے اور جو باقی بچے وہ بھاگ کھڑے ہوئے، انسانوں کے درمیان سے ایک عالم گھبراہٹ میں گراں ڈیل حیوانوں کا نکلنا کوئی معمولی بات نہ تھی، تیموری فوجوں نے ان لوگوں کو جو سینکڑوں سال سے مال غنیمت پر گزارہ کر رہے تھے اور کسی ایک نے بھی ایک دانہ غلہ کا نہ اگایا تھا مارتے کاٹتے دلی میں گھسا دیا اور رات کو تیموری فوجیں حوض خاص کے پاس آکر فروکش ہو گئیں اور شہر کو چاروں طرف سے نگرانی میں لیکر نگراں مقرر کر کے اطمینان سے سوئے لیکن جن لوگوں نے عوام کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں آج ان کیلئے آنکھوں میں رات کاٹنے کا موقعہ تھا چنانچہ بادشاہ محمود شاہ تغلق اور اس کا دست راست اقبال خاں رات کو نہ معلوم کس طرح بچکر بھاگ گئے۔ تیمور نے اطلاع پاتے ہی اپنے جانبازوں کے دستے ان کے پیچھے دوڑائے، محمود شاہ

تو گجرات پہنچ گیا لیکن اقبال خاں کے دو بیٹے سیف الدین اور خداداد گرفتار ہوئے ان کی گردن ماردی گئی اور ان کے ساتھ ہی ساتھ جن لوگوں نے شہر سے بھاگنے کی کوشش کی سب کے سب تہ تیغ کر دیئے گئے۔

اگلے روز صبح لوگوں کے منہ میں تھوکنے کا فتویٰ دینے والے تیمور کی خدمت میں دست بستہ حاضر ہوئے اور جان کی امان کا فتویٰ مانگا، تیمور نے خوش ہو کر کہا کہ مغل ہمیشہ اماں دیتے آئے ہیں، جاؤ شہر میں مزے مارو، ہم لوگ ابھی آتے ہیں چنانچہ قاضی مغیث کی اولاد نے جامع مسجد میں اعلان کیا کہ:۔

"اب ہمارا بادشاہ صاحبقران ظلِ سبحانی امیر تیمور مغل اعظم ہے"

امیر تیمور ایسی خوشامدانہ باتیں سننے نہیں آیا تھا، اگلے روز اس نے شہر میں داخل ہوتے ہی اعلان کیا کہ سب لوگ سونا چاندی، ہیرے اور جواہرات اپنے گھروں سے لاکر خدمت میں پیش کریں، لوگوں نے جلدی جلدی اوپر اوپر کا فالتو مال و متاع لاکر پیش کر دیا۔

تیمور نے کہا "اتنا ہی مال ... دوسو سال میں ہندوستانیوں سے بٹورا گیا تھا، اور لاؤ ورنہ سب کی گردن ماردی جائے گی۔ لوگوں نے ڈرتے ڈرتے سب سامان لاکر حاضر کر دیا اس کے بعد تیمور نے فوج کو حکم دیا کہ وہ ہر گھر کی تلاشی لے اگر کسی کے یہاں ایک بھی چھلا یا کوڑی مل جائے تو اس کی گردن ماردو، لہٰذا فوج منتشر ہو کر خانہ تلاشی لینے لگی لوگوں نے متحد ہو کر شہر کے دروازے بند کر لئے تاکہ مزید تیموری فوج پڑاؤ سے اندر داخل نہ ہو سکے اور شہر کی تیموری سپاہ کا مقابلہ کیا، تیموری فوجیوں نے باسی کڑھی کے اس اُبال کو بہت جلد ٹھنڈا کر دیا گیا، لوگ مسجدوں کو خدا کا گھر سمجھ کر وہاں پناہ گزیں ہوئے تاکہ تیموری تلواروں سے بچ جائیں لیکن وہ وہاں بھی نہ بچ سکے۔

المختصر دلّی تباہ و برباد ہو گئی، تیمور کے ہاتھ اس قدر مال و دولت لگا کہ جس کا شمار ہی نہیں ہو سکتا، قطب الدین ایبک سے لیکر محمود شاہ تغلق تک کا تمام خزانہ حاصل کر لیا گیا، ایک سو بیس ہاتھی بارہ گینڈے اور بہت سے شکاری جانوروں پر متصرف ہوا تیمور کو دلی کی جامع مسجد (آجکل والی مسجد نہیں جو شاہجہاں کی بنوائی ہوئی ہے بلکہ قدیم مسجد) پسند آئی چنانچہ دلّی کے سنگ تراش اپنے ہمراہ لے گیا اور سمرقند میں ویسی ہی مسجد تعمیر کرائی۔ تیمور دلّی میں پندرہ روز رہا، لڑتے مرنے والے تو ختم ہو گئے اور کچھ جان بچا کر

بھاگ گئے، چند شیخ، سید رہ گئے جنمیں سے ایک کو حکم دیا گیا بہادر ناہر کو بلا کر لائے چنانچہ سید شمس الدین گجرات گیا اور ناہر کو بلا لایا، دوسرے کو حکم دیا کہ وہ خضر خاں کو بلا کر لائے جس نے پنجاب میں تیمور کی خدمت کی تھی لیکن وہ دلی سے خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا تھا چنانچہ اسے بھی بلایا گیا۔

نوٹ منجانب مؤلف:- یہ وہی خضر خاں ہے جس کے پوتے نے تاریخ لکھوا کر اپنے کو سید تحریر کرایا تھا حالانکہ خضر خاں، حاکم ملتان کا غلام تھا، مفصل حالات حصہ اوّل میں گزر چکے ہیں۔

چند فارسی تاریخوں سے واضح ہوتا ہے کہ تیمور واپسی میں جب پانی پت آیا تو اسے پتہ چلا کہ میرٹھ کے قلعہ داروں نے اس کے امیر شاہ ملک اور ایک جانبازوں کی جماعت کو شکست دیکر بھگا دیا اور فخریہ کہا کہ اس قلعہ کو ترشش زین خاں بھی فتح نہ کر سکا تھا چنانچہ تیمور پانی پت سے واپس دوآبہ میں گھس گیا اور قلعہ میرٹھ کو فتح کر کے وہاں کے سردار الیاس خاں، مولانا احمد تھانیسری کے بیٹے اور ملک صفی کبیر وغیرہ سب کو قتل کر کے قلعہ بھٹنیر کی طرح اسے بھی صفحۂ ہستی سے مٹا دیا اور دوآبہ میں قتل عام کیا۔

لیکن دوآبہ کی تاریخیں اس کے خلاف ہیں، ان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تیمور بذات خود دلی سے سیدھا گنگا جمنا کے دوآبہ میں داخل ہوا تھا صرف واپسی پر پانی پت آنے میں اختلاف ہے ورنہ سب تاریخیں اس کے لیے میرٹھ کی فتح اور گوجروں کے حالات پر متفق ہیں جنکا ذکر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

گنگا، جمنا کا دوآبہ

(۱) میرٹھ کا محاصرہ

تیمور نے دلی کو تاخت و تاراج کر کے گلیوں میں خون کی ندیاں بہا دیں لیکن اس کی خونچکاں تلواریں انسان کے لہو سے ابھی تک سیر نہ ہوئی تھیں چنانچہ اس نے میرٹھ کا محاصرہ کیا کیوں کہ وہاں بادشاہ محمود شاہ تغلق کے کچھ امراء بھاگ کر پناہ گزین ہوئے تھے۔ راستہ کے تمام دیہات، قصبات تباہ و برباد کر دیئے گئے ہزاروں مرد و زن تہ تیغ ہو گئے بستیاں

ویران ہوگئیں اور لوگوں نے شمال کی طرف کوہ شوالک میں پناہ لینے کیلئے بھاگنا شروع کیا کچھ لوگوں نے مشرق و مغرب بھاگ کر جمنا اور گنگا کے کھادر کے جنگلات میں پناہ لی۔

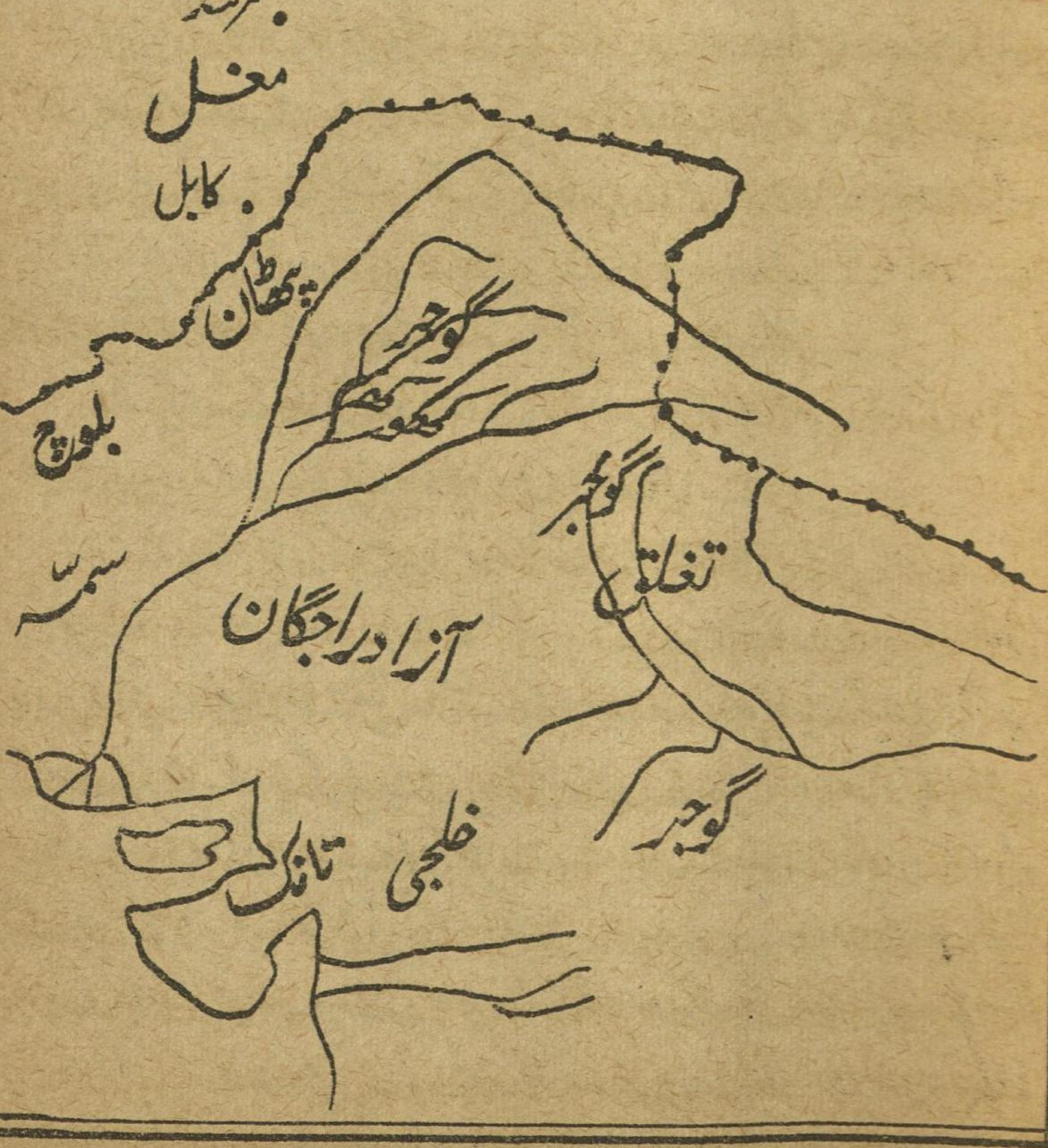
میرٹھ میں مقیم شاہانِ دہلی کے متعین حاکم اپنی فوجوں کو لیکر مقابلہ کو آئے لیکن چند ساعت میں پسپا ہو کر قلعہ میں پناہ گزیں ہوئے قلعہ کے باہر تیموری فوجوں نے ڈیرے ڈالے اور تمام رات قلعہ کی دیواروں تک سرنگیں کھودی گئیں۔ یہ حالات دیکھ کر اہل قلعہ گھبرا گئے چنانچہ علی الصباح انہوں نے سرنگ کھودنے والوں پر تیر اندازی شروع کر دی، بہادر مغل سیڑھیاں لگا کر تیروں کی بارش میں قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے، قلعہ کے اندر وہ قتل و غارت ہوا کہ اہلِ قلعہ کو چاروں طرف اپنی موت نظر آنے لگی، تیموری تلواروں نے ایک متنفس زندہ نہ چھوڑا قلعہ کے اندر الیاس کا او غانی، فرزند مولانا احمد تھانیسری اور ملک صفی کبیر جو کہ قلعے میں چھپے ہوئے تھے سب کو قتل کر دیا گیا، جب تک یہ قتل و غارت قلعہ کے اندر سر انجام پایا قلعہ کے باہر سرنگیں دیواروں کے چاروں طرف تیار ہوگئیں ان میں لکڑیاں اور تیل ڈال کر آگ لگا دی گئی، تھوڑی دیر میں قلعہ مسمار ہو گیا۔ تیمور نے چند روز میرٹھ میں قیام کیا اور آس پاس کی بستیوں سے اناج وغیرہ ڈھونڈ کر لایا گیا جسے لوگ چھوڑ کر بھاگ چکے تھے۔

گجرات (سہارنپور) کے گوجر! اور تیمور کی آخری شکست

۱۸۵۷ء تک موجودہ اضلاع مظفر نگر، سہارنپور اور دہرہ دون گجرات کہلاتا تھا دوسری تمام قوموں کو ملا کر بھی آج تک گوجر اس علاقہ میں اکثریت میں ہیں۔ جمنا کے مشرقی کنارے کے ساتھ اس کی حدود شمال میں جگروتہ سے لگا کر جنوب میں ڈنڈو کھیڑہ تک تھیں۔ ڈنڈو کھیڑہ گوجروں کا آج تک آخری گاؤں ہے۔ گنگا کے مغربی کنارے کے ساتھ اس کی حدود شمال میں رشی کیش سے لگا کر جنوب میں کھتولی تک تھیں۔ گجرات کی شمالاً وجنوباً لمبائی ڈیڑھ سو میل اور چوڑائی پچاس ۵۵ میل ہے یعنی کل رقبہ آٹھ ہزار دو سو پچاس مربع میل ہے اس کے علاوہ اس علاقہ کے ساتھ ہی گنگا کے مشرق کی طرف بھی گوجروں کی بھاری اکثریت ہے

نقشہ آریہ ورت

سنہ ۱۳۹۷ء



اور مغرب میں انبالہ ڈویژن میں بھی گوجروں کی آبادی جمنا کے ساتھ ساتھ کافی ہے... درمیان میں جاٹوں کے چند مواضع اس کو متھرا علاقہ کے گوجروں سے الگ کرتے ہیں۔

تیمور کے حملوں اور قتل و غارتگری کی خبریں تمام ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی تھیں پھر یہ علاقہ تو دلی سے ملا ہوا ہی ہے لہٰذا یہ ناممکن تھا کہ گوجر تیمور کی نقل و حرکت سے غافل رہتے، جس روز بار دیگر تیموری فوجوں نے جمنا کو عبور کیا ایک "سب کھانپ پنچایت" منعقد کی گئی۔ اس علاقہ میں گوجروں کے مختلف خاندان الگ الگ علاقوں کے مالک ہیں۔ مثلاً چوہان گوجروں کا علاقہ "چوراسی" جمنا کے ساتھ تحصیل کیرانہ، و بڈھانہ میں ایک ہی جگہ آباد ہے، درمیان میں کسی بھی قوم کا کوئی گاؤں آباد نہیں ہے اور گوجروں کے بھی کسی دوسرے خاندان کا گاؤں... علاقہ میں نہیں ہے، اسی طرح ایک ہی جگہ بارہ گاؤں چھوکر گوت کے ہیں۔

بعینہ باون ۵۲ گاؤں خاندانِ بٹار کے ہیں، گنگا کی طرف اور وسط میں سب سے زیادہ آبادی پنوار گوجروں کی ہے جن کے تقریباً دو سو گاؤں ہیں اور یہ کھڑ گوجر کہلاتے ہیں دہرہ دون میں ٹملی ریاست ۱۹۴۷ء تک گوجروں ہی کی تھی اس طرح شوالک اور ہمالیہ پہاڑ کے تمام جنگلات گوجروں سے آباد ہیں، ان تمام گوجروں میں بیرونی مسلمانوں کے دور میں عام طور سے تمام مرد و عورت ہر وقت ننگی تلوار رکھتے تھے۔

راقم گرجر کے زمانہ میں صرف شادیوں کے مواقع پر تلواریں جسم پر آراستہ کی جاتی تھیں اور یہ رواج اب صرف چند خاندانوں میں باقی رہ گیا ہے۔

ان مذکورہ تمام علاقوں کو علیحدہ علیحدہ "کھانپ" (بمعنی علاقہ) کہتے ہیں اور اردو میں قریب قریب انہیں معنوں میں لفظ "کھیپ" ہے جو اسی لفظ سے اردو میں استعمال ہوا۔ ہر کھانپ کا ابھی گذشتہ بیس سال تک ایک سردار ہوتا تھا جو پنچایت کے ذریعہ ہر قسم کے فیصلے کرتا تھا۔ کھانپ کی پنچایت ہی بیرونی مسلمانوں کے دور میں اس علاقۂ گجرات میں حکمراں رہی، دلی پر چاہے کوئی حکمراں رہے یا جائے لیکن ان لوگوں نے اپنے قوتِ بازو کے بل پر کبھی ماتحتی قبول نہ کی، بیرونی مسلمان بادشاہوں نے اس علاقہ میں تھانے اور چوکیاں قائم کیں جو بعض مرتبہ زبردستی مالگذاری وصول کر لیتے تھے لیکن اس وصولیابی کی قیمت گوجر بہت جلد واپس لے لیتے تھے، اس طرح یہ علاقہ متعدد مرتبہ زیر و زبر ہوتا

رہا۔ تیمور کے حملہ کے وقت تمام کھاپوں (مختلف خاندانی علاقوں) کی ایک مشترکہ پنچایت بلائی گئی اس کا نام تاریخ میں "سب کھانپ پنچایت" مشہور ہے۔

گوجروں کی اس عظیم الشان پنچایت میں رانا دیو پال گوجر کے سر پر صدارت کا تاج پہنایا گیا اور سپہ سالاری کا عہدہ جوگراج بہادر گوجر کو دیا گیا، جوگراج ایک بہادر پہلوان اور تلوار کا دھنی تھا اس کا وزن ترسٹھ دھڑی (سات من سات سیر) تھا اس کی روزمرہ کی خوراک میں بائیس ۲۲ سیر دودھ اور چار ۴ سیر اناج شامل تھا۔ اس کے علاوہ بہادر سرداروں میں رامچند گوجر اور شمبھو گوجر شامل تھے۔ مسلم گوجر مارُو جسے بہادری کی وجہ سے مارُو خاں کہا جاتا تھا اس پنچایت میں شامل ہوا۔ اس نے اعلان کیا کہ میں صرف مسلمان ہوں قبل از اسلام کے اس لقب "خان" کے بجائے یہی لفظ "سنگھ" (بمعنی شیر) کو بہتر سمجھتا ہوں چنانچہ تاریخ میں اس کا نام صوبیدار مارُو مشہور ہوا، یہ رسم آج تک دوآبہ میں چلی آرہی ہے کہ مسلمان گوجر اکثریت میں ہوتے ہوئے بھی اپنے ناموں میں لفظ "خاں"... استعمال کرنا اپنی قوم کی توہین سمجھتے ہیں۔ بلکہ خالص عربی نام رکھتے ہیں۔

منتخب شدہ گوجر سرداروں نے اپنے اپنے دیہات سے نوجوانوں کو یکجا و متحد کیا تقریباً چالیس ہزار کا گوجر لشکر مرنے مارنے کی قسم کھا کر گھروں سے نکلا۔ بہادر گوجریوں نے تلواروں سے اپنی انگلیوں سے خون نکال کر اپنے بھائیوں اور بیٹوں کی پیشانیوں پر لکیر کھینچی اور جوش کے ساتھ کہا۔

"اے آریہ ورت کے نگہبانو! اے معصوم عورتوں کے پاسبانو!! ملک کی تمام عورتیں اور بچے اپنی قسمتوں کا فیصلہ تمہاری تلواروں کے سپرد کر رہے ہیں، جاؤ بڑھ جاؤ۔ زمانہ سینکڑوں سال سے ہمیں ذبح کرنے پر تلا ہوا ہے اس لئے تم زمانہ کو... بتا دو سہ

ہے یہ ممکن کہ بدل جائے نظام دوراں آئے جنبش میں قطب اور ہو ہمالہ لرزاں
خواہ مغرب سے نکلنے لگے خورشید جہاں خواہ دریا ہو پہاڑوں کی طرف الٹا رواں
چاند تاروں کا بھی ہے دن میں نکلنا ممکن
کھتیریوں کا نہیں ہو سکتا ہے مٹنا ممکن

بہادر گوجروں نے تیمور کا راستہ روکا جب کہ وہ میرٹھ کی سمت بڑھ رہا تھا

تیمور نے اپنی لصف سپاہ کو ان کے ساتھ بر سر پیکار کیا اور بذات خود راستہ کاٹ کر میرٹھ پہنچ گیا، گوجروں نے تیموری سپاہ کے لاشوں کے پشتے لگا دیئے تیموری سپاہ شکست کھا کر میرٹھ تیمور کے پاس جا پہنچی جہاں انہوں نے جیسا کہ تحریر کیا جا چکا ہے میرٹھ کو مفتوح اور تباہ و برباد کیا، تیمور نے گوجروں کی فوج کی تعداد اور اس کے حوصلے معلوم کرنے کیلئے اپنے جانبازوں کے چند دستے رات کے وقت بھیجے جنہوں نے گوجروں کی فوج پر کامیاب شبخوں مارا، گوجر سپاہ پسپا ہوئی، تیمور نے جنگلوں میں گھس کر بجانب شمال بڑھنا شروع کیا۔

جوگراج کو اس پسپائی سے سخت ندامت ہوئی وہ گھوڑے پر سوار ہو کر روپوش ہو گیا ہر جگہ اس نے لوگوں کا جوش و خروش پہلے سے زیادہ مشاہدہ کیا اس نے دیکھا کہ تمام دیہات والے کنوؤں کو مٹی سے بند کر رہے تھے، کھڑی فصلوں کو آگ لگا دی گئی غلّے کے ذخیرے تباہ کر دیئے گئے تاکہ دشمن کی سپاہ بھوکی پیاسی ختم ہو جائے۔

بہادر جوگراج اسی شش و پنج میں ایک روز گنگا کے کنارے رات کے وقت اپنے کو لہروں کے سپرد کرنے کیلئے پہنچا۔ مخالف سمت سے ایک کشتی اس کی طرف آ رہی تھی وہ تھوڑی دیر کے لئے چپ چاپ کھڑا ہو گیا اس کے کانوں میں کشتی کے اندر سے ایک نسوانی آواز گانے کی آئی لہجہ دردناک تھا لیکن گانے کے بول انسانی رگ حمیت میں جوش پیدا کر رہے تھے۔ ؎

کہہ دے طوفانوں سے ہنس کر آنا چاہیں تو آجائیں
سمندر کی دیوانی لہریں، چاہیں تو آ کر ٹکرائیں
پر پتوار سنبھالے ہاتھوں میں تو پتوار لگاتا چل
گوجر نیا کھیتا چل

جھوم جھوم کر کالے بادل چاہیں تو اولے برسائیں
کہہ للکار کر پہاڑ اڑنا چاہیں تو اڑ جائیں
رات کے کالے پردے کو چیر پھاڑ کر بڑھتا چل
گوجر نیا کھیتا چل

کیا فکر، گر دور کنارہ تو پتوار لگائے جا!
ہر دشمن کے آگے گوجر! سینہ کھول ٹکرائے جا!

سمندر کے سینے پر اپنی امر کہانی لکھتا چل
گوجر! نیا کھیتا چل

منزل راہ دیکھتی تیری رستے میں اپنی آنکھ بچھائے
بڑھے چلا چل چاہے دُنیا دشمن بن تجھ پر چھا جائے

قسمت کی دھندلاہٹ پر گہرا رنگ چڑھاتا چل
گوجر! نیا کھیتا چل

خوبیٔ قسمت سے کشتی وہیں کنارے پر آ کر رکی جہاں جوگراج کھڑا ہوا تھا وہ چپکے سے ایک طرف ہو گیا آہٹ پا کر بہادر لڑکی ننگی تلوار لے کر اس کی طرف لپکی اور کڑک دار آواز میں گویا ہوئی:۔

"کون ہے؟"

جوگراج نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا:۔

"بہادر لڑکی! میں ایک انسان ہوں... میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جن کی تلاش میں تمہاری تلوار میان سے باہر آئی ہے"

لڑکی نے اس مرتبہ اس کو بغور دیکھ کر تعجب آمیز لہجہ میں دوسرا سوال کیا:۔

"تمہارے کپڑے خون آلود کیوں ہیں... اور... تمہارے چہرے پر یہ زخم کیسے لگا؟"

جوگراج سے جواب نہ بن پڑا اس لئے وہ خاموش اس کی طرف بدستور دیکھتا ہی رہ گیا۔

بہادر لڑکی اپنے سوال کا جواب نہ پا کر پھر بولی:۔

"کیا تم جوگراج کے سپاہی ہو... اور گوجر قوم سے تعلق رکھتے ہو... کیا تمہیں پتہ ہے کہ گوجر سپہ سالار کہاں ہے... لوگوں کا خیال ہے کہ وہ مادر وطن پر قربان ہو گئے ہیں... ان کا کچھ صحیح پتہ چلا....؟"

لڑکی تھوڑی دیر کیلئے رکی اور اس کے بعد پھر گویا ہوئی:۔

"دوآبہ کے گوجروں نے اپنے بال بچوں کی خوراک ختم کر دی وہ بھوکوں مر رہے ہیں دشمنوں نے ہر دوار سے غلہ فراہم کر لیا ہے اس لئے ہم گوجر عورتوں نے بیڑہ اٹھایا ہے کہ جب تک دوآبہ میں لڑائی جاری رہے گی ہم لوگ گنگا پار سے کشتیوں کے ذریعہ غلہ لائیں گے .... سنا ہے شوالک کے دامن میں صوبیدار مارو گوجروں کی لاتعداد فوج کو لے کر تیمور کا راستہ روکے کھڑا ہے .... کاش آج جوگراج زندہ ہوتے ...."

اب جوشیلے لہجہ میں جوگراج نے جواب دیا:۔

"بہادر لڑکی! جب تک تم جیسی بہادر گوجر شیرنی زندہ ہیں مردہ جوگراج زندہ ہوتے رہیں گے ... تم اپنا نام و پتہ بتاؤ تاکہ گوجر سپہ سالار سے کہہ کر مزید کشتیوں کا بندوبست کرایا جائے۔"

اس حوصلہ افزا تقریر کو سن کر لڑکی کے بہادرانہ جوش و جذبۂ وطن پرستی میں اضافہ ہو گیا چنانچہ اس نے جواب دیا:۔

"دیکھئے ... سامنے گنگا کے دوسرے کنارے پر ہمارا گاؤں چندرپور ہے اور میرا نام ... رام پیاری ہے۔"

جوگراج نے بزرگانہ شان کو قائم رکھتے ہوئے جواب دیا:۔

"بہادر لڑکی ... آج سے تمہارا نام "قوم پیاری" (قوم کی پیاری) ہوگا ... گوجر قوم کے مورخین تمہاری بہادری اور دلیری کی داستان کو قیامت تک کے لئے فراموش نہ کرتے ہوئے تاریخ کے اوراق میں صفحۂ اول پر جگہ دیکر بجائے سیاہی کے اس کو سنہری حرفوں میں تحریر کریں گے۔"

یہ کہکر بہادر جوگراج نے خود بخود محسوس کیا کہ اسے دوبارہ ایک نئی زندگی مل گئی ہے اس نے اندازہ لگایا کہ اس کے جسم میں ایک نئی طاقت عود کر آئی ہے اس کے کانوں میں خود بخود ستم رسیدوں کی آوازیں جو اس کو اپنی مدد کے لئے پکار رہی تھیں آنے لگیں چنانچہ اس فرض شناس نے وہیں سے اس میدان کا رخ کیا جو ان دنوں جنگاہ بنا ہوا تھا اور جہاں کئی ہفتہ سے گوجر فوج بھی تازہ بتازہ

پہنچ رہی تھی۔ سابقہ سپہ سالار کو دیکھتے ہی گوجروں کے حوصلے بلند ہو گئے ۔ گوجروں کے تمام سپہ سالار اس کی خدمت میں پہنچے اور سب نے اسے سپہ سالار اعظم بنا دیا۔

جوں جوں لڑائی طول پکڑتی جا رہی تھی تیمور کی فوج پر گھیرا تنگ ہوتا جا رہا تھا اس کے باربرداری کے جانور سونے چاندی اور ہیرے و جواہرات سے لدے ہوئے تھے لیکن اسے کہیں سے ایک دانہ غلّہ کا نہ مل سکا۔ ہردوار سے حاصل کردہ ذخیرہ بھی ختم ہوا تیموری فوجوں نے روزانہ یہ کوشش کی کہ گوجروں کی فوج میں دراڑ ڈال کر نکل جائیں لیکن وہ اپنے اس ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

روزانہ علی الصباح نقارۂ جنگ پر چوب ماری جاتی دونوں طرف کے جنگ آزمودہ بہادر اپنی اپنی آن کے مقابلے میں جانیں دینے پر تلے ہوئے تھے۔

اس جنگ کا سب سے بڑا اثر اس وقت کی مصلحت کوشی کے پیش نظر تیمور کے دماغ پر یہ پڑا کہ ہندوستان کے اندر اس نے جو اس مہم کامیابی کی بنا پر اپنی شہنشاہیت کے خواب دیکھنا شروع کر دیئے تھے اس کو بالکل محو کر دیا۔

وہ ان متواتر نبرد آزمائیوں سے اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ گوجر اس کو اس سرزمین پر کبھی اطمینان و چین سے نہ بیٹھنے دیں گے اور اسی لئے لوٹ مار کرنے کے بعد اب جلد از جلد وہ اس ملک سے نکل جانا چاہتا تھا۔

رات کے وقت گوجروں کی فوج کے اندر گھا گھمی اور دور دراز سے ان کیلئے رسد و خوراک کا مکمل انتظام ہونے وان سب کی حفاظت میں بیداری کی وجہ سے تیموری فوج کی نیند تک حرام کر دی آخر کار ایک رات تیمور نے تمام ہاتھیوں اور اونٹوں کو چھوڑ کر راہ فرار نا پی تیموری فوج کی پشت پر پہاڑیاں تھیں، چنانچہ تیموری سپاہ پہاڑیوں میں گھس گئی گوجروں نے ان کا تعاقب کیا، بہادر جوگراج اندھیرے میں دشمن کی فوج میں گھس گیا تیمور کے سر پر پہنچ کر اس نے اسے سخت مجروح کیا اور خود بھی زخمی ہوا۔

صبح سویرے تیمور کی سپاہ "ٹناجا والا" مقام پر پہاڑوں سے نکلی سامنے دیکھا کہ گوجر سپاہ جو اس راستے کو پہلے سے جانتی تھی اس سے پہلے پہنچ چکی تھی، خونریز جنگ واقع ہوئی اور تیمور خوفزدہ ہو کر پھر پہاڑیوں میں غائب ہوا اور دریائے جمنا کو موجودہ علاقہ نہان کے پاس پہاڑیوں کے اندر ہی عبور کر کے سرحد پنجاب میں داخل ہوا۔

گجرات (دوآبہ) کے گوجر کئی ماہ کے کشت وخون کے بعد آخر کار کامیاب ہو کر پلٹے دشمن ان کے علاقہ سے بھاگ گیا لیکن دوآبہ کے ہزارہا نوجوان اس لڑائی میں ختم ہوئے زخمیوں کی مرہم پٹی کر کے ان کو ان کے گھروں پر بھیجا گیا۔

بہادر جوگراج زخمی حالت میں دشمن کا تعاقب کر کے واپس لوٹا اس کے جسم پر پینتالیس زخموں کے نشانات تھے، تمام بہادر گوجر اس کے پاس کھڑے تھے "قوم پیاری" (یعنی رام پیاری وہی لڑکی جسکا تذکرہ تاریخ ہذا کے اوراق گذشتہ میں ہو چکا ہے) اپنی قوم کے نگہبان کو اسکے آخری وقت میں دیکھنے آئی، جوگراج کی شکل دیکھتے ہی اسے یاد آیا کہ یہ تو وہی جوان ہے جس کو اس نے گنگا کے کنارے دیکھا تھا۔

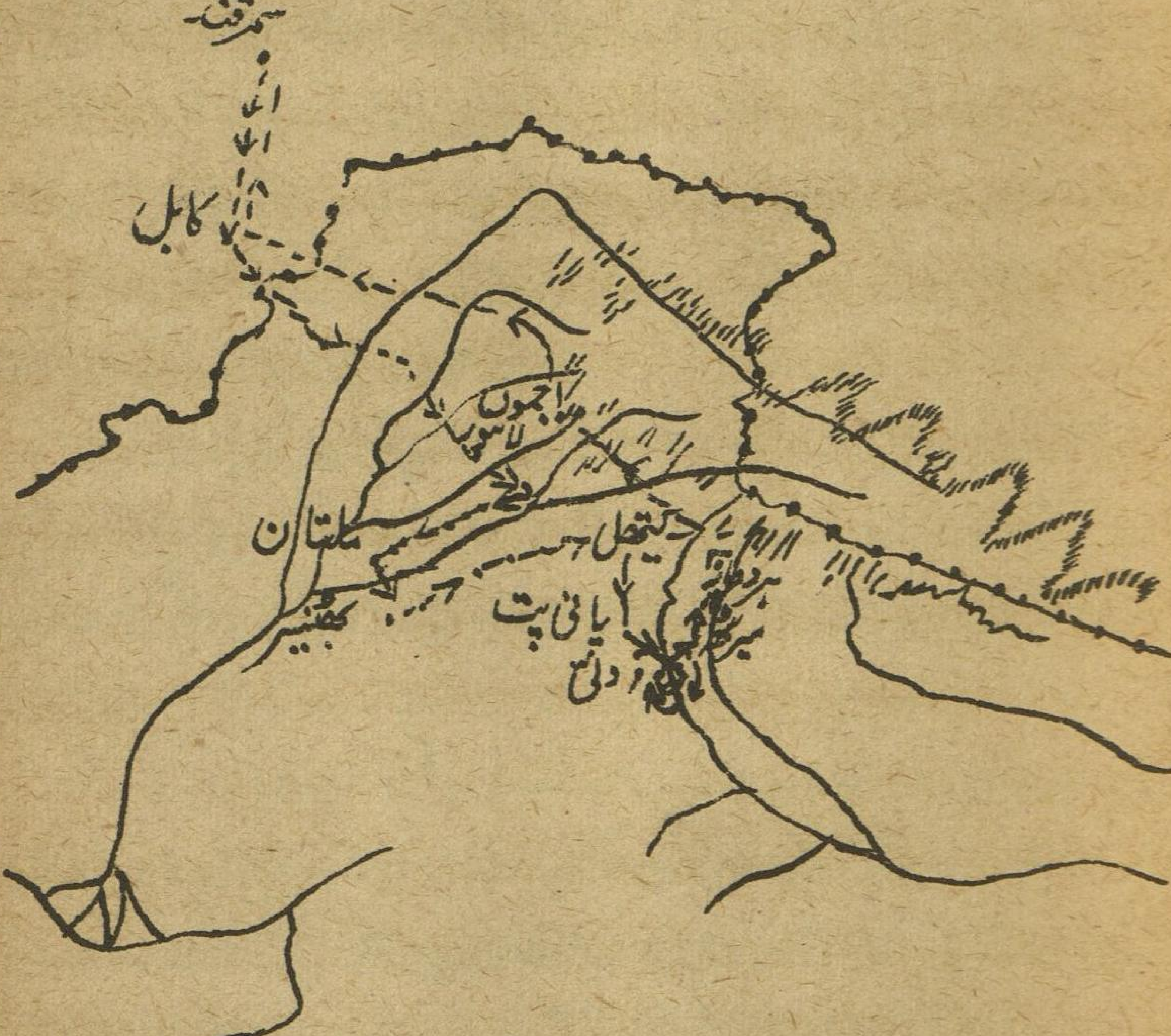
خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کس نظریۂ عقیدت نے "قوم پیاری" کی آنکھوں سے دو آنسوؤں کو بہنے پر مجبور کیا، جوگراج نے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر کہا:۔

"بہادر قوم کی بہادر لڑکی! مجھے تمہاری ان آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تعجب ہوا، معلوم جوگراج نام کے کتنے گوجر پیدا ہوں گے اور پھر اسی طرح ملک وقوم کی خدمت کرتے ہوئے مر جائیں گے سپاہی وہی ہے جو میدان کارزار میں دوسروں کے کام آتے ہوئے اپنی جان دیدے اور اگر اس پر میں فخر کروں کہ میں ایک سپاہیانہ موت مر رہا ہوں تو کچھ بیجا نہ ہوگا......

اس کے بعد اس کی زبان لڑکھڑانے لگی اور اس بہادر گوجر نے اپنا نام صفحۂ تاریخ میں سنہری حرفوں سے لکھاتے ہوئے اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کی۔

تیمور کا حملہ

سنہ ۱۳۹۸ء



پنجاب کے بہادر گوجر اور تیمور کا فرار !!

گجرات (دوآبہ گنگا جمنا) کے سپہ سالار جوگراج سے شکست کھا کر تیمور پہاڑیوں میں گھس گیا، اس لئے ریاست نہان کے شرقی حدود کے پاس دریائے جمنا کو عبور کیا اور مغرب کی طرف بڑھا۔

"تاجاوالا" وہ مقام ہے جہاں دریائے جمنا پہاڑوں سے نکل کر میدان میں داخل ہوتا ہے، جمنا کا غربی کنارہ آجکل پنجاب میں شمار ہوتا ہے اور شرقی کنارہ اتر پردیش (یو۔پی) میں شمار ہوتا ہے چنانچہ تاجاوالا کے معرکہ کی خبریں پنجاب کے حصوں میں ایکدم پھیل گئیں، نام نہاد حکمراں از قسم تغلق و خلجی وغیرہ کا دِلّی برباد ہوتے ہی دور۔ دور۔ پتہ نہ چلتا تھا، تمام ملک تیمور کے رحم و کرم پر تھا لیکن وہ لوگ جنہوں نے اپنے آبائی قلعہ جات سے بیدخل ہو کر بھی آجتک اپنی تلواروں کو میان میں نہیں کیا تھا یکجا و متحد ہوئے۔ شوالک کی پہاڑیوں کے دامن میں پنجاب کے گوجر آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ ہر گوجر یہی سوچتا تھا کہ تیمور زندہ و سلامت واپس نہ جا سکے۔

تیمور کو بھی اپنی واپسی مشکل دکھائی دے رہی تھی اور اسی لئے وہ میدانوں کو چھوڑ کر پہاڑی جنگلات میں سے گذر رہا تھا، ہفتوں چلنے کے بعد آخر اس کی سپاہ نے تیمور کو مجبور کیا کہ ان دشوار گذار راستوں میں چلنے سے یہ بہتر ہے کہ ہم گوجروں کی تلواروں کا لقمۂ اجل بن جائیں۔

آخر کار تیمور اپنی سپاہ کو لیکر دریائے بیاس کے کنارے چلا، جوں ہی تیموری سپاہ میدان میں نظر آئی پنجاب کے بہادر اپنے سردار رتن گوجر کی سرکردگی میں اس پر ٹوٹ پڑے، گھمسان کا رن پڑا، تیمور میدانی علاقہ میں بھی کم از کم راہ فرار اختیار کر سکتا تھا لیکن اسے رات دن گوجروں کے چھاپوں اور حملوں کا ڈر تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ پشاور، گجرات (پنجاب)، لاہور، دیپال پور، اجودھن، ملتان، بھٹنیر، سمانہ، کہرام اور دِلّی وغیرہ شہروں سے لوٹا ہوا مال و دولت واپسی میں چھنوا کر جائے، چنانچہ جب اس نے پنجاب کے گوجروں کے حوصلے اس قدر بلند دیکھے تو اس نے مجبور ہو کر پھر پہاڑیوں میں پناہ لی، ہمالیہ پہاڑ

کے جنوبی ڈھلوانوں پر سے گرتا پڑتا تیمور جموں پہنچا۔

جب تیمور پیشقدمی کے وقت دلی پہنچا تھا تو شکست خوردہ شیخا کھوکھر اور اس کا بھائی... جسرت کھوکھر لاہور پر قابض ہو گئے تھے، وہ تیاری کر رہے تھے کہ جب تیمور دلی کا بادشاہ بن جائے گا تو لازمی طور سے یا تو لاہور کی صوبیداری ان کو ملے گی ورنہ وہ مقابلہ کریں گے، یہ بھی ہو سکتا تھا کہ تیمور دلی کے بادشاہ محمود شاہ سے شکست کھا جائے جب دلی کے قتل عام کی خبریں روزانہ مل رہی تھیں بہادر کھوکھروں نے مقابلہ کی تیاری تیز تر کر دی جموں والوں کو لاہور کی خبریں روزانہ مل رہی تھیں، وہ سمجھ رہے تھے کہ لاہور کے نتیجہ سے سبق لے کر ماتحتی یا آزادی کا اعلان کر دیں گے لہذا وہ بیفکر ہو کر لاہور کے حالات کا مشاہدہ کر رہے تھے، انہیں کیا معلوم تھا کہ لاہور سے پہلے موت انکی طرف بڑھی چلی آرہی ہے، چنانچہ جوں ہی پہاڑیوں سے تیموری فوج جموں میں نمودار ہوئی جموں کا راجہ گھبرایا اور بغیر لڑے سوغات وتحائف لے کر استقبال کیلئے نکلا۔

جموں کا راجہ ذات کا برہمن تھا کسی نے تیمور کے کان میں یہ بات گزاری کہ راجہ گائے کے گوشت سے بے حد پرہیز کرتا ہے بلکہ اسے دیکھنے کی بھی تاب نہیں لاسکتا چنانچہ بعد دریافتگی اس کو یہ معلوم ہو کہ اہل ہندو خصوصاً برہمن قوم کسی قسم کے گوشت کا کبھی استعمال نہیں کرتی اور اس کا استعمال مذہباً ان کے یہاں حرام ہے۔ لیکن اس نے اسکی اس ذہنی تکلیف سے خوب لطف اٹھایا کشمیر میں ایک بہت زبردست راجہ مہر کل چھٹی صدی کے شروع میں گزرا ہے اس نے کشمیر سے نکل کر تمام پنجاب، گجرات اور وسط ہند کو تباہ کیا واپسی میں جب کشمیر کی پہاڑیوں میں پہنچا تو ایک ہاتھی کا پیر پھسل گیا وہ لڑھکتا ہوا شور مچاتا ہوا کھڈ میں گر کر مر گیا، مہر کل کو یہ نظارہ اور ہاتھی کا چیخنا اس قدر اچھا لگا کہ اس نے وہیں کھڑے کھڑے تنلو ہاتھیوں کو زبردستی نیچے لڑھکا دیا اور اپنے اس عمل سے خوب لطف اٹھایا تھا۔

مظالم کے اس قسم کے واقعات سراسر ظلم ہیں اور اس ظلم وستم کی ذمہ داریاں مذہب پر ڈالنا ان لوگوں کا کام ہے جو یا تو عقل سے کورے ہوتے ہیں یا وہ لوگ جو لوگوں کے دلوں میں مذہب سے نفرت پیدا کرنا چاہتے ہیں بہر حال ظلم ظلم ہے چاہے کوئی اہل مذہب اس کو روا رکھے۔

کھوکھروں کا انجام

تیمور کے حملے کے وقت پشاور اور لاہور کے درمیانی علاقہ کے تمام گوجر مسلمان تھے، شیخا کھوکھر اور

اس کا بھائی جسرت کھوکھر بھی مسلمان تھے۔

شیخا کھوکھر کو جب تیمور کی واپسی کا پتہ چلا تو اس نے تیمور کی خدمت میں اپنے بھائی جسرت کو بھیجا اور اس نے اپنے سابقہ مقابلہ کرنے کی معافی مانگی، تیمور نے تحائف لے کر اسے معاف کر دیا اس کے بعد شیخا کھوکھر جموں پہنچا اور شمالی مغربی علاقوں کی صوبیداری کا حکمنامہ لایا۔

آریہ ورت کے دستر خوان کے جیو نتے ٹھے تذبذب میں پڑ گئے انہوں نے سوچا کہ آجتک کھوکھر گکھڑ، گوجر اور پٹھان ہل چلاتے تھے اور ہم ان کے حکمراں تھے، اگر حکومت ان کے ہاتھوں میں چلی گئی تو یہ لوگ حکومت کریں گے اور ہم غلام بن کر رہ جائیں گے، خدا ان آریہ مسلمانوں سے بچائے اہل اللہ تو ان کے علاقوں میں بلاخوف و خطر گھومتے ہیں لیکن شاہی حاکموں سے انہوں نے آج تک ہاتھ نہیں ملایا، چنانچہ جیو نتے ٹھے تیمور کے پاس پہنچے اور ہاتھ جوڑ کر کہا "آپ نے صرف ہم لوگوں پر ہی ظلم نہیں کیا بلکہ آئندہ ہر بیرونی مسلمان حکمراں پر آریہ ورت کے دروازے بند کر دیئے ہیں، اگر آپ عنان حکومت بیرونی النسل لوگوں کو سونپ دیں تو ہم آریہ ورت کے دروازے تمام بیرونی مسلمانوں کیلئے کھلے رکھیں گے۔

نوٹ:- تاریخ شاہد ہے کہ بیرونی مسلمانوں نے ہمیشہ اس ملک کو مالِ غنیمت سمجھا اور مقامی مسلمانوں کو غلام خیال کیا، تیمور کے چھٹے پوتے ہمایوں کو جب پٹھانوں نے ملک سے نکال دیا تو ایرانیوں نے اس کی مدد کی، نادرشاہ درانی اور احمد شاہ ابدالی کو بیرونی النسل مسلمانوں کی حمایت حاصل تھی، کرناٹک کا نواب، دکن کا میر صادق اور بنگال کا میر جعفر اسی قماش کے لوگ تھے جنہوں نے اپنی عیاشی کو برقرار رکھا لیکن ملک سے کوئی ہمدردی نہ جتائی، مغل شاہ عالم نے اپنا وظیفہ مقرر کرا کر بغیر لڑے اپنا علاقہ انگریزوں کے سپرد کر دیا، تاریخ شاہد ہے کہ مرہٹوں نے چار لڑائیاں لڑیں، جاٹوں نے تین لڑائیاں لڑیں اور گوجروں نے ۱۸۰۵ء سے ۱۸۴۷ء پورے بیالیس سال اپنے ملک کیلئے اپنا خون بہایا، سکھوں نے انگریزوں کے خلاف پنجاب اور سرحد کے علاقوں کی زمین کو اپنے خون سے رنگین کیا، سندھ کے میروں نے بغیر لڑے سندھ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ ٹیپو سلطان ایک مقامی مسلمان تھا جسے بیرونی النسل مسلمان آجکل اپنے میں سے ظاہر کرنے لگے ہیں آئندہ تاریخ بھی اس حقیقت کو روشن کرتی چلی جائے گی۔

آمدم برسر مطلب:- تیمور سے یہ بھی کہا گیا کہ جب آپ دلی کے علاقہ میں تھے تو ان ہندی

مسلمانوں نے ایران سے آنے والوں کو روکا۔ شیخا کھوکھر نے ہندو شاہ خازن اور عبداللہ سے بھی باز پرس کی جبکہ یہ دونوں ماوالنہر (ایران) سے آ رہے تھے چنانچہ تیمور نے خضر خان کو جو فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں ملتان کے حاکم ملک مردان کا غلام تھا لاہور اور ملتان وغیرہ کے علاقوں کا سردار بنا کر لاہور بھیجا۔ بہادر کھوکھروں نے اسے اپنا حاکم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

تیمور نے شیخا کھوکھر کو جموں طلب کیا لیکن اس نے انجام پر غور کرتے ہوئے جموں جانے کے بجائے صورتِ احوال لکھ بھیجی۔ خوشامدیوں نے اس امر کو نافرمانی ظاہر کر کے تیمور کو بھڑکا دیا۔ تیمور نے غصہ میں آکر اپنے امراء کو فوج دیکر لاہور بھیجا۔ غیور کھوکھروں نے اپنی غیرت کو ہمیشہ کیلئے زندہ کر دیا اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جب کھلے میدان میں مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رہی تو قلعۂ لاہور میں محصور ہو گئے۔

تیمور نے مزید فوج جموں سے بھیجی چنانچہ بمشکل تمام قلعہ فتح ہوا لیکن جب تک قلعہ کی تمام دیواریں مسمار ہو کر زمین کے ہموار نہ ہو گئیں بہادر کھوکھروں نے تیموری فوج کے ایک سپاہی کو قلعہ میں نہ گھسنے دیا، تمام کھوکھر ایک ایک کر کے مارے گئے، بہادر جسرت بچ نکلنے میں کامیاب ہوا اور جالندھر چلا گیا اور شیخا کھوکھر زخمی حالت میں گرفتار ہوا اور اسے تیمور کے سامنے پابہ زنجیر پیش کیا گیا۔ تیمور نے شیخا کھوکھر سے کہا "بدبخت! پہلی لڑائی کا انجام تیری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور تو نے بدعہدی پر کمر باندھی اگر میں تمہارے سروں پر خضر خاں کو مسلط کر کے تمہیں چھوڑ دوں تو تم کیا کرو گے؟

بہادر شیخا کھوکھر نے شجاعت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور کہا "بدعہد تم ہو پہلے مجھے حکمنامہ دیا... تو دیکھ لو... یہ تمہارا دستخطی عہد نامہ ہے... پھر جو تم نے بدعہدی کی... کاش تم مجھے رہا کر دو تو میں خضر خاں کو ختم کر کے سمرقند پر حملہ کر دوں۔"

بہادر کھوکھر کا یہ ارادہ دیکھکر تیمور سہم گیا اور اس نے اس ہنستے اور زنجیروں میں.. جکڑے ہوئے شیر کو تلوار کے وار سے قتل کر دیا اور خضر خاں کو لاہور اور ملتان کا حاکم قرار دے کر وہاں کی حکومت سپرد کی اور خود بہادروں سے اپنا دامن بچاتا ہوا پہاڑیوں میں سے گذر کر جلدی جلدی اپنے دارالخلافہ سمرقند پہنچ گیا۔

تیمور کے چلے جانے کے بعد کئی ماہ تک دِلّی پر کوئی حاکم نہ ہوا، دِلّی میں سردار بھی کوئی نہ تھا، بادشاہ کا دست راست ملو اقبال خاں برن (موجودہ بلند شہر) میں چھپا ہوا تھا اس نے برن کے مسلمان سرداروں کو جمع کیا اور مقامی زمینداروں کو ان کی اپنے علاقوں میں خود مختاری قبول کر کے دِلّی کی طرف بڑھا، میوات کے علاقہ سے نصرت خاں نے شہاب خاں کو اپنے ساتھ ملا کر لشکر کشی کے ارادہ سے اقبال خاں کی طرف بھیجا لیکن اقبال خاں نے جن گوجر زمینداروں کی خود مختاری قبول کی تھی انہوں نے ایک روز راستہ میں کھڑے ہو کر شہاب خاں کو روکا اور لڑائی کر کے اسے جان سے مار دیا اس کے چند ہاتھی اور کچھ گھوڑے اقبال خاں کے ہاتھ آ گئے اور اسے بہت کچھ سہارا مل گیا۔

چنانچہ وہ مختصر سے سامان کے ساتھ دِلّی آیا نصرت خاں بھاگ گیا، ملو اقبال خاں کو پتہ چلا کہ بادشاہ سلامت محمود شاہ تغلق کو گجرات (کاٹھیاواڑ) کے زمیندار ظفر خاں تانک نے اپنے یہاں پناہ تو دی لیکن اس کی خاطر مدارات نہ کی اس لئے پلاؤ زردہ... کھانے والا بادشاہ مالوہ میں پناہ گزیں ہوا۔ اقبال خاں نے اسے بلا لیا وہ بیچارہ روٹی کپڑے کا سہارا لیکر تخت سے کنارہ کش ہو گیا اور اقبال خاں دِلّی کا حاکم بنا رہا۔

شمالی ہندوستان میں تین سرداروں نے اپنے اپنے علاقوں میں قوت پکڑی لاہور اور ملتان میں خضر خاں قوی تر ہوا، دِلّی میں اقبال خاں اور شرق میں سلطان الشرق خواجہ جہاں اور گجرات میں ظفر خاں صاحب اقتدار ہوئے۔ باقی تمام علاقوں میں گوجروں نے اپنی اپنی مختصر سلطنتوں کو دوبارہ اجاگر کیا لیکن یہ سلطنتیں اتنا بھی سیاسی شعور نہ رکھتی تھیں کہ ایک دوسرے سے رابطۂ اتحاد پیدا کرتیں حالانکہ ملک کا بیشتر حصّہ انکے قبضہ میں تھا ملک کی اعلیٰ سیاست سے یہ بالکل کنارہ کش رہے، اپنے اپنے محدود علاقوں میں چودھری بنے بیٹھے رہے انہیں کبھی ایک مرکز پر جمع ہونے کا خیال تک نہ آیا۔

مذکورہ گجرات کے حاکم ظفر خاں کے باپ کو خواجۂ جہاں والئے جونپور نے دِلّی سے نکالا تھا اس لئے یہ دونوں حکومتیں ایک دوسرے کو مخالفت کی وجہ سے دِلّی پر قابض نہ دیکھ سکتی تھیں۔

جب خواجہ جہاں کی موت کے بعد اس کا لڑکا سلطان مبارک شاہ دِلّی کی طرف بڑھا تو ظفر خاں گجرات سے اس کی طرف چل پڑا لہٰذا مبارک شاہ واپس لوٹ گیا

اور ظفر خاں واپس گجرات چلا آیا۔ اقبال خاں واسطے دہلی نے اپنی آزادانہ حیثیت اور دہلی کا تخت برقرار رکھنے کیلئے مقامی گوجروں مثلاً بہادر ناہر، رائے سمیر اور نرسنگھ سے اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن خضر خاں نے موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیا جوں ہی۔۔۔ ظفر خاں اور مبارک شاہ کی مخالفت کی خبریں اسے ملیں وہ ملتان سے سیدھا دہلی کیطرف بڑھا، اقبال خاں راستہ ہی میں اس سے آکر ٹکرایا اور مارا گیا، خضر خاں نے سمانہ تک کا علاقہ اپنے قبضہ میں کرلیا اور بجائے دہلی پہنچنے کے حالات کا رُخ دیکھتا رہا۔ بادشاہ محمود شاہ نے جونپور کے مبارک شاہ پر چڑھائی کی تھی لیکن وہ بغیر لڑے واپس دِلّی چلا آیا۔ خضر خاں آہستہ آہستہ پھر دِلّی کیطرف چلا، "نادر نول" کو چھ ماہ کے محاصرہ کے بعد ملک ادریس سے لے لیا، پھر بادشاہ محمود شاہ کے مقرر کردہ حاکم سے رہتک لے کر دِلّی میں بادشاہ کو جا گھیرا، جب یہ محاصرہ جاری ہوا اس وقت دِلّی میں قحط زوروں پر تھا لہذا خضر خاں نے مجبوراً محاصرہ۔۔۔ چھوڑ کر فیروز آباد کا رُخ کیا اور بادشاہ بھی خوراک کی تلاش میں دِلّی سے نکل کر کیتھل آیا اور یہیں بیمار ہو کر فوت ہوگیا۔

اس کی موت کے بعد دِلّی میں لوگوں نے دولت خاں لودھی پٹھان کو اپنا بادشاہ بنایا،۔۔۔ خضر خاں نے کچھ دن بعد دِلّی کا پھر محاصرہ کرلیا اور اسے فتح کرکے خود دِلّی کے تخت پر بیٹھا، بقول بعض دولت خاں قید خانہ میں مرا اور بقول بعض خضر خاں نے اسے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔

۱۴۱۴ء میں غلام خضر خاں دِلّی کے تخت پر متمکن ہوا اسکی حدود سلطنت صرف دِلّی کے چاروں طرف تھوڑے سے علاقہ میں محدود رہی حالانکہ تیمور نے اسے ملتان اور لاہور کا حاکم بنایا تھا لیکن جب اس نے دِلّی پر قبضہ کیا تو شیخا کھوکھر کے بھائی جسرت نے جسارت کرکے اس سے لاہور اور ملتان چھین لئے (کھوکھر سلطنت کا حال ہم الگ بیان کریں گے)، علاقہ بدایوں (موجودہ روہیلکھنڈ) میں نرسنگھ گوجر نے قبضہ کیا اور اپنا دارالخلافہ کھنیتر کو بنایا شمالی دوآبہ (گنگا جمنا) کے گوجر حسب سابق رانا دیوپال گوجر کی ماتحتی میں حسب سابق خود مختار رہے، دریائے ستلج اور جمنا کے درمیانی علاقہ پر مسلم گوجر سردار سہارو نے قبضہ کیا اور اپنے نام پر شہر سہارن پور کی بنیاد ڈالی علاقہ اٹاوہ (موجودہ الہ آباد) کے گوجر اور ان کا سردار سمیر حسب سابق خود مختار رہے دِلّی کے عین مغرب میں بہادر ناہر کے انتقال کے بعد میواتیوں نے اپنا دوسرا آزاد سردار چن

خضر خاں نے ملک میں پھیلے ہوئے بیرونی مسلمانوں کو یکجا و متحد کیا اور دلّی میں دربار بُلایا عبدالرحیم کو عطاء الملک کا خطاب دیا اور اسے فتح پور کی جاگیر دی، دلّی میں مرزا شاہرخ پسر تیمور کا نام خطبوں میں پڑھا گیا، اختیار خاں کو اضلاع میرٹھ و بلند شہر عنایت کئے اور سالم کو خانپور کی جاگیر دی، کھور، کنپل اور چند واڑ کے عوام کو لوٹ کر فوجی سپاہیوں کی تنخواہیں دی گئیں اور سفیر مرزا شاہرخ کے پاس کمک کے واسطے بھیجا جس نے افغانوں کو دلّی بھیجا، خضر خاں نے سب سے پہلے بداؤں کے گوجر سردار نر سنگھ پر حملہ کیا چنانچہ نرسنگھ کو شکست ہوئی اور اس نے ہمالیہ پہاڑ کے دامن میں پناہ لی لیکن جوں ہی خضر خاں کی فوج نے واپسی کا بگل بجایا بہادر گوجر پہاڑوں سے کود پڑے اور اپنے علاقہ پر پھر قبضہ کر لیا اسی دوران میں وسط ایشیاء کے مغلوں کے مظالم سے تنگ آکر چند ترک ہمالیہ پہاڑ کے دشوار گذار راستوں کو طے کرتے ہوئے ستلج کی وادی میں نمودار ہوئے، انھوں نے دھوکہ سے ملک سدھور کو مار دیا اور سرحد کے حاکم مبارک خاں کی طرف بڑھے چنانچہ مبارک خاں نے خضر خاں کو کمک کیلئے لکھا، اس نے فوراً زیرک خاں اور ملک داؤد کو لشکر دے کر بھیجا جنہوں نے ان نو وارد ترکوں کو تہ تیغ کیا، کچھ ترک بھاگ کر پہاڑوں میں جا گھسے، ان کا تعاقب کرتے کرتے یہ لوگ وادئ کانگڑہ میں پہنچے، ترک تو نہ جانے کہاں مر کھپ گئے لیکن فاتح فوج نے سوچا کہ لگے ہاتھوں کانگڑہ کے زمینداروں کو لوٹ لیا جائے۔ وادئ کانگڑہ کے بہادروں نے نقارے بجانے شروع کر دیئے، ہزارہا آدمی تلواریں لئے میدان میں نکل آئے اور ان لٹیروں کو وہ مار لگائی کہ پھر کبھی خضر خاں، زیرک خاں اور ملک داؤد کی اولاد نے بھی اس طرف رُخ نہ کیا۔

خضر خاں نے اپنی فوجیں اٹاوہ کے گوجر سیمر کو مغلوب کرنے کیلئے بھیجیں لیکن بہادر سیمر نے فوجوں کو شکست دیکر اپنے علاقہ سے نکال دیا اور حسب سابقہ خود مختار رہا اٹاوہ سے خضر خاں نے شمال کا رُخ کیا اور نر سنگھ گوجر پر حملہ کیا، حملہ کی تاب نہ لا کر گوجر پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوئے، خضر خاں نے اس مرتبہ چھ ماہ تک اس علاقہ میں قیام کیا اس کے بعد دلّی واپس آکر بہت جلد انتقال کر گیا۔

— ★ — ★ — ★ —

مسلم گوجروں کا ایک گاؤں ماجری

جب خضر خاں نے نرسنگھ پر حملہ کیا تھا تو سرہند کے حاکم اسلام خاں کو معہ فوج بلایا تھا یہ فوج ضلع سہارنپور میں سے گزری تھی اور اس کی واپسی پھر دوآبہ میں سے ہوئی تو قصبہ رام پور منہاران اور قصبہ انبہٹہ کے درمیان گوجروں کے ساتھ معرکہ پیش آیا جس میں گوجروں کو شکست ہوئی اور ان کا ایک بزرگ "باباجی" بھی مارا گیا۔ لہٰذا جمنا کے مشرق میں بیس میل تک کا علاقہ سرہند میں شامل ہوا، اسلام خاں نے قصبہ گوجر گڈھ کو نذر آتش کر کے از سر نو ایک قصبہ آباد کیا اور اپنے اسلام خاں نام پر اس کا نام اسلام نگر رکھا۔

اسلام نگر کے پاس کئی گاؤں مسلم گوجروں کے تھے لہٰذا اسلام خاں نے ان کے درمیان اپنے نام کا خطبہ پڑھا، سلیم پور، ماجری، کپوری اور کھیڑی کے مسلمان گوجر ہر جمعہ کے روز... اسلام خاں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے لیکن مسلم ٹبار خاندان کے بہادر گوجروں نے اس عمل کو قابل ملامت سمجھا اور کہا کہ کسی بزرگ عالم کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے، لیکن ان لوگوں کو اسلام خاں کی مصاحبت اور اس کے ٹھاٹ باٹ نے اپنی طرف کھینچ لیا، اسلام خاں کے بعد اس قصبہ میں ایک حاکم مقرب خاں نامی مقرر ہوا۔

مقرب خاں کی لڑائی سب سے پہلے شکار میں گنگوہ کے مسلم گوجروں سے ہوگئی۔ مسلمان گوجروں نے ان مقتدی گوجروں کو بہت لعنت ملامت کی لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اسی دوران میں خاندان چوہان کا ایک بزرگ محمد عرف محمدا اپنے گاؤں کھر گان سے ماجری آیا کیوں کہ یہ گاؤں اس کی سسرال تھی، کئی روز تک اس نے دیکھا کہ گاؤں سے آٹے کی گاڑی اسلام نگر جاتی ہے دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ مقرب خاں کے گھوڑوں کا دانہ بطور بیگار پیسا جاتا ہے، محمدے نے لوگوں کو غیرت دلائی، انہوں نے فوراً کہا کہ حاکم مسلمان ہے اس کی خدمت کرنا ہمارا فرض ہے محمدے نے ان لوگوں کی غلامانہ ذہنیت ملاحظہ کی تو واپس اپنے علاقہ میں آیا اور بہادر چوہان نوجوان اپنے ساتھ لئے اور مقرب خاں پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، سلیم پور کے علاقے کے گوجر اس علاقہ کو چھوڑ آئے اور ان کے سردار بارو نے ضلع رہتک میں آکر ایک گاؤں بائیں آباد کیا تقسیم ملک کے بعد بارو کی نسل پاکستان آگئی اور آج کل مقام گوندلانوالہ دیک ر بار ڈی -45

ضلع منٹگمری میں آباد ہیں ان کا گوت ٹر گجر ہے، لیکن ماچری والے یہیں آباد رہے اور ہمیشہ اسلام نگر سے عقیدت رکھتے، اس گاؤں کے گوجر بڑی بڑی جائدادوں کے مالک ہیں رہنے کو پختہ مکانات اور حویلیاں ہیں، مقرب خاں کے خاندان میں آج کوئی زندہ نہیں ہے اس کا مقبرہ موجود ہے یہ لوگ اس مقبرہ کو دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ وہ مقبرہ جس کے سر میں لوہے کی سلاخ گڑی ہوئی ہے وہی مقرب خاں ہے جو ہم لوگوں سے آٹا پسوایا کرتا تھا۔ لیکن ان کی ذہنیت آج بھی چار سو سال بعد بھی وہی ہے۔ تمام گاؤں مسلمان گوجروں کا ہے حکومت ہند کے قانون کے مطابق ہر گاؤں اپنا سردار بذریعہ کثرت آراء منتخب کرتا ہے اور آج ان لوگوں کا موجودہ سردار قوم کا تیلی ہے جس کو انہوں نے خود منتخب کیا ہے۔

سلطنت کھوکھر سنہ ۱۳۸۰ء تا سنہ ۱۵۲۵ء

(۱) بادشاہ شیخا کھوکھر سنہ ۱۳۸۰ء تا سنہ ۱۳۹۹ء

دلی کے بادشاہ محمد تغلق نے جب اپنا دارالخلافہ دلی سے دکن میں دولت آباد منتقل کیا تو... شمال کے دور افتادہ علاقے آہستہ آہستہ خود مختار ہو گئے محمد تغلق کی زندگی ہی میں دلی کی... حکومت نہایت مختصر ہو چکی تھی گو محمد تغلق چاروں طرف ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔

فیروز شاہ تغلق کے آخری ایام میں لاہور پر قبضہ کر کے خاندان کھوکھر کے تحت مقامی مسلمانوں نے سلطنت کی بنیاد ڈالی اور شمال میں دریائے سندھ تک کا تمام علاقہ فتح کر لیا اور ان کا پہلا سردار شیخا کھوکھر تھا۔

جب محمود شاہ تغلق کا زمانہ آیا تو اس نے دلی میں دربار منعقد کر کے تمام بیرونی مسلمانوں کو اکٹھا کیا اور تمام ملک کی جاگیریں انہیں بخش دیں چنانچہ سارنگ خاں کو شمالی مغربی علاقوں کا حاکم تسلیم کر کے اسے ملتان بھیجا، سارنگ خاں نے دیپالپور فتح کیا اور لاہور پر حملہ آور ہوا... فارسی تواریخ کو دیکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شیخا کھوکھر جموں بھاگ گیا، لیکن یہ بات قابل قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ تیمور کی دلی سے واپسی کے وقت شیخا کھوکھر کا دارالخلافہ لاہور تھا، معلوم ہوتا ہے کہ سارنگ خاں کو وقتی طور سے کامیابی حاصل ہوئی، اس کے فوراً بعد ہی شیخا کھوکھر نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔

۱۳۹۸ء میں جب تیمور نے آریہ ورت پر حملہ کیا تو دریائے بیاس کے کنارے شیخا کھوکھر کے بھائی جسرت کھوکھر نے تیمور کا مقابلہ کیا اور شکست کھائی، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کھوکھر سلطنت کی حدود مشرق میں دریائے بیاس تک ضرور تھیں۔

جب تیمور "تاجاوال" مقام پر گوجروں سے آخری شکست کھا کر پہاڑی راستوں سے جموں آیا تو خضر خاں اس کے ساتھ تھا، خضر خاں وہ شخص ہے جس نے ملتان کے حاکم سارنگ خاں کے خلاف تیمور کی آمد سے پہلے بغاوت کی تھی اور شکست کھا کر مارا مارا پھر رہا تھا۔

جب تیمور پنجاب میں داخل ہوا تو خضر خاں نے اس کی قدم بوسی حاصل کی اور دلّی... تک اس کے ساتھ رہا، جس روز دلّی میں قتلِ عام ہوا خضر خاں بھی ڈر کر سوات بھاگ گیا چنانچہ تیمور نے اسے واپس بلایا اور پوچھا کہ "تم کیوں چھپ گئے تھے؟" تو کہنے لگا کہ حضور کے جلال کے دیکھنے کی تاب اس غلام میں نہ تھی۔

المختصر اس کے بعد خضر خاں تیمور کے ساتھ ساتھ جموں تک رہا، جب تیمور کی واپسی یقینی ہو گئی تو شیخا کھوکھر نے اپنے بھائی جسرت کھوکھر کو تیمور کے پاس بھیجا جس نے اپنی سابقہ غلطی (مقابلہ کرنے) کی معافی چاہی لہٰذا تیمور نے اسے معاف کر دیا، اس کے بعد شیخا کھوکھر جموں پہنچا اور اس نے تیمور کی خدمت میں سوغات اور تحائف پیش کیے اور تیمور نے اسے شمال مغربی حصوں کا بادشاہ تسلیم کر لیا، لیکن جیسا کہ مذکور ہوا، تیمور کی خوشامد میں بیرونی مسلمان لگ گئے اور اسے بہکا کر یہ حکمنامہ منسوخ کرایا اور ان علاقوں کا حاکم... خضر خاں کو بنایا گیا۔

بہادر کھوکھروں نے خضر خاں کو اس علاقہ کا حاکم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تیمور نے اپنی فوج لاہور بھیجی، قلعہ لاہور تباہ ہو گیا، بہادر جسرت یعنی شیخا کھوکھر کا... چھوٹا بھائی تو بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا لیکن شیخا کھوکھر زخمی حالت میں گرفتار ہوا اور جیسا کہ مذکور ہوا تیمور نے اسے جموں میں اپنے ہاتھ سے قتل کر دیا، شیخا کھوکھر کی مدتِ سلطنت انیس سال تھی۔

(۲)
بادشاہ جسرت کھوکھر
۱۳۹۹ء تا ۱۴۲۰ء

شیخا کھوکھر کی وفات کے بعد اس کے چھوٹے بھائی جسرت کھوکھر نے جالندھر کو اپنا دارالخلافہ بنایا، ملتان، دیپال پور اور لاہور پر خضر خاں کی حکومت تھی، لاہور کے شمال میں گجرات (پنجاب) کے مقامی زمینداروں نے اپنے علاقہ کو محفوظ کر لیا۔

خضر خاں کی نظریں دِلّی پر لگی ہوئی تھیں، دِلّی پر تیمور کے حملے نے ایسا ضعف طاری کر دیا تھا کہ وہاں پھر مضبوط حکومت قائم نہ ہو سکی۔ چنانچہ چند سال بعد خضر خاں نے ملتان سے پیشقدمی کی اور ہانسی حصار فتح کر کے دِلّی پر قابض ہو گیا۔

جوں ہی خضر خاں نے ملتان چھوڑ کر دِلّی پر قبضہ کیا جسرت نے جسارت کر کے لاہور پر قبضہ کر لیا اور تھوڑے ہی دنوں بعد دیپالپور سے خضر خاں کے حاکم کو بھی دِلّی کی طرف بھگا دیا خضر خاں نے جسرت کھوکھر سے ٹکر لینی مناسب نہ سمجھی، چنانچہ جسرت نے اطمینان سے شمال کا رُخ کر کے دریائے سندھ تک کا علاقہ اپنے ماتحت کیا۔ اور مقامی سرداروں سے مالگزاری.. اور خراج وصول کیا۔

جسرت کھوکھر کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر خضر خاں نے جالندھر کی جاگیر اپنے ایک.. وفادار سپہ سالار زیرک خاں کو بخش دی، زیرک خاں نے راستہ میں باغی ملک طغا کو شکست دی، ملک طغا حدود سلطنت کھوکھر میں پناہ گزیں ہوا، بہادر جسرت شمالی پنجاب سے آیا اور جالندھر کے نزدیک خضر خاں کے دو سپہ سالاروں ملک خیرالدین اور زیرک خاں کو شکست فاش دے کر اپنی سلطنت سے باہر کر دیا۔ اسی دوران خضر خاں والئے دِلّی کا انتقال ہوا اور اسکی جگہ اس کا لڑکا مبارک شاہ دِلّی کا بادشاہ ہوا۔

کشمیر کی فتح

جب تیمور نے جموں میں قیام کیا تھا تو وادیٔ کشمیر میں سلطان سکندر کی حکومت تھی، تیمور نے دو ہاتھی.. بطور تحفہ سلطان سکندر کو بھیجے چنانچہ سلطان سکندر نے تیمور کی قدمبوسی منظوری بھی اور وہ جموں کے سفر پر روانہ ہوا لیکن راستہ میں اسے پتہ چلا کہ لوگوں نے تیمور کو اس خوش فہمی میں

مبتلا کر دیا ہے کہ حاکم کشمیر یعنی سلطان سکندر اسے ایک ہزار گھوڑے تحفہ میں دے گا۔ لیکن اس کے پاس اتنے گھوڑے نہ تھے لہٰذا وہ ڈر کے مارے پھر جموں نہ آیا، تیمور نے کوئی بازپرس نہ کی اور واپس سمرقند چلا گیا اس کی واپسی کے بعد سلطان سکندر نے غالباً جموں پر بھی قبضہ کر لیا اور تھوڑے دن بعد انتقال کر گیا، اس کا جانشین علی شاہ کشمیر کا فرمانروا ہوا، علی شاہ نے تھوڑے ہی دن بعد زین العابدین کو اپنا جانشین مقرر کر کے حجاز کے سفر کا ارادہ کیا وہ ٹھٹھہ (سندھ) تک پہنچا تھا کہ لوگوں نے اسے بہکا دیا کہ واپسی پر..... زین العابدین اسے ہرگز تخت واپس نہ کرے گا لہٰذا حرص وطمع نے اس کے دل میں راہ پائی اور اس نے حاکم جموں کی مدد سے زین العابدین کو شکست دیکر دوبارہ تخت حاصل کر لیا زین العابدین بھاگ کر جسرت کھوکھر کے پاس لاہور پہنچا اور مدد کا طالب ہوا۔ بہادر کھوکھر نے کشمیر پر حملہ کرنے کیلئے لشکر فراہم کرنا شروع کیا، لیکن علی شاہ والئے کشمیر نے ایک کثیر فوج ساتھ لے کر جسرت کھوکھر پر حملہ کیا، بہادر جسرت نے علی شاہ کو شکست فاش دی اور اس کا تعاقب کر کے اس کی سلطنت کے ایک بہت بڑے حصہ پر خود قبضہ کر لیا اور بقایا کشمیر پر اس نے زین العابدین کو اپنا باجگزار کر کے حاکم مقرر کیا، علی شاہ بھاگ گیا اور گمنامی میں زندگی بسر کر کے انتقال کر گیا۔

کھوکھر جسرت کی جسارت

جسرت کھوکھر نے سرحدی علاقہ کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیا اور اس کے بہادر سپہ سالار یعنی زین العابدین والئے کشمیر نے تبت کی طرف پیشقدمی کی اور اسی طرح جسرت نے جسارت کر کے جالندھر سے مشرق کی طرف پیشقدمی کی اور دِلّی پر قبضہ کرنے کے لئے بڑھا، ملک طغاترک کو اس نے پہاڑیوں کی پناہ گزینی سے بلایا کیوں کہ دِلّی کے بادشاہ نے اس کے پیچھے لشکر چھوڑ رکھا تھا، چنانچہ اسے بلا کر امیر الامرا کا خطاب دیا اور لاہور کا حاکم مقرر کیا، اس کام سے فراغت حاصل کر کے بادشاہ جسرت کھوکھر نے لودھیانہ پر قبضہ کیا، بادشاہ دہلی کا مقرر کردہ حاکم فیروز اس کی آمد کی خبر سنتے ہی بھاگ گیا، بادشاہ کھوکھر نے اس کا تعاقب روپڑ تک کیا اور روپڑ کو فتح کر کے ایک وسیع سلطنت کا مالک ہوا اور اس کے سپہ سالار امیر الامراء ملک طغاترک نے لاہور کے مغرب میں دریائے سندھ تک کے تمام علاقوں پر متصرف ہو کر ان کو سلطنت کھوکھر میں شامل کیا۔

جسرت کھوکھر اور دِلّی کی فوجوں کا مقابلہ

مبارک شاہ والئے دِلّی بادشاہ جسرت کھوکھر کی بڑھتی ہوئی طاقت کو بغور دیکھ رہا تھا چنانچہ اس نے زبردست تیاری کرکے اپنے سپہ سالار زیرک خاں کو ایک بھاری لشکر دیکر اس کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔

بادشاہ جسرت کھوکھر بہ نفس نفیس براستہ سمانہ دِلّی کی طرف بڑھا زیرک خاں نے اس کا راستہ چھوڑ کر جالندھر پر جا کر قبضہ کرلیا چنانچہ لاہور سے امیر الامراء ملک طغا نے جالندھر کی طرف پیشقدمی کی اور بادشاہ جسرت بذات خود دِلّی کا ارادہ ترک کرکے جالندھر کی طرف روانہ ہوا، زیرک خاں کو جس وقت دو طرف سے حملوں کا خدشہ ہوا جالندھر چھوڑ حد دوسرتی (غالباً تھانیسر) میں پہنچا اور اس مقام پر بادشاہ جسرت نے دِلّی کی فوج کو... شکست دیکر زیرک خاں کو زندہ گرفتار کیا۔

گھر کی پھوٹ

پنجاب کے مقامی مسلمان سرداروں نے بادشاہ جسرت کھوکھر کو عرضداشت بھیجی کہ لاہور کے امیر الامراء ملک طغا ترک کو اس کے عہدے سے ہٹا کر کسی مقامی مسلمان کو سردار مقرر کرے خصوصاً ملک فیروز و ملک کالو و نیز رائے کمال گوجر بادشاہ کی پالیسی کے سخت خلاف تھے اور وہ اعلانیہ کہتے تھے کہ ملک طغا ترک نے اپنے تمام رشتہ داروں کو پنجاب کا حاکم بنا دیا ہے۔ اگر ایک دفعہ بھی بادشاہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا تو ملک طغا دغا کرے گا۔

بادشاہ نے یہ عرضداشت ملک طغا کو بھیجی جس نے گوجروں اور جاٹوں کو بلا کر انکی سخت بے عزتی کی، گوجر، جاٹ اس وقت تو خاموش رہے لیکن باہر آکر انھوں نے عہد کیا کہ ملک طغا ترک کو لاہور کا امیر الامراء نہ رہنے دیں گے۔

سلطنت کھوکھر پر بادشاہ دہلی کا قبضہ

لاہور کے واقعہ کی خبریں دِلّی پہنچ گئیں کہ بادشاہ جسرت کی قوم کے سردار اس کے خلاف

ہو گئے ہیں۔

"آئینِ اکبری" سے ترشح ہوتا ہے کہ دلّی کے مبارک شاہ نے گوجروں..
اور پٹھانوں کے درمیان دشمنی پیدا کرانے کیلئے بہلول لودھی پٹھان کو لاہور پر حملہ کرنے کیلئے ابھارا
اور دوسری فارسی تاریخوں سے واضح ہوتا ہے کہ دلّی کا بادشاہ خود لدھیانہ پر حملہ آور ہوا، ان
دونوں باتوں اور بعد کے واقعات سے یہ صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ بہلول لودھی جو بادشاہ
کا ایک معمولی سپاہی تھا اور ملتان کا باشندہ تھا اس نے اپنے رشتہ داروں کو..
ملتان میں شہ دی۔

فارسی تاریخوں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ملک کالو بہلول لودھی کا باپ تھا اور
ملک فیروز اس کا چچا تھا۔

"تنکدیش اتہاس" جو ایک قدیم مقامی مورخ نے بطور شجرہ لکھی تھی اور مولف گرجر
نے اس کا مطالعہ کیا ہے اس میں یہ درج تھا کہ فیروز اور کالو جنہوں نے بادشاہ دہلی کی حمایت
کی تھی مسلمان گوجر تھے، ہو سکتا ہے کہ ہندی تاریخ کے فیروز اور کالو اور ہوں اور
فارسی تاریخوں کے ملک فیروز اور ملک کالو اور ہوں، یہ بھی عین ممکن ہے کہ لودہ
خاندان گوجروں کا ہو کیوں کہ سرحد میں لودھی خاندان پٹھان کہلاتا ہے اور باقی تمام
ہندوستان میں لودھی خاندان گوجروں میں شمار ہوتا ہے۔

جو لودھی برسرِ اقتدار آئے چونکہ وہ سرحد سے تعلق رکھتے تھے لہذا انہیں تاریخ
میں پٹھان اور افغان تحریر کیا گیا ہے صرف یہ لوگ باقی حصوں میں اپنے کو پٹھان کہتے
ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ:۔ لودھی خاندان ہندو بھی ہے لیکن ہندو گوجر
انہیں اپنے میں شامل نہیں کرتے — مولف

آمدم برسرِ مطلب:۔ بادشاہ دہلی مبارک شاہ نے بذات خود لدھیانہ پر حملہ کیا۔ اس کے
سرداروں میں فیروز، کالو اور کمال بھی تھے جنہوں نے بادشاہ دہلی کی قصبہ سمانہ میں جا کر
خدمت قبول کی۔

جب بادشاہ جسرت کھوکھر لودھیانہ سے باہر نکل کر قبول پور گاؤں کے پاس لشکر
آراستہ کرنے میں مشغول ہوا تو اس کا قیدی زیرک خاں بھی اس کی قید سے نکل کر بھاگ

گیا اور مبارک شاہ سے جا ملا۔

بادشاہ جسرت کھوکھر کا عزم و استقلال دیکھ کر مبارک شاہ واپس دریائے ستلج کے شرقی کنارے پر فروکش ہوا۔ بہادر کھوکھر نے پیشقدمی کی اور دلی کی فوجوں کے سامنے ستلج کے مغربی کنارے پر پڑاؤ ڈالا۔ کافی دن تک دونوں فوجیں آمنے سامنے ڈٹی رہیں لیکن کسی نے ستلج کو عبور نہ کیا، برسات کا موسم شروع ہو گیا اور دریائے ستلج میں طغیانی آگئی اتفاقاً ایک دن رات کو دریا کا پانی کم ہوا، مبارک شاہ والئے دہلی نے اپنے سردار... ملک سکندر، زیرک خاں، محمود حسن اور ملک کالو کو فوجوں کے دستے دیکر جسرت کھوکھر کے لشکر پر شبخون مارنے کو بھیجا، چنانچہ دلی کی فوجوں نے دریائے ستلج کو چند میل پیچھے چل کر ایسی جگہ سے عبور کیا جہاں دریا پایاب تھا اور اندھیری رات میں بادشاہ کھوکھر کی فوج کو بیخبری کے عالم میں حملہ کر کے منتشر کر دیا، بادشاہ جسرت کی فوج بدحواس ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی اور کھوکھر بادشاہ کا تمام ساز و سامان دشمن کے ہاتھ لگا اور اس طرح سے ہزیمت خوردہ بادشاہ بے سرو سامانی کی حالت میں جموں پہنچا، جموں کا حاکم رائے بھیم اس کا ماتحت تھا چنانچہ اس نے اس کی مدد کی اور حسب مراتب خاطر و مدارات سے پیش آیا، شاہ کھوکھر اس کے بعد جموں سے گجرات (پنجاب) پہنچا اور یہاں پر وہ لشکر فراہم کرنے میں مشغول ہوا، ادھر جموں کے حاکم رائے بھیم پر دہلی کی شاہی فوجوں نے حملہ کیا اور آخر کار اس حملہ کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ دونوں طرف سے دوستی کا عہد و پیمان کیا گیا۔

بادشاہ جسرت نے فوج اکٹھی کر کے لاہور کا رُخ کیا کیونکہ وہاں بادشاہ دہلی کا حاکم ملک سکندر تحفہ متعین ہو چکا تھا۔ بادشاہ نے درگاہ میر حسن زنجانی قدس سرہٗ کے پاس ڈیرے ڈالے اور پورے ایک مہینہ اور پانچ روز تک قلعہ پر حملے کرتا رہا لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا اس نے رائے بھیم والئے جموں کو کمک کیلئے لکھا لیکن اس نے دلی سے عہدنامہ کی رو سے کمک نہ بھیجی، مجبوراً بادشاہ کھوکھر نے لاہور کا محاصرہ اٹھا دیا اور جموں کے راجہ بھیم دیو پر حملہ آور ہوا۔

راجہ بھیم دیو جموں سے چلکر بادشاہ کے استقبال کو خود آیا اور اپنی مجبوری... ظاہر کی، بادشاہ نے جموں میں مستقل طور سے قیام کرنا چاہا، یہی بات وجہ نزاع بن گئی راجہ بھیم دیو اور بادشاہ کھوکھر میں جنگ واقع ہوئی جسمیں بھیم دیو مارا گیا۔

اب بادشاہ کھوکھر نے دوبارہ جنگ کی تیاری شروع کی اور دس بارہ ہزار بہادروں کا لشکر لے کر لاہور کو اس کے حال پر چھوڑتا ہوا دیپال پور پر حملہ کیا اور بادشاہ دہلی کے مقرر کردہ حاکم کو وہاں سے بھگا دیا۔

اس حملہ میں بہت سا فوجی سامان اس کے ہاتھ لگا اور اب اس نے پھر لاہور کے اطراف سے ساز و سامان اکٹھا کیا، لاہور کا حاکم اس کے مقابلہ کو نکلا لیکن بغیر لڑے پھر قلعۂ لاہور میں محصور ہو گیا، بادشاہ کھوکھر نے محاصرہ کرنے میں مصلحت نہ سمجھی چنانچہ شمال کا رُخ کر کے دریائے سندھ تک کا علاقہ اپنے قبضہ میں کیا، مزید فوج اور مال کی فراہمی میں وہ مشغول تھا کہ تحفہ نے لاہور کے قلعہ سے نکل کر اس کی طرف پیشقدمی کی۔

دریائے چناب کے شمال میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، بادشاہ کھوکھر کو فتح حاصل ہوئی اور ملک سکندر تحفہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بھاگ کر گرتا پڑتا لاہور پہنچا۔

اس بہادر اور شجاع کھوکھر بادشاہ کی دلیری نے امیر کابل امیر شیخ علی کو بھی متاثر کیا لہذا اس نے کھوکھر بادشاہ کو صلاح دی کہ بجائے شمال کا رُخ کرنے کے دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ سیوستان، بھکر اور ٹھٹھہ تک حملے کرو تاکہ بادشاہ دہلی پر ہر طرف سے زد پڑے۔

چنانچہ کھوکھر بادشاہ نے دریائے راوی کے شمال میں تمام علاقہ پر قبضہ کر کے ادھر اور دریائے سندھ تک اپنی سلطنت مستحکم کر کے دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف بڑھنا شروع کیا، بادشاہ دہلی نے ملک محمود حسن حاکم ملتان کو سیوستان کی طرف بھیجا، کھوکھر بادشاہ نے سیوستان سے دیپال پور کا رُخ کیا اور شاہی حاکموں کی شکست پر شکست دیتا ہوا دریائے بیاس تک پہنچ گیا

بادشاہ ہاتھی کھوکھر

ہاتھی کھوکھر کا تصرف شمالی پنجاب میں تھا جس میں.... موجودہ اضلاع گجرات، سیالکوٹ، کشمیر کے مغربی علاقے مثلاً راجوری، ہالہ وغیرہ تھے، اسی زمانہ میں بابر مغل نے ملک کی سرحدوں پر حملہ کیا اوّل حملہ میں اس نے علاقہ سوات اور علاقہ مہمند پر قبضہ کیا اور ان علاقوں کا حاکم خواجہ کلاں بیگ کو مقرر کر کے واپس کابل لوٹ گیا، دوسری مرتبہ ۹۲۵ھ ہجری میں بابر پھر آیا اور دریائے سندھ پار کیا اس حدود کے لوگوں نے چار لاکھ شاہرخی (سوالے کا سکہ) دے کر امن حاصل کیا پھر بھیرہ پر قبضہ کر کے بابر نے کھوکھروں کی سلطنت کی طرف توجہ دی۔ فارسی تواریخ سے واضح ہوتا ہے

کہ سلطنت کھوکھر دریائے سندھ اور بھیرہ کے درمیان تھی جو شرقاً غرباً کشمیر سے لے کر دریائے سندھ کے جنوب میں موجودہ ضلع کیمبل پور تک وسعت رکھتی تھی۔

جب بابر نے سلطنت کھوکھر پر حملہ کیا تو بادشاہ ہاتھی کھوکھر اپنے جانبازوں کے ساتھ بابر کے سپہ سالار دوست بیگ کا مقابلہ کھلے میدان میں کیا مگر شکست کھا کر پرہالہ کے قلعہ میں محصور ہوا مغلوں نے قلعہ کا گھیراڈال دیا، کئی روز کے محاصرہ کے بعد ہاتھی کھوکھر نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور دشمن کی فوج پر عقاب بن کر جھپٹ پڑا، ہزارہا بہادر میدان جنگ میں کام آئے، بادشاہ ہاتھی کھوکھر واپس قلعہ میں دوبارہ محصور ہونا مناسب نہ خیال کر کے کوہستان کا رُخ کیا اور پھر اپنی بقیہ زندگی تک مغل حکومت پر چھاپے مارتا رہا، جب ہمایوں کو شیر شاہ نے ملک سے نکال دیا تو کھوکھروں نے دریائے سندھ کے ساتھ پھر حکومت کی داغ بیل ڈالی، ہاتھی کھوکھر کے بعد سلطان آدم کھوکھر نے سوری حکومت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر گجرات (پنجاب) پر پھر قبضہ کر لیا۔

سلطان آدم کھوکھر

سلطان آدم کھوکھر ہمایوں کی واپسی پر ہمایوں سے جنگ نہ کر کے اس کے راستہ سے ہٹ گیا، جب کامران مرزا اس کے پاس ہمایوں سے بدظن ہو کر پناہ لے گیا تو ہمایوں کے آدمی کھوکھر کے پاس پہنچے اور کامران مرزا کو پکڑ لائے مرزا کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی اور اسے اندھا کر دیا گیا

کمال کھوکھر

کمال کھوکھر اور آدم کھوکھر دونوں ہمعصر تھے، سلطان آدم کھوکھر کمال کھوکھر کا حقیقی چچا تھا ان دونوں میں اقتدار کی جنگ شروع ہو گئی، سلطان آدم کھوکھر نے کمال کھوکھر کو پنجاب سے نکال دیا کمال کھوکھر اکبر کے دربار میں پہنچا، جب اکبر کشمیر کی سیاحت کیلئے آیا تو اس نے سلطان آدم (کھوکھر) سے ایک لاکھ روپیہ لے کر گجرات (پنجاب) کو اسی کے نام رہنے دیا اور کمال کھوکھر کو گنگا جمنا کے دوآبہ میں (الہ آباد کے علاقہ میں) جاگیر مرحمت فرما کر شاہی خدمتگاروں میں شامل کر لیا، کمال کھوکھر اور اس کے حواری تمام کے تمام راجپوت کہلائے اور سلطان آدم کھوکھر نے اپنی قوم کے نام پر گجرات کے شہر کو از سر نو تعمیر کرایا اس طرح کھوکھروں میں آج دو حصہ ہیں ایک حصہ اپنے کو راجپوت کہتا ہے اور دوسرا حصہ اپنے کو گوجر کہتا ہے۔

کھوکھروں کی ناکامی کے اسباب

کھوکھر، گوجر کھشتریوں کا وہ مشہور خاندان ہے جنہوں نے اکبر کے زمانہ میں قدیم شہر گجرات کو گجرات ہی کے نام سے از سر نو آباد کیا۔ کھوکھروں کی بہادری کے حقائق سے فارسی تواریخ بھری پڑی ہیں اسی بہادری کے حسد سے فارسی مورخین نے از راہ تعصب و حسد کھوکھروں کے اخلاق و عادات پر جھوٹے الزامات عائد کئے۔ کھوکھروں نے اس زمانہ میں جبکہ گوجر جوق در جوق راجپوتی حاصل کر رہے تھے، گوجر نام کو پنجاب میں زندہ جاوید کر دیا، گوجرانوالہ، گجرات اور گوجر خاں وغیرہ شہر تمام کے تمام اس زمانہ میں از سر نو رونق پذیر ہوئے۔

کھوکھروں نے غوری حملہ سے لیکر اکبر کے زمانہ تک پورے ساڑھے تین سو سال آزادی کی جنگ لڑی مگر وہ کامیاب حکومت قائم کرنے میں ناکامیاب رہے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ گوجروں نے کبھی بھی مرکزی نقطۂ نظر سے نہ سوچا، وہ اپنے اپنے علاقوں میں۔۔۔ داد مردانگی دیتے رہے اور حملہ آوروں کی مجموعی و متحد طاقت سے ٹکرا کر پاش پاش ہوتے رہے۔

دوسرے گوجروں میں کبھی اتحاد قائم نہ ہو سکا ان میں سے اکثر لوگ بیرونی حملہ آور قوموں کو اپنا پیر و مرشد سمجھ کر حب الوطنی کا جذبہ کھو بیٹھے اور غلامانہ زندگی بسر کرنے کے عادی ہو گئے جب بھی کسی بہادر گوجر نے کھویا ہوا اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کی اس کے بھائی اس کے خلاف کام کرنے لگے۔

برخلاف اس کے بیرونی قوموں کا مفاد ایک دوسرے سے وابستہ تھا، ان میں اتحاد تھا انہوں نے کبھی بھی کسی مقامی آزاد لپسند ہستی کا ساتھ نہ دیا بلکہ ہر مرتبہ اس کے خلاف متحدہ محاذ قائم کر لیا۔

گوجر سلطنت الور!

(۱) بادشاہ کوکا چوہان

بادشاہ کوکا چوہان نے محمد تغلق شاہ والئے دہلی کے آخری زمانے میں زور پکڑا اور دلی تک دھاوے مار کر سلطنت کی بنیاد ڈالی جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا کہ اس نے خانجہاں کو جو محمد خاں بن محمد تغلق کا دشمن تھا پناہ دی تھی اس لیئے اس پر محمد خاں کے سپہ سالار ملک یعقوب نے حملہ کیا جس میں کوکا چوہان جاں بحق ہوا۔

(۲) بادشاہ ناہر چوہان

سلطان فیروز شاہ تغلق کی وفات یعنی ۱۳۸۸ء کے بعد دلی کی حکومت میں کمزوری کے آثار نمودار ہوئے وہ بہادر گوجر جنہوں نے محمد تغلق کے زمانے میں بسر کر دگی کوکا چوہان دلی کے دروازے بند کرادیئے تھے یکبارگی پھر نمودار ہوئے، موجودہ علاقہ میوات اور الور کے گوجروں کے سردار ناہر بن کوکا چوہان نے آزادی کا جھنڈا بلند کیا اور تمام علاقہ کو ماتحت کر کے بادشاہ بن گیا۔

رہتک اور پانی پت کے علاقوں کے گوجروں نے دلی کے پاس کوٹلہ تک مار دھاڑ شروع کر دی، محمد شاہ اور ابوبکر شاہ والیان دہلی کے مختصر زمانے میں دلی کے چاروں طرف یہی حالات رہے، جب محمود شاہ تغلق کا زمانہ آیا تو اس نے بہادر ناہر گوجر کو الور کا بادشاہ تسلیم کیا بہادر ناہر سلطان محمود شاہ والئے دہلی کا حلیف و مددگار قرار پایا۔

جب تیمور نے دلی پر حملہ کیا تو گوجر بادشاہ نے سرحد اور پنجاب کے حالات مشاہدہ کر کے محمود شاہ کو مقابلہ کرنے سے روکا تھا، یہی وجہ تھی کہ جب دلی میں قتل عام ہو چکا تو تیمور نے بادشاہ ناہر کو دلی بلایا اور اسے الور کا بلا شرکت غیرے بادشاہ تسلیم کر لیا اور جب خضر خاں دلی کا بادشاہ بنا تو اس نے بھی بہادر ناہر کے ساتھ دوستی کا عہد و پیمان قائم رکھا۔

(۳) بادشاہ طاہر چوہان

بادشاہ ناہر کی وفات کے بعد الور کی حکومت اس کے بیٹے بادشاہ طاہر کو ملی چند ماہ بعد جب خضر خاں نے علاقۂ کھنتیر (موجودہ روہیلکھنڈ) کے راجہ نرسنگھ گوجر پر حملہ کر کے اسے پہاڑوں کی طرف

بھگا دیا تو واپسی میں خضر خاں چند ہندو مستورات کو قید کر کے لایا، بادشاہ طاہر نے دِلّی کے دربار میں بیٹھے بیٹھے یہ گمان کیا کہ غالباً یہ عورتیں اس کی قوم سے تعلق رکھتی ہیں چنانچہ بدریافت خضر خاں نے اس امر سے انکار کیا اور جب مقید عورتوں سے پوچھا گیا تو یا تو صداقت سے کام لے کر یا پھر اپنی رہائی کے خیال سے انہوں نے اپنے کو گوجر قوم سے ظاہر کیا اس پر بہادر طاہر نے انکی واپسی کا مطالبہ سخت غصّہ کے عالم میں کیا جسکی بناء پر اسے دربار ہی میں قتل کر دیا گیا حالانکہ بحیثیت مسلمان اور حلیف کے اس کی بات مان لینی چاہیئے تھی۔

(۴) بادشاہ جلو چوہان

طاہر کے دو بیٹے جلو چوہان اور قدو چوہان تھے جب انہیں اپنے باپ کے اس طرح قتل ہونے کا پتہ چلا تو انہوں نے علاقہ میوات اور الور میں نقارۂ جنگ پر چوب ماری، حسن پور، بہادر گڈھ اور روہتک وغیرہ قصبات میں جتنے بھی بیرونی مسلمان تھے ان سب کے گھر بار لوٹ لئے گئے اور ان کے زن و فرزند کو گرفتار کر لیا گیا۔

ان واقعات کے پیش نظر خضر خاں نے ان کی سرکوبی کیلئے فوج بھیجی، یہ فوج ہنوز اس علاقہ کے اندر قتل و غارت میں مشغول تھی کہ خضر خاں کا انتقال ہو گیا اور دِلّی کا تخت مبارک شاہ کو ملا، مبارک شاہ نے اپنی فوج کیلئے مزید کمک الور میں بھیجی جسکا بہادر گوجروں نے سختی سے مقابلہ کیا اور شاہی فوج کی رسد اور کمک کا سلسلہ منقطع کر دیا چنانچہ اسی بناء پر شاہی سپاہ پسپا ہو کر دِلّی پہنچی گوجروں نے اس کا تعاقب قصبہ مہرولی تک کیا۔

(۵) بادشاہ قدو چوہان

جلو چوہان کے بعد اس کا چھوٹا بھائی قدو چوہان۔۔ الور کے تخت پر متمکن ہوا، ہزیمت خوردہ مبارک شاہ نے کچھ مدّت بعد دوبارہ لشکر تیار کر لیا اور آندھی و طوفان بن کر علاقہ الور میں داخل ہوا، گوجر کھلے میدان میں تاب مقاومت نہ لا کر جھہرہ کی پہاڑیوں میں گوریلہ لڑائی میں مشغول ہوئے، انہیں دنوں دِلّی پر حملہ کرنے کیلئے بادشاہ جسرت کھوکھر روپڑ تک پہنچ گیا اور مبارک شاہ الور کے گوجروں کو ان کے حال پر چھوڑ کر ادھر روانہ ہوا۔

بادشاہ جسرت کی شکست کے بعد مبارک شاہ نے ایک بھاری غلطی کی کہ ملک سکندر تحفہ کو لاہور کی سرداری سے معزول کر کے سرور الملک کو اس کی جگہ مقرر کیا اور بسرعت تمام واپس دِلّی آیا۔

سرور الملک نے اپنی سرداری میں ملک کمال الدین کو شامل کرلیا، ملک کمال الدین... بے حد سنجیدہ اور قابل شخص تھا اس نے سرور الملک سے سب کچھ چھین لیا اور اس کی جاگیریں بھی ضبط کرلیں، سرور الملک نے بادشاہ کی خدمت میں اس امر کی شکایت تحریر کی لیکن بادشاہ نے اس کو بے وقوف سمجھتے ہوئے کوئی توجہ نہ دی اور اسی عدم توجہی کی بنا پر سرور الملک کے دل میں آتشِ انتقام بھڑک اٹھی۔

سرور الملک کے دو ہندو کھتری سدارن ولد کانگوی اور اس کا پوتا گجوی کھتری پرورده تھے جو اس کی جاگیروں کا انتظام کرتے تھے اس نے ان سے اپنے احسانات کا واسطہ دیکر قسم لی کہ دِلّی کے بادشاہ مبارک شاہ کے قتل کرنے میں دریغ نہ کریں چنانچہ یہ لوگ دِلّی کیطرف روانہ ہوئے۔

بادشاہ مبارک شاہ نے اپنے نام پر ایک شہر مبارک آباد کرایا تھا اور وہ وہیں مقیم تھا، سرور الملک، میرانِ صدر، اور قاضی عبدالصدر کو ساتھ لے گیا اس کے علاوہ بہت سے مسلمان بھی ساتھ تھے، بادشاہ جمعہ کی نماز پڑھنے گیا، سرور الملک کے آدمی مسلح ہو کر اندر گئے، سدارن کھتری تلوار لے کر دروازے پر کھڑا ہو گیا تاکہ بادشاہ کے حمائتی اندر داخل نہ ہو سکیں، نماز ختم کر کے مبارک شاہ مسجد سے باہر نہ نکلا بلکہ ان لوگوں کو مسلح حالت میں دیکھ کر اپنے بچاؤ کی ترکیبیں کرنے لگا اور دیوار پھاند کر بھاگنے کو تھا کہ سدپال کھتری نے دوڑ کر مبارک شاہ کے سر پر تلوار ماری اس کے بعد میرانِ صدر نے بادشاہ مبارک شاہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ میرانِ صدر اور قاضی عبدالصدر... بادشاہ کو قتل کر کے سرور الملک کے پاس پہنچے چنانچہ سرور الملک نے دِلّی کے تخت پر مبارک شاہ کے چچازاد بھائی محمد شاہ کو متمکن کیا اور سدپال کھتری و سدارن کھتری کو بیانہ، امروہہ، نارنول اور کہرام میں جاگیریں دیں، میرانِ صدر کو معین الملک کا خطاب دیکر جاگیر عنایت فرمائی اور سید السادات سید عالم کے فرزند کو خانِ اعظم سید خاں کا خطاب دیکر خوشدل اور محظوظ کیا۔

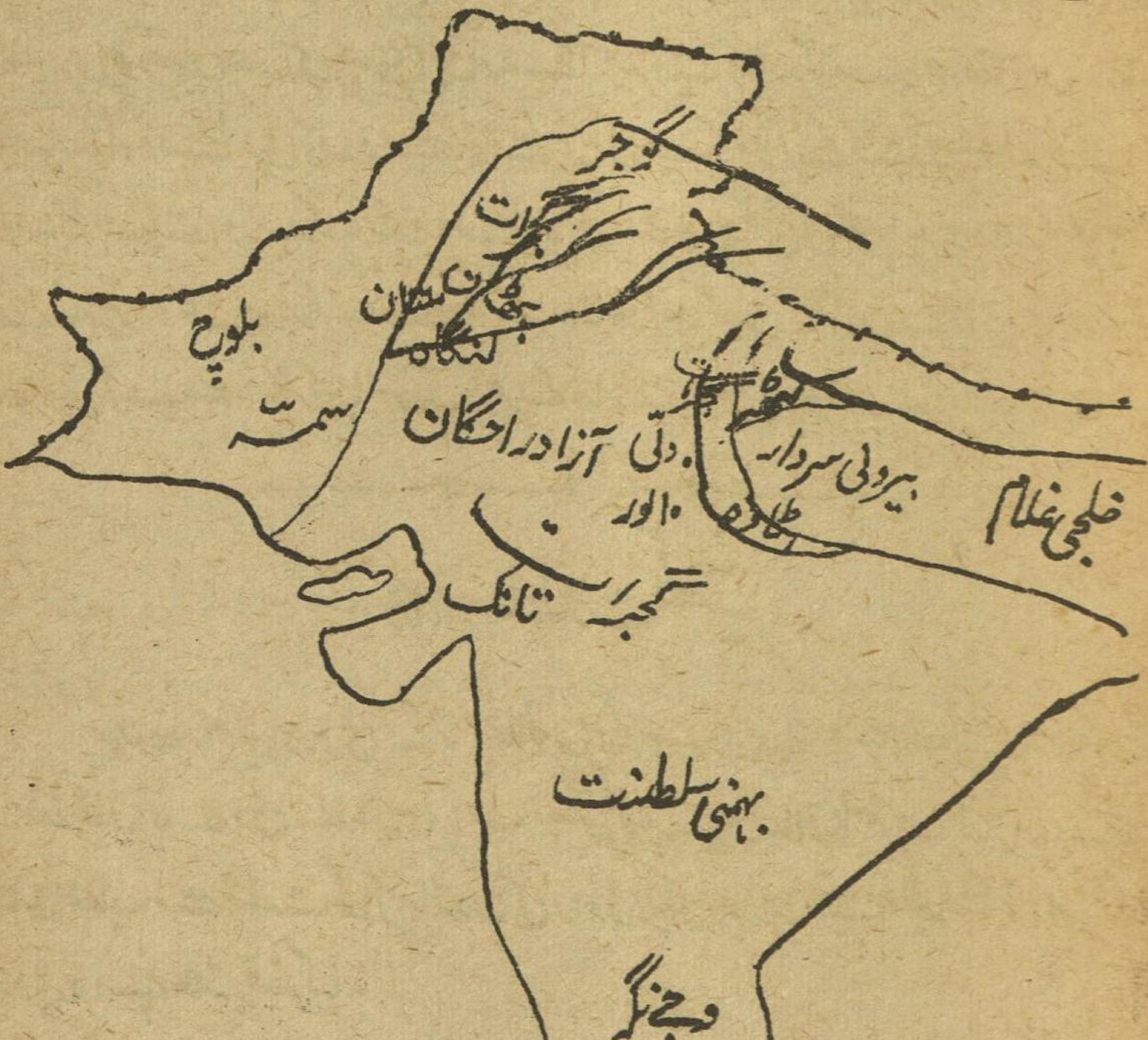
(۶) حسن خاں

جسوقت بابر نے پانی پت کے میدان میں ابراہیم لودھی کو شکست دی اسوقت الور کا بادشاہ حسن خاں تھا جو رانا سانگا کیطرف سے بابر سے مقابلہ کرتے ہوئے کانوے کی لڑائی میں مارا گیا۔

اس طرح دِلّی کے جھگڑے کیوجہ سے الور کے گوجر عوام اور انکا حکمران قدو چوہان محفوظ و مامون ہو کر اپنے علاقہ پر حسب سابق حکمران رہے آئندہ شیر شاہ کمطیع کیا، انہیں گوجروں نے اکبر کے زمانہ میں بالسنی میں قلعہ بنایا جسے

نقشہ آریہ ورت

۱۴۸۹ء



گوجروں کی دیگر حکومتیں

(۱) سلطنت اٹاوہ

نہ صرف دلی کے مغرب میں گوجروں نے اپنا قومی وقار غلاموں کے دور میں قائم رکھا بلکہ دلی کے مشرق میں بھی گوجر صاحب اقتدار رہے اٹاوہ کی حکومت اکبر کے زمانہ تک بدستور قائم رہی چودھویں صدی عیسوی میں رائے سمیر ایک بہادر گوجر راجہ تھا جس نے محمود شاہ والئے دہلی کی مدد ایسے وقت میں کی جب کہ دلی کے تخت کیلئے ظفر خاں والئے گجرات اور مبارک شاہ والئے جونپور نے فوج کشی کی تھی، یہ خاندان شیر شاہ کے زمانہ میں ماتحت ہوا۔ اکبر نے اسے نیست و نابود کر دیا کیوں کہ انہوں نے راجپوتی کا درجہ حاصل کرنے سے انکار کر دیا، مولف گوجر کے زمانہ تک وسیع زمینوں کے مالک ہیں۔

(۲) سلطنت کھنتیر

موجودہ رام پور اور بریلی کے تمام علاقوں پر گوجروں نے شہنشاہ اکبر کے زمانہ تک حکومت کی خضر خان والئے دہلی کے زمانہ میں راجہ نرسنگھ گوجر اس علاقہ کا حکمران تھا جس نے تاج الملک سے شکست کھا کر پہاڑوں کی راہ لی لیکن بعد میں ایک عظیم لشکر فراہم کر کے دوبارہ اپنے علاقہ پر قبضہ کیا۔

(۳) سلطنت سارن پور

موجودہ سہارنپور (قدیم گجترا) پر گوجروں کا اقتدار ۱۸۴۷ء تک قائم رہا جہاں... گوجر راجہ دیوپال کی اولاد اور ان کے رشتہ دار موود سے خاندانوں کے سرداروں کے

حکومت کرتے رہے۔

(۴) سلطنت کٹھر

گنگا کے مشرق میں کٹھر گاؤں ایک معمولی بستی تھی لیکن یہاں کے ایک مسلم گوجر سردار نے تاریخ میں ایک خاص مقام حاصل کیا۔

بادشاہ طاہر والے الور کیطرح یہ بھی گوجر قوم کا سخت حمائتی تھا اور بیرونی مسلمانوں سے سخت نفرت کرتا تھا جس کا اظہار اس نے بداؤں کے بیرونی النسل لوگوں کو اپنے علاقہ سے نکال کر کیا اس مسلم گوجر کا نام کھر گھو تھا اور اس کی رشتہ داریاں ہندو گوجروں سے تھیں، شاید آج مذہبی تعصب کی بناء پر اس کا یہ فعل قابل قدر نہ سمجھا جائے، لیکن مولف گرجر کے اس زمانہ میں بھی بہت سے مسلمانوں کی رشتہ داریاں اس ملک میں بھی اور دوسرے ممالک میں بھی مختلف مذاہب والوں سے ہیں اور ایک باپ کی اولاد میں امتیاز کرنا۔۔ ہم نے غلط پروپیگنڈے کے تحت سیکھا ہے، ورنہ گوجر گوجر ہے چاہے کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اور چاہے جس علاقہ میں رہتا ہو، جہالت، نامکمل تعلیم، کم مائیگی اور احساس کمتری ایسے وجوہات کی بنا پر ہم نے یہ امتیاز پیدا کر لیا ہے کھر گھو پر حملہ ہوا وہ شکست کھا کر بھاگ گیا

کھر گھو کی مسلمان اولاد مسلمانوں کے دور میں کمایوں کے پہاڑوں میں گائے بھینسیں لئے پھرتی رہی گو کسے زیر سید بھیّا تو کیستی، آج تک یہ مسلمان ہیں اور اب دہرہ دون کے جنگلوں میں ارے مارے پھرتے ہیں، رہے راجستھان کے گوجر.....

تو

ان کے مفصل حالات اسی تاریخ کے حصہ اوّل میں ملاحظہ فرمائیے۔ مولف

بہادر پٹھان

مبارک شاہ کے قتل ہو جانے کے بعد اس کا چچازاد بھائی محمد شاہ دلّی کے تخت پر بیٹھا لیکن در اصل اقتدار سرور الملک کے ہاتھ میں تھا۔ اتر پردیش (یو۔پی) کے تمام بیرونی مسلمان سردار، ان سرداروں مثلاً سرور الملک، میران صدر، قاضی عبد الصدر وغیرہم کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے متحد ہو کر دہلی کا رُخ کیا۔ سمانہ، بیانہ، پانی پت اور سرہند پر... بہلول لودھی پٹھان نے قبضہ کر لیا تھا اور وہ رات دن سرحد سے پٹھانوں کو بلا کر اپنے پاس جمع کر رہا تھا، یہ بہلول لودھی مبارک شاہ کے عہد حکومت میں سرہند کا حاکم مقرر ہوا تھا۔ ملک چمن حاکم بدایوں، ملک الہ داد حاکم سنبھل، امیر علی اور امیر کک متحد ہو کر گنگا عبور کر کے موضع اہار ضلع میرٹھ میں پہنچے، سدارن کھتری جو اس علاقہ کا حاکم تھا بھاگ کر دہلی پہنچا، محمد شاہ والئے دلّی نے خفیہ طور سے ان سرداروں کو بھی دوستی کے پیغامات بھیجے اور بہلول لودھی کو بھی دلّی بلایا، دلّی میں خونریز جنگ ہوئی جس میں سرور الملک، میران صدر، سدارن کھتری، اسد پال کھتری اور قاضی عبد الصدر وغیرہم مارے گئے، محمد شاہ نے ان فاتح سرداروں کو خطابات دیئے اور بہلول لودھی کو فرزندی میں لیا اور اس کے نام... دیپال پور اور لاہور کی سرداری بھی مرحمت فرمائی۔

لاہور میں بادشاہ حسرت ککھر بہلول لودھی سے آکر ملا اور اس سے کہا کہ وہ کسی نہ کسی طرح تخت دہلی پر قبضہ کرنا چاہیے۔ اس دن سے بہلول لودھی کے دماغ میں دلّی کا بادشاہ بننے کی خواہش پیدا ہوئی"۔ اس نے لاہور میں علاقہ سرحد سے پٹھانوں کو بلا کر عام بھرتی شروع کی اور موقعہ کی تاک میں رہا"۔

یہاں یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ لودھی سپاہ میں شمالی مغربی پنجاب اور سرحد سوات بنیر کے گوجروں کا اہم حصّہ تھا لیکن چونکہ جس طرح راجستھان میں راجپوت لفظ کثرت سے استعمال ہوا اسی طرح اس علاقہ کے باشندوں کیلئے تاریخ میں ہمیشہ لفظ پٹھان تحریر ہوا، لیکن بہادر گوجروں کا اعزاز لودھی اور سوری حکومتوں میں بھی

روشن رہا، حالانکہ فارسی تواریخ کے مورخین نے لفظ "گوجر" کو استعمال نہیں کیا لیکن اس کے باوجود ایسے بھی بہادر پیدا ہوئے جو اپنی قوم کے نام پر "گوجر خاں" مشہور ہوئے جیسا کہ آئندہ مناسب جگہوں پر مذکور ہوتا رہے گا، آج بھی سرحد اور مغربی پنجاب کے مسلم گوجر اپنے ناموں میں منگوں کا لفظ "خاں" استعمال کرتے آرہے ہیں حالانکہ دوسرے علاقوں میں - - - کوئی بھی مسلمان گوجر اپنے نام میں لفظ "خاں" استعمال نہیں کرتا، لہٰذا اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ پٹھانوں کی لودھی اور سوری حکومتوں میں سرحدی گوجروں کا بھی اہم حصّہ تھا، جب یہ دور دراز علاقوں میں پھیلے تو مشرقی پنجاب یو-پی، بہار، بنگال وغیرہ میں جاکر دوسری قوموں میں جا ملے اور انہیں گوجر قوم سے علاقہ نہ رہا۔ خاص طور سے یہ پٹھان ہی کہلائے۔

چند سال بعد دِلّی کے بادشاہ محمد شاہ کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ علاءالدین بن محمد شاہ تخت پر بیٹھا، یہ صرف دِلّی کے چاروں طرف چند گاؤں کا بادشاہ تھا، اس پر دو مرتبہ بہلول لودھی نے حملہ کیا لیکن بادشاہ کی مدد قطب خاں حاکم رابری .... (ضلع بلند شہر)، داؤد خاں حاکم بیانہ اور رائے پرتاپ حاکم پٹیالہ نے کی لہٰذا بہلول لودھی دونوں مرتبہ ناکام لوٹا۔

اسی دوران دِلّی میں ایک شاہی سردار مسمی حمید خاں نے بغاوت کردی، دِلّی کا... بادشاہ علاءالدین بغرض تبدیل آب وہوا بدایوں گیا ہوا تھا اس کی عدم موجودگی میں حمید خاں نے بہلول لودھی کو اس وجہ سے دہلی بلایا کہ وہ خود دوسرے مسلمان سرداروں سے محفوظ رہتے ہوئے تخت حکومت پر قابض ہوجائے لیکن اسکی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی، بہلول لودھی نے دِلّی آکر خود مستقل رہائش اختیار کرلی، تھوڑے دنوں تک بادشاہ علاءالدین بن محمد شاہ کا نام احکام میں جاری رہا بعدہٗ بہلول لودھی بذاتِ خود.. بادشاہ بن گیا اور علاءالدین کو اس نے بدایوں وغیرہ کے چند علاقے جاگیر میں دیئے جو اس نے خوش ہوکر قبول کرلئے۔

اس طرح دِلّی کی حکومت اوّل مرتبہ مقامی قوموں کے ہاتھ میں آئی اس کو فارسی تواریخ کے مورخین نے یوں تحریر کیا ہے کہ جب بادشاہ علاءالدین واسطے دہلی بدایوں چلا گیا تو حمید خاں نے بہلول لودھی کو اس غرض سے دِلّی بلایا تھا تاکہ قوی تر ہوکر بادشاہ

کو الگ کرے اور خود دلی کا بادشاہ بن بیٹھے، اس نے مالوہ کے خلجی حاکم اور جونپور کے حاکم کو اس وجہ سے دعوت نہ دی کہ وہ پشت در پشت ان علاقوں کے بادشاہ چلے آرہے تھے اور خدشہ تھا کہ وہ دلی پر مستقل قبضہ کریں گے، چنانچہ اس نے بہلول لودھی کو یہ سمجھ کر بلایا تھا کہ اگر اسے صوبیداری بھی دیدی گئی تو وہ پٹھان خوش ہو جائے گا۔ لیکن پٹھان۔ بہترین سیاست دان بادشاہ جسرت کھوکھر والئے شمالی مغربی پنجاب سے سبق لے چکا تھا، چنانچہ اس نے دلی میں آہستہ آہستہ اپنی قوت بڑھانی شروع کی۔

وہ روزانہ حمید خاں والئے دہلی کی خدمت میں جایا کرتا تھا، محل میں اس کے... ساتھیوں کو جانے کی اجازت نہ تھی اور وہ کسی محفل میں بھی شریک نہیں ہو سکتے تھے ایک روز بہلول لودھی نے پٹھانوں کو سمجھایا کہ جب میں محفل میں حاضر ہوں تو اس وقت تم لوگ آکر مضحکہ خیز حرکتیں کرنا اور دوسری تمام باتیں انہیں سمجھا دیں تاکہ ان کی کم عقلی کی وجہ سے ان سے باز پرس نہ کی جائے۔

ایک دن بہلول لودھی مہمان ہو کر حمید خاں کی محفل میں گیا، چند پٹھان محل کے دروازے پر آکر جمع ہوئے اور اپنی زبانوں میں شور و غوغا کرنے لگے۔

حمید خاں نے ملازم کے ذریعے پوچھا کہ "کیا ماجرا ہے"!

ملازم نے آکر جواب دیا کہ "پٹھان کہتے ہیں کہ ہم بہلول لودھی کے نوکر نہیں ہیں بلکہ... حمید خاں کے ملازم ہیں لہذا ہم بادشاہ حمید خاں سے درخواست کرتے ہیں کہ جس طرح... بہلول لودھی بادشاہ کی زیارت کرتا ہے، ہم بھی کریں گے چنانچہ حمید خاں باہر آیا دیکھا تمام پٹھانوں نے اپنے جوتے اپنی کمر سے باندھ رکھے ہیں، حمید خاں نے پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟" انہوں نے کہا کہ ہم نے جوتے اس ڈر سے باندھ لئے ہیں تاکہ کوئی چور محل سے اٹھا نہ لے جائے، یہ جواب جاہلانہ سن کر حمید خاں مسکرایا اور ان کو محفل میں آنے کی اجازت دی۔

چنانچہ جب پٹھان اندر آئے تو اپنے جوتے محل کے طاقوں میں رکھے اور قالین دیکھ کر بولے کہ حضور اس کا رنگ بہترین ہے اگر آپ اسے ہم کو دے دیں تو ہم اس کی ٹوپیاں اور کلاہ بنا کر اپنے ملک میں اپنے فرزندوں کیلئے بھیجیں تاکہ وہ خوش ہوں کہ ہم لوگوں کو بادشاہ کی خدمت میں قربت حاصل ہے۔

حمید خاں ہنسا اور بولا کہ "ہم تم کو مخمل اور زر بفت اس کام کے لیے مرحمت فرمائینگے۔" لیکن پٹھان عاجزانہ طریقہ پر اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہی رہے۔

تھوڑی دیر کے بعد خوشبو کے خوان مجلس میں آئے۔ پٹھان روئی میں چویہ اور عطر لیتے تھے اور چوستے تھے اور پھول چبا کر کھاتے تھے، محفل میں جب پان کی گلوریاں آئیں تو بعض پٹھان پانوں کو منھ میں رکھ کر فوراً کھا گئے، بعض نے صرف تھوڑا سا کتھا کھایا اور بعض نے صرف سفید سفید چونا کھایا، جب منھ میں سوزش پیدا ہوئی تو اضطراب اور بے تابی کا مظاہرہ کرنے لگے۔

حمید خاں انہیں دیکھ کر ہنستا تھا اور کہتا تھا کہ یہ لوگ عجیب آدمی ہیں، بہلول لودھی جواب دیتا تھا کہ یہ لوگ دہقانی ہیں، حماقت سے پُر اور عقل سے خالی ہیں انہیں عقلا اور اہلِ تمیز کی صحبت میسّر نہیں ہوئی کھانے اور سونے کے سوا کوئی ہنر نہیں جانتے اس کے بعد محفل برخواست ہوئی۔

قاعدہ یہ تھا کہ جب بہلول لودھی حمید خاں سے ملنے جاتا تو دربان اس کے ہمراہیوں کو روکتے تھے اکثر پٹھان باہر رہتے، ایک مرتبہ جب بہلول لودھی اندر گیا تو چند پٹھان تو اس کے ساتھ ہی اندر گھسک گئے اور بقایا تمام پٹھان دربانوں سے ہتّت مشت کرکے زبردستی دربار میں داخل ہو گئے اور زور زور سے بہلول کو سخت و سست کہتے تھے، کہ اگر وہ حمید خاں کا نوکر ہے تو ہم بھی اسی کے نوکر ہیں، ہم اپنے آقا کے سلام سے کیوں محروم رہیں۔ کیا ہم پر اپنے آقا کی قدمبوسی فرض نہیں ہے۔

حمید خاں نے انکی بحث اور مکالمہ ختم کرنے کیلئے بہ آواز بلند دربانوں سے کہا کہ خبردار وہ ان سے تعرض نہ کریں چنانچہ پٹھان جوق درجوق اندر داخل ہو گئے اور جہاں حمید خاں کے دربان اور حفاظتی سپاہی متعین تھے ایک کے ساتھ دو۔ دو مل کر کھڑے ہو گئے۔

اس عرصہ میں پٹھانوں کے ایک سردار قطب خاں لودھی نے اپنی بغل سے زنجیر نکال کر بادشاہ حمید خاں کے سامنے رکھی اور کہا کہ مصلحت اسی میں ہے کہ اب آپ گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر یہ پنج روزہ زندگی خدا کی عبادت میں بسر کریں میں نے حقِّ نمک کی وجہ سے آپ کی جان لینے کا ارادہ نہیں کیا ہے، پھر پٹھانوں نے بادشاہ کو گرفتار

اور مقید کر کے موکلوں کے سپرد کیا اور ملک بہلول نے اپنا نام بہلول شاہ رکھا اور اپنے نام کا سکہ جاری کیا۔

ناراضگی کا اظہار

جب پٹھانوں کی حکومت قائم ہوئی تو ملک کے طول و عرض میں تمام بیرونی مسلمانوں نے اس سے اظہار ناراضگی کیا اور خاص طور سے کہا کہ غلام پٹھانوں کا برسر اقتدار آنا ہماری توہین ہے، یہ حقیقت ہر فارسی تاریخ سے عیاں ہے، بہلول شاہ نے اس حالت کا مشاہدہ کیا اس نے مالوہ کے خلجی سرداروں کو شکست دی۔ اور اپنے بڑے لڑکے خواجہ بایزید کو دہلی میں چھوڑ کر خود مزید لشکر کی فراہمی میں مشغول ہوا اور مغربی پنجاب آیا۔ ادھر مشرق میں بیرونی مسلمان واسطے جونپور سلطان الشرق محمود شرقی کے پاس پہنچے،..... سلطان محمود شرقی ایک لشکر جرار لے کر دلی کی طرف بڑھا۔

بہلول لودھی نے پنجاب میں ملتان اور دیپالپور وغیرہ سے ایک عظیم لشکر اکٹھا کر کے دلی کی طرف پیشقدمی کی، بہلول لودھی کا لڑکا بایزید دلی میں مضبوطی سے قائم رہا۔

سلطان الشرق محمود نے دلی سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر موضع بڑہ کے نزدیک لشکر کو روک کر قیام کیا کہ اتنے میں بہلول لودھی بھی پنجاب سے فوج لیکر اپنے بیٹے کی مدد کو پہنچ گیا، بہلول لودھی نے چند جانباز سپاہی محمود کے لشکر کی طرف بھیجے جو محمود شرقی کے بہت سے اونٹ اور باربرداری کے بیل چراگاہ سے ہانک لائے اور محمود شاہ نے بھی تیس ۳۰ ہاتھی اور بہت سے ساز و سامان کیساتھ فتح خاں کو تیس ۳۰ ہزار سواروں کا لشکر دے کر حملہ کیلئے روانہ کیا۔

پٹھانوں کی حمایت میں جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا نہ صرف مقامی مسلمان تھے بلکہ ہندو سردار بھی معہ افواج کے اُن کے ساتھ تھے جن میں بہادر راے کرن خاص طور سے قابل ذکر ہے۔

سلطان الشرق محمود شاہ کی فوج میں بھی ایک پٹھان دریا خاں نام کا تھا جب فتح خاں شرقی لشکر لے کر پٹھانوں کی طرف چلا تو بہلول شاہ کے سپہ سالار قطب خاں نے اس ہاتھی کو جو مخالف فوج کے آگے آگے چلتا تھا تیر مار کر مقابلہ سے باز رکھا

اور لڑائی کے درمیان قطب خاں لودھی نے غدار دریا خاں سے بہ آواز بلند کہا کہ "تمہارے زن و فرزند دِلّی میں ہیں اور تم پٹھان ہوتے ہوئے بھی دشمن کی طرف سے لڑ رہے ہو تمہیں شرم آنی چاہیئے" دریا خاں جواب بھی نہ دینے پایا تھا کہ بہادر رائے کرن نے اس پر حملہ کر کے اس کا سر قلم کر دیا اور اس سر کو بہلول لودھی کے پاس بھیج دیا، جون پور کی فوج سر پر پیر رکھ کر بھاگ کھڑی ہوئی اور پھر انہوں نے دوبارہ حملہ کرنے کی جرأت نہ کی اور برٹھہ کے پڑاؤ سے کوچ کر کے اپنے علاقہ میں بھاگ گئے۔

کچھ دن بعد احمد خاں میواتی اور رستم خاں کول بھی پٹھانوں کے ساتھ متحد ہو گئے تھوڑے دنوں بعد بداؤں، لکھنؤ اور قنوج کے بیرونی مسلمان سرداروں نے پٹھانوں کی ماتحتی قبول نہ کر کے پھر جونپور کے بیرونی مسلمان سلطان محمود شاہ شرقی کو ساتھ لے کر دِلّی کی طرف پیشقدمی کی، اٹاوہ کے پاس دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا، پٹھانوں کی... طرف سے قطب خاں اور رائے کرن نے تجویز پیش کی کہ جونپور کی حکومت کی وہی حدود ہیں گی جو سلطان ابراہیم شرقی کے زمانہ میں تھیں اگر سلطان الشرقی اس کے آگے پیشقدمی کریں گے تو ہماری تلواریں ان کا راستہ روکیں گی، آخر اس امر پر صلح ہو گئی، بہلول لودھی نے محمود شاہ کے چھینے ہوئے سات ہاتھی واپس کر دیئے اور اس نے شمس آباد کا علاقہ حاصل کر کے اسے رائے کرن کو سونپ دیا۔

بہادر رائے کرن گوجر شمس آباد پہنچا لیکن جونپور کے حاکم جونا خاں نے اسے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ بہادر گوجر نے بزور شمشیر اس پر قبضہ کر لیا، محمود شاہ کی رگِ حمیت پھڑکی اور وہ عہد نامہ سے انحراف کر کے شمس آباد کی طرف بڑھا، بہادر قطب خاں پٹھان بھی بہادر گوجر کی مدد کو پہنچ گیا اور اس نے جاتے ہی اکیلے ہی محمود شاہ پر حملہ کر دیا لیکن اس کا گھوڑا پھسل گیا اور وہ زین سے زمین پر گر گیا اور گرفتار ہو گیا، سلطان محمود شاہ اسے گرفتار کر کے بغیر شمس آباد فتح کیئے جون پور کی طرف چل دیا۔

پٹھانوں کی سیاست

کچھ دنوں بعد جونا خاں بہلول لودھی کے پاس پہنچا اور کہا کہ اگر شمس آباد مجھے واپس دے دیا جائے تو میں آپ کا وفادار رہوں گا۔ بہلول لودھی شمس آباد پہنچا اور اپنے وفادار ساتھی رائے کرن گوجر سے قلعہ لے کر جونا خاں کے سپرد کر دیا لیکن تھوڑے دن بعد جونا خاں سے

ناراض ہو گیا اور پھر قلعہ رائے کرن گوجر کو سونپ دیا۔ اس طرح جونا خاں بھی دشمن ہو گیا اور رائے کرن کے دل میں بھی میل پڑ گیا۔

اسی نواح میں ایک اور گوجر سردار رائے پرتاپ تھا جس نے اپنی آزادی کو دو مضبوط سلطنتوں کے درمیان برقرار رکھا تھا جب دلی پر پٹھانوں کا قبضہ ہوا تو محمود شاہ شرقی نے اسے ہمسائیگی کا واسطہ دیکر اپنی طرف ملا لیا تھا، قطب خاں پٹھان نے اس گوجر سردار کے پاس ملکی اور غیر ملکی کا سوال اٹھا کر اپنی طرف کر لیا، رائے پرتاپ گوجر کا بہادر لڑکا رائے نرسنگھ محمود شرقی کیطرف سے لڑ چکا تھا اور دوران جنگ اس نے دریا خاں لودھی سے زبردستی زور کر کے نیزہ چھین لیا تھا، پٹھانوں کو وہ بات یاد آگئی تو انہوں نے دوستی کے عہد کا پاس نہ کر کے اس بیچارے کو قتل کر دیا جب کہ وہ اپنے باپ کا بھیجا ہوا آیا تھا، اس بد عہدی اور بیوقوفی کو سب نے ناپسند کیا چنانچہ حسین خاں کا بیٹا قطب خاں، مبارز خاں اور رائے پرتاپ آزردہ ہو کر حسین خاں شرقی سے جا ملے، بہلول لودھی کو قطب خاں کی بہن شمس خاتون نے اپنے بھائی کو شرقی کی قید سے نجات دلانے کیلئے بھیجا تھا، راستہ میں یہ واردات ہوئی تو بہلول لودھی میں حسین خاں شرقی (ابن محمود شاہ شرقی) سے مقابلہ کی ہمت نہ رہی چنانچہ واپس دلی پہنچکر اس نے میواتیوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ احمد خاں میواتی اور رستم خاں کوئی گوجر بھی حسین شاہ شرقی سے جا ملے، شرقی لشکر لے کر پھر آ پہنچا اور اس نے اٹاوہ کو بہلول لودھی کے رشتہ دار سے لے لیا۔

اس طرح ہر سال شرقی آتا رہا اور لودھیوں کو انتظام سلطنت کی بھی فرصت نہ مل سکی، اسی دوران سلطان حسین شرقی کی والدہ بی بی راجی فوت ہو گئی۔ گوالیار کا راجہ تعزیت کیلئے جون پور آیا تو قطب خاں لودھی نے جو ابھی جون پور کی قید میں تھا راجہ کی سفارش سے اس امر پر رہائی پائی کہ وہ دلی جا کر دونوں حکومتوں کے درمیان صلح و صفائی کرائے چنانچہ قطب خاں لودھی جب شرقی کی قید سے چھوٹکر دلی پہنچا تو اس نے بہلول لودھی سے کہا کہ شرقی تمہارا جانی دشمن ہے لہذا اسے مارنے میں کوتاہی نہ کرو چنانچہ حسین شاہ شرقی تو دشمن تھا ہی راجہ گوالیار بھی پٹھانوں کا مخالف ہو گیا۔

اگلے سال علاؤالدین سابق بادشاہ دہلی یعنی خضر خاں کے پوتے نے بدایوں میں انتقال کیا، حسین شاہ شرقی اس کی تعزیت کیلئے جون پور سے بدایوں آیا اور

وہاں بیرونی مسلمان سرداروں سے مل کر اس نے گنگا کے شرق کا تمام علاقہ اپنے قبضہ میں کرلیا پھر گنگا پار کر کے دوآبہ میں اپنے حاکم مقرر کئے اور دریائے جمنا کے کنارے آکر رکا۔
قطب خاں نے صلح کا پیغام دیا اور طے پایا کہ گنگا دونوں حکومتوں کی حدِ فاصل رہے گی جب حسین شاہ شرقی نے گھوڑے گنگا میں ڈالے قطب خاں نے تعاقب کر کے حملہ کر دیا اور قتلغ خاں وزیر کہ علماء وقت سے تھا کو گرفتار کرلیا اور اسی طرح ملک بدھو نائب بھی قید ہوا، سلطان الشرق نے غصہ میں آکر قصبہ کھیتل، پٹیالی، شمس آباد سکیٹ، مارہرہ اور جالیسر پر قبضہ کرلیا، آخر موضع سہارن میں معرکۂ عظیم برپا ہوا جسمیں حسین شاہ کو شکست ہوئی اور موضع دھوپا مٹو دونوں حکومتوں کی سرحد قرار پائی۔
حسین شاہ شرقی نے راجہ گوالیار کو اپنی مدد کیلئے بلایا اور بہلول لودھی نے انکو چندر والے کھترہ کی خدمات حاصل کیں قنوج کے پاس پھر مقابلہ ہوا حسین شاہ شرقی کو پھر شکست ہوئی اور اس کی زوجہ بی بی خونزہ جو علاؤالدین سابق بادشاہ دِلّی کی لڑکی تھی اُسے بھی گرفتار کر کے بادشاہ دِلّی لایا

★ ★ ★

اس فتح سے بہلول لودھی کے حوصلے بلند ہو گئے لہذا اس نے از سرِ نو تیاری کر کے جونپور پر حملہ کیا اور اسے فتح کر کے وہاں سے حسین شاہ شرقی کو بنگال کی طرف بھگا دیا جونپور میں اپنے لڑکے باربک شاہ کو حاکم مقرر کیا، پھر کالپی، دھول پور، اور آہاپور کے راجاؤں کو ماتحت بنا کر دِلّی پہنچا اس کے بعد اس کے دماغ میں خلل واقع ہوا ہر روز نئے حاکم مقرر کرنے لگا آخر بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔
بہلول لودھی کے بعد اس کا لڑکا سکندر لودھی تخت پر بیٹھا، باربک شاہ اس کے بھائی نے مخالفت کی، پٹیالہ کے رائے گھیل نے سکندر لودھی کی حمایت کی، چنانچہ پٹیالہ کی جاگیر اسے سونپی گئی، سکندر لودھی نے پھر اپنے بھائی پر جونپور کی طرف لشکر کشی کی راستہ میں سلطان الشرق آٹکرایا۔ اسے گوالیار کی طرف بھگا دیا، جب سکندر شاہ لودھی دیلپور میں پہنچا، باربک شاہ خدمت میں حاضر ہو کر عنایات سلطانی سے ممتاز ہوا۔ سکندر لودھی نے بنگال تک فتوحات حاصل کیں۔

سکندر شاہ وقت کے ساتھ ساتھ سخت سے سخت تر ہوتا چلا گیا اسے خود مسئلہ و مسائل کا پتہ نہ تھا اگر کوئی بھی اسے ورغلا دیتا تو ہندو و مسلمانوں کو سخت سے سخت سزا دیتا جب اسکی فوجیں بنگال سے واپس ہوئیں تو اس نے ہزار ہا زمیندار تہ تیغ کر دیئے۔

سکندر لودھی کے دماغ پر شیخ بھائیوں نے ایسا تسلط جمایا کہ جب وہ کسی کی شکایت کر دیتے تو بس پھر کسی گواہ اور تصدیق کی ضرورت نہ رہتی۔ شیخ ظاہر کابلی نے فتح خاں بن بہلول لودھی کے ذریعہ سکندر شاہ کے سامنے ہیبت خاں وغیرہ سرداروں پر سازش کا الزام لگایا لہٰذا ان سب سرداروں کو سکندر شاہ نے بتدریج برباد کر دیا۔

اسی کے زمانہ میں ایک عبادت گذار برہمن نے کہا کہ " ہندو مذہب اور اسلام دونو سچے ہیں" لہٰذا اس سے کہا گیا کہ جب اس نے اسلام کو مان لیا ہے تو یا تو اسے مسلمان ہو جانا چاہیئے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا جب یہ مسئلہ اس کے سامنے رکھا گیا تو اس نے مذہب اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جس کی بناء پر اسے قتل کر دیا گیا

شیخ اکرام ادیب اپنی کتاب "آب کوثر" کے صفحہ نمبر ۵۱۹ پر تحریر کرتے ہیں کہ "... چنانچہ اس عجیب و غریب منطق کی بناء پر اس جرم کی سزا میں کہ بدھن نے اسلام کی صداقت کا کیوں اقرار کیا، اسے سزائے موت دی گئی"

مولف گوجر کے زمانہ میں محمود غزنوی، محمد بن قاسم، علاؤالدین خلجی اور اورنگزیب وغیرہ جیسے بادشاہوں کا درجہ کہیں سے کہیں پہنچا دیا گیا ہے اور یہ دوسرے مذاہب سے تعصب کی بناء پر ہے، ان بادشاہوں نے جو کچھ غیر مذاہب والوں کے ساتھ روا رکھا اس کے پیش نظر سکندر لودھی نے بڑا اچھا کیا جو بدھن برہمن کو تہ تیغ کرا دیا اور کورو کشتیر تمام مندر، تالاب اور سرا تباہ و برباد کرا دیں ان کاموں سے اس کے مسلمان ہونے میں کسی کو کیا شک ہو سکتا ہے اگر وہ ایسا نہ کرتا تو بیرونی مسلمان خسرو شاہ کی طرح اس پر بھی ہندو ہونے کا الزام رکھ دیتے، ہم تو بیرونی النسل مسلمانوں کی تحریرات پڑھ کر اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ جو بھی مسلمان غیر مذہب والوں پر زیادہ سے زیادہ لعنت بھیجے اور جس کسی نے بھی ایسا کام زیادہ سے زیادہ بذریعہ تلوار یا قلم سرانجام دیا اس کی تعریفات میں ... دفتر کے دفتر بھرے ہیں لہٰذا اس میں شک نہیں کہ سکندر لودھی ایک بہترین اور واقعی ایک پکا مسلمان تھا اسکو مورد الزام قرار دینا کسی حالت میں بھی انصاف پر مبنی نہیں ہے۔

چنانچہ جب سلم شرقی حکومت مٹ گئی تو اس نے راجاؤں کی بھی سرکوبی کی اور تمام جگہ تباہی و بربادی میں کسر نہ چھوڑی۔ جب اس نے دھول پور پر فوج بھیجی تو ونایک چوہان نے مقابلہ کیا۔

سکندر شاہ لڑائی کو طول ہوتے ہوئے دیکھ کر خود پہنچا چنانچہ راجہ ونایک چوہان قلعہ خالی کر کے بھاگ گیا، تمام آبادی کا بھی دور دور پتہ نہ تھا چنانچہ افواج نے تمام مکانات مسمار کئے، دھول پور کے چاروں طرف سات کوس تک سایہ دار باغ ہی باغ تھے ایک مہینہ تک بادشاہ دھول پور میں مقیم رہا اور ان باغات کو جڑوں سے اکھاڑ دیا گیا۔

ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ جلد اول بیان سکندر شاہ

بہادر گوجر خواتین!

(۱) رانی مرگ نینی

موجودہ قلعہ گوالیار سے صرف چھ میل دور دریائے سانک کے کنارے گوجروں کا ایک گاؤں "رائی" آج تک موجود ہے، جہاں بہادر گوجری مرگ نینی نے جنم لیا یہ وہ زمانہ تھا جب کہ دلی کے تخت پر جھگڑے فساد ہو رہے تھے اور مالوہ پر خلجیوں کی آزاد حکومت تھی جو دلی کے ماتحت نہ تھی۔

لودھی پٹھانوں کے دور میں بھی مالوہ کے خلجی دلی کے پٹھانوں کے ماتحت نہ تھے چنانچہ وہ قلعۂ گوالیار پر حملے کرتے تھے، گوالیار کا قلعہ خالی تھا مگر نرور گڑھ اور رائی کے قلعہ مضبوط اور آباد تھے۔

انہیں حملوں میں "مرگ نینی" کے ماں باپ اور عزیز و رشتہ دار مارے گئے تھے دو مرگ نینی" پر ان واقعات کا ایسا اثر ہوا کہ اس نے بچپن سے ہی دنیاوی معاملات پر غور و خوض کرنا شروع کر دیا، آخر کار وہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ دنیا میں کمزور ہونا ایک لعنت ہے چنانچہ اس نے گوجر مستورات میں فوجی تعلیم کو رواج دیا اسے شکار کھیلنے کا شوق تھا یا وہ تیر اندازی اور تیغ زنی کی مہارت حاصل کرنے کیلئے شکار کھیلتی تھی۔

مالوہ کے خلجیوں کو جب اس کی بہادری کی داستانوں کا پتہ چلا تو انہوں نے اسے اغوا کرنے کی اسکیم بنائی اور چپکے سے شکار گاہ میں ایک جمعیت لے کر آ پہنچے جوں ہی۔ بہادر شیرنی کو ان لوگوں کے ناپاک ارادوں کا علم ہوا تو اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور دشمن پر بجلی بن کر جا گری اس کے ساتھ صرف چند مرد وہ تھے جنکو جنگل میں "ہانکا دینے" کے لئے وہ بحیثیت مزدور اور نوکر لائی تھی۔

جم کر لڑائی ہوئی، بہادر گوجری نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے بہت سے غنڈوں کو تلوار مار کر فنا کر دیا، بقایا نے بھاگ کر جان بچائی، اس کی اس بہادری کی داستان

نے ملک کے طول و عرض میں اس کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے، علاقہ گوالیار کے راجہ "مان سنگھ" کو جب ان واقعات کا علم ہوا تو اس نے مالوہ پر حملہ کیا اور خلجیوں کو عوام کی عورتوں پر حملہ کرنے کا مزہ چکھایا۔

مالوہ اور گوالیار کی اس لڑائی سے فائدہ اٹھا کر سکندر لودھی نے پہلے مالوہ کے خلجیوں پر حملہ کیا اور پھر گوالیار کے گوجروں پر حملہ کیا۔ مالوہ سے جوں ہی سکندر لودھی کی فوجیں نکلیں خلجیوں نے پھر مالوہ پر قبضہ کر لیا۔ گوالیار میں جب مان سنگھ پر حملہ ہوا تو "مرگ نینی" ایک فوجی دستہ لے کر مان سنگھ کی حمایت میں لڑی اور سکندر لودھی کو محاصرہ اٹھانے پر مجبور کر دیا چنانچہ اس واقعہ نے مان سنگھ کو بےحد متاثر کیا اور اس نے رائی کے سرداروں کو شادی کا پیغام بھیجا۔

چنانچہ بہادر مرگ نینی کی شادی گوالیار کے راجہ سے ہو گئی، مرگ نینی نہ صرف بہادر تھی بلکہ علوم و فنون سے بےحد رغبت رکھتی تھی، اس نے ایک محل تعمیر کرایا جس کا نام "گوجری محل" رکھا گیا علم موسیقی میں "تال گوجری" مرگ نینی کی ایجاد ہے، مگر علم موسیقی کے متعلق مرگ نینی کا نظریہ بالکل جداگانہ تھا وہ اسے عبادت کا طریقہ یا سمع کا حظ نہ سمجھتی تھی بلکہ اس نے اس علم کو کیا سمجھا یہ اسی کے الفاظ میں سنیئے۔

"وینا... (وائلن) بجانے سے مردہ ہاتھوں نے اگر فوراً تلوار نہ پکڑ لی اور سیج پر سونے والے آرام طلبیوں نے فوراً اٹھ کر کمر نہ کس لی اور اگر وینا باجے کو سن کر سننے والے دشمن پر بجلی بن کر نہ گر جائیں تو ایسی وینا (باجہ) بیکار ہے"

عورتوں کے بارے میں اس کے خیالات کیا تھے؟ وہ بھی سنیئے۔

"عورتوں کو اپنے آپ کو کمزور نہ سمجھنا چاہیئے، اصلی عورت وہ ہے جو میدانِ جنگ میں لڑنا جانتی ہو اور تلوار سے عورتوں پر نظرِ بد رکھنے والے کے سر کو قلم کرنا جانتی ہو، وہ گھونسہ مار کر بدمعاش کو زمین میں گاڑ دینا جانتی ہو پردے میں چھپ کر بیٹھنا یہ عورتوں کا کام نہیں ہے بلکہ بزدلوں کا کام ہے"۔

ستی کی رسم کے بارے میں اس نے تحریر کیا ہے۔

"جس طرح ساز پر انسان مدہوش ہو جاتا ہے، جس طرح بھونرے کی آواز پر کلی مست ہو کر جھومنے لگتی ہے اسی طرح عورتوں کو جنگی باجے پر ہتھیار اٹھا لینے

چاہئیں، اگر راجہ مہاراجہ عوام کی بھلائی سے بے نیاز ہو جائیں تو بہادر عورتوں کا فرض ہے کہ انہیں دھکے دے کر تخت سے اتار دیں، جو عورتیں اپنی عصمت بچانے کیلئے ستی ہو جاتی ہیں یعنی دشمن کے ہاتھ نہ پڑکر آگ میں جل جاتی ہیں وہ قابل مبارک باد ہیں، ان پر فخر کرنا عورتوں پر فرض ہے، مگر یہ کارنمایاں صرف اس وقت ادا کرنا چاہیئے جب کہ دوسرا اور کوئی ذریعہ نہ ہو، عورتوں کو چاہیئے کہ وہ تلوار کو اپنی سہیلی اور ساتھی بنائیں، جسطرح انہیں ستی ہونے سے پیار ہے اس سے زیادہ انہیں تلوار سے پیار کرنا چاہیئے، ظالم کے ہاتھوں کو عورتوں پر ظلم کرنے سے "ستی کی رسم" نہیں روک سکتی ہے صرف اور محض تلوار ہی اس کا صحیح حل ہے۔"

ایک شخص نے تحریر کیا ہے کہ مرگ نینی گوجر قوم سے تھی اور مان سنگھ راجپوت تھا معلوم ہونا چاہیئے کہ اس وقت راجپوت قوم الگ وجود نہ رکھتی تھی جیسا کہ مفصل اور مدلل تاریخ ہذا کے حصہ اول و دوم میں مذکور ہوا۔

راجپوت وہ لوگ ہیں جنہوں نے اکبر کے دربار میں ملازمتیں حاصل کیں اور اپنے کو جا کر راجاؤں کے بیٹے بتایا تھا، مرگ نینی کا زمانہ سکندر لودھی کا ہے اور اس وقت گوجر اور راجپوت کا کوئی سوال نہ تھا بلکہ خاندان اہیر جو آجکل یو۔پی اور پنجاب میں اپنی الگ قومیت لے بیٹھے ہیں وہ بھی گوجروں میں شمار ہوتے تھے اور یہ آجتک دکن اور شمالی پنجاب میں اپنی قدیم قوم گوجر سے ہی وابستہ ہیں چنانچہ ابھی مذکور ہوگا کہ نکھارا ئی اہیر خاندان سے تھی جس کی شادی مرگ نینی کے بھائی سردار اٹل رائے سے ہوئی تھی۔

مان سنگھ مذکور اکبر کے زمانہ کا غدار مان سنگھ نہیں ہے بلکہ مرگ نینی کا خاوند مان سنگھ گوجروں کے خاندان تومر سے تعلق رکھتا تھا۔ موضع رائی کے پاس آجتک اس خاندان کے لوگ آباد ہیں اور گوجر کہلاتے ہیں، آپسمیں ہی شادی بیاہ ہوتے ہیں، اکبری مان سنگھ کی اولاد جودھپور کے علاقہ میں رہتی ہے اور راجپوت کہلاتی ہے۔

بہادر مان سنگھ پورے گوالیار کا راجہ نہ تھا بلکہ وہ صرف نرور گڑھ کے علاقہ کا حکمران تھا اس کی اولاد اور اس کا سابقہ خاندان آجتک نرور گڑھ کے علاقہ میں آباد ہے اور سب کے سب گوجر کہلاتے ہیں۔

★ ★ ★

(۲)

"لکھارانی"

لکھارانی گوجروں کے خاندان اہیر سے تعلق رکھتی تھی، اس کا تعلق اس جماعت سے تھا جس کی سردار گوجر رانی مرگ نینی تھی، چنانچہ مرگ نینی کیطرح لکھارانی نے بھی تاریخ میں اپنے نام کو زندہ جاوید کردیا۔

لکھارانی کی شادی مرگ نینی کے بھائی اٹل رائے سے ہوئی تھی، جب نرور گڑھ کو سکندر لودھی مفتوح نہ کرسکا تو اس نے رائی (مقام) پر حملہ کیا، بہادر گوجر رائی کے قلعہ میں محصور ہوکر دفاعی لڑائی لڑنے لگے، قلعہ کے اندر بہادر لکھارانی بذات خود ایک دستہ کی کمان کررہی تھی اور قلعہ کی دیوار پر سے تیروں اور تلواروں سے حملہ کرنے میں مصروف تھی۔ ناگاہ حملہ آور فوج کا ایک دستہ قلعہ کی دیوار پر چڑھ آیا، بہادر لکھارانی نے ان پر حملہ کرکے قلعہ کی دیوار سے ان کو نیچے گرادیا۔ بہت سے مارے گئے اور بقایا اوپر سے گرکر زخمی ہوگئے، کئی روز تک اسی طرح لڑائی جاری رہی، لڑائی کے چوتھے روز ایک تیر رانی کے سر میں ایسا لگا کہ وہ جانبر نہ ہوسکی اس نے مرنے سے پہلے آخری سانس تک اپنے کو قلعہ کی فصیل سے نہ اٹھانے دیا اس جگہ اس کا خاوند اور فوجی سردار جانکنی کے وقت تک اس کے پاس موجود رہے، آخری سانس سے پہلے بہادر گوجری نے اپنی تلوار اپنے خاوند کو سپرد کی اور جاں بحق ہوگئی۔

لکھارانی کی موت نے بہادر گوجروں میں ایک جوش اور بہادری کی روح پھونک دی انہوں نے قلعہ کا دروازہ کھول کر سکندر لودھی کی فوج پر حملہ کیا اور شکست دیکر اسے پسپائی پر مجبور کیا، سکندر لودھی کو نرور گڑھ اور رائی دونوں مقامات پر شکست ہوئی اس لئے اس نے واپسی پر راستے کے تمام دیہات کو ویران کردیا اور اپنی خفت کا بدلہ عوام سے لیکر بخیریت دلی واپس آگیا۔

ماخوذ از

(۱) آرکولوجیکل سروے رپورٹ جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۶۳ و ۶۴ از جنرل کننگھم (۲) مرگ نینی از مسٹر ورنداون لال ورما (۳) گوالیار گزٹ ایر (۴) گرجر اتہاس صفحہ نمبر ۲۹ تا نمبر ۳۲

سکندر لودھی ۱۴۸۸ء میں سریر آرائے تخت ہوا تھا اس نے ۳۲ تبتیس سال کامیاب حکومت کی اور ۱۵۱۷ء میں انتقال کیا اس کے انتقال پر اس کا بیٹا ابراہیم لودھی تخت پر بیٹھا اس نے پٹھانوں کو بھی تنگ کرنا شروع کر دیا، ذرا ذرا سی بات پر خوب سزا دیتا تھا، آخر پٹھان حکومت سے تنگ آ گئے چنانچہ دولت خاں لودھی نے جو پنجاب کا صوبیدار تھا کابل سے... بابر کو بلا کر کہا کہ ہم ہندوستانیوں کے بس کی یہ حکومت نہیں ہے آ جاؤ اور اس پر قبضہ کر لو.. ہمیں اس ملک کے باشندوں سے دشمنی ہے چاہے وہ ہندو ہوں یا مسلمان، ہمیں تو بیرونی لوگوں کے ماتحت رہنے کی عادت ہو چکی ہے تم چاہے جسطرح حکومت کرو۔

باب ششم

۶

بیرونی حملہ آوروں کا تیسرا دور

بابر کا حملہ

بابر مشہور زمانہ تیمور کی پانچویں پشت میں پیدا ہوا، تیمور کی سلطنت میں افغانستان شامل تھا اور تمام وسطِ ایشیاء ... اس کی سلطنت کا اہم جز تھا جس کا دارالخلافہ سمرقند تھا، دو پشتوں تک امیر کابل سمرقند کا ماتحت رہا اس کے بعد سمرقند کی کمزوری پر اہلِ کابل قریب قریب آزاد ہو گئے اور ان سے صفویوں نے ہرات کا علاقہ چھین لیا تھا۔

جب بابر جوان ہوا تو وہ اس وقت ایک بہت مختصر سلطنت یا یوں کہنا چاہیئے کہ ایک معمولی ریاست کا مالک تھا جس پر اس کے ہمقوم مغل حملہ کرتے تھے، شروع ایام ہی بابر کی زندگی جنگ وجدال میں گزری اور اسے کہیں بھی مستقل طور سے اطمینان حاصل نہ ہوا، آخر کار اس نے افغانستان پر حملہ کر کے اس کے بہت بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا اور شاہ اسمٰعیل صفوی والئے ایران سے راہ ورسم پیدا کی بعدہٗ غزنی پر قبضہ کر کے بابر نے ناصر مرزا کو حاکم مقرر کیا۔

تیمور کے حملے کے بعد جیسا کہ مذکور ہوا ہندوستان میں متعدد حکومتیں تھیں .... قبائلی علاقہ بالکل آزاد تھا، یہ لوگ کابل تک چھاپے مارتے تھے۔

بابر نے غزنی سے فرصت حاصل کر کے سواد دیجور کا رُخ کیا اور یوسف زئی پٹھانوں کو پیغام دیا کہ وہ اس کی ماتحتی مان لیں لیکن بہادر پٹھانوں نے ماتحتی قبول کرنے سے قطعاً انکار کیا چنانچہ بابر لشکر لے کر پہاڑی علاقوں میں داخل ہوا، یوسف زئی پٹھانوں نے دو... ایک جگہ مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر پسپا ہوئے، بابر نے ان کے علاقہ کو نیست ونابود کر دیا

ہزارہا پٹھان تہ تیغ کر دیئے گئے اور ان کے زن و فرزند گرفتار کر کے بابر اپنے ساتھ لے گیا اور تمام قبائلی علاقوں کا حاکم خواجہ کلاں کو بنا کر خود افغانستان کیطرف لوٹ گیا۔

تمام شمالی آریہ ورت کی سیاسی حالت اس وقت یہ تھی کہ پشاور اور دریائے چناب کے درمیان کے تمام علاقوں میں کھوکھروں کی حکومت تھی اور جنوب میں سکھر روہڑی تک ان کی حدود تھی۔

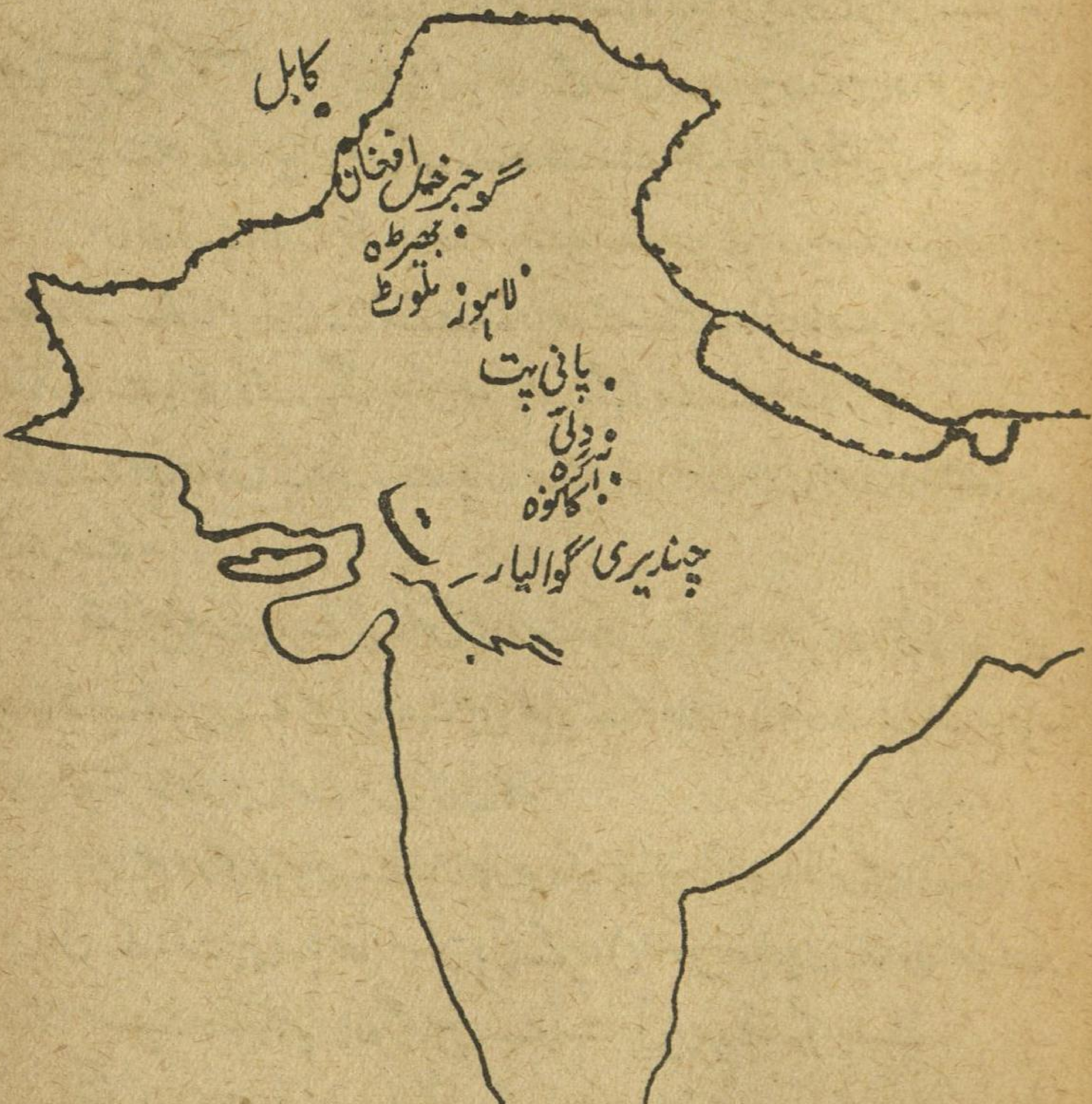
کشمیر میں مقامی مسلمانوں کی آزاد حکومت تھی اور پنجاب میں لاہور سے لیکر مشرق میں بہار تک ابراہیم لودھی کی حکومت تھی اور بنگال پر بھی پٹھانوں کا اقتدار تھا، اور سے لیکر پنجاب میں سندھ تک تمام راجستھان میں خود مختار راجے تھے، سندھ میں مقامی خاندان برسر اقتدار تھے، کانگڑہ سے لیکر مشرق میں کاٹھ گودام تک تمام ترائی کے میدانوں پر مقامی گوجر سرداروں کا قبضہ تھا۔

وسط ہند یعنی گوالیار، مہوبہ اور ریواں وغیرہ سب علاقوں پر بھی گوجروں کا قبضہ تھا، اس کے علاوہ ملک کے تمام دریاؤں کے دونوں طرف کھادر کے تمام جنگلات پر گوجروں کا قبضہ چلا آرہا تھا اور شاہانِ دہلی ان تمام مقامی خود دار گوجروں سے لڑ رہے تھے اور باقی تمام رعایا پر حکومت کرتے تھے۔

اِن بہادر گوجروں نے مغل دور سے پہلے دِلّی کی حکومت کو کانٹوں کی سیج بنایا ہوا تھا اس افراتفری کے دور کی بابت اسی تاریخ کے صفحہ نمبر ۱۶۵ پر ہم نے بغرض واقفیت ناظرین و ناظرات اس قسم کا ایک خاکہ بھی بطور نقشہ کے بنا دیا ہے تاکہ آپ اچھی طرح سے سمجھ لیں کہ بابر کے حملے کے وقت آریہ ورت کی کیا حالت تھی اور وہ کیسے نازک دور سے اس وقت گزر رہا تھا۔

الغرض پٹھانوں کو حکومت میں ایک اور دقت پیش آگئی، بیرونی النسل مسلمانوں نے ان لوگوں کے خلاف محاذ بنا لیا۔ ابتداء میں پٹھانوں نے اپنا اتحاد قائم رکھا لیکن سکندر لودھی نے بیرونی النسل لوگوں کو اپنے دربار میں جگہ دی اور ہر فیصلہ انکی مرضی پر چھوڑ دیا، ان لوگوں نے سکندر لودھی کو ایسا متعصب بنا دیا کہ اس نے اپنے باپ کی دی ہوئی جاگیریں ہندو راجاؤں سے چھین لیں، جوں جوں سکندر لودھی کے ظلم بڑھتے رہے توں توں یہ خوشامدی لوگ اس کی تعریفیں کرتے گئے یہاں تک کہ اس نے پٹھانوں کو بھی تنگ کرنا شروع کر دیا۔

بابر کا حملہ
سنہ ۱۵۲۶ء



سکندر لودھی کے بعد ابراہیم لودھی نے بیرونی مسلمانوں سے اپنے دربار کو پاک کرنا چاہا تو انہوں نے اپنی نظریں افغانستان اور ایران کی طرف لگانی شروع کردیں چنانچہ جیسا کہ ابھی مذکور ہوگا ان لوگوں نے بابر کے فاتح ہونے پر بڑی خوشیاں منائیں اور جوق در جوق دہلی پہنچ کر اطاعت کی اور بابر کو انہیں لوگوں نے کابل سے بلایا تھا لیکن ان لوگوں نے دولت خاں۔ لودھی کو سامنے رکھا۔

دوسروں کو سامنے رکھکر ملک میں بلکہ ایک ہی خاندان میں فتنہ و فساد کرا دینا تو ان کے لئے معمولی بات ہے۔ مندرجہ بالا سیاسی حالات ہی بابر کی فتوحات کا باعث ہوئیں۔

پہلی مرتبہ

جیسا کہ مذکور ہوا بابر نے تمام قبائلی پٹھانوں کو حملہ کر کے تاخت و تاراج کر دیا تھا اگلے سال حدود آریہ ورت میں داخل ہوا پشاور اور دریائے سندھ کے درمیان جس کسی نے اطاعت سے انکار کیا اسی کو قتل کر دیا گیا۔

اس علاقہ سے فارغ ہو کر بابر نے دریائے سندھ پار کیا، دریائے سندھ اور قصبۂ بھیڑہ تک کے تمام لوگوں نے سرحد کے واقعات سے سبق لے کر اطاعت قبول کرلی، قتل و غارتگری سے ہاتھ روک لیا گیا لیکن عوام کو حکم دیا گیا کہ جلد سے جلد رقوم پیش کی جائیں لوگوں نے اپنی جانوں کے خوف سے چار لاکھ شاہرخی (سکہ) بابر کی جھولی (تھیلی) میں ڈالدیئے۔

قصبۂ بھیڑہ سے بابر نے ایک شخص مسمی مرشد کو دِلّی بھیجا اور ابراہیم لودھی کو کہلا بھیجا کہ جو علاقہ اب تک میں نے فتح کر لیا ہے یعنی بھیڑہ تک کا علاقہ میری حکومت میں مان لیا جائے تو میں دوسرے علاقوں میں تعرض نہ کروں گا۔

ابراہیم لودھی کو اس سے کیا انکار ہو سکتا تھا کیونکہ یہ علاقہ تو کبھی ان کے خاندان میں دِلّی کے ماتحت نہیں رہا تھا، لیکن دِلّی کے بیرونی النسل درباریوں نے مولانا مرشد کو کہا کہ " شہنشاہ بابر کا یہ ارادہ صحیح نہیں ہے اسے دِلّی پر ضرور قبضہ کرنا چاہیئے۔

تزک بابری میں خود بابر نے تحریر کیا ہے کہ اس وقت اس کے پاس صرف ڈھائی تین ہزار کا لشکر تھا چنانچہ بابر نے یکدم اتنی بڑی سلطنت سے ٹکر لینا مناسب نہ سمجھا اور نہ ہی وہ اوّل مرتبہ ہندوستان فتح کرنے آیا تھا، اسی دوران خبر آئی کہ بادشاہ بیگم کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، چونکہ بابر ہندوستان میں تھا اس لئے لڑکے کا نام ہندال رکھا گیا بابر نے

چناب تک کا علاقہ اپنی سلطنت میں شامل کر کے وہاں حسین بیگ اتکہ کو حاکم مقرر کیا پھر دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ کھوکھروں کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوا۔ کھوکھر سلطنت کا دارالخلافہ پرہالہ تھا اور ان کے بادشاہ کا نام ہاتھی کھوکھر تھا۔

ہاتھی کھوکھر نے پہلے تو کھلے میدان میں مقابلہ کیا لیکن پھر قلعہ کی طرف رجوع ہوا بابر نے اس کو قلعہ میں محصور ہونے کی مہلت نہ دی لہذا بہادر کھوکھر مع افواج کوہستان کی طرف چلا گیا۔ بابر نے اس کی حکومت (بھیرہ اور سندھ کے درمیان کا علاقہ)۔۔۔۔ محمد علی خنگ جنگ کے سپرد کیا اور خود کابل چلا گیا۔

دوسری مرتبہ

اگلے سال بابر نے لاہور پر قبضہ کرنے کیلئے کابل سے کوچ کیا، سرحد اور سوات کے گوجر سدِ راہ ہوئے اور چھاپے مار کر بابر کے گھوڑے چھین لے گئے، اسی اثناء میں خبر آئی کہ کاشغر کے حاکم سلطان سعید نے بدخشاں کی طرف پیشقدمی کی ہے۔ بابر کو بھاری جانی و مالی نقصان گوجروں نے پہنچا دیا تھا اس ان دو طرفہ مصیبتوں نے اسے واپس لوٹنے پر مجبور کیا، وہ ابھی درۂ خیبر سے نہ گزرا تھا کہ پتہ چلا کہ سلطان سعید نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے چنانچہ بابر نے پھر ہندوستان کی طرف پیش قدمی کی اب کی مرتبہ اس نے سوات کے گوجروں سے بچتے ہوئے جنوب کا رُخ کیا لیکن یوسف زئی قبیلہ کے پٹھان اس کا مقابلہ کرنے کیلئے راستے میں آڑے۔ معرکۂ کارزار پیش آیا جس میں بہادر پٹھانوں کا بہادر سردار الوس یوسف زئی۔۔ شکست کھا گیا۔ بابر نے یوسف زئی قبیلے کے مکانات مسمار کرا دیئے اور ان کی کشت و زراعت کو بھی پامال کر دیا گیا۔ تمام علاقہ تباہ و برباد ہوا۔ بابر نے لاہور کے اطراف میں لوٹ مار کا بازار گرم کرنے کیلئے مرزا محمد سلطان کو متعین کیا اور راستہ میں گوجروں کو سزا دیتا ہوا کابل چلا گیا۔

تیسری مرتبہ

مزید لشکر فراہم کر کے بابر اگلے سال کابل سے روانہ ہوا اس سے پہلے وہ گوجر خیل کے گوجروں اور یوسف زئی خیل کے پٹھانوں سے تنگ ہو کر لاہور کی فتح کا ارادہ فسخ کر کے گیا تھا لہذا اب کی مرتبہ درۂ خیبر سے نکلتے ہی اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ جو بھی پٹھان یا گوجر ہاتھ لگے اسے فوراً تہ تیغ کر دیا جائے، فوجی ڈھونڈ ڈھونڈ کر گوجروں اور پٹھانوں کو قتل کرتے تھے۔

الغرض اس طرح قتل و غارت کرتا ہوا بابر سیالکوٹ آیا۔ سیالکوٹ کے باشندوں نے جان کی امان چاہی جان کو چاندی سونے کے زیورات دے کر لی گئی، بابر نے سیالکوٹ سے سیدپور کا راستہ پکڑا۔ سیدپور کے عوام نے ماتحتی کے بجائے مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ سیدپور سے تیس ہزار عورتیں اور لڑکے گرفتار کر کے لونڈی اور غلام بنائے گئے اور بے شمار دولت ہاتھ آئی لیکن سیدپور کا پٹھان سردار کسی طرح نکل بھاگا، جانباز سوار اس کے پیچھے دوڑائے گئے جو اسے گرفتار کر لائے۔ بابر نے اسے قتل کر کے اور عورتیں لڑکے اور مال و دولت ساتھ لے کر کابل کی طرف کوچ کیا۔ اسی دوران ابراہیم لودھی نے لاہور کے حاکم دولت خاں لودھی کو معزول کر کے وہاں نیا حاکم مقرر کیا۔ دولت خاں متوہم ہو کر بلوچستان چلا گیا۔

چوتھی مرتبہ بابر نے اس رقم سے جو وہ سیالکوٹ اور واپسی میں سیدپور سے لے گیا تھا کابل میں مزید فوج فراہم کی اور قندھار کو فتح کیا، اسی دوران دلی سے بلوچستان اور بلوچستان سے کابل بابر کے پاس دعوت نامہ گیا کہ آئیے اور آریہ ورت کے دسترخوان پر طعام تناول فرمایئے، یہ پٹھان اس قابل نہیں ہیں کہ ان کی ماتحتی ہم شاہ ابن شاہ قبول کریں۔

تاریخوں میں وارد ہوا ہے کہ بغداد پر بھی شاہ ابن شاہ نے ہی مغلوں کو حملہ کرنے کی دعوت دی تھی، الغرض بابر چوتھی مرتبہ کابل سے روانہ ہوا، راستہ میں کھوکھروں نے مقابلہ کرنے کی ٹھانی لیکن بابر ان کو ان کے حال پر چھوڑتا ہوا لاہور سے چھ کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوا۔

لاہور دلی کے بادشاہ ابراہیم لودھی کے ماتحت تھا چنانچہ بہادر پٹھان تلواریں لیکر لاہور سے نکلے۔ اس فوج کے سرداروں میں بہار خاں، مبارک خاں لودھی اور بھگن خاں لوہانی خاص طور سے قابل ذکر ہیں، ان بہادر سرداروں نے لاہور سے چل کر بابر کی فوج پر حملہ کیا، معرکۂ کارزار میں لاہور کی فوج کو شکست ہوئی، بابر لاہور میں داخل ہوا اور جیسا کہ چنگیزیوں کا دستور ہے بازاروں کو فال و شگون کے واسطے آگ دیکر جلا دیا گیا، لاہور کو تباہ و برباد کر کے بابر نے دیپال پور میں قتل عام کرایا، اسی جگہ بلوچستان سے آکر دولت خاں لودھی بابر کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے لڑکوں علی خاں، غازی خاں اور دلاور خاں کو

بابری فوج میں ملازمت دلوائی، بابر نے اس کو بھی سلطانپور اور جالندھر کی جاگیر مرحمت فرمائی۔

پٹھانوں کا جوش و خروش اور مغلوں کی ستیاناس

دولت خاں لودھی اور اس کے بیٹے غازی خاں نے جب اس طرح پٹھانوں اور عوام کا قتل عام دیکھا تو ان کی قومی حمیت جوش میں آئی اور انہوں نے تہیہ کیا کہ مغلوں کو ہندوستان سے نکال دینا چاہیئے چنانچہ دونوں نے بابر کو صلاح دی کہ بھارہ مقام پر اسمٰعیل جلوانی ایک کثیر فوج کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہے لہذا کچھ فوج وہاں بھیج دیجائے دولت خاں لودھی کا دوسرا لڑکا دلاور خاں جو قومی عزت فروخت کر چکا تھا اس نے بابر کو اس سازش سے آگاہ کیا اور بابر کو بتایا کہ یہ ایک سازش ہے جب تمہاری فوج تم سے دور ہو جائیگی تو پٹھان تم پر حملہ کر کے تمہیں قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں چنانچہ اس اطلاع کے ملنے پر بابر نے دولت خاں لودھی اور اس کے بیٹے غازی خاں کو قید کر لیا اور دریائے ستلج عبور کر کے نوشہرہ میں آیا، دولت خاں اور غازی خاں کی جاگیریں دلاور خاں کو دیکر اس کو خانجہاں کا خطاب دیا، اس واقعہ سے متاثر ہو کر بابر نے اپنی افواج سرہند سے لاہور واپس بلالیں۔ میر عبدالعزیز امیر آخور کو لاہور کا داروغہ بنایا، خسرو کو کلتاش کو سیالکوٹ کا حاکم بنایا بابا قشقہ مغل کو دیپالپور دے کر علاؤالدین لودھی کو اس کا ماتحت مقرر کیا، کلانور پر محمد علی خنگ جنگ کو متعین کر کے کابل کی طرف کوچ کیا اور دولت خاں اور اس کے بیٹے... غازی خاں کو معاف کر دیا اور سرہند انہیں سونپ دیا۔

بابر کی واپسی پر غدار دلاور خاں پر اس کے باپ دولت خاں اور اس کے بھائی.. غازی خاں نے حملہ کر کے اسے گرفتار کیا اور اس کے پاؤں میں زنجیر ڈالی۔ پھر دیپالپور پر حملہ کیا علاؤالدین کابل بھاگ گیا اور قشقہ مغل بھاگ کر لاہور پہنچا، اس کے بعد دولت خاں لودھی پانچ ہزار پٹھانوں کا لشکر لے کر سیالکوٹ میں کو کلتاش مغل پر حملہ آور ہوا کو کلتاش مغل کی مدد کیلئے میر عبدالعزیز اور امیر الامرا مغل لاہور سے روانہ ہوئے اور انہوں نے دولت خاں لودھی کو شکست فاش دی۔

ابراہیم لودھی نے دولت خاں لودھی کی سرکوبی کیلئے فوج سرہند بھیجی لہذا

دولت خاں دو دشمنوں کے درمیان پھنس گیا۔ مشرق میں دِلی کا بادشاہ اور اسکا سابق آقا ابراہیم لودھی تھا اور مغرب میں لاہور، دیپالپور اور سیالکوٹ میں مغل بیٹھے، معلوم ہوتا ہے کہ بابر نے سرہند کی جاگیر دولت خاں کو اس لئے دی تھی تاکہ مغل سردار مغربی علاقہ میں مامون و محفوظ رہیں۔ اور پٹھان آپسمیں سرہند میں لڑائی لڑتے رہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا؛

ابراہیم لودھی بادشاہ دِلی کی فوجیں سرہند پہنچیں، دولت خاں لودھی نے اس فوج کے پٹھان سرداروں سے کہا کہ تم اپنے ہمقوم پر حملہ کرتے ہو اور لاہور پر مغل قابض ہو چکے ہیں چنانچہ بغیر لڑے یہ فوج واپس دِلی چلی گئی۔

گو دولت خاں لودھی نے ابراہیم لودھی بادشاہ دِلی سے غداری کی تھی لیکن اس نے اپنی قوم کا عظیم نقصان مشاہدہ کر لیا تھا اس لئے اس نے تن تنہا مغلوں سے مقابلے کئے لیکن مغلوں کو دو پٹھان اپنے ہمدرد مل چکے تھے ایک تو خود دولت خاں لودھی کا لڑکا دلاور خاں تھا جسے دولت خاں نے قید کر لیا تھا دوسرا پٹھان علاؤالدین لودھی تھا جو کابل بھاگ گیا تھا یہ علاؤالدین کابل سے اپنے نام دِلّی کی بادشاہت لکھوا کر لایا۔ حکمنامہ میں لکھا تھا کہ:-

"تمام مغل سردار علاؤالدین لودھی کی ابراہیم لودھی کے خلاف مدد کر کے دِلّی پر قبضہ کریں۔"

دولت خاں لودھی اور اس کے بیٹے غازی خاں لودھی کو جب پتہ چلا کہ علاؤالدین لودھی مغلوں کے احسان سے دِلی کا بادشاہ بن جائے گا تو انہوں نے بھی کابل آدمی بھیجا اور بابر کے پاس کہلا بھیجا کہ علاؤالدین پٹھان ہے اور ہم بھی پٹھان ہیں لہذا ہمارا ہی یہ فرض ہے کہ اس کی مدد کریں آپ اس معاملہ میں دخل نہ دیں، اگر ہم کامیاب ہو گئے تو سرہند تک کا علاقہ آپ کو سونپ دیں گے۔

بابر کے لئے اس سے بہتر اور کیا تجویز ہو سکتی تھی کہ پٹھان خود لڑیں اور مفت میں اسے سرہند تک کا علاقہ مل جائے، معلوم ہوتا ہے کہ دولت خاں نے سوچا تھا کہ دِلّی پر مغلوں کا اقتدار قائم نہ ہونے دیں، انہوں نے یہ نہ سوچا کہ سرہند سے سمرقند تک کی حکومت انہیں صرف دِلّی پر کیسے قابض رہنے دے گی بجائے اس کے کہ وہ دِلی کا تخت بچانے کیلئے ابراہیم لودھی کا ساتھ دیتے انھوں نے اپنے دلمیں اپنے ملک کی حفاظت کا خیال بھی رکھا اور اپنے

ہمقوم ابراہیم لودھی سے بھی دشمنی جاری رکھی۔

بابر نے علاؤالدین کے ساتھ اپنی تمام فوج بھیجکر ابراہیم لودھی پر حملہ کرادیا" ابراہیم لودھی کی... فوجوں نے علاؤالدین لودھی کی فوجوں کو شکست دے کر بھگادیا" شاید دولت خاں لودھی اور اس کا بیٹا غازی خاں بھی یہی چاہتے تھے۔

چنانچہ جب انہوں نے مغلوں کے ساتھی علاؤالدین لودھی کی شکست اور اس کی طاقت کو چکنا چور دیکھا تو انہوں نے بذات خود مغلوں پر حملے شروع کر دیئے، سب سے پہلے انہوں نے کلانور پر حملہ کر کے وہاں سے محمد علی خنگ جنگ کو بھگا دیا پھر فیروزپور اور پر سرو (دیپر رو) پر قبضہ کیا اور سرہند سے لاہور تک تمام علاقہ کو اپنے قبضہ میں لے آئے، دولت خاں لودھی اور اس کا بہادر بیٹا غازی خاں مغلوں سے بدستور لڑتے رہے، اسی درمیان یہ خبر گرم ہوئی کہ بابر نے کابل میں زبردست تیاری کی ہے اور اس کی فوج جدید ترین ہتھیاروں سے لیس ہو کر اب کی مرتبہ لاہور کے آگے پیشقدمی کر کے دلی کو فتح کریں گی چنانچہ غازی خاں کو خیال ہوا کہ پٹھانوں کی حکومت بچانے کیلئے اسے اپنی جان کی پرواہ نہ کرنی چاہیئے لہذا اس نے تمام علاقہ پر حاکم مقرر کئے، ملوٹ پہنچا صورت حال دیکھی بابر کا مقابلہ راوی پر کیا اور پھر سیدھا ابراہیم لودھی کی خدمت میں دلی پہنچا اور بادشاہ کو یہ بتایا کہ لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ ہم ملک کے غدار رہے ہیں، ہم نے کئی سال تک اکیلے تخت دہلی کو سیاست کے ساتھ بچایا اور جہاں لڑائی کا موقعہ ہاتھ آیا وہاں خون بھی بہایا، غدار دلاور خاں اور علاؤالدین لودھی کی قوت کو چکنا چور کیا، دلی پر مغلوں کا زبردست حملہ ہونے والا ہے میں اکیلا سدراہ نہیں ہوسکتا اس لئے خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ ملک اور قوم کیلئے یکجا اور متحد ہو کر اپنی جان قربان کروں۔

مفصل حالات مندرجہ ذیل ہیں

پانچویں مرتبہ

بابر کی حکومت مشرق میں کابل سے لاہور تک تھی اور وہ دلی پر قبضہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا اس نے کابل سے کوچ کیا اور اسی نواح میں چند میل کے فاصلہ پر بمقام "قریۂ یعقوب" میں فوجوں اور سازوسامان کا اندازہ لگایا۔ لاہور سے حسین بیگ نے ایک کثیر رقم بھیجی جو اس نے مغربی پنجاب کے زمینداروں سے وصول کی تھی، شہزادہ ہمایوں بدخشاں سے ایک خونخوار لشکر ساتھ لایا

غزنی سے کلاں بیگ آ کر لشکر میں شامل ہوا، چین سے بارودی توپیں منگائی گئیں یہ پہلا موقعہ تھا کہ ہندوستان میں توپوں کا استعمال ہوا۔

الغرض سیستان، بدخشاں، سمرقند اور خراسان کے ملکوں سے چیدہ چیدہ بہادر لیکر معہ بہترین سازوسامان روانہ ہوا، مورخین نے بیان کیا ہے کہ بابر کی فوج بارہ ہزار تھی یہ اعداد شمار خود بابر کی لکھی ہوئی کتاب "تزک بابری" پر انحصار رکھتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ فوج میں سوار بارہ ہزار ہوں اور یہ مستقل فوج بابر کی ہو اس کے علاوہ پیادہ فوج جو عارضی طور پر بھرتی کر لی گئی ہو اسے خدمتگاروں کی فہرست میں شمار کر کے اپنی بہادری کا اظہار کیا گیا ہو۔

الغرض بابر سیالکوٹ آیا، غدار علاء الدین لودھی اس کی خدمت میں پہنچا، اکی خاص طور سے عزت و تکریم کیگئی، جب بابر کی فوج لاہور کے نواح میں پہنچی، بہادر دولت خاں اور اس کا بیٹا غازی خاں دریائے راوی کے کنارے لشکر لے کر پہنچے مقابلہ ہوا اور معرکہ کارزار میں دونوں نے شکست کھائی

قلعہ ملوٹ !

شکست کھا کر دولت خاں لودھی قلعہ ملوٹ میں اپنے بیٹے علی جان کے ہمراہ آیا، بابر نے قلعہ کا محاصرہ کیا دولت خاں نے اماں مانگی جو اسے مل گئی، قلعہ کا دروازہ کھول کر وہ اکیلا باہر آیا، بابر کو لاہور کے حاکم مغلوں نے بتایا کہ لڑائی سے بیشتر دولت خاں لودھی دو تلواریں لگا کر فخر کیا کرتا تھا کہ جب لڑائی ہوگی تو مغلوں کو دونوں ہاتھوں میں تلوار لے کر تہ تیغ کر دیا جائے گا چنانچہ بابر نے حکم دیا کہ اس کی گردن میں دو تلواریں لٹکائی جائیں۔ اس کے بعد اسے یعنی دولت خاں لودھی کو حکم دیا گیا کہ گلے میں یہ تلواریں لٹکائے گھٹنوں کے بل (دوزانو) ہو کر بابر کے سامنے چلے، دولت خاں لودھی پس وپیش کرتا تھا اور مغل اس کے ساتھ زبردستی کرتے تھے اور اسے بار بار جھکنے پر مجبور کرتے تھے۔

بابر نے اس سے سوالات کئے لیکن یا تو خوف کی وجہ سے یا اپنی اس بے عزتی کا خیال کر کے اس کی زبان سے ایک حرف نہ نکلا اور وہ خاموشی سے اپنے ساتھ کی گئی یہ.. زبردستی برداشت کرتا رہا، یہ سب واقعات قلعہ کے نیچے ہو رہے تھے اور اہل قلعہ دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ پٹھانوں نے قلعہ پر سے تیر برسانے شروع کر دیئے، مغلوں نے انہیں ڈانٹا

کہ اگر امان حاصل کر کے شہر سپردی کرو گے تو تہ تیغ کر دیئے جاؤ گے۔

دولت خاں لودھی کے ساتھ اس قسم کی زیادتیاں کر کے اس سے کہا گیا کہ وہ قلعہ کا دروازہ کھلوائے چنانچہ اس نے قلعہ کا دروازہ کھلوا دیا، مغل قلعہ میں داخل ہوئے حالیہ تیر اندازی کے جرم میں قتل عام کی سزا دیکر بقایا کو اماں دے دی گئی اور قلعہ کے باہر بھگا دیا گیا۔

دولت خاں لودھی نے ملوٹ میں چند دن بعد انتقال کیا جو اس بات کا مرکزی ثبوت ہے کہ دولت خاں لودھی کو امان کے بہانہ باہر بلا کر زد و کوب کر کے زخم پہنچائے گئے جن سے وہ جانبر نہ ہو سکا، جب اس کا انتقال ہوا، بابر معہ فوج قلعہ میں موجود تھا اور آگے پیشقدمی دولت خاں لودھی کی موت کے بعد کی گئی۔ تمام قلعہ لوٹ لیا گیا۔

دولت خاں لودھی کا لڑکا غازی خاں علوم و فنون کا دلدادہ تھا، قلعہ ملوٹ میں مختلف علوم پر کتب خانہ میں ہزارہا کتب تھیں۔ بابر بھی کتابوں سے شوق رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے بہت سی کتابیں کابل بھیجدیں اس کے بعد بابر نے ملوٹ سے فوجیں غازی خاں پسر دولت خاں لودھی کے تعاقب میں بھیجیں وہ شوالک کی پہاڑیوں میں پناہ گزیں ہوا۔ پھر تھوڑے دن بعد ابراہیم لودھی کے پاس جیسا کہ مذکور ہوا پہنچ گیا اور اسے صورت حال سے مطلع کیا کہ پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے اور ابکی دفعہ بابر بہترین افواج اور ساز و سامان ساتھ رکھتا ہے و ملوٹ کے قلعہ میں مغلوں کو یکجا کر رہا ہے۔

چنانچہ بہادر باپ کے بہادر بیٹے غازی خاں نے لشکر اکٹھا کرنا شروع کیا وہ لوگ جو پٹھانوں کے دربار میں مفت کی روٹیاں کھاتے تھے اور پٹھانوں سے دلی تعصب بھی رکھتے تھے یہ حالات دیکھ کر نا امید ہو گئے کہ کہیں بابر اسمرتبہ بھی واپس نہ چلا جائے چنانچہ شاہ عماد الملک شیرازی اور محمد مذہب نے تمام بیرونی النسل مسلمانوں کی طرف سے بابر کے پاس قلعہ ملوٹ (پنجاب) میں بہت سی عرضیاں بھیجیں اور اسے پٹھانوں سے حکومت چھیننے کی تحریص و ترغیب دی۔

فارسی مورخوں نے بڑی ہوشیاری سے دولت خاں لودھی پر یہ الزام رکھا ہے کہ اس نے بابر کو بلایا تھا جو سراسر غلط ہے اسمیں شک نہیں کہ دولت خاں لودھی دلی کے بادشاہ ابراہیم لودھی کا مخالف تھا جس نے اسے معزول کر کے لاہور چھوڑ کر بلوچستان جانے پر مجبور کر دیا تھا لیکن جب

دولت خاں کو معزول کیا گیا اس سے پہلے بابر تین مرتبہ ہندوستان پر حملے کر چکا تھا چوتھی مرتبہ جب بابر آیا تو دولت خاں نے دیپال پور میں اس سے ملاقات کی، جب اسے جاگیر دی گئی تو وہ اسی وقت بابر کے ارادوں سے واقف ہو گیا اور اسی حملہ کے دوران اس نے بابر کو ختم کرنے کا منصوبہ بنایا تھا، لہٰذا یہ بات صاف ہے کہ دولت خاں لودھی اور اس کا بیٹا غازی خاں روزِ اوّل سے مغلوں کے خلاف تھے۔

بابر سے ملاقات کر لینے سے اس پر غداری کا الزام نہیں لگایا جاسکتا۔ اس طرح تو شیر شاہ بھی بابر سے ملا تھا لیکن اس نے آخر کار مغلوں کو ہندوستان سے نکال دیا تھا، دولت خاں لودھی اور غازی خاں کا کردار شیر شاہ سے اعلیٰ تھا فرق صرف یہ ہوا کہ شیر شاہ نے مکمل تیاری کر کے مغلوں کا مقابلہ کیا اور دولت خاں لودھی اور اس کا بیٹا غازی خان جوش میں بابر کی.. طاقت سے ٹکرا کر مادرِ وطن پر قربان ہو گئے، دولت خاں قلعہ ملوٹ میں مارا گیا اور اس کا بیٹا جیسا کہ ابھی بیان ہوگا پانی پت کے میدان میں مارا گیا۔

ابراہیم لودھی کی شکست

سنہ ۱۵۲۶ء

دلی دربار سے عماد الملک شیرازی اور محمد نہیب ایرانی وغیرہ نے قلعہ ملوٹ میں بابر کے پاس عرضیاں گزرانیں کہ پٹھان دلی میں یکجا و متحد ہو رہے ہیں لہذا ان کی قوت مضبوط ہونے سے پہلے ان پر حملہ کرنا ضروری ہے چنانچہ قلعہ ملوٹ سے بابر نے معہ افواج کثیرہ دلی کا رخ کیا راستہ میں حاکم حصار فیروزہ حمید خاں پٹھان بابر کا سدِ راہ ہوا، اس کے مقابلہ کیلئے شہزادہ ہمایوں کی ماتحتی میں خواجہ کلاں بیگ، محمود ولدی، جان بیگ، خسرو بیگ، ہندو بیگ، عبدالعزیز اور محمد علی خنگ جنگ وغیرہ سپہ سالاروں کو بھیجا گیا، جنہوں نے حمید خاں پٹھان کی فوج کو تنکے کی طرح سیلاب میں بہا دیا، حمید خاں مفرور ہو گیا۔

بابر نے شہزادہ ہمایوں کو اس کی پہلی فتح کی خوشی میں حصار فیروزہ اور جالندھر کی جاگیریں عطا فرمائیں۔ افغان جلوانی معہ اپنے دو تین ہزار آدمیوں کے بابر کی فوج میں شامل ہوا کیونکہ وہ ابراہیم لودھی سے ناراض تھا۔

ابراہیم لودھی اور غازی خاں لودھی کثیر افواج ساتھ لے کر دلی سے چلے گوالیار کا گوجر راجہ بکرما جیت معہ بہادر گوجروں کے ملک کو حملآوروں سے بچانے کیلئے ساتھ تھا، پٹھانوں کے ہراول دستوں کی کمان داؤد خاں اور حاتم خاں کر رہے تھے جو فوج سے چند میل آگے آگے رواں تھے، شاہ آباد سے دو منزل آگے یعنی کرنال کے نواح میں یہ دستے مغلوں کے پیش دستوں سے لڑ پڑے، مغل سپاہ کے ہراول میں بہترین اور آزمودہ کار سپہ سالار حسین تیمور سلطان،... مہدی خواجہ، محمد سلطان مرزا اور عادل سلطان مرزا تھے و نیز جنید برلاس اور حسین برلاس تھے جنہوں نے داؤد خاں پٹھان اور حاتم خاں پٹھان کو شکست فاش دی۔

حاتم خاں لڑائی میں کام آیا اور ہزارہا پٹھان لڑائی میں مارے گئے ان کا ساز و سامان جس میں سات جنگی ہاتھی بھی تھے مغلوں کے ہاتھ آیا اور ہزاروں پٹھان زندہ گرفتار ہو کر بابر کے سامنے لائے گئے، بابر نے حکم دیا کہ آج کا جشن ان قیدیوں کی گردن زدنی ہوگا چنانچہ تمام پٹھانوں کو

تہ تیغ کر دیا گیا اور قیدیوں میں سے ایک بھی متنفس زندہ نہ بچا۔

مغل بابر کی فوج بجانب جنوب اور ابراہیم لودھی پٹھان کی فوج بجانب شمال احتیاطی تدبیروں کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف بڑھیں اور پانی پت کے شمال مغرب کی طرف میدان میں خیمہ زن ہوئیں، بابر مغل نے حکم دیا کہ توپوں کو چمڑے کے ساتھ اس طرح باندھا جائے جسطرح اہل روم استوار کرتے ہیں ہر توپچی کی حفاظت کیلئے پیادہ لڑنے والے جوان مقرر کئے گئے۔

دوسری طرف ابراہیم لودھی نے بھی اپنی صفیں آراستہ کیں جنگی ہاتھی سامنے کی قطار میں کھڑے کئے گئے دونوں طرف سپاہ متعین کی گئی۔ دو دن تک یہ تیاریاں جاری رہیں، تیسری رات کو بابر نے پانچ ہزار بہادر جوان پٹھانوں پر شبخون مارنے بھیجے، ہندی بیرونی حملہ آوروں کی دغابازی سے واقف تھے چنانچہ پٹھانوں کے حفاظتی دستوں نے ان مغل شبخونیوں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا اور تھوڑے ہی مغل زندہ سلامت واپس اپنے لشکر میں پہنچے۔

صبح سویرے نقارۂ جنگ پر چوب لگا دی گئی ہاتھی آگے بڑھے بابر کے توپچیوں نے ایک دم۔۔ نشانہ مارا کئی ہاتھی گر گئے اور دلی کی فوج کے پرے کے پرے صاف ہو گئے، بہادر پٹھان و گوجر توپوں کی پرواہ نہ کرکے آگے بڑھتے ہی رہے اور دونوں فوجیں باہم ٹکرا گئیں، بہادر پٹھانوں نے داد مردانگی دی اور دشمن کی فوجوں میں گھس گئے۔

بابر جدید فنون حرب سے واقف تھا اس نے میمنہ اور میسرہ کے سواروں کو حکم دیا کہ وہ ہندی فوجوں کے پشت پر پہنچ جائیں جسکی تعمیل کی گئی اور دلی کی فوجیں گھیرے میں آگئیں، سامنے سے توپوں نے بے حد جانی نقصان پہنچایا، پٹھانوں کے پاس کوئی توپ نہ تھی لہذا چھ ہزار پٹھان اور چار ہزار گوجر میدان میں کام آئے، گوجر راجہ بکرماجیت، ابراہیم لودھی بادشاہ دہلی اور بہادر غازی خاں بھی اس لڑائی میں کام آئے، دلی کی فوج بھاگ نکلی، دور تک مغلوں نے اس کا تعاقب کیا پٹھان جمنا کے کھادر میں جا گھسے اور کچھ نے جمنا عبور کرکے مشرق کا رخ کیا، گوجروں نے جنوب مغرب کا رخ کرکے ریگستان کی راہ لی۔

بابر کی فوج نے پانی پت کو لوٹ کر خاک سیاہ کر دیا اور اگلے روز دلی میں داخل ہوئی دلی میں پٹھانوں کا ایک آدمی بھی موجود نہ تھا وہ سب آگرہ پہنچ چکے تھے کیونکہ سکندر لودھی کے وقت سے ہی آگرہ دراصل پٹھان بادشاہ کی جائے رہائش تھی۔ دلی کی مسجد میں شیخ زین صدر نے بابر کے نام پر خطبہ پڑھا۔ دلی کے مقامات کی سیر کرکے بابری فوجوں

نے آگرہ کا رُخ کیا۔

کوہِ نور

دنیا کا سب سے قیمتی ہیرا جو آج کل انگلینڈ میں ہے اور جسے ہمارے ملک میں کوہِ نور کہتے ہیں آج سے پانچہزار سال پیشتر گولکنڈہ.. کی کان سے مہاراجہ یدھشٹر کی خدمت میں ہستناپور (دہلی کے پاس) پہنچا تھا اس کے بعد تواریخ میں اس کا تذکرہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے پہلے یعنی پہلی صدی عیسوی قبل از مسیح میں ملتا ہے جب کہ یہ مہاراجہ بکرماجیت پنوار والئے اجین کے تاج کی زینت تھا، عجب اتفاق ہے کہ بابر کے حملہ کے وقت بھی اس ہیرے کے مالک کا نام بکرماجیت تھا جو گوالیار کا راجہ تھا۔

راجہ بکرماجیت تو پانی پت کی لڑائی میں پٹھانوں کے ہمراہ اپنے ملک پر قربان.. ہوگیا البتہ اس کے معتبر آدمی آگرہ میں موجود تھے، جب بابر نے آگرہ کا محاصرہ کیا تو سب نے امان چاہی جو دی گئی، ابراہیم لودھی کی بوڑھی ماں، راجہ بکرماجیت کا بوڑھا وزیر اور دوسرے پٹھان وگوجروں نے امان حاصل کر کے قلعہ آگرہ خالی کر دیا۔

گوجر وزیر نے کوہِ نور ہیرے کو شاہزادہ ہمایوں کو یہ کہکر دیا کہ یہ ہیرا صرف ہندوستان کے شہنشاہوں کو زیب دیتا ہے۔

فارسی مورخین مثل فرشتہ وغیرہ نے تو یہ تحریر کیا ہے کہ یہ ہیرا گوالیار کے راجہ کے آدمیوں نے جو آگرہ میں تھے شہزادہ ہمایوں کو پیش کیا تھا۔

ایک معمولی کتاب "حدیقۂ اردو" میں راقم گرجر نے ۱۹۳۶ء یہ تحریر پڑھی تھی کہ کوہِ نور ہیرے کو ابراہیم لودھی کی بوڑھی والدہ نے بابر کو دیا تھا، بہر حال دونوں روایتوں سے یہ تو صاف ظاہر ہے کہ کوہِ نور کو آگرہ میں گوجر راجہ بکرماجیت اپنے ساتھ لایا تھا اور اپنا قیمتی لباس اپنے معتبر وزراء کو آگرہ کے قلعہ میں سپرد کر کے ابراہیم لودھی کے ساتھ پانی پت کی جنگ میں شریک ہوا تھا

ہمارے ملک کے خزانہ کی لوٹ

بابر نے ہند کے خزانوں اور دفینوں کو ملاحظہ فرمایا، تین لاکھ پچاس ہزار روپیہ نقد شمار کر کے اور پھر ایک خزانہ بغیر شمار شہزادہ ہمایوں کو دیا۔ محمد سلطان مرزا کو چار قب پٹکہ، ہیرے جواہرات سے جڑی ہوئی شمشیر اور دو لاکھ روپیہ نقد

مرحمت فرمایا، اسی طرح تمام مرزاؤں، امیروں اور سپاہیوں حاضر و غائب، طلبہ بلکہ ان سوداگروں کو بھی کثیر رقمیں دیں جو لشکر کے ہمراہ آئے تھے، اپنے عزیزوں رشتہ داروں اور آشناؤں کو بطور سوغات بہت سامال ومتاع اور نادر اشیاء خراسان، سمرقند کاشغر اور عراق میں بھیجیں، کابل کے ہر آدمی خواہ غریب خواہ امیر سب کو ایک ایک شاہرخی (سکہ) بھیجی گئی۔

خوانِ یغما کے پرانے عادی

مال کھانے والے بیرونی النسل مسلمانوں کو جب پتہ چلا کہ بابر اپنے جدِ امجد تیمور کی طرح واپس نہیں جائے گا تو وہ جوق درجوق حاضر خدمت ہوئے گنگا جمنا کے دوآبہ سے گھوڑن شیخ جی آئے اور اپنے ساتھ دو، تین شیخوں کو بھی لائے، بادشاہ نے انکا نام نوکروں کی فہرست میں لکھ لیا، علی خاں بھی آیا، یہ بہت موٹا آدمی تھا ہر وقت منھ میں پان رکھتا تھا اسے بابر نے توغ اور نقارہ دیکر سرفراز کیا، فیروز خاں نے آکر سلام کیا اور جاگیر حاصل کی۔ شیخ جی بایزید قری آئے اور اپنے ساتھ بہت سے شیخوں کو لائے، چنانچہ ان سب کو بھی جاگیریں دی گئیں۔ شیرازی، تبریزی اور اصفہانی بھی حاضر خدمت ہوئے، سب کو گاؤں کے گاؤں، علاقہ کے علاقہ جاگیر میں عطا کئے گئے....

محمود خاں لوہانی اور قاضی جی جیب بھی حاضر ہوئے جاگیروں کے پروانے لے کر اپنے اپنے... علاقوں میں گاؤ تکیہ لگا کر سینکڑوں سال کیلئے بے فکر ہو گئے، قاسم بھی سنبھل (مراد آباد) سے آیا، فتح خاں شیروانی معہ اپنی قوم حاضر ہوا، مجلس شراب میں انکی دعوت کیگئی، بہترین کپڑے (ملبوس خاص) پہننے کو دیئے گئے اور جاگیریں عنایت کی گئیں۔

آزادی کے پروانے گوجروں اور پٹھانوں کا اتحاد

ابراہیم لودھی کی شکست کے بعد حسن خاں میواتی، سکندر لودھی کا بیٹا محمود خاں لودھی معہ دس ہزار پٹھانوں کے میواڑ پہنچے اور گوجر راجہ رانا سانگا سے اتحاد پیدا کیا چنانچہ گوجروں اور پٹھانوں کا مشترکہ لشکر آگرہ کی طرف بڑھا، کانوہ مقام پر شکست کھائی اور حسن خاں میواتی اس لڑائی میں مارا گیا، محمود خاں لودھی بندیلکھنڈ کی طرف گیا اور رانا سانگا.. میواڑ آیا اس کے بعد ان میں آجتک اتحاد پیدا کرنے کا خیال نہ آیا اور اکیلے اکیلے لڑکر ختم

رہے۔ محمد شریف منجم نے بابر کی شکست کی پیشینگوئی کی تھی چنانچہ بابر نے اس فتح کے بعد اس کی تذلیل میں کسر نہ چھوڑی اور اپنے ماتحت علاقوں سے نکلوا دیا۔

غیور پٹھان

ببّن خاں پٹھان نے سنبھل (مراد آباد) کا محاصرہ کیا، حمید خاں اور سارنگ خاں نے حصار میں تلواریں میان سے نکالیں۔ نظام خاں نے بیانہ میں تلوار سونت لی، تاتار خاں نے گوالیار میں آزادی کا جھنڈا لہرایا۔ کالپی، الہ آباد، بہار اور بنگال تک تمام پٹھانوں نے بیک وقت تیاریاں شروع کر دیں اسی دوران شیر شاہ پٹھان بابر کے حالات ملاحظہ کرنے آگرہ آیا اور پھر واپس جون پور جا کر مغلوں کے خلاف تیاریوں میں.. مصروف ہوا، ابراہیم لودھی کی ماں نے بابر کو کھانے میں زہر دلوا دیا لیکن قے ہو جانے سے بابر بال بال بچ گیا۔

بہادر گوجر اور خواجہ کلاں بیگ

گوالیار میں سنکٹ رائے (ڈھڑ گوجر) ہانسی میں تنور (تومر گوجر) پانی پت میں راول گوجر کو ہنڈر کے چامیان گوجر، دوآبہ (گنگا جمنا) کے بھٹی، بھوسن، چوہان اور بنوار گوجروں نے اپنے ملک کی آزادی میں تلواریں میان سے باہر نکالیں، چندیری میں میدنی رائے چوہان نے بابر کا مقابلہ کر کے شکست کھائی۔

راجہ ڈونگر پور، چندر بھان چوہان، کیسرانہ علاقہ میں رانا دلیپ چوہان (مسلم گوجر) اور مانک چند چوہان نے پے در پے شکست کھا کر بھی اپنے علاقوں میں حملہ آوروں کو داخل نہ ہونے دیا، راجستھان اور سندھ حسب سابق آزاد و خود مختار رہے، شوالک کی ترائی میں انبالہ علاقہ میں کھدری کے مسلم گوجروں اور ضلع بجنور میں رائے نرسنگھ اور مہر گھو (مسلم گوجر) کے خاندانوں نے اپنے اپنے علاقوں میں اقتدار حاصل کیا اور ہر جگہ گوجروں نے از سر نو قلعے تعمیر کرنے شروع کئے جو زیادہ تر پختہ اینٹوں کے تھے ان قلعوں کے آثار قدیمہ آج تک باقی ہیں

پٹھانوں کے مقبوضات دلّی اور آگرہ سے دور دور تھے لیکن گوجروں کے علاقے ان دونوں شہروں کے گرد و نواح میں تھے، مغلوں کا پائے ثبات ہل گیا۔

تمام سرداروں نے بابر کو واپس کابل چلنے کی رائے دی لیکن بابر کی زندگی کا تو نصب العین ہی آریہ ورت میں حکومت کرنے کا تھا لہٰذا اس نے تمام سرداروں کو پرجوش... تقریریں کر کے دلاسا دینا چاہا اور حکم دیا کہ سب سے پہلے گرد و نواح کے گوجر علاقوں کو تاخت و تاراج

کیا جائے۔ مغل فوجیں آگرہ سے دِلّی آئیں، راستہ میں قدم قدم پر متھرا علاقہ کے گوجروں نے مغلوں پر چھاپے مارے مغلوں نے بمشکل تمام دِلّی میں پناہ لی۔ دِلّی سے مغل فوجیں دوآبہ (میرٹھ) علاقہ میں داخل ہوئیں، بہادر گوجروں نے جنگلوں اور کھیتوں سے یلغار کر کے مغل افواج کو سخت زک پہنچائیں۔

گرمی کا موسم شروع ہو گیا، لوئیں چلنے لگیں اور مغل افواج میں اضطراب پھیل گیا۔۔ دیہاتوں میں گوجروں نے تمام کنوئیں بند کر دیئے، بابر گوجروں کو تہ تیغ کرتا ہوا میرٹھ اور جانور پہنچا۔ دونوں مقامات سے پٹھان سردار جونپور پہنچ گئے، بابر کی فوجوں نے علاقہ میرٹھ، برن (بلند شہر) ایٹہ اور متھرا کے گوجروں کو بیخ و بن سے اکھاڑنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی یہ گوجر جب کھلے میدان میں شکست کھا گئے تو مغل لشکر کا پیچھا کر کے انہوں نے فوج کے گھوڑے اور رسد کا سامان چھین چھین کے مغلوں کو ہراساں کر دیا، رات کو جہاں بابر کی فوجیں پڑاؤ ڈالتیں، تمام رات بیداری کا عالم رہتا، بہادر گوجر گھاتوں میں سے نکلتے اور چھاپہ مار کر نقصان عظیم پہنچاتے، بابر اور اس کی فوج بتن خاں کو سنبھل (مرادآباد) میں شکست دیکر واپس دِلّی پہنچیں

پٹھان جونپور میں یکجا متحد ہو رہے تھے گوجر راجگان راجستھان میں مضبوط تھے دِلّی کے چاروں طرف یعنی قدیم صوبہ دِلّی میں گوجر عوام اپنے سرداروں اور راجاؤں کے جھنڈے تلے بابر کا مقابلہ کرنے میں مصروف تھے۔

اِن حالات کو دیکھ کر مغلوں کے پیروں کے نیچے سے زمین کھسکنی شروع ہو گئی، گوجروں اور مغلوں کا آخری معرکہ دِلّی سے صرف بارہ میل دور شرق میں موضع دادری کے قریب واقع ہوا۔

گنگا جمنا کا دوآبہ بمعہ موجودہ انبالہ علاقہ اور روہیلکھنڈ اور جنوب میں متھرا تک گوجروں کا مرکزی علاقہ رہتا آرہا ہے، مغل فوجیں جب متھرا کی طرف جاٹوں کے دیہات کو تباہ و برباد کرنے لگیں تو شمال میں تمام گوجر اپنے اپنے خاندانی علاقوں کے جوان لے کر دِلّی کی طرف بڑھے ان فوجوں کا سردار کشن رائے بھٹی گوجر تھا۔

اِن بھٹی گوجروں کے تین سو گاؤں آج تک ایک ہی جگہ دوآبہ میں آباد ہیں تمام علاقہ میں کوئی گھر خواہ ہندو یا مسلمان گوجر کا ایسا نہیں تھا جو اس فوج میں شامل نہ ہوئے ہوں، کالسی موتلے اکسانہ، پنوار، چوہان، ہوبر وغیرہ غرضیکہ ہر خاندان کے نوجوان مع اپنے سپہ سالاروں

کے موجود تھے۔

اِن کی تعداد چالیس ہزار تک پہنچ گئی یہ فوج گنگا کے کھادر میں منظم کی گئی، چنانچہ جب یہ فوج دِلّی کی طرف روانہ ہوئی تو راستے میں دور دور سے اور بھی بہادر اسمیں شامل ہوئے بابر کی فوج میں مغل خواجہ کلاں بیگ سب سے مشہور سپہ سالار تھا، کابل سے گوالیار تک تمام فتوحات اسی کی مرہون منت تھیں، بابر نے اسے فوج دیکر بھیجا، موضع دادری کے پاس دِلّی سے بارہ میل شرق میں معرکۂ کارزار پیش آیا، ایک طرف توپیں تھیں، جدید اسلحہ تھا اور دوسری طرف کھتری خون جوش میں تھا جن کے پاس سوائے ننگی تلواروں کے کچھ نہ تھا۔

یہ بہادر سینکڑوں سال سے فنا ہوتے چلے آرہے تھے لیکن ان کا پائے استقلال.. کبھی متزلزل نہ ہوا، لاشوں کے پشتے لگ گئے، گوجروں کا بھاری جانی نقصان ہوا لیکن پھر بھی گوجر مغلوں کی فوج میں اس طرح گھس گئے جس طرح شیر بھیڑ، بکریوں کے گلہ (ریوڑ) میں گھس جاتا ہے، توپچی قتل کر دیئے گئے، مغلوں کے گھوڑے جنہوں نے لنلاً در لنلاً وسطِ ایشیاء، ایران، توران اور افغانستان کو پامال کیا تھا اپنے شہسواروں کو میدان جنگ میں مقتول چھوڑ کر جنگلوں میں پناہ لے گئے جنہیں دیہاتیوں نے پکڑ کر ان سے باربرداری کا کام لیا۔

مغل سپاہ دم دبا کر بھاگی، مغل خواجہ کلاں بیگ زخموں سے چور چور دِلّی پہنچا اس شکست نے مغلوں کے حواس باختہ کر دیئے اور انہوں نے بہ یک زبان ہو کر کہا:۔

"ہندوستان میں قیام کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے"

بابر ایک جری مستقل مزاج اور بہادر مغل تھا اس نے کہا:۔

"اتنی جانوں کی قربانی رائیگاں کر کے جانا عقلمندی نہیں ہے میں ہندوستان میں یا تو کامیاب ہوں گا ورنہ میری لاش یہاں سے جائے گی"

بابر کا یہ عزم و استقلال دیکھ کر مغل سپاہ نے سمجھ لیا کہ شہنشاہ کا ارادہ قطعاً واپسی کا نہیں ہے لہذا وہ خاموش ہو گئے۔ لیکن مغل خواجہ کلاں بیگ نے اپنے طور پر بابر سے اجازت مانگی، بابر نے اس کی سابقہ خدمات اور بہادری کا خیال کر کے واپسی کی اجازت دیدی چنانچہ مغلوں کا یہ بہادر سپہ سالار جسے اپنی تلوار پر ناز تھا گوجروں کی تلوار کے آگے سرتسلیم

ختم کر کے کابل روانہ ہوا، ہزارہا مغل اس کے ساتھ کابل واپس چلے گئے، مغل خواجہ کلاں بیگ نے رخصت ہونے کے وقت عمارات دہلی کی ایک عمارت پر یہ بیت لکھا۔ ؎

اگر بخیر و سلامت گذر ز سند کنم
سیاہ روئے شوم گر ہوائے ہند کنم

ترجمہ :- اگر میں خیریت اور سلامتی کے ساتھ دریائے سندھ پار کر کے چلا جاؤں تو (اس کے بعد) اگر میں (دوبارہ) ہندوستان آنے کی خواہش کروں تو روسیاہ ہو جاؤں"۔ یہ شعر قنوج سے دریائے سندھ تک کے گوجروں کی عظمت و بہادری کا جیتا جاگتا ثبوت ہے"۔

اپنی کتاب "تزک بابری" میں بابر نے گوجر رانا سانگا کی تعریف کی ہے، کالوہ کی لڑائی کے بعد بابر نے رانا سانگا سے یکطرفہ صلحنامہ کیا اور اسے کہلا بھیجا کہ اگر وہ مشرق کی طرف رخ نہ کرے تو میں مغرب کی طرف ہرگز رخ نہ کروں گا۔

چنانچہ دونوں کو ایک دوسرے سے اطمینان نصیب ہوا، دونوں نے فتوحات کا سلسلہ شروع کیا، رانا سانگا نے مالوہ سے خلجی سرداروں کو نکال دیا اور بادشاہ گجرات کو عین جنگ میں گرفتار کیا اور اس سے ایک رقم لے کر رہا کیا، راجستھان کے تمام راجاؤں کو رانا سانگا نے مطیع و زیر کیا، سندھ کے سمہ خاندان نے اس کی ماتحتی قبول کی۔

بابر نے دلی کو چھوڑ دیا اور دوآبہ کے گوجروں اور جاٹوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر آگرہ کا رخ کیا۔ وہ مغل فوجیں جو جونپور کی طرف گئی تھیں پٹھانوں نے ان کو شکست فاش دی، چنانچہ بابر نے وہ تمام فوجیں جو چندیری کو فتح کر کے وہیں مقیم تھیں واپس بلا لیں اور آگرہ کو بالکل خالی کر کے مشرق میں قنوج کی طرف چلا۔

بمقام رابری شکست خوردہ مغل فوج بابر سے آ ملی دریائے گنگا پر تینتیس ۳۳ چالیس کشتیوں کا پل باندھ کر اس کو عبور کیا گیا، قنوج کے علاقہ میں پٹھان منتشر ہو گئے لیکن مغلوں نے بھاگتے ہوئے پٹھانوں کا تعاقب کیا اور ان کے زن و فرزند گرفتار کر لئے اس کے بعد بابر نے قلعہ گوالیار کی سیر کی اور واپس آگرہ آیا۔ اسی دوران اخوند میر، شہاب الدین اور مرزا ابراہیم وغیرہم ہرات کے علاقوں سے آئے سب کو جاگیریں دی گئیں، وہ ... بیرونی النسل مسلمان جو دکن میں گلچھرے اڑا رہے تھے ان کی طرف سے ......

برہان نظام شاہ بحری والئے احمد نگر نے بابر کو پٹھانوں سے دلی کا تخت چھین لینے کی خوشی میں تہنیت نامہ بھیجا۔

اسی دوران سکندر لودھی کے بیٹے محمود خاں لودھی نے جس نے کانوہ کے مقام پر رانا سانگا کے ساتھ ملکر بابر سے شکست کھائی تھی بہار میں فوج فراہم کر کے قوت پکڑی اور مغرب کا رخ کیا، بابر اس کے مقابلہ کو بڑھا لیکن محمود خاں نے اس فوج کا مقابلہ نہ کر کے اطراف میں کوچ کیا۔ بابر جلدی جلدی واپس آگرہ پہنچا۔

آزادی کے پروانے بلوچ

موجودہ بلوچستان کا شمالی حصہ بابر نے قندھار کو فتح کر کے اپنے ماتحت کیا تھا سبکتگین نے بھی حملوں کا آغاز بلوچستان سے ہی کیا تھا جس طرح پٹھانوں کو سرحد میں حملہ آوروں نے روندا بالکل اسی طرح بلوچستان کے بلوچ بھی بیرونی حملہ آوروں کا نشانہ بنتے رہے، جب بہار میں محمود خاں پٹھان نے زور پکڑا بالکل اسی طرح بہادر بلوچوں نے مغل حکومت کے خلاف آواز بلند کر کے اپنے علاقہ کو آزاد کر لیا۔ اور فوج فراہم کر کے مشرق کی طرف بڑھے، ملتان سے مغل حاکم کو شکست دے کر نکال دیا اور ملتان پر قابض ہو کر بیٹھ گئے۔

بلوچوں کے سردار فتح خاں بلوچ نے پندرہ سال بعد شیر شاہ کے سپہ سالار ہیبت خاں سے شکست کھا کر ملتان کو پٹھانوں کے حوالے کیا۔

بلوچوں کے ملتان پر قابض ہونے کے تھوڑے ہی دن بعد یعنی ۱۵۳۰ء میں مرض تپ میں بابر کا انتقال بمقام آگرہ ہوا مرنے سے پہلے اس نے ہمایوں کو اپنا جانشین بنایا۔ اس کی لاش کابل پہنچائی گئی۔

* * *

بابر کے انتقال پر آخر کار پٹھان کامیاب ہوئے اور انہوں نے چند سال بعد شیر شاہ کی سرکردگی میں مغلوں کو ملک سے نکال دیا اور اسی افراتفری میں گوجروں نے بھی زور پکڑ لیا اور حب الوطنی کے جذبہ کے تحت بدستور بیرونی حملہ آوروں سے نبرد آزما ہوتے رہے

آریہ ورت ۱۵۲۵ء



شیر شاہ اور گوجر

۱۵۴۰ء تا ۱۵۴۵ء

دوآبہ گجرات (سہارنپور) کے گوجر

۱۵۴۰ء گنگا جمنا کے دوآبہ کے گوجروں نے اس قدر قوت پکڑی کہ انھوں نے دِلّی کی طرف پیشقدمی شروع کی اور آزاد حکومت کی داغ بیل ڈالی تمام علاقوں پر گوجروں کا اقتدار ہو گیا۔

ان کی قوت و مضبوطی مشاہدہ کر کے شیر شاہ نے آگرہ سے کوچ کیا اور عظیم لشکر کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوا، بھاری جنگ اور خونریزی کے بعد گوجروں کو شکست ہوئی مگر جوں ہی شیر شاہ کی فوجیں دوآبہ سے نکلیں گوجروں نے دوبارہ اقتدار جما لیا اور عمّال حکومت کو علاقہ سے نکال دیا، شیر شاہ ہمایوں کے پیچھے چلا اور لاہور کی سمت روانہ ہوا زندگی نے پھر اسے مہلت نہ دی کہ وہ دوبارہ دوآبہ پر حملہ کرے لہ

ماخوذ۔ از:- (۱) سہارن پور گزٹ ایر" صفحہ نمبر ۱۱۷ از جناب آر۔ ایچ نیول

(۲) گوجر اتہاس صفحہ نمبر ۲۳۴ از جناب نریندر کمار ورما صاحب۔

بہادر خاندانِ بھڈانہ گوجر جب شیر شاہ دوآبہ کے گوجروں سے برسرِ پیکار تھا مقام "پالی" اور "پاکھل" کے بھڈانہ گوجروں نے دِلّی اور آگرہ کے درمیان آزاد گوجر حکومت قائم کر لی۔ عمّال حکومت علاقہ چھوڑ کر دِلّی اور آگرہ بھاگ گئے، گوجروں نے اپنے سردار وجے رائے کی سرکردگی میں تمام میوات پر قبضہ کر لیا۔ ایک سال بعد راجہ مالدیو سے شکست کھا کر جب شیر شاہ واپس آیا تو اس نے اپنی شکست کا بدلہ ان گوجروں سے لیا۔ میدان جنگ میں گوجروں کو شکست ہوئی، ان کے تمام دیہات میں

لہ- اس حملے کے دوران پھر پنوار گوجروں نے علاقہ چھوڑ دیا اور کلانور کے علاقہ میں آباد ہو گئے

آگ لگا دی گئی، مرد وزن تہ تیغ کر دیئے گئے، سرداروں کو پھانسی دیگئی اور ان کا اتحاد پارہ پارہ کر کے ان کو پہاڑوں اور جنگلوں میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا گیا۔

ماخوذ از:۔ ۱۔ ڈاوسن الیٹ حصّہ چہارم صفحہ نمبر ۴۷۷۔
۲۔ گرجر اتہاس صفحہ نمبر ۲۳۵ از جناب پنڈت گمار ورما۔

راجہ مال دیو

شیر شاہ سوری نے اپنے عروج کے ابتدائی دور میں بنگال، بہار اور مشرقی اتر پردیش (یو۔پی) پر قبضہ کر کے ہمایوں کو گنگا کے کنارے شکست دی اور اس کا تعاقب اس تیز رفتاری سے کیا کہ اس نے دلّی کو چھوڑ کر لاہور کی راہ لی۔ شیر شاہ نے دلّی میں توقف کئے بغیر لاہور کا رخ کیا، ہمایوں نے بلوچستان کی راہ لی اور بلوچوں سے مدد کا طالب ہوا لیکن انہوں نے لیت ولعل سے کام لیا چنانچہ واپس ناگور کے گوجر راجہ مال دیو کے پاس پناہ کیلئے گیا، یہی وجہ گوجروں اور پٹھانوں میں وجہ نفاق بنی۔

جن فارسی مورخوں نے یہ تحریر کیا ہے کہ مال دیو نے پناہ دینے سے انکار کر دیا تھا و نیز مال دیو نے شیر شاہ سوری سے شکست کھائی تھی یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔۔۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ جب شیر شاہ کو پتہ چلا کہ راجہ مال دیو نے ہمایوں کو پناہ دی وہ طوفان بن کر راجستھان میں آیا، ہمایوں کے پیر اکھڑ چکے تھے چنانچہ اس نے وہاں سے فرار ہونے میں ہی غنیمت سمجھی۔

شیر شاہ نے راجہ مال دیو کے علاقہ کو روندنا چاہا چنانچہ اسّی ہزار گوجروں کا لشکر پٹھانوں کے مقابلہ کو نکلا، ہر مقابلہ میں شیر شاہ کو شکست ہوئی، شیر شاہ نے گوجروں کے سرداروں میں مشکوک پرچے ہندی زبانوں میں لکھوا کر بھجوا دیئے۔ جن کی وجہ سے ان میں آپسمیں ایک دوسرے کے خلاف شکوک وشبہات پیدا ہو گئے اور بہت سے سردار راجہ مال دیو کو چھوڑ کر چلے گئے، شیر شاہ نے اکیلے مال دیو کی قوت ختم کرنی چاہی لیکن مال دیو قلعہ بند ہو گیا۔ شیر شاہ نے محاصرہ کر لیا، وہ گوجر سردار جو شکوک کی بنیاد پر علیحدگی اختیار کر گئے تھے صورتِ حال سے واقف ہو کر شیر شاہ پر حملہ آور ہوئے، اس دو طرفہ چڑھائی سے شیر شاہ سوری کو بے حد جانی

نقصان اٹھانا پڑا اور وہ زخموں سے چور چور ہو کر بمشکل تمام گھیرا توڑ کر بھاگنے میں کامیاب ہوا چنانچہ شیر شاہ کا یہ مقولہ ہر فارسی تاریخ میں موجود ہے۔

"مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ ایک مٹھی جوار باجرہ کے پیچھے میں نے ہندوستان کی سلطنت کھوئی ہوتی"

(راجستھان میں صرف جوار اور باجرے کی کاشت ہوتی ہے۔ مؤلف)

آئین اکبری میں صاف طور سے درج ہے کہ شیر شاہ سوری اس معرکہ میں مرتے مرتے بچا اور تقدیر الٰہی سے اپنی جان سلامت لے گیا۔

اس لڑائی کے بعد شیر شاہ آگرہ پہنچا، اسے پتہ چلا کہ ہمایوں نے امر کوٹ میں گوجر رانا کے پاس قیام کیا ہے چنانچہ اس نے ہیبت خاں کو براستہ پنجاب روانہ کیا، اس لشکر کے آنے سے پہلے ہمایوں نے امر کوٹ سے بلوچستان کا رخ کیا لیکن اس کے بھائی نے والئے بلوچستان سے ساز باز کر کے ہمایوں کو گرفتار کرانا چاہا، ہمایوں رات کو اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر ایران چلا گیا اور اس کے بیوی بچے کابل میں اس کے بھائی کامران کے پاس پہنچا دیئے گئے، شیر شاہ کے سپہ سالار ہیبت خاں نے فتح خاں بلوچ حاکم ملتان کو شکست دے کر ملتان پر قبضہ کرنے کے بعد شمال کا رخ کر کے دریائے سندھ یعنی جہلم کی طرف کا تمام علاقہ سوری حکومت کے زیر نگیں کیا۔

شیر شاہ نے دوبارہ راجستھان کا رخ کیا اور اس مرتبہ اس نے چتوڑ پر چڑھائی کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا، پھر شیر شاہ نے رنتھمبور پر حملہ کیا لیکن یہاں بھی اسے کامیابی نصیب نہ ہوئی آخر کار راجہ رنتھمبور کے ساتھ صلح نامہ ہوا اور طے پایا کہ رنتھمبور کا راجہ کبھی بھی شیر شاہ کے مقبوضات پر حملہ نہ کرے گا اور اسی طرح شیر شاہ بھی راجہ کے راستے میں حائل نہ ہوگا۔ اس طرح شیر شاہ نے راجستھان فتح کرنے کا خیال دل میں سے نکال دیا۔

چندیلہ گوجر اور شیر شاہ کی موت

تمام شمالی ہندوستان ماسوائے راجستھان اور سندھ شیر شاہ کے زیر نگیں ہوا، اب شیر شاہ نے اپنی فتوحات کا سلسلہ وسط ہند میں یعنی ملک بندیلکھنڈ چندیلہ گوجروں کی طرف شروع کیا، چندیلے وہ بہادر گوجر ہیں جن کی بہادری کی داستانیں رستم و اسفندیار کے

معرکوں کی طرح گوجروں میں آجتک فخریہ گائی جاتی ہیں، ان چندیلوں نے پرتھوی راج چوہان اور جے چند گہروار والئے قنوج سے بہ یک وقت لڑائیاں لڑیں جن میں سرداران آلہا، اودل اور ملکھان نے اپنے ناموں کو زندہ جاوید کردیا۔

انہیں چندیلوں کے سردار ودیادھر چندیلہ نے محمود غزنوی کو دومرتبہ شکست فاش دی، انہیں غیور چندیلہ گوجروں نے راجیہ پال گوجر کو محض اس بنا پر قتل کیا تھا کہ اس نے بغیر لڑے محمود غزنوی کی ماتحتی قبول کرکے گوجر قوم کے نام کو کیوں بٹہ لگایا۔ انہیں بہادر گوجر شیروں کے علاقہ میں پٹھان شیر داخل ہوا۔

بہادر پٹھان شیر نے گوجر شیروں کے کچھار کالنجر کا محاصرہ کیا، جب قلعہ فتح ہوتا نظر نہ آیا تو صلح کی پیشکش کی۔ گوجر شیر اس پٹھان شیر کے وعدوں کو جانتے تھے جو اس نے مغل ہمایوں سے چوسا گھاٹ میں کئے تھے اور جو اس نے رائے سین (مقام) کے راجہ سے پورب میں کئے تھے۔

ان دونوں وعدوں کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ رائے سین کا راجہ تو ہمیشہ کیلئے ختم ہوگیا اور مغل ہمایوں ہندوستان سے نکل گیا تھا، چنانچہ گوجروں نے صلح کی پیشکش کو ٹھکرادیا، اس زمانہ میں بارود کا استعمال شروع ہوچکا تھا لہذا شیرشاہ نے قلعہ کو نذرِ آتش کرنے کے لیے سرنگیں کھدوانی شروع کیں اور قلعہ پر بارود کے گولے پھینکنے شروع کئے گوجروں نے بھی قلعہ کی دیواروں پر سے بارود کے گولے شیرشاہ کی فوج پر برسانے شروع کئے۔

ایک روز شیرشاہ بارود کے ڈبوں سے گولہ بھروا بھروا کر قلعہ پر گولہ باری کرا رہا تھا، کہ ایک بہادر گوجر نے نشانہ بنا کر اس جگہ گولہ پھینکا، جہاں شیرشاہ کھڑا ہوا تھا، بارود کے ڈبوں میں آگ لگ گئی چنانچہ خلیل شیخ، ملا نظام، دریا خاں وغیرہ اور شیرشاہ بذاتِ خود جل کر اللہ کو پیارے ہوئے اور پٹھانوں نے آگرہ کی طرف بے نیل و مرام واپسی کے نقارہ پر چوب ماری۔

★ ★ ★

شیر شاہ کا انتظام سلطنت

شیر شاہ سوری نے پندرہ سال تک حکومت کی اس پندرہ سال کی مدت میں وہ صرف پانچ سال تک پشاور سے بنگال تک کا شہنشاہ رہا۔

بادشاہوں میں شیر شاہ سوری ہی اپنے وقت کا وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے صحیح معنوں میں بحیثیت ایک بادشاہ کے انتظام سلطنت کی طرف توجہ دی۔

وہ ایک عادل اور رعایا پرور بادشاہ تھا، اس نے زمینوں کی پیمائش کے حساب سے سب لوگوں سے محصول وصول کیا، اس سے پہلے تمام بادشاہ اپنے سرداروں کے ذریعہ رعایا سے جبراً منھ مانگی رقم چھینتے تھے اور بیرونی مسلمانوں سے قطعاً کوئی محصول نہ لیا جاتا تھا شیر شاہ نے ہندو مسلم رعایا کے ساتھ یکساں سلوک روا رکھا اس نے باقاعدہ محکمے قائم کئے، ہر محکمہ کی نگرانی وہ بذاتِ خود کرتا تھا اس نے مہاراجہ مہر بھوج اعظم کی بنائی ہوئی پٹنہ و تا تاتار گاؤں سڑک پر جا بجا درخت لگوائے، پختہ سرائیں بنوائیں جہاں حکومت کی طرف سے مسافروں کو کھانا ملتا تھا۔ ایک دروازے پر مسلمان مسافروں کو کھانا مہیا کیا جاتا تھا اور دوسرے دروازے پر ہندوؤں کو کھانا ملتا تھا، ہر سرائے پر ڈاک چوکی تھی جہاں گھوڑے اور سوار مقرر تھے۔

دوآبہ کے گوجروں اور جاٹوں سے دلّی کی فتح کے موقعہ پر شیر شاہ کو سخت زکیں اٹھانی پڑیں لیکن اس نے بادشاہ بن کر اس علاقہ کے سرداروں سے درگذر کی اور انہیں اپنے علاقوں میں خود محصول کرنے پر مامور کیا۔

شیر شاہ نے تمام جاگیریں واپس لے کر ان کا انتظام خود سنبھالا، جاگیرداروں کو ایک علاقہ سے دوسرے علاقوں میں تبادلہ کر کے صرف مقررہ رقم وصول کرنے پر مامور کیا، ایک پائی کوئی محصل رعایا سے زیادہ نہ لے سکتا تھا، شیر شاہ نے تمام باہمی جھگڑے مختلف مذہبوں کی بنیاد پر اس کے پیروؤں میں فیصل کرنے کا حکم دیا، قلعہ رہتاس واقع شمالی پنجاب

اسی کا ازسرِنو تعمیر کردہ ہے جسے زمانہ قبل میں گوجر راجہ رہتاس نے تعمیر کرایا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مابعد زمانہ میں شہنشاہ اکبر نے انتظام سلطنت میں شیر شاہ کی پیروی کی اور اس کے بنائے ہوئے قواعد وضوابط پر آئین اکبری کی تعمیر کی گئی۔

شیر شاہ کے عدل و انصاف کی مثالیں بے شمار ہیں لیکن مندرجہ ذیل ایک واقعہ سے ہی اس کی قابلیت، تدبر اور انصاف پروری کا پتہ لگانا کافی ہے۔

ایک دفعہ جنگل میں ایک مقتول کی لاش پائی گئی، مقتول کے وارثین نے مقامی حاکموں کے دروازے پر دادرسی کی لیکن قاتلوں کا پتہ نہ لگ سکا آخر معاملہ شیر شاہ تک پہنچا، اس نے اپنے چار آدمیوں کو حکم دیا کہ اسی جنگل میں جاکر درخت ہی کاٹیں اور جو شخص بھی منع کرنے آئے، اسے گرفتار کرکے لایا جائے۔ چنانچہ یہ سرکاری اسی جنگل میں جاکر درخت کاٹنے لگے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ملحقہ بستیوں سے تین چار آدمی آکر ان اجنبیوں کے کام میں حارج ہوئے، چنانچہ انہیں گرفتار کرکے بادشاہ کے پاس لایا گیا۔

بادشاہ نے ان سے کہا کہ تمہیں ایک درخت کے کاٹنے کی اطلاع تو مل سکتی ہے لیکن ایک آدمی کے قتل کیئے جانے کی خبر نہیں ہو سکتی ؟"

چنانچہ انہیں رہا کرکے حکم دیا گیا کہ واپس اپنے گھروں کو جاؤ اور قاتل کا پتہ لگاؤ ورنہ تمہیں پھانسی کی سزا دی جائے گی۔ یہ لوگ واپس اپنے مقامات پر آئے اور آخر کار اصلی قاتل کا پتہ لگا اور وہ اپنی سزا کو پہنچا۔

سلیم شاہ اور گوجر

۱۵۴۵ء تا ۱۵۵۳ء

شیر شاہ کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا جلال خاں تخت پر بٹھایا گیا اور اس نے سلیم شاہ لقب اختیار کیا، شیر شاہ کا بڑا لڑکا عادل خاں جو آگرہ میں نہ تھا اس تخت نشینی کے خلاف ہوا، چنانچہ دونوں طرف سے کئی سال لڑائیوں اور جنگوں میں صرف ہوئے

شیر شاہ کی قائم کی ہوئی سلطنت میں اس کے مرتے ہی ضعف پیدا ہونا شروع ہو گیا قطب خاں نائب اور عیسیٰ خاں نیازی وغیرہ بھی سلیم شاہ کے مخالف ہوئے، عادل خاں کی سرکوبی تو جلد ہو گئی لیکن نیازی پنجاب پہنچے اور وہاں قابض ہوئے اور جب سلیم شاہ نے ان پر لشکر کشی کی تو وہ شمالی گوجروں میں پناہ لینے گئے، گوجروں نے دو سال تک سلیم شاہ سے لڑائی جاری رکھی، شمالی علاقوں کے کھوکھر گوجروں نے پٹھانوں کی سپاہ کو مصیبتوں میں مبتلا کر دیا، لیکن حاکم کشمیر نے سلیم شاہ کی مدد کی اور نیازی اور گوجر کھوکھر اس دو طرفہ حملہ کی تاب نہ لا کر پسپا ہوئے۔

گوجروں نے پہاڑوں کی طرف کوچ کیا لیکن نیازی گرفتار کر لئے گئے اور ان کے سر کاٹ کر حاکم کشمیر نے سلیم شاہ کی خدمت میں بھیجے، سلیم شاہ کے زمانہ میں ایک شخص علائی شیخ جی نے دعویٰ مہدویت کیا چنانچہ علماء نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا، اسی دوران شیخ جی بیمار تھا لہٰذا تین تازیانے کھا کر اس کی جان نکل گئی، سلیم شاہ صرف آٹھ سال حکمران رہا اور پھر اس کا انتقال ہو گیا، اس کی تمام زندگی خانگی جھگڑوں میں گذری، ریواڑی کے ایک بنیئے ہموں بقال کو اسکی بہادری کے صلہ میں اس نے امیر بازار مقرر کیا تھا۔

پٹھان حکومت کو زوال
ایک نیام اور چار تلواریں

سنہ ۱۵۵۳ء تا سنہ ۱۵۵۶ء

سلیم شاہ کی وفات پر اس کے بیٹے فیروز شاہ کی عمر صرف بارہ سال تھی، امرائے سلطنت نے فیروز شاہ کو تخت نشین کیا سلیم شاہ کو اپنی زندگی میں ہی اپنے چچیرے بھائی مبارز خاں سے تشویش تھی۔

مبارز خاں کی بہن بی بی باقی سلیم شاہ کی زوجہ تھی۔ اس طرح مبارز خاں سلیم شاہ کا چچیرا بھائی اور سالا تھا، ایک روز سلیم شاہ نے اپنی بیوی بی بی باقی سے کہا تھا کہ تم اپنے بھائی اور بیٹے میں سے کسی ایک سے ہاتھ دھو لو، اگر تمہیں اپنا بیٹا فیروز خاں پیارا ہے تو میں تیرے بھائی مبارز خاں کو درمیان سے نکال دوں اور اگر تمہیں بھائی پیارا ہے تو تم اپنے بیٹے کی زندگی سے ہاتھ اٹھا لو۔

بی بی باقی کہتی تھی کہ میرا بھائی مبارز خاں عیش پسند ہے اور وہ دن رات لہو و لعب اور شراب نوشی میں مصروف رہتا ہے اسے قطعاً بادشاہت حاصل کرنے کا خیال نہیں ہے سلیم شاہ اس سے بار بار کہتا تھا اور ملامت کرتا تھا کہ یہ تیری خوش فہمی ہے، مبارز خاں تیری نسل کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیگا لیکن بی بی باقی نے اس امر کی اجازت نہ دی اور حسن ظن میں مبتلا رہی، چنانچہ سلیم شاہ کے انتقال پر جب اس کا کمسن بیٹا فیروز شاہ تخت پر بیٹھا تو تیسرے روز اس کا حقیقی ماموں مبارز خاں محل میں ننگی تلوار لے کر داخل ہوا اور اپنے ساتھیوں کو بھی ہمراہ لئے ہوئے تھا، اس کی بہن بی بی باقی نے اپنے بھائی کے ارادہ سے واقف ہو کر آہ و زاری کی اور اس کے پیروں میں گر پڑی، گڑگڑا کر کہا کہ:۔

"اے بھائی! تو میرے نورِ عین کی جان نہ لے، اس معصوم نے تیرا کیا گناہ کیا ہے اگر تجھے سلطنت کی خواہش ہے تو مجھے اجازت دے، میں اپنے لختِ جگر کو ساتھ لے کر کسی ایسی جگہ چلی جاؤں گی کہ کوئی اس کے نام و نشان تک سے واقف نہ ہو۔"

بہن گڑگڑاتی اور فریاد کرتی ہی رہ گئی سنگدل بھائی (مبارز خاں) کے دل پر....

اس کی آہ وزاری اور کلمات بیکسانہ کا کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے اپنی سنگدل تلوار سے اپنی بہن کے نخلِ تمنّا سے معصوم ننھی کلی کو کاٹ دیا ماں اس ظلم کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی اور مبارز خاں عادل شاہ کا لقب اختیار کر کے دِلّی کے تخت پر بیٹھا۔

محمد عادل شاہ عام طور سے عدلی کہلایا اور اس نے ایسا عدل کیا کہ تمام خزانہ لوگوں میں بانٹ دیا، جب سواری پر باہر نکلتا تو کمان میں تیر کے کنارے پر طلائی چھلّے لگا کر پھینکتا جو شخص اپنے مکان کی چھت یا گلی میں سے اس تیر کو لا کر واپس کرتا اسے دس ہزار روپیہ انعام ملتا، پٹھان اسے عدلی کے بجائے 'اندھلی' کہنے لگے۔

ایک روز دربار میں اندھا دھند جاگیریں تقسیم کرنی شروع کیں۔ درمیان میں یہ بھی حکم بلا سوچے سمجھے دے گیا کہ قنوج کی جاگیر ہم نے سرمست خاں شیروانی کو بخش دی۔ قنوج کی جاگیر پہلے ہی محمد شاہ فرملی پٹھان کے پاس تھی وہ اور اس کا بہادر جوان بیٹا سکندر خاں دربار میں بیٹھے تھے، چنانچہ جوان سکندر خاں پٹھان غصّہ میں بھر کر اٹھا اور بولا:۔

"اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ ہماری جاگیریں سگ فروش شیروانیوں کو دیجاتی ہیں"

سکندر خاں پٹھان کے باپ نے اسے منع کرنا چاہا تو سکندر خاں نے جواب دیا:۔

"اے ابّا! شیر شاہ تجھے ایک مرتبہ قید کر کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا آخر کو سلیم شاہ نے تمہاری سفارش کی اور ہلاکت سے تمہیں نجات ملی۔ اب گروہ شور تیرے اخراج کا ارادہ رکھتا ہے، تم نہیں سمجھتے کہ عنقریب تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے!"

اس موقعہ پر سرمست خاں شیروانی نے جو بہت بلند قامت اور ڈیل ڈول کا آدمی تھا سکندر خاں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ:۔

"بیٹے! کیوں غصّہ اور درشتی کرتا ہے"

یہ کہتے کہتے اس نے سمجھانے کے بہانہ سے بہادر پٹھان کو گرفت میں لے کر قابو میں لانا چاہا، جوں ہی اس نے سکندر خاں کی طرف ہاتھ بڑھایا اس نے اس کے ارادہ سے واقف ہو کر فوراً خنجر کا ایک پٹھانی ہاتھ ایسا مارا کہ شیروانی زخمی ہو کر ستون کی طرح زمین پر گرا اور مر گیا۔ بہادر پٹھان کے معترضین بھی زندہ نہ بچ سکے، پٹھان شیر غصّہ میں بپھر گیا اس نے تمام معترضین کو قتل کر دیا، بادشاہ عادل شاہ نے بھاگ کر حرم سرا کے دروازے بند کر لئے تمام درباری تلواریں پھینک کر بھاگ نکلے، ایک گھنٹہ تک پٹھان دیوانوں کی طرح اِدھر سے

اُدھر دوڑا دوڑا پھرا اور جو بھی سامنے آیا اسے تہِ تیغ کر دیا، آخر کار عادل شاہ کا بہنوئی...
ابراہیم خاں سوری جو شیر شاہ کے چچا کی اولاد میں سے تھا ایک جماعت سوریوں کی لے کر اس شیر
پر حملہ آور ہوا، سکندر خاں پٹھان شیر نے اس وقت تک تلوار چلائی جب وقت تک کہ وہ خود ٹکڑے
ٹکڑے نہ ہو گیا اور اس شیر کے بوڑھے باپ محمد شاہ کو بھی اس جماعت نے ختم کر دیا۔

جب یہ دربار منعقد کیا گیا تھا تو تاج خاں نے محمد شاہ کو منع کیا تھا کہ ایسے خراب حالات
میں دربار میں حاضری دینا مناسب نہیں ہے لیکن محمد شاہ اس کی نصیحت کی پرواہ نہ کر کے
دربار میں گیا تھا اور وہاں وہ جیسا کہ مذکور ہوا قتل ہو گیا۔

اس کے قتل کی خبر سنتے ہی تاج خاں نے مشرق کا رُخ کیا، عادل شاہ پر ابراہیم خاں
سوری کا اثر قائم ہو گیا، عادل شاہ نے اپنے سپہ سالار ہیموں بقال کو لے کر ایک علاقہ پر قبضہ
کر لیا اور تاج خاں کو شکست دی، پھر ابراہیم خاں سُور کا دفیعہ کرنے گیا لیکن اس نے پٹھان
سرداروں کو ملا کر دلّی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا اور اپنا نام ابراہیم شاہ رکھا۔

لاہور کے پٹھان حاکم احمد خاں سُور نے جب یہ حالات دیکھے تو اس نے بھی اپنے علاقہ
میں خود مختاری کا اعلان کر دیا اور آگے بڑھ کر دلّی اور آگرہ پر بھی قبضہ کر لیا پھر ابراہیم شاہ نے کالپی
میں بادشاہت کا اعلان کیا۔ احمد خاں تاریخ میں سکندر شاہ کے لقب سے مشہور ہوا۔

بنگال کے پٹھان حاکم محمد خاں سُور نے بھی بہار اور جونپور پر قبضہ کر کے آزادانہ حکومت
قائم کی اور اس طرح ایک حکومت میں بہ یک وقت چار بادشاہ ہو گئے جس کی تفصیل حسب
ذیل ہے۔

تفصیل

نمبر شمار	نام	حدودِ سلطنت
۱	سکندر شاہ سُور	آگرہ سے پشاور تک کے علاقہ کا بادشاہ تھا۔
۲	ابراہیم شاہ سُور	کالپی کے علاقہ کا بادشاہ تھا۔
۳	عادل شاہ سُور	قنوج اور جونپور کے درمیانی علاقہ کا بادشاہ تھا
۴	محمد خاں سُور	جونپور سے بنگال تک کا بادشاہ تھا

مغلوں کی دوبارہ آمد

شیر شاہ نے مغل ہمایوں کو ہندوستان سے نکال دیا تھا چنانچہ اسنے اپنے دن خراسان و ایران کے حکمرانوں کے درباروں میں بسر کئے پھر شاہ طہماسپ بن شاہ اسمٰعیل صفوی سے ملاقات کی اور وہاں اس کی تعظیم و تکریم کی گئی۔

بیرم خاں چونکہ مذہبًا شیعہ تھا چنانچہ اس نے بادشاہ بیگم کے ذریعہ ہمایوں کی سفارش کرائی لہٰذا شاہ طہماسپ نے ہمایوں کو بلا کر کہا کہ میں اس شرط پر تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں کہ تم.... ممالک محروسہ میں معصوم اماموں کے نام کا خطبہ جاری کرو۔

ہمایوں نے جواب دیا کہ میں ابتداء سے ہی شیعہ ہوں اور اسی کی وجہ سے میرا بھائی کامران والئے کابل مجھ سے دشمنی رکھتا ہے، چنانچہ شاہ طہماسپ نے دس ہزار جوان ہمایوں کے ساتھ کابل اور بدخشاں کی تسخیر کے واسطے بھیجے۔

کہتے ہیں کہ جب کابل کا محاصرہ کیا گیا اور گولوں کی بارش ہوئی تو کامران نے اپنے بھتیجے یعنی ہمایوں کے لڑکے جلال الدین (اکبر) کو قلعہ کے گنبد پر بٹھا دیا تاکہ باپ کی توپیں بیٹے کو ختم کر دیں، لیکن اتفاق سے گولے نہ چل سکے، توپچیوں نے دیکھا کہ سامنے کی عمارت پر ایک بچہ بیٹھا ہے، چنانچہ اسے نیچے اتارا گیا

یہی لڑکا جس کی عمر اس وقت دس سال تھی آئندہ دنیا میں ایک بہترین بادشاہ بنام **شہنشاہ اکبر اعظم** مشہور ہوا۔

القصہ کابل اور بدخشاں پر ہمایوں کا اقتدار ہوگیا، صفوی فوجیں واپس چلی گئیں، ہمایوں نے ایک کثیر فوج فراہم کرنی شروع کر دی اور پٹھانوں کی حکومت کا جائزہ لیتا رہا، جب پٹھانوں نے آپسمیں لڑنا شروع کیا ہمایوں نے پہاڑوں سے نکل کر سرحدی علاقہ کے سرداروں کو تاخت و تاراج کیا۔ کیوں کہ کامران مرزا ان کے پاس پناہ گزیں ہوا تھا، مغلوں نے مہمند اور خلیل قبائلیوں کو اس قدر تہ تیغ کیا کہ ان میں سے اکثر سلیم شاہ کے زمانہ میں دلّی پہنچ گئے تھے، کامران بھی... سلیم شاہ کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن سلیم شاہ نے اس کی گرفتاری کا حکم دیا، کامران..

بھاگ کر راجہ نگر کوٹ کے پاس پہنچا، گوجروں نے اس جرم کی پاداش میں جب کہ کامران نے بابر کے ہمراہ پربالہ میں گوجروں کا قتل عام کیا تھا اسے پکڑ کر ہمایوں کے پاس بھیج دیا تھا جہاں مغلوں نے اسے اندھا کر دیا۔

تھوڑے دن بعد آنکھوں سے معذور کامران نے معہ اپنی زوجہ بنت شاہ ارغون بیگ۔۔ والئے بلوچستان کیلئے حج کی اجازت طلب کی جو اسے مل گئی اس نے تین حج کئے اور مقام مشرف میں انتقال کیا اور معلی مزکی میں دفن ہوا، اس کے علاوہ ہمایوں کے دونوں بھائی عسکری اور ہندال بھی اس دنیا سے کوچ کر گئے، بھائیوں کی طرف سے اطمینان حاصل کر کے ہمایوں نے ہندوستان پر نظریں لگائیں۔

فوج فراہم کر کے ہمایوں نے ۱۵۵۵ء میں درۂ خیبر عبور کیا اور دریائے سندھ کے کنارے پہنچا، قلعہ رہتاس کا حاکم تاتار خاں پٹھان بغیر جنگ کئے دلی بھاگ گیا، مغلوں نے آگے بڑھ کر لاہور پر حملہ کیا پٹھان مقابلہ کر کے پسپا ہوئے جب مغل فوجیں سرہند پہنچیں تو۔۔۔۔ دیپال پور میں شہباز خاں اور نصیر خاں کی ماتحتی میں پٹھانوں نے لاہور پر حملہ کا ارادہ کیا، ہمایوں نے شاہ ابوالمعالی کو جو ہمایوں کا منہ بولا بیٹا تھا اور علی قلی خاں سیستانی کو دیپال پور بھیجا جنہوں نے پٹھانوں کو دیپال پور سے منتشر کر دیا، ہمایوں خود لاہور میں ٹھہرا رہا۔

دلی اور آگرہ پر سکندر شاہ سور کا قبضہ تھا چنانچہ اس نے تیس ہزار پٹھانوں کا ایک لشکر تاتار خاں اور ہیبت خاں کی سرکردگی میں ہمایوں کے مقابلہ کو بھیجا، اس لشکر نے دریائے ستلج پار کر کے مچھواڑہ کے پاس مغلوں کی فوج کے سامنے ڈیرے ڈالے، جاڑوں کا موسم تھا پٹھان رات کو لکڑیاں جلائے آگ کے سامنے تاپ رہے تھے اور ان کے چہرے اندھیرے میں صاف دکھائی دیتے تھے، مغلوں نے شبخون کے وقت تاک کر تیر برسائے، پٹھانوں نے شور بلند کر کے لکڑیوں کو یکجا کر کے آگ لگا دی تاکہ دشمن روشنی میں نظر آسکے، لیکن پٹھان آگ کی روشنی کے نزدیک تھے اور مغل دور اندھیرے میں تھے چنانچہ پٹھان آگ کے جلانے سے اس قدر تیروں کا نشانہ بنے کہ انہوں نے بھاگنے ہی میں خیریت سمجھی، تمام مغل سپاہ جمع ہوگئی اور بہ اطمینان تیروں کی بارش ہوئی، تاتار خاں پٹھان اور ہیبت خاں پٹھان ڈھالوں کو اپنے اپنے چہروں اور سینوں کی سپر بناتے ہوئے معہ اپنے کچھ ہمراہیوں کے مغلوں کی فوج میں جا گھسے اور رستم و سہراب کی داستانیں تازہ کر دیں، لیکن پٹھان افواج متحد نہ ہو سکی، مجبوراً دونوں۔۔۔۔

بہادر پٹھان بھی معہ اپنے ہمراہیوں کے رات کے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

مغلوں نے لاہور کو مستقل قیام گاہ قرار دے کر تمام پنجاب کو روند ڈالا، روزانہ مغل گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلتے اور شام کو لوٹ کا مال لے کر واپس آتے، تمام آبادیاں اجڑ گئیں مغلوں نے دلّی کے نزدیک تک چھاپے مار کر تمام رعایا اور خواص کو تباہ و برباد کیا، ہمایوں نے خوش ہو کر تمام سرداروں کو خطابات اور انعامات دیئے۔ بیرم خاں کو خانخاناں کا خطاب دیا، فوج کے تمام ایرانی سقّوں، خاکروبوں، ساربانوں اور نوکروں کو مالا مال کر دیا۔

سکندر شاہ شوری دوسری مرتبہ خود لشکر لے کر بڑھا، مغل سپاہ لاہور سے روانہ ہوئی اور بمقام نوشہرہ (مشرقی پنجاب) مغل فوجوں سے مقابلہ کر کے پٹھانوں نے پھر شکست کھائی اور شوالک کی پہاڑیوں میں بھاگ کر پناہ لی۔ مغلوں نے آگے بڑھ کر دلّی اور آگرہ پر قبضہ کر لیا۔ ہمایوں نے ایک لشکر سکندر شاہ کے تعاقب میں بھیجا اور خود دلّی میں آکر تخت نشین ہونے کے بعد تمام ملک کی جاگیریں سرداروں میں تقسیم کیں، تردی بیگ کو دلّی کا حاکم مقرر کیا، اور سکندر ازبک نے آگرہ کی حکومت پائی علی قلیخاں کو میرٹھ اور سنبھل (موجودہ ضلع مراد آباد) کی جاگیریں دی گئیں اور ایک شخص قنبر نام جو دیوانہ کے نام سے زیادہ مشہور تھا اس نے سنبھل میں بغاوت کی اور میرٹھ کا محاصرہ کر لیا لیکن علی قلیخاں نے اسے شکست دے کر اس کا سر بادشاہ ہمایوں کی خدمت میں دلّی بھیجا۔

دلّی پر قبضہ کرنے کے چھ ماہ بعد ہمایوں نے زینہ سے گر کر جان جاں آفریں کے سپرد کی، مغرب کے وقت اس کا پاؤں سیڑھیوں پر سے پھسل گیا تھا۔

ہمایوں کے انتقال پر بیرم خاں نے جلال الدین اکبر کو تخت نشین کیا تمام مغل سرداران لاہور، دیپال پور، دلّی اور آگرہ نے اس کی اطاعت کی، شاہ ابوالمعالی ارادہ مخالفت کا... رکھتا تھا کہ بیرم خاں نے اس سید کو گرفتار کر کے لاہور کے حاکم کے پاس بھیج دیا جہاں سے یہ ایک روز نکل کر بھاگ گیا۔

شوالک کی پہاڑیوں میں سکندر شاہ شوری پٹھان نے ایک جمعیت فراہم کی لیکن مغلوں نے اسے وہاں سے پھر بھگا دیا، نگر کوٹ کا راجہ دھرم چند اکبر کے زمانے میں

حاضر ہوا اور اپنا ہی علاقہ اسے جاگیر میں مل گیا۔

یہ بجائے راجہ کے صرف راجپوت بن کر مغل شاہزادوں کے پاس دربار میں رہنے لگا۔

تھوڑے دن دِلّی میں قیام کر کے اکبر نے جالندھر کا رُخ کیا کیوں کہ امیر سلیمان والئے بدخشاں کابل کی طرف آرہا تھا لیکن وہ واپس کوچ کر گیا اور اکبر نے مقامی زمینداروں سے ملاقات کر کے انہیں دوبارہ اپنے گھروں میں آباد ہونے کی اجازت دی اور ان کے علاقے متعین کر دیئے، اتنے میں ہیموں بقّال کی شجاعت کا غلغلہ اطراف آگرہ میں بلند ہوا۔

———★———★———★———

بہادر ہیموں بقال بہ لقب راجہ بکرماجیت

ہیموں بقال نے شہر ریواڑی میں ایک بنیئے کے گھر ۱۵۰۵ء میں جنم لیا، ریواڑی میوات کے علاقہ میں ایک شہر ہے، میوات کی سرزمین پر جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے ہمیشہ بہادر پیدا ہوتے رہے ہیں۔ ہیموں اس وقت جوانی کی عمر میں تھا جب کہ بابر نے دلّی کا تخت حاصل کیا، ہیموں نے حسن خاں میواتی کی فوج میں ملازمت حاصل کی۔ حسن خاں میواتی معرکۂ کانوہ میں مارا گیا اور یہ بہادر بنیا ادھر اُدھر مارا مارا پھرنے لگا۔

شیر شاہ نے اسے ملازمت سے جواب دے دیا لیکن شیر شاہ کے بیٹے سلیم شاہ نے اسے ریواڑی میں بازار کا حاکم مقرر کیا، پھر سلیم شاہ نے اس کی بہادری ملاحظہ کر کے فوج کے ایک دستہ کا سپہ سالار مقرر کیا، اس نے اپنے بہادرانہ کارناموں سے پٹھانوں کے دلوں میں اپنی عظمت کا سکہ بٹھا دیا، ہر کہ ومہ اس کی بہادری وشجاعت کا مدّاح تھا۔

عادل شاہ اور ابراہیم شاہ پٹھان کی باہمی چپقلش میں اس نے عادل شاہ کا ساتھ دیا، عادل شاہ خود تو عیش وعشرت میں پڑ گیا اور تمام کاروبار سلطنت اور مہمات ملکی ہیموں بقال کے تصرّف میں آئے، اور اس نے اپنا لقب راجہ بکرماجیت اختیار کیا۔

تاج خاں پٹھان نے قنوّج کے علاقہ میں عادل شاہ کے خلاف بغاوت پر کمر باندھی، ہیموں بقال پٹھانوں کی فوج لے کر دریائے گنگا کو عبور کر کے قنوّج کے علاقہ میں داخل ہوا اور تاج خاں کو شکست فاش دے کر مشرق کی طرف بھگا دیا۔

جب عادل شاہ اور ہیموں گنگا پار کے علاقہ میں انتظام ملکی میں مصروف تھے تو ابراہیم شاہ سور نے پھر دوبارہ حملہ کر کے آگرہ پر قبضہ کر لیا، ہیموں نے اس کی بغاوت کچلنے کے لیئے آگرہ کا رُخ کیا، جب فوج نے گنگا کو پار کیا تو ابراہیم شاہ کا ایلچی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اس امر پر صلح کی پیش کش کی کہ اس جھگڑے کا تصفیہ کرانے کے لئے قدیم امرائے سلطنت آگرہ بھیج دیئے جائیں جو وہ فیصلہ کریں گے میں اسے قبول کروں گا، ہیموں نے بادشاہ کو ہر چند منع کیا اور کہا کہ ابراہیم شاہ وقت کی مہلت حاصل

کر کے ہمارے لئے دردِ سر ہو جائے گا، لیکن عادل شاہ نے حسین خاں بہادر خاں اعظم ہمایوں خاں اور دوسرے جہاندیدہ سرداروں کو آگرہ بھیجدیا، ابراہیم شاہ نے انہیں نقد انعامات دیئے اور جاگیروں کے دینے کا وعدہ کر کے ان سب کو اپنی طرف ملا لیا اور آگرہ و دِلّی ابراہیم شاہ کے قبضہ میں چلے گئے اور عادل شاہ گنگا کے مشرق میں جہاں کا تہاں رہ گیا۔

کرانی پٹھانوں نے خواص پور ٹانڈہ میں بغاوت کردی لیکن ہیموں بقال نے ان کی خاطر خواہ سرکوبی کی، اس مصیبت کے وقت میں بھی جبکہ عادل شاہ کے رشتہ دار اسے چھوڑ چھوڑ کر بغاوت پر آمادہ ہو چکے تھے ہیموں نے اپنے بادشاہ کے ساتھ بیوفائی نہ کی بلکہ اس نے مغرب میں دریائے گنگا اور مشرق میں بہار کی سرحد تک کے تمام علاقہ میں مہمات ملکی سرانجام دیئے۔

محمد خاں سور نے بنگال اور بہار پر قبضہ کرلیا، پنجاب کا حاکم سکندر شاہ سوری دِلّی اور آگرہ پر ٹوٹ پڑا اور وہاں سے ابراہیم شاہ سوری کو نکال کر کالپی کی طرف بھگا دیا، اسی زمانہ میں ہمایوں نے قلعہ رہتاس دریائے نربدہ کے پاس فتح کیا۔ اور وہاں سے تاتار خاں اپنے آقا سکندر شاہ کی خدمت میں دِلّی آیا۔

ہیموں نے تمام پٹھانوں کو خطوط لکھے اور ملک کے نام پر یکجا متحد ہونے کی... درخواست کی لیکن کسی نے اس دیوانہ کی باتوں پر دھیان نہ دیا، سکندر شاہ سوری... تن تنہا دِلّی سے ہمایوں کے مقابلہ کو چلا اس کی عدم موجودگی میں ابراہیم شاہ سوری نے کالپی سے دِلّی کا رُخ کیا لیکن راستہ ہی میں ہیموں بقال نے اسے شکست فاش دی وہ بھاگ کر اپنے باپ کے پاس پہنچا اور ایک لشکر فراہم کر کے پھر آگرہ کیطرف بڑھا آگرہ سے چھ کوس کے فاصلہ پر موضع منڈہ کھیڑہ کے نزدیک دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی، بہادر ہیموں نے اب کی مرتبہ ابراہیم شاہ سوری کو ایسی شکست دی کہ وہ تمام سازوسامان کو چھوڑ کر گرتا پڑتا دور مشرق میں پٹنہ پہنچا، اسی عرصہ میں مغلوں نے پٹھانوں کو پنجاب میں شکست دے کر دِلّی اور آگرہ پر قبضہ کرلیا اور ہمایوں کا انتقال ہوگیا، ہیموں نے ملک کو حملہ آوروں سے بچانے کیلئے گنگا کے کنارے ڈیرے ڈالے اور پھر پٹھان سرداروں کو بلایا، چنانچہ المرتبہ کالپی، خواص پور ٹانڈہ۔

اور سنبھل سے پٹھان سردار اس کے جھنڈے تلے جمع ہوئے لیکن محمد خاں سوری والئے بنگال و بہار مغلوں کو اپنے سے بہت دور سمجھ کر چشم پوشی کر گیا۔

ہیموں بقال اور مغلوں کا پہلا معرکہ

اس دوران اکبر پنجاب میں بمقام جالندھر گیا ہوا تھا، ہیموں نے پٹھانوں کا لشکر لے کر گنگا سے عبور کیا اور آگرہ کی سمت چلا، آگرہ کے مغل سپہ سالار سکندر ازبک نے اس کے آنے کی خبر سن کر دلی سے کمک فراہم کی، ہیموں نے شادی خاں پٹھان کو میرٹھ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہاں سے مغلوں کو نکال دیا جائے۔

شادی خاں کی آمد کی خبر سن کر علی قلیخاں مغل سردار نے اس کی طرف کوچ کر دیا، ندی کے کنارے دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، علی قلیخاں مغل کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ اس کی فوج نے اندھا دھند ندی میں چھلانگ لگا دی، پٹھانوں نے تیروں کی بارش کر کے بہتوں کو مار دیا... تین ہزار مغلوں میں سے صرف چند سو مغل اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہوئے۔

ہیموں بقال اور مغلوں کا دوسرا معرکہ

جب ہیموں نے اس فتح کی خبر سنی تو اس نے آگرہ کی طرف پیشقدمی کی آگرہ کے میدان میں پٹھانوں کی فوج نے ڈیرے ڈالے، مغل سردار سکندر ازبک بھی خاطر خواہ تیاری کر چکا تھا اور ہیموں کے پاس بھی لشکر میں تیس ۳۰ ہزار سوار اور پیادے تھے اور دو ہزار جنگی ہاتھی تھے۔ دونوں طرف کے بہادروں نے آمنے سامنے ڈٹ کر حفاظتی تدابیر کا انتظام کیا۔

ایک روز صبح سویرے نقارۂ جنگی پر چوب لگائی گئی اور دونوں طرف کی سپاہ جنگی ساز و سامان کے ساتھ میدانِ جنگ میں نکلیں، پہلے تیروں کی بارش ہوئی اور پھر دونوں لشکر آپس میں مل گئے، خونریز لڑائی شروع ہوئی دوپہر تک قتل و خون کا بازار گرم رہا، پٹھان مادر وطن پر کٹ مرے لیکن دشمنوں کو انہوں نے میدان سے شکست دے کر بھگا دیا۔

ہیموں نے مغلوں کا پیچھا کرنے کا حکم دیا چنانچہ بہت سے مغل بھاگتے ہوئے مارے گئے اور لقایا اپنی جانیں بچا کر دلی پہنچ گئے۔

ہیموں بقّال اور مغلوں کا تیسرا معرکہ

ہیموں نے آگرہ پر قبضہ کیا۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی، چند دن آرام کرکے ہیموں نے دِلی کا رُخ کیا، ادھر دِلی کے حاکم تردی بیگ مغل نے اپنی فوجوں کو اکٹھا کرنا شروع کیا اس نے ہر چہار طرف ایلچی بھیجکر تمام مغلوں کو ایک جگہ اکٹھا کرلیا، چنانچہ عبداللہ خاں، لعل سلطان بدخشی...... علی قلیخاں اندرابی اور میرک جان کولابی وغیرہ بلاتوقف اپنی فوجوں کے ساتھ دِلی پہنچے اور ہیموں کے آنے سے پیشتر انہوں نے دِلی کے باہر پالا جمالیا کہ ہیموں بھی بہادر پٹھانوں کو لے کر آ پہنچا۔

جنگ شروع ہوئی دونوں طرف کے نبرد آزما بہادر میدانِ کارزار میں دادِ مردانگی دینے لگے، ہیموں بقّال ایک جہاندیدہ سپہ سالار تھا جس نے اپنی آنکھیں لڑائیوں ہی میں کھولی تھیں چنانچہ وہ ہر محاذ پر اپنے بہادروں کو ترتیب دے کر لڑانے میں مشغول رہا، دوپہر ہوگئی لیکن کسی طرف بھی شکست کے آثار نظر نہ آتے تھے۔ ہیموں جو ایک دلاور شخص تھا اس نے صرف تین ہزار سوار اپنے ساتھ لئے اور عین اس جگہ حملہ کیا جہاں مغلوں کے بہادر ترین سپاہی اپنے سپہ سالار تردی بیگ کے ہمراہ لڑ رہے تھے، تردی بیگ مغل سپہ سالار نے ہیموں کی شجاعت ملاحظہ کی اور اپنے سپاہیوں کو آگے بڑھایا، ہیموں اور تردی بیگ کے دستے آپس میں ایسے ٹکرائے کہ آناً فاناً میں لڑائی کو اختصار مل گیا۔

تردی بیگ کے دستے تہ تیغ ہو گئے اور وہ اپنی جان بچا کر لڑائی کے میدان سے بھاگ نکلا، سپہ سالار کو بھاگتے دیکھکر تمام مغل سپاہ نے راہِ فرار نا پی، پٹھانوں نے مغلوں کا دور دور تک تعاقب کیا، مغل گرتے پڑتے کئی سو میل دور علاقہ جالندھر میں بمقام نوشہرہ اکبر کے پاس پہنچکر رکے۔

ہیموں بقّال اور مغلوں کا چوتھا معرکہ

اکبر نے نوشہرہ (علاقہ جالندھر) میں یہ... خبریں سنیں کہ آگرہ، دِلی، میرٹھ، سنبھل اور میوات وغیرہ تمام علاقے مغلوں کے ہاتھ سے نکل گئے اور ہیموں بقّال فوج لے کر ان کی طرف بڑھا چلا آرہا ہے تو وہ بیحد پریشان ہوا، چونکہ ناتجربہ کار اور نوجوان تھا اس لئے اس نے مغل سرداروں کی انجمن ترتیب دی اور باہم صلاح و مشورہ کیا، تمام سرداروں نے بیک زبان کہا کہ ہندوستان میں ایک دوسرا شیر شاہ پیدا ہوگیا ہے لہذا خیریت اسی میں ہے کہ... واپس گھر چلیں اور کابل پہنچ کر آئندہ کیلئے اس مہم کو چھوڑ دیا جائے۔

اکبر کو اتنی بڑی اور وسیع سلطنت کے ہاتھ سے چلے جانے کا قلق تھا۔ بیرم خاں کو...
اس نے خان بابا خطاب دیکر نوازش فرمائی اور کہا کہ:-
"آپ مجھے فرزند کی جگہ سمجھیں میں نے آج سے تمام کام تمہارے سپرد کئے، جس بات میں صلاح سلطنت دیکھو وہی کرو۔ میرے حکم کا ہرگز انتظار نہ کرو، میں اپنے سر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم لوگوں کی دشمنی سے ہرگز ہراساں نہ ہو۔ میں نے تمام کام تمہارے سپرد کئے، اپنے باپ پر تمہارے احسانوں کو میں بخوبی سمجھتا ہوں"۔

چنانچہ تمام امور سلطنت اپنے ہاتھ میں لے کر بیرم خاں نے کہا کہ لڑے اور مرے بغیر سلطنت کو ہاتھ سے دینا بزدلی ہے چنانچہ جب اکبر لشکر سے باہر تھا سب سے پہلا کام بیرم خاں نے یہ کیا کہ.. تردی بیگ حاکم دلی کو بلایا اور اس الزام میں کہ اس نے بغیر لڑے مرے دلی کیوں چھوڑی موت کے گھاٹ اتار دیا پھر تمام مغل سپاہیوں سے کہا کہ آئندہ جو شخص بھی لڑائی سے بھاگے گا اس کا حشر یہی ہوگا۔

اس کے بعد بیرم خاں نے سنا کہ بہادر ہیموں دلی سے پنجاب کی سمت ان کی طرف بڑھا چلا آرہا ہے چنانچہ اس نے خواجہ خضر خاں کو لاہور سے معہ فوج طلب کیا، تمام سردار مثلاً عبداللہ خاں محمد خاں جلائر بدخشی، مجنوں خاں قاقشال وغیرہ وغیرہ معہ اپنی افواج کے متحد ہوئے اور طے پایا کہ آگے بڑھ کر ہیموں کا راستہ روکا جائے۔

مغلوں نے اپنے ہراول دستے حسین قلی بیگ، محمد صادق خاں پروانچی اور شاہ قلیخان محرم میر محمد، قاسم خاں نیشاپوری اور سید محمد بارہہ کی سرکردگی میں اپنے آگے روانہ کئے، ہیموں بقال نے بہترین جانباز اور بہادر پٹھانوں کا دستہ اپنے آگے روانہ کیا تھا۔

دونوں طرف کے یہ ہراول دستے کہرام اور سیمانہ کے درمیان ٹکرائے، بہادر پٹھانوں نے مغل ہراول دستوں کو شکست دی، انہیں واپس ہونا تھا لیکن اپنی فوجوں سے کٹ کر اسی مقام پر چند جانبازوں کا یہ دستہ مغل سپاہ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ پٹھانوں کی یہ دلیری دیکھ کر مغلوں کو خراب آثار نظر آنے لگے لیکن بیرم خاں کے ڈر سے کسی نے چوں تک نہ کی، مغل سپاہ.... پانی پت پہنچی، بہادر ہیموں (شیر شاہ ثانی) بہادر پٹھانوں کو لے کر میدان جنگ میں آیا ہاتھیوں کو سرداروں کے سپرد کیا، صفیں آراستہ کیں۔ سب موقعہ محل ملاحظہ کئے بعدہ گھوڑے پر سوار ہو کر تمام بہادروں کو مرنے مارنے کی قسم دی۔

صبح سویرے نقارۂ جنگ پر چوب لگی بہادر میدان میں نکلے، ہیموں بذاتِ خود ہاتھی پر سوار ہو کر فوج کی کمان کر رہا تھا، لیکن اکبر جانباز محافظ دستہ کے ہمراہ خطرناک حالت کے پیش نظر کئی میل پیچھے تھا۔

بہادروں نے میدان کو لاشوں سے پاٹ دیا، خون کی ندیاں بہہ گئیں، مغلوں کو میدان جنگ میں موت نظر آرہی تھی اور بھاگنے میں برم خاں کی تلوار اور تردی بیگ کا چہرہ نظر آرہا تھا چنانچہ انہوں نے میدانِ جنگ میں ہی بہادروں کی موت مرنے کو ترجیح دی۔

بہادر ہیموں تین چار ہزار بہادر پٹھانوں کو لے کر صفوں سے نکلا اور مغل افواج مقدمہ کو آنِ واحد میں درہم برہم کر دیا اور قلب فوج میں جہاں علی قلی خاں سیستانی کھڑا تھا گھس گیا برم خانی بہادروں نے کوئی کسر داد مردانگی میں نہ چھوڑی لیکن ہیموں نے مغلوں کی سپاہ قلب کو بھی تتر بتر کر دیا مغل فوج گھیرے میں آگئی، ناگاہ ایک تیر بہادر ہیموں کی آنکھ میں آکر لگا اور خون بہنا شروع ہوا۔

پٹھانوں نے جب اپنے سپہ سالار کو اس حالت میں دیکھا تو ان کی ہمت ٹوٹ گئی اور انہوں نے میدان جنگ سے فرار ہونے میں غنیمت سمجھی لیکن بہادر ہیموں نے تیر اپنی آنکھ سے نکالا اور آنکھ پر رومال باندھا، سپاہیوں کو للکارا، کچھ ان میں سے واپس آئے۔

مغلوں نے جب دیکھا کہ خواہ مخواہ ان پر گھیرا کشادہ ہو گیا حیران ہوئے اور اسے جنگی داؤ سمجھے، ہیموں چند جانبازوں کے درمیان لڑ رہا تھا اس کی دوسری آنکھ بھی پہلی ضرب کے درد سے ناکارہ ہو گئی، مغلوں کو ہرگز یہ پتہ نہ تھا کہ ہیموں ان کے درمیان لڑائی میں مشغول ہے، ہیموں دونوں آنکھوں سے بیکار ہونے کے باوجود ادھر اُدھر تلوار چلا رہا تھا۔

شاہ قلیخاں محرم ہیموں کے ہاتھی کے نزدیک آیا اسے معلوم نہ تھا کہ ہیموں اس پر سوار ہے اس نے آتے ہی فیلبانوں پر حملہ کیا، فیلبانوں نے اپنی جان بچانے کیلئے پکار کر کہا کہ ہمارے سردار کی آنکھیں بند ہو گئی ہیں لہٰذا لڑائی بھی بند سمجھی جائے، شادی خان پٹھان جس نے... علی قلیخاں مغل سردار کو چند ماہ پیشتر میرٹھ میں شکست فاش دی تھی یہ سنتے ہی اپنی تلوار نیام میں ڈال کر امان کا طالب ہوا، تمام پٹھان یہ حالات مشاہدہ کر کے بھاگ نکلے مغلوں نے انکا پیچھا کر کے اس قدر آدمی کہ محاسب وہم اس کی تعداد بتلانے سے عاجز ہے، تیغ بیدریغ سے قتل کئے۔

بہادر ہیموں کا ہاتھی اکبر کے پاس لے جایا گیا جو وہاں سے تین کوس کے فاصلہ پر تھا بیرم خاں نے غصّہ میں بھر کر اس بہادر اور دھرتی کے سپوت کو قتل کر دیا۔

مغل خوشی کے شادیانے بجاتے دلّی میں داخل ہوئے، بیرم خاں نے ملّا پیر محمد شیروانی کو لشکر دیکر میوات بھیجا، بہادر ہیموں کے گھر کی تمام عورتیں پانی پت کی لڑائی کا انجام سُن کر اور مغل فوج کی میوات میں آمد کی خبر معلوم کر کے محل کے کنوئیں میں گر کر مر گئیں۔

شیروانی نے ہیموں کے باقی ماندہ اہل وعیال کو گرفتار کیا اور اس کے گھر سے تمام رقم روپیہ پیسہ مال و اسباب، برتن اور کپڑوں کو سمیٹ کر آگ دیدی۔ یہ مقام اس وقت ... پٹھانوں کا مرکز تھا اس شہر میں ہزار ہا پٹھان رہتے تھے ان تمام پٹھانوں کو تہ تیغ کر دیا گیا۔

بہادر ہیموں کی شکست کے اسباب

نمبر ۱:۔ بہادر ہیموں کی شکست کا ایک سبب یہ تھا کہ وہ ایک نہایت ہی مختصر علاقہ کا حاکم تھا جب کہ اس کا مخالف کابل سے آگرہ تک کا فرمانروا ہو چکا تھا۔

نمبر ۲:۔ مغل شروع ہی سے فتوحات کا منھ دیکھتے آرہے تھے، ان کے حوصلے بلند تھے۔ برخلاف اس کے ہیموں ایک ایسے بادشاہ کا سرپرست اور مربّی تھا جس سے اس کی سلطنت چھن چکی تھی اور بھائیوں نے اسے گھر سے بے گھر کر دیا تھا۔

نمبر ۳:۔ پٹھانوں کی فوج میں ایک دوسرے کے خلاف جذبات برافروختہ تھے اور وہ ایک دوسرے کی ترقی سے حسد کرتے تھے برخلاف اس کے مغل سپاہی یکدل و یکجان تھے۔

نمبر ۴:۔ اس میں شک نہیں کہ ہیموں کی پٹھان سپاہ اس کی وفادار تھی لیکن ہیموں تمام پٹھانوں کو متحد نہ کر سکا، شیر شاہ کی کامیابی کا راز صرف یہ تھا کہ اس نے تمام پٹھانوں کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کر دیا تھا اور جو سردار انتشار پسند تھے ان کی قوّت سلب کر لی تھی برخلاف

اس کے ہیموں سکندر شاہ سوری، ابراہیم شاہ سوری اور محمد خاں سوری میں سے کسی ایک کو بھی اپنے ساتھ نہ ملا سکا، یہاں تک کہ جب سکندر شاہ سوری مغلوں سے شکست کھا گیا تو سکندر سوری نے بھی پھر کسی پٹھان سردار کی طرف دوستی کا ہاتھ نہ بڑھایا، تمام پٹھان الگ ہو کر لڑے اور یہی سب سے بڑی وجہ ان کے ناکامیاب ہونے کی ہوئی۔ اسمیں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ہیموں اپنے دور کا سب سے بہترین جانباز اور شجاع مرد میدان تھا اور وہ مغلوں کے لئے اگر شیر شاہ سے بلند تر نہ تھا تو کمتر بھی نہ تھا شیر شاہ نے مغلوں سے ٹکر لینے کیلئے پورے دس سال تیاری کی لیکن ہیموں کو ایک دن بھی تیاری کا موقعہ نہ ملا۔

جن حالات میں ہیموں نے ایشیاء کی سب سے بہترین لڑاکو قوم کو.. پے در پے شکستیں دیں اور آخری معرکہ میں جسطرح وہ اتفاقیہ آنکھوں سے بیکار ہو کر لڑا اس کے پیش نظر یہ کہنا بجا ہے کہ مادر گیتی نے ایسے بہادر فرزند کم دیکھے ہیں۔

نمبر ۵:۔ حالانکہ ہیموں ہندو تھا لیکن اس نے کسی ایک ہندو یا مقامی مسلمان سردار کو بھی پٹھان فوج میں شامل نہ کیا حالانکہ اس وقت راجستھان میوات اور دوآبہ میں بہترین دلاور موجود تھے، ہیموں نے پرتھوی راج.. چوہان کی طرح اپنی فوجی قوت کا غلط اندازہ کیا اور محض اپنی ذاتی شجاعت اور جوش پر بھروسہ کر کے مغلوں سے ٹکرا گیا، مغلوں پر حملے کرنے سے پیشتر یا تو اسے پٹھانوں کو متحدہ کرنا چاہیئے تھا یا مقامی سرداروں سے اتحاد پیدا کرنا چاہیئے تھا، اس کے جوش شجاعت نے اسے تین... معرکوں میں کامیاب کرا دیا اور اس نے ایک وسیع علاقہ سے مغلوں کو نکال دیا لیکن شجاعت کی رسی مقدار سے زیادہ قوت لگانے سے ٹوٹ گئی۔

ہیموں کے قتل کے بعد مغلوں نے سکندر شاہ سوری کو ٹھکانے لگانے کی طرف توجہ دی کیونکہ جب سے وہ بمقام نوشہرہ (پنجاب) میں ہمایوں سے شکست کھا کر بھاگا تھا تب سے ہی وہ برابر چھاپے مارتا پھر رہا تھا۔ مغل سپاہ نے اسے قلعہ مانکوٹ (پنجاب) میں گھیر لیا، محاصرہ نے چھ ماہ کا طول کھینچا، آخر عاجز و مجبور ہو کر سکندر شاہ پٹھان نے جان کی امان چاہی۔ قلعہ کے اندر شمس الدین اتکہ کو بھیجا گیا۔

سکندر شاہ پٹھان نے اس سے کہا کہ میرے جرائم زیادہ ہیں اس لئے میں تو اکبر کے سامنے نہیں جا سکتا البتہ میرا لڑکا عبدالرحمٰن دربار اکبری میں جائے گا اور میں بذات خود بنگالہ کی طرف جا کر زندگی بسر کروں گا، چنانچہ اس امر پر قلعہ کے دروازے کھول دیئے گئے اور سکندر شاہ مغلوں کا اعتبار نہ کر کے قلعہ کے پچھلے دروازے سے نکل کر بنگال.. چلا گیا۔ اور اس کا لڑکا اکبر کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

جالندھر کے مقام بادشاہ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی مرزا نورالدین محمد کی لڑکی.. سلیمہ بیگم کا نکاح بیرم خاں سے کیا، اس طرح دریائے گنگا تک کا علاقہ اکبر کے قبضہ میں آ گیا، کابل سے آگرہ تک اس کا کوئی مخالف نہ رہا، پھر علی قلیخاں سیستانی بہ لقب خانجہاں نے پٹھانوں سے جونپور تک کا علاقہ چھین کر ان کو بنگال کی طرف بھگا دیا۔

مغل حملہ آوروں کے اخلاق اور عادات

محمد بن قاسم نے جو کچھ قیدی مستورات کے ساتھ سلوک کیا، جو تعلقات ایاز اور محمود غزنوی کے تھے اور کس طرح محمود نے ایک غلام کے معاملے میں اپنے وزیر کو جان سے مار دیا تھا نیز رضیہ سلطانہ اور یاقوت یا علاؤالدین خلجی اور اس کے غلامان کے رائج شدہ اصول جن کا تذکرہ ضمنی طریقہ پر اختصاراً تحریر کیا جا چکا ہے اسی غلام پرستی میں مغل بھی ملوث تھے چنانچہ ہمایوں کے غلام خاص کا نام شاہم بیگ تھا۔ ہمایوں کے

انتقال کے بعد علی قلیخاں سیستانی یعنی خانِ جہاں نے اسے کسی تقریب کے سلسلہ میں بلالیا اور اپنے یہاں رکھ لیا اور اسی رسم کے مطابق یہ بات مشہور ہوئی فارسی مورخین بیان کرتے ہیں کہ جیا کہ سلاطین کیلئے یہ باتیں مخصوص تھیں۔

جب اس واقعہ کا علم اکبر کو ہوا تو اس نے شاہم بیگ کو طلب کیا لیکن خانِ جہاں نے اپنے نوکر فرخ علی کو اکبر کے استاد ملا پیر محمد کے پاس بھیجا تاکہ سفارش کر کے شاہم بیگ کی طلبی کے احکام منسوخ کرائے جائیں۔

ملا پیر محمد نے خانِ جہاں کو بیرم خاں کا دوست و شیعہ سمجھتے ہوئے اس نوکر کو خوب مارا اور کوٹھے سے نیچے گرادیا، فرخ علی کوٹھے سے نیچے گرتے ہی مرگیا، جب خانِ جہاں کو اس امر کا پتہ لگا تو اسے خیال ہوا کہ لوگ اسے شاہم بیگ کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیں گے چنانچہ اس نے شاہم بیگ کو اپنے سے جدا کر دیا، خانِ جہاں نہ صرف شاہم بیگ کا عاشق تھا بلکہ اس کی ایک معشوقہ بھی تھی جس کا نام آرام دل تھا، مجلس میں وہ... شاہم بیگ اور آرام دل کو ساتھ رکھتا تھا دونوں ایک ہی جگہ رہتے تھے چنانچہ یہی نزدیکی دونوں کی محبت کی وجہ ہوئی جب خانجہاں اس امر سے باخبر ہوا تو آرام دل اس نے شاہم بیگ کو بخش دی۔

شاہم بیگ نے آرام دل کو کچھ دن بعد عبدالرحمٰن بیگ کے حوالے کر دیا اور وہ اسے سروریور لے آیا، شاہم بیگ بھی سروریور آیا، ایک دن عبدالرحمن بیگ نے باغ میں شاہم بیگ کی دعوت کی اور مجلس شراب آراستہ ہوئی، شاہم بیگ نے عبدالرحمٰن بیگ سے تحکمانہ طریقہ سے کہا کہ آرام دل اس کے حوالے کی جائے وہ بھی حاضر مجلس تھی، عبدالرحمٰن بیگ نے انکار کیا تو شاہم بیگ نے اسے جکڑ کر باندھ دیا اور آرام دل کو کھینچ لیا، عبدالرحمٰن بیگ کے بھائی موئد بیگ کو جب پتہ چلا تو وہ اپنے ساتھ چند مسلح آدمیوں کو لے کر باغ میں داخل ہوا اور شاہم بیگ کو مار ڈالا، جب خانِ جہاں کو اس کا پتہ چلا تو وہ شاہم بیگ کا بدلہ لینے سروریور آیا، اس کی آمد کی خبر سن کر عبدالرحمٰن بیگ بھاگ کر بادشاہ (اکبر) کے پاس چلا گیا اور... خانِ جہاں شاہم بیگ کا جنازہ اٹھا کر اپنے ساتھ جونپور لے گیا۔

یہ ہیں بادشاہتوں کی چند جھلکیاں جن کو دیکھ کر پاک زمین ہزار سال تک پناہ مانگتی رہی۔

★ ★ ★

مبارک خاں پٹھان اور بیرم خاں کی موت

جیسا کہ پیچھے مذکور ہو چکا ہے کہ بابر کی فوج کا سپہ سالار خواجہ کلاں بیگ تھا جو دوآبہ میں گوجروں سے شکست کھا کر بابر کے منع کرنے کے باوجود کابل چلا گیا تھا، اس کا لڑکا... مصاحب بیگ ہمایوں کے ساتھ ہندوستان آیا تھا۔

مصاحب بیگ کو اکبر عزت کی نظر سے دیکھتا تھا کیوں کہ اس کے آبا و اجداد قدیمی ملازم تھے لیکن بیرم خاں نے اسے مار دیا پھر اکبر کے استاد ملّا پیر محمد کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا، جب بس نہ چلا تو گوالیار میں جا کر اکبر کے خلاف بغاوت کر دی، آخر اکبری سپاہیوں نے اسے شکست دی اور وہ نادم ہو کر اکبر کے روبرو آیا اور ہائے ہائے کر کے رویا، اکبر نے سابقہ خدمات کی وجہ سے اسے معاف کر دیا۔ بیرم خاں نے جاگیر تو نہ لی البتہ حرمین شریف میں حج کیلئے جانے کا ارادہ ظاہر کیا چنانچہ اکبر نے ملک کے خزانہ سے اسے پچاس ہزار روپیہ سفر خرچ کیلئے دیا۔

بیرم خاں گجرات (کاٹھیاواڑ) پہنچا، اس علاقہ میں ایک مندر بڑا عالیشان تھا جسے سہس نیگ کہتے تھے اور یہ دریا کے کنارے واقع تھا بیرم خاں ایک دن اسے دیکھنے کیلئے کشتی میں بیٹھ کر گیا۔

جنگ پانی پت جو ہیموں اور بیرم خاں کے درمیان لڑی گئی تھی اس میں جیسا کہ ضبطِ تحریر میں آ چکا ہے لاتعداد اور بے حساب پٹھان مغلوں کے ہاتھ سے مارے گئے تھے مبارک خاں پٹھان کا باپ بھی اسی لڑائی میں مارا گیا تھا، مبارک خاں اپنے باپ کے مرنے پر بے سہارہ ہو گیا اور اس کا گھر ریواڑی میں ہیموں کے گھر کے ساتھ ہی مسمار کر کے اس کے تمام رشتہ دار بھی ختم کر دیئے گئے تھے، چنانچہ مبارک خاں کے دل میں ان مظالم سے مغلوں کی نفرت گھر کر گئی اور وہ اِدھر اُدھر موقعہ کی تاک میں پھرتا رہا۔

جب بیرم خاں پاٹن (گجرات) میں مندر کی سیر کر کے بذریعہ کشتی واپس آیا اور اپنی جائے قیام کی طرف چلا تو راستہ میں مبارک خاں پٹھان نے دُور سے مصافحہ کا ہاتھ

بڑھایا گویا کہ ملاقات کے لئے آتا ہے، نزدیک آتے ہی مبارک خاں پٹھان نے خنجر کے کئی وار کر کے بیرم خاں کو وہیں ہلاک کر دیا اور مبارک خان پٹھان کے ساتھی بیرم خاں کی حفاظتی فوج کے اوپر ٹوٹ پڑے اور سب کو تہ تیغ کر دیا لیکن محمد امین بیگ اور بابا زنبور بیرم خاں کی بیوی اور اس کے چار سالہ بچے عبدالرحیم کو لے کر بخیریت احمد آباد پہنچ گئے، احمد خاں کے حاکم اعتماد خاں نے ان کو صحیح سلامت اکبر کے پاس بھیج دیا۔

★ ★ ★

عادل شاہ پٹھان کے بیٹے شیر خاں نے پٹھانوں کا لشکر لے کر جونپور پر حملہ کیا لیکن خانجہاں نے اسے شکست فاش دی اور وہ پہاڑوں میں پناہ لے گیا، اسی دوران اکبر نے ادہم خاں مغل کو مالوہ میں بھیجا۔ ادہم خاں نے سارنگ پور سے باز بہادر کو بھگا کر مالوہ پر قبضہ کر لیا اس طرح سوائے سندھ اور راجستھان کے تمام شمالی ہندوستان پر اکبر کا قبضہ ہو گیا۔

نوٹ نمبر ۱:۔ باز بہادر نے بھاگ کر چتوڑ میں رانا اودے سنگھ کے پاس پناہ لی جس کا ذکر ابھی آتا ہے۔

باب ہفتم

۷

اکبر اور گوجر

شہنشاہ اکبر نے ان تمام لوگوں کو عنایات و اکرامات سے نوازا جو بھی اس کے دربار میں پہنچے اس نے مذہبی یا نسلی تعصب کو لوگوں کے دل سے نکال دیا، بہت سے پٹھان اور مقامی سردار اس کے حمائتی بن گئے، اکبر.. سوائے سندھ اور راجستھان کے تمام شمالی ہندوستان کا بادشاہ بن چکا تھا، راجستھان کے بہت سے سردار بھی اس کے ماتحت ہو چکے تھے ایکدفعہ اکبر اجمیر آرہا تھا راستہ میں بہاری مل ملا جسے اس کے بھائی نے نکال دیا تھا اس نے اپنے بھائی سے بدلہ لینے کے لئے اکبر کو اپنی لڑکی دی اور اس کی مدد سے امبر کی حکومت.. حاصل کی۔

بہاری مل کا بیٹا بھگواندا اس اور پوتا مان سنگھ اور ان کے تمام عزیز رشتہ دار مثلاً جیسلمیر وغیرہ کے سردار اپنی قومی حمیت کھو بیٹھے، مگر منڈل گڈھ، کاکرولی، چتوڑ، باگڑ وغیرہ کے سرداروں نے ماتحتی قبول نہ کی، اس وقت تک تمام علاقہ اکبر کی ماتحتی میں آ چکا تھا، بقایا میں صرف چتوڑ ہی ایسا تھا جو مضبوط سمجھا جاتا تھا چنانچہ اکبر نے ایک بھاری لشکر چتوڑ کی طرف روانہ کیا۔

چتوڑ کا رانا اودے سنگھ (گہلوٹ گوجر)

اودے سنگھ بہادر راجہ سنگرام سنگھ المعروف بہ رانا سانگا کا بیٹا تھا، جب اکبر نے مالوہ فتح کیا تو مالوہ کا خلجی سردار باز بہادر بھاگ کر اودے سنگھ کے یہاں پناہ گزین ہوا۔

باغی مغل جنہیں تاریخ میں مرزا کہا جاتا ہے چتوڑ میں پناہ گزیں ہوئے، اکبر کو چتوڑ کی طاقت کا علم تھا چنانچہ اس نے چتوڑ پر حملہ کرنے سے پہلے تمام ملک کی فوجوں کو یکجا کیا اور اگست ۱۵۶۷ء میں چتوڑ کی طرف چلا، چتوڑ کے تمام اعیانِ مملکت اور امرائے سلطنت کی رائے عالی یہ قرار پائی کہ شکست تو یقینی ہے مگر ہتھیار ڈالنا کھشتریوں کی شان کے خلاف ہے اس لئے شاہی نسل کو بچانے کے لئے سب نے رانا اودے سنگھ کو چتوڑ خالی کر کے چلے جانے کو کہا، چنانچہ اودے سنگھ نے معہ مستورات جنگلوں کی راہ لی۔

(یہ غلط ہے کہ رانا اودے سنگھ ڈر کر بھاگا تھا کیوں کہ جیسا کہ مذکور ہوگا چتوڑ میں زبردست لڑائی ہوئی مگر رانا اودے سنگھ کے بارے میں مابعد زمانہ میں اسی کے بہادر بیٹے مہارانا پرتاپ نے یہ جملہ کہا۔

"کاش میرا باپ چتوڑ نہ چھوڑتا"

یہی جملہ دراصل اس کی بزدلی کا سبب بنا ورنہ رانا اودے سنگھ تمام دربار کے صلاح و مشورے سے چتوڑ سے آیا تھا اور شہر اودے پور بسایا تھا)

گوجر قوم کے آفتاب و مہتاب جے مل اور فتح

رانا اودے سنگھ چتوڑ سے چلا آیا شہر اور قلعہ کی کمان جیمل اور فتح کو سونپی گئی، ۲۰ اکتوبر ۱۵۶۷ء کو اکبر کی فوجیں چتوڑ کے نواح میں پہنچیں، اکبر کی فوج میں خود رانا اودے سنگھ کا بھائی شکتی سنگھ تھا جس نے اگست ۱۵۶۷ء میں اکبر کو چتوڑ پر حملہ کرنے کی ترغیب دی تھی کیوں کہ شکتی سنگھ دراصل چتوڑ والوں سے ناراض تھا اس لئے وہ بھی اکبر کے دربار میں جا کر راجپوت بن گیا تھا۔

ملک کے ایسے تمام لوگوں کا مرکز دراصل اس وقت اکبر کا دربار تھا، پٹھانوں میں جو... غدار تھے وہ بھی وہیں پہنچے اور گوجروں میں سے جو غدار تھے وہ بھی وہیں پہنچے، چنانچہ جس طرح اکبر نے شکتی سنگھ اور ساگر سنگھ کو اپنے میں ملانے کیلئے نوشیرواں کی اولاد آئینِ اکبری

میں تحریر کرایا، اسی طرح یوپی اور پنجاب میں ایسے پٹھان موجود ہیں جو اپنے کو مغلوں میں سے سمجھتے تھے راقم الحروف ایک شخص مستی ساکن کاندھلہ ضلع مظفر نگر سے ذاتی طور سے واقف ہے، اس نے بتایا کہ مغل اور پٹھان ایک ہیں، میں نے اس سے دریافت کیا کہ آیا وہ پٹھان ہے یا مغل تو اس نے جواب دیا کہ وہ ترکمان ہے لیکن ان صاحب کو پتہ کچھ نہیں ہے۔ خیر۔

قلعہ چتوڑ میں صرف آٹھ ہزار بہادر گوجر موجود تھے قلعہ کا محاصرہ ہو گیا، ساباط کے ذریعہ قلعہ اور شہر پر گولے اور آگ برسائی گئی بہادر گوجر روز مرہ قلعہ سے نکلتے اور کھلے میدان میں لڑ کر شام کو قلعہ بند ہو جاتے، ان لڑائیوں میں متعدد مرتبہ اکبر بذات خود نشانہ بنتے بنتے بچا، کئی ماہ لڑائی جاری رہی، اکبر کو محاصرہ اٹھانے کے آثار نظر آنے لگے، مگر کہاں آٹھ ہزار آدمی اور کہاں لاکھوں کی فوج، بہادر گوجروں کی تعداد روز بروز کم ہوتی چلی گئی۔

۲۳ر فروری ۱۵۶۸ء کے دن جے مل کی ٹانگ میں گولی لگی اور وہ ایک ٹانگ سے بیکار رہو گیا، رات کو اس نے جوہر کی رسم ادا کرنے کا حکم دیا، تمام عورتیں آگ میں جل مریں۔

۲۴ر فروری ۱۵۶۸ء یعنی اگلے روز بہادر آخری لڑائی کے لئے قلعہ سے باہر نکلے جے مل اور فتح نے اس قدر بہادری دکھلائی کہ ان کے دشمن ان کی بہادری سے بیحد متاثر ہوئے اکبر کی فوج کے تیس ہزار آدمی مارے گئے، گوجروں میں سے ایک شخص زندہ نہ بچا۔

جے مل اور فتح کے مجسمے

اکبر بہادروں کی قدر کرتا تھا گو اسے فتح... نصیب ہوئی مگر جے مل اور فتح کی بہادری نے اس کو ان کا مداح بنا دیا، اکبر نے آگرہ پہنچ کر دونوں بہادروں کے مجسمے بنوائے اور دربار میں رکھوا دیئے پھر درباریوں کو حکم دیا کہ دربار میں آتے وقت ان مجسموں کو عقیدت کے ساتھ سلام کیا کریں۔

اکبر کے اس عمل نے جے مل اور فتح کو قیامت تک کیلئے زندہ جاوید کر دیا۔

ماخوذ از:- آئین اکبری، ٹاڈ آف راجستھان، تاریخ میواڑ وغیرہ وغیرہ۔

* * *

راجپوت بحیثیت ایک قوم...!

پورے راجستھان بشمول چتوڑ کی فتح کے بعد تمام شمالی ہندوستان اکبر کے زیرنگیں ہوگیا، جیساکہ حصہ دوم میں مذکور ہوا، اکبر کو بابر اور ہمایوں کی ناکامیوں کے اسباب کا پتہ تھا وہ یہ جانتا تھا کہ اس سے پہلے کسی بیرونی خاندان نے سو سال بھی حکومت نہ کی، کوئی مورخ یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ گوجروں نے اکبر کے زمانے تک بیرونی حملہ آوروں کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا تھا۔

ہر زمانہ میں گوجر ہر چہار طرف بغیر تنظیم لڑتے مرتے رہے، مغلوں کیلئے پٹھانوں کا مقابلہ مستزاد ہوگیا چنانچہ مجبور ہوکر اکبر نے بجائے تلوار کے حکمت عملی سے قدیم کھشتریوں کو اپنا حمائتی بنانا چاہا۔

بابر اور ہمایوں پہلے حملہ آور تھے جنہوں نے آتے ہی ہندوؤں پر یہ ثابت کردیا کہ وہ وحشی نہیں ہیں انہیں صرف حکومت چاہیئے وہ لوگوں کے مذہبی یا فرقہ واری معاملات میں دخیل نہ ہوں گے اور یہی چیز مغلوں کی عوام نے بہت پسند کی۔

چنانچہ وہ لوگ جو مذہبی اور نسلی تعصب کے شکار ہوکر دریاؤں کے کھادر اور پہاڑیوں کی گھاٹیوں میں سینکڑوں سال سے ڈیرے ڈالے پڑے تھے اطمینان اور سکون سے میدانوں کی طرف آکر کھیتی باڑی میں مصروف ہوگئے اور ان کے سردار اپنے اپنے علاقوں میں سردار تسلیم کرلئے گئے۔

اکبر نے حکم دیا کہ تمام سردار آگرہ آکر آباد ہوں، اپنے بال بچے ساتھ لائیں اور ان کا رتبہ دربار میں وہی تسلیم کیا جائے گا جو مغل شہزادوں کا ہے چنانچہ جو لوگ دربار مغلیہ میں مستقل طور سے حاضر ہوئے ان کو جاگیریں اور عہدے دیئے گئے اور وہ شہزادے یعنی راجپوت کہلائے۔

اکبر نے ہندی نسلی امتیاز بالائے طاق رکھکر حکم دیا کہ فوج میں بھی تمام لوگ بلا لحاظ مذہب و ملت شامل ہوسکتے ہیں چنانچہ ہر وہ ہندی شخص جو اکبری فوج میں پہنچا راجپوت کہلایا۔

ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد سوئم صفحہ نمبر ۳۴۴ و ۳۴۵۔

سب سے اوّل راجپوتوں کی فہرست

نمبر	اسمائے گرامی	درباری عہدہ
۱	بہاری مل پسر پرتھی راج	پانچہزاری
۲	بھگوانداس پسر بہاری مل	پانچہزاری
۳	مان سنگھ پسر بھگواندس	پانچہزاری
۴	ٹوڈرمل کھتری	چارہزاری
۵	رائے سنگھ پسر کلیان مل بیکانیری	چارہزاری
۶	جگن ناتھ پسر بہاری مل	دوہزار دپانصدی
۷	بیربر (بیربل) برہمن	دوہزاری
۸	رامچندر بگھیلہ	دوہزاری
۹	کلیان مل زمیندار بیکانیری	دوہزاری
۱۰	سرجن ہاڈا	دوہزاری
۱۱	درگا سیسودیہ	ہزارو پانصدی
۱۲	مادھو سنگھ پسر بھگوانداس	ہزارو پانصدی
۱۳	رائےسال ، شیکھاوت	ہزارو دو صدی
۱۴	روپسی براگی برادر بہاری مل	ہزاری
۱۵	موٹہ اودے سنگھ پسر مالدیو	ہزاری
۱۶	جگت سنگھ پسر کلاں مان سنگھ	نہ صدی
۱۷	راج سنگھ پسر اسکون کچھواہیہ	نہ صدی
۱۸	بھوج پسر سرجن ہاڈ	نہ صدی
۱۹	پرداس کھتری	ہفت صدی
۲۰	میدنی رائے چوہان	ہفت صدی

نمبر شمار	اسمائے گرامی	درباری عہدہ
۲۱	پرمانند کھتری .	پانصدی
۲۲	جگمل پنوار .	پانصدی
۲۳	بھیم جیسلمری .	پانصدی
۲۴	رامداس کچھواہیہ .	پانصدی
۲۵	ارجن سنگھ پسر مان سنگھ	پانصدی
۲۶	سبل سنگھ پسر مان سنگھ	پانصدی
۲۷	رام چندر پسر مدھکر	پانصدی
۲۸	لکشمن بھدرویہ .	پانصدی
۲۹	رامچندر زمیندار اوڑلیہ	پانصدی
۳۰	دلپت پسر رائے سنگھ	پانصدی
۳۱	سکت سنگھ پسر مان سنگھ	چارصدی
۳۲	منوہر پسر لون کرن	چار صدی
۳۳	رامچندر کچھواہیہ .	چار صدی
۳۴	سلہری پسر بھارامل	چارصدی
۳۵	بانکہ کچھواہیہ .	چارصدی
۳۶	بلبھدر راٹھور .	سہ صدی
۳۷	کیسوداس پسر اجمل	سہ صدی
۳۸	تلسی داس جادون .	سہ صدی
۳۹	بہادر گوہلوٹ (گہلوٹ)	سہ صدی
۴۰	کشن داس تنوُر (تومر)	سہ صدی
۴۱	مان سنگھ کچھواہیہ .	سہ صدی
۴۲	تیل کنٹھ زمیندار اوڈلیہ	سہ صدی

نمبر	اسمائے گرامی	درباری عہدہ
۴۳	رامداس .	دوصدی پنجاہی
۴۴	پرتاب سنگھ پسر بھگوانداس	دوصدی
۴۵	جگت سنگھ پسر مان سنگھ	دوصدی
۴۶	ساگر سنگھ برادر رانا پرتاپ	دوصدی
۴۷	متھراداس کھتری .	دوصدی
۴۸	ستھراداس پسر ستھراداس	دوصدی
۴۹	کلاکچھواہہ . .	دوصدی
۵۰	لالہ پسر بیربل	دوصدی
۵۱	سانول داس جادوں یادو	دوصدی
۵۲	کیشوداس راٹھور .	دوصدی
۵۳	سانگھ پنوار . .	دوصدی
۵۴	ادوند زمیندار اڑلیہ .	دوصدی
۵۵	سندر زمیندار اڑلیہ .	دوصدی
۵۶	رائے پرکھوتم بخشی .	دوصدی

۵۷ :۔ دھرم چند نگر کوٹی :۔ اس کی اولاد جموں و کشمیر میں آباد ہے اور راجپوت کہلاتی ہے۔ دھرم چند کے پوتے گھنی چند نے اکبر کے ایک درباری کی حیثیت سے ایک مغل سردار کی لڑکی سے شادی کی اسی لئے اس خاندان کی ایک شاخ جرال اپنے ناموں میں ماں کی طرف سے لفظ مرزا تحریر کرتی ہے اور یہ مرزا راجپوت کہلاتے ہیں! بعینہ تاریخ میں مان سنگھ کو بھی مرزا راجہ کہا گیا ہے

مندرجہ بالا لوگوں کے علاوہ جو بھی ہندی شخص اکبر کی فوج میں بھرتی ہوا وہی شخص راجپوت کہلایا۔ چاہے وہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو۔

ملاحظہ ہو آئین اکبری، جلد سوم صفحہ نمبر ۴۳ و نمبر ۴۴۔

مندرجہ بالا فہرست میں دو برہمن بھی شامل ہیں جنکی اولاد کی شادیاں آج تک برہمنوں میں نہیں ہوتیں بلکہ یہ بھاٹوں میں شادی بیاہ کرتے ہیں، اسی طرح درباری کھتریوں کی اولاد آج تک "گگاڑے" کہلاتی ہے اور کوئی ویش ان میں شادی بیاہ نہیں کرتا۔

اسی طرح راجپوتوں سے کوئی گوجر شادی بیاہ نہیں کرتا حالانکہ بیشتر یہ گوجر قوم کے فرد ہیں اور یہ آپسمیں ہی شادی بیاہ کرتے چلے آرہے ہیں، یہ تینوں قومیں یعنی بھاٹ، گگاڑے اور راجپوت اکبر کے زمانہ کی پیداوار ہیں۔ اکبر سے پہلے کوئی "راجپوت قوم" ہندوستان میں نہ تھی کیونکہ راجپوتی قبول کرنے والے زیادہ تر تھر ریگستان میں واقع تھے لہذا جب انگریزوں کی عملداری ہوئی تو انہوں نے تلدگانہ، گونڈوانہ کے طرز پر اس علاقہ کا نام بھی جغرافیہ میں راجپوتانہ تحریر کیا، انگریزوں کی آمد سے پہلے تک کسی بھی علاقہ کا نام کسی بھی کتاب میں راجپوتانہ نہیں تھا۔

موجودہ راجپوتانہ قدیم گجرات کا مشرقی حصہ ہے جسے قدیم کتابوں میں گجرات، گوجر منڈل اور گوجر دیش تحریر کیا گیا ہے۔

ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو اسی تاریخ کا حصہ دوم ، تاریخ از مسٹر اوجھا صاحب قدیم کتاب "جین ہری ونش" وغیرہ وغیرہ۔

قدیم قوم گوجر اور نئے فرقہ راجپوت میں تعصب انتہا کو پہنچ گیا تھا اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ مینا بازار میں مغل عورتیں تو شامل ہوتی ہی تھیں، اکبر نے راجپوت سرداروں کو بھی مجبور کیا اور انہوں نے خواہی نخواہی اپنی مستورات کو مینا بازار میں بھیجا جہاں عورتیں ہی دوکاندار ہوتی تھیں اور عورتیں ہی خریداری کرتی تھیں لیکن اس میں ایک راز مضمر تھا جسکا تذکرہ رانا پرتاپ کے ضمن میں مذکور ہوگا۔

دوسرے راجپوتوں نے مغلوں کو لڑکیاں دیں تو دوسرے ان ہی کے قدیمی خاندان کے لوگ ان سے بالکل منقطع ہوگئے اور وہ اسے کسرِ شان سمجھتے تھے لیکن راجپوتوں کی طرفدار حکومت تھی، چنانچہ راجپوتوں نے اِن اکڑ اور خودداری رکھنے والے خاندانوں کو مٹی میں ملانے کیلئے ہر قسم کے ظلم ڈھائے، چنانچہ انہیں باتوں نے گوجروں اور راجپوتوں میں نفاق کا بیج بو دیا، زمانہ گوجروں کے خلاف تھا لہذا پس گئے اور تباہ ہوگئے، راجپوتوں کی اقتصادی حالت، درباری جاگیروں اور ملازمتوں کی وجہ سے ۱۹۴۷ء تک عموماً اچھی رہی، فارسی تاریخوں میں ان کا ہی تذکرہ رہا گوجر پس پشت ہوگئے، صرف رانا پرتاپ ہی راجپوتوں کے خلاف نہ تھا بلکہ ہم مفصل

ان سب بہادروں کا ذکر کریں گے جنہوں نے راجپوتی اختیار نہ کرنے پر تباہی و بربادی کی روح فرسا تکالیف برداشت کیں جن کے مفصل حالات روشنی میں آتے رہیں گے۔

* * * *

اس میں شک نہیں کہ بابر ایک مدبر اور سیاست داں حملہ آور تھا، گو بابر نے ان برسر اقتدار پٹھانوں کی جو اس کے دربار میں پہنچے حسب مراتب خاطر و مدارات کی، اسی طرح اس نے راجستھان اور دوآبہ کے گوجروں کو ان کے حال پر چھوڑا، مرنے سے پہلے اسے جب ایکدفعہ فالج کا دورہ پڑا تو نہ صرف اس نے مسلمان طبیب بلائے بلکہ ہندو حکیموں کو بھی بلا کر انعامات دیئے، مغل تاریخ سے یہ بات واضح ہے کہ بابر صرف لوٹ مار کرنے ہندوستان نہیں آیا تھا بلکہ وہ اپنی اولاد کو اس خطۂ ارض پر آباد کرنا چاہتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ روز اوّل سے ہی بابر اور آئندہ اس کی نسل میں مذہبی تعصب علاوہ اس کے خاندان کے چند افراد کے نہ تھا جنکا تذکرہ آئندہ ضبط تحریر میں لایا جائے گا۔

یوں وہ مسلمان تھا اس نے خانقاہوں کو رقمیں دیں لیکن اس نے نہ کوئی مندر گرایا اور نہ غیر مذہب والوں کو محض مذہبی اختلاف کی بنا پر مصیبت کے شکنجہ میں کھینچا جیسا کہ اس سے بیشتر بادشاہوں کا دستور چلا آرہا تھا۔ بابر ایک بادشاہ تھا اور بادشاہت کرنی چاہتا تھا، اسی پالیسی پر اسکا لڑکا ہمایوں گامزن ہوا، اس نے رانا سانگا کی رانی کو اپنی بہن بنایا اور تیوہار کے موقعہ پر اسے راکھی بھیجی جو ایک حقیقی بہن کو بھیجی جاتی ہے، رانا سانگا کی موت کے وقت گجرات کے بادشاہ نے اپنے پیشرو کا بدلہ لینے کیلئے جب چتوڑ پر چڑھائی کی تو ہمایوں بذات خود چتوڑ گیا اور بادشاہ گجرات کو شکست دیکر چتوڑ کے وارث کی کمر میں تلوار باندھی جو دوستی کا پختہ عہد نامہ تھا جیسا کہ اس تاریخ کے پہلے حصہ میں مذکور ہوا۔

پٹھانوں نے شیر شاہ کی سرکردگی میں مغلوں کو ہندوستان سے نکال دیا، ہمایوں اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایران کے بادشاہ کی مدد سے پہلے کابل پر قابض ہوا اور پھر اس نے پٹھانوں سے دوبارہ حکومت چھین لی اور چھ ماہ بعد انتقال کر گیا، اس کے انتقال پر اس کا بیٹا اکبر تخت دہلی پر بیٹھا۔

اکبر نے بھی بابر اور ہمایوں کی حکمت عملی پر عمل کیا اور بلالحاظ مذہب و ملت تمام رعایا سے یکساں سلوک کیا، اکبر اپنی پالیسی میں اپنے والد اور دادا سے زیادہ کامیاب رہا اور

وہ گوجر جنہوں نے آجتک تلوار کا قبضہ ہاتھ سے نہ جانے دیا تھا اکبر کے اس قدر گرویدہ ہوگئے تھے کہ انہوں نے مغل حکومت کے لئے اپنی جانیں قربان کردیں، اکبر ایک قدم اور آگے بڑھا اور اس نے مغلوں اور گوجروں کو ایک لڑی میں پرونے کیلئے ایک نئی قومیت کا آغاز کیا، دربار میں مغل شہزادے بادشاہ کے دونوں طرف بیٹھتے تھے، اکبر نے ان گوجروں کو جو اس کیلئے اپنا سب کچھ قربان کر بیٹھے اپنے دائیں طرف جگہ دی کیوں کہ یہ گوجر بھی شاہان قدیم سے تعلق رکھتے تھے لہذا انہیں بھی راجپوتی (شہزادگی) کا درجہ دیا گیا۔

گوجر راجپوتوں یعنی گوجر شہزادوں کی مکمل تاریخ ہم اس تاریخ کے حصہ اوّل میں بیان کرچکے ہیں، اس حصہ تاریخ میں ہمیں صرف ان بہادروں کا ذکر کرنا ہے جنہوں نے راجپوتی درجہ اختیار نہ کرکے اپنے کو گوجر کے معیار سے نہ گرایا، راجپوتی کے خلاف سب سے پہلے الور کے راجہ نے آواز اٹھائی اور مہارانا پرتاپ نے اسے غیرت کی حد تک پہنچا دیا اور اعلان کیا کہ جن لوگوں نے اکبر کی ماتحتی قبول کی ہے ان کے ساتھ رشتہ داری کرنا بھی کھشتری خون کی توہین ہے چنانچہ اسی زمانے سے گوجروں کے دو حصے ہوگئے ایک وہ جو راجپوت کہلانے لگے اور دوسرے وہ جو قدیمی قوم "گوجر" کے نام سے ہی پکارے گئے

مالی و سیاسی اور اقتصادی اعتبار سے راجپوت بہتر رہے انکی ریاستیں بحال رہیں اور جو عوام مغل فوج میں بھرتی ہوئے وہ بھی راجپوت کہلا کر جاگیروں کے مالک بنے اور آج تک گوجروں اور راجپوتوں میں یہ فضول بحث چلی آرہی ہے کہ گوجر اعلیٰ ہیں یا راجپوت افضل ہیں۔

حالانکہ یہ دونوں ایک ہی قوم سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے خاندان (گوت) ایک ہی ہیں راجپوتوں پر یہ الزام لگانا کہ انہوں نے مغلوں کو لڑکیاں دیں صحیح نہیں ہے، صرف جودھپور اور جے پور کے راجگان نے ایسا کیا تھا، اسی طرح کئی مغل شہزادیاں بھی ان گھروں میں رہیں، تمام راجپوتوں پر یہ الزام لگانا صحیح نہیں ہے، بہت سے لوگ ایسے تھے جو لفظ راجپوت کی ماہیت ہی نہ سمجھ سکے چنانچہ وہ خواہ مخواہ اپنے گھروں میں بیٹھے بیٹھے راجپوتی پر فخر کرنے لگے، اسمیں شک نہیں کہ راجپوتوں اور گوجروں میں تعصب انتہا کو پہنچا، یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ راجستھان کا نام انگریزوں نے انیسویں صدی میں راجپوتانہ رکھا تو وہ خاندان جنہیں آج تک لوگ غلطی سے راجپوت تحریر کرتے ہیں اس کے خلاف احتجاج کیا۔

یہ حقیقت بالترتیب چلی آرہی ہے کہ وہ لوگ بھی جنہیں لوگ خواہ مخواہ راجپوت نام

دے رہے ہیں اس بات پر مصر ہیں کہ ہم راجپوت نہیں ہیں بلکہ گوجر کھشتری ہیں چنانچہ مشہور مورخ ایشوری پرشاد نے اپنی تاریخ "مسلم رول اِن انڈیا" کے صفحہ نمبر ۲۶ پر تحریر فرمایا ہے کہ راجپوتانہ میں عام طور سے ان لوگوں کو راجپوت کہا جاتا ہے جو کھشتری ماں سے نہیں ہوتے۔

مؤلف گرجر کے زمانہ میں فخر گرجر قوم مہارانا پرتاپ کی نسل کا نام لکھتا ہے جو ۱۹۴۷ء تک چتوڑ کا حکمراں تھا اپنے گرجر کھشتری ہونے پر فخر کرتا ہے اور اس نے صاف طور سے کہا ہے کہ... "اب راجپوت گوجروں کو ایک ہوجانا چاہیئے"۔

ملاحظہ ہو رسالہ دیر گرجر صفحہ ماہ مطبوعہ میرٹھ (ہندوستان)

تعجب اس امر پر ہے کہ مورخ اس خاندان کو بھی راجپوت تحریر کرتے ہیں جنہوں نے راجپوتی کے خلاف تلوار اٹھائی اور راجستھان کے "راجپوتوں" سے رشتہ داریاں بند کردی تھیں۔

(ملاحظہ ہو ٹاڈ راجستھان - باب چتوڑ)

دراصل سوائے جودھپور اور جے پور کے کوئی راجپوت نہیں ہے چنانچہ جے پور کے راجپوت.. مان سنگھ کی اولاد آج تک اپنے راجپوت ہونے پر فخر کرتی ہے اور انہوں نے اپنی سابقہ قوم گرجر سے نفرت کا اظہار کر کے انگریزی عملداری میں یہ تحریر کرایا تھا کہ گوجر وہ لوگ ہیں جو غیر کھشتری ماں سے پیدا ہوئے۔

(ملاحظہ ہو میڈیول ہند و انڈیا از مسٹر سی وی ویدیہ حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۹۵)

واضح رہے کہ یہ الفاظ مورخ نے جے پور کے راجپوتوں سے سنے تھے۔

اس بات کا ناقابل تردید جواب تو یہ ہے کہ جے پور کا خاندان آجکل راٹھور راجپوت.. کہلاتا ہے۔ دنیا کی کوئی بھی تاریخ اٹھا لیجئے سب جگہ یہ تحریر ہے اور حقیقتاً ایسا ہی ہے کہ قنوج کے گہرھوال راجگان کی اولاد جودھپور اور جے پور میں راٹھور کہلائی۔ میرا چیلنج ہے کہ آج تک کوئی گہرھوال اپنے کو راجپوت نہیں کہتا بلکہ سب گوجر کہتے ہیں اور علاقہ اودھ میں آباد ہیں یہی قدیمی علاقہ اس خاندان کا تھا، اور کوئی گوجر راٹھور خاندان سے تعلق نہیں رکھتا۔ پس یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ قنوج کے راجہ یعنی جے چند کے آباد و اجداد گرھوال گوجر تھے جو راٹھوروں کے آباد و اجداد تھے پس جو شخص اپنے آباد اجداد کے بارے میں.. ایسے الفاظ استعمال کرسکتا ہے وہی غیر قوم میں رشتہ داری بھی کرسکتا ہے، اس سے گوجروں پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔

گوجر قوم جیسا کہ حصہ دوم میں تحریر ہو چکا ہے سری کرشن کے زمانہ ۳۱۰۱ ق۔م سے چلی آرہی ہے اور راجپوت قوم کا نام سب سے پہلے فارسی مورخین نے گیارہویں صدی عیسوی میں تجویز کیا اور انگریزوں نے انیسویں صدی عیسوی میں راجستھان کا نام راجپوتانہ رکھا۔ یہ دونوں حقائق اٹل ہیں، کسی بھی تاریخ سے ان کی تردید نہیں ہوتی۔

حصہ سوم میں تمام راجاؤں کے کتبے تحریر کئے گئے ہیں جن سے صاف پتہ چلتا ہے کہ چاپ چاوڑا، پوسوال، پرتہار، پرمار، سولنکی اور چوہان وغیرہ راجہ گوجر تھے، ان راجاؤں کو ہم اپنا جدِ امجد تسلیم کرتے ہیں اور راجپوت بھی انہیں کو اپنا جدِ امجد مانتے ہیں۔

جب ہمارے یہ مشترکہ آباو اجداد خود اپنے کو گوجر کہتے تھے تو ہمیں کیا ضرورت پیش آگئی جو ہم اپنی قوم گوجر چھوڑ کر دوسری قومیت اختیار کرنے کیلئے اپنے آباو اجداد کی قوم کے خلاف لفظ اپنے منھ سے نکالیں۔

المختصر جو شخص بھی اپنے کو راجپوت کہتا ہو اور گوجر قومیت کے خلاف ہو تو فوراً سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ راجپوت مان سنگھ کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے کیوں کہ اس شخص کے زمانہ سے پہلے کوئی قوم راجپوت نہ تھی، جو راجپوت بھائی تاریخ سے ناواقفیت کی بنا پر ہم سے بچھڑے ہوئے ہیں وہ ہمارے حقیقی بھائی ہیں اب انھیں ایک ہی جھنڈے کے نیچے آجانا چاہیئے۔

الغرض اب ہم ان گوجروں کی جاں نثاری، خودداری اور قومی بہادری بیان کرتے ہیں جو اکبر کے زمانہ کے بعد سے آجتک اپنے کو گوجر رانا کہتے چلے آرہے ہیں۔

غیور بہادروں کے مفصّل حالات!

اب ہم ان سب غیرتمند بہادروں کے حالات تفصیل کیساتھ بیان کرتے ہیں جنہوں نے راجپوتی اختیار نہ کی۔

فخر گوجر قوم مہارانا پرتاپ

تخت نشینی

آریہ ورت کی سرزمین کے اس یکتائے زمانہ بہادر کے حالات ہم ان دھرتی کے سپوتوں سے پہلے بیان کریں گے جنہوں نے مہارانا سے بھی پہلے اکبر کی راجپوتی کیخلاف تلوار اٹھائی لیکن ان سب میں مہارانا کو وہی حیثیت حاصل ہے جو چاند کے مقابلہ میں سورج کو ہوتی ہے لہذا اس شجاع اور بہادر کے مفصّل حالات ہم.. یہاں بیان کرتے ہیں۔

یہ بیان سراسر مہارانا کے خاندان کے قدیمی نوشتہ جات کے مطابق ہے اس تذکرہ سے اکبر کی پالیسی اور اس زمانہ کے حالات بھی بر سبیل تذکرہ آئیں گے۔ آمدم برسر مطلب :-

رانا سانگا کے بعد چتوڑ میں ضعف پیدا ہوا اور اس کا بیٹا اودے سنگھ بہادر نہ نکلا اکبر نے شروع ایام میں باقی تمام راجستھان کو راجپوتی کا درجہ دیکر ان کی مدد سے چتوڑ پر حملہ کیا اودے سنگھ نے چتوڑ چھوڑ دیا اور کومل میسر کے علاقہ میں نیا شہر اودے پور لبسایا۔ چتوڑ خالی کرنے کے صرف چار سال بعد تک اودے سنگھ زندہ رہا۔

اودے سنگھ کے پانچ لڑکے تھے، پرتاپ، جگمل، سکت سنگھ، ساگرا اور درگا۔ درگا وجہ اختلاف ہے کیونکہ درگا نام کا ایک سیسودیہ سردار اکبر کے دربار میں ڈیڑھ ہزاری عہدہ پر مامور تھا لیکن آئین اکبری میں درگا کو درگا سیسودیہ ہی تحریر کیا ہے، ممکن ہے یہ درگا چتوڑ سے تعلق نہ رکھتا ہو بلکہ قدیمی شہر سیسودے سے آیا ہو لیکن یہ بات ضرور ہے کہ درگا رانا پرتاپ کے خاندان

سیسودیہ سے ضرور تعلق رکھتا تھا اور اکبر کے دربار میں ملازم تھا، اسی طرح دوسرے بھائی بھی اکبر کے دربار میں گئے جیسا کہ ابھی مذکور ہوگا، یہ سب اکبر کی حکمت راجپوتی کا کرشمہ تھا کہ اس نے بھائی کو بھائی کا مخالف بنا دیا اور ایک ہی قوم کے افراد آپس میں ایک دوسرے کے قاتل بن گئے۔

پرتاپ سب بھائیوں میں بڑا تھا اور حد درجہ کا اصول پرست، غیرت مند اور بہادر سمجھا جاتا تھا، جنگل خوبصورت تھا مگر تلوّن مزاج تھا، سکت جری اور جانباز تھا مگر ضدی تھا...
اودے سنگھ اپنے بیٹے پرتاپ کو پسند نہ کرتا تھا، اس ناپسندگی کی وجہ یہ تھی کہ جب رانا اودے سنگھ چتوڑ چھوڑ کر بھاگ آیا تھا تو اسی وقت سے پرتاپ علی الاعلان کہا کرتا تھا کہ "کاش رانا سانگا کی وراثت براہِ راست مجھے مل جاتی، میرے باپ اودے سنگھ نے ناحق بیچ میں پیدا ہو کر اسکی جگہ لے لی"۔

وہ دعویٰ کرتا تھا کہ اگر اودے سنگھ پیدا نہ ہوا ہوتا تو رانا سانگا کے بعد پرتاپ کی کوشش کبھی راجستھان بلکہ آریہ ورت میں مغلوں کو قدم جمانے کا حوصلہ نہ کرنے دیتی۔

یہ باتیں ایسے کرخت اور سخت لہجہ میں کسی کسی وقت کہی گئی تھیں کہ تمام عمر باپ کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی رہیں، پرتاپ کا ضدی بھائی سکت بھی اسی خیال کا حامی تھا کہ چاہے ہم سب چتوڑ میں ہی فنا ہو جاتے لیکن از خود چتوڑ خالی کر کے نہ آنا چاہیے تھا، اسی لئے اودے سنگھ نے ضدی سکت کو ایک سردار کے حوالے کر دیا اور اسے اس کا متبنّیٰ بنا کر اپنے سے الگ کر دیا، اس طرح سکت اپنے باپ کی زندگی تک جلاوطن سا ہی رہا۔

رانا اودے سنگھ اپنے ساتھیوں سے کہا کرتا تھا کہ عزت اور آبرو کے مقابلہ میں چتوڑ کیا حقیقت رکھتا ہے، تمام لوگ راجپوتی کا درجہ حاصل کر کے اکبر سے مل چکے ہیں اور یہ سب ہمیں اس وقت تک چین نہ لینے دیتے جب تک یا تو ہم ان کی طرح راجپوتی کا درجہ حاصل نہ کر لیتے یا پھر ہم سب فنا ہو جاتے، وہ لوگ بھی اس دنیا میں رہ رہے ہیں جن کے پاس اپنا گھر بھی نہیں ہے لیکن وہ اپنی عزت اور حمیّت کو لئے دنیا کے معاملات سے الگ ہو گئے ہیں، عوام تو پھر بھی خود دار عوام ہیں، ان کے پاس حکومت نہیں ہے، لیکن کیا تم نہیں دیکھتے کہ الور کا کھٹانہ خاندان راتوں رات اپنا علاقہ اور اپنا دار الخلافہ چھوڑ کر کمایوں (نیپال کی ترائی) میں چلا گیا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ بہادر دیو پال بھٹی کا تمام خاندان اپنے علاقہ دیپال پور کو چھوڑ کر پہاڑوں میں چلا گیا، اگر میں بھی چتوڑ چھوڑ کر اراؤلی کی پہاڑیوں میں آگیا ہوں تو اس میں کیا برائی ہے ہم اپنی عزت ساتھ لے

آئے ہیں، ہم کسی کے درباری نہیں ہیں۔ ہماری عورتیں مینا بازار میں نہیں جائیں گی اور نہ ہی ہم کسی کے ماتحت ہیں، پرتاپ ان باتوں کا جواب۔ اپنے باپ کی غیر موجودگی میں یہ دیا کرتا تھا کہ۔۔ میرے باپ کیلئے یہ بات بالکل صحیح اور درست ہے۔ لیکن پرتاپ کی شجاعت بار بار یہ کہتی ہے کہ عزت حاصل کرنے کا ایک طریقہ میدانِ جنگ بھی ہے، عزت دونوں صورتوں میں ہے۔ باپ کی حکمت عملی میں بھی اور میری تلوار میں بھی اور مجھے چتوڑ اور تلوار دونوں پسند ہیں۔

ان ہی باتوں کی وجہ سے رانا اودے سنگھ نے موت سے چند ساعت پہلے جگمل کو تخت نشین ہونے کا مژدہ سنایا، چاروں طرف سے اعتراضات ہوئے کہ بڑے بیٹے کی موجودگی میں چھوٹے بیٹے کا کوئی حق تخت پر نہیں ہے" دیوان نے سرداروں کے کان میں کہا کہ مرنے والے کو اطمینان سے مرنے دو۔ اسے تکلیف نہ دو یہ نیم جان ہے اسے جگہ خالی کرنے دو پھر دیکھ لیا جائے گا۔"

تھوڑی دیر کے بعد رانا اودے سنگھ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، گوجر راجاؤں کا دستور تھا کہ نامزد یا منتخب شدہ وارث تخت کی تخت نشینی کے بعد مرحوم راجہ کی لاش گھر سے نکالی جاتی تھی چنانچہ جگمل نے اپنی تخت نشینی کے انتظامات کرائے۔

کرشن چنداوت

راناؤں کی فوج میں کرشن چنداوت سپہ سالار تھا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ جگمل تخت نشین ہو کیونکہ وہ بھی چتوڑ کے لئے وہی جذبہ رکھتا تھا جو جذبہ پرتاپ کا تھا، کرشن چنداوت فوراً پرتاپ کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ وہ چتوڑ واپس لینے کیلئے میدان میں آئے ایسا نہ ہو کہ جگمل کھشتری کے درجہ سے راجپوتی پر کمربستہ ہو کر اکبر کی ماتحتی قبول کرلے۔"

پرتاپ نے جواب دیا کہ "دو باپ نے تخت کا وارث جگمل کو قرار دیا ہے اگر اس حالت میں میں دعویدار بنوں تو خاندان میں نفاق کی آگ پھیل جائے گی، آج ہم سب متحد ہیں لیکن کل کو میرے تخت نشین ہوتے ہی تم دیکھو گے کہ ہمارے ہی خاندان کے لوگ اکبر کے دربار میں راجپوتی کا درجہ حاصل کریں گے کھشتری دو حصے ہو چکے ہیں ہمارا کام پہلے ہی مشکل ہو چکا ہے۔

بہادر اور غیور کرشن چنداوت نے کہا کہ "جگمل نے چار سال بمشکل پہاڑوں میں گزارے ہیں وہ رانا اودے سنگھ سے یہ کہتا ہوا سنا گیا تھا کہ اگر آپکو چتوڑ واپس مل جائے تو میں آپ کی طرف سے آگرہ دربار میں جانے کو تیار ہوں، جنگل کے مصائب کو وہ ہرگز۔۔ ہرگز

برداشت نہ کر سکے گا، کھشتری خون مٹ جائے گا اگر تم نے میری بات نہ مانی تو یا تو یہ تلوار لے کر میری گردن اڑا دو ورنہ میں ابھی جگمل کا کام تمام کرتا ہوں۔

آخر پرتاپ مجبور ہو گیا دونوں دربار میں پہنچے چتوڑ کے بانی بابا راول کے اوپر بھیل قوم کے احسانات تھے اس وجہ سے بابا کی اولاد میں یہ رسم چلی آ رہی تھی کہ تخت نشینی کے وقت اعزازی طور سے بھیل قوم کا سردار ہی راناؤں کی تخت نشینی کے وقت ماتھے پر ٹیکہ (تلک) لگاتا تھا، ان دونوں بہادروں نے جاتے ہی جگمل سے کہا کہ وہ فوراً تخت سے نیچے اتر آئے، پرتاپ نے جگمل کا ہاتھ پکڑ کر تخت سے اتار دیا، بھیل سردار نے پرتاپ کے ماتھے پر ٹیکہ لگایا اور دربار میں رانا پرتاپ کی جے' رانا پرتاپ زندہ باد کے نعرے لگائے گئے۔

دربار میں تقریریں

سپہ سالار کرشن چنداوت نے جگمل کی طرف اشارہ کر کے کہا وہ بہادر جگمل تمہیں ہمارے عمل پر معترض نہ ہونا چاہیئے اور نہ ہی دل میں کوئی کدورت رکھنی چاہیئے، تمام دنیا کو معلوم ہے کہ میواڑ کی گدی پر ہمارا حق ہے، ہم اس کے جائز وارث ہیں لیکن ہمارے جد امجد چندا سنگھ نے اس حق کو خوشی سے بابا راول کی اولاد کیلئے چھوڑ دیا تھا، اس دن سے ہم میواڑ کو بابا کی اولاد کے لئے اپنے خون سے سینچتے چلے آ رہے ہیں اس وقت جو کام ہم نے جان بوجھ کر کیا ہے وہ میرا حق تھا کیا تخت و تاج چھوڑنے پر ہمارا یہ حق ہم سے چھینا جائے گا، ہرگز نہیں، میواڑ کی گدی پر صرف بڑا لڑکا بیٹھ سکتا ہے دوسرے کو اس کی ہوس نہیں کرنی چاہیئے۔"

پھر چنداوت نے نئے رانا کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ:۔

"وہ پرتاپ! جو تلوار میں نے تمہارے سپرد کی ہے یہ اس بات کا عہد نامہ ہے کہ تم اس تلوار سے سرزمین چتوڑ کو دشمنوں سے پاک کرو گے، ہماری موروثی راجدھانی ہمارے باپ دادا کی یہ سرزمین جس میں لاکھوں جانوں کا خون پیوست ہے جس میں... کروڑوں انسانوں کی خاک شامل ہے کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ ملک کے دشمن اسکو پاؤں تلے روندیں، ہم خوشی سے اپنے سروں کو تمہارے ہاتھوں میں دیتے ہیں ہمارا حوصلہ، ہماری خواہش اور ہمارے سینت کی باگ دوڑ آج سے تمہارے سپرد کی جاتی ہے، ہم اپنی عزت کا ضامن تم کو بناتے ہیں، ہماری آل اولاد سب تمہاری ہے چاہے تم ان سب کو برباد کرو یا انکی حفاظت کرو، ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے اور مرتے مرتے

اس فرض کی طرف سے غفلت نہ کریں گے، اب تمہاری باری ہے، تم دنیا کو دکھا دو کہ جن کے لئے سر دیا جاتا ہے وہ سر لیکر کس طرح سر فروشوں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں آج سے تم اس دھرتی کے محافظ ہو، اس دھرتی کی عزت اور کھشتری خون کو پاکیزہ رکھنا تمہارا فرض ہے، تمام آریہ ورت کی لاج اب تمہارے ہاتھ ہے۔ تمام کھشتری دوسروں کے درباروں میں پہنچ چکے ہیں، جہاں ہر روز وہ دوسروں کو سلام کرتے ہیں، وہ اپنے کو بھول چکے ہیں تم دنیا کو بتا دو کہ ابھی کھشتری خون زندہ ہے، چتوڑ ہمارا ہے، میواڑ ہمارا ہے، آریہ ورت ہمارا ہے، یہ پاک سرزمین ہماری ہے اس پر کسی کو حکومت کرنے کا حق نہیں پہنچتا اس.. دھرتی پر صرف اسی دھرتی کے سپوت حکومت کر سکتے ہیں دوسروں کو اس کا کوئی حق نہیں پہنچتا"

چنداوت نے پھر تمام حاضرین سے زوردار آواز میں کہا:۔

بہادرو!

عہد کرو کہ جب تک اس سرزمین سے بیرونی حملہ آوروں کی حکومت ختم نہ ہوگی..

ہم چین سے نہ بیٹھیں گے"

حاضرین نے زوردار آواز میں کہا:۔

"ایسا ہی ہوگا اپنے ملک کے لئے ہماری جانیں حاضر ہیں"

لیکن افسوس! دربار میں کالی بھیڑیں بھی بیٹھی تھیں جو نئی نئی تاویلوں اور دلیلوں سے اپنے ضمیر کی آواز کو دبا رہے تھے۔

رانا پرتاپ کی تقریر

سپہ سالار کے بعد رانا پرتاپ نے کہا "بہادرو! تمہیں معلوم ہے جب سے ہماری راجدھانی اور حکومت پر دوسروں کا قبضہ ہے تب سے ہم پہاڑوں میں پڑے ہیں، خود ہم ہل چلاتے ہیں خود حملہ کی حفاظت کرتے ہیں اور ہمارا ہاتھ بٹانے والا کوئی نہیں، ہماری تمام قوم دوسری قوم کے ساتھ مل کر ہمیں ذبح کر رہی ہے ان کو ہماری آواز بھی بری لگتی ہے، وہ نہیں چاہتے کہ کوئی ان پر انگشت نمائی کرنے والا ابھی اس سرزمین پر باقی رہے، ایسے حالات میں آپ لوگوں نے میرے سر پر بھاری بوجھ رکھ دیا ہے مگر شکر ہے کہ جو سر دے رہے ہیں ان کے جسم اور دل بھی مجھے مل رہے ہیں اس لئے ان سروں کا بوجھ ہم کو اکٹھے ہی اٹھانا ہے میرا اپنا

سر تمہارے سروں کے ساتھ رہے گا۔ تم اگر میرے ہو تو میں بھی تمہارا ہی ہوں اور میں عہد کرتا ہوں کہ جیتے جی پھر میں تمہیں اسی عزت و سلطنت کا مالک بنا دوں گا جو چند سال پہلے ہم سے چھن چکی ہے۔

یہ وقت باتیں بنانے اور تقریریں کرنے کا نہیں ہے آج سے ہی نئے عزم و ارادہ کے ساتھ تیاریوں میں لگ جاؤ، خدا بھی انہیں لوگوں کا ساتھ دیتا ہے جو خود کچھ کرنا چاہتے ہیں۔

دربار ختم ہوا۔

رانا اودے سنگھ کی لاش مرگھٹ میں پہنچائی گئی، اس دن اراولی کی پہاڑیوں پر خوشی میں پھول کھل اٹھے، دھرتی کے سپوتوں میں زندگی کے آثار آ گئے، آنسو ان کی آنکھوں میں ضرور تھے لیکن یہ رانا اودے سنگھ کے غم میں نہ تھے بلکہ خوشی میں نئے عزم و ارادہ کے استقبال کیلئے یہ آنکھوں کے حلقہ کی قید سے نکل پڑے۔

---★---★---★---

پرتاپ کا پہلا عہد

چند ماہ بعد دسہرہ کا تیوہار آیا، یہ دن شری رامچندر جی کی لنکا پر فتح کی خوشی میں.. منایا جاتا ہے، پرتاپ کے ساتھی سیر و شکار کو نکلے، اس دن قریب قریب سب کے ہاتھ شکار لگا، بہادر ایک جگہ جمع ہوئے، رانا پرتاپ نے کہا:-

بہادرو!

"آج چتوڑ چھوڑے پانچواں سال ہے، چتوڑ ہماری راجدھانی ہے جو لوگ وطن سے بے وطن ہوتے ہیں اور جن کو زبردستی گھر سے باہر نکال دیا جاتا ہے یا جو زمانہ کی سختی سے جلاوطن ہو جاتے ہیں ان کی دلی پریشانی اور مصیبت کا اندازہ کوئی دوسرا شخص نہیں لگا سکتا یہ حالت دنیاوی مصیبت کی آخری حد ہے، جب کسی کا گھر ہی نہ رہا تو پھر دنیا میں اسے سکھ اور چین کہاں؟ گھر کی محبت ہر شخص کو ہوتی ہے وطن سے پیاری چیز دنیا میں اور کوئی نہیں ہوتی، آدمی باہر رہ کر ہزار طرح پر اپنے آپ کو باآبرو، صاحب عظمت اور نیک نہاد سے مگر خانماں آوارہ ہونے کی بدنامی اس کے تمام عروج کمال پر بدنما دھبہ بن کر اسے سب کی نظروں میں حقیر کم مایہ بنائے رکھتی ہے، جن کی عزت اپنے وطن اور اپنے ہمقوموں کے درمیان نہیں ہے وہ غیر جگہ.. اور غیر قبیلوں کی نظروں میں کبھی ممتاز نہیں سمجھے جاتے اور نہ ان کا دل خود ان کو خوش رہنے کی اجازت دیتا ہے، ہمارے جدِ امجد راجہ رام چندر جی جب ناکردہ گناہ اجودھیا سے دکن گئے تھے انہوں نے اکیلے ہوتے ہوئے ایک بڑی سلطنت کو مغلوب کر لیا مگر ان کی اپنے وطن اجودھیا سے محبت کبھی کم نہ ہوئی اور پھر انہوں نے اپنے ہی وطن کو اپنی دلی محبت اور کشش کا مرکز بنایا، وطن کا پیار انسانی دلوں کا قدرتی جذبہ ہے اور جو دل اس سے خالی ہوتا ہے وہ قابلِ نفرت ہوتا ہے۔

ہمارے جدِ امجد مہاراجہ رامچندر جی نے جب بے وطن ہو کر لنکا کے ہُون راجہ راون پر اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے چڑھائی کی تو وہ اکیلے تھے لیکن ہم آج تعداد میں ان سے زیادہ ہیں، رامچندر جی کے پاس صرف ان کے خاندان کا ایک آدمی لکشمن تھا

لیکن بفضلِ خدا ہمارے خاندان کے ہزاروں آدمی یکجا و متحد ہیں اس لئے ہمارا کام انکے مقابلے میں نہایت آسان ہے، دوسرے راون کے پاس علمی، ذہنی اور مدافعتی قوتیں بہت زیادہ تھیں لیکن ہمارے دشمن کے پاس اس قدر زبردست طاقت نہیں ہے، تیسرے مہاراجہ جی نے اپنے وطن سے نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا تھا لیکن ہم اپنے ہی وطن میں دشمن سے لڑ رہے ہیں۔ لنکا اور چتوڑ کی حالت میں زمین آسمان کا فرق ہے!

بہادرو!..... اگر تمہیں شری رامچندر جی کی اولاد ہونے کا فخر ہے تو پھر تمکو عملی طور سے ان کی اولاد ہونے کا ثبوت دینا پڑے گا کیا آپ لوگ اس کیلئے تن، من، دھن سے تیار ہیں؟"

مجمع ایکدم بول اٹھا۔

"ہاں! ہم سب اس کے لئے تیار ہیں، ہم کو زیادہ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہم ان باتوں کو محسوس کر کے گھائل ہو رہے ہیں جسطرح لکشمن نے مہاراجہ رامچندر جی کی حمایت میں اپنا سر تسلیم خم کیا تھا بعینہٖ آج پھر ہم اس کا اعادہ کرتے ہیں کہ لکشمن کی طرح ہم بھی آپ سے سرِ مو سرتابی نہ کریں گے۔"

پرتاپ بولا:۔

شاباش! بہادرو!!

تاریخی واقعات کے اعادہ کا وقت آپہنچا جو دن گزر رہے ہیں وہ غفلت میں ضایع ہوتے جا رہے ہیں ابھی تک کھتری خون باقی ہے، دلوں میں جوش ہے، ہاتھوں میں زور ہے دماغ میں حدت ہے، ہمارے رگ رگ اور ریشوں ریشوں میں حرکت ہے اور ہم میں اپنی ذلت و رسوائی کا احساس باقی ہے، اگر یہ سامان باقی ہیں تو ہمارے وطن پر کوئی غیر حکومت نہیں کر سکتا لوہے کو اس وقت تک کوٹنا چاہیئے جب تک کہ اس میں حرارت ہے، آج تم لوگ شکار سے واپس آئے، عہد کرو کہ وطنِ پاک کو دشمنوں سے خالی کر کے ہی دم لو گے یا اسی دھن میں اپنے پیارے وطن پر اپنی جانیں نچھاور کر دو گے!"

سب بہادروں نے سچے دل سے یکزبان ہو کر مہارانا پرتاپ کو جواب دیا۔

"ہمیں منظور ہے... ہم عہد کرتے ہیں کہ یا تو اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے یا... ہمارا جسم خاک و خون میں لت پت ہو کر اپنے پیارے وطن کی مٹی میں ملے گا!"

خدا کی طرف سے پہلا امتحان

عہد و پیمان اور عزم و ارادہ کی رسم کے بعد ایک روز پھر بہادر سیر و شکار کو نکلے اس زمانہ میں یہی ذریعہ لڑائی کی مہارت حاصل کرنے کا ہوتا تھا اور اسی سے سختیوں کے جھیلنے کی عادت ڈالی جاتی تھی، تمام گہلوٹ خاندان کے سردار دسہرہ کے موقعہ پر یکجا تھے۔ پرتاپ کا بھائی سکت جو چنداوت خاندان کے سردار کا متبنیٰ تھا وہ بھی آیا ہوا تھا۔

اسی دن پرتاپ اور سکت دونوں ساتھ ساتھ شکار کھیل رہے تھے کہ اتنے میں ایک شیر جھاڑیوں سے نکلا، پرتاپ نے تیر چلایا لیکن وار خالی گیا فوراً ہی سکت نے تیر چلا کر پہلے ہی وار میں شیر کو زمین پر ڈھیر کر دیا، سکت کے ایک چنداوت ساتھی کے منہ سے فوراً یہ الفاظ نکل پڑے

"واہ واہ! کیا کہنا ہے! چنداوت کی تیراندازی کا مقابلہ کون کر سکتا ہے!"

بات معمولی سی تھی لیکن ان الفاظ کا اثر پرتاپ اور سکت دونوں کے دلوں پر مختلف صورت میں ہوا اور دونوں یکدم خاموش ہو گئے۔

ایک لمحہ بعد سکت نے گوجری زبان کے کرخت لہجہ میں پرتاپ سے پوچھا:-

"تم کیا سوچ رہے ہو؟"

پرتاپ بولا:-

"اس سے مجھے انکار نہیں لیکن ایسے کلمے کی اس وقت میرے سامنے زبان سے نکالنے کی ضرورت نہیں تھی!"

سکت تیز مزاج آدمی تھا اس نے بغیر سوچے سمجھے فوراً کہا کہ:-

"بات کہنے کا موقعہ تو اسی وقت آتا ہے جب دو حالتوں کا مقابلہ کر کے خاص نتیجہ نکالا جاتا ہے!"

پرتاپ نے غصہ کی نظر سے سکت کی طرف دیکھا، شیر کو شیر کی نظر کی برداشت نہ ہوئی۔ لوگ کہتے ہیں کہ گوجر کھشتریوں میں یہی تو عیب ہے کہ وہ مصلحت بین نہیں ہوتے اور جب اڑ جاتے ہیں تو مصلحت اندیشی کے پیش نظر بھی پیچھے ہٹنے کا انہیں خیال تک نہیں

آنا حالانکہ پیچھے ہٹنا اور موقع ومحل کے پیش نظر اپنی جان بچا کر پھر نئی تیاری کے ساتھ میدان میں آنا عین بہادری ہے اور اس کو کسی نے بزدلی نہیں بتایا ہے۔ مگر یہ کھشتری اس وصف سے بے بہرہ تھے۔

مولف گوجر کہتا ہے کہ شیر کی فطرت ہی جب یہ ہے کہ وہ مقابلہ پر آکر پیچھے ہٹنا جانتا ہی نہیں تو پھر کھشتریوں کی یہ فطری عادت کیسے دور ہو سکتی ہے۔

چنانچہ دونوں بھائی (پرتاپ اور سکت) نے اپنے اپنے ہاتھ اپنی تلواروں کے قبضوں پر رکھے دونوں کی گردنیں تن گئیں، پرتاپ کے منہ سے نکلا:۔

"اگر مقابلہ کرنے پر سچے نتیجہ کے اخذ کرنے میں کامیابی ہوتی ہے تو پھر ایسا دوسرا موقعہ کہاں ملے گا؟"

سکت ہنسا اور گویا ہوا:۔

"ہیں میدانِ چوگاں، ہمیں گوے۔ پھر دیر کس بات کی ہے"

چنانچہ دونوں نے تلواریں نیام سے نکالیں اور ایک دوسرے کی طرف بڑھے، ایک بہادر بوڑھا سپاہی ان کی باتوں کو کھڑا سن رہا تھا جوں ہی دونوں شیر ایک دوسرے کی ... طرف لپکے وہ فوراً درمیان میں آگیا، دونوں کی تلواریں اس کے سر پر پڑیں اس نے حالت ... زخمداری میں دونوں کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لئے اور گویا ہوا۔

"کھشتریو! جو لوگ اس طرح لڑتے ہیں وہ کبھی بھی قومی دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے کتنے افسوس کی بات ہے کہ دونوں کو مل کر وطن کی حمایت کرنی تھی اور تم ایک موہوم جذبہ کے تحت ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے ہو، جب تمہاری تلواریں اپنے ہی .... بھائیوں کے خون سے اس سرزمین کو رنگین کریں گی تو پھر تم سے قوم اور وطن کی حفاظت ہو چکی؟"

اس نے لرزتے ہوئے کہا:۔

"تم دونوں میں سے جس کو وطن عزیز ہے وہ آج سے عہد کرے کہ تمام زندگی سوچ سمجھ کر دشمن سے لڑے گا۔

★ ★ ★

دونوں بھائیوں نے تلواریں پھینک دیں، سکت سنگھ بولا:۔

"بھائی! غصہ میری فطرت میں داخل ہے، جب میں بہت کمسن تھا تو کوئی شخص میرے باپ کو تلوار نذر کر گیا، میرا باپ اس تلوار کی تیزی کو روئی کے گالے پر آزمانا چاہتا تھا میں نے زبردستی تلوار ان کے ہاتھ سے چھین لی اور اپنی کلائی پر ضرب لگا کر ان سے کہا کہ "تلوار کا امتحان گوشت اور ہڈیوں پر کیا جاتا ہے" میری کلائی زخمی ہو گئی تھی اور علاج کرانے سے پھر اچھی ہو گئی باپ نے ڈر کر مجھے جلادوں کے سپرد کیا اسے خوف تھا کہ کہیں وہ خود کسی دن میرے ہاتھ سے ہلاک نہ ہو جائے۔ مگر سومبرا کا سردار مجھے جلادوں سے چھڑا کر لے گیا اور باپ نے بھی اسے اجازت دیدی کہ اسے میری نظر سے دور لے جاؤ، چنانچہ سومبرا کے سردار نے مجھے متبنیٰ بنا لیا، اس طرح میں بچپن ہی میں جلاوطن ہو گیا تھا، یہ میری فطرت ہے جس پر میں قابو نہیں پا سکتا، میں نے تمہیں اپنا سرپرست اور مربی اور دھرتی کا محافظ مان لیا تھا لیکن میں نے تم پر تلوار اٹھائی دنیا کا کوئی قانون میرے اس جرم کو نہیں بخش سکتا۔ مجھے تم سے امید ہے کہ تم مجھے حسب سابقہ پیار کرو گے، لیکن دوسروں کو جب اس گستاخی کا پتہ چلے گا وہ مجھے دیکھ کر خون کے گھونٹ پئیں گے، ایسی حالت میں معلوم مجھ سے کیا واقعہ ظہور میں آجائے" اپنی فطرت پر قابو پانا میرے بس کی بات نہیں ہے اب میں میواڑ میں ہرگز نہ رہوں گا مجھے روانہ ہونے کی اجازت دیجیے!"

پرتاب نے دریافت کیا کہ:۔

"کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

سکت نے جواب دیا:۔

"خلقِ خدا تنگ نیست، پائے گدا لنگ نیست"

بھائی بند، عزیز رشتہ دار، خویش و اقارب اور اپنی قوم کے آدمی یہ سب زندگی کے امتحان لینے والی صورتیں ہیں اس کے سوا ان کی اور کوئی حیثیت نہیں ہے اگر آدمی ان پر بھروسہ کرتا ہے تو پھر اس کا ٹھکانہ نہیں رہتا اور اگر وہ ان سے بالکل کنارہ کش ہو جائے تو اعتبار کے لائق آدمی کہیں نہیں ملتے، یہ وہ قدرتی سامان ہیں جو انسان کی رغبت اور نفرت کے جذبات کو کسوٹی پر پرکھتے ہوئے اس کی ترقی کی شاہراہ میں تیز قدم ہونے کی قابلیت عطا کرتے ہیں، بھائی سے زیادہ کوئی خیر خواہ نہیں ہے اور بھائی سے زیادہ کوئی بدخواہ بھی نہیں ہے، وقت وقت کی بات ہے وقت سب کچھ کرا دیتا ہے۔ وقت امتحان کی چیز ہے برے وقت میں بہادر آدمی بزدل ہو جاتے ہیں اور ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور اچھے وقت میں

وہ درد میں شریک بھی ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ سکت اپنے بھائی پرتاپ کو چھوڑ کر اکبر کے دربار میں چلا گیا، پرتاپ جانتا تھا لیکن اس نے اپنے بھائی کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا مناسب نہ سمجھا تھا اور خدا کے بھروسہ پر اس نے اس گناہ کا ارتکاب نہ کیا اور اپنے ہاتھ بھائی کے خون سے رنگین کرنے مناسب نہ سمجھے۔

جب سکت چلا گیا تو پرتاپ نے اس کی بابت کسی کو بھی یہ نہ بتایا کہ سکت کہاں چلا گیا، بوڑھے سپاہی میں ابھی جان باقی تھی، رانا نے اسے علاج کی غرض سے حکیم کے سپرد کر دیا تھا۔

رانا اور اکبر کی جنگ کا سبب

جس جگہ اودے پور آباد ہے اور جہاں رانا پرتاپ تخت نشین ہوا تھا وہ علاقہ کومل میر کہلاتا تھا اور آج تک اس کا نام یہی ہے، رانا کی تخت نشینی کے تقریباً دو سال بعد دلی سے اکبر نے ایک برہمن کو سفیر بنا کر اودے پور بھیجا، جس کے ساتھ کئی بیرونی مسلمان بھی تھے، تاریخیں اس بات پر خاموش ہیں کہ یہ سفارت کس کے ایما پر روانہ کی گئی تھی۔ بعض مورخوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ سفارت سکت نے بھجوائی تھی یا پھر سکت کے جانے پر اکبر کو کومل میر لینے کا خیال ہوا۔

اکبر نہیں چاہتا تھا کہ اس کی سلطنت میں کوئی شخص ایسا باقی بچے جو اس کے آگے آکر سر تسلیم خم نہ کرے۔ صرف یہی خاندان اس کی حکومت کے اندر اپنی الگ حکومت بنائے بیٹھا تھا حالانکہ یہ حکومت نہ تھی بلکہ جلا وطنی تھی کیوں کہ تمام میواڑ اور چتوڑ راناؤں کے ہاتھ سے رانا اودے سنگھ کے زمانے میں نکل چکا تھا۔

سفیر کو مہمان خانہ میں ٹھہرایا گیا اور قاعدہ کے مطابق اس کی خوب خاطر مدارات کی گئی ہفتہ بھر بعد اسے اجازت دی گئی کہ وہ سفارت کا مقصد رانا کے سامنے پیش ہو کر

بیان کرے، سفیر دربار میں آیا، رانا نے حکم دیا کہ اکبر کا خط پڑھ کر سنایا جائے، سفیر نے کاغذات نکالے اور سفارت کی سند پیش کی اور خط پڑھنے سے پہلے رانا سے عرض کیا کہ اگر خط میں کوئی لفظ رانا کی شان کے خلاف ہو تو بندہ کو معاف فرمایا جاوے۔

سپہ سالار کرشن چنداوت نے رانا کی طرف سے کہا:۔

"تم بیخوف ہو کر عبارت پڑھو، تم صرف پیغام سنانے آئے ہو اور جو کچھ بادشاہ نے تم کو کہنے کیلئے یہاں بھیجا ہے اسے بلاخوف وخطر بیان کرو۔"

اکبر کا خط

"بخدمت رانا پرتاپ سنگھ ابن رانا اودے سنگھ"

مابدولت کی نیت ہے کہ میواڑ اور آگرہ کے درمیان ربط وضبط کے تعلقات قائم ہوں اور غلط فہمی ہمیشہ کیلئے دور کر دی جائے، چتوڑ کے محاصرہ کے وقت ناحق خونریزی ہوئی، قیمتی جانیں مفت میں بلاضرورت ضائع ہوئیں، بادشاہ کو اقرار ہے کہ اس لشکرکشی سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا ہاں بیشک میواڑ کو نقصان ہوا، اب مابدولت کی.. خواہش ہے کہ ہر دو فریق محبت اور میل وملاپ سے رہیں تاکہ پھر کسی قسم کی شکایت نہ پیدا ہو۔"

سپہ سالار اعظم کرشن چنداوت نے رانا سے اجازت لے کر سفیر کو مخاطب کر کے کہا:۔

"میواڑ نے کبھی غلط فہمی کی غلطی نہیں کی اور نہ کسی طرح کی پیشقدمی کا مرتکب ہے خود بادشاہ ہم پر حملہ آور ہوا تھا، ہم خود نہیں چاہتے تھے کہ جانوں کا نقصان ہو اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہم نے دانستہ یا نادانستہ کسی حالت میں اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کی اس لحاظ سے ہم بری الذمہ ہیں، بادشاہ ہم کو کسی طریقہ سے بھی امن وامان برباد کرنے کا الزام نہیں دیسکتا وہ شیروں کی کچھار پر خود چڑھ کر آیا تھا، ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے ہم کو مجبوراً اس کے ساتھ لڑائی لڑنی پڑی، اگر ہم نہ لڑتے تو کیا کرتے! رہا یہ سوال کہ اکبر کو اس محاصرہ سے کیا فائدہ یا کیا نقصان ہوا اس کا علم صرف اسی کو ہوگا، میواڑ کو اپنے نقصان کا مطلق خیال نہیں ہے، یہ سچ ہے کہ ہمارے آدمیوں کے خون سے چتوڑ کا قلعہ، میدان

اور خنگل رنگین ہوئے قیمتی جانیں تلف ہوئیں لیکن ہمارے ہاتھ میں اس کا علاج نہیں تھا، اگر چتوڑ پر اکبر کا قبضہ ہو گیا ہے تو ہونے دو ہم جنگل میں دندنا تے پھر رہے ہیں یہ خط کی دوسری بات کا جواب ہے، باقی رہ گئی یہ بات کہ میل ملاپ کا رشتہ قائم کیا جائے اس کی نسبت صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس نے اس رشتہ کو توڑا ہے اسی کو لازم ہے کہ اس کی تلافی کرے۔

سفیر نے سپہ سالار کا جواب سنا اور گویا ہوا:۔

"میرے یہاں آنے سبب بھی یہی ہے"

اب سپہ سالار اعظم نے پوچھا:۔

"پھر بادشاہ کیا چاہتا ہے؟"

سفیر نے جواب دیا:۔

"بادشاہ کی یہ خواہش ہے کہ مہارانا صاحب اسے اپنا دوست تسلیم کرلیں، امبر، بوندی اور دوسرے علاقوں کے کھشتری راجاؤں نے اس کے ساتھ ارتباط کے تعلق پیدا کر لئے ہیں صرف اودے پور کے مہارانا صاحب رہ گئے ہیں جو اس کی نہ ضرورت تسلیم کرتے ہیں اور نہ اس کی دوستی... کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں"

سپہ سالار اعظم کرشن چنداوت نے کہا:۔

"دوت (سفیر)! تم برہمن ہو تمہیں ان لوگوں کو کھشتری کہتے ہوئے شرم آنی چاہیئے، یہ کھشتری دربار میں راجپوت پکارے جاتے ہیں، اودے پور کے رانا مرتے دم تک رانا رہیں گے ہم کبھی بھی راجپوتی کا درجہ گوارا نہ کریں گے، ایسی دوستی جس سے غلامی کی بو آتی ہو ہم کبھی گوارا کرنے کیلئے تیار نہ ہوں گے دوستی کے پردے میں یہ ماتحتی ہے، تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ شیر اپنی فطرت چھوڑ دے۔ اس نے اپنی فطرت کو جواب دے دیا تو وہ شیر تو نہیں رہا وہ تو یا لتو جانور بن گیا پھر انسان کو اختیار ہے کہ یا تو وہ اسے پنجرے میں پابہ زنجیر کر دے یا آنکھوں پر پٹی باندھ کر اس سے دوسروں کا شکار کرائے، امبر اور بوندی وغیرہ کے راجپوتوں کی مثال دیکر تم نے مہارانا اور... راناؤں کی توہین کی ہے مگر چونکہ تم بحیثیت سفیر آئے ہو لہذا جو کچھ تم سے کہا گیا تھا اسے سناتے جاؤ تمہاری گستاخی معاف کی جاتی ہے"

سفیر نے جواب دیا:۔

"بادشاہ کے یہاں تمام سرداروں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کو

راجہ ہی کہا جاتا ہے، بادشاہ کو ان سب کے مقابلہ میں مہارانا صاحب کی تعظیم کا خاص خیال ملحوظ رہے گا۔ وہ اودے پور کی دوستی کو عزت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اب بھی اس کی عزت کا سب سے زیادہ خیال ہے۔"

سپہ سالار اعظم نے سفیر کی بات کو سن کر جواب دیا:-

"سفیر! واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش نہ کرو، بہاری مل، بھگوانداس اور مان سنگھ کو راجہ کا خطاب ملا ہوا ہے وہ راجہ نہیں ہیں ان کا منصب پنجہزاری سے بھی زیادہ نہیں ہے، یہی اعزاز مغل شہزادوں کا ہے، ٹوڈرمل کھتری اور بیربل برہمن بھی تو راجہ کہلاتے ہیں، اکبر کے دربار میں پہنچنے پر اگر ہمیں مہاراجہ بھی کہا جائے تو بھی ہم کو قابل قبول نہیں ہے، ہم نام کے خطاب یافتہ مہاراجہ یا راجہ بننے پر ہرگز رضامند نہیں ہیں، ان تمام لوگوں اور تمام سرداروں کو دربار میں مغل شہزادوں کے برابر رتبہ دیا گیا ہے اس لئے وہ سب راجپوت کہلاتے ہیں، اگر بادشاہ تخت چتوڑ پر آ کر خود ہمارے راجکماروں کی صف میں بیٹھے تو ہم تیار ہیں اور اسے شہزادگی کا اعلیٰ رتبہ دینے کو بھی تیار ہیں۔

سفیر! تم برہمن ہو، تمہیں معلوم ہے کہ کھشتری راجہ کے بیٹے راجکمار کہلاتے ہیں، راجکمار اور راجپوت کا بھی فرق تمہیں معلوم ہے، یہ تو تمہاری پہلی بات کا جواب ہے، دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ بادشاہ، اودے پور کو محض اس وجہ سے سب سے زیادہ عزت کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اودے پور عزت کے مفہوم سے آگاہ ہے،

عزت ان لوگوں کی کی جاتی ہے جو اپنی عزت قائم رکھنا جانتے ہیں اگر اکبر کو مہارانا کی عزت اور تعظیم کا پاس ہو تو وہ میواڑ کے تمام علاقوں سے دست بردار ہو جائے یہ ہماری کم از کم خواہش ہے پھر ہم کو کیا پڑی ہے کہ ہم اس سے چھیڑ چھاڑ کریں۔"

سفیر نے جواب دیا:-

"بادشاہ کی یہی تو نیت ہے کہ اگر یہ سفارت کامیاب ہو جائے تو وہ چتوڑ کو مہارانا کے حوالہ کر دیگا اور پھر کبھی آگرہ دربار سے چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے گی اور نہ وہ مہارانا کے کسی کام میں دخل در معقولات کرے گا۔"

سپہ سالار اعظم نے کہا:-

"چتوڑ کی قیمت دیکر اکبر مہارانا کی دوستی خریدنا چاہتا ہے۔ جو شے قیمت سے

خریدی جاتی ہے اس کی قیمت لگ جاتی ہے، مہارانا صاحب کی دوستی کی قیمت نہیں ہے اور نہ قیمت دیکر خریدی جا سکتی ہے، ایسا خیال بھول کر بھی نہ کرنا چاہیئے، دوستی جسے نصیب ہوتی ہے یوں ہی نصیب ہوتی ہے مہارانا کسی سے اپنی دوستی کی قیمت نہیں چاہتے اور نہ اسے کوئی دیکھتا ہے، دوستی قدرت کا ایک عطیہ ہے جو بلا معاوضہ ملتی ہے اور کوئی دوست دوستی کا عیوض نہیں دیکھتا، اگر اکبر کو مہارانا کی دوستی کا خیال ہے تو چتوڑ چھوڑ کر چلا جائے یہ اس کی خیر اندیشی کا پہلا ثبوت ہوگا اور بعد ازاں اگر مہارانا کی طرف سے پہلے کی طرح کوئی مزاحمت نہ کی گئی تو سمجھ لینا چاہیئے کہ مہارانا صاحب اس کے دوست ہو گئے۔

سفیر بولا:۔

"یہ سب منظور ہے لیکن کیا اس کے ثبوت کے طور پر اودے پور کا کوئی راجکمار رانا کی طرف سے یہی الفاظ بادشاہ کے دربار میں جا کر کہنے کے بعد اس کو مطمئن کر سکیگا اگر ایسا ہوا تو ہمارے بادشاہ کو یہ سب باتیں منظور ہیں"۔

سپہ سالار اعظم نے جواب دیا:۔

"سفارت میں شہزادہ سلیم نہیں آیا ہے پھر ہم کیسے کسی راجکمار کو بھیجدیں، بیشک ہمارا سفیر بھی اسی طرح اکبر کے دربار میں جائے گا جس طرح اس کا سفیر ہمارے دربار میں آیا ہے، سفیر بھیجنے پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہاں! اگر اس کے بعد اکبر نے چتوڑ خالی کر دیا اور کم از کم دو سال تک دوستی کا ثبوت دیتا رہا تو ہم کسی راجکمار کو آگرہ دربار میں بھیج دیں گے لیکن یہ وہاں کوئی منصب حاصل نہ کریگا، اسی طرح اکبر کو ہمارے دربار میں کوئی مغل شہزادہ بھیجنا ہوگا"۔

اکبری سفیر خاموش ہو گیا، اسے خاموش دیکھتے ہی مہارانا نے حکم دیا کہ سفیر کو سروپا کی خلعت عطا کی جائے اور انعامات سے سرفراز کیا جائے اور حکم دیا کہ جب تک سفیر.. اودے پور میں قیام کرے اس کی خاطر و مدارات میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے۔

اور دربار برخاست ہو گیا

★ ★ ★

کومل میر کا دربار عام !!

اکبر کا سفیر کچھ دن رہکر چلا گیا اس کے جانے کے کئی ماہ بعد مہارانا نے کومل میر کے تمام سرداروں کو بلانے کا اعلان کرایا۔ مقررہ دن تمام سردار دربار میں حاضر ہوئے۔
سپہ سالار اعظم نے کھڑے ہو کر بلند آواز میں کہا۔

"بہادرو!"

"مہارانا نے تمہیں اس وجہ سے بلایا ہے کہ تم سے ایک خاص معاملہ میں صلاح و مشورہ لے اور آنے والی مصیبت سے آگاہ کرے، بادشاہ اکبر کا سفیر اس دربار میں آیا تھا بادشاہ نے کہلایا تھا کہ اگر کوئی راجکمار اکبر کے دربار میں جا کر رانا کی طرف سے اس بات کا.. اطمینان دلادے کہ رانا آگرہ کی حکومت کے دوست ہیں تو بادشاہ چتوڑ خالی کردیگا، ہم نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اگر کوئی مغل شہزادہ سفارت کے ساتھ آیا ہوتا تو ہم بھی کسی راجکمار کو بھجدیتے، اگر بادشاہ چتوڑ خالی کردے تو دو سال بعد ہم کسی راجکمار کو آگرہ بھیج دینگے جو وہاں منصبدار نہ ہوگا اسی طرح کوئی مغل شہزادہ چتوڑ کے دربار میں آئے گا۔ سفیر... خاموش ہو کر چلا گیا ہے جس کا صاف مطلب جنگ ہے، ایسی جنگ کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی۔

بھائیو! تمہیں معلوم ہے کہ چتوڑ خالی کرنے سے پہلے ہم نے کتنی قربانی دی کتنی جانیں خاک میں مل گئیں، ہم صرف سابقہ راجہ کے حکم کی وجہ سے یہاں آکر آباد ہوئے تھے ورنہ ہم جیتے جی... کبھی اپنا وطن خالی نہ کرتے، نقارۂ جنگ پر چوب لگنے میں صرف کچھ دن کی دیر ہے کہ آگرہ کی فوجیں پھر ہمیں اجاڑنے آئیں گی۔

ذلت کی زندگی سے بہادری کی موت کروڑوں درجے اچھی ہے، نکٹے کا مرنا جینا یکساں ہے کس قدر شرم کی بات ہے کہ ہم سے ہماری راجدھانی تک چھین لی گئی دیکھو اب ہماری کیا حالت ہے، جنگوں کی مسلسل جھڑپوں میں ملک بنجر ہو گیا، جہاں میٹھے پانی کے چشمے پہاڑ سے کھود کر جاری کئے گئے تھے وہ سب خشک ہونے کی وجہ سے وہاں اب ریت اڑ رہی

ہے آباد شہر ویران ہیں قحط اور مفلسی عوام کیلئے وبال جان بنی ہوئی ہے۔

مضبوط ہاتھ

سپہ سالار اعظم نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا:۔

کھشتریو! ہزاروں مردوں اور عورتوں نے وطن عزیز کی حفاظت میں آج تک اپنی... جانیں دی ہیں اور اپنے سر دھڑ سے اتار کر رکھ دیئے ہیں کوئی شخص جیتے جی اپنے ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتا مگر آج ہم ایسے بے بس ہیں کہ مکھیاں ہمارے ناکوں پر بیٹھ رہی ہیں اور ہم اسے اڑا نہیں سکتے۔ کیا یہ اچھی حالت ہے؟ کبھی نہیں، ہم کھشتری ہیں، زمانہ ماضی بعید کی.. الہامی کتابوں میں ہمیں اللہ کا ہاتھ کہا گیا ہے اور وہ ہاتھ کیسا نکما سمجھا جاتا ہے جو ناک پر بیٹھی ہوئی مکھی تک کو اڑا نہیں سکتا، کھشتریوں کے فرائض نہایت مشکل ہیں ان کے راستے میں کنول کی پنکھڑیاں نہیں بچھائی گئی ہیں۔ ان کے راستے میں نوکیلے کانٹے اور خاردار جھاڑیاں بچھی ہوئی ہیں۔ ان کا صاف کرنا اور ان کو کاٹ کر سیدھی سڑک نکالنا ہمارا فرض ہے ایک عابد اور مرتاض اپنے حجرے میں بیٹھ کر آسانی سے رات دن عبادت کر سکتا ہے ایک تاجر اور دوکاندار مزے سے اپنی دوکان میں سودا سلف بیچ سکتا ہے، ایک مزدور صبح سے شام تک مزدوری لے کر رات کو اطمینان سے سو سکتا ہے لیکن کھشتری رات دن اپنے وطن عزیز کی حفاظت میں سینہ سپر رہتا ہے، وہ تلوار کی آب سے اپنا خشک حلق تر کرتا ہے، خود اس کی ٹوپی ہے، ڈھال اس کی چادر ہے، زمین اس کے خون سے زرخیز ہوتی ہے، قدم قدم پر اس کی قوت اور دلیری کا امتحان ہوتا ہے، امن و امان قائم رکھنے کا وہ ذمہ دار ہے یہ سب فرائض صرف مضبوط ہاتھ ہی ادا کر سکتا ہے، ہمارے بزرگوں کے ہاتھ مضبوط تھے اور انہوں نے یہ تمام فرائض سنبھالے تھے، اگر آپ کو کھشتری کہلانا ہے تو تمہیں ان کانٹے دار راستوں پر چلنا ہوگا، ہمارے سامنے مصیبت کے پہاڑ کھڑے کر کے اکبر یہ چاہتا ہے کہ جن... شرطوں پر دوسرے سردار راجپوتی کا درجہ حاصل کر گئے ہیں انہیں شرائط کے تحت ہم بھی بے آبرو ہو کر امبر اور بوندی کی طرح ان کے ساتھ میل ملاپ کریں، بہادرو!... اب تم سے مشورہ لینا ہے کہ اب کیا کیا جائے؟!

تمام سردار یکزبان ہو کر بولے:۔

چھی! چھی!! چھی!!! کھشتریوں کو دوسری قوموں کا سالا سسر بننا کبھی منظور نہیں
چتوڑ اگر ہمیں ملتا نہ ملے، بیرونی مسلمانوں کے دربار میں اگر ملازمت نہیں ملتی نہ ملے لیکن ہم اپنے
پیٹ کی خاطر اور عہدہ لینے کی خاطر یا دل کی تسلی کی خاطر کبھی یہ گوارا نہ کریں گے کہ میل ملاپ کر کے ہم
اپنی حمیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دیں، ہم بھکاری نہیں ہیں جو کنگالوں کی طرح..
ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگیں، اگر ہم میں طاقت ہے تو ہم کھویا ہوا وقار حاصل کر کے رہیں گے
ہم سونے کی طرح آگ میں تپیں گے اور کندن بن کر نکلیں گے لیکن اپنی ناک کٹوانی کبھی
گوارا نہ کریں گے مرتے مرتے مر جائیں گے لیکن اس ذلت اور رسوائی کو ہرگز ہرگز پسند نہیں...
کریں گے، اسی میل ملاپ کے چکر میں قدیم یونان، روم، بابل، نینوا اور مصر ختم ہو گئے لیکن
اسی ایک غیرت نے ہمارے نام و نشان کو زندہ رکھا ہے بقول شاعر

یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے
باقی مگر ہے اب تک نام و نشاں ہمارا

سپہ سالار اعظم نے کھڑے ہو کر دوبارہ کہا:۔

شاباش! جوانمردو! شاباش!! تمہاری ذات سے اسی قسم کی خودداری کی امید
تھی، تم نے سنا ہے کہ اکبر ایک نیا بھیس بدل کر ہماری صفوں میں انتشار پھیلانے کیلئے داخل
ہوا ہے، اس نے ہمیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے، ہمارا ایک بہت بڑا حصہ اس کے ساتھ
ہو گیا ہے، ہمارے معتبر آدمیوں نے خبر دی ہے کہ اکبر بھیس بدل کر بوندی گیا تھا وہاں کے
سردار نے اس کی اصلی شکل پہچان لی لیکن بزدلی نے اس کی خودداری کو دبا دیا اور اس نے
اکبر سے عقیدت کے ساتھ پختہ عہد نامہ کر لیا ہے کہ چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے
لیکن ہم اپنے اکبر کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے لہذا بھائیو... اب ہمارا کام پہلے سے بھی مشکل
ہو چکا ہے، جو خوددار سردار تھے وہ سب اپنے اپنے علاقوں کو چھوڑ کر شمال اور...
جنوب کے پہاڑوں میں چلے گئے ہیں اور ان کی ریاستیں ہمارے دشمنوں کو سونپ
دی گئی ہیں، اس طرح ہمارے دشمن مضبوط سے مضبوط تر ہو گئے ہیں۔

فوراً ایک سردار اٹھا اور اس نے لعنت بھرے لہجہ میں کہا:۔

وہ جنہیں قومیت کا پاس نہیں ہے ان کی دوستی ہمارے لئے قابل شرم ہے
جب وہ اپنی نظر سے آپ گر گئے تو وہ ہماری مدد کیا کر سکیں گے ایک وہ وقت تھا جب...

حسن خاں میواتی معہ اپنے تمام قبیلے کے اور بادشاہ سکندر لودھی کا بیٹا محمود خاں لودھی مع دس ہزار پٹھانوں کے ہمارے دادا رانا سانگا کے ساتھ مل کر اکبر کے دادا بابر سے لڑے تھے اور آخر کار بابر کے لڑکے ہمایوں کو مع تمام مغلوں کے ہندوستان کو خالی کرنا پڑا لیکن آج ہمارے اپنے راجکمار سکت اور ساگر و درگا جن پر ہمارے خاندان کو ناز تھا اکبر سے مل گئے ہیں، تاہم آج بھی ہم اسی طرح ثابت قدم ہیں۔

دلیری اور بہادری تعداد پر ہرگز منحصر نہیں ہے اکیلا شیر بھیڑ بکریوں کے ریوڑ میں گھس جاتا ہے اسے دیکھتے ہی تمام بھیڑیں کان دبا لیتی ہیں چرواہا کانپ جاتا ہے۔"

سپہ سالار اعظم نے کہا:۔

"محض جوش کے بل بوتے پر یہ مہم سر نہ ہوگی اس کے لئے عملی تدابیر اختیار کرنی پڑیں گی۔"

اس سردار نے کہا:۔

"طبل جنگ پر چوب لگا دی جائے آواز سن کر کومل میر اور آس پاس کے خود دار اور بہادر رگھبر رانا کے جھنڈے کے نیچے خود بخود آجائیں گے۔"

دوسرا سردار بولا:۔

"نہیں... نہیں... بلکہ ہر علاقہ کے سرداروں سے کہہ دیا جائے کہ وہ اپنے آدمیوں کو تیاری کا حکم دیں، جب فرمان جاری ہو سب ایک جگہ جمع ہو جائیں۔"

یہی تجویز اتفاق رائے سے منظور ہوئی۔

آہ - اودے پور

اکبر نے تمام راجپوتوں کی ہمدردیاں رانا کے خلاف حاصل کرلیں اس نے ارادہ کیا کہ ایک ہی حملہ میں ان خانماں برباد بہادروں کا نام داستان تک صفحۂ ہستی سے مٹادیا جائے اس کی عظیم الشان سلطنت میں سپاہیوں کی کمی نہ تھی لہٰذا اس نے بہادر مغلوں کی جری فوجیں آگرہ میں یکجا و متحد کیں اور مان سنگھ راجپوت کو حکم دیا کہ امبر کو راجپوتوں کی افواج کا مرکز بناکر عام بھرتی کی جائے۔

رانا پرتاپ کو ان حالات کا پتہ چلا، تمام سردار لڑنے مرنے پر کمربستہ ہوگئے، رانا کے آدمیوں نے اطلاع دی کہ بادشاہ اکبر ہمارے بقایا مختصر علاقہ کو ایک مرتبہ سواروں اور پیادوں سے بھر دیگا۔

اودے پور کا موقعہ کمزور جگہ میں تھا، پرتاپ کو کسی طرح خبر ہوگئی کہ مغلوں کا ارادہ اودے پور پر قبضہ کرنے کا ہے رانا پہلے ہی جانتا تھا کہ اودے پور مضبوط نہیں ہے اسی لئے وہ اسے پہلے ہی چھوڑ چکا تھا اور اپنی عملی راجدھانی (دارالخلافہ) کوملی میر کو بنا چکا تھا مگر اس خیال کے ماتحت کہ کہیں یہ شہر مغلوں کے ہاتھ میں آجانے سے ان کا فوجی مرکز نہ بن جائے اور وہ اس کے کنوؤں اور مکانات سے فائدہ نہ اٹھائیں اس نے اس شہر کو تباہ کرنے کا ارادہ کیا۔

ہم جس شے کو دل سے پیار کرتے ہیں حتی الامکان اسے غیروں کے ہاتھوں سے بچاتے ہیں اور جب ہمیں یقین ہوجاتا ہے کہ ہم کسی طرح اسے محفوظ نہیں رکھ سکتے تو پھر اپنے ہی ہاتھوں سے اسے برباد بھی کر دیتے ہیں، مرد تمام زمینی رشتہ داروں اور عزیزوں کے مقابلہ میں اپنی عورت کو سب سے زیادہ پیار کرتا ہے وہ اس کی دلی کشش اور محبت کا مرکز بن جاتی ہے، وہ ساری عمر اس کیلئے جان پر کھیلتا رہتا ہے۔ کیا مجال کہ کوئی شخص اسے بری نظر سے دیکھے تو سہی! اگر بس چلے تو وہ اسی وقت اپنی انگلیوں سے اس کی آنکھیں نکال لے۔ عورت مرد کی ناموس ہے۔ جب مرد کو یقین ہوجاتا ہے کہ وہ ضرور دوسرے کے ہاتھ میں

پڑ جائے گی تو اسے خود بیرحمی سے قتل کر دیتا ہے اس قسم کے واقعات انسانی زندگی میں ہر جگہ نظر آتے رہتے ہیں " دانشمند اور عصمت پرست گوجر عورتیں نازک وقت میں خود اپنے مردوں کے ہاتھوں سے ہلاک کیا جانا ثواب سمجھتی ہیں۔ محبت اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تہذیب ہے لیکن اسی محبت کو کبھی کبھی وحشت آمیز اور خوفناک شکل بھی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ عورت خود کیا کرتی ہے؟ جس مرد کے ساتھ اسے الفت ہوتی ہے اگر اس مرد کا ہی التفات نہ رہے تو وہ خطرناک سے خطرناک حادثہ سے دوچار ہونے کیلئے تیار ہو جاتی ہے۔

مہارانا پرتاپ اودے پور کو پیار کرتا تھا۔ اسلئے یہ خبر جانکاہ پاتے ہی اپنی طاقت کا اندازہ لگایا۔ اور جب خوب ذہن نشین ہو گیا کہ مستقل طور سے اودے پور کی کامیاب حمایت غیر ممکن ہے تو اس نے اسے ویرانہ بنا دیا۔ آس پاس کے جنگل تک صاف کرا دیئے تاکہ دشمن اگر آئیں تو یہاں ایک دن کیلئے بھی قیام نہ کر سکیں کنوئیں مٹی سے بھروا دیئے، پہاڑ کے مصنوعی چشمے بند کرا دیئے جو پہاڑوں سے کھود کر نکالے گئے تھے اور عام فرمان جاری کیا کہ جو شخص یہاں آکر مویشی، بھیڑ اور بکریاں چرائے گا اس پر شاہی عتاب نازل ہوگا۔ یہ فرمانا اس وجہ سے تھا تاکہ دشمن کو گوشت اور دودھ بھی مہیا نہ ہو سکے۔ یہ حکم دیکر اس نے بہادروں اور سرفروشوں کی جماعت لے کر کومل میر کا راستہ اختیار کیا جسے وہ اپنا دارالخلافہ بنا چکا تھا اور جو اودے پور کے مقابلہ میں ناقابل تسخیر تھا۔

رانا گھوڑے پر سوار چلا جا رہا تھا لیکن مڑ مڑ کر وہ اپنے باپ کے بسائے ہوئے اس شہر کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھتا بھی جاتا تھا اس کے دل کے دریا میں اس دردناک نظارہ سے ایک طوفان اٹھتا تھا، جس طرح پیار کرنے والے ماں باپ اپنے سب سے عزیز بیٹے کی قبر سے روانہ ہوتے ہیں اسی طرح آج مہارانا اپنے اس پیارے شہر کو اپنے ہی ہاتھوں دفنا کر جا رہا تھا۔

ایک میواڑی شاعر نے گوجری زبان میں اس حالت کا خاکہ اس طرح کھینچا ہے جو اردو زبان میں حسب ذیل ہے:۔

پرتاپ کہتا ہے:۔

"قسمت تجھ پر کسی کا بس نہیں چلتا.... لوگ گھر آباد کرتے ہیں لیکن مجھے بسا بسایا شہر اجاڑنا پڑا!!

"لوگ جا بجا باغ لگاتے ہیں۔ پھل پھول کے درخت نصب کرتے ہیں "لیکن" مجھے لہلہاتے ہوئے چمن کو کلہاڑے لگانے پڑے!!

رحمدل آدمی بھوکوں، پیاسوں کے آرام کی خاطر سرائیں اور قیام گاہیں بنواتے ہیں لیکن آج مجھے بنے بنائے مکانات اور مسافروں کے ٹھہرنے کی سرائیں مسمار کرنی پڑیں۔

اودے پور! تو مادرِ وطن ہے۔ میرے باپ نے تجھے آراستہ کیا تھا۔ آج تجھ پر اداسی چھاگئی۔

اودے پور! تو عین جوانی میں برباد ہوا، ایک نئی نویلی لیکن انتہائی بدقسمت دلہن کی طرح تجھے بیوگی کا دل جلانے والا نظارہ دیکھنا پڑا جو آج تیری صورت سے عیاں ہے۔

اودے پور! تو مجھے ناخلف اور گنہگار نہ سمجھنا میں نے جو کچھ کیا ہے تیری ہی بھلائی کی خاطر کیا ہے۔ میں تجھے دل سے پیار کرتا ہوں۔

دیکھ! آج تیری حالت کو دیکھ کر میری آنکھوں سے کس طرح آنسوؤں کے چشمے ابل رہے ہیں مگر میں کیا کرتا دشمن کے قبضہ میں تجھ کو دیکھنا مجھے گوارا نہیں ہے۔

یہ سچ ہے کہ آج تو قبرستان بن گیا ہے (لیکن میں وعدہ کرتا ہوں) اگر جان میں جان ہے تو میں پھر تجھے عروج کی حالت میں کبھی نہ کبھی دیکھوں گا۔

ہائے پتاجی! تم ناحق چتوڑ چھوڑ کر بھاگے تھے، تم کو چتوڑ کے مقابلہ میں اپنی جان.. پیاری تھی۔

لڑنا بھڑنا تو کھشتری کا فرض ہے لیکن تم اپنی جان لے کر بھاگ آئے اور فرض سے.. کوتاہی کر گئے۔

پتاجی! تم تو دنیا سے کوچ کر گئے مگر آج تمہاری آل اولاد اور بیٹوں کو تمہارے گناہوں کا کفارہ دینا پڑا۔

ہر گناہ کا کفارہ ہوتا ہے اور میں نے اس کفارہ کا بوجھ اپنے سر لیا ہے۔

زندگی بھر کھشتری کا فرض ہے کہ اپنے اصول کی حفاظت کرے، میں بھول کر بھی دشمن کا سر کچلنے سے باز نہ آؤں گا۔

میری عزت اور آن خدا کے ہاتھ ہے اور مجھے خدا پر پورا بھروسہ ہے۔

خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرنا جانتے ہیں اور میں اس سے غافل نہیں ہوں خدا میرا ساتھ ضرور دیگا اور میں میواڑ کو پھر فارغ البال اور خوشحال دیکھوں گا۔

نقشہ سلطنت اکبر و گرجر



جنگ کی ابتدا

مغل اور راجپوتوں کے مشترکہ فوجی دستے شیر کی کچھار کی طرف چلے کئی مرتبہ زوردار... [illegible] ہوئے لیکن ہر مرتبہ اتحادیوں کو شکست ہوئی، رانا کے جانباز سپاہی اور سردار... [illegible] عزم و ارادہ کے ساتھ دشمنوں پر گرتے تھے جیسے آسمان سے بجلی گرتی ہے۔ آگرہ... [illegible]یں تمام علاقہ کے چاروں طرف لگادی گئیں تاکہ رانا کو دور دور سے رسد دستیاب نہ ہو سکے [illegible] شاہی فوجوں نے تمام میواڑ سے عوام کو نکالدیا تاکہ کشت و زراعت نہ ہو سکے اور رانا کو غلہ مل سکے [illegible]نگ کئی سال یونہی چلتی رہی لیکن اس کا کوئی خاطرخواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا، کومل میر علاقہ کی ایک ایک انچ زمین بھی بادشاہی فوجیں اپنے قبضہ میں نہ رکھ سکیں، جنگ کی طوالت اور پریشانیوں نے بادشاہی فوجوں کے اوسان خطا کر دیئے آخر اکبر نے آگرہ سے فوجوں کو حکم تحریر کر کے بھیجا کہ کومل میر علاقہ کو چھوڑ کر واپس چتوڑ آجائیں اور حالات اور دوسرے فرمان کا انتظار کریں۔

اب اکبر بادشاہ نے دوسرے طریقہ سے اس مہم کو ختم کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے وفادار سلطنت مان سنگھ راجپوت کو اکبر کی شہنشاہیت اور فوجی برتری کا رعب ظاہر کرنے کیلئے بھیجا تاکہ رانا اس جنگ بازی سے باز آجائے لیکن اس میں بھی ناکامی ہوئی جیسا کہ ابھی مفصل بیان کیا جاتا ہے۔

دوسرا امتحان
قومی غیرت کا بے مثال نمونہ

تمام راجستھان میں اکبر کے جاسوس پھیلے ہوئے تھے اور تمام راجپوت اپنی راجپوتی کی خفت اور سبکی کا بدلہ رانا سے لینا چاہتے تھے، ان کی بھیانک رات چاہتی تھی کہ سورج سے اس کی چمک چھین لے تاکہ رات پر پھر کوئی سیاہی کا الزام نہ لگا سکے چنانچہ اکبر کو رانا کی ہر

حرکات و سکنات کا ہر وقت پتہ ہوتا تھا یہ بڑے بڑے کھشتری سردار اور تنخواہ دار
اب اکبر کے دربار میں راجپوت کہلانے لگے تھے اپنی قومی حمیت سے اس قدر گر چکے تھے کہ ر
ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔
سیاست کا یہ ایک طریقہ ہے کہ لالچی کو دولت دیکر، بزدل کو دھمکا کر جتھہ داروں
پھوٹ ڈالکر اور ایک دوسرے کا رقیب بنا کر اور نافرمان کو سخت سزائیں دیکر اور خودداروں
قومی غیرت کو نکال کر حکمراں ان کو اپنے تابع کرتے ہیں۔
یہ تنخواہ دار راجپوت اکبر کو لمحہ لمحہ کی خبریں دیتے تھے، چنانچہ اکبر کو یہ بات پورے
سے ذہن نشین ہو گئی کہ مہارانا کا عزم و استقلال کبھی بھی شکست کا منہ نہ دیکھنے دیگا
اسے سب سے زیادہ پریشانی اس بات کی تھی کہ اگر پرتاپ شیر کو اسی طرح کھلے میدان
دھاڑنے کیلئے چھوڑ دیا گیا تو وہ لوگ بھی جن کی گردنوں میں وفاداری کا طوق پڑ چکا ہے
کہیں طوق نکال کر نہ بھاگ جائیں اور سلطنتِ مغلیہ کی عمارت کو ٹھیس نہ پہنچ جائے چنانچہ
اس نے ان وفاداروں کو ہمیشہ کیلئے غلام بنائے رکھنے کیلئے اپنی سیاست کے پیشِ نظر
ایک اور حربہ استعمال کیا۔
مان سنگھ راجپوت کو بلا کر کہا کہ وہ کسی نہ کسی بہانہ سے رانا کے پاس جائے اور لاؤ لشکر
سازوسامان، شاہی ٹھاٹھ باٹ، بہترین زیور پہنے ہوئے گھوڑے وغیرہ ساتھ لے کر اس
طور سے پرتاپ کو مرعوب کرے کہ اس کے عزم و ارادہ میں ضعف پیدا ہو جائے، اگر ہو سکے
تو حکمت عملی سے اسے سمجھا بجھا کر صلح پر آمادہ کرے۔
مان سنگھ راجپوت شولاپور کی ایک چھوٹی سی ریاست فتح کرنے کے بہانہ سے اکبر کا
عظیم الشان لشکر لیکر روانہ ہوا، شولاپور کو ماتحت کرکے اس نے واپسی میں کومل میر کا راستہ
اختیار کیا، جب کومل میر کے نواح میں پہنچا تو اپنا آدمی رانا کے پاس بھیجا کہ یوں ہی.....
سرِ راہ ہے مان سنگھ چاہتا ہے کہ رانا سے ملاقات ہو جائے تو بڑی خوشی کی بات ہوگی
رانا نے شکریہ کے ساتھ قاصد سے کہا کہ ضرور بالضرور مان سنگھ شوق سے آئے وہ...
راناؤں کا مہمان ہوگا۔
چنانچہ مان سنگھ بڑے دھوم دھام سے ڈنکا، نشان اور لاؤ لشکر ساتھ لئے ہوئے
آیا کیوں نہ ہو اوّل تو وہ امبر کا جاگیردار تھا، دربار میں پنجہزاری تھا اور راجہ کا خطاب

حاصل کئے ہوئے تھا، دوسرے ہندوستان کے بادشاہ کا عزیز رشتہ دار اور معتمد تھا بھلا پھر اس کی شان و شوکت میں کیا کسر ہو سکتی تھی، ادھر بھی جانبازوں کے بہترین فوجی دستے استقبال کو پہنچ گئے، مہارانا کا لڑکا رانا امر کئی میل سے اسے لینے کیلئے آیا، مان سنگھ... راجپوت کو راجشاہی مہمان خانہ میں ٹھہرایا گیا، امر کو دیکھکر مان سنگھ اس سے بغلگیر ہو گیا، رانا کے تمام سردار بھی اس سے ملے اور دعوت کا شاندار انتظام کیا گیا۔

جب کھانا کھانے کا وقت آیا۔ امر بحیثیت میزبان موجود تھا۔ مان سنگھ نے ہنس کر کہا:۔

"راجکمار! تم نے میری میہمانی کا اہتمام نہایت ذوق و شوق کے ساتھ کیا ہے میں تمہاری... خوش لیاقتی دیکھکر بہت خوش ہوا ہوں"

امر نے جواب دیا:۔

"یہ آپ کی نوازش ہے بڑے آدمی فقیروں کی معمولی نذر سے خوش ہو جاتے ہیں میں رانا کا لڑکا ہوں اگر آپ کو میری میہمان نوازی کا ڈھنگ پسند آگیا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے"

مان سنگھ نے کہا:۔

"بھائی! مگر رانا صاحب کی اب تک مجھ سے ملاقات نہیں ہوئی"

امر بولا:۔

"آپ تشریف رکھیئے! ابھی تو آپ آئے ہیں، رانا صاحب وقت پر آپ سے ملیں گے"

مان سنگھ گویا ہوا:۔

"بھائی! اس کی سند نہیں ہے اصلی میزبان کی جگہ خالی نہ رہنی چاہیئے"

امر نے حاضر جوابی سے کام لیتے ہوئے کہا:۔

"تو کیا میں نقلی میزبان ہوں"

مان سنگھ مسکرایا اور گویا ہوا:۔

"نہیں.... تم لڑکے ہو اور میں تم کو پیار کرتا ہوں ... مگر میں تو رانا پرتاپ کا میہمان ہوں ان سے ملنے آیا ہوں .... ان کو یہ رسم خود ادا کرنی چاہیئے"

امر نے جواب دیا:۔

"یہ میہمان نوازی رانا ہی کی طرف سے ہے... وہ وقت پر آپ سے ملیں گے آپ اودے پور والوں کی راہ و رسم سے اچھی طرح واقف ہیں"

مان سنگھ کو امر کی اس خستہ بیانی پر حیرت ہوئی... چنانچہ اس نے پھر امر سے کہا:۔

"مگر اس رسم کا برتاؤ تو غیروں کے ساتھ ہوتا ہے... تم جاؤ مہارانا پرتاپ کو میرا سلام... میں ان کے سلام کیلئے حاضر ہوا ہوں۔"

امر وہاں سے چلا گیا... مان سنگھ کے ایک سردار نے کان میں جھک کر کہا:۔

"راجہ صاحب! کیا اب بھی آپ نے نہیں سمجھا... پرتاپ کو آپ کے ساتھ بیٹھکر کھانا کھانے سے پرہیز ہے... وہ آپ کو اپنی حیثیت کا نہیں سمجھتا اور سبب... آپ کو معلوم ہی ہے۔"

مان سنگھ کے کان کھڑے ہوئے، وہ دل میں سمجھتا تھا کہ پرتاپ مصیبت زدہ ہے... پرتاپ اس کے مقابلہ میں ناچیز ہے جو جنگلوں، بیابانوں اور پہاڑوں کی خاک چھانتا پھر رہا ہے مدّت سے ان کی سلطنت چھینی جا چکی ہے اس کا اقتدار اس قدر کہاں ہے جو کہ اسے حاصل ہے، صرف کہنے سننے کی دیر ہے اور پرتاپ اس کے ساتھ عزت اور تعظیم سے پیش آئے گا۔ مگر سردار کی ان باتوں نے اسے چوکنا کر دیا۔ اتنے میں امر واپس آکر بولا:۔

"مہارانا نے سر کے درد کی وجہ سے معذرت چاہی ہے، آپ کھانا کھا کر آرام کیجئے تاکہ سفر کی تکان دور ہو جائے، مہارانا صاحب پھر موقع سے دوسرے وقت ملیں گے۔"

مان سنگھ یہ سُن کر کھڑا ہو گیا اور بولا:۔

"مجھے مہارانا صاحب کے دردِ سر کی کیفیت معلوم ہے۔ وہ اگر نہیں آنا چاہتے تو نہ آئیں۔ جب میزبان نہیں ہے تو پھر مہمان کس کے یہاں ٹھہرے۔ ان سے جا کر کہو میں... تمہارے ہاتھ سے چاول کا ایک دانہ اور روٹی کا ایک ٹکڑا لینا پسند نہ کروں گا، لیکن میزبان کی عدم موجودگی میں یہ شاندار دعوت مجھے منظور نہیں ہے اور رانا سے یہ بھی جا کر کہہ دو کہ ہم سب نے اب تک جو کچھ کیا ہے صرف تمہاری خاندانی عزّت کے قائم رکھنے کی نیت سے کیا ہے۔ ہم نے مجبوری کی حالت میں مغلوں کو بہن بیٹی دی ہے۔ بادشاہوں میں ہمیشہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے... دکن پر چڑھائی کرکے اکبر نے عادل شاہ کی بیٹی وہیں سرحد پر زبردستی منگوا کر اپنے بیٹے کو دی، بیرم خاں کے بیٹے نے اسی طرح شاہ ارغون بیگ...

والے نے بلوچستان کی بیٹی کو اپنے لیے جبراً حاصل کیا۔

بادشاہ کے خیالات سے تم واقف نہیں ہو، وہ اپنی خوشی سے راجپوتوں کو اپنی لڑکیاں دینے پر رضامند ہے۔ چنانچہ نگر کوٹ کے راجہ دھنی چند کی شادی آگرہ میں ایک مغل لڑکی سے کرائی گئی لیکن ہم بذات خود مغل عورتوں کو اپنے گھر لانا پسند نہیں کرتے۔ راجپوتوں سے حرم سرا میں کوئی پردہ نہیں کرتا، شاہی گھرانے کی تمام مستورات ہماری حفاظت میں رہتی ہیں اکبر کو مغلوں سے زیادہ راجپوتوں پر اعتماد ہے۔

رانا ہم سے صرف اس بات پر نفرت کرتا ہے کہ ہم نے اپنی لڑکیاں مغلوں کو دیدی ہیں تو اس کی یہ بھول ہے اور اگر وہ ہم سے اس وجہ سے نفرت کرتا ہے کہ ہم راجپوت بن گئے ہیں تو رانا کو یاد رکھنا چاہیے کہ خود ان کے سگے بھائی اکبر کے تنخواہ دار راجپوت ہیں یہ نفرت رانا کو بہت مہنگی پڑے گی، میواڑ میں اب وہ طاقت نہیں رہی ہے کہ وہ زیادہ دنوں تک محفوظ رہ سکے گا، اس کی عمر ہو چکی اور تمہیں چاروناچار مغلوں کی ماتحتی میں آنا پڑے گا، اب وہ نفرت کا زمانہ نہیں رہا جب کہ تمام خود دار کھشتریوں نے کسی بھی بادشاہ کی ماتحتی قبول نہیں کی تھی۔

بادشاہ نے اس نفرت کو ختم کر دیا ہے آج اس کے جھنڈے کے نیچے... لاکھوں راجپوتوں کی فوج ہے، اسی وجہ سے میواڑ کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی ہے۔ مدت سے چتوڑ تمہارے ہاتھوں سے چھن چکا ہے تم مارے مارے پھر رہے ہو، یہ مختصر علاقہ کومل میر اور آبو کے اس خشک پہاڑ کی یہ معمولی ریاست تمہیں پناہ نہیں دے سکتی۔

یہ مفلسی، ناداری، غریبی اور تمہارے زرد زرد چہرے اس بات کو ظاہر کر رہے ہیں کہ تم لوگوں کو جو آج ترقی کے زمانہ میں ترقی سے منہ موڑتے ہو اس بری طرح سے روندا جائے گا کہ تمہارا نام لیوا اور پانی دیوا باقی نہ بچے گا۔"

مان سنگھ کی تیز آواز سن کر مہارانا صاحب بھی آ گئے۔ ان کے جسم پر پھٹے پرانے کپڑے تھے اور ان کے چہرے سے مصیبتوں کی جھلک نمودار ہوتی تھی، ان کی شکل اور صورت فقیرانہ تھی ان کو دیکھتے ہی مان سنگھ غصہ میں بھر کر بولا:۔

"اگر میں مان سنگھ ہوں تو تمہیں یہ دکھا دوں گا کہ راجپوت بن کر بھی ہم رانا کے سر پر خود

سر کو جھکنے پر مجبور کردیں گے۔ تمہارے دماغ سے ابھی تک مذہبی اور نسلی تعصب نہیں نکلا ہے حالانکہ آج ہندو مسلمان ایک گھاٹ پانی پی رہے ہیں۔"

پیرتاپ نے بجائے غصہ میں آنے کے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا:-

"ہم نے آج تک کسی مذہب کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی ہماری بابت یہ مشہور ہے کہ ہمارے جدِ امجد باپا راول نے جو نوشیرواں کا بھی جدِ امجد ہے اسلام قبول کر لیا تھا۔

قومی غدار! دیکھ یہ میرے سگے بھتیجے ہیں، میرے بھائی ساگر کے دونوں بیٹے مدت سے مسلمان ہیں اور میرے ساتھ رہتے ہیں اگر انہوں نے کبھی بھی دوسری قوم میں رشتہ داریاں قائم کیں تو میں ان کی گردنیں اڑا دوں گا، دوسری قوموں میں شادی بیاہ کرنا قوم سے غداری کی سب سے بڑی علامت ہے، مذہب ہمیشہ بدلتے آئے ہیں اور بدلتے رہیں گے لیکن قومی غیرت میں کبھی فرق نہ آئے گا۔

بے غیرت مان سنگھ! دوسری قوم میں رشتہ داری کرنے کا نتیجہ خود اپنی زندگی میں دیکھ لے میں تیرا رشتہ دار نہیں ہوں لیکن تیرا ہمقوم بھائی ضرور ہوں، آج تجھے اپنی رشتہ داری کا اس قدر پاس اور لحاظ ہو چکا ہے کہ تو غیر قوم کی حمایت میں اپنے بھائی کو تباہ و برباد کرنے اور اسے قتل اور ذبح کرنے پر تُلا ہوا ہے، ہماری تلوار دو باتوں کیلئے میان میں سے نکلی ہے اول یہ کہ ہم ہرگز... کسی دوسری قوم میں بلالحاظ مذہب و ملت رشتہ داریاں نہ کریں گے اور جو ہماری قوم کا فرد ایسا کرے گا اسے قوم کا غدار سمجھیں گے، دوسرے ہم کسی بیرونی قوم کی ماتحتی قبول کرنے کیلئے تیار نہیں، اگر ہمیں... مسلمانوں سے نفرت ہوتی تو ہم میواڑ میں کسی مقامی مسلمان کو نہ رہنے دیتے اور نہ کبھی میرے مسلمان بھتیجے کبھی میرے ساتھ رہتے، میرے خاندان کے پانچ بہادر آج مسلمان ہیں لیکن آج تک اپنی قوم گوہل وال پر میری طرح گوجر ہیں۔"

مان سنگھ نے گرج کر کہا:-

"تم نے مجھے قومی غدار کہا ہے، تم آج تک محض ہماری مہربانیوں سے زندہ ہو ورنہ ہم نے الور کے کھٹانہ خاندان کا بیڑہ غرق کر دیا ہے، دیپال پور کے بھاٹی دانہ دانہ کو ترس رہے ہیں، ہم نے ریاست ریلواں کی گجرانی کو خودکشی کرنے پر مجبور کر دیا اور اسکے کمسن بچہ کو پاؤں کے نیچے روند کر مار ڈالا، تم راجپوت کے غصہ سے واقف نہیں ہو... اچھا میں جاتا ہوں... پھر تم سے ملاقات کروں گا..

اور بتاؤں گا کہ راجپوت کو بے عزت کرنے کا انجام کیسا ہوتا ہے"
اس کا جواب برجستہ پرتاپ نے دیا:۔
"تمہارے پاس عزت کہاں ہے؟ اور ہاں! میں تم سے مل کر خوشی محسوس کروں گا اب کی ملاقات میں اپنے پھوپھا اکبر کو بھی ساتھ لیتے آنا، میں ہر وقت اور ہر حال میں دوبدو ہونے سے گریز نہ کروں گا.... آیئے اور ضرور آیئے"
مان سنگھ کے گھوڑے پر فوراً زین کسی گئی اس نے اپنی فوج کو واپسی کا اشارہ کیا.. چلتے وقت اس نے غصہ کے عالم میں پھر کہا:۔
"پرتاپ! اگر میں نے تیرا سر اکبر کے آستانہ پر نہ جھکایا اور تیرے خاندان کو تڑپا.. تڑپا کر نہ مارا تو میرا نام مان[1] نہیں"
مہارانا نے جواب دیا:۔
"مان سنگھ! ہو سکتا ہے کہ میرے بچے بلک بلک کر اراولی کی پہاڑیوں میں بھوک اور پیاس سے مر جائیں... ہو سکتا ہے کہ اگر یہی لیل و نہار رہے تو میرا گوشت ہڈیوں پر خشک ہو جائے لیکن میرا سر تم کبھی غیر کے آگے نہیں جھکا سکو گے۔ میرا نام بھی پرتاپ[2] ہے۔ مان سنگھ! خدا سے ڈر.. اور یاد رکھ... اپنی کارگذاری کا صلہ تجھے اسی دنیا میں جلد مل جائے گا، قیامت تک کیلئے تو قومی غدار اور قومی قاتل کہلائے گا، میری ہندو اولاد ہمیشہ تجھے "راون" کہے گی اور میری مسلمان اولاد تجھے ہمیشہ شمر اور ابن زیاد سے تشبیہہ دے گی"
مان سنگھ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی... رانا کے ایک وفادار ساتھی نے بلند آواز سے کہا:۔
"اس ناپاک کے جہاں جہاں قدم زمین پر پڑے ہیں اس جگہ کی مٹی کھود کر الٹ دو، کہیں اس کی قومی بے غیرتی اور غداری کے جراثیم کسی میں سرایت نہ کر جائیں"

---

[1] مان کے معنی رعونت کے ہوتے ہیں اسلئے مان سنگھ نے اپنے نام کی مناسبت سے لفظ "مان" استعمال کیا۔
[2] پرتاپ کے معنی نور۔ (مولف)

مان سنگھ کی بیچارگی

اکبر کو مان سنگھ پر سب سے زیادہ اعتماد تھا۔ اکبر بہترین سیاست داں تھا، وہ جانتا تھا کہ مان سنگھ کی ضرور بے عزتی ہوگی اسی لئے دونوں فریقوں میں نفرت انتہا کو پہنچ جائیگی اور اسی طرح کبھی راجپوتوں کی وفاداری متزلزل نہ ہو سکے گی اور اگر مان سنگھ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو ہمیشہ کیلئے آریہ ورت میں بیرونی قوموں کی سلطنت مستحکم ہو جائے گی۔

مان سنگھ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا، اس کی دلی کیفیت دگرگوں ہو گئی رات کا اندھیرا سورج پر سیاہ چادر نہ ڈال سکا اس کی قومی غیرت جاگ اٹھی، اسے رہ رہ کر یاد آیا کہ اس نے اپنی قوم کے خوددار اور غیور خاندانوں کو ایک ایک کر کے مٹا دیا، اسی کی تلوار نے الور کے کھٹانوں کو پہاڑوں میں پناہ لینے پر مجبور کیا، اسی کی تلوار نے دیپالپور کے بھٹی خاندان کو اپنا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اس کے گھوڑوں نے گڑھ کی بہادر رانی کو مجبور کر دیا اور وہ خنجر مار کر خود ہلاک ہو گئی اور اس کا تین سال کا معصوم بچہ گھوڑوں... سواروں اور پیادوں کے نیچے آ کر کچلا گیا، اس کی بدولت چتوڑ میں ہزار ہا جانیں ضائع ہوئیں اور راناؤں کو کومل میر میں مصیبتوں کے دن کاٹنے پڑے۔ مان سنگھ کے اعمال اس کے سامنے خوفناک صورتیں بنا کر کھڑے ہو گئے اس کا ضمیر جاگ اٹھا، وہ آگرہ نہیں گیا بلکہ سیدھا اپنی ریاست امبر میں آیا۔

امبر میں مان سنگھ نے لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا، سنے اس گتھی کو بہتیرا سلجھایا لیکن اسے کوئی حل نہ ملا، ایک روز وہ آدھی رات کے وقت محل سے نکلا اور کئی کوس چل کر ایک جھیل کے کنارے آیا، ایک بھاری پتھر اپنی کمر سے باندھا اور پانی میں چھلانگ لگانے کا ارادہ کیا تاکہ بے عزتی کی زندگی کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دے۔

امبر میں ایک صوفی رہتے تھے جن کا نام داؤد تھا۔ گورو نانک اور کبیر کیطرح انکی تبلیغ

کا مقصد بھی ہندو مسلمانوں میں اتحاد و محبت قائم کرنا تھا، اتفاق سے وہ بھی اسی جھیل کے کنارے خدا کی عبادت میں مشغول تھے، جوں ہی انہوں نے اس اندھیری رات میں... ایک آدمی کو دیکھا وہ چپکے سے اٹھے اور اس کے پیچھے ہو لئے، جب انہوں نے مان سنگھ کا غیر مناسب ارادہ بھانپا تو انہوں نے پیچھے سے آکر اس کو پکڑ لیا اور خودکشی کا سبب پوچھا

مان سنگھ نے جواب دیا:-

"بزرگ ہستی! میں مان سنگھ ہوں..... دنیا میں آدمی ہر قسم کی بے عزتی برداشت کر لیتا ہے لیکن اسے اپنی قوم کی طرف سے پھٹکار سب سے زیادہ سوہان روح ہوتی ہے اکبر کو مجھ پر سب سے زیادہ اعتماد ہے اور میں اس کا بے حد وفادار ہوں۔ اگر اب میں اس کا ساتھ چھوڑتا ہوں تو وہی مثل صادق آئے گی کہ میری ماں نے خصم کیا (برا کیا) پھر اس کو چھوڑ دیا (تو اور بھی برا کیا)..... میں اپنے قومی گناہوں کا کفارہ نہیں دے سکتا، سوائے اس کے اب کوئی چارہ نہیں کہ میں اپنی اس ناپاک زندگی کا خاتمہ کر لوں، مجھے رہ رہ کر اس بات کا خیال آرہا ہے کہ میں کومل میر اور رپرتاپ، کو تباہ و برباد کرنے کی تنبیہ کر آیا ہوں۔"

بزرگ نے جواب دیا:-

"مان سنگھ! تم راجپوت کہلاتے ہو تو کیا ہوا... تمہارا خون تو وہی ہے، کھشتری کبھی بھی دلیری نہیں چھوڑتا، تمہیں اپنی اصلاح کرنے کا اب بھی موقع ہے۔"

مان سنگھ بولا:-

"مہاراج! میرے دل میں کئی روز سے اکبر کے خلاف جذبات ابھر رہے ہیں... اور میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اسی طرح اکبر کے دل میں بھی میری طرف سے شکوک پڑ گئے ہیں میں آج تک آگرہ نہیں گیا حالانکہ مجھے کومل میر سے سیدھا آگرہ جانا چاہئے تھا۔ میں اکبر کی حکمت عملی کا بری طرح سے شکار ہو چکا ہوں اور میری قوم مجھ سے سخت نفرت کرتی ہے دونوں طرف سے میری حکومت کو خطرہ درپیش ہو گیا ہے، میں نے اس دنیاوی جاہ و جلال کے لئے، اس حکومت کیلئے اور دسترخوان کی بہترین غذا کیلئے اپنا قومی وقار بھی ہاتھ سے دیدیا ہے، جس امبر کے لئے میں نے یہ سب کچھ کیا اب وہ امبر میرا نہیں رہ سکے گا۔

بزرگ سنجیدگی کے ساتھ بولے:-

"اس وقت تیری عقل ٹھکانے نہیں ہے اور تو بے تکی ہانک رہا ہے ابھی کچھ روز

پہلے تو میواڑ کو کہہ کر آیا ہے کہ میں اسے بے آبرو اور ذلیل کر دوں گا اور پرتاپ کے غرور کو پامال کر دوں گا اور آج تجھے امبر کی فکر پڑ گئی ... مان سنگھ ... نہ تو خود مر سکتا ہے اور نہ تیرے اندر ہمت ہے، جس شخص کے دل میں دنیا کی محبت ہوتی ہے وہ اس کے جال سے کبھی نہیں نکل سکتا

مان سنگھ بولا:۔

" حضور! اب اس کا کیا علاج کیا جائے، میں اب کسی قیمت پر امبر کی حکومت نہیں چھوڑنا چاہتا۔"

سادھو بولا:۔

" اس کا علاج صرف مذہب کر سکتا ہے ... اب تم یہ بتاؤ کہ آیا تم مسلمان ہونا چاہتے ہو یا پھر اپنے قدیمی مذہب پر قائم رہنا چاہتے ہو، دونوں صورتوں میں تمہارا علاج ہو جائیگا اور پھر تم کو یہ ذہنی کوفت نہ ہوگی۔"

مان سنگھ بولا:۔

" نہ اکبر مذہب پرست ہے اور نہ ہی میں مذہب پرست ہوں ... ہم سب دنیا پرست ... ہیں، اکبر مسلمان کے گھر پیدا ہوا اس لئے مسلمان کہلاتا ہے ... میں ہندو کے گھر پیدا ہوا اس لئے ہندو کہلاتا ہوں، اگر ہم اس چیز کے خلاف چلیں گے تو ہر حالت میں دونوں کی بے عزتی ہوگی

سادھو بولا:۔

" خدا کی قسم تم نے سچ بات کہی، تم تینوں میں صرف پرتاپ ہی با اصول ہے۔ تم ہندو مذہب کے مطابق اپنی حکومت میں اعلان کرا دو کہ وہ دیوی کی پوجا ننگے ہو کر دروازہ بند کر کے الگ الگ کیا کریں، تمہارے اعمال کی یہی سزا اور کفارہ ہے یہ ننگے ہمیشہ تمہارے وفادار رہیں گے۔"

سادھو کے منہ سے خدا کا نام سن کر مان سنگھ چونکا اور سادھو (بزرگ) سے پوچھا

" کیا آپ مسلمان ہیں؟"

بزرگ نے کہا:۔

" ہاں میں مسلمان ہوں لیکن مجھے کسی غیر مذہب والوں سے نفرت نہیں ہے میرا عقیدہ ہے کہ ہر مذہب اصلاح کی طرف لے جاتا ہے، جو لوگ اصلاح نہیں چاہتے وہ اپنی نفسانی خواہشات حاصل کرنے کیلئے مذہب کو آلۂ کار بناتے ہیں خدا کے بندے

ان دنیاوی آلائشوں سے ہمیشہ پاک ہوتے ہیں۔"

مان سنگھ بولا:۔

"کیا آپ میرے ساتھ آگرہ چلنے کیلئے تیار ہیں؟ کیوں کہ میرے دل میں تمہاری موجودگی سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔"

بزرگ نے کہا:۔

"مان سنگھ! تو قسمت کے ہاتھوں لاچار ہو چکا ہے اس لئے دلی سکون کی تلاش میں نکلا ہے، لیکن اکبر کو کوئی مجبوری نہیں ہے وہ تمام دنیا کو بے وقوف بنانا چاہتا ہے، کسی بزرگ کو وہ کبھی پسند نہیں کرے گا۔"

بزرگ ہستی تھوڑی دیر کے لئے رکی اور پھر اطمینان کا سانس لیتے ہوئے گویا ہوئی:۔

"مان سنگھ! اکبر اپنے دنیاوی جاہ و جلال کیلئے دوسروں کو آلۂ کار بنانے کا عادی ہے وہاں میری بے عزتی ہوگی لیکن میں تمہارے ساتھ چلنے کیلئے تیار ہوں۔

اکبر کی سیاست

کئی ماہ بعد مان سنگھ آگرہ پہنچا، اکبر کو اس کی تمام باتوں کا پتہ مل چکا تھا کیوں کہ تمام راجستھان میں کوئی راجپوت ایسا نہ تھا جسے اکبر کے دربار سے تنخواہ نہ ملتی ہو جوں ہی مان سنگھ دربار میں سلام کر کے بیٹھا، اکبر نے پر جوش لہجہ میں کہنا شروع کیا "مجھے یہ سن کر بے حد رنج ہوا کہ میرے معتمد اور سپہ سالار کی رانا نے بے عزتی کی ہے، یہ شرمساری اور ذلالت ناقابل برداشت ہے، بادشاہ کے نمائندہ کی بے عزتی تمام سلطنت کی بے عزتی ہے مابدولت اسے کبھی برداشت نہیں کر سکتے.... مان سنگھ تم خود فوج تیار کرو"

مان سنگھ بولا:۔

"بادشاہ سلامت.... عالی جاہ.... میرے آقا.... یہ غلام اتنا کہنے کی جسارت کرتا ہے کہ رانا پرتاپ کے ساتھی جان تو دے سکتے ہیں مگر آن نہ چھوڑیں گے"

بادشاہ نے کہا:۔

"تم پرواہ نہ کرو، ہم تمام حکومتوں سے آج ہی تمام فوجوں کو یکجا کرنے کا حکم دیتے ہیں.. تم بھی اپنے معتقد ننگوں کی فوج کو لے آؤ.... رانا کی تمام آن بان رکھی رہ جائے گی"

ننگوں کا نام سنتے ہی مان سنگھ پشیمانی سے زمین میں گڑ گیا اور اس نے ہاتھ جوڑ کر تمام واقعات بتا دیئے اور کہا:۔

"ننگے پجاری میرے معتقد نہیں ہیں بلکہ میرے گناہوں کا کفارہ ادا کرتے ہیں"

اکبر نے کہا:۔

"اس رسم کو بند کر دو، ہم خود اسی شش و پنج میں ہیں، تم داؤد صاحب کو کل اپنے ساتھ لانا ہم تم مل کر ایک نئی ترکیب نکالیں گے، تم بہادر ہو، بہادر کو کبھی شرمسار نہ ہونا چاہیئے"

اگلے روز درویش داؤد صاحب اکبر کے دربار میں پہنچے، اکبر نے ان کی بڑی تعظیم کی اور باتوں کے درمیان کہا کہ میں نے سنا ہے کہ رانا کے دو بھتیجے تمہارے ہاتھ پر مسلمان

ہوئے کہتے ہیں" مجھے یہ سن کر بڑی ہی خوشی ہوئی ہم جیسے گناہگار آپ کی کرامات کو نہیں پہچان سکتے اور آپ کو معلوم ہی ہے کہ میں راجپوتوں اور مغلوں کو ایک قوم بنانا چاہتا ہوں، رانا پرتاپ اور میرے درمیان مذہبی رکاوٹ ہے، لیکن اگر آپ رانا کے دونوں بھتیجوں سلیم اور مہابت کو یہاں دربار میں چندروز کے لئے بلالیں تو میں بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہو جاؤں گا" اور یہ دونوں بہادر قومیں آپ کے قدموں میں ہو جائیں گی"

چنانچہ داؤد نے ایک خط کوملمیر لکھا... رانا نے بھتیجوں سے کہا:-

"کیا تم لوگ بھی مذہب کو آڑ بنا کر اس مصیبت سے نکلنے کا راستہ تلاش کر رہے ہو"

دونوں بھتیجوں نے یکزبان ہو کر ایک عجیب شانِ رانائی سے جواب دیا:-

"نہیں تایا جی! ہمارے پیرومرشد نے ہمیں یاد کیا ہے... وہ بادشاہ کے پاس ہیں ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کے کام آسکیں، لیکن اگر قومی غیرت کا سودا کیا گیا تو ہم کبھی بھی آگرہ نہیں رہ سکتے"

چنانچہ یہ دونوں آگرہ پہنچ گئے۔

کئی ماہ بعد اکبر نے دربار خاص میں ایک روز داؤد صاحب کو بلایا اور ان سے صاف لفظوں میں کہا:-

"اگر میں بھی علاء الدین خلجی اور مولوی جونپوری کی طرح نبوت کا دعویٰ کر دوں تو آپ.. میری نبوت کی تصدیق کر دیں گے؟.. اگر آپ نے میری تصدیق کر دی تو آپ کے لاکھوں مرید بھی میرے معتقد ہو جائیں گے... میں آپ کو اپنا نائب ماننے کیلئے تیار ہوں، میرے درباریوں میں سے کوئی بھی ہندو ہو یا مسلمان اس منصوبہ کے خلاف نہیں ہے"

داؤد صاحب خاموش رہے... آخر انہوں نے کہا کہ:-

"مجھے سوچنے کی مہلت دی جائے"

چنانچہ انہیں مہلت مل گئی۔

اکبر نے فیضی سے بہت دن پہلے کہا تھا کہ تم قرآن شریف کا ہم معنی مسودہ تیار کرو.. فیضی نے صرف بغیر نقطوں والے حروف استعمال کر کے ایسا مسودہ تیار کر دیا تھا لیکن اسکو مشتہر کرنے کا موقعہ نہیں مل رہا تھا۔ اب بیچارے ایک درویش ان لوگوں کے جمگھٹ میں پھنس گئے... اکبر نے اعلان کیا کہ فلاں روز فلاں درخت کو چیر کر الہامی کتاب نکالی

جائے گی جو اللہ میاں نے مجھ پر بذریعہ جبریل فرشتہ نازل کیے گا وعدہ فرمایا ہے۔"
اِن لوگوں کی اس چالبازی سے داؤد صاحب بڑی پریشانی میں پڑے، انھوں نے پرتاپ کے بھتیجوں کو بلایا اور انہیں رائے دی کہ وہ فوراً آگرہ چھوڑ کر واپس رانا کے پاس چلے جائیں ورنہ یہاں ان کا دین اور ایمان خراب ہو جائے گا۔

سکت کا بیٹا سلیم تو واپس چلا گیا، لیکن مہابت کو شاہی قلعہ میں ایک مغل شہزادی سے عشق ہو چکا تھا اور اس کے دل پر فیضی کی باتوں کا اثر بھی ہو چکا تھا جس نے اس نوجوان کو بتایا تھا کہ ... نوجوان زندگی عیش کرنے کا دوسرا نام ہے ... خواہ مخواہ ایک موہوم بات کو آن بنا لینا دنیا میں کچھ کام نہیں دیتا، ہم سب درباری اور سرکاری ملازم اسی راستہ پر گامزن ہیں، پھر تمہارا باپ ساگر بھی ہمیشہ آگرہ میں رہتا ہے۔

سلیم بن سکت جب گومل میر چلا گیا اور اکبر کو پتہ چلا تو اس نے مہابت کو بلایا اور اسے "خان" کا خطاب دیا، چنانچہ مہابت اب مہابت خاں ہو گیا۔ مغلیہ دربار کی چمک دمک نے اس نوجوان کو فریفتہ کر لیا اور اس کے دل نے گواہی دی کہ پہاڑوں کو کھود کر نہر نکالنے سے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ انسان بہتے دریا میں نہا لے۔

داؤد صاحب کو بھی مقررہ دن بلایا گیا اور اسی دن بڑی دھوم دھام سے ایک کھوکھلے درخت کو عوام کے سامنے چیر کر جیسی کہ پہلے ہی سے کتاب مفروضہ مذکورہ مندرجہ بالا نوشتہ فیضی رکھی جا چکی تھی نکالی گئی۔

اکبر نے داؤد صاحب سے کہا کہ:۔

"عوام پر تمہارا کافی اثر ہے تم میری تصدیق کر دو۔"

داؤد صاحب سخت ناراض ہوئے، بادشاہ کو سخت سست کہا اور مان سنگھ کو مکار دھوکہ باز بتا کر دربار سے اٹھ کر شاہی مہمان خانہ میں اٹھ کر چلے گئے۔

اکبر نے مان سنگھ کو حکم دیا:۔

"شاہی مہمان خانہ کے چاروں طرف پہلے سے زیادہ سخت پہرہ لگا دیا جائے تاکہ .... داؤد صاحب یہاں سے جانے نہ پائیں۔"

مہمان خانہ میں دراصل داؤد صاحب نظر بند تھے، اکبر کو یقین تھا کہ یہ درویش کبھی اس کی باتوں میں نہ آئے گا، مگر معلوم نہیں رات کے وقت داؤد صاحب یہاں سے کس طرح غائب ہو گئے

اکبر کو خوف ہوا کہ کہیں داؤد صاحب میری پیغمبری کے خلاف ہو کر معہ اپنے مریدوں کے پرتاپ کے پاس نہ چلے جائیں، چنانچہ اس نے فوراً میواڑ پر حملہ کرنے کی تیاری کا حکم دیا۔

فوجیں روانہ ہونے لگیں، اکبر کو رانا پرتاپ کے بھائیوں سکت اور ساگر اور بھتیجے... مہابت خاں نے صلاح دی کہ کومل میر میں تلوار اور تیر کمان اتنا کام نہ دے سکیگی اور... شاہی فوجیں پرتاپ کے حمائتی بھیلوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گی اس لئے بھاری توپخانہ اور بندوقیں بھیجنی چاہیئں۔

خدایا! یہ کیسے بھائی تھے جو اپنے بھائی کا گھر تباہ کروا رہے تھے، ایسے ہی لوگوں کو برادران یوسف کہا جاتا ہے۔

تمام مغل اور راجپوت میواڑ کی طرف نقارے بجاتے چل پڑے، کالی گھٹا تمام راجستھان کے اوپر چھا گئی۔

داؤد صاحب کی ناکامی سے مان سنگھ کے دل پر اکبری عظمت کا سکہ جم گیا اور نئے مذہب کے آغاز نے جاگی ہوئی قومی حمیّت کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے سلا دیا۔

چنانچہ اب مان سنگھ کو خوشی تھی کہ پرتاپ کو تباہ کرنے کا موقعہ اس کے ہاتھ آ گیا ہے۔

——— ★ ——— ★ ——— ★ ———

ہلدی گھاٹ کی پہلی جنگ

جولائی ۱۵۷۶ء میں بادشاہ اکبر کی فوجیں کومل میر پہنچیں جنمیں چار لاکھ فوجی شامل تھے۔ بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ پرتاپ کو زندہ گرفتار کیا جائے تاکہ اس کا جھگڑا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ کئی ماہ تک فوجیں ادھر سے ادھر تباہی و بربادی اور وحشت پھیلاتی رہیں پرتاپ سے متعدد معرکے ہوئے لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ جب معرکہ پیش آتا تو عقب سے تیر انداز بھیل شاہی فوج کو ہراساں کر دیتے تھے۔ بادشاہی فوجیں ہمیشہ گھیرا ڈالنے کے لئے پھیل کر چلتی تھیں اور بہادر رانا کے جانباز سپاہی ہمیشہ اس گھیرے میں اس طرح گھس جاتے تھے جس طرح شیر بکریوں میں گھس جاتا ہے۔ اور کاٹ مار کر کے درمیان سے فوجوں کو چیر کر اس طرح نکل جاتے تھے، جس طرح تلوار پانی میں سے نکل جاتی ہے۔

بادشاہی فوجوں کو اس قدر نقصان ہوا، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مسلسل ایک ماہ کے معرکوں میں ایک لاکھ آدمی قتل ہوئے اور مہارانا پرتاپ کی فوج کے صرف پانچ ہزار آدمی اپنی جانوں سے گئے۔ مگر پرتاپ کے یہ پانچ ہزار پانچ لاکھ کے برابر تھے کیوں کہ جتنے آدمی لڑ رہے تھے یہی سب پرتاپ کی رعایا تھی اور یہی سب فوج تھی نہ باہر سے کمک آسکتی تھی اور نہ کہیں سے امید تھی۔ پرتاپ نام کا راجہ تھا اس کی جماعت صرف سر فروشوں کی جماعت تھی جو اپنی حکومت کھو کر کومل میر کے میدانوں اور اس کے نزدیک کی پہاڑیوں میں در اصل پناہ گزیں تھے۔

آخر بادشاہی فوج کے سپہ سالاروں نے ایک روز از سر نو صلاح و مشورہ کے لئے انجمن بلائی اور کومل میر کے پیچھے ہٹ کر پڑاؤ ڈال دیا۔ اس انجمنِ مشاورت میں طے پایا کہ پھیل کر لڑنے اور گھیرا ڈالنے سے کبھی بھی پرتاپ کو قابو میں نہیں لایا جا سکتا، تمام فوجوں کو ایک ہی ساتھ ایک طرف سے بڑھنا چاہیئے تاکہ رانا کے ہمراہیوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے تنگ جگہ میں محصور کر لیا جائے۔

فوج کے سردار مان سنگھ اور شہزادہ سلیم تو بھتے ہی اس مرتبہ پرتاپ کے بھائیوں سکت اور ساگر اور بھتیجے مہابت خاں کو چیدہ چیدہ دستے دیئے گئے شہزادہ سلیم بذات خود فوج کے درمیان ہو کر آگے بڑھا۔

رانا کو اس نئے عزم و ارادہ کا پتہ چلا اس نے کہا:۔

"غدار مان سنگھ کو دیکھو میرے حقیقی بھائیوں اور بھتیجوں کو ہمراہ لے کر آرہا ہے۔ خدایا! یہ کیسا اندھیر ہے کہ ذرا سے لالچ کے پیچھے انسان اپنے عزیز اور رشتہ داروں کو فنا کرنے پر آمادہ ہو کر قومی غیرت سے بھی دست بردار ہو جاتا ہے۔ کون جانے میرے بھائیوں کو اکبر نے کس قسم کا لالچ دیکر مجھے پامال کرنے کیلئے بھیجا ہے، میں اکبر کی توپوں اور بندوقوں کو ذرا بھی وقعت نہیں دیتا، افسوس اس بات کا ہے کہ میواڑ نسل کے بہادر راور باپا راول کی اولاد آج خود ایک دوسرے کے خون کی پیاسی ہو گئی ہے۔

خدایا! مجھے استقلال دے، میری ہمت کو دوبالا کر دے تاکہ یہ شیطانی تدابیر ناکامیاب ہو جائیں۔ رانا نے اپنے آدمیوں کو شمار کیا ان کی تعداد بائیس ہزار تھی جنمیں سے دس ہزار وفادار بھیل تھے۔

صبح سویرے نقارۂ جنگ پر چوب لگائی گئی جس جگہ شاہی فوجیں شام کو آکر رکی تھیں یہ ایک میدان تھا۔ سامنے رانا کی جماعت تھی، اس جماعت کے پیچھے پہاڑوں کی گھاٹی تھی جسے ہلدی گھاٹ کہتے ہیں یہ لڑائی چونکہ زیادہ تر اسی گھاٹی میں لڑی گئی اس لئے اسے ہلدی گھاٹ کی لڑائی کہتے ہیں۔

جنگ کا آغاز ہوا، مغل سلیم فوجوں کو لے کر بڑھا، توپیں اور بندوقیں سر ہونے لگیں رانا کے آدمیوں نے آگے بڑھکر توپچیوں کو قتل کر دیا لیکن بندوقوں کی تاب تیر و کمان نہ لا سکے چنانچہ پیچھے ہٹ کر رانا کی فوج درے میں آکر جم گئی، اس کے تین طرف ٹیلے تھے... بادشاہی فوج صرف سامنے سے ہی حملہ کر سکتی تھی۔ بہادر بھیل دونوں طرف ٹیلوں پر چڑھ گئے سامنے رانا اپنی فوج کو لڑاتا رہا، شام تک دونوں طرف سے لاشیں زمین پر گرتی رہیں۔ رانا اپنے چیدہ چیدہ نوجوانوں کو لیکر مغل سپاہ میں گھستا رہا اس کی خواہش تھی کہ کسی طرح غدار مان سنگھ تک پہنچ کر اس کے خون سے تلوار کی پیاس بجھائے لیکن ہر مرتبہ اسے ناکامیابی ہوئی اور وہ مان سنگھ کو نہ پا سکا۔

شام ہونے سے پہلے مغلوں اور راجپوتوں کی فوجیں بھاگ کھڑی ہوئیں راہِ فرار ناپتے وقت سپاہیوں نے پیچھے مڑکر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا اور سیدھے چتوڑ میں جا کر دم لیا۔

اس معرکہ میں دونوں طرف سے بھاری جانی نقصان ہوا اور طرفین کے بہت سے جہاندیدہ و جنگ آزمودہ سپاہی و سردار کام آئے۔

شروع سے آخر تک اپنے ہر حملہ میں جو رانا نے میمنہ، میسرہ اور قلب لشکر پر کئے برابر اپنے قومی حریف مان سنگھ کا متلاشی رہا لیکن اس بزدل کو گوجر شیر کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ ہر ایسے موقعہ پر اس کے روبرو آنے سے پہلوتہی کرتا رہا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ زندہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔ مہارانا پرتاپ کو غدار مان سنگھ کے زندہ بچ نکلنے پر بے حد افسوس ہوا۔

ہلدی گھاٹ کی دوسری جنگ

۱۵۷۷ء میں اکبر نے آگرہ سے مزید افواج آصف خاں اور قاضی خاں کی سرکردگی میں روانہ کیں، جنہوں نے کومل میر پہنچ کر ہلدی گھاٹ کے اسی میدان میں ڈیرے ڈالے جس کا تذکرہ پہلی جنگ میں کیا جا چکا ہے اسی جگہ مان سنگھ اور سلیم بھی ساتھ ہی افواج لیکر پہنچ گئے۔

دوسرے دن صبح کی کرنوں کے نکلتے ہی توپوں کے گولے سر ہونے لگے، بھیل دروں میں بیٹھے ہوئے تیروں کی بارش کرنے میں مصروف تھے اور رانا بہادروں کو لئے ہوئے پھر مغلوں کی فوج پر پل پڑا، اسے صرف مان سنگھ کی دُھن تھی مگر وہ ہوشیار اور محتاط آدمی تھا۔ توپوں کے منہ آتشیں گولے اُگل رہے تھے مگر ان سے خوف کسے تھا یہ کسی نہ کسی طرح بچتے بچاتے مغلوں کی صف میں داخل ہو گئے اور جسطرح کوئی کسان اپنے گنڈاسہ سے گاجر اور مولی کی کٹنگ کرتا ہے اسی طرح یہ دشمنوں کا سر کاٹ کر میدان کو پاٹنے لگے، مالی تو پھر بھی درختوں کی شاخوں کو احتیاط سے کاٹتا ہے مگر بگڑے دل کھشتریوں کو تلواروں سے احتیاط سے کام لینے کی کیا ضرورت تھی تلوار بجلی کیطرح سر پر گری اور سر و گردن اور پیٹ کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کی پیٹھ کو ککڑی کی مثال اڑاتی گئی دشمنوں کے سر ہوا میں اڑنے لگے، پرتاپ کے لڑاکے بہادروں کو اسوقت راجپوت اور مغلوں کی تمیز کہاں ہو سکتی تھی جو سامنے آیا تلوار نے اسی کو ہضم کر لیا، بیشمار شاہی فوج کے سپاہی کام آئے رانا کے سپاہی سیلاب کی شکل میں بڑھتے چلے جا رہے تھے جو سامنے آگیا وہی اس سیلاب کی نذر ہو گیا۔

شاہزادہ سلیم کا ہاتھی نظر پڑا، پرتاپ نے سمجھا قوم کی نکحرام مان سنگھ اس کے ساتھ ضرور ہو گا مگر وہ وہاں بھی نہیں ملا تلواریں چلنے لگیں ہاتھی کی سونڈ کٹ گئی اس کا پیٹ چاک ہو گیا، ہودج آہنی تھا، سلیم پر تلواروں کے وار ہونے لگے زندگی باقی تھی ورنہ اس کی ہڈیوں تک کا پتہ نہ ملتا۔

آگرہ کی فوج نے دیکھا کہ ولیعہد پر آفت آگئی، جھپٹے، مرے، کٹے پرتاپ ادھر جھکا جسم میں تین جگہ اس نے بھالے کے زخم کھائے تھے اور تین ہی جگہ تلوار کی چوٹ آئی تھی

بندوق کی ایک گولی اس کی زرہ میں داخل ہوئی تھی۔

چیتک اس کی ران تلے کا گھوڑا اچھلا پرتاپ نے تلوار چلائی مہاوت کا ہاتھ کٹ گیا آنکس زمین پر گر پڑی بے سونڈ کا ہاتھی ڈر کر بھاگ نکلا اور سلیم کو بچا لے گیا، مغلوں نے شہزادہ کو صحیح سلامت پاکر پرتاپ پر حملہ آوری کی، تین مرتبہ وہ ان سے گھر گیا اور تینوں ہی مرتبہ اس نے دشمنوں کے پرے کے پرے صاف کر دیئے۔

آج وہ لڑائی کے نشہ سے چور چور ہو رہا تھا یا اس طرف یا اُس طرف مگر اس کے... دشمن بے شمار تعداد میں تھے۔

ایک کے لئے دو بہت ہوتے ہیں اور یہاں تو اَن گنت اس کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے وہ شپا شپ تلواریں مارتا ہوا گرتے گرتے بچا، جھالا کے رئیس نے اس کی حالت دیکھی۔ کہاں ممکن تھا کہ وہ پرتاپ کو روک رکھتا، اور یہ ماننے والا کب تھا۔ اس نے حکمت عملی سے کام لیا،... شمسی علم کو زبردستی رانا کے آدمیوں کے ہاتھ سے چھین کر دوسری طرف چلد یا، دشمنوں نے سمجھا جھنڈا ہمیشہ رانا کے پیچھے پیچھے رہتا ہے وہ اسی جانب متوجہ ہوئے، ادھر وقفہ ملگیا وفادار سپاہی رانا کے پاس آ پہنچے چیتک کی لگام تھامی اور کہا:۔

"گجر ایشور..... آپ زخمی ہو گئے ہیں..... ذرا صبر کیجئے"!

وہ اسے زبردستی میدان جنگ سے باہر کھینچ لے گئے، اسے صرف مان سنگھ کے نہ ملنے کا افسوس تھا، لڑائی میں جےمل اور فتح کی اولاد نے چتوڑ کے محاصرہ کی یاد تازہ کر دی، اور جھالا کا رئیس منا اس دن ایسی لاثانی شجاعت سے لڑا کہ شاید ہی کسی بہادر نے پرتاپ کے سوا... اتنے دشمن مارے ہوں گے۔

جھنڈا تو اس نے اپنے کسی آدمی کو دے دیا اور آپ مغلوں کو کاٹنے لگا، ایسی جنگ کی کہ ان کے دانت کھٹے کر دیئے اس نے اپنے ہاتھ سے کثیر التعداد دشمن ہلاک کر دیئے کسی کو گھوڑے کے پاؤں سے روندا، کسی کو تلوار کے گھاٹ اتارا جدھر پھرا صفوں کو چیرتا ہوا گیا اور راستی طرف صفائی کر دی، یہ بھی سورج ونشی کھشتری اور باپا راول کی اولاد میں سے تھا، اس کے ساتھ ڈیڑھ سو منتخب کھشتری تھے یہ بھی مردانگی سے لڑے اور سب کے سب مر مٹے، کسی ایک نے بھی مرتے مرتے اپنے سردار کا ساتھ نہ چھوڑا، آخر گولیوں اور تلواروں کی ضربیں کھاتے کھاتے اس کا جسم چھلنی ہو گیا۔

بے بسی اور بے کسی کی حالت میں شیر مرد کو تن تنہا پاکر بیشمار درندے اور بھیڑیئے اس پر گرے اور نوچ کھسوٹ کر اسے بیکار کر دیا، تو ار سردار جو چتوڑ کے محاصرے کی اکیلا یادگار تھا اس کی مدد پر آیا مگر یہ تن تنہا کیا کر سکتا تھا یہ بھی اسی دن کام آیا۔
میدان خون سے رنگین ہو گیا ممکن ہے کہ مغلوں کے لاکھوں آدمی مارے گئے ہوں لیکن دونوں لڑائیوں میں چودہ ہزار بھیل و کھشتری گوجروں کے سے کچھ صرف آٹھ ہزار آدمی بچے۔
جھالا سردار منا کی حکمت عملی کو پرتاپ سمجھ گیا تھا اور یہ جان گیا تھا کہ سردار اس کے بدلے میں جان دینے کو آمادہ ہو گیا تھا، یہ میدان جنگ سے باہر نکلا اور چونکہ اس کے..... ساتھیوں کی تعداد کم ہو گئی تھی اور آپ بھی بری طرح زخمی تھا، لڑنے میں مصلحت نہ سمجھی۔ گھوڑے کو تیز بھگاتا ہوا آیا تاکہ پناہ کی کوئی جگہ مل جائے۔
جب وفاداروں کو پتہ چلا کہ رانا زندہ ہے اور سرداروں نے اسے زخمی پا کر ان چھوڑنے پر مائل کر دیا ہے تو انہوں نے بھی پیچھے پھرنے میں ہی خیریت دیکھی، مگر یہ یوں ہی پیچھے ہٹتے نہیں آئے تھے بلکہ پیچھے ہٹتے ہوئے دشمن کو بھی خاک و خون میں ملاتے آئے تھے، غرض یہ تھی کہ کسی کو پرتاپ کے تعاقب کا موقع نہ ملے، یہ ہمدردی یہ آقا پرستی اور یہ حُبُ الوطنی سوائے کھشتریوں کے کہاں نظر آئے گی۔

* * *

بھائی کی محبت

ہلدی گھاٹ کے آخری معرکہ میں وطن کے سپوتوں کو شکست ہوئی، فتحیابی کا سہرا قوم فروش مان سنگھ نے شہزادہ سلیم کے سر پر باندھا، مگر اس شکست کو کون ذلت سمجھتا ہے مرنا جینا جسمانیت کا خاصہ ہے کتوں کی موت مرنا بہادروں کو کب پسند ہے، بہادر اپنی دلیری دکھا کر دوسروں پر ثابت کر دیتا ہے کہ ہاں ہم بھی کوئی چیز ہیں، بہادری کی نیک نامی بزدلوں کو کہاں نصیب ہوتی ہے۔
رانا پرتاپ جب میدانِ جنگ سے باہر نکلا سوچنے لگا، مجھے کیوں ہرا ہوں نے باہر نکلنے پر مجبور کیا، مجھے ہرگز ان کی بات نہ ماننی چاہیئے تھی، مجھے موجودہ اور آیندہ نسل کے کھشتریوں کو ذہن نشین کرانا تھا کہ وطن قوم اور ملک کے لئے اس طرح جانبازی کے کرتب دکھائے جاتے ہیں، آج ہی مر مٹنے کا دن تھا اس سے بہتر موت کب مل سکتی تھی، پھر خیال آیا..... شائد قدرت کی اس میں بھی کوئی مصلحت تھی کہ میرے ساتھیوں نے اپنی جانیں دیکر

مجھے زبردستی باہر نکلنے پر مجبور کر دیا۔

ہاں! ٹھیک ہے!! میں نے میواڑ واپس لینے کی قسم کھائی تھی، وہ ابھی پوری نہیں ہوئی، میرا بیٹا امر نکما ہے، میرے بھائی سکت اور ساگر مجھے چھوڑ چکے ہیں، کون ہے جو میرے بعد وطن کی خدمت کرے گا، جیتے جی کام نامکمل چھوڑ کر مر جانا شرم کی بات ہے، جب تک سانس ہے تب تک آس ہے یہ سوچ کر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔

پرتاپ کے گھوڑے کا نام تاریخ میں اپنا مقام حاصل کر چکا ہے اس وفادار اور سمجھدار گھوڑے کا نام چیتک تھا اشارہ پاتے ہی وہ ہوا سے باتیں کرتے ہوئے دوڑ پڑا پیچھے ابھی جنگ جاری تھی۔ بادشاہی سپاہ نے مان سنگھ کو اطلاع دی کہ رانا پرتاپ نے جھالے کے سردار نے جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے کر اسے باہر نکلنے کی درخواست کر کے مجبور کر دیا کہ میواڑ کے لئے ابھی زندہ رہے۔

چنانچہ پرتاپ اپنے گھوڑے پر سوار جا رہا ہے۔ شہزادہ سلیم جو لڑائی میں زخمی ہو چکا تھا اپنے خیمہ میں لیٹا ہوا تھا، مان سنگھ اس کے پاس تھا جنگ ابھی جاری تھی گو وطن کے سپوت پیچھے ہٹتے جا رہے تھے لیکن یہ تو اپنے آقا کو بحفاظت چلے جانے کیلئے وقت مہیا کرنے کی ایک ترکیب تھی، چنانچہ بادشاہی فوج کے دو بہترین خراسانی سواروں کو سکت کی ماتحتی میں رانا کے پیچھے دوڑایا گیا۔

رانا کے کان میں پیچھے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آہٹ آئی چنانچہ اس نے پیچھے پھر کر دیکھا تین شہسوار چلے آ رہے ہیں غور سے دیکھا ایک شخص کا لباس میواڑی تھا اور اس کے آگے دو سواروں کا لباس غیر ملکی تھا۔

پرتاپ کے سامنے ندی تھی چنانچہ اس نے سوچا کہ ندی کو پار کر کے اس کنارے پر آتے ہی ان تینوں کا صفایا کرنے میں آسانی ہو گی چنانچہ اس نے چیتک کو اشارہ کیا۔ اشارہ پاتے ہی چیتک نے دریا میں چھلانگ لگائی اور بجلی کی طرح دوسرے کنارے پر آیا اور... رکتے رکتے کافی دور جا کر رکا اور رکتے ہی گر کر مر گیا۔ اسی اثناء میں پیچھے عجیب واقعہ پیش آیا جب تعاقب کرنے والے غیر ملکی دریا کے کنارے پہنچے تو چکنے چکنے پتھروں کو دیکھ کر ایک لمحہ کیلئے رکے رکتے ہی ان کے دلوں میں خدشہ پیدا ہوا اور شیر کی طرف جانے کیلئے ان کا حوصلہ جواب دے گیا، اتنے میں ان کے پیچھے آنے والا تیسرا سوار ان دونوں کے پاس آ گیا چنانچہ اسے

دیکھ کر ان کو حوصلہ ہوا اور انہوں نے دریا میں اپنے گھوڑے ڈال دیئے، جوں ہی یہ دریا سے باہر نکلے ان کے پیچھا تیسرے آنے والے میواڑی نے آتے ہی ان دونوں سواروں کے سر تلوار سے اڑا دیئے۔

جب چیتک گر کر مر گیا تو رانا نے تیر کمان اور تلوار کو نکال لیا تاکہ تعاقب کرنے والوں کا صفایا کر دے، جوں ہی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا اس نے خود بخود کہا:۔

"ہیں!... یہ کیا؟... اتنی دیر میں وہ دونوں آدمی کہاں غائب ہو گئے اور اب یہ شخص تو اکیلا ہی اس کی طرف آ رہا ہے"

چنانچہ یہ کہہ کر اس نے کمان پر تیر رکھ لیا۔

آنے والے میواڑی شخص نے آواز دے کر کہا:۔

"تجھے اگر جان بچانی تھی تو اب مقابلہ کو کیوں آتا ہے...... اور ہاں... تمہیں جان بچانا بھی تو نہیں آتا"

یہ آواز سن کر رانا ہکا بکا رہ گیا... یہ تو اس کے بھائی سکت کی آواز تھی جو اس کو چھوڑ کر اکبر سے جا ملا تھا اور اس جنگ میں کئی ماہ سے دشمن کی طرف سے لڑ رہا تھا، رانا نے سوچا چلو آج اس غدار سے بھی نپٹ لوں۔

سکت نے آگے بڑھتے ہوئے کہا:۔

"اس تیر کو نیچے کر لو، زندہ دلوں کو ہم جیسے مردہ ضمیر والوں سے نہیں ڈرنا چاہیئے وہم پرستوں ہی کو جن اور بھوت کا خوف ہوتا ہے"

پرتاپ نے حفظ ماتقدم کے طور پر تیر ترکش میں رکھ لیا مگر تلوار نیام سے نکال لی سکت آگے بڑھا اور جاتے ہی بڑے بھائی کے پیروں میں گر گیا۔

پرتاپ نے پوچھا:۔

"تم نے ان دونوں سواروں کو کیوں قتل کر دیا، انہیں میرے پاس تک تو آنے دیتے"

سکت سنگھ نے جواب دیا:۔

جس وقت سلیم تمہارے ہاتھ سے زخمی ہو کر خیمہ میں آیا تو مان سنگھ نے خراسان کے

دو مشہور شہسواروں کو تمہارے تعاقب کیلئے تیار کیا، سلیم نے کہا، ان کو سکت کے ہمراہ بھیجو تاکہ یہ دھوکا نہ کھا جائیں اور سکت کی وجہ سے پرتاپ کے پہچاننے میں بھی آسانی ہوگی، جب ہم چلنے لگے تو مان سنگھ نے کہا کہ پرتاپ کو زندہ گرفتار کر کے لانا، مان سنگھ جانتا تھا کہ پرتاپ کے بائیس ہزار آدمی چار لاکھ مغلوں اور راجپوتوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور تم ضرور میدانِ جنگ سے نکلو گے، اس خیال سے وہ ہمیشہ لڑائی میں تمہاری تاک میں رہتا تھا۔

یہ اتفاق کی بات تھی کہ مجھے اِن شہسواروں کے ساتھ آنے کا حکم مل گیا، پورے ایک سال سے میں نے تمہارے سینکڑوں جانبازوں پر تلوار چلائی ہے اور میں... دلی طور سے تمہاری گرفتاری کے درپے تھا لیکن جب میں نے تمہارے گھوڑے کو گرتے دیکھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آسمان کا سورج مٹی میں مِل رہا ہے، چنانچہ میرے دل میں ایک جذبہ پیدا ہو گیا اور پھر میری تلوار نے دونوں کے سر اڑا دیئے،

پرتاپ! میرے بڑے بھائی!! میری خطا کا خیال نہ کرنا اور دل سے مجھے معاف کر دینا۔ آج سے میں تمہارا غلام ہوں میری آنکھوں پر سے جہالت کے پردے اتر گئے ہیں آج مجھے پتہ چل گیا کہ اپنے ملک سے محبت کئے بغیر کبھی انسان خدا کی نظر میں پیارا نہیں ہو سکتا، بادشاہ کی سپاہ آ رہی ہے، اب تم چلے جاؤ، میں بہت جلد واپس آ کر تمہاری خدمت میں حاضر ہوں گا، لو... یہ میرا گھوڑا پکڑو... اور... سوار ہو کر روانہ ہو جاؤ..... اچھا.. سلام"۔

پرتاپ سکت کے گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑیوں میں چلا گیا جہاں اس کے جان نثار سپاہی بھی اس سے جا ملے، پرتاپ کا چھوٹا بھائی سکت پیدل مغل قیام گاہ پر واپس آیا سلیم نے اس سے پوچھا کہ :۔

"تمہارے ساتھی کہاں ہیں اور تمہارا گھوڑا کدھر گیا"

سکت نے جواب دیا:۔

"ہم تینوں پرتاپ کو زندہ گرفتار کرنا چاہتے تھے لیکن میرے ساتھی اور میرا گھوڑا مارے گئے اور میں جان بچا کر بھاگ آیا"

سلیم تو خاموش ہو گیا لیکن مان سنگھ نے کہا:۔

"جب تمہارے دونوں ساتھی اور تمہارا گھوڑا مارے جا سکتے ہیں تو تم کیسے بچ کر آ سکتے تھے ضرور تم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دھوکہ بازی کی ہے"

چنانچہ اس نے سلیم سے سفارش کر کے اسے فوج سے خارج کرا دیا۔ سلیم بہادر باپ کا بیٹا تھا چنانچہ اس نے سکت سے کہا کہ وہ بہ شوق جہاں چاہے جا سکتا ہے۔

بہادر چیتک

رانا پرتاپ کے گھوڑے کا نام چیتک تھا جو ۱۵۶۲ء میں چتوڑ میں پیدا ہوا چیتک کے ماں باپ اس نسل سے تعلق رکھتے تھے جن کی مدد سے بابا راول نے آٹھویں صدی میں مغربی ہند میں فتوحات حاصل کی تھیں، راولپنڈی کا شہر اسی بابا راول کی یادگار ہے۔ چیتک کی پرورش قلعہ چتوڑ میں ہوئی، جب یہ دو سال کا تھا تو اسے پرتاپ کی خدمت پر مامور کیا گیا۔

اکبر کی فوج کشی کے وقت جب رانا اودے سنگھ نے چتوڑ خالی کیا تو جان نثار سردار اور خود پرتاپ چتوڑ کو خالی کرنے کے مخالف تھے، لیکن رانا اودے سنگھ کی تجویز کے آگے سب کو سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔

پرتاپ کو چتوڑ سے چیتک ہی لایا تھا، اس وفادار اور محبِ وطن نے کبھی بھی چھپ کر قلعہ سے باہر قدم نہ نکالا تھا، قلعہ کے دروازے پر اڑ لگائی اور منھ پھیر کر جب اپنی جائے پیدائش چتوڑ کو دیکھا تو رانا پرتاپ نے کہا،۔

"چیتک! میں تیرے جذبہ کو پہچانتا ہوں آج نہیں تو کل میرا بزدل باپ ضرور اس دنیا سے رخصت ہو گا، جتنے جی ہمیں ان کا حکم ماننا چاہیئے وہ صرف ہمارے ہی آقا نہیں ہیں، بلکہ پورے میواڑ کے محافظ کہے جاتے ہیں لہٰذا ان کے حکم کے مطابق آج تو تجھے چتوڑ چھوڑنا ہی پڑے گا، اگر زندگی رہی تو پھر ہم واپس

چتوڑ میں آئیں گے، تمام میواڑ پر دشمن کا قبضہ ہو چکا ہے، ہمارے پاس صرف یہ قلعہ باقی تھا۔

چیتک! میواڑ ہماری سرزمین ہے میں تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ ہم میواڑ کیلئے اپنی جان دینے سے گریز نہ کریں گے "چیتک! جان دینا آسان ہے مگر اپنے اس عظیم مقصد کیلئے ہمیں زندہ رہنا پڑے گا، اچھا اب میواڑ کو آخری سلام کرلے"۔

چیتک نے اپنا سر جھکا کر چتوڑ اور میواڑ کو سلام کیا اور اپنے آقا کو کوبل میر کے جنگلوں میں لے آیا، اس دن سے چیتک اپنے آقا کے پاس ہی رہا سفر اور حضر میں وہ اس کا جان نثار ہی رہا، ایک زمانہ وہ آیا کہ پرتاپ کے حقیقی بھائی تک اسے چھوڑ کر دشمن سے جا ملے لیکن چیتک نے سوکھی گھاس کھا کر گذارہ کیا اور ہمیشہ اپنے آقا کے پاس رہا، کبھی وہ زمانہ تھا کہ چیتک کے گلے میں سونے کے کنٹھے اور ہار رہتے تھے لیکن اب اس نے ان سب چیزوں کو اپنے آقا کی ضروریات پر قربان کر دیا تھا۔

بہادر چیتک پورے بارہ سال دشمن سے لڑا۔ اس کی بابت یہ مشہور ہے کہ مخالفین کے گھوڑوں کو دانتوں سے کاٹ دیتا تھا، مخالف سوار کو منہ میں پکڑ کر نیچے گرا... لیتا تھا اور اپنے پیروں میں کچل کر جان سے مار دیتا تھا، چیتک نے اپنی آنکھیں... تلواروں کے سایہ میں کھولی تھیں لہذا وہ فنونِ جنگ سے پوری طرح واقف تھا، اس کا سوار صرف تلوار چلاتا رہتا تھا اور چیتک خود بخود موقعہ کے لحاظ سے دائیں بائیں، آگے اپیچھے ہٹتا رہتا تھا۔

اس میں یہ بھی صفت تھی کہ نیچے زمین پر گرے ہوئے زخمی کو اپنی پیٹھ (پشت) پر اس آسانی سے بٹھا لیتا تھا کہ اس زخمی کو نقل و حرکت کی تکلیف کا احساس تک نہ ہوتا تھا، اور اس میں اسے خاص مہارت حاصل تھی وہ نیچے زمین پر اس طرح بیٹھ جاتا تھا کہ جاں بلب انسان بھی اس کی پیٹھ پر سوار ہو سکتا تھا۔

چیتک اس قدر طاقتور تھا کہ وہ اپنے سپاہیوں کو ان کی کمر کی پیٹی سے پکڑ کر کئی میل تک لے جا سکتا تھا، بہت سے موقعوں پر اس نے راجکماروں (شہزادوں) کو اپنے منہ میں داب کر انہیں محفوظ مقامات پر پہنچایا تھا، چیتک ہر موقعہ و محل سے واقف تھا، بادشاہ اکبر کی فوجیں اگر ایکدم حملہ کرنے آتیں اور وہ کھلے میدان یا جنگل میں گھا

چرتا ہوا ہوتا تو ذرا سی آہٹ بلکہ کئی میل دور سے دشمن کی بو پا لیتا اور فوراً دوڑ کر اپنے آقا کو مطلع کر دیتا۔

جب اکبر کی افواج نے کومل میر کا گھیرا سینکڑوں مربع میل کے علاقہ تک پھیلا دیا تو اس زمانہ میں رانا کو رات کا سونا بھی میسر نہ آتا تھا چنانچہ وہ جب کبھی دن یا رات کو تھوڑا وقفہ ملتا سو لیتا۔

چیتک جوں ہی دشمن کی بو پاتا فوراً دوڑ کر اپنے آقا کے پاس آتا اور ہنہنا کر اسے جگا دیتا، اپنے وطن کی خاطر نہ معلوم کتنے زخم جنگوں کے درمیان چیتک نے کھائے لیکن کبھی بھی اس کا پائے ثبات متزلزل نہ ہوا، اسے اپنی جان کی پروا نہ تھی... وہ تو صرف اپنے آقا اور وطن کا پجاری تھا۔

بہادر چیتک نے آخری معرکہ ہلدی گھاٹ کے میدان میں مخالف افواج سے دل کھول کر نبرد آزمائی کی، جب اس کا آقا اکبری فوجوں کے درمیان گھس گیا تو نہ صرف چاروں طرف سے رانا پر حملے ہوئے بلکہ اسے نیچے گرانے کی خاطر اس کے وفادار گھوڑے کو بھی تلواریں مار مار کر بے حد زخمی کر دیا گیا، چیتک نے زخموں کی پرواہ نہ کی اور دشمن کے گھوڑوں اور سواروں کو چباتا ہوا اپنے آقا کیلئے راستہ صاف کر کر کے دشمن کی صفوں میں گھستا چلا گیا، دشمن کے گھوڑے بھاگ نکلے، ان کے سوار گر گئے، یہاں تک کہ سلیم کا ہاتھی بھی رانا کی ایک ہی ضرب کھا کر بھاگ نکلا، لیکن اے وفادار چیتک! شاباش ہے تجھے کہ تو نے بھی اپنے آقا کی طرح جنگ سے منہ موڑنا گناہ عظیم سمجھا، اس معرکہ میں چیتک کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں زخم آئے اور تمام خون اس کے جسم سے خارج ہو گیا۔

جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے لڑائی کے دوران جھالا کے سردار نے جب رانا کے ہمراہیوں سے جھنڈا لے کر دشمن کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی اور رانا کو زندہ رہنے کیلئے وفاداروں نے اس سے لڑائی کے میدان سے نکل جانے کی درخواست کی تب چیتک میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ ایک قدم آگے بڑھ سکے، مگر جوں ہی رانا نے اسے چلنے کا اشارہ کیا، بہادر اور وفادار چیتک نے خدا سے دعا مانگی کہ اے خدا! یا الہیٰ!! ملک الموت کو صرف چند منٹ کے لئے روک لے میری جان اور آن تیرے ہاتھ ہے، میں آخری وقت اپنے آقا کو جواب نہیں دینا چاہتا، یہی وقت میری جان نثاری اور وطن پر مر مٹنے کا ہے، ایسے

نازک موقعہ پر اے دنیا کو زندگی عطا کرنے والے! میں اپنے آقا کا ساتھ چھوڑنا نہیں چاہتا...
چنانچہ باری تعالیٰ نے اسے چند منٹ کا وقف دیدیا۔
بہادر چیتک اپنے آقا کا بوجھ اپنی کمر پر لادے ہوئے میدانِ جنگ سے باہر آیا۔
اسے تمام راستے معلوم تھے چنانچہ وہ سرپٹ پہاڑی دروں کی طرف چلا، قومی غدار مان سنگھ نے اطلاع پا کر رانا کے پیچھے بہترین خراسانی سوار دوڑا دیئے اور شہزادہ سلیم نے رانا کے غدار بھائی سکت کو ان کا افسر بنا کر بھیجا تاکہ رانا کے پہچاننے میں دھوکہ نہ ہو جائے۔ بھائی ننگی تلوار لیکر حقیقی بھائی کی جان لینے کیلئے اس کے تعاقب میں روانہ ہوا، راستے میں ایک پہاڑی نالہ (دریا) آتا تھا جسمیں پانی زوروں پر تھا۔
بہادر چیتک نے پانی کے اندر بلاخوف وخطر جست لگائی اور تلوار کی طرح پانی میں سے نکل گیا، دوسرے کنارے پر رانا نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ تین شہسوار چلے آرہے ہیں جنمیں ایک کا گوجری لباس ہے، اس نے چیتک کو رکنے کا اشارہ کیا تاکہ چلتے چلتے ان... تعاقب کرنے والوں کا بھی سر قلم کر دیا جائے، بہادر چیتک کی رفتار تیز تھی وہ رکتے رکتے کئی گز دور جا کر رکا اور رکتے ہی گر کر مر گیا۔ ملک الموت نے کہا کہ بس تجھے اتنی ہی مہلت تھی اب تم... میری کمر پر سوار ہو کر جنت میں چلو کہ اتنے میں پیچھے عجیب واقعہ پیش آچکا تھا۔
رانا کا بھائی سکت تعاقب کرنے والوں میں سب سے آگے تھا دریا کے کنارے اس کا.. گھوڑا جھجک گیا اور اسی طرح اس کے دونوں ساتھیوں کے گھوڑے نالے کے چکنے پتھر دیکھ کر اٹک گئے، دوبارہ تینوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر دریا میں چھلانگ لگا دی، ایک غیبی طاقت نے سکت کی سکت کو سلب کر لیا، اس نے دیکھا کہ سورج ونشی خاندان کا سورج آسمان سے نیچے زمین پر گر چکا ہے اور اس کے گھوڑے کی روح ملک الموت اپنی پیٹھ پر لادے آسمان کی طرف لے جا رہا ہے، خون کا جوش اس کے جسم میں لہریں مارنے لگا، اس کے ساتھی اس سے پہلے دریا میں سے نکلے اور اس نے دریا میں سے نکلتے ہی دونوں کے سر اڑا دیئے۔
رانا نے تیر کو کمان پر چڑھا کر آنے والوں کا مقابلہ کرنے کیلئے پیچھے منہ پھیرا، اس کے منہ سے استعجابی جملے خود بخود نکلے:۔
دو ہیں... یہ کیا؟ تین آدمیوں میں سے دو کدھر چلے گئے، اچھا اس اکیلے ہی شخص کی جان کی خیر نہیں ۔

آواز آئی :-

"گرجر رانا! تیر کو نیچے کرلو... میں تیرا غدار بھائی سکت ہوں... آج میری نظر سے جہالت کا پردہ اٹھ گیا ہے... لو... میرا گھوڑا لیکر جلدی روانہ ہو جاؤ۔ بات کرنے کا موقعہ نہیں ہے میں واپس سلیم کے پاس جا رہا ہوں پھر جلدی آکر خدمت میں حاضر ہوں گا۔"

واپس آکر سکت نے سلیم کو بتایا کہ :-

"پرتاپ کے ہاتھ سے میرے دونوں ساتھی اور میرا گھوڑا مارا گیا اور میں جان بچا کر پیدل بھاگ آیا۔"

یہ سن کر سلیم خاموش ہو گیا۔

غدار مان سنگھ نے سلیم سے کہا :-

"بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دو شہسوار مارے جائیں اور سکت کا گھوڑا بھی مارا جائے اور پیدل سکت رانا سے بچ کر چلا آئے۔"

چنانچہ شک کی بنا پر مان سنگھ نے سکت سے تمام فوجی اعزازات چھین کر اسے بادشاہی فوج سے خارج کر دیا۔

ادھر رانا کے ہمراہی تھوڑی دیر بعد رانا سے آملے، اگلے روز کومل میر کے تمام علاقہ سے بادشاہی فوجوں کو نکال دیا گیا اور وہ پسپا ہو کر چتوڑ کے قلعہ میں آگئے، بادشاہی فوج میں موت کا شمار ایک لاکھ تک پہنچا، رانا نے مردم شماری کی تو ہلدی گھاٹ کے معرکوں میں بارہ ہزار جان نثار کام آئے اور اب رانا کے ہمراہیوں کی تعداد صرف دس ہزار رہ گئی تھی جنمیں چھ ہزار بھیل شامل تھے رانا کی فوج اور رعایا صرف یہی لوگ تھے۔

رانا نے پہاڑی درے میں دربار منعقد کیا، جھالا کے سردار منّا کے لڑکے بلائے گئے بڑے لڑکے کو ان کے باپ کی جان نثاری کے عیوض "راج مہر" سپرد کر دی گئی جھالے کے تمام سرداروں سے کہا گیا کہ جس طرح چنداوت رانا کے داہنے ہاتھ بیٹھتے ہیں آج سے جھالا کے سردار میرے بائیں ہاتھ بیٹھا کریں گے۔ آج میں نے "راج مہر" ان کے سپرد کر دی ہے مجھے ان کی خیرخواہی اور وفاداری پر کامل اعتماد ہے۔

اس کے بعد رانا اپنے وفادار گھوڑے چیتک کی لاش کے پاس آیا اسمیں سے خوشبو نکل رہی تھی اس کا منہ چتوڑ کی طرف تھا چنانچہ رانا نے کہا :-

"میرے وفادار ساتھی! تو بغیر اپنا وطن اور جائے پیدائش دیکھے اس دنیا سے... رخصت ہوگیا، تو نے اپنے ملک کی وفاداری اور خیرخواہی میں اپنی جان تک دیدی، لیکن تو اس حب الوطنی کی وجہ سے زندہ جاوید ہوگیا ہے، مورخ استیاج اور حب الوطن ہمیشہ تجھے یاد رکھیں گے۔"

اس کے بعد بہادر چیتک کی لاش اسی جگہ دفن کر دی گئی اور سنگین ستون اسکی یادگار میں نصب کیا گیا، گوجری زبان میں اس پر یہ عبارت کندہ کی گئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"فرمانبردار اور خیرخواہ حیوان، نافرمان اور بدخواہ انسان سے بدرجہا بہتر ہے۔"

یہ ستون آج تک کومل میر کی پہاڑی کے دامن میں گوجروں کے قدیمی عہد کو یاد دلاتا ہے، بہادر چیتک نے ماہ اکتوبر ۱۵۷۶ء میں چودہ سال کی عمر میں انتقال کیا اس بہادر کی تصویر چتوڑ کے قلعہ میں پرتاپ کے بیٹے امر نے آویزاں کی ہر مورخ کی کتاب میں اسکا فوٹو دیکھا جا سکتا ہے۔

"بہادر چیتک زندہ باد"

"گوجر قوم زندہ باد"



سکت کی سکت

اگلے روز سکت کو سلیم نے اجازت دے دی کہ وہ جہاں چاہے جا سکتا ہے، سکت کی روانگی دیکھ کر اس کے ہمراہی بھی جنکی تعداد صرف ایک سو تھی شہزادہ سلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "ہم مغل فوج میں سکت کی وجہ سے بھرتی ہوئے تھے اگر مان سنگھ ہمارے سردار کو دیکھنا پسند نہیں کرتا تو ہم کو بھی چلے جانے کی اجازت دیجیئے۔"

مان سنگھ نے غصہ میں بھر کر کہا:۔

"چلے جاؤ... ہماری نظروں سے دور ہو جاؤ.... ہم خود ایسے مشکوک آدمیوں کو رکھنا نہیں چاہتے ہمارے پاس وفاداروں کی لاکھوں کی تعداد ہے۔"

چنانچہ سکت اور اس کے ہمراہی مغل فوج سے روانہ ہو کر ایک طرف چلدیئے، راستہ میں ان لوگوں نے صلاح کی کہ کدھر چلنا چاہیئے، کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم دین و دنیا سے روسیاہ ہو چکے ہیں اور قومی غداری کا لقب تو ہمیں مدت ہوئی مل چکا تھا بہتر ہے کہ کہیں چل کر گوشہ نشینی اختیار کر کے آباد ہو جائیں۔"

سکت نے نہایت اطمینان کے ساتھ جواب دیا:۔

"نہیں.... ہم پرتاپ کے پاس چلتے ہیں۔"

اس کے ہمراہیوں نے یکزبان ہو کر کہا:۔

"وہ ہرگز ہمیں دیکھنا بھی پسند نہ کرے گا... اس کی مصیبتوں کے ہم ذمہ دار ہیں۔"

سکت بولا:۔

"اب اسمیں جذباتی غصہ نہیں ہے، وہ دنیا کا بہترین انسان ہے، ہماری خطائیں معاف ہوں گی۔"

ساتھی بولے:۔

اگر ہمیں پرتاپ کے پاس چلنا ہی تو اس قومی رہبر کے پاس بغیر نذرانہ کے جانا مناسب نہیں چلو راستہ میں سے اس کا انتظام کرتے چلیں۔"

چنانچہ طے ہوا کہ بجائے کومل میر جانے کے بھینسرور سے نذرانہ وصول کیا جائے۔

بھینسرور اسی نواح میں ایک قلعہ تھا جس کو مغل سپاہ نے فتح کر کے ایک مغل سردار کو معہ سپاہیوں کے سپرد کیا تھا، بھینسرور کے سپاہی اور ان کا سردار بلا خوف و خطر شراب کی محفل جمائے بیٹھے تھے، انہیں کس کا ڈر تھا شاہی فوج نزدیک ہی تھی، سکت اور اس کے آدمی قلعہ کی دیوار پر پیچھے سے چڑھ گئے اور ان شرابیوں کو آناً فاناً میں تہ تیغ کر دیا قلعہ کا سردار راگ کی محفل میں بیٹھا تھا اسے زندہ گرفتار کیا اور اس سے قلعہ کی کنجی اور سامانِ خورونوش اور رقم وصول کر کے باربرداری کے جانوروں پر لاد کر چل دیئے اور قلعہ کے مغل سردار اور اس کے چند ہمراہیوں کو گرفتار کر کے کومل میر کا راستہ لیا۔

اس جماعت نے جاتے ہی پرتاپ کی خدمت میں تمام سامان اور قلعہ کی کنجی بطور نذرانہ پیش کی پرتاپ نے مغل سردار اور اس کے سپاہیوں کو رہا کرنے کا حکم دیا، سکت اور اس کے ساتھیوں کی خطائیں معاف کر دی گئیں، رانا نے بھینسرور کا قلعہ سکت کو ہی سونپ دیا، سکت کو ایک چنداوت سردار نے متبنّیٰ کیا تھا لیکن جب وہ آگرہ چلا گیا تھا تو اس کا نام چنداوت خاندان سے نکال دیا گیا تھا۔

جب میواڑ دوبارہ فتح کیا گیا جیسا کہ مناسب جگہ ابھی بیان ہوگا، سکت کی اولاد میواڑ میں آباد ہوئی اور آج تک اس کی اولاد وہیں آباد ہے اور "سکتاوت" کہلاتی ہے۔

الغرض میواڑ حسب سابق میدان جنگ بنا رہا، پرتاپ پر حملے ہوتے رہے، اس کے آدمیوں کی تعداد کم ہوتی چلی گئی، لیکن اس کے ارادہ میں کمزوری کے آثار پیدا نہ ہوئے، اس کا بھائی... سکت اس کیلئے بہترین معاون و مددگار ثابت ہوتا رہا اور جنگ اسی طرح جاری رہی۔

———★———★———★———

پرتھوی سنگھ بیکانیری

بیکانیر کا والی، رائے سنگھ تھا جو اکبر کا ہم زلف بھی تھا کیونکہ رائے سنگھ اور اکبر دونوں ہی جیسلمیر کے راجپوت کے یہاں بیاہے گئے تھے، رائے سنگھ کو چار ہزاری منصب ملا ہوا تھا اور حصار کی... جاگیر کا بھی وہ مالک تھا، اس کا ایک بھائی پرتھوی سنگھ تھا اور ایک بہن جمنا تھی۔

یہ تمام خاندان آگرہ میں رہتا تھا۔ پرتھوی سنگھ کی بیوی میواڑ سے تعلق رکھتی تھی، آگرہ رہتے رہتے اس خاندان میں آپس میں مخالفت جاگ اٹھی، بات یہ تھی کہ رائے سنگھ اکبری محلسرا میں جاتا تھا اور پرتھوی سنگھ اسے بے عزتی پر محمول کرتا تھا، اس کا کہنا تھا کہ غیر قوم میں لڑکی دے کر کچھ تو شرم کرنی چاہیئے لیکن رائے سنگھ ترقی یافتہ ہو چکا تھا۔

پرتھوی سنگھ ایک بہترین شاعر تھا جس کے اشعار آج تک گائے جاتے ہیں، اکبری دربار میں رہنے کے باوجود اس نے اخلاق اور عادات کو نہ گرنے دیا وہ شراب اور رقص و سرود کی محفلوں سے سخت متنفر تھا اور اس کی بیوی اس سے بھی زیادہ غیور تھی۔

یہ دونوں میاں بیوی رائے سنگھ سے قطعاً کلام نہ کرتے تھے اور رائے سنگھ بھی ان دونوں سے بہت حسد کرتا تھا، چنانچہ ایک روز رائے سنگھ نے اکبر سے شکایت کی کہ پرتھوی سنگھ کی بیوی چونکہ میواڑ سے تعلق رکھتی ہے چنانچہ یہ دونوں ہرگز بادشاہ کے وفادار نہیں ہیں۔

جب رائے سنگھ گھر آیا تو اس کی چھوٹی بہن جمنا نے اس سے صاف صاف کہہ دیا کہ آئندہ وہ بھی اس کی شکل دیکھنا پسند نہ کریگی اور اس نے یہ بھی کہا کہ کیا ایسے بھی بھائی ہوتے ہیں جو اپنے حقیقی بھائی کو پھانسی کے تختہ پر لٹکانا چاہتے ہیں، چنانچہ جمنا اپنی چھوٹی بھابی کے ساتھ رہنے لگی تھی،

بہادر جمنا ان غیرتمند عورتوں میں سے تھی جو مینا بازار کو بے غیرتی پر محمول کرتی تھی رائے سنگھ اس سے کہا کرتا تھا کہ مینا بازار میں تمام مغل مستورات اور مسلمان سرداروں کی تمام عورتیں شامل ہوتی ہیں ہر ترقی یافتہ اس کی حمایت کرتا ہے صرف کند ذہن ہی ان چیزوں سے نفرت کرتے ہیں تو جمنا جواب دیتی کہ اگر مغل سردار اپنی مستورات کو بادشاہ یا شہزادوں کے

روبرو لاتے ہیں تو لائیں لیکن آریہ ورت کی غیرت مند عورت کبھی اسکو گوارا نہیں کرے گی جمنا کو اس کی خود دار بھابی کی صحبت نے غیرت مند اور دلیر بنا دیا تھا اسے ملک کے دشمنوں سے نفرت ہو گئی اور ایک دن اس نے اپنی بھابی سے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ صرف رانا کے خاندان میں شادی کرے گی۔

اس کی بھابی سکت کی لڑکی یعنی رانا کی بھتیجی تھی جس کی شادی پرتھوی سنگھ بیکانیری سے اسوقت ہوئی تھی جب کہ سکت آگرہ میں مقیم تھا۔

چنانچہ اس نے وعدہ کیا کہ وہ اس کی شادی رانا کے لڑکے امر سے کرائے گی، جب اس بات کا پتہ رائے سنگھ کو ملا تو اس نے اکبر سے کہا کہ پرتھوی سنگھ کا آگرہ میں رہنا نہایت خطرناک ہے وہ مسلسل رانا کے ساتھ سازش کر رہا ہے اور اس نے بہن جمنا کی شادی رانا کے لڑکے امر سے کرنے کی سوچی ہے۔

اکبر نے پرتھوی سنگھ کو بلایا اور اس سے حالات دریافت کئے، پرتھوی سنگھ بڑا مدبر آدمی تھا اس نے کہا کہ یہ شادی سازش کے ماتحت نہ ہوگی بلکہ بادشاہ سلامت سے اجازت لے کر کی جائے گی۔ ہم تو ابھی تک صرف صلاح و مشورے میں مصروف تھے میں جانتا ہوں کہ رانا پرتاپ کو بادشاہ سے مخالفت ہے اور کئی سال سے اس کے ساتھ جنگ.. جاری ہے مگر میری بہن کا یہ عہد ہے کہ وہ صرف رانا کے خاندان میں شادی کریگی۔

اکبر اس صاف گوئی سے متاثر ہوا۔ اس نے خوشی سے اجازت دیدی، لیکن جیسا کہ ابھی مذکور ہوگا میواڑ شاہی فوجوں سے بھر گیا اس لئے جمنا اس وقت روانہ نہ ہو سکی:۔

مہارانا کا عزم و استقلال

دوہرا

مہارانا پرتاپ کو پندرہ سال جلا وطنی میں گزارتے ہوئے ہو چکے تھے نہ معلوم اس عرصہ میں کتنے معرکے ہوئے اور کتنی مصیبتیں رانا نے اٹھائیں، رات دن وہ دشمنوں سے گھرا ہوا تھا، چپہ چپہ اس کا دشمن تھا۔

وہ صرف کومل میر کے جنگل اور پہاڑیوں کا مالک تھا باقی تمام میواڑ اور اسکی راجدھانی چتوڑ اور تمام قلعے مغلوں اور راجپوتوں کے تصرف میں آ چکے تھے، رانا کو سامان خورونوش بھی بمشکل مہیا ہوتا تھا، اس کے پاس اب صرف آٹھ ہزار بہادر تھے جنیں بھیلوں کی تعداد پانچ ہزار بھی، اس بہادر کی دلیری اور استقلال پر آج تک تمام دنیا محو حیرت ہے کہ اس نے اتنی عظیم الشان سلطنت کے آگے کیسے سر تسلیم خم نہ کیا، اس کے قدیمی جان نثار جھالا کے بہت سے سردار مارے گئے اور بعض خاندانوں میں تو ایک دودھ پیتا بچہ بھی باقی نہ بچا۔ ....

.... ، بار ہا ایسا بھی ہوا کہ بہادر کھلے میدان میں آرام کر رہے ہیں اور اتنے میں شاہی فوج آئی اور لڑائی شروع ہو گئی، عورتوں سے بچے چھوٹ گئے اور گھوڑوں کے پیروں تلے روندے گئے، مگر جوں جوں رانا کے اوپر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹتے گئے توں توں انہیں ہمت اور دلیری زیادہ سے زیادہ تر ہوتی گئی۔

ایک روز پھر تمام بہادروں کی بیٹھی ہوئی جلسہ میں پرتاپ نے پوچھا

"بہادرو..... آج پندرہ سال اس لڑائی کو جاری ہوئے ہو گئے ہیں، ہمارے ہزار ہا ساتھی ہمیں چھوڑ کر اپنے پیارے وطن پر قربان ہو چکے ہیں یہ قربانیاں رائگاں نہ ہونی چاہئیں... کیا آپ لوگوں کا عزم و استقلال ویسا ہی اب بھی ہے جیسا کہ پہلے تھا"

تمام بہادروں نے یکزبان ہو کر جواب دیا۔

"گو ہم پہلے سے تعداد میں بہت تھوڑے رہ گئے ہیں لیکن ہمارا عزم و استقلال

اتنا ہی گنا بلکہ اس سے کئی چند گنا زیادہ ہو گیا ہے، ہم اپنے وطن کو آزاد کرا کر ہی دم لیں گے"

اب پھر پرتاپ نے جواب کہا:-

"شاباشں بہادرو! شاباشں!! یہ دھرتی تم جیسے سپوتوں پر ہمیشہ ناز کرے گی،

آؤ... آج ہم اپنے وطن سے اپنا عہد پھر مستحکم کریں۔

عہد مکرر

ہم سب آج سے پھر مستحکم عہد کرتے ہیں کہ جب تک چتوڑ کو واپس لے کر دشمن کے گھوڑوں کے سموں سے اپنے وطن کو پاک نہ کر لیں گے اس وقت تک ہم میں سے کوئی شخص چارپائی پر آرام نہ کرے گا زمین ہی ہمارا بستر ہوگی گھاس پھوس کے جھونپڑے موسموں کی سرد مہری سے ہمیں بچانے کے سامان ہوں گے، ہم صرف مجبوری کی حالت میں قلعوں کے اندر بود و باش اختیار کریں گے ورنہ ہماری چھت صرف پروردگار عالم کا پیدا کیا ہوا نیلا آسمان ہوگا، گھوڑوں کی زین اور کاٹھیاں ہمارے چھوٹے چھوٹے بچوں کے بستر ہوں گے، جوار کی روٹی نمک اور پیاز کے ساتھ ہماری غذا ہوگی اور ہم کبھی راجپوتوں کی طرح محلوں کی رہائش، عیش و آرام اور آرائش کے سامانوں پر نہ للچائیں گے، آرام اور عیش کوشی کا خیال بھی ہم دل و دماغ میں نہ آنے دیں گے۔ عورتوں تک کے پیار کو ہم اپنے وطن پر قربان کرتے ہیں جس دن ہم واپس میواڑ کی سرزمین میں فاتحانہ داخل ہوں گے اسی دن ہم حجامت کریں گے ورنہ مونچھ داڑھی میں قینچی تک نہ لگنے دیں گے"۔

تمام سرداروں نے یکزبان ہو کر عہد کیا کہ ایسا ہی ہوگا۔

اس عہد کے بعد ہر مقابلہ میں جنگی نقارہ کو فوج کے پیچھے پیچھے چلنے کا حکم دیا گیا جو قسمت کے ستارہ کے ڈوب جانے کی نشانی تھی۔

* * *

حملوں کا زور!

دنیا کی اکبری عظیم الشان حکومت کیلئے کتنے بڑے شرم کی بات تھی کہ اتنے لاؤ لشکر کے ہوتے ہوئے بھی رانا پرتاپ کو مغلوب نہ کیا جا سکا، پندرہ سال گزر گئے میواڑ تباہ و برباد ہو گیا مگر رانا کے وجود نے اکبر کی نیند حرام کر دی، اسے رہ رہ کر اپنی ناکامیوں پر افسوس ہوتا تھا، اسے ڈر لگنے لگا کہ کہیں راجپوتوں پر بھی رانا کے عزم و استقلال کا اثر نہ ہو جائے، رانا کے

عہد و پیمان کی خبریں آگرہ پہنچیں۔
ایک روز پھر آگرہ میں از سرِ نو پرتاپ کی بربادی کے سامان مہیا کرنے کیلئے دربار منعقد کیا گیا۔ اکبر نے کہا:-
"ہمارے جاسوسوں نے خبر دی ہے کہ رانا نے پھر میواڑ پر حملہ کی تیاریاں نئے سرے سے شروع کرنے کا ارادہ کیا ہے"
مان سنگھ فوراً بولا:-
"جہاں پناہ! جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ خود بستی کی طرف آتا ہے، رانا کے آخری ایام نزدیک آ گئے ہیں جب تک مجھ جیسے غلام ابنِ غلام آپ کے خیر خواہ اس ملک میں زندہ ہیں بیرونی قوموں کو کبھی آنچ نہیں آسکتی، راجپوتوں نے آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے اب یہ ہاتھ کبھی پیچھے نہیں ہٹے گا"
ٹوڈرمل بولا:-
"میواڑ کی مہم میں سلطنت کی تمام دولت قریب قریب ختم ہو گئی ہے اتنی کثیر سپاہ کی تنخواہیں جاسوسوں کے روزینے اور فوج کے گھوڑوں کی خرید و فروخت اور ان کی خوراک نے شاہی خزانہ پر ناقابل برداشت بوجھ ڈال دیا ہے سوچ سمجھ کر اور دو ایک سال کا محصول وصول کر کے فوج کشی کی جائے"
مان سنگھ نے کہا:-
"ایک مضبوط دشمن کو اس طرح کھلے بندوں نہیں چھوڑا جا سکتا اس لئے کہ یہ مثال دوسروں کیلئے سرتابی کا پیش خیمہ ثابت ہو جائے گی، اگر شاہی خزانہ میں روپیہ کی کمی ہو تو میں اپنے علاقہ امبر کی تمام دولت رانا کی بربادی پر خرچ کرنے کیلئے تیار ہوں، ایسے نازک مرحلہ پر اس مہم کو ادھورا نہیں چھوڑا جا سکتا"
اکبر نے کن انکھیوں سے مان سنگھ کو دیکھا، وہ دل میں سوچ رہا تھا کہ پہلے تو مان سنگھ نے رانا کو گیدڑ بتلایا پھر خود ہی اس کو "مضبوط دشمن" اور اس کی مہم کو "نازک مرحلہ" بھی کہہ رہا ہے مگر اس نے خانخاناں اور سلیم کو تیاری کا حکم دیا۔
خانخاناں نے کہا کہ:-
"بندہ خاندیش کی مہم کیلئے تمام انتظامات مکمل کر چکا ہے اور سلیم کو بھی آپ نے میرے

.... ہمراہ جانے کا حکم کیا تھا"۔
پرتھوی سنگھ بیکانیری نے اس موقعہ پر بادشاہ سے کہا:۔
"مان سنگھ کبھی پرتاپ کو مغلوب نہ کر سکے گا.... ہاں.... اگر بادشاہ سلامت خود جائیں تو اپنی نیک نیتی سے بھلے ہی پرتاپ سے صلحنامہ ہو جائے"!
چنانچہ اب اکبر نے مان سنگھ سے کہا:۔
"تم فوج لے کر چلو.... مابدولت بھی نئی کمک لے کر جنگ میں شریک ہوں گے"!
پرتھوی سنگھ بیکانیری اس موقعہ پر خاموش ہو گیا۔
مان سنگھ نے آگرہ سے مغلوں اور راجپوتوں کی فوج اپنے ساتھ لی۔ پھر امبر آیا اور وہاں سے مزید ساز و سامان لاؤ لشکر لے کر میواڑ کی طرف چلا۔
مان سنگھ سیدھا اودے پور پہنچا اور وہاں کے بند شدہ کنوؤں کو از سر نو صاف کرانا شروع کیا، چتوڑ سے رسد کا سلسلہ جاری کیا گیا، پرتاپ صبح و شام جس وقت موقعہ دیکھتا بادشاہی فوج پر حملہ آور ہوتا۔ ایک ایک حملے میں اس نے بادشاہی فوج کے ہزاروں آدمی تہ تیغ کئے مگر مان سنگھ نے اودے پور کا علاقہ نہ چھوڑا۔
رانا کے سرداروں نے اس کو صلاح دی کہ بجائے اودے پور کے کھنڈرات پر لڑائی لڑنے کے چتوڑ ہی پر حملہ کیا جائے اگر قلعہ فتح نہ بھی ہوا تو مان سنگھ کی رسد کٹ جائے گی....
چنانچہ اس فیصلہ پر عمل کیا گیا، عورتوں اور بچوں کو پہاڑوں کے دروں میں چھپا کر بھیلوں کے سپرد کر کے بہادروں نے چتوڑ کا رستہ لیا، جو بھی رسد راستے میں ملی اسے چھین لیا گیا اور چتوڑ کا محاصرہ کر لیا گیا۔
مان سنگھ یہ خبر سنتے ہی اودے پور کا علاقہ چھوڑ کر چتوڑ کی طرف روانہ ہوا کیوں کہ کئی دن سے رسد بند ہو چکی تھی! راستہ میں جاسوسوں نے خبر دی کہ چتوڑ کے محاصرہ میں رانا کے ہمراہ اس کے بال بچے نہیں ہیں مناسب ہوگا کہ کومل میر کی پہاڑیوں پر حملہ کر کے اس کے اہل و عیال پر قبضہ کر لیا جائے"۔
چنانچہ مان سنگھ نے پہاڑی دروں میں فوجوں کو داخل کیا، دروں میں صرف چند سو بھیل موجود تھے، جب انہوں نے شاہی فوج آتی دیکھی تو عورتوں سے کہا کہ وہ دور نکل جائیں.. بہادر عورتیں تیر و کمان ہاتھوں میں لئے پہاڑوں کے دشوار گزار راستوں میں پہاڑیوں کے دوسری

جانب بیس میل کے فاصلہ پر جا پہنچیں، دودھ پیتے بچے ساتھ لے کر چلنا محال تھا، وفادار بھیلوں نے رانا کے بچّوں کو بوری میں بند کر کے کچھ کو درختوں کی شاخوں سے لٹکا دیا اور کچھ کو غاروں میں رکھ کر آگے سے پتھر رکھ کر بند کر دیا۔

جب مان سنگھ فوج لے کر دروں میں داخل ہوا تو بھیلوں نے چٹانوں کی آڑ سے تیر برسانے شروع کر دیئے، کوئی نہیں بتا سکتا تھا کہ تیر کس طرف سے آیا۔

مان سنگھ کی آنکھوں میں خون سوار تھا تیروں کی بارش کی اس نے پرواہ نہ کی تمام درّے ڈھونڈ مارے لیکن عورتوں اور بچّوں کا کہیں نام و نشان تک نہ ملا، کئی دن سے فوج... بھوکی پیاسی تھی چنانچہ انہوں نے بتیس دن کی تلاش کے بعد دروں سے واپسی کی ٹھانی ادھر اتفاق سے جب رانا کے ہمراہیوں کو رسد کا کافی سامان مل گیا تو انہوں نے چتوڑ کا.. محاصرہ چھوڑ کر واپسی کا ارادہ کیا۔

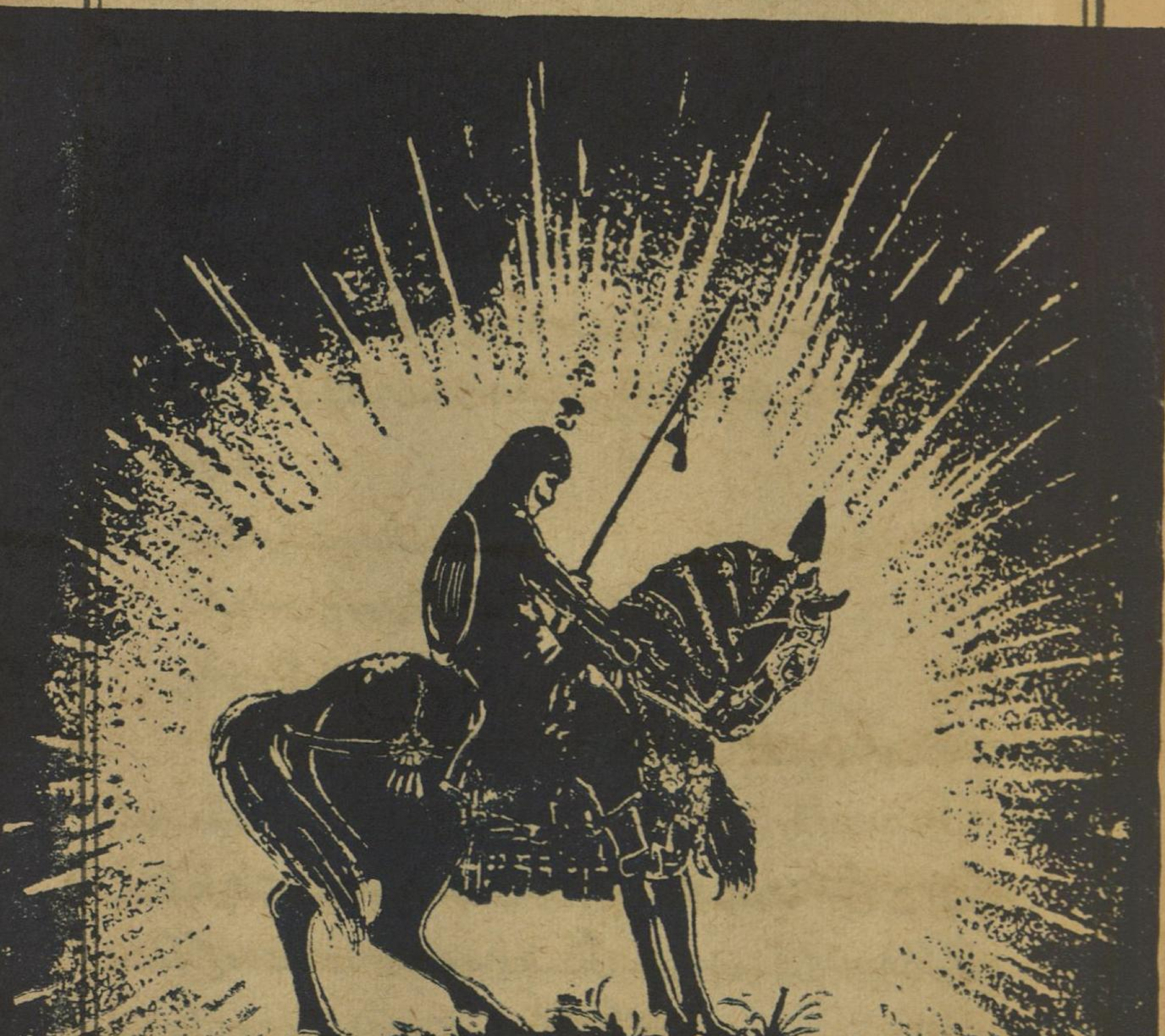
جب وہ واپس آئے تو دیکھا کہ مان سنگھ کی فوج پہاڑی دروں میں سے نکل رہی ہے بہادروں نے موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا، تمام بھیل راستہ کاٹ کر پہاڑیوں پر چڑھ گئے اور مان سنگھ کی فوج کا راستہ رانا کے وفاداروں نے گھیر لیا۔

خوب جم کر لڑائی ہوئی، مان سنگھ کی فوج حواس باختہ ہوئی، چند ہزار دھرتی کے سپوت انہیں کئی لاکھ دکھائی دیئے، پہاڑوں پر سے ان پر تیروں کی بارش اس زور سے ہوئی کہ وہ تمام ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ نکلے، بہادروں نے کئی میل تک ان کا پیچھا کیا، کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ لاکھوں سپاہیوں کی یہ عظیم سپاہ صرف آٹھ ہزار جان نثاروں سے ایسی شکست کھا کر بھاگی کہ مورخوں کو بالاتفاق کہنا پڑا کہ:-

"اپنے گھر کے محافظوں کے سامنے ڈاکو، اور قومی غیرتمند کے آگے بے غیرت قومی غدار کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے"

چتوڑ سے واپسی اور مان سنگھ کے حملہ کے وقت سے لیکر جب رانا کے بچّوں کو دوبارہ تلاش کیا گیا تو بارھویں روز وہ بوری میں لپٹے ہوئے درختوں کی شاخوں اور غاروں سے مل گئے اور ایک بچہ اکیسویں روز ملا، تمام بچے سسکتے ہوئے ملے گرباری تعالیٰ نے ان کی زندگی بچالی، اس دوران ان بچوں کے منہ میں نہ تو ایک دانہ اناج کا گیا اور نہ انہوں نے ایک قطرہ پانی کا حلق سے اتارا، دنیا کی تاریخ میں کوئی ہستی ایسی

نظر نہیں آتی جس نے اتنے مصائب سالہا سال برداشت کر کے اپنے پائے ثبات کو قائم رکھا ہو...... اور زندہ رہ کر اپنے اصول کی حفاظت کی ہو۔



بادشاہ اکبر کا بذاتِ خود حملہ

کئی سال تک مان سنگھ نے پرتاپ کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور کوئی کسر اس کی بربادی میں باقی نہ چھوڑی، لیکن پرتاپ کو دن بدن گجرات سے کمک اور رسد ملنے لگی اسی خاندان کے گوہیل وال جو گجرات میں مسلمان تھے انہوں نے پرتاپ کی مدد پر کمر باندھی اور سامانِ خورونوش اور جان نثاروں کی جماعتیں اس کی خدمت میں روانہ کیں۔

پرتاپ نے کومل میر کے پاس کے قلعوں کو دوبارہ مسخر کرنا شروع کیا، یہ حالات اگر تائید غیبی نہیں تھے تو اور کیا تھے، اکبر کو جاسوسوں نے صورتِ حال سے آگاہ کیا، اکبر نے پرتھوی سنگھ بیکانیری کا دل ٹٹولنے کیلئے اس سے مشورہ کیا، غیور پرتھوی سنگھ نے اسے مشورہ دیا کہ وہ پرتاپ سے صلح کرلے۔

اکبر نے اس سے پوچھا کہ:-

"کیا اس مہم کو یونہی ترک کر دیا جائے؟"

پرتھوی سنگھ نے جواب دیا:-

"میں یہ نہیں کہتا کہ بادشاہ سلامت اپنی شکست تسلیم کرلیں، لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ مان سنگھ کے خلاف نفرت روز بروز بڑھ رہی ہے، یہاں تک کہ مغل سردار بھی اِن مظالم اور روزمرہ کی لشکرکشی سے تنگ آچکے ہیں، بادشاہ سلامت کا ارادہ اگر خود مہم پر جانے کا ہے تو میں اس سے منع نہیں کرتا کم ازکم بادشاہ کو صحیح حالات سے واقفیت ضرور ہو جائے گی۔ ہاں! بندہ یہ کہنے کی ضرور جرأت کریگا کہ چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے لیکن پرتاپ کا سر کبھی نہ جھکے گا۔"

اکبر نے کہا:-

"پرتھوی سنگھ! ہم پرتاپ کو نرمی یا گرمی سے ضرور فتح کرلیں گے۔"

پرتھوی سنگھ نے مصلحتاً صرف اس قدر کہا کہ:-

"کاش ایسا ہو جائے۔"

اکبر کو مان سنگھ کی پے در پے شکستوں نے بے چین کر دیا چنانچہ نئی کمک آگرہ سے لیکر خود روانہ ہوا، تمام میواڑ فوجوں اور جاسوسوں سے بھر گیا، اکبر نے حکم دیا کہ اگر پرتاپ زندہ گرفتار نہ ہو سکتا ہو تو اسے کسی نہ کسی طرح ختم کر دیا جائے۔

ہر روز کہیں نہ کہیں مقابلہ ہوتا، پرتاپ کو لڑتے لڑتے تجربہ ہو چکا تھا کہ کھلے میدان میں... مقابلہ کر کے اپنے آدمیوں کو ختم کرانا اس کیلئے بیحد نقصان دہ ثابت ہو چکا ہے اس کیلئے اپنے بہادروں کی ایک ایک جان قیمتی تھی، چنانچہ اس نے شاہی سپاہ پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے، جب بھی اس کے پاس رسد کی کمی ہوتی وہ اکبری فوج پر ٹوٹ پڑتا اور رسد کا سامان اور گھوڑے چھین کر جنگلوں کی راہ لیتا۔

کئی ماہ اسی طرح گذر گئے، اکبر اس جنگل کا گھیرا ڈالتا تو جنگل میں ایک متنفس بھی نہ ملتا لیکن جوں ہی وہ جنگل سے باہر نکلنے کا ارادہ کرتا کہ شیر کہیں نہ کہیں سے نکل کر اس پر حملہ کرتا اور شاہی فوجوں کو بھاگنے پر مجبور کر دیتا۔

میواڑ میں بادشاہ کی مستقل موجودگی نے پرتاپ کے ہمراہیوں میں نمک حرام پیدا کر دیئے جنہوں نے کئی مرتبہ کنوؤں میں زہر ڈال دیا تاکہ کسی طرح سورج ونشی خاندان کا یہ سورج غروب ہو جائے کئی جان نثار اس سازش کا شکار ہوتے ہوئے زہر آلود پانی پی کر مر گئے مگر رانا پرتاپ کی جان کئی دفعہ بچ گئی۔

بڑی چھان بین کے بعد پتہ چلا کہ کوہ آبو کا سردار دیو راج ان حرکتوں کا باعث بنا ہوا ہے جب اس کی گرفتاری کا ارادہ کیا گیا تو وہ بھاگ کر اکبر کی فوج میں جا ملا۔

اسی دوران ایک روز کسی نے کھانے میں زہر ملا دیا، پرتاپ کو کھانا کھاتے ہی قے ہو گئی اور وہ مرنے سے بال بال بچا، رانا پرتاپ کیلئے یہ زمانہ بیحد خراب تھا، اپنے ہی جان نثار اس کیلئے وبالِ جان بن گئے، جب بھی کبھی ایسی سازش ہوئی تعجب اس امر پر ہوتا تھا کہ جب ہی بادشاہ خود حملہ آور ہوتا تھا۔

پرتاپ نے ان سازشوں سے بچنے کی یہ ترکیب نکالی کہ تمام ہمراہیوں کو منتشر کر دیا اور حکم دیا کہ جب سیٹی بجائی جائے تو فوراً ہر جان نثار تلواریں لیکر دشمن پر ٹوٹ پڑے، اس پر متعدد مرتبہ گھیرا ڈالا گیا، جیسے ہی دفعتاً سیٹی بجی اور آناً فاناً میں جان نثار بادشاہ کی فوج پر اس طرح ٹوٹ پڑے جس طرح شیر بکریوں پر ٹوٹ پڑتا ہے جسطرح باز کبوتروں کے

جھنڈ میں گھس جاتا ہے، شکار کیا اور چلتے بنے۔

جب بھی کبھی اکبر نے کوئی سازش یا حملہ کا منصوبہ بنایا وہ کسی نہ کسی طرح ناکامیاب ہو گیا۔ اکبر کو اپنی ناکامیابی سے بڑی پشیمانی ہوئی، ایک دفعہ تو خود اکبر بھیلوں کے تیروں کا نشانہ بنتے بنتے بچ گیا، بھیل نہایت وفادار نکلے تمام جنگی زمانہ میں کوئی ایک مثال ایسی نہیں ملتی کہ کسی بھیل نے رانا سے کبھی بھی بے وفائی کی ہو۔

ایک دفعہ جاسوسوں نے اکبر کو خبر دی کہ فلاں مقام پر پرتاپ کے اہل و عیال مستقل رہائش رکھتے ہیں چنانچہ جب بادشاہ اس طرف پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ سب تو نہ معلوم کہاں جا چکے ہیں دراصل پرتاپ کے تمام اہل و عیال بہت دور نامعلوم جگہ پر بھیج دیئے گئے تھے اور کہہ دیا گیا تھا کہ جب تک لڑائی جاری رہے چاہے جتنے سال صرف ہوں ان کو اسی مقام پر رکھا جائے۔

بادشاہ (اکبر) حیران ہو گیا وہ صاف نظروں سے دیکھتا تھا کہ پرتاپ اپنے ساتھ.... غیبی طاقت رکھتا ہے اور ہر لمحہ اسے اس کا ثبوت مل رہا تھا، جاسوسوں نے آ کر خبر دی کہ فلاں جگہ پر پرتاپ غیر محفوظ مقام پر ٹھہرا ہوا ہے، بادشاہ (اکبر) نے فوج کو دھاوا کرنے کا حکم دیا، فوج ابھی راہ میں تھی کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی، ندی نالے پانی سے بھر گئے تمام علاقہ میں کیچڑ ہو گئی، رسد کا تمام سامان بھیگ گیا اور مہم ناکامیاب ہو گئی۔

دوسرے وقت اس نے پھر لشکر کشی کا ارادہ کیا مگر اتفاقاً بیمار ہو کر چتوڑ واپس آیا تمام سپاہ تھک ہار گئی ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ آخر کار بادشاہ (اکبر) مہم سے ناکام ہو کر... واپس آگرہ چلا آیا اور میواڑ میں مان سنگھ مقیم رہا۔

بادشاہ (اکبر) میواڑ میں پورے ایک سال تک رہا، اس عظیم بادشاہ کی موجودگی میں اور اس کے لاؤ لشکر سے ہی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ رانا کے اوپر کتنی مصیبتیں اور تکالیف نازل ہوئی ہوں گی، مان سنگھ نے پورے طور سے اس پر حملے جاری رکھے، آخر وہ بھی تھک ہار کر چتوڑ کو ایک مغل سردار کے حوالے کر کے اجمیر چلا آیا۔

سالہا سال کے ان حملوں نے رانا پرتاپ کو بیکس و مجبور کر دیا، اس کے پاس صرف گنتی کے جان نثار رہ گئے، تمام علاقہ کے کنوئیں شاہی سپاہ نے مٹی سے پاٹ کر ان کا نام و نشان تک مٹا دیا، پھل دار درخت کاٹ دیئے گئے، اکول پیر کی پہاڑی کے عین نیچے اودے پور کو فوجی مرکز بنا دیا گیا۔ اب صرف پرتاپ کے قبضہ میں پہاڑ کی چوٹی تھی۔

بیکسی و مجبوری کی انتہا

آہ مصیبت تیری کوئی حد نہیں، اچھے آدمی بالعموم تجھ سے گھرے رہتے ہیں۔

پرتاپ بادشاہ تھا، جہاں بادشاہ رہتا ہے وہاں ہی اس کی تخت گاہ بھی ہے شیر مرد اودے پور سے چلا آیا تھا، تخت وہاں کہاں تھا مگر وہ جنگل میں بھی بادشاہی کرتا تھا اور کھشتریوں کے دل اس کی تخت گاہ تھے، پہاڑ ہو یا میدان، غار ہو یا ٹیلہ، جنگل ہو یا نخلستان! بادشاہ تو ہر حالت اور ہر جگہ میں بادشاہ ہی ہے اس کی بادشاہت کو کون چھین سکتا ہے۔

بہادروں کی وفادار جماعت اس کے ساتھ تھی، اس پریشان حالی میں بھی یہ سچے جان نثار اس کی دل سے تعظیم کرتے تھے اور پہاڑی علاقے کی زمین انکی نظر میں چتوڑ سے کم اہم نہیں تھی، وہ سمجھتے تھے کہ اب انکا بادشاہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اجلاس کرتا تھا اور وہی دربار عام تھا، اس کی غذا کیا تھی؟ جنگلی درختوں کی جڑ، جھاڑیوں کے ابالے ہوئے پتے، اکٹیلوں کے پھل اور وہ اس غذا کو پا کر خوش تھے، پرتاپ جو پھل پھول ان کو دیتا وہ اسے سر پر چڑھا کر لے لیتے اور اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتے۔

آبادی کی تہذیب، شہروں کی آسائش! راجدھانیوں کی شان و شوکت وہاں کہاں تھی، مگر پرتاپ کی موجودگی نے کوہستان، بیابان اور ریگستانی میدان کو اصلی تہذیب اصلی شائستگی اور اصلی اخلاق کا دبستان بنا رکھا تھا۔

نیم برہنہ بہادر وہاں رہ کر پرتاپ جیسے معلم کی خدمت میں انسانیت کا سبق سیکھتے تھے، نہ کہیں خیمہ نہ خوابگاہ، نہ مکان نہ محل، رات کو درندے کا شور سن کر سننے والوں کا کلیجہ دہل جاتا تھا۔ مگر ہتھیلی پر جان رکھے ہوئے دھرتی کے سپوت وہاں بے خوفی سے رہتے تھے اور درندوں کو زبانِ حال سے سنایا کرتے تھے کہ انسانوں کا بادشاہ حیوانوں پر سکہ بٹھانے آیا ہوا ہے۔

بادشاہ (اکبر) نے سب کچھ کیا، لالچ دیا، وعدے کئے مگر پرتاپ کے ساتھیوں میں سے

کسی نے بھی اس کی جانب التفات نہیں کی۔ ذرا زبان ہلانے کی دیر تھی مال و اسباب دولت و حرمت دم کے دم میں ان کے قدم چومنے کو حاضر ہو جاتے، فوجوں کی سپہ سالاریاں، صوبوں کی حکومتیں اور درباریوں کی شان و شوکت سب کچھ ان کو مل سکتی تھی، محل و مکان، حسین بیویاں اور لاؤ لشکر کی کیا کمی تھی۔

اکبر کو انتظار تھا کہ پرتاپ ذرا بھی خواہش کرے اور سب کچھ کر دیا جائے مگر رانا کو اپنی رانائی کا پاس تھا اور سب بہادر اس کی صورت دیکھ کر اس کی ذات سے بہادری کے جوہر کا اکتساب کرتے تھے انہیں پرتاپ پر ناز تھا اور وہ پروانوں کی طرح اس شمع شجاعت کے ارد گرد طواف کرتے رہتے تھے اور یہ عزت مندی صرف اس وقت تک قائم رہ سکتی۔ جب تک اپنی آن اور شان پر قائم تھا۔

اگر پرتاپ جنگل میں تن تنہا ہوتا تو شاید یہ مصیبت بھی زیادہ تکلیف نہ دیتی اس کی بیوی پدماوتی رانی بھی تھی۔ بہادر، مصیبت اور آفت کے وقت بیوی اور بچوں کی صورت دیکھ کر بزدل ہو جاتا ہے اور یہ... قدرتی بات ہے، پرتاپ کے لڑکے اور لڑکی نہایت کمسنی ہی میں طرح طرح کے مصائب کے شکار بنتے رہے، کون جانے ان کو کس مصلحت سے قدرت کو ایسے جانکاہ سبق سکھانے منظور تھے ڈھال ان کے ہنڈولے، تلوار ان کے جھیجے اور تیر و کمان ان کے کھلونے تھے۔

دشمن نے حملہ کیا بھگدڑ پڑ گئی اور گرجر قوم کے شاہزادے اور شاہزادیاں درختوں کی شاخوں پر جھنکے سے باندھ کر لٹکائے گئے تاکہ وہ شیر اور بھیڑیوں کے خونخوار پنجوں سے محفوظ رہ سکیں یہ بالعموم ہوا کرتا تھا، آدمی ان کی پاسبانی پر تعینات رہا کرتے تھے، جنگلی جانوروں سے زیادہ انسانی خونخوار دشمنوں کا خوف رہتا تھا، عورت اور مرد تو جان لے کر بھاگ جاتے تھے اور یہ نونہالان چمن گرجر درختوں کی شاخوں پر لٹکے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ وہ اکبر کے ہاتھ پڑتے پڑتے بچ گئے، بادشاہ نے حملہ کیا بہادر بھاگ کھڑے ہوئے وفادار اور مہربان بھیلوں نے ان کمسن بچوں کو بوروں میں کس کر گہرے غاروں میں چھپا دیا اور جب تک لڑائی ہوتی رہی یہ وہاں ہی پڑے رہے، بوروں میں صرف سانس لینے کی جگہ تھی۔

آج ان واقعات کو ساڑھے تین سو برس گذر چکے ہیں لیکن اگر آج بھی تم وہاں جاؤ تو تمہیں وہاں کے باشندے وہ غار دکھائیں گے جہاں بوروں سے کسے ہوئے بچے چپ چاپ رکھے گئے تھے اور وہ درخت اب تک ویسے ہی کھڑے ہوئے ہیں جنکی شاخوں سے یہ لٹکتے رہتے تھے۔

اس مصیبت کی کوئی حد بھی ہے دھرتی کے سپوت کٹ کٹ کر مرے، ساتھیوں کی

تعداد روز بروز کم تر ہوتی گئی دشمن ہر وقت سر پر موجود رہتے، کھانا پینا کیسے ملتا ہفتوں.... روٹیوں کی صورت تک دیکھنی نصیب نہ ہوتی۔ اکبر کے حملہ کے وقت ایک مرتبہ کئی وقتوں کے بعد آٹا دال ملا پانچ مرتبہ روٹی پکانے کیلئے آگ جلائی گئی اور پانچوں ہی مرتبہ جلتے ہوئے چولہے کو چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ چار پانچ وقت کی روٹی ایک ہی مرتبہ پکائی گئی لیکن شاہی فوج کے حملوں نے انہیں کھانے کی نوبت نہ دی، بہادر کچھ لڑ کر بھوکے پیاسے ختم ہوئے اور جو باقی بچے انہوں نے اگلے وقت پر کھانا ٹال دیا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کئی دنوں کے بعد کسی بھیل عورت نے روتے ہوئے بچوں کو باجرہ کی خشک روٹی دی وہ کھانے لگے، پرتاپ زمین پر لیٹا ہوا ان کی حالت دیکھ رہا تھا اس کی دو سالہ بچی نے بمشکل آدھی روٹی کھائی تھی کہ ایک جنگلی بلی جھپٹی اور روٹی کا ٹکڑا چھین کر بھاگ گئی اس نے شور مچایا اور پرتاپ کا رہا سہا دل ٹوٹ گیا۔

"ظالم وقت! بے درد آسمان!! کیا تجھے ان بچوں پر بھی رحم نہیں آتا، اس سے زیادہ دردناک حالت کیا ہوگی۔"

مصیبت زدہ پرتاپ کا دل اندر ہی اندر امنڈنے لگا، آنکھیں انگارے کی طرح سرخ ہوگئیں اس کی زبان سے نکل گیا:-

"خدا..... ممکن ہے میں نے اس زندگی میں گناہ کئے ہوں جنکی سزا مجھے مل رہی ہو مگر ان چھوٹے چھوٹے ناسمجھ بچوں نے کیا قصور کیا ہے جو اس طرح ستائے جا رہے ہیں ان کو تو اب تک گناہ و ثواب کی بھی سمجھ نہیں۔

پدماوتی نے ان لفظوں کو سن لیا، پاس آئی، شوہر کی حالت دیکھی، جسم پر جیتھڑا لپٹا ہوا تھا زمین پر کوئی بستر نہیں ہے، رانا خاک میں لیٹا ہوا ہے اور آنکھیں لال پیلی ہو رہی ہیں چنانچہ پدماوتی نے کہا:-

"میرے آقا!... تم کس فکر میں ہو...؟"

پرتاپ نے اس کی طرف نظر کی اور کہا:-

"مصیبت کی حد ہو چکی ہے... اب دل کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رہی۔"

پدماوتی بولی:-

"اس کا سبب یہ ہے کہ بدنصیب پدماوتی اور اس کے بچے آپ کے ساتھ ہیں ورنہ آپ کی

قوّتِ برداشت اور بھی زیادہ ہوتی... آپ کیوں فکر کرتے ہیں، آپ کے خاندان کے تمام راجاؤں کا یہی حال رہا ہے جو ہونے کو ہے وہ ہو کر رہے گا..... خدا نے جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے وہ اٹل ہے اسے کوئی مٹا نہیں سکتا.... انسان کا کام صرف برداشت کرنا ہے، یہ دن ہمیشہ نہ رہیں گے ایک دن وہ آئے گا کہ ہم ملک میں آزاد ہوں گے، آپ دل کو کمزور نہ ہونے دیجیئے"

پرتاپ نے جواب دیا:۔

"یہ سچ ہے۔ مگر تکلیف کا پیالہ لبریز ہو گیا۔ اب وہ چھلکنے پر آ گیا۔ میرا آہنی دل اب موم بن کر پگھلنے لگا ہے، میں کیا کروں! نجات کی کوئی راہ نہیں ملتی۔ کسان کھیتی باڑی کر کے گزران کر رہے ہیں، دشمن ان سے فائدہ اٹھا رہا ہے اور میں جوان کا ہمدرد ہوں اس طرح بے بسی اور بیکسی کے ہاتھوں پریشان ہوں.... میں ملک کیلئے مر رہا ہوں اور.... ملک کو میری پرواہ نہیں ہے۔

پدماوتی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اس نے کہا:۔

"آپ کی بزرگی کو کوئی نہیں پا سکتا، ملکی دشمن، قومی غدار اور قوم فروشوں کی طرف کیوں آپ کی نظر گئی وہ کسی طرح آپ کی توجہ کے مستحق نہیں ہیں، ہم اپنے ملک کی آزادی کیلئے مٹیں گے لیکن ملک کے دشمنوں سے ہمدردی کوئی معنی نہیں رکھتی...... آقا! اپنے پیروں کو مضبوطی سے صحیح راستے پر گامزن رکھیئے"

پرتاپ خاموش رہا، اتنے میں دو چار آدمی آئے، پدماوتی ہٹ گئی، انہوں نے کہا کہ بادشاہ نے آپ سے ملنے کیلئے اپنے معتمد کو بھیجا ہے"

پرتاپ نے کہا:۔

"بلا لو"

چنانچہ شاہی معتمد آیا اور اس نے اپنی آنکھوں سے اس عزت مند انسان کو دیکھا اس نے کہا:۔

"حد ہو چکی.... دنیا نے آج تک بہادری میں آپ کا ثانی نہیں پیدا کیا، ہر شخص کو آپ کی دلیری اور ہمت کا اقرار ہے، لیکن یہ حالت خوشگوار نہیں ہے بادشاہ سلامت (اکبر) کا کہنا ہے کہ مجھے آپ کے ساتھ لڑائی منظور نہیں ہے صلح کر لیجئے اور میں آپ ہی کی شرط پر صلح کرنے کو تیار ہوں۔

مصیبت کے مارے اور آفتوں کے ستائے ہوئے پرتاپ نے اِن لفظوں پر

غور نہیں کیا اور اس کی وہ حالت حد درجہ کی قابل معافی تھی معتمد شاہی اس کی حالت کو دیکھکر بیحد متاثر ہوا اس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں، اس نے انہیں روکنا چاہا مگر اس کے آنسو نہ رک سکے، یہ انتہائی ہمدردی کے آنسو تھے اور ہمدردی ہی ایک ایسا با اثر جادو ہے جس کا وار کبھی خالی نہیں جاتا۔

پرتاپ نے دیکھا کہ اس کی زبوں حالی اب اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اس پر دشمن بھی ترس کھا رہے ہیں چنانچہ اس کی زبان سے نکل گیا:۔

"صلح کے خلاف اب میں نہیں ہو سکتا"

اور یہی الفاظ اس نے کاغذ پر لکھے اور اس پرچہ کو شاہی معتمد کے حوالے کر دیا معتمد خوش ہو کر دہلی کی طرف روانہ ہو گیا، پدماوتی آئی اور اس نے پوچھا:۔

"کیا بات ہوئی؟"

پرتاپ نے دیر تک جواب نہیں دیا، آخر میں اس نے یہ کہا:۔

"اب تم لوگوں کو میرے ساتھ تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے، اگر کوئی شخص مجرم ہے تو وہ میں ہی ہوں دوسرے کیوں میرا ساتھ دے کر عذاب میں پڑیں، خدا میرے ہاتھوں ملک کو آزاد نہیں کرانا چاہتا"

پدماوتی بولی:۔

"آقا! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں، ہم اپنے ملک کیلئے مصائب کے پہاڑ اٹھانے کیلئے تیار ہیں"

پرتاپ نے کہا:۔

"یہاں سے کچھ فاصلہ پر جبرا نامی ایک گاؤں ہے تم لڑکوں کو لے کر وہاں چلی جاؤ یہ قطعی حکم ہے، اس سے زیادہ میں کچھ بھی اس وقت کہنا نہیں چاہتا"

پدماوتی نے سمجھ لیا کہ اس کا آقا اسے اپنے سے جدا کرنا چاہتا ہے وہ رونے لگی لیکن چونکہ پرتاپ کے مزاج سے واقف تھی اس لئے اس کی مخالفت کی ہمت نہ ہوئی، وہ اپنا فیصلہ آسانی سے تبدیل نہیں کرتا تھا، وہ چپ رہی اور پرتاپ نے بھیلو کو حکم دیا کہ وہ رانی کو معہ بچوں کے جبرا لے جائیں۔ اور انہوں نے ایسا ہی کیا لیکن کسی کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ پرتاپ نے اکبر کے معتمد سے کیا کہا۔

پرتاپ نے اپنی وفا شعار رانی کو چیرا گاؤں بھیج تو دیا لیکن اس کی باتوں کو وہ ذہن سے محو نہ کرسکا یعنی۔۔۔۔۔

وہ آپ کی بزرگی کو کوئی نہیں پا سکتا۔۔۔۔۔ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں"

پرتاپ نے سوچا کہ عورت کو کمزور دل کہتے ہیں۔۔۔ لیکن آج رانی کی قوم پرستی اس سے بڑھ گئی، چنانچہ اس نے تہیہ کرلیا کہ وہ ہرگز صلح پر راضی نہ ہوگا اور اب جو صلح کا غذات صلح اس کے پاس آئیں گے وہ ان پر دستخط نہ کرے گا۔

اکبر اور پرتھوی سنگھ بیکانیری

دربار میں رانا کے چند الفاظ پہنچتے ہی اکبر کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ چنانچہ پرتھوی سنگھ بیکانیری نے جسارت کرتے ہوئے پوچھا:۔

"آج حضور کے خیرخواہوں کو کیسی خوشی نصیب ہے؟"

اکبر نے جواب دیا:۔

"پرتاپ راہ پر آگیا اس کی حالت حد درجہ قابل رحم ہو گئی ہے، اس نے صلح کا پیغام بھیجا ہے"

پاؤں کے نیچے کی زمین کھسکنے لگی، پرتھوی سنگھ کے دل کی حالت متغیر ہو گئی خود تو وہ کسی وجہ سے مغل شہنشاہ کا محکوم ہو گیا تھا لیکن اس نے سوچا........

"تمام راجستھان کے کھشتریوں میں صرف رانا تھا جس نے اپنی عزت اپنی قوم کی عزت اور اپنے ملک کی عزت کو سنبھال رکھا تھا۔ اگر وہ بھی آگرہ کے دربار میں خرید لیا گیا تو کھشتریوں کا ٹھکانا کہاں رہا وہ کیسے کھشتری کہیں گے اور کس ہستی پر ناز کریں گے۔ وہ دل میں سوچنے لگا۔

پھر پرتھوی سنگھ بولا:۔

"یہ بالکل غیر ممکن ہے، سورج چاہے پورب کے بجائے پچھم سے نکلے، چاند چاندنی کے بجائے زہر برسانے لگے، پہاڑوں کی چوٹی پر سمندر لہرانے لگے یہ سب تو ممکن ہے مگر پرتاپ کا صلح کی درخواست کرنا.... یہ غیر ممکن ہے.........

..... جہاں پناہ کی طرف سے بارہا صلح کی تحریک ہوتی رہی ہے... مگر... اس نے کبھی منظور نہیں کیا..... شیر اپنے جنگل کو پنجرے سے تبدیل نہیں کیا کرتا... کم از کم مجھے اعتبار نہیں ہے"

اکبر نے اسے پرتاپ کا خط دیا، ایک دو سطر سے زیادہ عبارت نہیں تھی لیکن وہ خط سچ مچ پرتاپ ہی کا لکھا ہوا تھا، پرتھوی سنگھ اس کی طرز تحریر سے واقف تھا

دستخط پہچانتا تھا۔

اس کے دل میں یکایک یہ خیال پیدا ہوا کہ ممکن ہے کہ پرتاپ اپنے عہد سے پھر گیا ہو، اس لئے کہ مصیبت کی آگ انسان کے آہنی سے آہنی دل کو پگھلا دیتی ہے۔ اس نے کئی مرتبہ اس خط کو پڑھا اور ...... شہنشاہ اکبر... چپ چاپ اس کے دلی خیالات کا اندازہ اس کے چہرے کے بدلتے ہوئے نقوش سے کرتا رہا۔

آخر کار وہ بولا:۔

"پرتھوی سنگھ... اگر پرتاپ صلح کا خواہشمند نہ ہوتا تو یہ خط کیوں آتا.... اب اس سے بہتر ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔"

پرتھوی سنگھ خود غور وفکر میں تھا کہ بادشاہ کو کیا جواب دے، اکبر کے الفاظ نے اسکی رہنمائی کی اور اسے گویا زبان مل گئی چنانچہ اس نے کہا:۔

"جہاں پناہ! میری گستاخی اور بے ادبی معاف فرمادیں۔"

اکبر نے دریافت کیا:۔

"تم نے کیا بے ادبی اور گستاخی کی ہے؟"

پرتھوی سنگھ گویا ہوا:۔

"میں حضور کی رائے سے متفق نہیں ہوں۔"

بادشاہ (اکبر) نے پوچھا:۔

"کیوں.....؟"

پرتھوی سنگھ نے کہا:۔

"اس لئے کہ یہ تحریر پرتاپ کے ہاتھ کی نہیں ہے۔"

بادشاہ نے استعجاباً پوچھا:۔

"یہ تم کس بنا پر کہہ رہے ہو؟"

پرتھوی سنگھ نے مودبانہ لیکن برجستہ جواب دیا

"میں اس کا شانِ خط اور اس کی دستخط دونوں اچھی طرح سے پہچانتا ہوں اور اسی یقین کامل کی بنا پر مجھے عرض ومعروض کرنے کی جسارت ہوئی۔"

بادشاہ (اکبر) نے اس سے پوچھا:۔

"پھر تمہارا کیا خیال ہے؟"

پرتھوی سنگھ نے جواب دیا:۔

"جہاں پناہ! یہ خط جعلی معلوم ہوتا ہے اور یہ کارروائی اس کے کسی چھپے ہوئے دشمن نے محض اس کو بدنام کرنے کیلئے کی گئی ہے۔"

اکبر کا چہرہ غصّہ سے تمتما اٹھا اس وجہ سے کہ پرتھوی سنگھ کے الفاظ صاف صاف پرتاپ کی حمایت کی غمازی کر رہے تھے چنانچہ وہ گویا ہوا:۔

"راجپوت... تم میرے خیر خواہ ہو یا بدخواہ؟ .... لیکن نہیں... تم دہلی کے وفادار دوستوں میں ہو.... تم کو معلوم نہیں ہے... یہ خط خود پرتاپ کا لکھا ہوا ہے، میں نے اس کی تحریریں پہلے بھی دیکھی ہیں... تم غلطی پر ہو۔"

پرتھوی سنگھ نے پھر زبان کھولی:۔

"جہاں پناہ! میں شیر کی کفالت میں رہ چکا ہوں، اس کی حرکات و سکنات سے واقف ہوں، یہ جعلی تحریر ہے، میں اپنے سر کی شرط لگاتا ہوں۔"

اکبر ہنسا اور گویا ہوا:۔

"تم پرتاپ کے معتقد ہو.... اور معتقد اپنے پیر کی برائیوں کو یہ کہہ کر ٹال دیتا ہے کہ ہمیں پیر کی پیری سے غرض ہے اس کے افعال سے کیا واسطہ.... مرید اپنے پیر کی ہر برائی کا جواز نکال لیتا ہے اور مرید اعتقاد میں اس قدر اندھا ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیر کی برائی کو سننا کبھی پسند نہیں کرتا۔"

پرتھوی سنگھ بولا:۔

"حضور کی باتوں کی تردید کرنا داخل گستاخی ہے لیکن میں اس قدر کہنے کی ضرور جرأت کروں گا کہ پرتاپ ہر قسم کے نفسانی عیب اور خود غرضی کے الزام سے بری ہے۔"

اکبر نے زور کا قہقہہ لگایا اور کہا:۔

"یہی تو میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم پرتاپ کے بھگت ہو، تم اس کے خلاف سچی بات سننے کو کبھی تیار نہ ہو گے۔"

تھوڑی دیر توقف کے بعد بادشاہ پھر گویا ہوا:۔

"پرتاپ کی حالت کا اندازہ تم نہیں کر سکتے، شاہی فوج نے اسے اس قدر تنگ

کر رکھا ہے کہ ہفتوں گذر جاتے ہیں دانہ پانی تک نصیب نہیں ہوتا، اگر اس نے پریشان ہوکر یہ خط لکھا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے"۔

پرتھوی سنگھ بولا:۔

"پرتاپ معمولی آدمی نہیں ہے جو مصیبت سے گھبرا جائے وہ مرتے مرتے مر جائیگا مگر اپنے عہد کو کبھی شکستہ نہ کرے گا وہ اس زمانہ کا سچا وطن پرست اور اپنے ملک کی آزادی کا رہبر ہے"۔

اکبر نے سوال کیا:۔

"کیا تمہاری رائے میں یہ تحریر پرتاپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں ہے؟"

پرتھوی سنگھ نے جواب دیا:۔

"ہاں... میرا ایسا ہی خیال ہے"۔

اکبر نے دریافت کیا:۔

"کیا تم اسے ایسا ثابت کر سکتے ہو؟"

پرتھوی سنگھ اس سوال سے گھبرایا نہیں... ہنس کر جواب دیا:۔

"ہاں.... اگر یہ خط پرتاپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے تو میں اپنے سر کو اپنے ہاتھ سے اتار کر رکھ دوں گا، میں اپنی زندگی کی شرط لگاتا ہوں، آپ کا معتمد جو یہ خط لایا ہے اس نے خوشامد سے جعل بنایا ہے، کیا جہاں پناہ یہ خیال نہیں کر سکتے کہ جس شخص نے سپہ سالار مان سنگھ کی بے عزتی کی، البستی کو چھوڑ کر شیروں کی وضع اختیار کر لی اور آپ کے بار بار صلح کے پیغام کی عزت نہیں کی وہ کیسے اپنے آپ کو ذلیل کرے گا... موت کا اس کے دل میں خوف نہیں، آپ کے جاہ وجلال کی اس کی نظر میں قدر نہیں، بادشاہی کے تخت کو وہ لات مارتا ہے اور تارک الدنیا کی طرح خاک پر لوٹتا ہے کبھی ممکن نہیں کہ ایسے دلیر، چشم سیر اور انسانی اخلاق کے رہبر نے یہ خط لکھا ہو، عرضی دینے والا سائل ایک حقیر پرچہ پر معافی کی درخواست نہیں لکھتا، جس نے یہ جعلی خط تیار کیا ہے اس نے شاہی تحقیر کے جرم کا ارتکاب کیا ہے"۔

اکبر کو یہ الفاظ سن کر غصہ آگیا اس نے معتمد کو بلایا اور پوچھا:۔

"اگر یہ صلح کا خط پرتاپ کا لکھا ہوا ہے تو یہ خریطہ میں سربمہر ہو کر کیوں نہیں آیا، آداب شاہی کا

لحاظ اور مروجہ رسم کی پابندی کیوں نہیں کی گئی۔ تم نے میری بے عزتی کی اور میں تم کو قید کی سزا دیتا ہوں۔"

اور بے قصور و بے جرم و بے خطا معتمد قید خانہ میں پابہ زنجیر کر دیا گیا۔

یہ شخصی حکومت کا جور و ستم ہے۔ بادشاہوں کی تلون مزاجی کا کوئی اعتبار نہیں ان کے مزاج میں گرگٹ کا خواص ہوتا ہے وہ لمحہ لمحہ بدلتے رہتے ہیں۔

پرتھوی سنگھ نے موقعہ پا کر بادشاہ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا اور کہنے لگا:۔

"اگر جہاں پناہ کی اجازت ہو تو میں بہن جمنا کو میواڑ بھیج دوں اور اپنے معتمد آدمی سے دریافت کرالوں کہ پرتاپ کی کیا حالت ہے میں ابھی اپنے خسر سکت کو خط لکھتا ہوں۔"

اکبر نے سوچ کر جواب دیا:۔

"اجازت تو تم کو پہلے ہی دے دی گئی ہے اور تم اس کی پوری پوری سچی سچی کیفیت... دریافت کر سکتے ہو تو اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔"

اکبر صرف دنیا کو یہ دکھانا چاہتا تھا کہ اس نے آریہ ورت کے سچے خیر خواہ اور ایک بہترین ہستی کا سر بھی صلح کے بہانہ جھکا لیا تھا، پرتھوی سنگھ بیکانیری کی بہادر بہن جمنا کو اجازت محض اس وجہ سے ملی کہ پرتاپ کے غصہ کی آگ احسانمندی کے پانی سے بجھ جائے گی، اسے یہ پتہ نہ تھا کہ بہادر جمنا کے اندر قومی غیرت پرتاپ کی قومی غیرت کو اور دوبالا کر دیگی، اکبر تو اپنے زمانہ کا بہترین سیاست داں تھا ہی لیکن پرتھوی سنگھ بیکانیری اور اس کی بہن نے اکبر کو سیاسی میدان میں شکست فاش دی جس کا ذکر ابھی آتا ہے۔

★ ★ ★

پرتھوی سنگھ بیکانیری کا خط

پرتھوی سنگھ بیکانیری رنج و غم کے عالم میں گھر پہنچا اس کی غیور بہن جمنا اور اس کی غیرت مند بیوی نے اس سے اس پژمردگی کا سبب پوچھا پرتھوی سنگھ نے تمام واقعہ سنایا اور کہا کہ اس نے اپنے سر کی بازی لگادی ہے چنانچہ اس نے اپنی بیوی سے کہا:۔
"تم بہن جمنا کو تیار کرو میں اسے ایک خفیہ خط رانا کے نام دوں گا، وہ فوراً آگرہ چھوڑ دے نہ معلوم اکبر کے دل میں کب شک پیدا ہو جائے لہٰذا دیر کرنی مناسب نہیں"۔
جیسا کہ پیچھے مذکور رہا کہ پرتھوی سنگھ اپنے زمانہ کا بہترین شاعر تھا، اس نے قلم دوات اور کاغذ لیا اور اسی پر رانا کے نام نظم و نثر میں خط لکھا، اس خط کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔

اکبر سمند اتھاہ - سورا ین بھر یو سجل
میواڑو تن ماہنہ پوین پھل پرتاپ سی
اکبر ایکن بار داگل کی ساری دنی
ان داگل اسوار رہیو ران پرتاپ سی
اکبر گھور اندھار اونگھا ناہند اور
جاگے جگ داتار پوہر ران پرتاپ سی
چوتھی چتو داہ باٹی باجنتی تگی !!!
ما تھے میواڑ سوہے ران پرتاپ سی
سور بھ اکبر شاہ الیل آبھڑ یا ہیں
چینو چتوڑاہ چورستانی پرتاپ سی
پاتل کھاگ پرمان - سانچی سانگا ہر گھنی
ہی سدا لگ ران - اکبر سوں اوبھی انی

مائی جن اطل جنے جھڑا ران پرتاپ
اکبر سوں تو اوجھ کے جان سمر دے نسانپ
راکھو اکبر یاہ ۔ تیج تھارو تر گڑا
نم نم نیسر یاہ ۔ ران نبا سیہہ راجوی
سہہ گادنڈ ہئے ساکھا ایکن باڑے باڑیا
ران نہ مائی ناتھے تانڈے ران پرتاپ سی
سو لو سو سنسار اُسر یلو لے اوپرے
جاگے جگ تا رپو ہرے ران پرتاپ سی
دھر بانکی دھر یا دھرا ۔ مرند نہ مُو کے مان
کھنے زندال گھوریا ۔ رہے گرندان ران
(ماخوذ از میواڑ اتہاس و نیز ٹاڈ راجستھان ۔ سولف گرجر")

مندرجہ بالا اشعار اس زمانہ کی زبان کے ایک نمونے ہیں یہ زبان گجراتی زبان سے بالکل مشابہ ہے اور موجودہ راجستھانی زبان سے اس میں بہت بُعد ہے، ان اشعار پر بعد میں برہمنوں نے مذہبی رنگ چڑھانے کیلئے کئی شعر اور عبارت کا اضافہ کیا ہے لیکن ہم نے میواڑ اتہاس کے قدیم نوشتہ جات کی بنا پر ان کو یکسر موقوف کر دیا ہے، اب ہم اس خط کے نثر اور نظم کا اردو ترجمہ تحریر کرتے ہیں۔

"آریہ ورت کو غلامی کی زنجیروں سے نجات دلانے والے!

ایک غیر ملکی نے تمام آریوں کو فتح کر کے مغلوب و محکوم بنا لیا ہے، صاحب ہمت افراد کی ہمت خاک میں مل گئی ہے، صرف ایک اولوالعزم، شیر دل کھشتری میواڑ میں باقی رہ گیا ہے، جس نے اپنے آزادی کے دامن پر دھبہ نہیں آنے دیا: اس کی زندگی گمراہیوں کے لئے مشعلِ طریقت اور شمعِ امید ہے"۔

"اکبر ایک بے پایاں سمندر ہے جس نے تمام ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اس سے صرف میواڑ اور پرتاپ ہی بچا ہوا ہے۔

اکبر نے سارے ملک کو داغدار بنا دیا ہے۔ پرتاپ اس داغ سے بچ جا۔

اکبر ایک گھپ اندھیرا ہے جس نے تمام ملک کو سلا دیا ہے۔ پرتاپ! اس سیاہ تاریکی

سب کچھ اور بیداری کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

افسوس! بڑے بڑے پہاڑ سرنگوں ہو گئے ہیں صرف میواڑ کے پہاڑ کی شاندار اور جگمگاتی ہوئی چوٹی باقی بچی ہے"۔

اکبر سے خراب آدمی دنیا نے نہیں دیکھا اب وہ چتوڑ میں بھی داخل ہو گیا ہے۔ سانگا کا خاندان پتے کھانے پر مجبور کر دیا گیا ہے، پرتاپ فکر نہ کر اکبر ہمیشہ زندہ نہ رہے گا۔

ماؤں نے رانا پرتاپ جیسے بہادر اور غیور انسان بہت ہی کم پیدا کئے ہیں اب اکبر۔۔ اس کو بھی سانپ بن کر ڈسنا چاہتا ہے"۔

اکبر کے سیلاب میں سب بہے چلے جا رہے ہیں اور کسی کو اپنی قدیم عظمت کا دھیان نہیں ہے، سب نے ایک ہی راستہ اختیار کر لیا ہے اکسی کو نام و نشان کے محفوظ رکھنے کی فکر نہیں ہے۔ پرتاپ! تیری طرف سب کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔

تمام دنیا سو گئی ہے اور ان کے اوپر ایک غیر ملکی بیٹھا ہے۔ پرتاپ! بیدار رہ!! اسے ملک سے باہر نکال دے۔

دنیا یوں ہی گزر جائے گی سب کو ایک دن فنا ہونا پڑے گا صرف عظمت کا نام ہی باقی رہے گا، گنہگار ہستیاں مٹ جائیں گی لیکن اچھے آدمیوں کا نام تا ابد زندہ۔۔۔ رہے گا۔

پرتاپ! تمام ملک میں برائیاں پھیل گئی ہیں، شریف لوگ گھروں میں پوشیدہ ہو گئے ہیں نوروز کیا ہے؟ یہ مینا بازار کیا ہے؟ یہ تمام عصمت فروشی کی دوکانوں کا تجارتی کارخانہ ہے ہائے ہائے! مردوں سے مردمی اور عورتوں سے عفت جاتی رہی، اکبر اس کارخانہ کا مالک ہے، اس کا دربار بے غیرت انسانوں کا اکھاڑہ ہے کسی ایک میں بھی عزت اور حمیت۔۔ باقی نہیں، ملک کے تمام شرفا پرتاپ کی طرف دیکھتے ہیں۔

انہیں امید ہے کہ وہ آریہ ورت میں وحشت کا خاتمہ کر کے انسانیت کا بول بالا کریگا لوگوں کو یقین ہے کہ میواڑ کا خاندان اکبر کے زور کو پست کر دیگا"۔

"اگر پرتاپ بھی اکبر کے قبضہ میں آگیا تو تمام ہندوستان ذلیل ہو جائے گا، ہماری شجاعت اور مردمی ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائے گی۔ اکبر کھشتریوں کو کمزور سے کمزور تر دیکھنا چاہتا ہے، وہ اپنی اولاد کی بقاء کیلئے کھشتریوں کو مٹا رہا ہے۔ اکبر ہماری قوم کی

جڑ کاٹنے والا ہے۔ اس نے سب کو خرید لیا ہے مگر اودے پور کے فرزند کی قیمت وہ نہ دے سکیگا۔ تمام کھشتری راجپوتی اختیار کر چکے ہیں انہوں نے اپنی عزت و حرمت بیچ دی ہے سب گر چکے ہیں اب کیا چتوڑ بھی اس مغلوں اور راجپوتوں کے مشترکہ بازار میں خریداری کے لئے آتا ہے؟

مانا... پرتاپ پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ چکے ہیں.... مانا... وہ مجبور اور بیکس ہے مگر اس کے پاس تمام ملک کی عزت کا خزانہ ہے، دنیا سوال کرتی ہے کیا ہمیر کی اولاد اس خزانہ کی حفاظت کریگی۔ میں کہتا ہوں۔ باپا راول اور ہمیر کی روح ابھی فنا نہیں ہوئی ہے دنیا میں آج اس بات کا شور ہے کہ پرتاپ کو غیبی امداد ملتی ہے ورنہ اس کے پاس سوائے تلوار اور مردانہ ہمت کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ آریہ ورت کی زمین بنجر ہو گئی ہے پرتاپ اسے خون سے سیراب کر دے اور اسمیں کھشتری بیج کے پودے لگا دے سب کی نظریں تیری ذات پر مرکوز ہیں اور وہ اس انتظار میں ہیں کہ نور پھر اپنے جلال کی جلوہ گری دکھلائے گا"

پرتھوی سنگھ بیکانیری نے یہ خط اپنی بہن جمنا کو دیا جو ہتھیار لگا کر اور مردانہ لباس... پہن کر گھوڑے پر سوار ہو چکی تھی اس کے ساتھ محافظوں کا دستہ کیا اور تاکید کی کہ بغیر راستے میں قیام کئے اور دو دن کا سفر ایک دن میں طے کر کے فوراً رانا کے پاس خط پہنچاؤ"

جب رانا پرتاپ کو یہ خط ملا تو اس نے کہا کہ:-

"میں اپنے کئے پر پہلے ہی پشیمان تھا، اس خط سے مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ ابھی دنیا میں غیرت دار مرد اور عورتیں موجود ہیں... آج مجھے یقین ہو گیا ہے کہ جب تک سورج اور چاند باقی ہیں کھشتری خون کبھی فنا نہ ہوگا۔

بہادر جمنا نے پدماوتی کو اپنی بھابی کا پرچہ بھی دیا جسمیں اس نے اس کی شادی کی باتیں لکھی تھیں، پرتاپ نے سن کر کہا:-

"بیٹی! تم کیوں ہم مفلس اور ناداروں کے درمیان رہ کر اپنی زندگی برباد کرتی ہو ہم نے تو میواڑ کے فتح ہونے تک ہر قسم کی خوشی کی تقریبات بند کر دی ہیں"

بہادر لڑکی نے کہا:-

"میری بھابی نے نہ معلوم کیوں ایسا لکھا میں تو صرف ملک کے جان نثاروں

کے ساتھ اپنے ملک کیلئے جان قربان کرنے آئی ہوں، اور میں اپنے اس ارادے میں اٹل ہوں... میں دنیا کو دکھا دوں گی کہ وقت پڑنے پر کھشتری عورتیں کس طرح اپنے ملک کے دشمنوں کا خون بہاتی ہیں!!"

رانا نے اس کو مستورات کے پاس جبراگاؤں میں بھیج دیا۔

بے مثال قربانی

بہادر جمنا کے آنے کے چند دن بعد اکبر کی طرف سے رانا کے پاس سفیر آیا، رانا نے ہر قسم کی صلح سے انکار کیا اور صاف کہہ دیا کہ اگر ہم میں طاقت ہوگی تو ہم اپنے ملک کو آزاد کرالیں گے، اگر اکبر کو صلح کرنی ہے تو وہ میواڑ کا ایک ایک چپہ خالی کر کے چلا جائے"... سفارت ناکام ہو کر واپس چلی گئی۔

وہ راجپوت جو پرتاپ کے خون کے پیاسے تھے سفارت ناکامیاب ہوتے ہی... کومل میر کی پہاڑیوں پر حسب سابقہ حملہ آور ہوئے جیسا کہ پیچھے بیان کیا گیا میواڑ کے چپہ چپہ پر اکبر کی فوج تعینات تھی اور لڑائی بند نہیں کی گئی تھی بلکہ پرتاپ کو بکیس مجبور کر کے پہاڑیوں میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس کی گرفتاری یا قتل کا نسران جوں کا توں تھا۔

اکبر کی فوجوں کو جاسوسوں نے خبر دی کہ رانا کے اہل وعیال جبراگاؤں میں رہتے ہیں

چنانچہ ایک روز شاہی فوج اس گاؤں پر حملہ آور ہوئی، بہادر جمنا نے ہتھیار لگایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر تمام بہادر عورتوں کے ساتھ دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اپنی برد آزمائی سے اس کے دانت کھٹے کر دیئے، اتنے ہی میں رانا کے چند سپاہی بھی آ گئے جنمیں امر بھی... شامل تھا۔ اب تو دونوں طرف سے جم کر لڑائی ہوئی، بہادر جمنا نے امر کے آگے ہو کر خوب داد مردانگی دی، حملہ آور تو بھاگ گئے لیکن بہادر جمنا نے زخموں کی تاب نہ لا کر امر کی گود میں جان دیدی۔

امر کو اپنی ہونے والی رانی کا اس طرح مرنا بےحد شاق گذرا اور اس کی ماں نے بھی بہو کے اس طرح مارے جانے پر بےحد سوگ منایا، لیکن ان مصیبت کے ماروں کو یہ غم جلدی بھلانا پڑا اور دوسرے ہی دن پھر لڑنے کی تیاریوں اور اپنی جانوں کی حفاظت میں مصروف ہو گئے، بہادر جمنا کی سمادھ (مقبرہ) آج تک جبرا گاؤں میں موجود ہے جہاں لوگ عقیدت کے پھول چڑھانے جاتے ہیں۔

خاندانِ باگڑی کی ہجرت

رانا پرتاپ نے اکبر کے صلح کے پیغام کو ٹھکرا تو دیا تھا لیکن اس میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ وہ صرف دو ہزار جان نثاروں کی مدد سے اتنی بڑی سلطنت سے ٹکر لیتا اور اب تو بہادر جمنا کی موت نے اس پر یہ ظاہر کر دیا کہ اکبر کی فوجیں اس کے بال بچوں تک کو زندہ نہ... چھوڑیں گی، لہٰذا اس نے اپنے وفاداروں سے صلاح کی اور طے پایا کہ کومل میر کو بالکل چھوڑ دیا جائے اور کسی ایسے علاقہ میں چلنا چاہیئے جہاں کم از کم بال بچے تو محفوظ رہیں لیکن... دو ہزار آدمیوں کا یہ لشکر جہاں بھی جاتا وہیں مقامی سردار خائف ہو کر ان کی دل آزاری پر... کمربستہ ہو جاتے، چنانچہ رانا نے کہا کہ بھیس بدل بدل کر تھوڑے تھوڑے آدمی ملک کے اطراف میں ہجرت کر جائیں، اس طرح رانا نے اپنی جماعت کو منتشر ہونے کا حکم دیا۔

اس حکم کی تعمیل میں ہر شخص نے پس وپیش کی کوئی نہیں چاہتا تھا کہ اپنے آقا کو چھوڑ کر جائے چنانچہ انہوں نے پوچھا کہ "آپ کا ارادہ کدھر جانے کا ہے؟"

رانا نے کہا "میں چند آدمیوں کے ہمراہ سندھ کی طرف ہجرت کروں گا، اگر حالات موافق ہوئے تو پھر میواڑ فتح کیا جائے گا"

چنانچہ سب نے کہا "ہم بھی آپ کے ساتھ رہیں گے"

رانا نے اس موقعہ پر ایک درد بھری تقریر کی اور کہا کہ :-

"بھائیو!

پھر کبھی موقعہ ہوا تو شاید ہم لوگ مل جائیں، میں اپنی خوشی سے اجازت نہیں بلکہ حکم دیتا ہوں کہ تم لوگ آج اس جماعت کو ختم کر کے ادھر ادھر ملک میں چلے جاؤ"

رانا کا خاندان گہلوٹ کہلاتا ہے، گہلوٹ خاندان کے جو لوگ شہر سیسود سے آئے تھے وہ سیسودیہ کہلاتے تھے رانا بھی سیسودیہ ہی تھا اور جو لوگ شہر باگڑ سے آئے تھے وہ باگڑی کہلاتے تھے۔

چنانچہ رانا نے باگڑیوں کو گلے لگا کر رو رو کر اپنے سے جدا کیا، ۱۵۹۲ء میں یہ باگڑی شمال کی طرف چلے اور سیسودیہ مغرب کی طرف بڑھے، سیسودیہ کو تو کچھ دن بعد... بھاما شاہ نے روک لیا جیسا کہ ابھی مذکور ہوگا، مگر باگڑی ملک کے اطراف میں پھیل گئے سینکڑوں سال تک یہ لوگ خانہ بدوش رہے اور رانا کے عہد کو نبھاتے رہے، نہ تو یہ لوگ چارپائی پر سوتے تھے اور نہ مونچھ داڑھی منڈواتے تھے، ان میں سے جو مسلمان تھے یا بعد میں مسلمان ہوئے وہ تو دور دراز علاقوں میں آباد ہو گئے مگر ہندو باگڑی ۱۹۴۷ء تک اسی قدیم عہد کی ایفا میں خانہ بدوش رہے، ۱۹۴۷ء میں جب ملک آزاد ہوا تو چتوڑ کے قلعہ میں مارچ ۱۹۴۹ء میں تلواریں لے کر یہ لوگ داخل ہوئے اور بھارت حکومت نے ان کو میواڑ میں ساڑھے تین سو سال بعد آباد کیا، تمام باگڑی آج تک اپنے کو گوجر اور جاٹ کہتے ہیں یہ سب وہی گوجر ہیں جو پہلے سے آباد شدہ ہیں خانہ بدوش باگڑیوں کو انگریزی دور میں راجپوت نام دیا گیا

بہادر رانی پدماوتی

اس

پرتاپ کی قابل تعظیم رانی کا نام پدماوتی تھا۔ خدا نے پدماوتی کو بھی اپنے ملک پر جان نثاری کا جذبہ ودیعت کیا تھا اسے معلوم تھا کہ رانا کے دل میں ضعف محض بال بچوں کی وجہ سے نمودار ہو رہا ہے چنانچہ بہادر شیرنی رانا کے قدموں میں گر پڑی اور کہا:۔

"آقا! یہ ناممکن ہے کہ ہماری وجہ سے آپ اپنے وطن کو آزاد کرانے کے بجائے گوشہ نشینی اختیار کریں اگر ہمارے مصائب آپ سے دیکھے نہیں جاتے تو میں آج ہی اپنے بال بچوں کو لیکر ایسی جگہ چلی جاؤنگی جہاں کسی کو یہ پتہ نہ لگ سکے کہ یہ بچے رانا کے ہیں، میں تمام عمر مصیبتیں برداشت کر کے بچوں کی پرورش کرونگی آپ بے فکر ہو کر پیارے وطن کو آزاد کرانے کے لئے تمام زندگی جدوجہد جاری رکھئے، اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو میں بجائے میواڑ چھوڑنے کے ابھی اسی جگہ خنجر سے اپنی زندگی ختم کر دوں گی"۔

رانی کا عزم و استقلال دیکھکر رانا پر خاموشی طاری ہو گئی تھوڑی دیر بعد اس نے اپنے بڑے لڑکے رانا امر کو بلایا اور درد بھرے لہجہ میں کہا:۔

"امر! یہ تیری ماں ہے!!"

امر نے جواب دیا:۔

"جی ہاں.... یہ میری ماں ہے"

رانا نے کہا:۔

"یہ دیوانی ہو گئی ہے"

امر حیرت سے باپ کو دیکھنے لگا۔

پرتاپ نے کہا:۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں"

امر نے جواب دیا:۔

"میں آپ کی بات سمجھ نہ سکا"

پرتاپ نے کہا:۔

"یہ مصلحت وقت کو نہیں سمجھتی، اب تم بتاؤ کہ میں کیا کروں؟"

امر نے سر جھکا لیا، وہ ماں باپ کے درمیان کیا بول سکتا تھا۔

رانا، رانی اور ان کا سپوت خاموش کھڑے تھے خدا جانے وہ کیا

تھے استنے میں جھالا کا سردار آیا، اس نے کہا:۔

"رانا! باگڑی صحیح وسالم خطرے کے مقامات سے نکل گئے ہیں لیکن ہر جگہ

گاؤں والے انہیں دیکھ دیکھ کر رو رہے تھے، سب کی زبان پر یہی کلمہ ہے کہ کیا کھتری

خون آریہ ورت سے مٹ جائے گا، کیا کھشتریوں کی اولاد خانہ بدوشی اختیار کریگی

ملک کے محافظوں کا یہ حال ہوا تو عوام کا کیا حشر ہوگا،

"مہارانا جی .... تمام لوگوں کی ہمدردیاں ہمارے ساتھ ہیں وہ حکومت کے ظلم

جور کی وجہ سے ہماری مدد نہیں کر سکتے لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ خدا ہمیں نہیں بھولا

خدا ہمارے ساتھ ہے وہ صرف ہمارا امتحان لے رہا ہے۔"

مہارانا نے کہا:۔

"مجھے اپنی تکلیف کا احساس نہ تھا، میں سوچتا تھا کہ میرے ساتھ آپ لوگ کیوں

تکلیف اٹھائیں اگر آپ لوگوں کا یہ خیال ہے تو اچھا ابھی سندھ جانے کا ارادہ ترک

کردو۔"

رانا کا فیصلہ سن کر بدماوتی کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو امنڈ پڑے اور اس

نے تلوار کو دوبارہ ہاتھ میں تھام لیا۔

* * *

بھالونتی

رانا کے پاس اب صرف پانچسو جان نثار باقی تھے اس نے حکم دیا کہ حملہ کرکے آس پاس کی چوکیاں اٹھا دی جائیں، پہاڑی کے چاروں طرف کا میدان صاف ہوگیا، رانا نے پہاڑی کے چاروں طرف اعلان کرکے ہر جگہ درختوں پر لکھوا دیا کہ :-

"جو شخص اس حدود کے اندر قدم رکھے گا اسکی گردن ماردی جائیگی"

خاص طور سے آس پاس کے دیہاتیوں کو تنبیہ کی گئی کہ جو بھی شخص مقررہ نشانات کے اندر آئے گا اس کی لاش درختوں سے لٹکادی جائے گی۔

مورخوں نے اس بارے میں کچھ نہیں لکھا کہ رانا نے یہ حکم کیوں دیا تھا اور اس سے اس کا کیا مطلب تھا۔

مولف کا خیال ہے کہ یہ حکم محض اس وجہ سے دیا گیا تھا تاکہ کوئی دشمن چھپ چھپا کر قاتلانہ حملہ نہ کردے۔

ایکدن سوئے اتفاق ایک گڈریا اپنی بھیڑوں کو لئے اس طرف آنکلا چنانچہ اسے تیر مار کر ہلاک کردیا گیا اور اس کی لاش ایک درخت سے لٹکادی گئی، گڈریئے کا داماد منگلا تھوڑی دیر کے بعد لاش کے پاس آیا، رانا نے کہا اس پر تیر نہ چلاؤ بلکہ اسے گرفتار کرکے لے آؤ۔

دور، دور گاؤں میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی سب کو یقین ہوگیا کہ جسطرح بوڑھا مارا جاچکا ہے اسی طرح منگلا کو بھی یقیناً مار دیا گیا ہے۔ منگلا کا سالا یعنی بوڑھے گڈریئے کا بیٹا شیرا یہ خبر سن کر غصہ میں بھر گیا، تمام گاؤں والے اسے روکتے رہے کیوں کہ وہ تمام کے تمام پرتاپ کے ہمدرد تھے مگر شیرا میں جوانی کا خون تھا، اس کی عمر سترہ اٹھارہ سال کی تھی وہ تلوار ہاتھ میں لے کر چلا آیا، وہ کہتا جا رہا تھا:-

"پرتاپ! تم نے میرے باپ کو مارا ہے، میری بہن بھالونتی کو بیوہ کردیا ہے میں اپنے باپ اور بہنوئی کا بدلہ ضرور لوں گا .... پرتاپ! تم بیس سال تک ....

شہنشاہ اکبر کا مقابلہ کرسکتے ہو کیوں کہ وہ بیرونی ملک سے حکومت کرنے آیا ہے، لیکن...
پرتاپ! میں نے بھی اسی سرزمین کا اگا ہوا اناج کھایا اور یہیں کا پانی پیا ہے جس سرزمین پر تم پیدا ہوئے ہو اسی کے آب وگل نے میری بھی پرورش کی ہے، میرے جوشِ انتقام سے تم بچ کر نکل نہیں سکتے، میں بچپن سے اسی جنگل میں بھیڑ بکریاں چراتا چلا آرہا ہوں، مجھے تمہارے قدموں کے نشانات تک کی پہچان ہے، میں تمہاری ہر ایک گھاٹ سے واقف ہوں پرتاپ... تم اکبر کو مٹانے کی حکمت سے عاری اور خالی ہو گر میں دنیا کو دکھا دوں گا کہ دشمن کو کیسے صفحۂ ہستی سے مٹایا جاتا ہے، سامنے آکر تو خونخوار شکاری کتا بھی بلی کے بچہ کو نہیں مار سکتا میں ابھی جا کر چھپ جاتا ہوں... میں ابھی گھات لگا کر بیٹھتا ہوں.... دیکھتا ہوں کہ پرتاپ کیسے بچ کر نکلتا ہے"۔

شیرا کی بہن بھالومتی اگرچہ دیہاتی لڑکی تھی لیکن وہ رانا کے اصول اور اس کے ایثار سے واقف تھی وہ اپنے بھائی کو پکڑنے کیلئے اس کے پیچھے یہ کہتی ہوئی دوڑی:۔

"بھائی! اپنے ارادہ سے باز آجاؤ..... میں اپنے باپ کو مردہ دیکھ سکتی ہوں میں تمام عمر کیلئے بیوہ ہو گئی تو کیا ہوا، لیکن رانا کے بغیر تو یہ زمین بیوہ ہو جائے گی، میں ایسے لاکھوں باپ اور اپنا شوہر رانا پر نچھاور کردوں گی، لیکن رانا کا بال بیکا نہ ہونے دوں گی"۔

جب بھالومتی اپنے بھائی کے نزدیک پہنچی تو شیرا نے اسے دھکا دے دیا اور خوب مارا اور پھر دوڑتا ہوا چل دیا۔

بھالومتی گاؤں میں واپس آئی اور اپنے چھوٹے بھائی رتن کو لے کر دوسرے گاؤں میں پہنچی یہ گاؤں اکبر کے وفادار راجپوتوں کا تھا اس نے ایک راجپوت سے دو گھوڑے مانگے لیکن راجپوتوں نے تمام واقعہ سن کر ہنسی مذاق میں اڑا دیا اور بولے:۔

"یہ پرتاپ تو دیوانہ ہو گیا ہے، اس نے بہت سے بہادروں کو مروا دیا ہے بھلا اکبر کسی کو کب زبردستی کہتا ہے کہ میرے دربار میں آکر بیٹھو، ہم نے آج تک اکبر کو نہیں دیکھا لیکن آج پندرہ سال سے ہمارے سب کے وظیفے اور روزینے مقرر ہو چکے ہیں، ایسی عمدہ شراب تو ہمارے ملک میں پہلے کبھی سنی بھی نہیں گئی تھی جیسی ہمیں سلطنت مغلیہ کے طفیل میسر آرہی ہے، اگر یہ پرتاپ آگرہ جا کر اکبر سے مل لے تو جس طرح اس کے بھائی ساگر اور اس کے بھتیجے کی شادی مغلوں میں ہو گئی ہے

اسی طرح یہ بھی تو عیش کر سکتا ہے... ہاہاہا... ہی ہی ہی... ہو ہو ہو"

بھانومتی کا چہرہ ان باتوں کو سن کر غصے سے لال ہو گیا... ایک راجپوت بولا:-

"واہ بھائی واہ! یہ تو پرتاپ کی پجارن ہے"

بھانومتی نے نفرت سے ان کی طرف منہ کر کے تھوکا اور وہاں سے دونوں بہن بھائی پہاڑی کی طرف ناامید ہو کر چل دیئے، ہر لمحہ بھانومتی کو یہ خدشہ ہو رہا تھا کہ کہیں اس کے بھائی نے چھپ کر پرتاپ پر حملہ نہ کر دیا ہو لہذا وہ دوڑنے لگی، اتنے میں زبردست بارش شروع ہو گئی اور پھر رات کے اندھیرے نے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

دونوں بہن بھائی پہاڑی سے صرف چند میل دور ایک درخت کے نیچے رک گئے.... اندھیری رات میں پرتاپ کی موت کا خیال کر کے بھانومتی خوف سے زرد پڑ گئی، اسے خیال آیا کہ اس کا بھائی ایک پتھر کی آڑ میں بیٹھا ہے، جوں ہی پرتاپ اس سے گزرا، اس نے گھات سے نکل کر اس کا کام تمام کر دیا۔

بھانومتی کو ڈر ہوا کہ اگر وہ پہاڑی کی طرف بڑھی تو ایسا نہ ہو کہ وہ اطلاع دینے کے پہلے ہی تیر کا نشانہ بنا دی جائے، چاروں طرف ہو کا عالم تھا اسے اپنا ہوش بالکل نہ رہا اور وہ... بیخودی میں چلانے لگی:-

"پرتاپ کو نہ مارو..... وہ ملک کا سردار ہے..... میواڑ کا مہارانا ہے..... پورے ملک کی عزت ہے..... وہ انسانوں میں ممتاز ہے..... پرتاپ کو نہ مارو........ ..... پرتاپ کے ساتھ ظلم کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لاؤ..... بھائی پتھر کی آڑ سے باہر آجا .. یہ ظلم ہے"

"صبح سویرے جب بھانومتی کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا بھائی شیر اسی سے بندھا ہوا ہے، اس نے چلانا شروع کیا:-

"اسے جان سے مار دو..... میرے گنہگار بھائی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو...... اس نے آریہ ورت کی عزت کو ختم کر دیا ہے..... اس کی لاش کتوں کے آگے ڈال دو.... ..... یہ پاپی ہے... یہ گنہگار ہے..... اس نے رانا کو مار دیا ہے"

رانا پرتاپ نے حکم دیا کہ بھانومتی کے ہوش ابھی ٹھکانے نہیں ہیں اسے پدماوتی کے پاس لے جاؤ، آخرکار بمشکل تمام دوپہر بعد بھانومتی اپنے ہوش میں آئی اور اسے

یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی کہ اس کے بھائی کو رانا کے آدمیوں نے آج صبح چھپا ہوا پکڑ لیا تھا رانا نے حکم دیا کہ منگلا اور شیرا دونوں کو چھوڑ دیا جائے، منگلا اور شیرا نے پرتاپ کی طرف دیکھا انہیں اس کے چہرے میں پرتاپ (نور) نظر آیا دونوں عقیدت سے اس کے قدموں میں جا گرے ساتھ ہی رتن نے بھی ان کے ساتھ موافقت کی۔

ادھر بھانومتی رانی پدماوتی کے قدموں میں اپنا سر رکھے ہوئے کہہ رہی تھی:۔

"آج سے ہمارے بھائی، بہن اور رشتہ دار سب اپنی جانیں تمہیں سونپتے ہیں، ہم تم لوگوں کے ساتھ مل کر اپنے ملک کی عزت کیلئے لڑیں گے، ہم کبھی یہ گوارا نہ کریں گے کہ اکبر۔۔ اخوت، بھائی چارہ اور یگانگت کو آڑ بنا کر ہمارے ملک میں حکومت کرے اور ہم جنگلوں کی خاک چھانتے پھریں ہمیں اکبری دور کے پندرہ سال کے عرصہ میں پتہ چل گیا ہے کہ ملک میں صحیح آزادی کسے کہتے ہیں!!"

پرتاپ نے ان سب کو گلے لگا کر رخصت کیا اور کہا:۔

"جب تک ہمارے ملک کے عوام میں حب الوطنی موجود ہے کوئی طاقت ہمیں مغلوب نہیں کر سکتی، مجھے یقین ہو چلا ہے کہ برے دن نکل رہے ہیں اور ہمارے ملک کی قسمت نے پلٹا لینا شروع کر دیا ہے!!"

★ ★ ★

بھاماسہائے
المعروف بہ
بھاماشاہ

چند دن بعد میواڑ کے رانائی خاندان کے وزیروں کی اولاد میں سے ایک شخص بھاماشاہ پرتاپ کی خدمت میں حاضر ہوا جو قوم سے ولیش (بنیا) تھا اور مذہباً جینی تھا۔ اسی روز پہاڑ کی گھاٹی پر مغل سپاہیوں نے حملہ کیا لیکن انہیں بری طرح پسپا کر دیا گیا۔ جب کرشن چنداوت سپہ سالار واپس آیا تو رانا نے کہا:۔

"آج تو اکیلے ہی شیر نے نمایاں بہادری دکھائی .... شاباش ... لیکن چنداوت! یاد رکھ .... اس کا خاص سبب یہ ہے کہ آج کے حملہ میں مغل سپاہ میں تجربہ کار سپہ سالار ایک بھی نہ تھا... آج کا حملہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اب آئندہ وسیع پیمانہ پر ہم پر پھر حملے ہوں گے لہذا اب ہم کو اس کیلئے کچھ نہ کچھ از سر نو سوچنا پڑے گا۔"

چنداوت نے کہا:۔

"مہارانا! آج بیس سال سے ہم اسی بے سرو سامانی سے لڑ رہے ہیں اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ خدا نے ہمارا ساتھ دیا ہے ورنہ ہم میں اتنی طاقت نہ تھی۔"

رانا نے جواب دیا:۔

"چنداوت! اب تو اس لڑائی سے طبیعت بھر گئی ہے، کیا فائدہ ہے اس لڑائی سے ہے سالہا سال سے تمام ملک اکبر کے قبضہ میں ہے، اب تو مجھے رانا کہلانے سے بھی... شرم محسوس ہونے لگی ہے۔"

بھاماشاہ درمیان ہی میں بول اٹھا:۔

"عالیجاہ .... مہارانا .... آقا! ایسا نہ کہیے .. میں یہ کہنے کی جسارت کرنے آیا ہوں کہ آج سے آپ کی خدمت میں اپنا تن، من اور دھن نچھاور کر دوں، میرے تمام اہل و عیال اور خاندان کی جانیں آپ کے سپرد ہیں، نہ صرف ہم اپنی جانوں کو تمہارے حوالے کرتے ہیں بلکہ

اتنی بڑی دولت آپ کو صرف ایک ماہ میں پہنچ جائے گی کہ آپ تئیس ہزار سپاہیوں کی تنخواہ اور فوج کے دیگر اخراجات بارہ سال تک پورے کرتے رہیں گے۔ یہ دولت میری نہیں ہے یہ دولت آپ کے بزرگوں کے دربار سے بطور تنخواہ میرے بزرگوں نے لی تھی اس روپیہ سے ہم نے تجارت کو بھی فروغ دیا۔ میواڑ کی تمام تجارت ہمارے ہاتھ میں تھی۔ یہ رقم ہرگز ہماری نہیں ہے یہ مادرِ وطن کا خزانہ ہے جسے میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ جس طرح آسا شاہ نے تمہارے باپ رانا اودے کی پرورش کی تھی اسی طرح بھاما شاہ بھی آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہے۔"

پرتاپ بولا:۔

"لیکن تم نے اتنے دن تک خاموشی کیوں اختیار کی؟"

بھاما شاہ نے کہا:۔

"یہ انسان کا دل ہے.... ایک پیسہ کیلئے یہ اپنے عزیز کا خون کرا دیتا ہے.. لیکن جب انسانیت جاگ اٹھتی ہے تب یہ دنیا کی دولت کو ٹھوکر مار دیتا ہے، میں اپنی غلطی پر سخت نادم ہوں، یہ سر اب آپ کے قدموں میں ہے، جی میں آئے تو اسے سرفراز فرمایئے یا پھر اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگایئے آپ کو اختیار ہے۔"

اور واقعی بھاما شاہ پرتاپ کے قدموں میں گر پڑا۔

پرتاپ نے کہا:۔

"بھاما شاہ! تم دھرتی کے سپوت ہو، یہ ملک تاقیامت تم پر فخر کرے گا، میرے قدموں پر ہرگز سر نہ رکھو، یہ سر ملک کی امانت ہے اس سر کو خاک اور خون میں لت پت کر کے ملک کی مٹی کو سیراب کر دو۔"

ایک ماہ بعد خفیہ طور سے بھاما شاہ نے اپنا تمام خزانہ رانا پرتاپ کے سپرد کر دیا اور کہا کہ اب عام فوجی بھرتی شروع کر دو سوائے تنخواہ دار راجپوتوں اور مغلوں کے تمام ملک..... بے روزگاری کا شکار ہو چلا ہے، دوسرے تمہاری بیس سال کی شجاعت اور استقلال نے تمہارے ہزاروں جان نثار اور وفادار پیدا کر دیئے ہیں، وہ دن دور نہیں ہے کہ ملک کا بچہ بچہ تمہارے جھنڈے تلے جمع ہو جائے گا، جس طرح تاریخ میں بھیل سردار تمہارے خاندان کے وفادار چلے آ رہے ہیں اسی طرح آج سے میں بھی اس آستانہ کا خادم ہوں میں اب کہیں نہیں جاؤنگا

تمام عمر آپ کے ساتھ پہاڑوں اور جنگلوں میں ہی زندگی بسر کروں گا۔"

سپہ سالار کرشن چنداوت نے کہا:۔

"مہارانا... میرا یہ اعتقاد ہے کہ خدا ہم کو بھولا نہیں تھا، ہر لمحہ وہ ہمارے پاس رہا، اس نے ہمارا امتحان لیا، ہماری کامیابی یقینی ہو چلی ہے، آس پاس کے تمام دیہاتوں میں بھالو شتی نے آپ کے ہزار ہا جان نثار پیدا کر دیئے ہیں اور اب تو بھاما شاہ کے تمام خاندان، کنبہ، قبیلہ بلکہ پوری قوم ہماری مددگار ہے..... مہارانا... آپ پہلے شخص ہیں جن کے جھنڈے کے نیچے آج... شودر، ویش اور کھشتری جمع ہو رہے ہیں، جب آریہ قوم متحد ہو جائے گی تو دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، ہمارے ملک کی بدقسمتی یہی رہی ہے کہ ہم میں کبھی اتفاق و اتحاد نہ ہو سکا...... آقا! ہمیں اجازت دو، ہم نئی تلواریں خریدیں گے، ہمارے گھوڑے تھک چکے ہیں۔ ہم ان کے بچھیروں (بچوں) کو دانہ کھلا کر انہیں خوب موٹا تازہ کریں گے، ہم مضبوط زرہ و بکتر مہیا کریں گے، ہم نئی فوجوں اور جوانوں سے میواڑ کے میدان بھر دیں گے، آپ کے حکم کی دیر ہے.... ہمیں تیاری کا حکم دیجئے.... رحمت کی بارش ہونے لگی ہے، میواڑ بچ جائے گا، اس کے میدان ہمارا انتظار کر رہے ہیں، چتوڑ کا قلعہ پہاڑ کی چوٹی سے ہمیں پکار رہا ہے۔ آقا! اٹھو!! سویرا ہو رہا ہے!!! اندھیری رات گذر چکی ہے۔"

مہارانا اپنی جگہ سے اٹھے تمام وفاداروں کو ایک جگہ جمع کیا اور کہا:۔

"بہادرو!

میواڑ کے تمام قلعے کھڑے ہوئے ہمیں یاد کر رہے ہیں۔"

بہادر یک زبان ہو کر بولے:۔

"میواڑ! صرف چند ماہ ابھی اور انتظار کر۔ تیرے سپوت زندہ ہیں۔"

★ ★ ★

آزادی کی طرف پیشقدمی
اور
فتح کی تیاریاں

بیس سال بعد میواڑ کی قسمت جاگی لیکن اب پرتاپ وہ جوان پرتاپ نہ تھا سختیوں نے اسے قبل از وقت بوڑھا بنادیا تھا مگر اس کی ہمت میں کوئی کمی نہ آئی تھی، ہاں! البتہ اس کے مزاج میں خاص قسم کی تبدیلی ہو چکی تھی، وہ کم سخن ہو گیا تھا اور بلا ضرورت کسی سے گفتگو نہیں کرتا تھا، صرف جے مل اور فتح کے بہادر بیٹیوں سے وہ بات چیت کرتا تھا اور مہمات ملکی کے لئے کرشن چنداوت سپہ سالار اور بھاما شاہ وزیر اس کے ہمراز تھے سپہ سالار چنداوت نے ہر جگہ سے گھوم گھوم کر فوجی بھرتی شروع کر دی، بہتوں کو پیشگی تنخواہیں تک دی گئیں، گھوڑے اور بار برداری کے مویشی خریدے گئے۔

رانا پرتاپ نے حکم دیا کہ فوج کبھی یکجا نہ ٹھہرے اور نہ دن میں ایک جگہ رہے... پرتاپ بھی اب کسی خاص جگہ کی سکونت چھوڑ بیٹھا تھا، اگر آج وہ یہاں ہے تو کل وہاں ہے وہ محفوظ اور مخفی گھاٹیوں کو اپنی جائے رہائش بناتا تھا اس نے ایسے با اعتبار آدمی... مقرر کئے جو اسے دشمنوں کی حرکات و سکنات کی خبریں پہنچایا کرتے تھے، اکبر نے جس طریقہ سے اسے تنگ کیا تھا وہی تمام ہنر اس نے اپنے وفاداروں کو سکھائے، اکبر نے جس پالیسی سے میواڑ کو قبضہ میں کیا تھا پرتاپ نے میواڑ کو واپس لینے میں وہی پالیسی اختیار کی۔

اب وہ نہایت ٹھنڈے دماغ کا آدمی ہو گیا تھا اس نے اس درمیان میں مہینوں مغلوں پر حملہ کرنے کی اسکیم بنائی جبکہ اس نے ابتداء میں ہر روز کئی کئی حملہ کرکے کافی نقصان اٹھایا تھا، اب تو یہ حالت ہو گئی کہ اس کی نقل و حرکت کا پتہ مہینوں نہ لگتا تھا لوگوں میں یہ بات بھی چل نکلی اور آگ کی طرح پھیل گئی کہ رانا نے میواڑ چھوڑ کر سندھ میں... امرکوٹ کو جائے رہائش بنالی ہے، آہستہ آہستہ مغل غافل ہوتے گئے اور رانا کے

دشمن راجپوت بھی مغلیہ دربار کی رنگینیوں میں محو ہو گئے اب کسی کو یہ امید نہ تھی کہ پرتاپ دوبارہ بھی نمودار ہو سکتا ہے اور مان سنگھ اپنی کامیابی پر بہت خوش تھا۔

مغلوں اور راجپوتوں کا تو یہ حال تھا اور ادھر رانا چپکے چپکے فوجی سامان کی فراہمی ورفوجی سپاہیوں کی بھرتی میں لگا رہا، رانا نے خفیہ محکمہ کو تو اتنا عمدہ اور بہترین بنایا کہ اسے ہر ہر لمحہ کی خبریں ملتی تھیں اس کے کئی خاص آدمی جو پہلے اس کی اجازت سے چلے گئے تھے مغلوں اور راجپوتوں کی فوج میں بھرتی ہو گئے اور یہ وہاں سے شاہی افواج کی نقل وحرکت کا کچا چیٹھا معہ دیگر دوسری مفید معلومات کے وقتاً فوقتاً رانا کے پاس پہنچاتے رہتے تھے۔

رانا کو تیاری میں دیر ضرور لگی مگر جو کام دیر سے ہوتا ہے وہ پائیدار بھی ہوتا ہے پرتاپ میں اب جلد بازی بالکل نہ تھی اور نہ وہ اب وقتی فتح یا وقتی حملہ کا قائل تھا، وہ مستقل اور پائیدار فتح کی تیاری میں لگا ہوا تھا، وہ اب جھوٹی شجاعت کا دلدادہ بھی نہ تھا تجربہ نے اسے ثابت کر دکھایا تھا کہ صبر اور استقلال انسانی کاروبار کے نہایت ہی قیمتی اوصاف ہیں۔

اس نے کتنے دنوں میں فوجی حالت درست کی تھی اس کا بیان میواڑ کی کسی تاریخ میں نہیں آتا لیکن یہ بات حقیقت ہے کہ اس نے میواڑ پر اس وقت تک حملہ نہیں کیا جب تک کہ وہ فوجی اعتبار سے مضبوط نہیں ہو گیا اس لئے جب ہر طرح سے.. اس کی طاقت مکمل ہو گئی تب اسے دشمنوں کی خبر لینے کی سوجھی جیسا کہ ابھی مذکور ہو گا کہ طاقت رکھنے کے باوجود بھی اس نے بہت احتیاط سے کام لینا شروع کیا اور.... اندھا دھند حملہ کرنے سے اپنے آدمیوں اور جان نثاروں کو یک لخت روک دیا۔

جب ہر طرح کے انتظامات مکمل ہو گئے تو ایک دن رانا نے کہا:۔

"بھائیو! بہادرو!! کھشتریو!!!

میواڑ کا چپہ چپہ ہمارے انتظار میں بے صبری سے دن کاٹ رہا ہے ہمارے قلعے اور ہمارے جوار باجرے کے کھیتوں کی چوٹیاں ایڑیاں اٹھا اٹھا کر ہماری طرف دیکھ رہی ہیں"

بہادروں نے یک زبان ہو کر کہا:۔

"میواڑ.... انتظار کی گھڑیاں ختم ہو چکی ہیں... ہم آ رہے ہیں... تیرے سپوت تیرے قدموں میں بہت جلد پہنچ رہے ہیں"

میواڑ کی فتح

مکمل تیاری کے بعد آخر ایک روز نقارہ جنگ پر چوب لگائی گئی... بہادروں نے کیسری لباس زیب تن کئے اور اپنے پیارے ملک کی سرزمین کو... دشمنوں کے قبضہ سے نجات دلانے کے لئے پہاڑیاں چھوڑ دیں۔

پرتاپ نے حکم دیا کہ ابتدا میں صرف چھوٹے قلعے اور ساز و سامان کے ذخیروں پر قبضہ کیا جائے، جب تک حملہ کے انتظامات مکمل نہ کر لئے جائیں کسی مقام پر بھی اندھے جوش میں لڑائی کو ہوا نہ دی جائے۔

ایک دن پرتاپ پہاڑی کی کسی وادی میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا چھوٹا بھائی سکت آیا اور دست بستہ گویا ہوا:۔

"میں قلعہ دیویر پر حملہ کرنا چاہتا ہوں، مجھے اجازت دیجیے"

پرتاپ نے کہا:۔

"پہلے اپنی طاقت کا اندازہ کرلو، پھر کسی مہم کو ہاتھ لگاؤ۔"

سکت بولا:-

"میں نے خوب سوچ سمجھ لیا ہے یہ کام میرے سپرد کر دیجئے۔ یا تو اس پر قبضہ کروں گا یا اس کام میں اپنی جان قربان کر دوں گا۔"

پرتاپ ہنسا اور گویا ہوا:-

"میں اسی بات کو تو ناپسند کرتا ہوں، اب تک جوش و غصہ میں قیمتی جانیں ضائع ہوتی رہی ہیں، تجربہ کہتا ہے کہ احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے، پائیدار کام کیا اور استقلال حاصل کرلیا، اب کسی کو لڑنے اور لڑ کر جان دینے کا قطعی حکم نہیں ہے۔ اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو ضرور جاؤ اور دیویر پر حملہ کر کے اسے فتح کرو، میں کومل میر کے قلعہ کو فتح کرنے جاتا ہوں .... مگر نہیں... سنو... تم پہلے دیویر کی مہم پر روانہ ہو جاؤ، میں حالات کا مشاہدہ کرتا رہوں گا.. اور مناسب ہوا تو وقت پر تمہاری مدد کو بھی آ دوں گا۔"

قلعہ دیویر کی فتح

اس صلاح و مشورہ کے کئی روز کے بعد سکت نے اپنے بہادروں کو تمام منتشر مقامات سے یکجا و متحد کیا اور انہیں مہارانا کے الفاظ پہنچائے کہ جوش اور جذبہ میں ہرگز حملہ نہ کیا جائے، بلکہ شروع میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا جائے، اگر کسی محاذ پر کمزوری کے آثار ظاہر ہوں تو پیچھے ہٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں، پھر اس جگہ حملہ کرو جہاں دشمن کے محاذ پر ضعف پیدا ہو گیا ہو۔

دیویر کا قلعہ دار شہباز خاں تھا جب اس نے شیروں کے دھاڑنے کی آوازیں سنیں تو قلعہ کے دروازے بند کر کے چھپ کر بیٹھ گیا، بہادروں نے کہا کہ قلعہ کی دیواروں پر سیڑھیں لگا کر چڑھ جاؤ۔

سکت بولا۔

"تم لوگ بہت جلد جوش میں آ گئے ..... اس طرح بہت زیادہ قیمتی جانیں ضائع جائیں گی کسی ترکیب سے قلعہ کا دروازہ کھولنا چاہیئے"

چنانچہ چھ سات روز محاصرہ کرنے کے بعد سکت نے واپسی کا حکم دیا اور بہادر قلعہ سے بیس میل دور فاصلہ پر آ کر رُکے، رات کو پھر قلعہ کی طرف بڑھے اور پانچ چھ بہادروں کو.. راستہ میں اپنے سے آگے تھوڑے، تھوڑے فاصلہ پر کھڑا کر کے حکم دیا کہ چند شخص چپکے سے قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر اندر سے قلعہ کا دروازہ کھول دیں اور فوراً فوج کو اطلاع دیجائے۔

اس ترکیب پر عمل کیا گیا کئی بہادر صبح کی روشنی نمودار ہونے سے پہلے قلعہ کے اندر.. داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے اور قلعہ کا دروازہ کھول کر محافظوں کو تہ تیغ کر دیا، سکت فوج کو لے کر قلعہ میں داخل ہوا۔

حالانکہ شہباز خاں مغل کے پاس ان سے کئی گنا فوج زیادہ تھی لیکن جو سامنے آیا اس کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا گیا مغل سردار قلعہ کی دیوار پھاند کر بھاگنے لگا لیکن چند جوانوں نے اسے کچھ دور کے فاصلہ پر تعاقب کر کے تلوار سے قتل کر دیا، مغلوں میں بھگدڑ مچ گئی مگر سکت کی فوجوں نے ان کا تعاقب کر کے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ایک متنفس ایسا نہ بچا جو اکبر کے پاس جا کر آپ بیتی بیان کر سکے۔

قلعہ کومل میر کی فتح

سکت فتح و نصرت کے باجے بجاتا ہوا واپس رانا کی خدمت میں حاضر ہوا اور شہباز خاں مغل کا سر پیش کیا، رانا بیحد ناراض ہوئے اور کہا:۔

"آئندہ میرے سامنے کسی کا بھی سر نہ لایا جائے، اگر قلعہ دار لڑائی کے دوران امن و سلامتی کا ہاتھ بڑھائیں تو قلعہ اور سامان پر قبضہ کر کے اور ان سے ہتھیار رکھوا کر

قلعوں پر قبضہ کیا جائے اور انہیں سلامتی کے ساتھ روانہ ہونے کی اجازت دی جائے۔

کچھ دن بعد رانا نے قلعہ کومل میر کی طرف کوچ کیا لجے مل اور فتح کی اولاد میں جوش و خروش سب سے زیادہ تھا، کومل میر کا قلعدار عبداللہ خاں مغل تھا۔ جب اس نے دیویر کے حالات سنے تو وہ ڈر کے مارے تھر تھر کانپنے لگا لہذا اس نے اپنے سپہ سالاروں سے مشورہ کیا، سپہ سالاروں نے صلاح دی کہ قلعہ بند ہو کر لڑنے میں ہم سب تباہ و برباد ہوں گے اور شہباز خاں کی طرح ہمیں بھاگنے کی بھی راہ نہ ملے گی، مناسب ہے کہ کھلے میدان میں مقابلہ کیا جائے۔

پرتاپ نے اہل قلعہ کو پیغام دیا کہ قلعہ اور سامان ان کے حوالے کر کے وہ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں ان سے کوئی بازپرس نہ کی جائے گی، لیکن قلعدار نے اکبر اور مان سنگھ کی سزا کے خوف سے بغیر لڑے قلعہ کو حوالہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور قلعہ سے برآمد ہو کر صفیں آراستہ کیں۔

جنگ کا بازار گرم ہوا، جے مل اور فتح کی اولاد نے بہادری کے جوہر دکھائے اور چند ہی ساعت میں مغلوں سے میدان خالی ہو گیا، عبداللہ خاں اسی معرکہ میں مارا گیا اور بہت سے مغل تہ تیغ ہو گئے، باقی نے راہِ فرار پائی مگر رانا نے ان کا تعاقب نہ کیا اور قلعہ میں داخل ہوئے قلعہ کے اندر مغل مستورات مع اہل و عیال موجود تھیں۔

رانا نے ان کو حکم دیا کہ سب قلعہ سے باہر آجائیں اور اپنے زیورات اور جو کچھ... سامان اپنے ساتھ لا سکتی ہوں لے آئیں، ہزارہا عورتیں اور بچے قلعہ سے باہر نکل کر میدان میں جمع ہو گئے ان کی مردم شماری کی گئی، دیہاتوں سے بیل گاڑیاں منگوا کر ان کو گاڑیوں میں سوار کر کے اپنے چند سو فوجی جوانوں کی معیت میں انہیں چتوڑ چھوڑ کر آنے کا حکم دیا اور کہا کہ چتوڑ کے قلعدار سے پرچہ لکھوا کر لائیں، اگر کسی نے راستہ میں عورتوں اور بچوں کو کسی قسم کی بھی تکلیف دی تو اسے تہ تیغ کر دیا جائے گا اور ان مغل مستورات کے لئے راستہ میں خوراک و آسائش کا خیال رکھا جائے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، یہ تمام عورتیں اور بچے چتوڑ کے مغل قلعدار کے سپرد کر کے جوان کئی ہفتہ بعد کومل میر واپس آئے۔

۳۲ بتیس قلعوں کی فتح

مان سنگھ نے پرتاپ کی بڑھتی ہوئی طاقت کی خبریں امبر میں سنیں ۔ وہ سیدھا آگرہ پہنچا اور اکبر سے درخواست کی کہ اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کیلئے آگرہ سے فوجیں بھیجی جائیں، آصف خاں سپہ سالار اور قاضی خاں مغل سپہ سالار سے اکبر ناراض تھا کیوں کہ اکبر کے خیال کے مطابق انہوں نے ہلدی گھاٹ کی لڑائی میں کوتاہی دکھائی تھی، اس لئے نئے عزم و ارادہ کے ساتھ آصف خاں اور قاضی خاں نے میواڑ کا رخ کیا، غدار مان سنگھ بھی اپنے راجپوتوں کے ساتھ ان کے ہمراہ تھا ۔

یہ ٹڈی دل لشکر میواڑ پہنچا، راستہ میں امبر اور چتوڑ سے مزید افواج منگائی گئیں .... گوگنڈہ کے قلعہ کو دوبارہ فتح کرنے کیلئے مغل سپاہ نے بہت زور لگایا لیکن قلعہ فتح نہ ہوا، قلعہ کا ایک رخ بالکل محفوظ تھا اور اسی راستہ سے رانا کو کمک پہنچ رہی تھی مزید سپاہی قلعہ میں اکٹھا ہو رہے تھے ۔

ایک روز رانا نے قلعہ کے دروازے کھول دیئے، مغلوں کی ہمت اس پر ایکدم حملہ کرنے کی نہ ہوئی لہذا رانا نے اطمینان سے قلعہ کے سامنے صفیں آراستہ کیں اگلے روز صبح سویرے نقارۂ جنگ پر چوب لگائی گئی، بہادر کیسری لباس میں ملبوس ہو کر میدان جنگ میں نکلے ۔

لڑائی کا بازار گرم ہوا، مغلوں کی سپاہ لاکھوں کی تعداد میں تھی، رانا کے پاس.. بھی تیس ہزار جوان اپنے وطن پر مر مٹنے والے موجود تھے جن میں سے ہر ایک فتح پانے کی خوشی میں محو ہو کر لڑ رہا تھا ۔

تھوڑی دیر میں دشمن ۲۰ بیس ہزار لاشیں میدان میں چھوڑ کر بھاگ نکلے، مغلوں کی یہ آخری شکست تھی، تمام میواڑ کے عوام میں جوش و خروش پھیل گیا، مان سنگھ کے حامی راجپوتوں کو عوام نے قتل کرنا شروع کر دیا، اکبر کے جاسوس ڈھونڈ ڈھونڈ کر گرفتار کئے گئے ۔

عوام نے اپنے تمام روپے پیسے رانا کی خدمت میں لا کر جمع کر دیئے میواڑ کے تمام... سرداروں کی بھی قومی حمیت جاگ اٹھی، اکبر کو دم بدم کی خبریں مل رہی تھیں، اسے آگرہ کا تخت الٹتا دکھائی دے رہا تھا، وہ سوچ میں پڑ گیا کہ اگر آریہ ورت کے لوگ متحد ہو گئے تو دنیا کی کوئی طاقت بیرونی قوموں کو یہاں حکومت نہ کرنے دے گی۔

ان خبروں نے اس کا عیش و آرام چھین لیا، اس کی ہمت جواب دے گئی، اس کے قلعدار میواڑ میں اڑ رہے تھے اور تہ تیغ ہو رہے تھے، اس نے آگرہ، دہلی، لاہور.... خاندیش اور دوسری جگہوں سے لشکر بھیجے مگر وہ سب یکے بعد دیگرے پسپا ہو گئے اسے خدشہ ہو گیا کہ ایسا نہ ہو کہ اسی کے سردار بدظن ہو کر اس کے خلاف بغاوت کر دیں رانا نے دو سال کے عرصہ میں تبتیس ۳۲ قلعے فتح کئے، سینکڑوں لڑائیاں لڑیں میواڑ کی سرزمین دشمن کے قدموں سے پاک ہو گئی، اکبر پر غشی کے دورے پڑنے لگے راجستھان میں ہر جگہ عوام نے خوشیاں منائیں، اکبر یہ جوش و خروش دیکھ کر خاموش ہو گیا تاکہ کہیں دوسرے سردار بھی اس سے قطع تعلق نہ کر لیں۔

مان سنگھ کو سزا

اور

امبیر پر حملہ

مہارانا نے تمام میواڑ کو آزاد کرا لیا۔ صرف اودے پور اور چتوڑ پر مغلوں کا قبضہ تھا، دونوں جگہ مغلوں نے اس قدر استحکام پیدا کر لیا تھا کہ پے در پے حملوں کے... باوجود یہ دونوں جگہیں فتح نہ ہو سکیں، پرتاپ اب ضدی بھی نہ رہا تھا وہ جانتا تھا کہ اگر دو شہر مغلوں کے قبضہ میں بھی رہے تو جلد یا بدیر انہیں خالی کرنے پڑیں گے

چونکہ چاروں طرف ملک لوہے کی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن چکا تھا اور رانا کے قبضہ میں آچکا تھا۔

جب چاروں طرف سے اطمینان حاصل ہوگیا تو رانا نے تمام میواڑ میں اعلان کرایا کہ کشت و زراعت کا کام از سر نو جاری کیا جائے کسی سے کوئی محصول نہیں لیا جائے گا عوام سے درخواست کی گئی کہ وہ خطرہ کے پیش نظر بذات خود رانا کی مدد کے لئے غلہ وغیرہ دیں، عوام کو تلقین کی گئی کہ ہر شخص ہر وقت مسلح رہے۔

میواڑ کے ہر چہار طرف راجپوتوں کی ریاستیں تھیں، اب ان ریاستوں کے عوام پورے طور سے پرتاپ کے ہمدرد تھے، یہی وجہ تھی کہ اکبر خاموش ہوگیا، وہ سوچتا تھا کہ اب اگر تیسری مرتبہ لڑائی شروع کی گئی تو شاید تمام راجستھان مقابلہ پر آجائے اور اگر تمام ملک نے گیسری لباس پہن لیا تو اسے اپنے باپ کی طرح ہندوستان سے بھاگنا پڑے گا وہ بہترین سیاست داں تھا لہذا ایک ہی علاقہ میں شکست کھا کر خاموش ہوجانا ہی بہتر سمجھا۔

بھنیسرور کے قلعہ میں رانا کے ہمراہیوں نے دربار منعقد کیا دربار میں رانا نیچے زمین پر بیٹھا تمام سرداروں نے اس کی خدمت میں فتح کی مبارکبادیاں پیش کیں، شاعروں نے اپنے کلام میں بہادر سپاہ کو خراج عقیدت پیش کیا، جوشیلی اور رزمیہ نظمیں پڑھی گئیں۔

پرتاپ نے کھڑے ہو کر کہا:-

"بہادرو!

جب تک اودے پور اور چتوڑ حاصل نہیں ہوتا ہمیں چین نہیں آئے گا، ان قلعوں کو فتح کرنے میں جانوں کا بے حد نقصان ہوگا، جب تک ہمیں یہ نہ یقین ہو جائے کہ کم از کم جانیں ضائع ہو کر یہ شہر فتح ہو جائیں گے اس وقت تک میں تمہیں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ لڑائی موقوف رکھی جائے۔

مجھے میواڑ کے جوش و خروش کا علم ہے اور میں جانتا ہوں کہ ہمارے لئے یہ قلعے اب فتح کرنے کچھ زیادہ مشکل نہیں، لیکن اندھے جوش کے تحت جو کام کیا جاتا ہے وہ نقصان دہ ہوتا ہے، اگر زندگی رہی تو ہم ان شہروں کو ضرور بالضرور فتح کریں گے، اگر میری ایک خواہش ہے"

تمام حاضرین بولے:-

"ہمارے سر آپ کی خدمت میں حاضر ہیں"

درباری راجپوتوں میں شادی بیاہ پر پابندی

پرتاپ بولا:-

"ہماری تمام مصیبتوں کی جڑ "درباری راجپوت" ہیں جنہوں نے غیر ملکی قوم کا ساتھ دے کر تمام ملک کو تباہ و برباد کرایا ہے۔ جتنی جانیں کھشتریوں نے میواڑ میں قربان کی ہیں ان سب کا خون راجپوتوں کے سر ہے، آج تمام کھشتری عہد کریں کہ وہ راجپوتوں میں کبھی شادی بیاہ نہ کریں گے"

حاضرین یکدم بولے:-

"ہم ملک کے غداروں سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں"

پرتاپ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا:-

"دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے میواڑ کبھی راجپوتی کا درجہ حاصل نہ کریگا"

چنانچہ تواریخ شاہد ہیں کہ رانا کے اہل و عیال کی شادیاں ان خود دار خاندانوں میں کی گئیں جنہوں نے راجپوتی درجہ حاصل نہ کیا تھا، آج تک میواڑ کی تمام ریاستیں اپنے کو راجپوت کہلانا اپنی توہین سمجھتی ہیں جسکا مفصل بیان اس باب کے آخر میں آئے گا۔ زیادہ تعجب تو اس امر پر ہے کہ مورخین جن کے بیان کا دارومدار "صدق بیانی" پر مبنی ہوتا ہے وہ بھی ان غیور اور خود دار راناؤں کو راجپوت لکھتے ہیں، جنہوں نے راجپوتی کے خلاف لاکھوں جانیں قربان کیں۔

امبر پر حملہ

حاضرین بولے:۔
"اور کیا حکم ہے؟"
پرتاپ نے کہا:۔
"تمام راجپوتوں کا سرغنہ وسردار اور اوّل بانی "راجپوتی" مان سنگھ ہے..... ہماری مصیبت کی جڑیں مضبوط کرنے والا یہی مان سنگھ ہے۔ کھشتری خون کو کلنک کا ٹیکہ لگانے والا، قوم فروش اور ملک میں غدّاری کا بیج بونے والا یہی شخص ہے"
رانا نے تھوڑی دیر توقف کے بعد کہا:۔
"میں فطرتاً کسی کا علاقہ چھیننا نہیں چاہتا لیکن میری خواہش ضرور ہے کہ اس شخص کو ضرور سزا دی جائے، نہ معلوم چتوڑ اور اودے پور فتح کرنے میں زندگی میرا ساتھ دے یا نہ دے، مجھے اب اپنی زندگی کا پل بھر بھروسہ نہیں ہے۔ گر موت سے پہلے میں اس گستاخ کو سزا دینا چاہتا ہوں"
تمام حاضرین تلواریں ہلاتے ہوئے بولے:۔
"ہم اس کو مٹانے کیلئے تیار ہیں، صرف آپ کے حکم کا انتظار ہے"
پرتاپ نے کہا:۔
"تیاری شروع کردی جائے، مان سنگھ کا گھر تباہ کردو، لاکھوں عورتوں کے سہاگ اجاڑنے والے قومی غدّار کا نام ونشان مٹا دو... خبردار... عورتوں کو ہاتھ نہ لگانا، لیکن ایک بھی راجپوت زندہ بچ کر نہ جائے"
چند دن بعد رانا اپنے جان نثاروں، وفاداروں اور دھرتی کے سپوتوں کو لے کر راجپوتوں کے بانی اوّل کے دارالخلافہ امبر پر حملہ آور ہوا، راستے میں تمام راجپوتوں کو.. تہ تیغ کردیا گیا، امبر کا تمام علاقہ ویران اور برباد ہوگیا، مان سنگھ کو اپنی موت نظر آنے لگی وہ اکیلا ہی تنہا امبر چھوڑ کر بھاگ گیا، راناؤں نے آخرکار امبر کا محاصرہ کیا، امبر تمام راجپوتوں

کا ملجا و ماوی تھا یہ ان کا پہلا گڑھ تھا یہیں سے تمام ملک میں راجپوت کہلانے والے.... عہدہ دار ہوتے تھے اور یہیں سے وظیفوں کی سفارش ہوتی تھی۔

امبر کا گھیرا ڈال دیا گیا، ملک کے گنہگار، ملک کی غلامی کو مضبوط کرنے والے تھر تھر.. کانپنے لگے ملک کے بیگناہ مقتولین کا خون رنگ لایا جو پورے پچیس ۲۵ سال تک ظلم و جور کا نشانہ بنے تھے۔

شہر کی مشہور منڈی، الپرا کے تمام ساز و سامان پر قبضہ کر کے آگ لگا دی گئی ہزارہا ہندو مسلمان عورتیں جن کو ہوس رانیوں کا شکار بنایا جاتا تھا اور جو آگرہ اور دہلی کے "نو روز" کی مغلیہ نشانی تھیں ان سب کو امبر چھوڑنے پر مجبور کیا گیا، مان سنگھ کا.... رنگ محل مسمار کر کے زمین کے ہموار کر دیا گیا، راجپوتوں کے تمام گھر گرا دیئے گئے، کوئی گھر امبر میں ایسا نہ تھا جہاں ہر مذہب و ملت کی عورتیں نہ رہتی ہوں، ہر راجپوت بہت سی ہندو مسلمان عورتوں کو اپنے گھروں میں رکھتا تھا، یہ اکبر کے ایک ماتحت کا شہر تھا اکبر کے شہر کا تو کہنا ہی کیا وہ شہنشاہ ہند کا شہر تھا، وہاں تک خیال بھی پرواز نہیں کر سکتا۔

غیرت اور انسانیت کے علمبرداروں نے تمام شہر کو ویران کر دیا، گھیرا توڑ کر ایک بھی راجپوت زندہ بچ کر نہ نکل سکا، مسجدوں اور مندروں سے عابد اور خدا پرست پرتاپ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہیں پرتاپ کی شکل میں نورانی چہرہ نظر آیا وہ ننگے سر اور ننگے پاؤں تھا اس کے جسم پر صرف ایک زرد سی قبا تھی جو ٹخنوں تک لٹکتی تھی سر اور داڑھی کے بال لمبے لمبے تھے جن کو سالہا سال سے قینچی نے ہاتھ نہ لگایا تھا۔

پرتاپ نے سب کو حکم دیا کہ اس پر معصیت بستی کو چھوڑ کر کسی اچھی جگہ جا کر... رہائش اختیار کریں۔

* * *

نوٹ:۔ امبر کو دوبارہ جے سنگھ راجپوت نے آباد کیا یہی شہر آج جے پور کہلاتا ہے۔ (مولف)

اودے پور کی فتح

راجپوتوں کے صدر مقام امبر سے بہت سا مال و دولت پرتاپ کے ہاتھ لگا۔
پرتاپ کی زندگی کے دن قریب آچکے تھے وہ مصائب و آلام برداشت کرتے کرتے قبل از وقت بوڑھا ہو چکا تھا۔
اب اکثر وہ بیمار رہنے لگا لیکن اسے اپنے باپ کے بسائے ہوئے شہر.... اودے پور کو فتح کرنے کی تمنا تھی اس نے سپہ سالاروں سے مشورہ کیا۔ سب نے یکزبان ہو کر کہا:۔
"یہ کام مشکل نہیں ہے ہم اب تک اس کو فتح کر لیتے لیکن آپ کی احتیاطی تدابیر کے پیش نظر ہم نے اب تک خاموشی اختیار کی اگر حکم ہو تو اسے چند گھنٹوں میں آزاد کرا لیا جائے۔"
پرتاپ نے حکم دیا کہ امبر کی دولت سے نئے ہتھیار اور ساز و سامان خریدے جائیں چنانچہ مکمل تیاری کر کے چند ماہ بعد اودے پور حملہ کیا گیا، اودے پور کا مغل قلعہ دار جان توڑ کر لڑا، اس قلعہ کی مرمت اکبر نے خود کرائی تھی، چونکہ اودے پور چھوڑتے وقت رانا نے اسے ناقابل رہائش بنا دیا تھا، یہ قلعہ نہایت مستحکم تھا اکبر کی فوج کثیر تعداد میں یہاں رہتی تھی، اگر تھوڑے ہی دن بعد یہ قلعہ بھی رانا نے فتح کر لیا۔
مغل سپاہ بھاری نقصان اٹھا کر بھاگ گئی۔ رانا نے اودے پور کو.... دارالخلافہ قرار دیا اب چتوڑ باقی رہ گیا۔

چتوڑ

دن جاتے دیر نہیں لگتی میواڑ نے اپنی زائل شدہ عظمت حاصل کر لی صرف چتوڑ بینگ پرتاپ کے ہاتھ نہیں آیا، راجستھان کے تمام باشندے پرتاپ کی کامیابی دیکھکر خوش تھے سب کو اس کے ساتھ ہمدردی تھی، صرف اکیلا مان سنگھ امبر کا راجہ اس سے جلتا تھا اور آخر عمر تک پرتاپ اور مان سنگھ کے درمیان میل نہیں ہوا۔

مان سنگھ کا اگر بس چلتا تو وہ پرتاپ کو بیس کر پی جاتا مگر وہ کرتا کیا اوّل تو خدا اس کا مددگار تھا دوسرے تمام سربر آوردہ سردار و رئیس دل سے پرتاپ کے دعاگو تھے، اور مان سنگھ کو بُرا سمجھتے تھے۔

اودے پور راجدھانی ہوگیا کاروبار و بیوپار اور ملک کے آدمیوں کی آمدرفت کا سلسلہ شروع ہوا، گئی ہوئی رونق دوبارہ واپس آئی لیکن پرتاپ کے دل کو پھر بھی چین نہیں تھا۔

اگر چتوڑ اسے مل جاتا تو شائد اس کے اطمینان کی صورت پیدا ہو جاتی یہ کمی... اس کی زندگی میں پوری نہ ہو سکی اور وہ مصیبتیں سہتے سہتے اور تکلیفیں اٹھاتے... اٹھاتے قبل از وقت بوڑھا ہو گیا، اس ضعیف العمری میں پرتاپ تارک الدنیا درویش کی وضع میں رہتا تھا، پتوں پر روٹی رکھکر کھایا کرتا تھا، محل کے اندر رہنا اسے اب بھی پسند نہیں تھا، پھوس کا جھونپڑا اس کے سونے کی جگہ تھی اور کھاٹ یا پلنگ کے عیوض وہ گھاس بچھا کر اس پر لیٹتا تھا، اس نے چتوڑ کیلئے درویشانہ زندگی اختیار کی تھی، مگر قسمت نے مدد نہیں کی اور نہ اس ریاضت کا اسے پھل ملا اس نے عہد کیا کہ جب تک وہ چتوڑ کو... فتح نہ کرلے گا اس کی زندگی فقیروں جیسی رہے گی۔

اکبر نے دیکھا کہ پرتاپ میواڑ پر قابض ہو گیا ہے اور مان سنگھ کی ڈینگ کام نہیں آئی یہ شخص اپنی شرارت سے پھر بھی باز نہیں آنا چاہتا تھا مگر اکبر سمجھدار آدمی تھا اسے تمام عمر

ایک ہی شخص کے پیچھے پڑا رہنے کا خیال نہیں تھا۔ اور پرتاپ کی کامیابی اور اپنے سپہ سالاروں کی ناکامی دیکھ کر اس نے یقین کر لیا تھا کہ اس شیر مرد کے ساتھ ہر وقت چھیڑ کرتے رہنے سے ممکن ہے کہ راجستھان کے اور رئیس اس کی تقلید کرنے لگیں یہ اس کے خاموش رہنے کا سبب تھا۔

راجستھان کے باشندے پرتاپ کی تعریف کے گیت گایا کرتے تھے اور شادی بیاہ کے موقعوں پر اکثر اس کے تذکرے رسمیات میں شامل ہو گئے تھے، کسی شخص کو دنیا میں.... شاید ہی اس کی زندگی میں ایسی نیکنامی حاصل ہوگی۔ پرتاپ تمام راجستھان میں ایک عظیم انسان کی طرح قابل ذکر ہستی ہو گئی۔

لیکن پرتاپ خوش نہیں تھا اور اس کے فکر، ناخوشی اور بے دلی کا سبب یہ تھا کہ اسے چتوڑ کے واپس لینے میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی، چتوڑ اس کی لگن تھی... اور چتوڑ کو وہ خاص تقدس کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔

اس مقدس مآب شہر کی مسند پر اکبر کا اب تک قبضہ تھا، پرتاپ کو یہ بات شاق گزرتی تھی وہ چاہتا تھا کہ چتوڑ بھی ہمارے ہاتھ آجائے مگر کوئی تدبیر کام نہیں کرتی تھی۔ تاہم مایوسی نہیں ہوئی تھی اگر زندگی باقی ہے تو چتوڑ کی چوٹی پر سورج ونشی خاندان کا.. جھنڈا ایک دن ضرور لہرائے گا، امید ہی زندگی ہے، جب تک سانس ہے تب تک آس ہے... دنیا امید ہی پر قائم ہے۔

وہ بہادروں کو دلاسا دیا کرتا تھا کہ اب چتوڑ ہی کی باری آئے گی، دن رات یہی خیال اس کے دل میں رہتا تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ چتوڑ کو اکبر نے ہر طرح سے مضبوط کر رکھا تھا۔

ایک دن شام کے وقت وہ پہاڑی قلعہ پر چڑھا ہوا چتوڑ کی طرف نظر کر رہا تھا شفق کی کرنوں سے گھرے ہوئے چتوڑ کے پہاڑ کو اس نے دیکھا دل نے پکارا:۔

آہ چتوڑ.... میں تیرا سچا خادم ہوں لیکن تیری خدمت کرنے کیلئے مجھے وقت.. درکار ہے!!

پرتاپ کے آخری لمحات

سنہ ۱۵۹۷ء

کہنے کو تو پرتاپ کا دار الخلافہ اودے پور تھا لیکن وہ تمام زندگی قلعہ یا شہر میں نہیں سویا وہ تمام عمر اپنے عہد کو نبھاتا رہا آخر بوڑھاپے نے اس کی زندگی کی شمع گل کرنے کا ارادہ کیا، وہ مستقل طور سے بستر علالت پر لیٹ گیا، اس کے جسمانی قویٰ جواب دینے لگے، امید کی جڑ کٹ گئی، جب امید ہی نہ رہی تو پھر اب زندگی کا.. لطف کیا رہا، امید ہی سب کچھ ہے زندگی کی حرکت امید کے سہارے قائم ہے۔

پرتاپ زمین پر لیٹا ہوا ہے، اس میں اٹھنے کی طاقت نہیں رہی ہے، وید آئے نبض دیکھی، حکیم بلائے گئے مرض کی تشخیص ہوئی، سب سمجھ گئے کہ رانا کا آخری وقت آگیا، ہاتھ پاؤں اور صورت وشکل سے آخری وقت کے تمام آثار ظاہر ہونے لگے شیر دل کھشتری جو پرتاپ کی جان نثاری کا دم بھرتے تھے چپ چاپ گھاس کے بچھونے کے قریب دائیں بائیں بیٹھے ہوئے آنکھوں سے آنسو بہانے لگے پرتاپ کے منھ سے نکلا:- چتوڑ..... چتوڑ.....!!

وطن کسے عزیز نہیں ہوتا، وطن کی محبت ہر جاندار کو قدرت نے ودیعت کی ہے جسے وطن کی محبت نہیں ہے وہ خانہ بدوش ہے یا اس کے ہاتھ کسی کے وطن کے خون سے تر ہیں وہ کسی کے ملک پر قبضہ کئے بیٹھا ہے وہ لوگوں کو بہکاتا ہے کہ وطن کی محبت کوئی چیز نہیں وہ وطن پرستوں کو کند چھری سے ذبح کرتا ہے.....

عبادت بہ از خدمتِ خلق نیست

از تسبیح و سجادہ دلق نیست

یعنی تسبیح، سجادہ اور فقیرانہ لباس سے عبادت نہیں ہوتی، خدمت خلق

عبادت سے بہتر ہے بقول شاعر ؎

جو خدا کے بندوں کے آتے ہیں کام
ان کو سچے معنی میں ملتا ہے نام

معبود تو معبود ہی ہے کوئی اس کے بندوں کی محبت سے خوشنودی حاصل کرتا ہے کوئی اس کی بنائی ہوئی زمین سے غلہ اگا کر اس کی قدرت کا قائل ہے۔ یہ سب اسی کی قدرتِ کاملہ کے مظہر ہیں، اگر خدا کی قدرت نہ ہوتی تو کون ہے جو خدا کی ہستی کا قائل ہوتا خدا خود تو کسی کے سامنے نہیں آتا اس کی قدرت ہی اس کے وجود کو بتاتی ہے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے وطن کی محبت کے دلدادہ ہیں یہ کہاں کی اور کون سی عبادت ہے کہ ہم اپنے وطن عزیز کو دوسروں سے پامال کرائیں، ہماری کھیتیاں ہم سے چھینی جائیں اگر ہم خاموش رہیں تو خدا پرست کہلائیں، کون ہیں یہ لوگ جو ہم سے ہمارے وطن کی محبت چھیننا چاہتے ہیں۔

یہ ہے اکبر کی اولاد یا بادشاہوں کے وظیفہ خواروں کی اولاد جس نے آج تک اس سرزمین سے غلہ اگانا نہیں سیکھا، جو کاشتکاروں سے لقمہ چھین کر کھاتے ہیں اور کھاتے آرہے ہیں، جنہیں اس سرزمین سے آجتک محبت نہیں ہے وہ اسے مالِ غنیمت سمجھتے ہیں۔

پرتاپ!.... کہاں ہے پرتاپ!! اگر ہمیں وطن اور اہلِ وطن سے ایسا محبت کرنے والا مل جائے تو ہماری قسمتیں پلٹ جائیں، یہ ملک یہ وطنِ عزیز سچی جنت بنجائے۔

پرتاپ آخری لمحات میں اپنے ملک کیلئے بے چین تھا، اس کے سپہ سالار چنداوت نے کہا:۔

"مہارانا! ہم آپ کے نقشِ قدم پر چل کر وطن عزیز کو آزاد کرائیں گے۔"

رانا نے جواب دیا:۔

"میری روح کو مطمئن کیجئے تاکہ میں خوش خوش اپنے حقیقی مالک کی خدمت میں حاضر ہوں، مجھے ابھی خواب نظر آیا تھا، ایک نورانی چہرہ نے مجھ سے کہا ہے کہ... پرتاپ.... رختِ سفر دنیا سے باندھ لے ہر انسان کے ذمہ خداوندکریم کچھ فرائض عاید کرتا ہے، تم اپنا فرض پورا کر چکے ہو، تمہارے ذمہ جو کام تھا اس کو تم نے پورا..

کر دیا ہے، تمام میواڑ آج آزاد ہے شہر چتوڑ کو آزاد کرانا کسی دوسرے کا حق ہے"۔
اب میں تم لوگوں سے صرف یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ کیا تم اس معمولی سے فرض کو... میرے بعد پورا کروگے"۔

چنداوت نے جواب دیا:۔
"آقا! آپ اطمینان رکھیئے"۔

پرتاپ نے کہا:۔
"میں نے وطنِ عزیز کیلئے سخت سے سخت ریاضتیں کی ہیں۔ پھوس کے جھونپڑے میں رہا، روکھی سوکھی روٹیوں پر گذر کی، تن کو اچھا لباس میسر نہیں ہوا، اطمینان سے سونا اور کھانا کبھی میسر نہیں ہوا۔ میں نے تن آسانی اور عیش و آرام کو ہمیشہ کیلئے جواب دے دیا، بستی کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں مارا مارا پھرا، اب میں قریب المرگ ہوں مگر مجھے خوف ہے کہ کہیں تم آرام طلب نہ ہو جاؤ اور کہیں جھونپڑیوں کی رہائش چھوڑ کر خوشنما محلوں میں قیام نہ کرنے لگ جاؤ۔ خدا نہ کرے ملک کی آزادی خاک میں مل جائے تم اور رر اجکمار (ولیعہد) امر یقین دلاؤ کہ ملک کی خدمت اسی طرح کرتے رہوگے۔ اگر تم نے عہد کیا تو میں اطمینان سے اپنے رب اور خالق سے جا ملونگا"
دوسری تاریخوں میں اس طرح تحریر کیا گیا ہے۔

موت کے وقت بہادر پرتاپ ایک شکستہ اور بوسیدہ جھونپڑی میں لیٹا ہوا تھا، اس کے سپہ سالار اور اپنے وقت کے شاندار وفادار ساتھی اس کے چاروں طرف اس کی روح کی پرواز کا منظر دیکھ رہے تھے۔ لومبڑ خاندان کے رانا نے اس کی دماغی پریشانی دیکھ کر پوچھا:۔
"رانا! تمہیں کیا فکر ہے جس کی وجہ سے تمہاری روح سکون کے ساتھ رخصت ہونا نہیں چاہتی"۔

پرتاپ نے کہا:۔
"میری روح یہ عہد لئے بغیر روانہ ہونا نہیں چاہتی کہ ملک کو کبھی مغلوں کے حوالے نہیں کیا جائے گا، کسی مافوق الفطرت ہستی نے ابھی میری

رہبری کی ہے کہ میرے بعد ولیعہد امر اپنی تن آسانی کیلئے ملک کی برائیوں سے چشم پوشی کرے گا، اس موقعہ پر ولیعہد اندر داخل ہوا تو اس کی پگڑی جھونپڑی کے بانس میں الجھ کر گر گئی، رانا کے الفاظ سن کر اس کے چہرے پر ایک احساس نمودار ہوا، رانا نے کہا:-

"امر! تم اپنی آسانی کیلئے ان جھونپڑیوں کو شاندار محلوں میں تبدیل کر دو گے اور جس آزادی کو قائم رکھنے کیلئے ہم نے اپنا خون بہایا ہے تم اس آزادی کو اپنے عیش و آرام کیلئے قربان کر دو گے، ..... اور میرے سردارو! تم بھی اس کی تقلید کرو گے!"

تمام حاضرین نے یقین دلایا کہ "ہم باپا راول کے تخت کیلئے ہمیشہ سینہ سپر رہیں گے، جب تک میواڑ مکمل آزادی حاصل نہیں کر لیتا ہم ہرگز محل اور اونچے مکانات نہیں بنائیں گے"!

ماخوذ از تاریخ الیشوری پرشاد صفحہ ۳۶۱ (بزبان انگلش)

دوسری تاریخوں میں اس طرح مذکور ہے:-

کرشن چنداوت سپہ سالار نے ولیعہد امر کا ہاتھ پکڑ کر کہا:-

"رانا! میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک جان میں جان ہے میواڑ کی خشک زمین کے تر کرنے کیلئے اپنے جسم کا خون ایک ایک قطرہ کر کے گراتا رہوں گا، مرتے مر جاؤں گا مگر قول سے کبھی نہ پھروں گا، باپا راول کے تخت کی قسم ہے ہم امر ولیعہد کو زبردستی پکڑ کے سرگرمی... دکھانے کیلئے مجبور کرتے رہیں گے اور اس عہد میں کبھی فرق نہ آنے دیں گا"!

جے مل اور فتح کی اولاد اور تمام حاضرین نے عہد کیا کہ ہم جیتے جی اپنے ملک میں آزادی کو برقرار رکھیں گے"!

ولیعہد امر رو رہا تھا وہ بولا:-

"اباجی! آپ اطمینان رکھیں میں ہمیشہ آپ کی طرح زمین پر لیٹوں گا آرام طلبی سے نفرت کروں گا، میرے خاندان کے آدمی کسی حالت میں

آپ کے عہد کو نہ توڑیں گے، اگر ہم میں سے کوئی شخص آپ کے عہد کو توڑے گا تو اس پر آسمانی غضب نازل ہوگا۔"

یہ عہد اور وعدے وعید سن کر پرتاپ کا مردہ چہرہ پھول شگفتہ کی طرح کھل اٹھا اور وہ بولا:۔

"شاباش بہادرو! شاباش.... اب مجھے کوئی فکر نہیں ہے اب میں.... اطمینان اور دلی سکون کے ساتھ اپنے خدا سے جا کر ملوں گا۔"

یہ کہہ کر میواڑ کا شیر چیت لیٹ گیا، اپنے بیٹے امر کے سر پر محبت کا ہاتھ پھیرا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر سپہ سالار چنداوت کے ہاتھ میں دے کر کہا:۔

"اچھا رخصت.... خدا حافظ۔"

دردست اگر نہ سر داد نہ دست داد
اے روح پرتاپ ترا ہزارہا مبارکباد

لوٹ:۔ اس تاریخ کے حصہ دوم میں پرتاپ کی وفات کے بعد مفصل طور سے حالات تحریر کئے جا چکے ہیں، امر نے مغلوں سے چتوڑ چھین لیا امر نے سترہ لڑائیاں اکبر اور جہانگیر سے لڑیں، ۱۶۰۸ء میں امر کا مکمل قبضہ چتوڑ پر ہوا ۱۶۱۰ء میں جہانگیر نے چتوڑ پر ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ حملہ کیا لیکن اس میں اتنے مغل مارے گئے کہ شاہی فوج نیست و نابود ہوگئی، آخر کار جہانگیر نے امر سے دوستی کا صلحنامہ کیا اور تمام میواڑ امر کے زیر حکومت رہا ۱۹۴۷ء تک پرتاپ کی اولاد میواڑ پر قابض رہی۔

مورخوں کی غلطی کا ازالہ

مولف گرجر کے زمانہ میں مسلم حکومتوں کے زمانہ سے یہ غلطی چلی آرہی ہے کہ ہندوستان کے راجاؤں کو "راجپوت" لکھا جاتا ہے جو راجاؤں کے ساتھ سراسر ظلم ہے "راجپوت قوم" مسلم حکومتوں کے دوران وجود میں آئی۔

جسطرح انگریزوں کے زمانہ میں ہر دفتری ملازم پیشہ ہندوستانی "بابو" کہلاتا تھا اور آج تک یہ رواج چلا آرہا ہے بالکل اسی طرح ما سوا برہمن جس ہندی شخص نے مسلمان سرداروں کی ماتحتی قبول کی یا ان کی ملازمت اختیار کی تو انہوں نے ہمیشہ اپنے کو سابقہ راجہ کا بیٹا بتایا راجہ کے بیٹے کو مقامی زبان میں راجپوت کہتے ہیں لفظ راجپوت کا' لفظ راجکمار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

واضح رہے کہ راجہ کے کسی ولیعہد نے کبھی ملازمت اختیار نہیں کی، صرف پرتھوی راج چوہان کے بیٹے رین سی نے ماتحتی قبول کی تھی لیکن اسے اس کے چچا نے جان سے مار دیا تھا۔ تمام تاریخوں سے یہ بات واضح ہے کہ کھشتریوں میں صرف کھشتری ماں کی اولاد تخت کی وارث ہوتی تھی چنانچہ اس قسم کی راجہ یا سردار کی اولاد کے لئے لفظ "راجکمار" استعمال ہوتا تھا۔

چنانچہ لفظ "راجکمار" اور "راجپوت" میں بہت بڑا فرق ہے، سنسکرت یا... ہندی داں اس کا فرق واضح طور سے سمجھتے ہیں، راجکمار صرف باپ راجہ تک ہوتا ہے اسکے بعد یا تو وہ خود راجہ بن جاتا ہے ورنہ اس کے بعد اسے کوئی راجکمار نہیں کہتا بلکہ دوسرے افراد کیطرح یہ بھی اپنی قوم کا ایک فرد سمجھا جاتا ہے۔

راجپوتوں کا معاملہ بے حد پیچیدہ ہے، جس کا ذکر یہاں کرنا ضروری نہیں، المختصر..... محمود غزنوی کے زمانہ سے پیشتر ہندوستان میں کوئی قوم راجپوت نام کی نہ تھی، البتہ مسلم دور حکومت میں راجشاہی ولیعہد تو ختم ہو گئے البتہ راجاؤں کی قوم یہاں آباد تھی، ما سوا

برہمن ہر لڑنے والے شخص کو مسلم مورخوں نے راجپوت نام دیا۔

اکبر کے زمانہ میں لوگوں نے جب فوجی ملازمت اختیار کرنے کے لئے درباروں کا رُخ کیا تو ہر ہندی شخص دربار میں عموماً راجپوت پکارا گیا اس تاریخ کے حصہ اوّل و دوم میں ہم مفصل طور سے یہ تحریر کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کے آنے سے پیشتر تمام راجگان گوجر قوم سے تعلق رکھتے تھے۔

چنانچہ ان گوجروں کے پسماندگان میں سے کچھ نے (جن کی اکثریت تھر ریگستان میں تھی) اکبر کے زمانہ میں بھی بیرونی حکومت کی ماتحتی اختیار کی ان سے پہلے گوجر جنگ میں ہار کر لٹ پٹ تو جاتے تھے مگر مستقل غلامی کا جوا کسی گوجر نے اپنی گردن میں نہ ڈالا تھا۔

اکبر کے زمانہ سے پہلے چاہے کوئی گوجر اپنے کو کھشتری کہتا ہو یا دربار کی نوکری کی وجہ سے اسے راجپوت کہا گیا ہو مگر یہ ایک ہی قوم تھی اور ان کی رشتہ داریاں آپس میں ہوتی تھیں لیکن اکبر کے زمانہ میں بالکل نوعیت بدل گئی۔ "راجپوتوں" نے یعنی سرکاری گوجروں نے ان گوجروں کے خلاف بیرونی حکومت کی حمایت میں تلوار اٹھائی جنہوں نے "راجپوتی" قبول نہ کی۔

چونکہ دربار مغلیہ کے سرکاری تیوہار اور تقریبات عجیب تھیں اس لئے جو شخص دربار میں گیا یا جس نے اکبر کی ملازمت حاصل کی گوجروں میں ان کے خلاف نفرت کا اظہار کیا گیا اور آپس کے شادی بیاہ بند ہو گئے، راجپوتوں کو بھی گوجروں کی پرواہ نہ تھی، گوجر حکومتِ وقت کے ہمیشہ معتوب رہے اور راجپوت جاگیروں کے مالک اور سرکاری ملازم تھے، اقتصادی طور سے ان کی حالت مضبوط تھی۔

اس ثبوت کیلئے مندرجہ ذیل دلائل بھی ملاحظہ کیجیئے۔

نمبر۱ یہ بات آج تک اظہر من الشمس ہے کہ موجودہ تمام راجپوتوں کا سلسلہ ان حضرات سے جا کر ملتا ہے جنہوں نے اکبر کے دربار میں جا کر ملازمتیں کیں۔ ان حضرات کی فہرست اس باب کے شروع میں دیگئی، کسی گوجر کا سلسلۂ نسب ان لوگوں سے نہیں ملتا۔

نمبر۲ تمام مسلمان راجپوت یا تو اکبر کے زمانہ میں مسلمان ہوئے یا پھر بعد میں، یہ بات خاص طور سے غور کرنے کے قابل ہے۔ اس سے یہ بات صاف ہے کہ اس سے

پہلے "قوم راجپوت" نہ تھی۔

نمبر ۳:۔ گوجر قوم چونکہ پہلے سے موجود تھی لہذا گوجروں کے مختلف خاندانوں نے محمود غزنوی سے لے کر اکبر کے زمانہ تک اور اس کے بعد بھی اسلام قبول کیا (یعنی اکبر سے پہلے بھی مسلمان گوجر تھے مگر مسلمان راجپوت کوئی نہ تھا)

نمبر ۴:۔ جن ریاستوں یا سرداروں نے مغلوں کی ماتحتی قبول نہ کی وہ آج تک راجپوت نہیں کہلاتے ہیں۔

مثلاً الور کا خاندانِ کھٹانہ (موجودہ رہائش ریاست ستھر بندیل کھنڈ)

(ب)	دیال پور کا خاندانِ بھٹی	موجودہ رہائش ریاست جبراہیڑا
(ج)	ہانسی کا خاندانِ پنوار	" " دیوبند
(د)	میواڑ کا خاندانِ گہلوٹ	" " میواڑ
(ہ)	نرور گڈھ کا خاندانِ رانا	" " علاقہ ڈونگری گوالیار
(س)	بیر بھٹہ کا خاندان	" " پرچھت گڈھ
(ص)	گجرات (پنجاب) کا خاندان	" "

مندرجہ بالا فہرست کے علاوہ سینکڑوں خاندان اور بھی ہیں جن کی جائیدادیں اور ریاستیں اکبر نے چھین لی تھیں کیوں کہ اگر وہ ماتحتی قبول کرتے تو مغلیہ دربار میں مستقل حاضری دینا ضروری تھا اور مینا بازار میں تمام مسلم و ہندو سرداروں کی عورتوں کو شریک ہونا پڑتا تھا۔ مذکورہ بالا خاندانوں کو اکبر سے شکست کھا کر اپنی سابقہ ریاستیں چھوڑنی پڑیں اور یہ خانہ بدوش ہو کر کچھ دن اِدھر اُدھر مارے مارے پھرے پھر اکبر کے انتقال کے بعد انھوں نے دور دراز مختلف علاقوں میں اپنی نئی ریاستیں قائم کیں ان تمام ریاستوں کے راجہ آج تک اپنے کو صرف گوجر کہتے ہیں اور گوجروں ہی میں انکی رشتہ داریاں ہوتی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ گوجروں کا بیشتر حصہ اقتصادی طور سے راجپوتوں کے مقابلہ میں کمزور رہا مگر اخلاقی طور سے گوجر ہمیشہ اپنے کو راجپوتوں سے اعلیٰ سمجھتے رہے ان کنگھ اور اس کے حواریوں کی اولاد کے ساتھ لفظ راجپوت اس بُری طرح چمٹ گیا ہے کہ اب بجائے اس کے کہ اس "اعزاز" کو اتار پھینکیں انہوں نے اس "راجپوتی" کو اعزاز بنانے کیلئے اپنی قدیم قوم کے افراد کے بارے میں کچھ سے کچھ کہنا شروع کردیا، چنانچہ راجپوتوں کے سرغنہ

اوّل مان سنگھ کی اولاد امبر (موجودہ جے پور) میں یہ ف یافتی ہے :-

" کھشتریوں کی دوسری بیویاں گوجر اور جاٹ ہوتی تھیں اس لئے انکی اولاد کو (بالترتیب) کاشتکاری اور گئو رکشا کا کام سونپا گیا "

ماخوذ از میڈیول ہند وانڈیا حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۹۵ از مسٹر سی۔وی۔ وید

نوٹ :- مسٹر سی۔ وی۔ وید نے صاف طور سے لکھا ہے کہ جے پور کے راجپوتوں نے یہ تبایا۔ یہ الفاظ مورّخ کے نہیں ہیں بلکہ جے پور والوں کے ہیں۔ یہ عبارت خود اپنی تردید آپ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوجر جاٹ قوم پہلے سے موجود ہوتی تھی، ویسے کوئی گوجر راجپوتوں اور خصوصاً مان سنگھ کی اولاد کے ان الفاظ کا برا نہیں مان سکتا۔

مان سنگھ کے خاندان سے کون مورّخ یا کون تعلیم یافتہ شخص واقف نہیں ہے چونکہ چور ہمیشہ کوتوال کو مورد الزام گردانتا ہے اور اس کے عائد کردہ الزامات کبھی قابل قبول نہیں ہوتے" یہ مروجہ تمثیل یہاں پر بھی صادق آتی ہے اس لئے کہ گوجر قوم گو نہایت ہی قدیم ہے لیکن جاٹ قوم بھی راجپوتوں سے قدیم تر ہے، جاٹوں کا تذکرہ بحیثیت قوم چھٹی صدی میں بھی ملتا ہے لیکن راجپوتوں کی انفرادیت مسلم دور کی ہے۔

اس جگہ مجھے راجپوت اور گوجر کی بحث میں نہیں پڑنا ہے، مجھے صرف اس قدر کہنا ہے کہ "رانا" فخر گوجر قوم کا خاندان آجتک اپنے کو راجپوت نہیں کہتا بلکہ انہیں "راجپوت" کے صحیح مفہوم کا اچھی طرح پتہ ہے، راجستھان میں میواڑ کی تمام ریاستیں اپنے کو راجپوت کہنا اور کہلانا توہین سمجھتی ہیں چنانچہ میں تاریخ مسلم رول ان انڈیا صفحہ نمبر ۲۶ سطور نمبر ۹ تا ۱۲ مصنفہ ایشوری پرشاد ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی (ڈی لیٹ) کا حوالہ دینا کافی سمجھتا ہوں شائقین تاریخ ملاحظہ فرما کر اصل حقیقت سے آگاہی حاصل کرتے ہوئے اس کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں

محولہ بالا تاریخ سنہ ۱۹۳۹ء میں شائع ہوئی اور ہندوستان کے تمام کالج (بمار یا) میں پڑھائی جاتی تھی اور یہی مورّخ راجپوتوں کی خوشنودی کیلئے یہ بھی فرماتے ہیں کہ لفظ "راجپوت" سنسکرت کا لفظ "راجپوتر" ہے جس کے معنی راجہ کا بیٹا ہے۔

اس سے کسی کو انکار نہیں ہے لیکن "بان" کے ہرشس چرتر اور "پورانوں" کا جو حوالہ دیا گیا ہے ان میں یہ لفظ صرف انہیں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کی مزید تشریح لاحاصل ہے۔

المختصر "رانا" کا خاندان ہرگز ہرگز اپنے کو آج تک "راجپوت" کہلانے کیلئے آمادہ نہیں ہے، کتنے غضب کی بات ہے کہ وہ "رانا" جس نے "راجپوتی" کے خلاف تمام زندگی مصیبتیں اٹھائیں، راجپوتوں کے مظالم برداشت کئے آج ناواقف مورخین اسی شخص اور اس کی اولاد کو "راجپوت" تحریر کرتے ہیں۔

میواڑ کا خاندان "رانا" ہے..... "رانا" گوجروں کا اعزازی لقب ہے... کسی دوسری قوم کا ہرگز ہرگز نہیں، ملاحظہ ہو۔

سنسکرت کے جید عالم پنڈت واسودیو شاستری ماہر سنسکرت کی تحریر جہاں... انہوں نے الفاظ "گرجر رانا کھشتریہ نام بھاوسے" استعمال کئے ہیں۔

بحوالہ گرجر اتہاس صفحہ نمبر ۳۱ از جناب تیندر کمار نپوار

(۲) ملاحظہ ہو یشوورمن چندیلہ کا سنہ ۹۵۰ء کا کتبہ جسمیں قنوج کے راجہ دیوپال پرتہار کو "گرجر رانا" لکھا ہے۔

(۳) ملاحظہ ہو راجہ بٹوک کا منڈور کا سنہ ۸۳۷ء کا کتبہ جسمیں لفظ "رانا" استعمال ہوا ہے راجہ بٹوک گوجر تھا اور پرتہار خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ پرتہاروں کے متعدد کتبہ اسی تاریخ کے حصہ پنجم میں ملاحظہ فرمائیے جہاں انہوں نے اپنے کو گوجر تحریر کیا ہے۔ بر سبیل تذکرہ ملاحظہ کیجئے راجور کا سنہ ۹۶۰ء کا کتبہ جسمیں راجہ متھن دیو کو گرجر پرتہار لکھا ہے۔

(۴) نیز ملاحظہ کیجئے گوجر گزٹ نمبر ۹ مورخہ ۲۵ راگست سنہ ۱۹۵۸ء میں جناب محمد خورشید عالم سومرو جاٹ کی تحریر، وہ لکھتے ہیں کہ:-

دو جنوبی سندھ کے گوجر حکمراں "رانا" اور "جام" کہلاتے تھے۔

(۵) نزور کا خاندان جنہوں نے اکبر کی ماتحتی قبول نہ کر کے اپنی ریاست چھوڑ دی تھی... آج میرے زمانہ میں علاقہ ڈونگری ریاست گوالیار میں رہتے ہیں اور "رانا" کہلاتے ہیں یہ صاف طور سے اپنے کو گوجر کہتے ہیں اور گوجروں میں ان کی رشتہ داریاں ہوتی ہیں یہ خاندان راجہ من سکھ کی اولاد ہے۔

(۶) گجرات (سہارنپور) کے مسلمان گوجر اپنے کو "رانا" کہتے ہیں۔

راجکمار:- لفظ راجکمار بھی گوجروں کا اعزازی لقب ہے چنانچہ ریاست لنڈھورہ کے گوجر راجہ اپنے بیٹوں کو راجکمار کہتے ہیں۔

ریاست سمتھر کے موجودہ ولیعہد جناب رجیت سنگھ کو مہاراجکمار تحریر کیا جاتا ہے۔
ملاحظہ ہو تاریخ "دریا دا کی دیواریں" صفحہ نمبر ۳ و نمبر ۴ ۱۲ حصہ چہارم
مصنفہ دیش راج بھٹی پرنسپل دسر مطلم گنگ داس پور کالج
تمام گوجر اپنے نام میں لفظ کمار تحریر کرتے ہیں مثلاً تیندر کمار بینوار گوجر وغیرہ وغیرہ۔

قابل غور بات

یہ ادبی اور علمی نکتہ ہے کہ جو شخص "راجپوت" ہوگا اسکا اعزاز "رانا" اور "کمار" یعنی "کنور" نہیں ہو سکتا۔ یہ سب الگ الگ اعزازات ہیں اور مختلف حالات میں اشخاص کیلئے ان میں سے صرف ایک ہی اعزاز استعمال ہو سکتا ہے، یعنی کوئی راجکمار اپنے کو رانا نہیں کہہ سکتا، اسی طرح کوئی رانا اپنے کو راجکمار نہیں کہہ سکتا، بعینہ کوئی راجپوت اپنے کو رانا یا کمار (کنور) نہیں کہہ سکتا۔

جب کوئی شخص معزز بہ لفظ "راجپوت" ہے تو رانا یا راجکمار یا کنور کہنا لفظ... راجپوت اعزاز سے فراری ظاہر کرتا ہے۔

چنانچہ آجکل جتنے راجپوت اپنے کو رانا یا کنور لکھتے ہیں یہ ان کیلئے مناسب نہیں اکبر کے زمانہ میں صرف پرتاپ ہی کو "رانا" تحریر کیا گیا ہے اور اس پر عمل کرنے والوں کو راجپوت رانا کی اولاد آج تک اپنے کو راجپوت نہیں کہتی لیکن راجپوتوں نے اپنے نام میں لفظ "رانا" اور "کمار" (کنور) لکھنا شروع کر دیا ہے جو رانا ؤں کی عظمت و بزرگی کی ایک بیّن مثال ہے اور "رانا" کون ہیں اس کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

اب ہم فخر آریہ ورت کا شجرۂ نسب تحریر کرتے ہیں جو ہمارے موقف کو اور بھی واضح کر دے گا۔

"لو" کی اولاد آج تک لوے گوجر کہلاتی ہے۔ میواڑ کے رانا اپنے کو شری رامچندر جی کے بیٹے لو کی اولاد کہتے ہیں۔

ملاحظہ ہو بمبئی گزٹ ایر

قدیم لوے گوجروں میں قبل مسیح ایک شخص راجہ بالا تھا جس کی اولاد کا الگ گوت مقرر ہوا اور اس کی اولاد "بالک" کہلائی چنانچہ تمام "بالک راجگان" "گوجر تھے۔

ملاحظہ ہو تاریخ کے۔ ایم۔ منشی صاحب

پہلی صدی عیسوی میں بالا خاندان نے ایک شہر ولبھی پور آباد کیا، ولبھی پور کے "بالا" آئندہ ولبھی کہلائے، ولبھی خاندان میں پانچویں صدی میں "بھٹارک" ایک مشہور راجہ ہوا۔۔ بھٹارک کی اولاد پر ہونوں نے حملہ کر کے ولبھی پور کو چھٹی صدی میں تباہ و برباد کر دیا۔ ان کے تین حصے ہوئے ان کا کچھ حصہ ترک سکونت کر کے گنگا جمنا کے دوآبہ میں علاقہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں جا بسا جہاں وہ آج تک آباد ہے اور بھٹارک کی اولاد ہونے کی وجہ سے بھٹاریا ٹبار۔۔ کہلاتے ہیں اور وہاں تحصیل نکوڑ میں ان کے دیہات آباد ہیں اور یہ سب گوجر کہلاتے ہیں، ان کا علاقہ "باونی" کہلاتا ہے کیوں کہ کسی زمانہ میں انہوں نے باون گاؤں آباد کیے تھے اب ان گاؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

مسلمان گوجروں میں اب میرے زمانہ میں اس خاندان میں رانا حکیم الدین ٹبار ساکن ابراہیم پورہ ضلع سہارنپور و رانا مقصود علی ٹبار ساکن پلٹھیڑی ضلع مظفر نگر وغیرہ بہت ہی معزز ہستیاں ہیں جو گوجر کہلاتے ہیں۔

موجودہ زمانہ کے مشہور مورخ جناب کے۔ ایم منشی صاحب نے بھی ان کا گوجروں کے ضمن میں تذکرہ کیا ہے، ملاحظہ ہو انکی تاریخ کا صفحہ ۲۲۔

ولبھی پور کی تباہی کے بعد کچھ ولبھی دریائے نربدا کی طرف موجودہ احمد آباد کے علاقہ میں چلے گئے اور یہی ولبھی آجکل پٹیل اور کنبی کہلاتے ہیں، اور گوجروں میں شمار ہوتے ہیں سردار ولبھ بھائی پٹیل (ڈپٹی دارم) نائب وزیر اعظم بھارت گوجر تھے۔

چتوڑ میں گہلوٹ خاندان مدت مدید تک حکومت کرتا رہا انہوں نے دو شہر واگڑ و باگڑ اور سیسود بسائے اکبر کے زمانہ میں چتوڑ پر شاخ سیسودیہ حکومت کرتی تھی، چنانچہ رانا پرتاپ کا گوت سیسودیہ کہلاتا ہے۔ گہلوٹ خاندان کو تمام مورخ گوجر مانتے ہیں۔

جب میواڑ پر اکبر نے حملہ کیا تو کچھ گہلوٹ پنجاب آئے اور کچھ نے واپس گجرات۔۔۔ (کاٹھیاواڑ) کا رخ کیا۔ کاٹھیاواڑ کے گہلوٹ گہیل وال کہلاتے ہیں کیوں کہ یہ ہجرت خفیہ طور سے ہوئی تھی لہذا کاٹھیاواڑ کے گہیل وال اب دوسری قوموں میں شامل ہو گئے ہیں مگر کہلاتے گہیل وال ہی ہیں۔

میواڑ سے سب سے بعد میں باگڑ کے گہلوٹ نے پرتاپ کے حکم سے کومل میر چھوڑا تھا، یہ بھی خفیہ طور سے نکلے تھے، باگڑی دور دور پہنچے انہوں نے کئی صدی

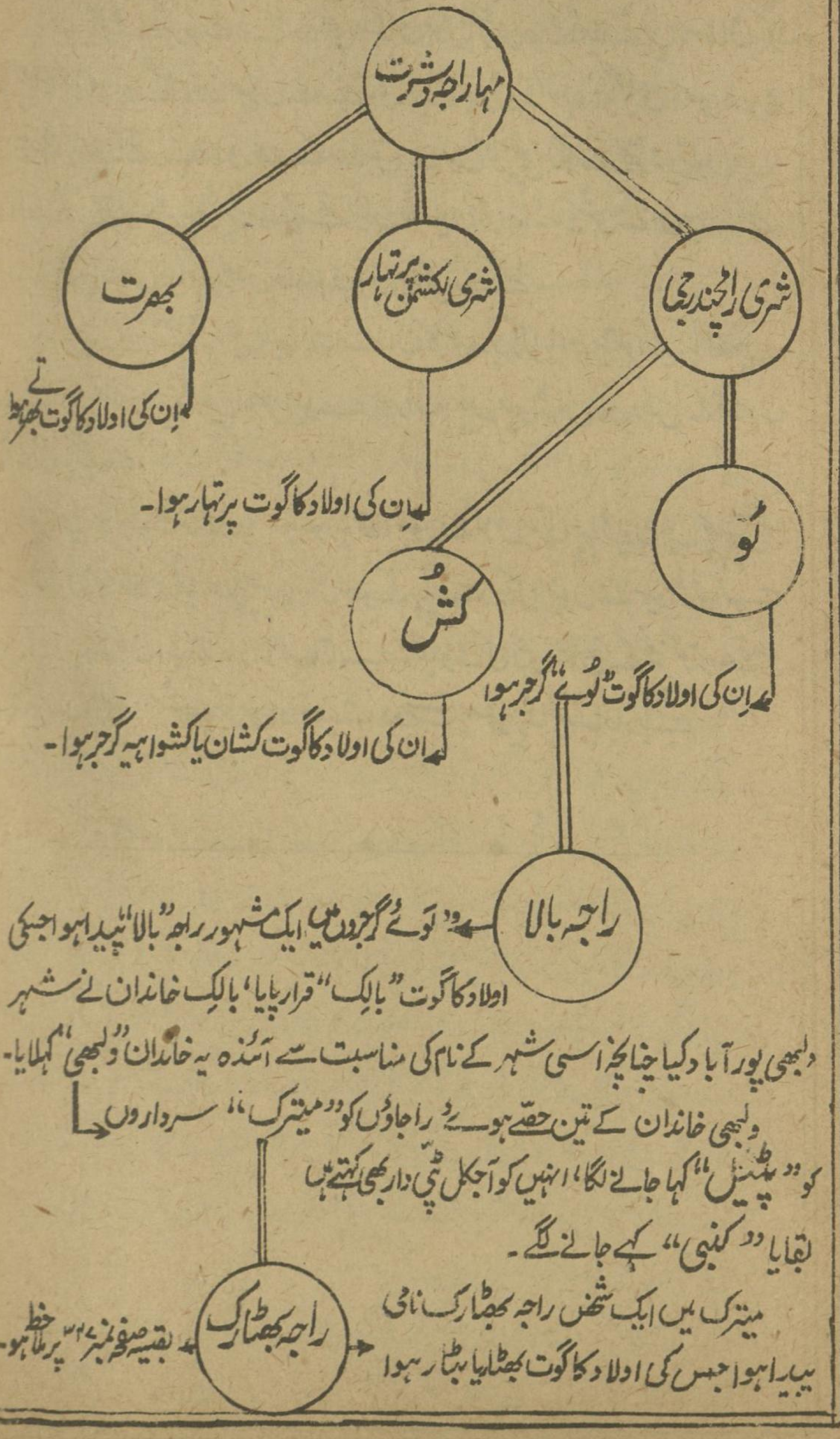
تک پرتاپ کے عہد کو نبھایا، یہ نہ چارپائی پر سوتے تھے اور نہ برتنوں میں کھانا کھاتے تھے، جو باگڑی مسلمان ہو گئے وہ آجتک گوجر کہلاتے ہیں۔

شہر باگڑ سے جو جاٹ تئے وہ بھی مسلمان ہو کر باگڑی جاٹ کہلاتے ہیں۔ مسلمان باگڑی تمام کے تمام آباد ہو گئے اور انہوں نے اپنے قومی عہد کو چھوڑ دیا، ہندو باگڑی اسی طرح خانہ بدوش پھرتے رہے اور عہد کے مطابق نہ بالوں کو قینچی لگاتے تھے نہ برتنوں میں کھانا کھاتے تھے، نہ چارپائی پر سوتے تھے لیکن صدیوں کی خانہ بدوشی نے ان میں سے گوجری جوہر نکال دیا اور محض خانہ بدوش جنگلی رہ گئے۔

۲۶ر جنوری سنہ ۱۹۵۰ء میں بھارت نے ان کا عہد پورا کرایا اور یہ تلواریں ہاتھ میں لے کر اپنے قدیم قلعہ چتوڑ میں داخل ہوئے اور اب انہیں میواڑ میں مادرِ وطن کے قدموں میں آباد کر دیا گیا ہے۔

پرتاپ کا گہلوٹ خاندان سیسودیہ تھا انہوں نے کومل میر کی پہاڑیوں میں پچیس سال تک مغلوں کا مقابلہ کیا اور پچیس سال بھوکے پیاسے رہ کر انہوں نے میواڑ کو اکبر سے چھین لیا، یہ خاندان اب تک رانا کہلاتا ہے۔ گہلوٹ کی اسی شاخ کے فخر گوجر قوم مہارانا پرتاپ تھے، شجرہ برائے واقفیت دوسرے صفحہ پر شائع کیا جا رہا ہے۔

شجرہ مہارانا پرتاپ



نوٹ

راجہ کھٹارک

بسلسلہ صفحہ نمبر ۳۴۶

کھٹاروں کا اعزاز دلبھی یا مہتر تھا اور آئندہ سے یہ خاندان وہ مہترک یا دلبھی کہلاتے رہے

راجہ گہیل

مہترک یا دلبھی خاندان میں راجہ گہیل پیدا ہوا آئندہ جس کی اولاد کا گوت گہلوٹ یا گہیل وال کہلایا اور انہیں کو گہیل تیر بھی کہتے ہیں۔ اس خاندان نے دو شہر آباد کیئے اور دونوں جگہ حکومت قائم ہوئی ایک شہر کا نام سیسودا اور دوسرے کا باگڑ تھا باگڑ کے رہنے والے باگڑی اور سیسود کے رہنے والے سیسودیہ کہلائے۔

راجہ ہمیر

سیسودیہ خاندان کے راجاؤں میں سے راجہ ہمیر پہلا شخص تھا جس نے چتوڑ میں حکومت قائم کی

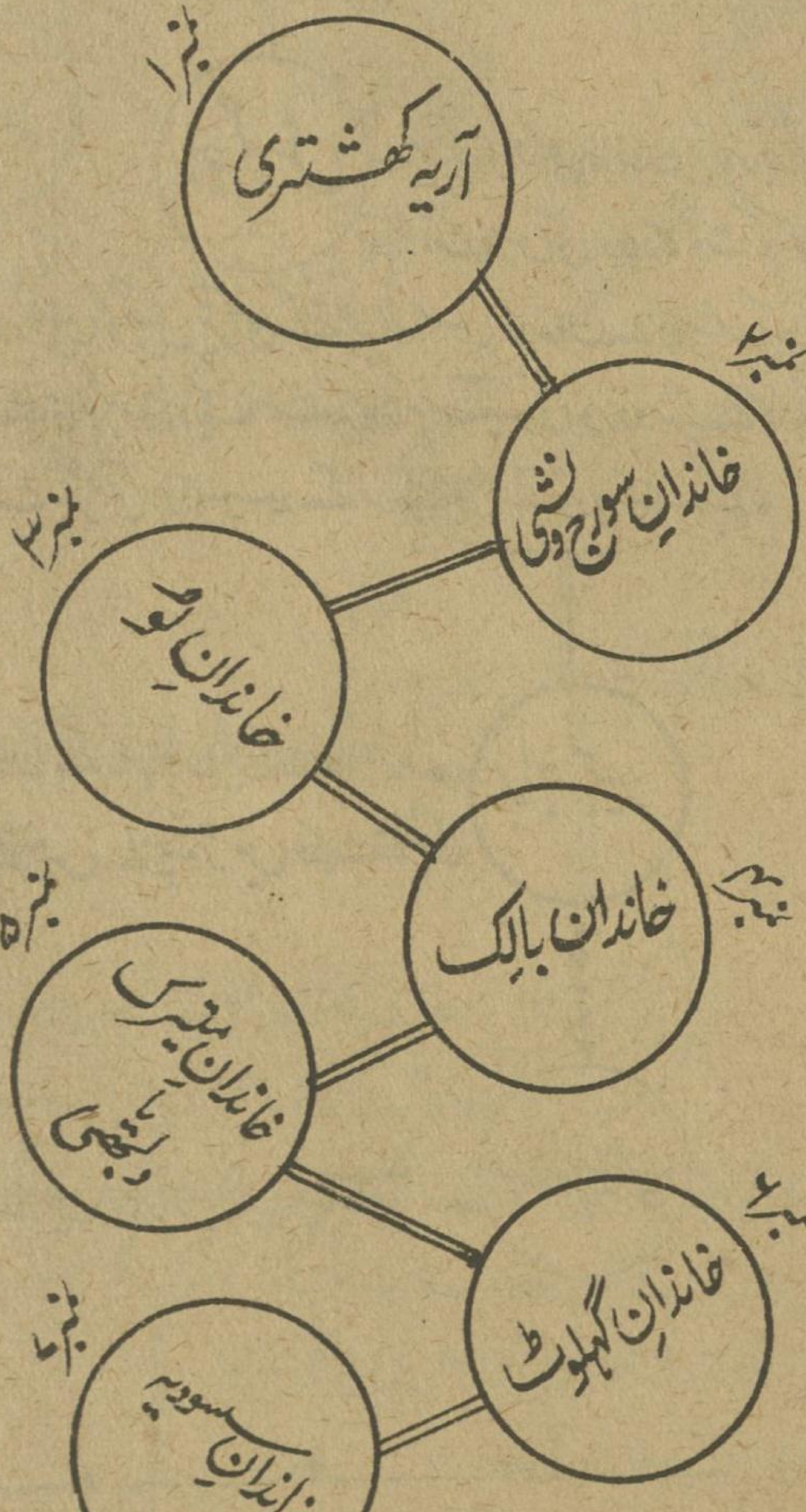
مہارانا پرتاپ

راجہ ہمیر کی اولاد میں مہارانا پرتاپ پیدا ہوئے

★ ★ ★

تفصیل خاندان

مہارانا پرتاپ کا براہ راست مندرجہ ذیل خاندانوں سے تعلق ہے



مندرجہ صفحہ نمبر ۳۴۲ و ۳۴۶ و ۳۴۵ کے سلسلہ کے تمام خاندان گوجر کہلاتے ہیں یہ خاندان کسی دوسری قوم میں شامل نہیں ہیں مگر خاندان سیسودیہ کے لوگ اب اپنے کو صرف رانا اور کھشتری کہتے ہیں۔

مورخ گوجر گو بج نے صفحہ ۱۶۴ پر لکھا ہے کہ:۔

"اکبر نے پرتاپ کے مقابلہ میں رانا کے رشتہ دار بہ لحاظ خون و مذہب لا کھڑے کئے" اسی لئے ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ گہلوٹ راجپوت بھی ہوں کیوں کہ آئین اکبری سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چند گہلوٹ راجپوتی کا درجہ حاصل کر کے اکبری دربار میں پہنچے تھے مگر خاندان۔ گہلوٹ کے مورث خاندانوں میں ایک شخص بھی آج راجپوت نہیں کہلاتا یہ سب گوجر کہلاتے ہیں، تاریخوں سے یہ اچھی طرح ثابت ہے کہ رانا نے کبھی راجپوتوں میں شادیاں نہیں کیں اسی دور سے گوجروں میں تفرقہ پڑا، میواڑ میں منڈل گڑھ کا قلعہ آج تک گوجروں کا ہے جو اودے پور سے صرف ننو میل دور ہے، اس قلعہ کو راجہ جانن گوجر نے بھیلوں کی مدد سے نبایا تھا۔ ملاحظہ ہو ہسٹری آف راجپوتانہ صفحہ نمبر ۳۶۰ حصہ اوّل از مسٹر اوجھا۔

منڈل گڑھ نے رانا کی حمایت میں ہزارہا آدمی قربان کئے، چتوڑ، اودے پور اور منڈل گڑھ آپسمیں رشتہ دار تھے اسی طرح کانکرولی کے گوجروں نے بھی میواڑ کی آزادی میں خاص حصہ لیا، کانکرولی کے سردار رانا کے رشتہ دار تھے تمام میواڑ اور رانا کا خاندان آج تک.. "گڑھ پور" کے مندروں کی پوجا کرتا ہے جسمیں تمام عابد و زاہد گوجر قوم سے تعلق رکھتے ہیں الغرض پرتاپ گوجر قوم کا رانا تھا، حصہ پنجم میں ہم کتبوں کی اصل نقول بزبان سنسکرت شائع کریں گے جس سے صاف ظاہر ہو گا کہ آریہ ورت میں صرف گرجر قوم کا ہی لقب رانا تھا۔

دیپال پور کا!!
بہادر خاندان بھاٹی
غیور ہربنس سنگھ بھاٹیہ اور غیر تمند ابراہیم بھاٹیہ

موجودہ ضلع فیروز پور کا نام تاریخوں میں دیپال پور تحریر کیا گیا ہے۔ دیپال پور کو راجہ.... دیوپال بھاٹی نے اپنے نام پر آباد کیا تھا۔ اکبر کے زمانہ میں شہر دیپال پور براہ راست آگرہ کے ماتحت تھا مگر علاقہ دیپال پور کے تمام دیہات پر بھٹی سردار حکومت کرتے تھے جو حکومت وقت کے ماتحت تھے۔

اکبر نے ان کو حکم دیا کہ وہ آگرہ کے دربار میں مستقل طور سے حاضر رہا کریں اور جسطرح دوسرے سردار درباری مراتب سے سرفراز ہیں وہ بھی آکر سرفرازی حاصل کریں۔

دیوپال کی اولاد میں اس وقت پانچ بھائی تھے جنہیں راجہ ہربنس سنگھ بڑا تھا اور ہرنام سنگھ چھوٹا تھا۔ تمام بھائیوں نے اکبر کے دربار میں پہنچنا اپنی قوم کی تذلیل پر مبنی کرکے سوچا کہ اگر ہم نے انکار کیا تو اکبر جبراً ہماری بے عزتی کرے گا چنانچہ چاروں بڑے بھائی ایک روز تمام بھٹی گوجروں کے ساتھ کوہ شوالک میں پناہ لے گئے۔ راجہ ہربنس سنگھ کئی سال ادھر ادھر مارا مارا پھرتا رہا آخر اس نے گنگا کے کھادر میں ایک علاقہ پر قبضہ کیا اور وہاں قصبہ جبرہیڑا آباد کیا۔

جبرہیڑا خاندان آج تک صاحب عزت و اقتدار سمجھا جاتا ہے۔ ان بہادروں نے اپنے وطن، جائیداد اور اکبری درجات پر لات ماردی مگر مان سنگھ کی طرح راجپوت بننا گوارا نہ کیا۔ یہ خاندان ضلع سہارن پور میں آج تک آباد ہے اور گوجروں میں شمار ہوتا ہے میرے زمانہ میں اس خاندان کے سردار بھرت سنگھ اور سردار جیرت سنگھ ہیں۔

سب سے چھوٹا بھائی راجہ ہرنام سنگھ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچا اور شرف بہ اسلام ہوگیا۔ اس کا نام ابراہیم ہوا۔ اس کی اولاد میں۔۔ بڑے بڑے

صلحاء اصفیا ہوئے، انہوں نے علاقہ ستلج میں بود و باش اختیار کی اور اب پاکستان ہجرت کر کے آ گئے ہیں۔ اس خاندان میں چوہدری محمد عبید اللہ و مولوی عبد الحمید، میاں نذر الدین طبیب اور منشی خلیل الرحمٰن وغیرہ صاحبان مشہور ہستیاں ہوئی ہیں۔

اس خاندان کی یہ دونوں شاخیں آج تک گوجر کہلاتی ہیں اور خاص اعزازات کے مالک ہیں۔

ہانسی کے غیور پنوار!

راجہ فتح پنوار!!

موجودہ شہر ہانسی اکبر کے دور میں ایک وسیع ریاست تھی، جس میں موجودہ ریاست پٹیالہ وغیرہ کا کچھ حصہ بھٹنڈہ تک و نیز تمام ضلع رہتک شامل تھا اکبر کے دور میں اس علاقہ کے دیہات پر پنوار خاندان کا قبضہ تھا۔

یہ پنوار مالوہ سے ۱۳۰۵ء میں نکل کر دکن، پنجاب اور سہارن پور پہنچے تھے سہارن پور کے علاقہ پر جب شیر شاہ نے حملہ کیا تو پھر کچھ لوگ براستہ کرنال کلانور میں آباد ہوئے اور بہت سے گاؤں پر قبضہ کیا ناگڑی اور پنواروں کی وجہ سے بلب گڑھ، کلانور سے لیکر بلند شہر تک جس کا نام پہلے بھٹنیر تھا گجرات کہلایا۔

اکبر کے زمانہ میں ان کے سردار کا نام راجہ فتح پنوار تھا، زیادہ تر دیہات مشرف بہ اسلام تھے، اکبر نے ان کو بھی اپنے دربار کی رونق بنانا چاہا اور راجہ فتح کو حکم دیا کہ وہ دربار میں آ کر منصب حاصل کرے۔

بہادر فتح پنوار نے دربار میں حاضری دینے کو اپنی قوم کی توہین سمجھی، خطرہ کے

کے پیشِ نظر ایک دن رات کو صلاح کر کے معہ اہل و عیال و خاندان گنگا کے کھادر میں جا کر پناہ گزیں ہوا۔

تھوڑے عرصہ گمنامی میں گزار کر علاقہ دیوبند کے رقبہ پر قابض ہو گیا، اس خاندان میں آج چودھری ظہور احمد صاحب بنوار خاص اعزازات کے مالک ہیں سنہ ۱۹۴۷ء تک ان کے پاس ایک گاؤں ملکیت میں تھا۔ باقی زمین اضافۂ آبادی کے ساتھ ساتھ رشتہ داروں میں منقسم ہوتی چلی گئی یہ خاندان آج تک گوجر کہلاتا ہے، ان کے قومی ایثار اور قومی غیرت کے پیشِ نظر لوگ ان کو "بڑ گوجر" (اعلیٰ گوجر) کہتے ہیں۔

ہانسی کے علاقہ میں کئی گاؤں گوجروں کے وہیں رہ گئے تھے۔ ان کا سردار ہجرت کر گیا تو بقایا نے مان سنگھ کی راجپوت فوج میں شرکت کر لی اور اکبر کے نمک خوار راجپوت بن گئے، انھوں نے اورنگ زیب کے زمانہ میں بوندی پر حملہ کے وقت اسلام قبول کیا انگریزوں کے زمانہ میں ان لوگوں کو "رنگھڑ" (دڑاکا) تحریر کیا گیا اور آجکل یہ لوگ راجپوت کہلاتے ہیں اور آجکل یہ لوگ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے ہیں، یہ راجپوت حسب سابقہ فوجی ملازمت کے دلدادہ ہیں۔

کلالوز کے ان راجپوتوں کا نکاس سہارن پور سے ہے، جہاں آج تک اس خاندان کی حکومت لندھورہ میں تھی جسے سنہ ۱۹۴۷ء میں ختم کیا گیا ہے اس خاندان کے سینکڑوں گاؤں آج تک گوجر کہلاتے ہیں، خاص ہانسی میں کوئی راجپوت نہیں کہلاتا، وہاں سنہ ۱۹۴۷ء میں مسلمان گوجروں کا ایک مشہور گھرانا تھا۔ جو اب پاکستان میں آباد ہیں۔

* * *

میرٹھ کے غیور گوجر!
راجہ جگمل اور دیونداس

*

دلی حکومت کی کمزوری سے تمام ملک کے گوجروں نے ہمیشہ فائدہ اٹھا کر... از سر نو اپنی تنظیم کی لیکن اس میں ہمیشہ ناکامیاب ہوتے رہے، جنگ پانی پت کے بعد انہوں نے میرٹھ سے تمام پٹھانوں کو نکال دیا تھا، جب بابر کا تسلط قائم ہوا

اور ہمایوں ہندوستان سے ایران بھاگا تھا تو انہوں نے کچھ قوت حاصل کی اور شیر شاہ کا مقابلہ کیا، مگر شیر شاہ ایک عظیم الشان سلطنت کا مالک تھا اس علاقہ کے گوجر شیر شاہ سے شکست کھا کر کھادر کے جنگلات میں پناہ لے گئے تھے۔

ان گوجروں نے ہیموں بقال کا بھی مقابلہ کیا تھا اور ایک وسیع رقبہ پر قابض ہو گئے تھے۔۔۔

اکبر نے شروع فتوحات پنجاب تک محدود رکھیں، اسی دوران دوآبہ کے گوجروں کو مضبوط ہونے کا موقعہ ملا، اس علاقہ میں راجہ جگمل اور راجہ دیوندا سس مشہور گوجر ہستیاں تھیں جو حقیقی بھائی تھے۔

اکبر نے ابتداء میں ان کو اپنے علاقوں کا سردار مان لیا، جب مان سنگھ نے اکبر سے رشتہ داریاں کر لیں اور تمام راجگان کو معہ مستورات آگرہ میں آباد ہونے کا حکمنامہ پہنچا تو ان غیور گوجروں نے اس حکمنامہ کو ٹھکرا دیا۔ یہی وجہ اختلاف جنگ کا پیش خیمہ ہوئی۔

اکبر نے قلعہ میرٹھ فتح کرنے کیلئے اجمیر کے حاکم مرزا شریف الدین کو ایک کثیر فوج دے کر بھیجا، بہادر گوجروں نے کھلے میدان میں مردانگی کے جوہر دکھائے مگر یہ قلیل التعداد لشکر۔۔ مغلوں کے کثیر التعداد لشکر کے سامنے نہ جم سکا۔ مجبوراً راجہ جگمل اور راجہ دیوندا سس جو یکجا و متحد ہو کر لڑ رہے تھے قلعہ بند ہو گئے۔

مرزا مذکور نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا، نقب لگا کر رات کے وقت بارود سے قلعہ کی ایک دیوار گرا دی گئی اور شبخون کے طور پر فوراً مغلوں نے قلعہ پر حملہ کر دیا مگر بہادر گوجر دھماکہ کی آواز سے جاگ کر تلواریں ہاتھ میں لے کر شکستہ دیوار کے سامنے آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے اور مغلوں و راجپوتوں کو پسپا کر کے ان کے ہزارہا سپاہی موت کے گھاٹ اتار دیئے اکبری فوج بھاگ کر اپنے مورچوں میں واپس آ گئی راتوں رات گوجروں نے شکستہ دیوار کی انتہائی سرعت کے ساتھ مرمت کر لی۔

مرزا شرف الدین نے اب دوسرا پہلو اختیار کیا، قلعہ کی رسد کاٹ دی گئی، محاصرہ طول پکڑ گیا، آخر پورے تین ماہ بعد اہلِ قلعہ کی خوراک ختم ہو گئی اور وہ مجبوراً صلح کے طلبگار ہوئے، مغل سردار نے اس شرط پر صلح منظور کی کہ صرف ایک سواری کے گھوڑے اور ہاتھ میں ایک قمچی کے سوائے باقی تمام سامان قلعہ میں چھوڑ کر نکل جائیں۔ راجہ جگمل اس شرط کے مطابق اپنا تمام ساز و سامان چھوڑ کر نکل گیا۔ اس کے ساتھ تمام فوج بھی چلی گئی

مگر راجہ دیوند اس کی رگوں میں گوجری خون جوش میں آیا اس نے صلحنامہ کی مخالفت پہلے ہی کی تھی اور صلحنامہ پر دستخط بھی نہ کئے تھے، وہ کہتا تھا کہ صلح سے یہ بہتر ہے کہ ہم قلعہ کا دروازہ کھول کر دشمن سے لڑکر اپنی جان قربان کر دیں لیکن راجہ جگل نہ مانا تھا۔

جب قلعہ قریب قریب خالی ہونے لگا تو راجہ دیوند اس نے للکار کر کہا کہ :-

"وہ جن جن لوگوں کو ملک کی آزادی کیلئے جانیں قربان کرنی ہیں وہ قلعہ میں رک جائیں۔"

صرف پانچسو اشخاص نے اس کا ساتھ دیا۔

جب جگل چلا گیا تو دیوند اس اپنے پانچسو سواروں کے ہمراہ ہاتھ میں تلوار گھماتا ہوا نکلا اور مغل سپاہ کو جنگ کی دعوت دی، مرزا کو جب اس کے ارادے کی اطلاع ملی تو وہ بذات خود قلعہ کے سامنے فوج لے کر آیا، شدید معرکہ آرائی ہوئی، ان پانچسو گوجروں نے پانچ ہزار مغل سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، لڑائی کے دوران دیوند اس زخمی ہو کر بیہوش ہو گیا اس وقت تک اس کے ڈھائی سو وفادار کام آچکے تھے بقایا جان نثار اسے گھوڑے پر لاد کر..... صحیح وسالم میدان جنگ سے اٹھا لے گئے، قلعہ پر مغلوں کا قبضہ ہو گیا۔

دیوند اس کئی سال تک جنگلوں میں مارا مارا پھرتا رہا، اس دوران اس نے ایک لشکر..... گوجر نوجوانوں کا تیار کیا اور چند ہی سال بعد دیوند اس کیسری لباس پہنکر وفاداروں کی اس جمیعت کے ساتھ پھر نمودار ہوا۔

اس زمانہ تک اکبر ایک عظیم شہنشاہ ہو چکا تھا لہٰذا مغلیہ پہاڑ سے یہ گوجر شیر ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا، ملک کی آزادی کیلئے جان کی قربانی دینا ہی اس کا مقصد تھا۔

بعض فارسی تاریخوں میں ایسا مذکور ہوا ہے کہ دیوند اس میرٹھ کے پہلے ہی معرکہ میں مارا گیا اور اس کے ساتھی اس کا سر کاٹ کر اپنے ساتھ لے گئے تھے، دوسری مرتبہ چند سال بعد جو شخص کیسری لباس پہنے نمودار ہوا وہ کوئی جوگی تھا چنانچہ یہ جوگی بھی مارا گیا۔

فارسی مورخوں کا یہ بیان سراسر غلط معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ مرزا شرف الدین نے اکبر سے پہلی فتح کے موقعہ پر دیوند اس کے مرنے کی خبر دے کر انعامات حاصل کئے ہوں گے جب دوسری دفعہ دیوند اس نمودار ہوا تو اسے کوئی دوسرا شخص قرار دے دیا اور پھر درباری مورخوں نے بھی مرزا کے بیان کی تصدیق کر دی۔

دیوند اس کی اولاد آج تک ضلع میرٹھ میں علاقہ پر چھت گڑھ میں آباد ہے اور

گوجر کہلاتے ہیں۔

بزدل جگمل جب قلعہ سے نکلا تھا تو سیدھا اکبر کے پاس آگرہ گیا تھا اور اس کی ملازمت حاصل کر کے اپنے ساتھیوں کو بھی مان سنگھ کی فوج میں بھرتی کرایا تھا، جگمل کو اکبری دربار سے "دو یا لصدی" رتبہ ملا۔

قابل غور بات

دیوندا اس اور جگمل دونوں حقیقی بھائی تھے، دیوندا اس جنگ کر کے مارا گیا تھا اس کی اولاد آج تک گوجر کہلاتی ہے اور جگمل نے اکبر کی ملازمت حاصل کی تو اس کی اور اس کے سپاہیوں کی اولاد آج راجپوت کہلاتی ہے۔

* * *

علاقہ گوالیار کے غیور رانا

گرجر رانی درگاوتی

گوالیار کے بارے میں تاریخ ہذا کے حصوں میں مناسب مقامات پر اوراق گزشتہ میں بھی تذکرہ ہو چکا ہے۔ علاؤ الدین خلجی نے قلعہ گوالیار پر تیرھویں صدی عیسوی میں قبضہ کر لیا تھا گر وہ بھی گوجروں کے ہاتھوں سے تلوار نہ چھین سکا تھا اس سے پہلے قطب الدین ایبک نے بھی نبرد آزمائی کی تھی، قلعہ گوالیار پر گوجروں کے مختلف خاندان ہمیشہ حکومت کرتے رہے جنہیں یوسوال گوجر بھی شامل تھے۔

گوالیار کا دار الخلافہ نرور گڑھ گوجروں کو ہمیشہ یاد رہے گا، یہ وہی نرور گڑھ ہے جہاں راجہ نل اور اس کی عصمت مآب رانی دمینتی نے جنم لیا، جن کے گیت آجتک دیہات میں گائے جاتے ہیں۔

راجہ نل کی مدد جس راجہ نے کی تھی اس کا نام من سکھ تھا، من سکھ کی اولاد آج تک "دوڈونگری" کے مقام پر نرور گڑھ کے پاس آباد ہے جو رانا کہلاتے ہیں

گرجر اتہاس (صفحہ نمبر ۲۱) کے مورخ جناب تیندر کمار نے اس خاندان کو ہون گوجر تحریر کیا ہے۔ کیونکہ یہ گوجرائی کو آجتک ہون گوجر کہتے ہیں اور رانا کہلاتے ہیں۔ "ہون" قدیمی خاندان کشان کی شاخ ہے جنہوں نے شمالی پنجاب سے چل کر ایران کو زیر و زبر کر دیا تھا۔

زیر تحریر باب میں ہم اکبری زمانہ کے حالات بیان کر رہے ہیں، اکبر کے زمانہ میں.... نرور گڑھ پر ایک گوجر رانی درگاوتی حکومت کرتی تھی، اکبر نے اسے شادی کا پیغام بھیجا گوجروں کے دربار میں جب کسی راجہ یا حکمراں کا سفیر جاتا تھا تو اس کی بڑی عزت و تکریم ہوتی تھی اور اسے انعامات و خلعت ہائے فاخرہ عطا کئے جاتے تھے۔

غیور گوجری نے اکبر کے سفیر کو انعام میں تلوار اور زرہ بکتر دے کر واپس کیا... اور جواباً تحریر کیا کہ:-

"درگاوتی ایک ایسی قوم سے تعلق رکھتی ہے کہ جن کی عورتیں آگ میں جل جانا بہتر سمجھتی ہیں لیکن اپنی عزت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں، مجھے معلوم ہے کہ بادشاہ نے جیسلمیر اور امبر کے گھرانوں سے عورتیں حاصل کر لی ہیں، مجھے معلوم ہے کہ چاند بی بی سلطانہ بھی بادشاہ کے ساتھ شادی پر مائل ہو گئی تھی، مبارک ہیں وہ غیرتمند مسلمان.... جنہوں نے چاند بی بی کے ٹکڑے کر دیئے، بے عزت ہے برہان پور کا مسلمان بادشاہ جس نے اپنی لڑکی کو اکبر کے لشکر میں بھیج کر اپنی سلطنت کو بچایا، بے غیرت ہے بلوچستان کا بادشاہ ارغوں بیگ جس نے اپنی لڑکی اکبر کے حملہ آور سپہ سالار خانخاناں کو لشکر میں دے کر اپنی سلطنت بچائی.... بادشاہ کو میری طرف سے معلوم ہو کہ اب گوجریوں نے آگ میں جل کر مرنا چھوڑ دیا ہے اور انہوں نے تلوار کا جواب تلوار سے دینا شروع کر دیا ہے۔"

جب یہ مراسلہ آگرہ پہنچا تو اکبر کے سر میں سے عیاشی کا جنون تو نکل گیا مگر اسے اب تلوار اور زرہ کا جواب دیئے بغیر اپنی ہتک محسوس ہوئی، اس نے آصف خاں کو.... پنجہزاری رتبہ دے کر ایک عظیم لشکر کیساتھ تسخیر نرور گڑھ کے لئے بھیجا۔

بے عزت مان سنگھ نہیں چاہتا تھا کہ اب کوئی خاندان گوجروں کا ایسا بچ جائے جو اس کو قابل ملامت سمجھنے کیلئے زندہ رہے، اب تو کوئی مسلمان بادشاہ بھی یہ نہیں.. چاہتا تھا کہ اس ملک میں کسی دوسرے مسلمان کی عزت بچ جائے، تمام ملک میں اکبری

ہندو مسلمان سردار عیاش بن چکے تھے، ہر سردار اپنے علاقوں میں عیاشیوں کی داد دے رہے تھے چنانچہ مان سنگھ نے دربار میں کہا:۔
"قلعہ نرور گڑھ پر آج تک کوئی بادشاہ قبضہ نہیں کر سکا، ان قلعوں کی چال... ڈھال اور انہیں فتح کرنے کے طریقے ہم خوب جانتے ہیں لہٰذا شاہی فوج میں راجپوتوں کی فوج ضرور شامل کی جائے۔"

آصف خاں نے کہا:۔

"نہیں.... مان سنگھ کی ضرورت نہیں ہے.... میں اکیلا کافی ہوں۔"

آصف خاں پچاس ہزار سپاہیوں کا لشکر لے کر گوالیار پہنچا۔ گر جر رانی درگاوتی بیس ہزار جاں نثاروں کا لشکر لے کر حدود گوالیار میں مقابلہ کو آئی، پہلے ہی روز آصف خاں پسپا ہوا، اس کے کافی آدمی مارے گئے۔

حدود گوالیار سے باہر نکل کر اس کی غیرت جوش میں آئی لہٰذا وہ چند دن بعد پھر نرور گڑھ کی طرف چلا، رانی پھر ہاتھی پر سوار ہو کر فوج لے کر آگے بڑھی، دونوں طرف پہلے سے زیادہ جوش و خروش کا مظاہرہ ہوا، گر شام تک کوئی فیصلہ نہ ہو سکا، رات کو آصف خاں نے گوجروں کے لشکر پر شبخوں مارا، گوجر فوج کے محافظ دستہ نے تمام شبخونی تہ تیغ کر دیئے۔

گر جر رانی درگاوتی نے جب یہ خبر سنی تو کہا کہ:۔

"لڑائی کے آثار پھر ہماری موافقت میں ہیں، صبح سویرے ایک ہی حملے میں دشمنوں کو مار بھگایا جائے۔"

چنانچہ جب صبح سویرے دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو رانی نے اپنے ہاتھی کو دشمن کی فوج کی طرف بڑھایا، اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا، ہودج میں بندوق، تلوار اور تیر و ترکش رکھے تھے، رانی کی بہادری دیکھ کر گوجر سپاہ میں جوش و خروش پھیل گیا، چنانچہ دونوں سپاہ باہمی کچھ اس طرح ٹکرا گئیں جیسے دو پہاڑ آپس میں ٹکرا جاتے ہیں۔

دونوں فوجیں آپس میں گتھم گتھا ہو گئیں کسی کو کسی کا پتہ نہیں چلتا تھا، کوئی نہیں... جانتا تھا کہ کون کہاں ہے، بہادر رانی کا ہاتھی بھی اسی جمگھٹے میں تھا، وہ بندوق سے فائر کر کے مقابلہ کر رہی تھی جو اس کے نزدیک آیا اس نے اسے تلوار سے ختم کر دیا، دشمن

کے گھوڑوں پروہ نیزوں سے وار کرتی تھی، جب دشمن کے ہاتھی نے اس کی طرف سونڈ پھیلایا اس نے تلوار مار کر اس کی سونڈ کاٹ دی۔ آصف خاں زخمی ہوکر اپنی جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگ گیا، اپنے سپہ سالار کو بھاگتا دیکھ کر اس کی فوج بھی اس کے پیچھے میدان جنگ سے بھاگ نکلی۔

بہادر رانی نے حکم دیا کہ دشمن کی فوج کا تعاقب کیا جائے، خود ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوئی، گھوڑا دشمن کی فوج کے پیچھے سرپٹ دوڑنے لگا رانی نے بہت سے دشمنوں کو تہِ تیغ کیا، دشمن حدود گوالیار سے باہر نکل گیا۔ بہادر گوجر واپس نرور گڑھ آئے۔

آصف خاں کو ان پے در پے شکستوں سے سخت ندامت ہوئی اس نے شرم کے مارے آگرہ جانا مناسب نہ سمجھا وہ اپنی جاگیر میں کڑہ اور مانک پور آیا اور از سرِ نو لشکر فراہم کرنا شروع کیا۔ اپنی مدد کیلئے سکندر خاں اور ابراہیم خاں ازبک کو معہ افواج بلایا چند ماہ بعد پھر عظیم لشکر لے کر نرور گڑھ کی طرف چلا۔

آصف خاں نئی بھرتی کر سکتا تھا، وہ اپنی تمام غمزنی افواج فراہم کر سکتا تھا لیکن نرور گڑھ کا محدود علاقہ ابھی تک گذشتہ جنگوں کی کمی پوری نہ کرنے پایا تھا، آس پاس کے تمام علاقہ جات اکبر کے ماتحت وخیر خواہ تھے لہذا رانی اپنے بچے کھچے جان نثار بہادر گوجروں کے ساتھ مقابلہ کو نکلی۔

جنگ عظیم واقع ہوئی۔ پہلی دو لڑائیوں سے آصف خاں نے یہ نتیجہ اخذ کر لیا تھا کہ جب تک رانی زندہ سلامت فوج میں شریک ہوکر لڑتی رہے گی، گوجر شیر اس کے آگے رانی کیلئے سینہ سپر ہوتے رہیں گے لہذا اس نے اپنے تیر اندازوں کو حکم دیا کہ چاہے تمام سپاہ.. فنا ہو جائے لیکن تم صرف رانی کے اوپر تیروں کی بارش کرتے رہنا، اگر رانی ختم ہو گئی تو بس میدان ہمارے ہاتھ آجائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، جب لڑائی شروع ہوئی تو آصف خاں کے تیر اندازوں نے رانی کے ہاتھی کی طرف تیر برسانے شروع کر دیئے، ایک تیر رانی کی آنکھ میں لگا، رانی نے آنکھ سے تیر نکالا اور رومال باندھ کر پھر لڑنا شروع کیا دفعتاً اسے خیال ہوا کہ کہیں وہ گرفتار نہ ہو جائے اس لئے اس نے فیلبان سے خنجر مانگا اور خنجر لے کر اس نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔

مورخ فرشتہ نے صرف آخری سطور میں جنگ کا اور اس کے بعد کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔

"دریں صورت جنگی درغایت صعوبت روی داد وتیرے بچشم رانی مزبورہ رسیدہ ازتردد باز ماند وازغایت ناموس کہ مبادا دستگیر شود دل ازجان برداشتہ خنجر از فیلبان گرفت وخود را بکشت وعروس ملک کہ ہر روز درکنار شوہری وہر شب درعقد دیگریست... ہم آغوش آصف خاں گشتہ بقلعہ چوراگدہ کہ مسکن رانی بود رفت ولیسر خورد سال رانی کہ درقلعہ بود وقت ہجوم در زیر دست وپائے مردم ہلاک شد وخارج جواہر وتماثیل طلاو مرصع وامتعہ نفیسہ کہ درسرکار بزرگاں میباشد یکصد عدد دیگ کلاں مس کہ... باصطلاح ہند آنرا کنکال گویند مملو از اشرفی علائی احمر وحاصل سرکار آصف خاں گشت وآصف خاں سیصد فیل میانہ از جملہ یکہزار ویانصد فیل جہت بادشاہ فرستاد وچیزہائے دیگر را درمیان نیاورد عرش آشیانی شکارکناں چوں بولایت کرہ درآمد ازگرمی ہوا وبادہائے مخالف بیمار شد وبجانب آگرہ برگشت۔"

ترجمہ: "اس صورت میں جنگ عظیم واقع ہوئی ناگاہ ایک تیر رانی کی آنکھ میں لگا تردد (کی وجہ) سے (لڑائی سے) باز رہی اور پاس ناموس سے کہ مبادا گرفتار اور دستگیر ہو جائے دل (اپنی) جان سے اٹھا کر فیلبان سے خنجر لیا اور اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔ (اور اپنا نام جریدۂ عالم میں ثبت کیا) اور عروس فلک، کہ ہر روز ایک شوہر کے آغوش میں اور ہر شب دوسرے کے عقد میں جاتی ہے آصف خاں کے ہم آغوش ہوئی۔ (یعنی ملک پر آصف خاں کا قبضہ ہو گیا)

اور آصف خاں قلعہ چوراگڑھ میں گیا جہاں کہ رانی کا مسکن (رہائشی محل) تھا، رانی کا خردسال (کمسن) بچہ ہجوم کے وقت آدمیوں کے ہاتھ پاؤں سے (پامال ہو کر) ہلاک ہو گیا۔ جواہرات وتماثیل سنہری ومرصع اور قیمتی ونفیس چیزیں جو کہ سرداروں کی سرکار میں ہوتی ہیں ونیز تانبہ کی ایک سو عدد دیگیں جن کو ہندی میں کنکال کہتے ہیں ونیز سرخ (اصلی) سونے کی مملو اشرفی آصف خاں کی سرکار میں داخل ہوئیں (یعنی ہاتھ آئیں) آصف خاں نے ایکہزار اور پانچسو ہاتھیوں میں سے کل تین سو ہاتھی بادشاہ کے واسطے بھیجیں اور دوسری چیزوں کا ذکر درمیان میں نہ لایا۔ عرش آشیانی

(یعنی جس کا گھر آجکل عرش پر ہے) (یعنی اکبر) شکار کرتا ہوا جب ولایت گڑھہ میں آیا تو ناخوشگوار ہواؤں کی گرمی سے بیمار ہوا اور (واپس) آگرہ کی طرف چلا آیا۔"

آگے اسی تاریخ میں بڑی تفصیل سے یہ بھی درج ہے کہ چونکہ گوجروں کی تمام دولت اکبر کو نہ پہنچی تھی، اس لیے اس نے آصف خاں، سکندر خاں اور ابراہیم خاں ازبک کے خلاف بہت دنوں تک لڑائی کر کے انہیں سزا دی اور سارا مال و دولت اگلوا کر کچھ کو مار دیا اور کچھ کو معاف کر دیا۔

الغرض گوجروں کی حکومت نرور گڑھ ہمیشہ کیلئے ختم ہوگئی مگر نرور گڑھ کے راجاؤں کا عزم و استقلال کبھی کم نہ ہوا وہ ادھر ادھر جنگلوں میں پھرتے رہے لیکن انہوں نے اکبر کی ماتحتی پر لعنت بھیجی، اس لڑائی کے بیس سال بعد انہوں نے پھر بہادری دکھلائی، اکبر کی فوجیں دکن کی فتح کے بعد جب اس علاقہ میں آئیں تو نرور کے گوجر ایک دم گھاتوں میں سے نکل پڑے، شاہی فوج دم دبا کر بھاگ گئی تمام ساز و سامان پر گوجروں کا قبضہ ہوگیا۔ ابوالفضل اسی لڑائی میں مارا گیا۔

نرور گڑھ کا خاندان آجکل ڈونگری (مقام) علاقہ گوالیار میں رہتا ہے، یہ آج تک گوجروں میں شمار ہوتے ہیں اور رانا کہلاتے ہیں۔

گجرات (پنجاب) کے غیور گوجر!

غیور سلطان آدم گوجر

موجودہ ضلع گجرات کو قدیمی گجرات سمجھنا صحیح نہیں ہے، گجرات (پنجاب) کی بنیاد سلطنت نویں صدی عیسوی میں پڑی تھی جب کہ راجہ مہر بھوج گوجر اعظم والئے قنوج نے اپنی حکومت کو پشاور تک وسیع کیا اور کابل وغزنی کے برہمن راجاؤں کو مطیع کیا، گوجروں کی اس عظیم سلطنت کے شمالی مغربی حصہ کا صوبیدار راجہ الکھان تھا جس کے ماتحت ملتان سے پشاور تک کا علاقہ تھا، مشرق میں اس کی حدود دریائے جمنا تک تھیں مشرق میں اس کا نام تکہ دیش تھا کیوں کہ راجہ الکھان تھکیہ (ٹک) خاندانِ گوجر سے تعلق رکھتا تھا۔

مہر بھوج اعظم کی وفات کے بعد راجہ الکھان آزاد وخود مختار ہوگیا، لیکن کشمیر کے راجہ شنکر ورمن نے حملہ کرکے اس کو شکست دی اور اس کا کچھ علاقہ چھین لیا، الکھان نے نئے تعمیر کردہ شہر کا نام گجرات رکھا چنانچہ شہر گجرات کے گردونواح کا تمام علاقہ گجرات کہلانے لگا جس میں شہر سیالکوٹ بھی شامل تھا اور مشرق کی طرف ضلع ہوشیارپور وغیرہ پہلے تو تکہ دیش کہلایا اور پھر جب لودہ گوجروں نے شہر لودھیانہ کو دسویں صدی میں آباد کیا تو اضلاع ہوشیارپور، جالندھر اور لودھیانہ گوجر دیش کہلائے۔

موجودہ گجرات (پنجاب) کے گردونواح کے گوجروں کا تاریخ میں خاص مقام ہے حالانکہ اس علاقہ کے گوجر باقی تمام گوجروں سے زیادہ بیرونی حملہ آوروں کے مظالم کا نشانہ بنے لیکن انہوں نے آج تک اپنی قوم کا نام اونچا کئے رکھا۔

بابر نے اس علاقہ کو کئی دفعہ پامال کیا مگر ہر دفعہ اس علاقہ کے گوجروں نے بابر کی پیشقدمی روک دی، جب ان میں فوجی مقابلہ کی ہمت نہ رہی تو انہوں نے بابر کی فوج پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے، تاریخیں شاہد ہیں کہ اس علاقہ کے گوجروں نے دوسرے

علاقوں کیطرح اکبر سے پہلے کسی بھی بادشاہ کی ماتحتی قبول نہ کی یہ صحیح ہے کہ ان سے زبردستی لگان وصول کئے گئے ان کے گھر اور کشت و زراعت تباہ و برباد ہوئی لیکن انہوں نے کبھی اپنا سر کسی بادشاہ کے سامنے سرنگوں نہ کیا، اکبر کے زمانہ میں جب لوگ دور دراز سے چل کر آگرہ سے خطابات اور جاگیریں لے کر آتے تھے اور یہی جاگیردار آئندہ راجپوت کہلائے۔

اس زمانہ میں بھی گجرات نے اپنا سر اونچا کئے رکھا۔

گوجروں نے شاہی چوکیاں اس علاقے سے اٹھوادیں۔ اکبر کشمیر جاتا ہوا خود اس علاقہ میں آیا، گوجر اور جاٹ دونوں ہی شاہی.. فوج کے مقابلہ سے عاجز آئے، اکبر نے ان سے سوا لاکھ روپیہ طلب کیا کہ جو قوم سوا لاکھ روپیہ دیگی اسی کا اقتدار اس علاقہ پر تسلیم کیا جائے گا۔

چنانچہ سلطان آدم گوجر نے سوا لاکھ روپیہ دیکر اس علاقہ کو گوجروں کے نام چھڑا لیا اور پھر ایک چیچی سردار نے شہر گجرات کو از سر نو تعمیر کرایا۔

بحوالہ.... آرکیولوجیکل سروے رپورٹ (۲) صفحہ نمبر ۶۱
" ..... گوجر اتہاس .... صفحہ نمبر ۲۳۶
" ..... شاہان گوجر .... صفحہ نمبر ۲۲۴
" ..... گجرات گزٹ ایر

نوٹ:۔ میں مولف گرجر انگریزوں کے زمانہ کی تحقیقات اور ان کے مطابق ان تحریرات سے متفق تو ہوں مگر اس واقعہ کا صحیح بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

فارسی تاریخوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس علاقہ کے گوجروں کے ہر سردار کو اور اسی طرح صوبہ سرحد کے گوجروں کے ہر سردار کو کھوکھر تحریر کیا گیا ہے کوئی مورخ کھوکھر اور گوجر کا امتیاز نہ کرسکا۔

کھوکھر دراصل گوجروں کا ایک گوت (خاندان) ہے مذکورہ بالا کتب میں آدم کو.. گوجر تحریر کیا گیا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے۔ فارسی تاریخوں میں اس کو آدم کھوکھر تحریر کیا گیا ہے۔

چنانچہ یہ دونوں باتیں صحیح ہیں، آدم گوجر تھا اور خاندان کھوکھر سے تعلق رکھتا تھا اور اس حقیقت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ کھوکھر دراصل گوجر ہیں، ابھی میں اپنا نقطۂ نظر واضح کروں گا کہ کھوکھر کیسے راجپوت بنے، فارسی تاریخوں میں مذکور ہے کہ.... سارنگ خاں کھوکھر جس نے گجرات سے افغانوں کو نکالا تھا شیر شاہ کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا، پھر پانچ سال بعد سارنگ خاں کھوکھر کا بیٹا کمال خاں اسی گجرات میں نمودار ہوا اور اس نے افغانوں کو پکڑ کر فروخت کرنا شروع کر دیا

سلیم شاہ نے اسے گرفتار کر کے قلعہ گوالیار میں بند کر دیا اور اس کے ساتھ اور بھی کھوکھر بند کئے گئے اور اس کوٹھری میں بارود بچھوا کر آگ لگوا دی گئی تمام کھوکھر مارے گئے مگر خدا کی قدرت دیکھئے، کمال خاں بچ گیا، سلیم شاہ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوا، چنانچہ اس نے.... کمال کھوکھر کو قسم دی کہ وہ آئندہ افغانوں کو تنگ نہ کرے۔

اسی دوران سلیم شاہ مر گیا اور کمال نے اپنے علاقہ پر آکر دوبارہ اقتدار حاصل کرنا چاہا لیکن گجرات پر اس وقت اس کا چچا سلطان آدم قابض تھا، یہ چچا بھتیجے آپس میں لڑ رہے تھے لیکن اصل قبضہ آدم کا تھا۔

جب ہمایوں دوبارہ ہندوستان آیا تو کمال خاں کھوکھر ہمایوں کی خدمت میں پہنچا۔ ہمایوں اس سے خوش ہوا۔ ہمایوں صرف چھ ماہ بعد انتقال کر گیا، کمال خاں بادشاہ اکبر کی خدمت میں رہتا تھا، کمال خاں کو تو پٹھانوں سے بغض تھا ہی چنانچہ جب اکبر کی فوجوں کا مقابلہ خانِ زماں سے ہوا تو کمال نے کمال کر دیا۔ اکبر نے خوش ہو کر اسے کڑہ ومانکپور (موجودہ الٰہ آباد کا علاقہ) جاگیر میں دیدیا۔

مگر آدم کھوکھر نے اکبر کی ماتحتی قبول نہ کی لہذا اکبر نے مسلمان گوجروں کے "مان سنگھ" یعنی کمال کھوکھر راجپوت کو اپنے حقیقی چچا کے خلاف لڑنے کیلئے فوج دیکر بھیجا، پنجاب کے مغل سرداروں نے کمال کی مدد کی اور غیور آدم کو زندہ گرفتار کیا، اکبر نے سوا لاکھ روپیہ لے کر اسے چھوڑ دیا۔

آج تک آدم کو تاریخوں میں گوجر تحریر کیا جاتا ہے، سلطان آدم کی اولاد آج تک گوجروں میں شمار ہوتی ہے اور کمال کی اولاد راجپوت کہلاتی ہے۔ صرف کمال ہی راجپوت نہیں بنا بلکہ اس کے ساتھ ہزارہا گوجر اور بھی راجپوت بنے جنہیں سعید خاں بھی ہے جس نے سرحد کے گوجروں کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا، گجرات کے گوجروں کا یہ سب سے بڑا اعزاز ہے کہ جب تمام ہندوستان

میں راجپوتی کا دور دورہ تھا انہوں نے شہر گجرات کو از سر نو تعمیر کر کے اس کا نام گجرات ہی رکھا حالانکہ قدیمی شہر بابر نے تباہ کر دیا تھا۔

***

سوات و ہزارہ و سرحد کے غیور گوجر

عبداللہ خاں گوجر

صوبۂ سرحد، سوات، بنیر، جہلم و نیز ہزارہ کے گوجروں نے تاریخ میں اپنا نام ہمیشہ روشن کیا ہے، اس علاقہ کا راجہ جے پال کھٹانہ گوجر تھا۔ جس کا دارالخلافہ پہلے پشاور تھا اس کی سلطنت میں کابل بھی شامل تھا۔

اس علاقہ نے جتنے مقابلے بیرونی حملہ آوروں کے ساتھ کیے کسی دوسرے علاقہ نے ہرگز نہیں کیے، اس لیے سب سے زیادہ مظالم کا نشانہ یہی لوگ ہے آج ان میں نہ تو تعلیم ہے اور نہ ان کو تاریخ سے واقفیت ہی رہی، اس علاقہ میں زیادہ تر گوجر بھیڑ، بکریاں پالتے ہیں۔ یہ پشاور، تنولی، امب، بھیڑہ وغیرہ میں اپنے قلعوں اور محلوں کو بھول چکے ہیں لیکن ان کے کارناموں کو تاریخ نہیں بھلا سکتی۔ بیرونی حملہ آور قوموں نے انہیں نان و نفقہ سے بھی مجبور کر دیا تھا

اکبر کے زمانہ میں ایک بہادر گوجر عبداللہ خاں کا نام ملتا ہے جس نے کابل اور ہندوستان کے درمیانی راستے کو منقطع کر دیا، اسی دوران سرحد میں ایک اور واقعہ پیش آیا، پیر روشنائی ایک بزرگ نے مغلوں کی حکومت کے خلاف ایک گروہ تیار کر لیا، اس کے انتقال پر اس کا بیٹا جلالہ اس کا قائمقام ہوا۔

تاریخوں سے واضح ہوتا ہے کہ جلالہ کا زور سوات اور وجور میں تھا یہ علاقے خالصتاً گوجروں کے ہیں جہاں انکی نوے فیصدی آبادی ہے، اکبر نے اٹک (سندھ) پار کر کے گوجروں کی آزادی کو ختم کرنے کیلئے غدار مان سنگھ کو بھیجا اور اس غدار... مان سنگھ نے جہاں ہزارہ، کاغان اور سرحد کے لوگوں پر لشکر کشی کر کے ان کو مغلوب

کرلیا۔ مگر سوات کے گوجروں نے اسے شکست فاش دی، عبداللہ خاں زخموں کی تاب نہ لاکر انتقال کر گیا۔

اکبر نے مان سنگھ کی حمایت کیلئے سعید خاں کھوکھر، شیخ فیضی، ملا شیری، صالح عاقل، زین خاں کوکہ اور ابوالفتح گیلانی کو افواج دے کر بھیجا، یہ لشکر مان سنگھ سے ملنے نہ پایا تھا کہ گوجروں اور پٹھانوں نے اس عظیم الشان لشکر کو شکست فاش دی، لڑائی میں بیربل اور ملا شیری مارے گئے، ان کے علاوہ آٹھ ہزار آدمی شاہی فوج کے تہ تیغ ہوئے۔ زین خاں کوکہ اور ابوالفتح گیلانی وغیرہ گرتے پڑتے قلعۂ رہتاس میں پہنچے، جہاں بادشاہ اکبر بذاتِ خود مقیم تھا۔

بادشاہ اکبر خوف زدہ ہو کر واپس لاہور آگیا، مگر ملک کا غدار مان سنگھ صوبہ سرحد کے اندر ہی ڈٹا رہا اس نے کتل خیبر کو پٹھانوں اور گوجروں کے خون سے رنگین کر دیا، بادشاہ اکبر اس کی بہادری سے بہت خوش ہوا اور اس نے اسے صوبہ سرحد سے سیدھا کابل روانہ ہونے کا حکم دیا جہاں افغانوں نے اپنے ملک کی آزادی کیلئے مغلوں کے خلاف تلوار اٹھائی تھی، مان سنگھ نے افغانوں کو بھی شکست دی، اکبر نے اسے کابل کا صوبیدار بنا دیا اور وہ وہیں مقیم ہو گیا۔

صوبہ سرحد کے گوجروں کی قومی حمیت اس بات سے عیاں ہے کہ انہوں نے گوجر نام کو ہمیشہ "گوجر خیل" "کٹانہ خیل" وغیرہ اسماء سے روشن کیا۔

شہنشاہ اکبر کا وہ طوفانی زمانہ جب کہ گوجروں کے دو مستقل حصے ہو رہے تھے اور گوجروں کے سب سے پہلے گھر یعنی گجرات کاٹھیاوار میں لوگ اپنے کو آئین اکبری میں گوجر تحریر کرانے سے عاجز رہے ضلع ہزارہ کو "ہزارہ گوجران" تحریر کیا گیا ہے۔

ملاحظہ ہو آئین اکبری جلد اول حصہ دوم میں نقشہ ذات وغیرہ۔

سرکار سندیہ ساگر مصنفہ علامہ ابوالفضل۔

جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اکبر کے زمانے میں "سرکار سندیہ" یعنی دریائے جہلم و دریائے سندھ کے اوپری علاقوں میں گوجر اپنا خاص مقام رکھتے تھے۔

گجرات (کاٹھیاواڑ) کے گوجر خاندان اہیر وغیرہ
اور
اکبر کا زمانہ

اکبر کے زمانہ میں گجرات (کاٹھیاواڑ) کے گوجروں میں چند خاندانوں نے اکبر کی ماتحتی... قبول کر کے جاگیریں پائیں اور دربار میں خطابات حاصل کئے اب ان سب کی اولاد راجپوت کہلاتی ہے۔

راجپوتوں کی جو فہرست اس باب کے شروع میں دیگئی ہے اسمیں اس علاقہ کے ان سرداروں کے نام ہیں جو راجپوت بنے، لیکن گجرات کے پٹی دار، کنبی اور لوے وغیرہ خاندانوں میں ایک شخص بھی راجپوت نہیں کہلایا۔

رن کچھ کے پاس رائے کھنگار ہیر نے اکبر کی ماتحتی قبول نہ کی اس پر خانِ اعظم مرزا عزیز کوکہ نے بادشاہ کے حکم سے حملہ کیا مگر شکست کھائی، رائے کھنگار کی اولاد آج تک اہیر کہلاتی ہے یہ ہرگز اپنے کو راجپوت نہیں کہتے جب کہ کئی جگہ اہیر خاندان کے لوگ اکبری ملازمت کر کے راجپوت کہلانے لگے، اسی طرح بھاؤنگر کے گوجروں نے بھی جونا گڑھ کے والی دولت خاں ولد امین خاں کو اپنے ساتھ ملا کر بیس۲۰ ہزار آدمیوں کا لشکر لے کر اکبر کی فوجوں کا مقابلہ کیا، جنگ عظیم واقع ہوئی شاہی فوجوں کا سپہ سالار خانِ اعظم مرزا کوکہ تھا۔ لڑائی اس قدر خوفناک ہوئی کہ بڑے بڑے سردار دونوں طرف کے مارے گئے۔ شاہی فوج میں سے محمد رفیع خاں بخشی، محمد حسین اور میر ابوتراب کا بھانجہ...... میر شرف الدین وغیرہ چھ ہزار فوج کے مارے گئے اور گوجروں کے لشکر میں راجکمار (ولیعہد) اور وزیر ختم ہو گئے اور چار ہزار گوجر جاں بحق ہوئے، اس کے باوجود انہوں نے اکبر کی.. ماتحتی قبول نہ کی، بھاؤنگر کے گوجر راجہ آج تک جام درانا کہلاتے ہیں اور اپنے کو راجپوتوں میں شامل نہیں کرتے اسی طرح تمام یادو ونشی اہیر اپنے کو آج تک اہیر کہتے ہیں لیکن اکبر کے درباری تلسی داس سہ صدی اور رسالول داس دوصدی وغیرہ ملازمت حاصل کر کے راجپوتی اختیار

کر گئے لہذا ان خاندانوں کی اولاد بھی آج تک راجپوت کہلاتی ہے لیکن راٹے کھنگار اور دوسرے تمام اہیر اپنے کو ہرگز راجپوت نہیں کہتے اور نہ وہ ان راجپوتوں میں شادی بیاہ کرتے ہیں، اہیروں نے دکن میں بھی تلوار سنبھالی اور شکست کھا کر ایک جنگل میں پناہ گزیں ہوئے اور اس علاقہ کا نام ہیرات رکھا جسے فارسی مورخین نے پرگنہ ہیر تحریر کیا ہے۔

بہادر کولی اور گورسی

گو تمام گجرات مدت سے مسلسل بیرونی مسلمانوں کے قبضہ میں چلا آرہا تھا اور یہاں گوجروں کی طاقت کو چکنا چور کر دیا گیا تھا مگر گجرات میں گوجروں کے دو خاندانوں نے تاریخ میں اپنا خاص مقام پیدا کیا، گجرات کے کولی اور گورسیوں کو تاریخ کبھی نہیں بھلا سکتی، انہوں نے اکبر کی ماتحتی سے انکار کیا اور مظفر شاہ والئے گجرات کی مدد پر آمادہ ہو کر انہوں نے مرزا عبدالرحیم سپہ سالار مغل سے جنگیں لڑیں، مظفر شاہ تو بھاگ گیا مگر بہادر کولی اور گورسی اپنے علاقہ میں تمام مغلیہ دور میں لڑتے رہے، بھیلوں نے انکی بڑی مدد کی، لیکن دس سال بعد آخر کچھ غدار پیدا ہو گئے اور اکبر کی فوج میں جا کر ملازمت کر لی، پھر وہاں سے اپنے بھائیوں کا گلا کاٹنے کیلئے گجرات پر حملہ آور ہوئے، یہ تنخواہ دار گوجر آج راجپوت کہلاتے ہیں۔ لیکن یہ پھر کبھی گجرات میں آباد نہ ہو سکے۔

بداؤں کے غیور گوجر!

(خاندان کھٹانہ بڑگوجر)

راجہ کمبو سنگھ

راجہ کمبو سنگھ ان گوجروں میں سے تھا جنہوں نے اکبر کی ماتحتی قبول نہ کر کے

اپنی ریاست سے ہاتھ دھویا۔

جب اکبر کی فوجیں علاقہ بدایوں میں پہنچیں تو راجہ نے بڑے اطمینان سے حکومت سونپ دی اس پر اکبر نے ان کو کچھ علاقہ واپس دے دیا اس خاندان کے حالات اگلے باب کے شروع میں آئیں گے۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ آئندہ انہیں قومی غیرت کے تحت اپنا علاقہ چھوڑنا پڑا اور سینکڑوں میل دور جا کر بندیلکھنڈ میں سلطنت کی بنیاد ڈالی، جسکا نام آج ریاست سمتھر ہے موجودہ راجہ رنجیت سنگھ صاحب ہیں جو گوجر کہلاتے ہیں اور انکی رشتہ داریاں گوجروں ہی میں ہوتی ہیں ابھارت میں یہ خاندان گوجروں کی امیدوں کا مرکز ہے جو بڑے جوش اور جذبہ کے تحت اپنی قوم کی تعلیم و ترقی کیلئے کوشاں ہے، گوجروں کے متعدد اداروں کی انہیں سرپرستی حاصل ہے، ویسے یہ اب برائے نام راجہ رہ گئے ہیں کیونکہ سنہ ۱۹۴۷ء میں۔۔۔ تمام ریاستوں کو بھارت کی جمہوری حکومت میں شامل کر لیا گیا لہذا اب وہ معاشی حالت نہیں رہی اس کے باوجود یہ قومی کاموں میں کافی دلچسپی لیتے ہیں، جس کا ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے ایک کثیر رقوم گوجروں کے اسکولوں (مدارس) و کالج (دار العلوم) کیلئے دیا ہیں۔

مندرجہ بالا خاندان "بڑ گوجر" کہلاتا ہے ان کا قدیم دار الحکومت دوسا (دیوتی) موجودہ۔۔۔ جے پور میں تھا جب وہاں حالات بیرونی حملہ آوروں کے حملوں کی وجہ سے ناقابل برداشت ہو گئے تو یہ کمایوں آ گئے پھر بداؤں پھر سمتھر آئے، اس خاندان کے وہ لوگ جو قدیم جگہ دوسا (دیوتی) میں رہتے ہیں آج تک بڑ گوجر ہی کہلاتے ہیں مگر انہوں نے بھی اکبر کی ماتحتی قبول کی لہذا یہ بھی "راجپوت" بن گئے ان سے کوئی گوجر آج تک شادی بیاہ نہیں کرتا یہ راجپوتوں میں شمار ہوتے ہیں اور ان کا گوت (خاندان) بڑ گوجر کہلاتا ہے، اس سے بڑی۔۔۔ مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ دو خاندان اپنے کو صاف طور سے بڑ گوجر کہہ رہے ہیں، لیکن ایک اپنی قوم گوجر میں شامل ہے اور دوسرا ماتحتی قبول کر کے راجپوت بن گیا۔

علاقہ گوجر دھار کے غیور گوجر
رانا شرن دیو چوہان

سلاطہ۱۸ء میں جب کرنل ٹاڈ زمین کی پیمائش کے سلسلہ میں وسط ہند میں دریائے چمبل

کی گھاٹیوں میں پہنچے تو انہیں پتہ چلا کہ ایک بڑے وسیع رقبہ پر گوجر آباد ہیں اور یورا علاقہ ہی گوجر دھار کہلاتا ہے۔ یہ گوجر یہاں کیسے پہنچے؟ یہ سب بیرونی مسلمانوں کی مہربانیاں ہیں جنہوں نے ہمارے لتے کپڑے تک لوٹ لئے اور ہمیں دریاؤں کے کھادر، ریگستانوں اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں ہزار سال تک پناہ لینے پر مجبور کیا۔

گوجروں کا اخراج گوالیار سے ہوا تو انہوں نے چمبل کی گھاٹیوں میں ڈیرے ڈال کر وہاں ایک نئی حکومت قائم کی۔ اکبر کی نگاہ سے یہ علاقہ کیسے بچ سکتا تھا۔ جب نرور گڑھ پر حملہ ہوا تو اس فتح کے بعد اکبر شکار کے بہانہ فوج لے کر اس علاقہ میں آیا، بہادر گوجروں نے اسے اپنی توہین سمجھا کہ ان کی حکومت میں ایک بیرونی قوم کا شخص شکار کھیلنے آئے۔

اکبر ابھی گوالیار ہی میں تھا کہ اس کا میر شکار اس علاقہ میں آیا، گوجروں نے اسے تنبیہ کی کہ یہ مغلوں کی جاگیر نہیں ہے یہاں سے نکل جاؤ، میر شکار نے فوج کو حملہ کا حکم دیا مگر رانا شرن دیو چوہان نے بہادر گوجروں کا لشکر لے کر اس کا مقابلہ کیا، لڑائی میں میر شکار مارا گیا اور ہزاروں اکبری فوجی کھیت رہے باقی بھاگ گئے۔

اکبر نے اس واقعہ کو سن کر اس طرف کوچ کیا، رانا شرن دیو چوہان بہادروں کو لیکر مقابلہ کو نکلا، اکبر نے صلح کا پیغام دیا اور کہا کہ اگر راجہ شرن دیو ہماری ماتحتی قبول کرکے آگرہ دربار میں حاضری دے تو اسے یہ تمام علاقہ بطور جاگیر دیا جائے گا۔ بہادر گوجروں نے اسے اپنے قومی ضمیر کے خلاف سمجھا لڑائی ہوئی جس میں گوجروں کو شکست ہوئی، گوجر چمبل کی گھاٹیوں میں پناہ لے گئے اور اکبر انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر چلا گیا۔

یہی چمبل کا علاقہ آج گوجر دھار کہلاتا ہے جہاں گوجر شیر رہتے ہیں، گوجر دھار کے سردار رانا کہلاتے ہیں اور گوجروں میں شمار ہوتے ہیں اس علاقہ میں تمام شیکھروار (شیکھراوت) گوجر کہلاتے ہیں، اس خاندان کے وہ لوگ جو راجستھان میں ہی رہتے تھے اور غلامی کا جوا گردن میں ڈال کر اکبری دربار میں پہنچے وہ راجپوت کہلاتے ہیں، ان میں پہلا راجپوت رائے مُمال تھا جو اپنے ساتھ اپنے خاندان کو لے کر اکبر کی فوج میں پہنچا اور اسے اکبر نے ہزار دو صدی رتبہ دیا۔

اسی طرح گوالیار اور راجستھان کے چوہان میدنی رائے کے ساتھ اکبر کے یہاں پہنچے

اور جاگیریں حاصل کیں، اسید نی رائے چوہان کو ہفت صدی رتبہ ملا، ان سب کی اولاد راجپوت کہلاتی ہے مگر جن چوہانوں نے ماتحتی قبول نہ کی وہ آج بھی رانا چوہان گوجر کہلاتے ہیں تھر ریگستان کے تمام تومر گوجر جن کا سردار کشن داس تھا اکبر سے جاگیریں حاصل کر کے سہ صدی رتبہ حاصل کر کے راجپوت کہلائے۔

علاقہ گوجر دھار کے موجودہ خاندان

گوجر دھار کے علاقہ میں کُٹان (کسانہ) تومر (تونور)، چھاوڑی، گھریا (گھورے) چوہان ہون، ادانہ، ماداری، ہرسانہ، بھڈانہ، گور (گورسی) وغیرہ خاندان کے گوجر آباد ہیں یہ سب خاندان الگ الگ رقبوں پر قابض ہیں، گوجر دھار کے تمام گوجر رانا کہلاتے ہیں۔

بہار و بنگال کا بہادر گوجر

تاریخ فرشتہ جلد اوّل صفحہ نمبر ۹۶ تا نمبر ۹۷

میں درج ہے کہ "داود بن سلیمان افغان کرانی کہ بنگالہ را در تصرف داشت سر از اطاعت پیچید۔ منعم خان المخاطب بخانِ خاناں بموجب فرمانِ مقابلِ او رفتہ بعد از چندیں جنگ میاں الیشاں صلح واقع شد۔ بادشاہ قبول صلح نکردہ راجہ تو درمل را صاحب اہتمام بنگالہ کردہ نزد منعم خاں فرستاد کہ داود بن سلیمان

گرانی را مستاصل سازند یا خراج گزار کنند - داؤد بن سلیمان چوں لودی نام افغان غنیم خانگی بہم رسانیدہ بود ناچار کردن بجلقۂ باج و خراج درآورد و لودی نام افغان رابحسن و سلوک و تدبیر بدست آوردہ بکشت و قوت گرفتہ عہد بشکست و کنار آب سون آمدہ جایی کہ آب سون و گنگ بہم ملحق شدہ بروی آب با منعم خاں خانخاناں جنگ کردہ وچند کشتی باختہ منہزم گشت و بجای دور دست رفت و منعم خاں خانخاناں از آبِ سون گذشتہ قلعۂ پتنہ را محاصرہ کرد و عرشِ آشیانی چوں دانست کہ ... بے توجہ او فتح آں قلعہ ممکن نیست خود با جمیع شاہزادہا و امرا در ہزار کشتی نشستہ و پوشش ہائے زرنگار رنگ بر کشتیہا افگندہ در عین باران متوجہ آنطرف شد -

چنانچہ محاذی قلعۂ چنار بعضے کشتیہا بگردابی ہایل رسیدہ بسلامت بیروں رفتند و بعدہٗ در خطۂ بنارس نزول فرمودہ چوں افواجے کہ از راہ خشکی روانہ شدہ بودند آمدند شاہزادہ ہائے کامکار و الحریم را بجونپور فرستادہ خود عازم پتنہ شد و درانوقت کبیر خاں کہ بہ تسخیر قلعۂ بھکر رفتہ بود فتحنامہ بھکر را فرستاد پادشاہ آنرا بفال نیک گرفتہ از راہِ دریا چوں بحوالی پتنہ رسید معلوم شد کہ عیسٰی خاں نیازی کہ از سردارانِ معتبر افغانان بود از قلعہ برآمدہ در جنگ ..... منعم خاں المخاطب بخانِ خاناں کشتہ شد و مردم دیگر در قلعہ در فکر گریزند -

پادشاہ خان عالم را با سہ ہزار سوار بفتح قلعہ حاجی پور تعیین نمود و او بدانجا رسیدہ قلعہ را از دست فتح خاں بگرفت - داؤد بن سلیمان افغان ازان خبر ترسیدہ ایلچیاں بدرگاہ فرستاد و طلب نمود -

پادشاہ فرمود کہ بعد از ادراک ملازمت تقصیرات تو بعفو مقرون خواہد شد - و اگر نخواہی آمد با انکہ مارا ہزار نوکر مثل تو ہست تنہا مقابلہ تو اختیار میکنم ہر کہ ظفر یابد قلعہ از و باشد -

داؤد بن سلیمان ازیں جواب بیشتر سراسیمہ شد و وقتِ شب از دروازۂ گڑھی بکشتی درآمدہ بجانب بنگالہ رفت - آشیانی جہت دست آوردن فیلان وقتِ صبح تعاقب کردہ بست و پنج کردہ راہ طے نمود و چہار صد فیل گرفتہ برگشت و ضبطِ پتنہ و اہتمام کار ہا را بمنعم خانِ خاناں رجوع کردہ مسرور و مبتہج ....

بدارالسلطنت آگرہ مراجعت فرمود، خانِ اعظم مرزا کوکہ از گجرات و خانِ جہاں از لاہور جہت تہنیت جریدہ آمدہ و باز بمحال خود معاودت نمودند، دریں ہنگام پادشاہ خواجہ مظفر علی ترمذی راکہ از نوکراں بیرم خاں ترکمان بود خطاب مظفر خانی دادہ... بفتح قلعہ رہتاس و بنگالہ نامزد بہار کرد و خود بہ اجمیر رفتہ قریب دو لک از نقد و جنس بہ خادمان خطیرۂ خواجہ معین الدین چشتی قدس سرّہٗ و سید حسن خنگ سوار و مستحقین رسانیدہ بہ آگرہ باز آمد و خواجہ مظفر علی المخاطب مظفر خاں کہ عازم بنگالہ شدہ بود۔ چوں قلعہ کرہی کہ دروازۂ بنگالہ است رسید۔

داؤد بن سلیمان افغان تاب مقاومتِ او نیاوردہ بجانب اودیسہ گریخت و راجہ تودرمل و بسیاری از امراء با ودیسہ شتافتند۔

جنید پسر داؤد بن سلیمان دو مرتبہ ایشاں را شکست دادہ، آخر خواجہ مظفر علی المخاطب بہ مظفر خاں باودیسہ آمدہ با داود بن سلیمان طرح جنگ انداخت و کوجر نام افغان کہ بشجاعت ضرب المثل بود و ہراولی داؤد بن سلیمان بدو تعلق داشت بر ہراول کہ خواجہ مظفر علی کہ خانِ عالم بود حملہ آورد و فوج ہراول را برہم زدہ خانِ عالم را بقتل رسانید و جمعی کہ میانِ قول ہراول طرح بودند ایشاں نیز کہ از صدمۂ او برہم خوردہ پناہ بقول آوردند و باعث تفرقہ قول نیز شدند و خواجہ مظفر علی المخاطب بمظفر خاں کہ با اندک مردم ماندہ بود بمقابل کوجر شد و بحسب اتفاق کوجر در جارش کشتہ چند زخم بادر سانید، خواجہ مظفر علی جنگ کناں از معرکہ بیروں رفت و بایستاد و چوں لشکر متفرق براو جمع شدند باز متوجہ کوجر گردیدہ و در عین حرب تیری بر مقتل کوجر رسیدہ کشتہ شد و داؤد بن سلیمان بیدل گشتہ فرار نمود و فیلانِ غنیم ہمہ گرفتار گردیدند۔

پس راجہ تودرمل و امرائے پادشاہی تعاقب نمودہ داؤد بن سلیمان چوں بنواحی دریائے چین رسید و راہ گریز نداشت اہل و عیال خود را در قلعہ گذاشتہ و کفن در گردن انداختہ بقصد جنگ برگشت۔

راجہ تودرمل حقیقتِ احوال را بخواجہ مظفر علی المخاطب بمظفر خاں اعلام نمود او با وجود جراحت و زخمہا خود با لجار رفتہ چوں داؤد بن سلیمان بملاقات آمد کمر و خنجر

وشمشیر مرصع وجواھر قیمتی باوداد واودلیسہ وکنگ وبنارس باوسلّم داشت وبرگشت و درسنوات سابق از عہد محمد بختیار خلجی تازماں شیرشاہ بلدۂ گور پائے تخت شاہان بنگالہ بود لیکن بواسطۂ ناسازئی آب وہوا آنجا بامردم غیر بومی افغانانِ خواص پورٹانڈہ را احداث نمودہ نشیمن گاہِ حکام ساختہ بودند۔

خواجہ مظفّر علی المخاطب بہ مظفّر خاں بفکر تعمیر گور افتادہ بدانجا رفت وآں شہر را باز از سرِ نو تعمیر کردہ نشیمن خود ساخت"۔ وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا عبارت میں گاف (لفظ) کو ہر جگہ (لفظ) کاف لکھا ہے، اسی لئے لفظ گوجر کو "کوجر" تحریر کیا گیا ہے، **تاریخ فرشتہ** کا جو اردو ترجمہ مطبع نولکشور میں ۱۹۳۲ء میں کیا گیا اس میں بھی اس کو گوجر ہی لکھا ہے ملاحظہ ہو اس کتاب کا صفحہ نمبر ۲۰۴ جلد اول و نیز اکبر نامہ فارسی میں اسے صاف طور سے گوجر ہی لکھا ہے۔

ترجمہ داؤد بن سلیمان افغان کرانی جو کہ بنگالہ کا حاکم تھا اطاعت سے منحرف ہوا اور منعم خاں المخاطب بہ خانِ خاناں اکبر کے حکم کے مطابق اس کے مقابل گیا، چند معرکوں کے بعد ان کے درمیان صلح واقع ہو گئی (مگر) بادشاہ نے صلح قبول نہ فرمائی (چنانچہ بادشاہ نے) راجہ ٹوڈرمل کو بنگالہ کا مہم کر کے منعم خاں کے پاس بھیجا تاکہ داؤد بن سلیمان کرانی کو مستاصل یا خراج گزار کرے داؤد بن سلیمان نے باج وخراج منظور کر کے حُسنِ تدبیر سے لودی افغان کو حاصل کیا۔

لودی افغان نے ہی اکبر کو بنگالہ پر حملہ کرنے کی تحریک کی تھی (چنانچہ داؤد بن سلیمان نے لودی افغان کو اس کے جرم میں قتل کر دیا اور پھر قوت حاصل کر کے منعم خاں کے سامنے گنگا اور سون کے اتصال پر مقابلہ کو آیا، پانی میں لڑائی ہوئی، داؤد بن سلیمان نے منعم خاں کی کشتیوں کو بھی توڑ پھوڑ دیا لیکن شکست کھائی اور پھر دور جگہ میں بھاگ گیا۔

منعم خاں نے دریائے سون پار کیا اور شہر پٹنہ کا محاصرہ کر لیا، اکبر نے جب دیکھا کہ قلعہ میرے بغیر فتح نہ ہو گا تو عین بارش میں شہزادوں اور امیروں کو لے کر کشتیوں میں رنگ برنگ کے پردے ڈال کر روانہ ہوا، قلعہ چنار کے سامنے چند کشتیاں گرداب (بھنور) میں پہنچکر... خیر وسلامتی سے نکل گئیں، پھر علاقہ بنارس میں قیام کیا، جو فوجیں خشکی کے راستے

سے آرہی تھیں وہ بھی آکر مل گئیں، شہزادوں اور بیگمات کو جونپور بھیجکر خود پٹنہ کا ارادہ کیا، اسی دوران کبیر خاں نے آکر بھکر (سندھ) کی فتح کی خوشخبری سنائی، بادشاہ نے اسے نیک شگون وفال سمجھ کر پٹنہ کی راہ لی۔

جب پٹنہ کے پاس پہنچے تو پتہ چلا کہ قلعہ کا سردار عیسیٰ خاں نیازی جب لڑنے کیلئے نکلا تو منعم خاں کے ہاتھ سے مارا گیا اور اہل قلعہ بھاگنے کی فکر میں ہیں بادشاہ نے اعظم خاں کو تین ہزار سوار دیکر قلعہ حاجی پور کی فتح کے واسطے مقرر کیا اس نے وہاں پہنچکر قلعہ کو فتح خاں کے قبضہ سے لے لیا، داؤد بن سلیمان اس خبر سے خوفزدہ ہو گیا، چنانچہ اس نے اکبر کے پاس اپنی معافی کے واسطے ایلچی بھیجے، اکبر نے کہا کہ "پہلے مابدولت کو نقد، مال و دولت دو تب تمام قصور معاف ہو جائیں گے۔ اگر تو حاضر نہ ہوا تو تیرے جیسے ہمارے پاس ہزار نوکر ہیں مگر میں تمہارا مقابلہ کرتا ہوں جو کامیاب ہوگا قلعہ اسی کا ہوگا۔"

داؤد بن سلیمان اس جواب سے اور بھی زیادہ گھبرایا اور رات میں گڑھی کے دروازے سے کشتی میں بیٹھ کر بنگالہ کی طرف بھاگ گیا اکبر نے صبح کے وقت ہاتھیوں کو چھیننے کیلئے پچیس کوس راستہ طے کیا اور چار سو ہاتھی لے کر واپس آئے، پٹنہ اور تمام علاقہ کا انتظام منعم خاں کو سپرد کر کے خوشی خوشی دار الخلافہ (آگرہ) میں واپس آگئے۔

گجرات (کاٹھیاواڑ) سے خانِ اعظم مرزا کوکہ اور لاہور سے خانِ جہاں بادشاہ کی خدمت میں پٹنہ کی فتح کی خوشی میں مبارکباد دینے آئے، تہنیت کے بعد دونوں اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے اس وقت بادشاہ نے بیرم خاں ترکمان کے نوکروں میں سے ایک نوکر خواجہ مظفر علی ترمذی کو مظفر خاں خطاب دیکر قلعہ رہتاس اور بنگال کو فتح کرنے کیلئے علاقہ بہار میں نامزد کیا اور خود اجمیر میں آئے اور اجمیر شریف میں مجاوروں اور مزار کے نوکروں اور سید حسن خنگ سوار دنیز دوسرے مستحقین کو دولاکھ نقد و جنس دے کر آگرہ میں آئے۔

ادھر مظفر علی بنگال کو فتح کرنے گیا تھا، جب وہ گڑھی جو کہ بنگالہ کا دروازہ (کہلاتا) ہے پہنچا تو داؤد بن سلیمان مقابلہ کی تاب نہ لایا اور اڑیسہ کی طرف بھاگ گیا، راجہ ٹوڈرمل اور دوسرے امیر بھی اس کے تعاقب میں اڑیسہ کی طرف روانہ ہوئے مگر داؤد کے بیٹے جنید نے انہیں دو مرتبہ شکست دی آخر مظفر علی اوڑیسہ آیا، داؤد بن سلیمان

نے جنگ کی بنیاد ڈالی، یعنی جنگ شروع ہوئی۔

گوجر کی بہادری

داؤد بن سلیمان کی فوج میں ہراول یعنی سامنے لڑنے والے دستہ کی کمان گوجر نام افغان کر رہا تھا جس کی شجاعت بے مثال تھی، اکبر کے سپہ سالار مظفر علی کی فوج کا ہراول کا سردار خانِ عالم تھا، گوجر نے اس کے ہراول (مقابل فوج) کو درہم برہم کر دیا اور خانِ عالم کو قتل کر دیا مغلوں کی فوج میں بھاگڑ مچ گئی، وہ سپاہی بھی جو قول اور ہراول کے درمیان لڑ رہے تھے بھاگ کر قول دستہ میں جا گھسے، پھر گوجر نے قول دستوں پر حملہ کر کے ان کو بھی درہم برہم کر دیا مغلوں کی فوج کا سپہ سالار مظفر علی سامنے پڑ گیا تو گوجر نے اس کا مقابلہ کر کے اسے بھی زخمی کر دیا اور وہ بھاگ کر لڑائی میں سے باہر آ کر کھڑا ہو گیا، اس کی فوج بھی بھاگ کر اس کے پاس آئی، گوجر نے ادھر آ کر پھر حملہ کیا بد قسمتی سے ایک تیر گوجر کو ایسا کاری لگا کہ وہ زندہ نہ بچ سکا۔

داؤد بن سلیمان (گوجر کے مرتے ہی) بھاگ کھڑا ہوا اور اس کے تمام ہاتھی مغلوں نے گرفتار کر لئے، پھر راجہ ٹوڈرمل اور دوسرے بادشاہی امیروں نے اس کا تعاقب کیا جب وہ سمندر کے کنارے پہنچا تو راستہ نہ پا کر اپنے بال بچوں کو قلعہ میں چھوڑا اور پھر سر سے کفن باندھ کر مغل سپاہ سے لڑنے کیلئے پلٹ آیا۔

مغل سپاہ کے سردار راجہ ٹوڈرمل نے تمام کیفیت مظفر علی کو لکھ بھیجی، وہ (گوجر کی ضربوں سے) زخمی تھا مگر پھر بھی مقام جنگ کے پاس آیا (مگر داؤد بن سلیمان افغان نے جنگ نہ کی) ٹیکا، خنجر اور شمشیر مرصع لے کر مظفر علی کے پاس آیا، اڑلیہ گنگ بنارس پر اس کا اقتدار تسلیم کر کے واپس چلا گیا۔

محمد بختیار خلجی کے زمانہ سے شیر شاہ کے زمانہ تک شاہانِ بنگالہ کا دار الخلافہ گور تھا مگر خرابی آب و ہوا کی وجہ سے افغانوں نے خواص پور ٹانڈہ کو نشیمن گاہ بنایا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد مظفر علی نے گور کی طرف توجہ دی اور وہاں جا کر اس شہر کو

از سرِ نو تعمیر کر کے اپنی قیام گاہ بنایا۔"

اہم نکتہ مندرجہ بالا عبارت کو مولف نے اس وجہ سے مفصل تحریر کیا ہے کہ ناظرین تاریخ کو اکبر کی بہار و بنگال ہیں فتوحات سے کماحقہ واقفیت ہو جائے، بنگال کا خود مختار بادشاہ داؤد بن سلیمان پٹھان تھا اور اس کے سپہ سالار کو گوجر کہتے تھے، فارسی مورخ نے جو یہ تحریر کیا ہے کہ گوجر ایک افغان کا نام تھا یہ سراسر غلط ہے اگر یہ نام ہوتا تو اس کے ساتھ لفظ "خاں" ضرور ہوتا جیسا کہ قطب الدین خاں اتکہ کے بیٹے کا نام گوجر خاں تھا جو قوم سے ترک تھا اور دربار میں... ہفت صدی تھا، لیکن فارسی تحریر سے یہ واضح ہے کہ اس نام سے گوجروں کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

"اگر یہ سپہ سالار گوجر افغان ہوتا تو اس کے قبیلہ کا نام ضرور تحریر ہوتا جیسا کہ تمام پٹھانوں کو عبارت میں قبیلہ کے نام کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔

یہ بہادر صرف گوجر کہلاتا ہے، جس جگہ یا جس جماعت میں اگر صرف ایک شخص غیر قوم سے تعلق رکھتا ہو تو آج تک دیہاتوں اور شہروں میں اکثر اس کی قوم کے نام سے اسے یاد کرتے ہیں۔ روزمرہ کی بول چال میں اس کی ہزاروں مثالیں ہیں۔

چنانچہ بلاشک و شبہ یہ بہادر سپہ سالار قوم کا گوجر تھا، چونکہ حکومت اور فوج پٹھانوں کی تھی اس لئے تمام پٹھان اسے گوجر کہتے تھے، اس کا اصلی نام صفحہ تواریخ سے محو ہو گیا مگر اس نے اپنی قوم کی بہادری کو تا قیامت صفحۂ قرطاس پر درخشاں کر دیا، جنگ کے حالات پھر غور سے پڑھیئے کہ تمام پٹھان کس طرح شکست پر شکست کھا کر بھاگے مگر گوجر شیر نے مغل سپاہ کو بھگا کر چھاج کے کونہ میں لگا دیا اور ایک گوجر کے مرنے پر پٹھانوں کی حکومت بھی مر گئی۔

بنگال کے وہ گوجر جو گوجروں کی عروج سلطنت گور کے زمانہ میں یہاں آئے تھے آج دوسری قوموں میں خلط ملط ہو گئے ہیں مگر اودھ اور بہار میں مندرجہ ذیل گوت کے سینکڑوں دیہات اب بھی آباد ہیں

بھڈانہ، کسانہ (کشان)، چیچی، چوہان، گھسروار (گرتھوال)، پرتھار، تنور (تومر)

پرمار، چھاوڑی، راٹھور اور گور وغیرہ۔

اس علاقہ میں کوئی راجپوت نہیں کہلاتا کیونکہ انہوں نے اکبر کے دربار میں جاکر ملازمت حاصل نہیں کی۔

اکبر کے زمانہ میں تین اشخاص دربار مغلیہ میں آکر ملازم ہوئے انہیں آئین اکبری میں صرف زمیندار لکھا ہے ان کے نام 'رامچندر' اودوند اور سندر تھے رامچندر کو پانصدی کا رتبہ ملا اور اودوند اور سندر کو دوصدی کے مراتب ملے۔

ان تین اشخاص کے رشتہ دار اور انکی اولاد البتہ راجپوت کہلاتی ہے لیکن ان راجپوتوں کے گوت کھشتریوں میں نہیں ملتے لہذا گوجر قوم سے ان کا تعلق نہیں ہے۔

اودھ اور بہار کے گوجروں کا عام پیشہ آجکل کشت و زراعت ہے مگر یہ فوجی ملازمتوں کے بھی شائق ہیں ان میں ایک مشہور ہستی چودھری عبدالغفور کی ہے جو آجکل ہندوستانی فوج میں صوبیدار ہیں۔

بعد میں کچھ گوجر اور پٹھان اس علاقہ سے مغلوں کی ملازمت میں آئے چنانچہ خال خال جگہوں پر ان گوجروں کی اولاد راجپوت کہلاتی ہے اور ان پٹھانوں کی اولاد "خانزادہ" کہلاتی ہے۔

میں ایک شخص جواد حسین اور ان کے فرزند نورالحسین اور ان کے قبیلوں کو ذاتی طور سے جانتا ہوں۔ مذکورہ حضرات موضع امہٹ ڈاکخانہ و ضلع سلطانپور (اودھ) میں بالکل بہار کی سرحد کے نزدیک) رہتے ہیں اور "خان زادے" کہلاتے ہیں۔ میں نے تحقیق کی تو اسکی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ جب پٹھانوں سے حکومت چھن گئی تو ان کے آبا و اجداد نے مغلیہ سلطنت سے "خان" خطابات حاصل کئے تھے، چونکہ ہم ان کی اولاد ہیں اس لئے خانزادے کہلاتے ہیں۔

جب میں نے ان سے یہ پوچھا کہ تم پٹھانوں میں شادی بیاہ کیوں نہیں کرتے تو وہ اس کا جواب نہ دے سکے۔

میں ایک بہار کے پٹھان سے بھی واقف ہوں جو تقسیم ملک سے پہلے گورکھپور رہتے تھے ان کا نام محمد مصطفےٰ ہے یہ رڑکی انجینیرنگ کالج (دارالعلوم تعمیرات) میں میرے ہم جماعت تھے اور آجکل کراچی میں انجینیر (افسر تعمیرات) ہیں انہوں نے بتایا کہ "ہم پٹھان ہیں جب مغلوں

کے لشکر آگرہ سے بنگال کی طرف چلے تو اس وقت اودھ سے لیکر بنگال تک محمود خاں سوری پٹھان حکومت کرتا تھا، چند مصلحت کوش پٹھان مغلوں کے حمایتی بن گئے اور پٹھانوں نے انہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھا اور ان سے شادی بیاہ کے تعلقات بھی منقطع کر لئے چنانچہ یہ لوگ اب اپنے کو خان زادے کہتے ہیں اور ہم اپنی سابقہ قوم پٹھان پر ہی قائم ہیں۔

نہ صرف پٹھان بلکہ خانزادے اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ خان زادوں میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کے باپ خان (پٹھان) اور ماں دوسری قوموں کی تھیں، ان کی اولاد خان زادہ کہلانے لگی اور پٹھان انہیں اپنے سے کمتر سمجھتے تھے، لیکن مغلوں کے زمانہ میں پٹھان بھی گوجروں کی طرح دریاؤں کے کھادر اور ہمالیہ پہاڑ کی گھاٹیوں میں پناہ لیتے پھرے بلکہ اراکان اور آسام تک جا پہنچے۔

خان زادوں کو مغلوں نے جاگیریں دیں چنانچہ خان زادوں کی مالی حالت آجتک اچھی ہے اور پٹھان زیادہ تر کرایہ کی بیل گاڑی اور گھوڑے تانگے چلاتے ہیں، چونکہ مغلوں نے پٹھانوں سے حکومت چھینی تھی اس لئے مغلوں نے پٹھانوں کے ساتھ وہی کیا جو غزنوی غلاموں اور خلجی غلاموں وغیرہ نے گوجروں کے ساتھ کیا تھا۔

بنگال، بہار اور اودھ کے تمام وہ خان زادے" جب پاکستان آئے تو انہوں نے اپنے کو صرف پٹھان کہلانا شروع کر دیا۔ جب کہ آج زمانہ کہیں کا کہیں پہنچ گیا ہے اور ہم... آزادی کے دور میں پہنچ چکے ہیں تو کاش راجپوت بھی غلامی کے دور کی نشانی چھوڑ کر اپنے کو صرف گوجر کہلانے لگیں، وہ راجپوت جو گوجروں کے گوت (خاندانوں) سے تعلق رکھتے ہیں ہمارے بھائی ہیں، دوسری قوموں کے شہزادوں، خانزادوں اور راجپوتوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔

شہنشاہ اکبر کے دور پر سرسری نظر

شہنشاہ اکبر کا زمانہ گوجروں کے اقتدار اور ان کی قومی تنظیم اور جذبہ کو مٹا دینے کے لیئے بیرونی حملہ آوروں کی آخری اور کامیاب ضرب ثابت ہوا ملکی اقتدار تو گوجروں کے ہاتھ سے سنہ ۱۱۹۲ء میں نکل چکا تھا اور پھر سنہ ۱۳۰۴ء میں انہلواڑہ (گجرات) کے مفتوح ہو جانے سے یہ بالکل ختم ہو چکا تھا مگر سنہ ۹۹۷ء تا ۱۵۵۶ء یعنی تقریباً ساڑھے پانچسو سال تک گوجروں نے ملکی اقتدار ختم ہو جانے کے باوجود نہ تو کسی بیرونی حملہ آور کو مالگزاری دی تھی اور نہ ماتحتی قبول کی تھی اور نہ ہی تلوار کا قبضہ ہاتھ سے چھوڑا تھا، ان میں علاقہ داری تنظیم باقی تھی، ان کے دشمن مرکزی طور سے آپسمیں منسلک تھے، انکی قوت یکجا و متحد تھی، دور دراز ممالک سے نئے حملہ آور اور فوجی جتھے تلاش خوراک میں انہیں مہیا ہوتے رہتے تھے، اس لئے گوجر ہر علاقہ میں سوائے چھاپہ مارنے کے اور کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکے۔

جہاں بیرونی حکومت غافل ہوئی یہ اپنے اپنے محدود علاقوں میں حکومت قائم کرتے رہے، نئی حکومتیں اور ریاستیں قائم ہوتی رہیں اور مٹتی رہیں، گوجروں کے بال بچے دریاؤں اور کنوؤں میں گرتے رہے اور مرتے رہے ان کی عورتیں آگ میں جلتی رہیں۔ تلوار کے گھاٹ اترتے رہے مگر ان کا جوش آزادی کبھی کم نہ ہوا اور قومی حمیت اور غیرت نے کبھی ان کا دامن نہ چھوڑا۔

بیرونی مسلمانوں میں محض و صرف مغل ہی صحیح معنوں میں بادشاہ تھے گو بابر کے آباؤ اجداد چاہے کیسے ہی وحشی اور خونخوار رہے ہوں مگر بابر اور اسکی نسل مہذب تھی بہادر تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ سیاست داں تھی، چنانچہ بابر نے آتے ہی یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سے پہلے کوئی حکومت سو سال بھی جمنے نہ پائی کہ ان کی قوت گوجروں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی، مغلوں کیلئے پٹھان اور مستزاد تھے، حالانکہ..

رانا سانگا نے بابر سے لڑائی لڑی تھی اگر بابر نے گوجروں کی کسی حکومت سے ٹکر نہ لی اور یہ بات ظاہر تھی کہ بابر نے آگرہ کے مغرب میں گجرات تک کا علاقہ گوجروں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا۔

اسی لیئے بابر نے مشرق میں فتوحات کیں اور رانا سانگا نے گجرات کو مفتوح کیا بابر بہت جلد مر گیا اور بابر کا جانشین ہمایوں ہوا، اس نے رانا سانگا کی رانی کو اپنی منہ بولی بہن بنایا یعنی رانا کو ایک طرح سے اپنا بہنوئی قرار دیا، تھوڑے ہی عرصہ بعد رانا بھی مر گیا مگر اس کا بیٹا اودے کمسن تھا اور بڑا بیٹا بکرم جیت نالائق تھا۔

مشرقی گجرات کی تخت نشینی پر جھگڑا ہو گیا اس باہمی مخالفت سے فائدہ اٹھا کر گجرات کے بادشاہ سلطان بہادر شاہ نے اپنے دادا مظفر شاہ کا بدلہ لینے کیلئے چتوڑ پر حملہ کر دیا، ہمایوں اس وقت بنگال کو فتح کرنے جا رہا تھا اور جون پور پہنچ چکا تھا، جوں ہی اسے چتوڑ کے محاصرہ کی خبر ملی وہ اپنی منہ بولی بہن کرنا دیوی کی مدد کیلئے واپس پھر آیا، سلطان بہادر شاہ بھاگ گیا اور ہمایوں نے منڈو میں آکر بکرم کو بلایا اور اس کی کمر میں اپنے ہاتھ سے تلوار باندھی اور اس طرح گوجروں سے مغلوں کا عہد دوستی پختہ ہو گیا۔

ہمایوں کو جب شیر شاہ نے آگرہ سے نکال دیا تو مالدیو نے اسے پناہ دینی چاہی مگر شیر شاہ کی آمد کی خبر پا کر ہمایوں لوٹ گیا اور امر کوٹ کے رانا کے یہاں پناہ لی، اسی دوستی کے گھر میں اسی مقام پر اکبر پیدا ہوا، قسمت نے ہمایوں کو ایران اور اکبر اور اس کی ماں حمیدہ بانو کو کابل جانے پر مجبور کر دیا، پندرہ سال بعد جب اکبر اور ہمایوں واپس آئے تو ہمایوں دلی فتح کرتے ہی چھ ماہ بعد مر گیا، اس وقت تک پٹھانوں نے شکست تسلیم نہ کی تھی۔

سکندر شاہ سوری پنجاب میں چھاپے مارتا پھر رہا تھا اور تمام مشرقی ہندوستان پر پٹھانوں کی حکومت بدستور سابق قائم تھی، چنانچہ اکبر نے ہندوستان میں مغل حکومت کے استحکام کیلئے اپنے دادا بابر اور باپ ہمایوں کی حکمت عملی پر عمل کیا انہیں اس حکمت عملی پر پورے طور سے گامزن ہونے کا موقعہ نہ ملا تھا، مگر اکبر کو اپنی... سلطنت کے دوران پورے طور سے پچاس کا طویل موقعہ ہاتھ آیا چنانچہ اس نے تمام علاقہ داری حکمرانوں کی خود مختاری مٹانے کیلئے ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا دوستی کی شرط نہایت آسان اور پسندیدہ تھی، جو شخص اکبر کا معاون ومددگار اور دوست

بنتا تھا اس کی حکومت بدستور قائم رہتی تھی اور اس کے انتظام و انصرام سے اکبر کو کوئی غرض نہ تھی مزید یہ کہ مغلیہ دربار سے رتبہ دیگر دوسرے علاقوں میں بھی جاگیریں دیتا تھا اسی طرح جو بھی شخص یا سردار بلا لحاظ مذہب و ملت ملازمت کیلئے جاتا تھا اسے ملازمت دی جاتی تھی چنانچہ ایسے اشخاص جو آپسی جھگڑوں سے تنگ تھے اپنے مقامی دشمنوں کو ہزیمت دینے کیلئے اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ اس طرح مقامی لوگوں میں سے ہی اسے طرفدار مہیا ہو گئے اور جس نے تعاون سے منہ موڑا اس کو بزور شمشیر مغلوب و مفتوح کیا گیا۔

اکبر نے مفتوح سرداروں کو بھی ماتحت بنا کر ان کے علاقے واپس کر دیئے اور اس طرح بہت سے مقامی سردار اس کے معاون ہو گئے جن کی فہرست اس باب کے شروع میں دی گئی ہے۔ مگر جو لوگ دانا اور ہوشیار تھے انہوں نے اسے آزادی اور قوت سلب کرنے کی ترکیب سمجھ کر دست تعاون بڑھانے سے انکار کر دیا۔ ان پر مقامی سرداروں کی مدد سے یکے بعد دیگرے حملے کر کے ان کو نیست و نابود کر دیا گیا۔

اکبر جانتا تھا کہ مغلوں کو اب واپس منگولیا نہیں جانا ہے بلکہ وہ یہیں رہیں گے لہذا اس نے مقامی قوموں میں مغلوں کی رشتہ داریوں کی بنیاد ڈالی اور تمام مقامی سرداروں کو حکم دیا کہ وہ آگرہ میں رہائش اختیار کریں۔ تمام سرداروں کی عورتوں کا بلا لحاظ مذہب و ملت مع مغل مستورات کے آپس میں آنا جانا شروع ہوا۔ سرداروں کی عورتوں کیلئے مینا بازار کا انتظام کرایا گیا، نوروز کا تیوہار سب سرداروں کا تیوہار قرار پایا۔

مغلوں اور ایرانیوں میں مینا بازار اور نوروز کے تیوہار پہلے ہی سے فخریہ منائے جاتے تھے مگر یہ بات گوجروں کے قومی وقار اور جذبہ کے خلاف تھی، لہذا یہ بات گوجروں میں نفاق کا باعث بن گئی، جو لوگ مغلیہ فوج یا دربار میں ملازم تھے ان کو عوام نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے برخلاف اس کے جن گوجر سرداروں اور عوام کو مغلوں کے راگ و رنگ پسند آ گئے وہ دوسروں کو۔۔۔۔ کند ذہن سمجھنے لگے اور جن گوجروں نے مغلیہ حکومت کے خلاف تلوار اٹھائی ان کو "ان تہذیب یافتہ" گوجروں نے ہی تہ تیغ کر دیا، چنانچہ ایک بھی گوجر سردار ایسا نہ بچا جس کو پورے طور سے پامال نہ کر دیا گیا ہو، علاقہ داری تنظیم بھی پاش پاش ہو گئی، ہر علاقہ میں دو جماعتیں بن گئیں تمام آریہ ورت کے خود دار گوجر فنا ہو گئے کسی علاقہ میں کوئی متنفس گوجر ایسا نہ بچا جو حکومت وقت

کے خلاف آواز اٹھا سکتا، جو آواز اٹھانے والے تھے وہ چمبہ، کشمیر، کانگڑہ، کمایوں،... چمبل اور بیتوا کے دروں اور گھاٹیوں میں خانہ بدوش ہو گئے، راجستھان کی خودار آبادی ہجرت کر گئی۔ صرف رانا پرتاپ ہی ایک ایسا شخص تھا جس نے اپنے ہی علاقہ میں پناہ لی اور اس کیلئے اس کا قدرتی موقعہ تھا کیونکہ میواڑ کے علاقہ ہی میں پہاڑ موجود تھے، مہارانا نے پورے پچیس سال تک دنیا کی تاریخ میں قربانی اور حب الوطنی اور آزادی برقرار رکھنے کے جذبہ کو ثبت کر دیا۔

اس پر ظلم و ستم کرنے والے وہ درباری سردار اور فوجی سپاہی تھے جو اس کی قوم سے تعلق رکھتے تھے اور مغل انہیں راجپوت کہتے تھے جیسا کہ ہر بیرونی حکمران گوجروں کو راجپوت ہی کہتا تھا۔

(ملاحظہ ہو تمام فارسی تواریخ جہاں کہ تمام راجاؤں کو راجپوت ہی لکھا گیا ہے)

مہارانا کی قربانیوں نے گوجر عوام کے دلوں میں آزادی کے پروانوں پر ظلم و ستم کرنے والے ان راجپوتوں سے نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا۔

مہارانا کو جب آخری عمر میں فتوحات حاصل ہونی شروع ہوئیں اور اس کے بال بچے جوان ہو گئے تو اس نے اپنے تمام وفاداروں کو راجپوتوں میں شادی بیاہ کرنے سے منع کر دیا چنانچہ تواریخ شاہد ہیں کہ مہارانا کے لڑکے لڑکیاں ان راجپوتوں میں نہیں بیاہے گئے، بلکہ منڈل گڑھ اور کانکرولی، دلی، پاٹن (گجرات)، مارواڑ اور دھار کے ان شاہی گوجر گھرانوں میں شادیاں کی گئیں جن کے خون اور قومی جذبہ پر اسے شک نہ تھا، اس نے اور اس کے تمام وفاداروں اور جان نثاروں نے بڑی دیکھ بھال کر رشتہ داریاں کیں۔

یہی رد عمل ملک کے پورے طول و عرض میں ہوا۔ اس طرح مغلیہ حکومت کے جاگیرداروں، منصب داروں اور فوجیوں یعنی راجپوتوں سے باقی گوجروں کے تعلقاتِ رشتہ داری منقطع ہو گئے۔

نتیجتاً گوجروں نے گوجروں اور راجپوتوں نے راجپوتوں میں رشتہ داریاں کرنی... شروع کر دیں، اس طرح راجپوت الگ ایک فرقہ بن گیا، راجپوتوں کو بھی اس کی مطلق پرواہ نہ تھی، وہ حکومتِ وقت کے ساتھی تھے، جاگیردار تھے اقتصادی اور مجموعی حیثیت سے تمام گوجروں سے اچھے تھے۔

الحاصل اکبر کی پالیسی سے گوجروں کا وہ قومی جذبہ اور تنظیم ہمیشہ کیلئے پارہ پارہ ہوگئی جس کے تحت انھوں نے پورے ساڑھے پانچسو سال بیرونی قوموں کا مقابلہ کیا تھا۔ ایک ہی قوم کے دو حصّے ہو جانے اور ان میں نفاق پڑ جانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ آجتک پھر گوجروں، راجپوتوں یا جاٹوں میں کوئی پرتھوی راج، بھیم دیو، ہمیر، سانگا، جیتوان (جاٹ) پیدا نہ ہو سکا۔ رانی پدمنی اور نیکا رانی کا ذکر بھی تاریخوں سے نکل گیا۔ جے مل، فتح، آدم عبداللہ، محمد اور ابراہیم بھی پھر پیدا نہ ہو سکے۔

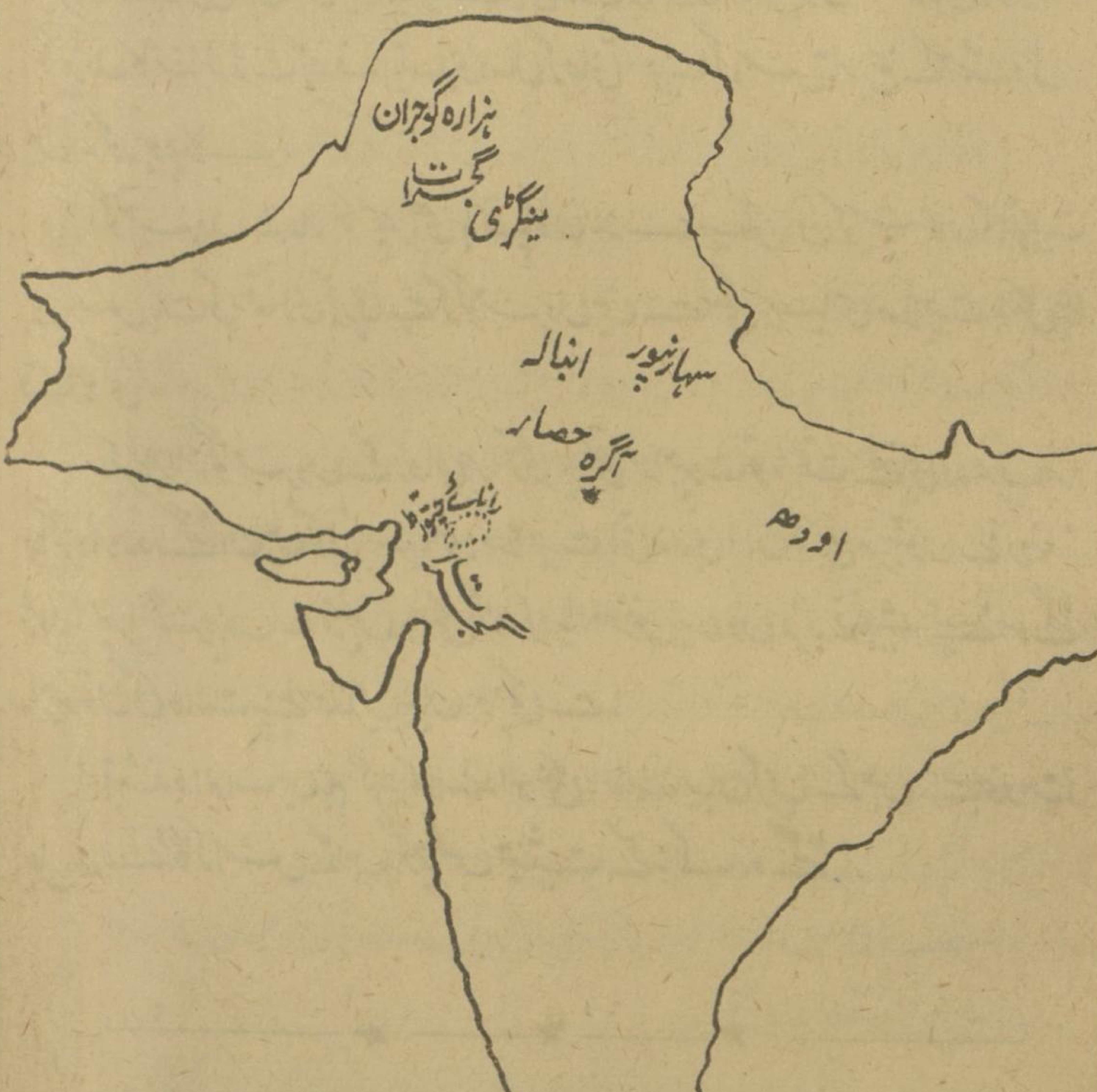
* * * جو قوم اکبر سے پہلے شیر شاہ، بابر، تیمور، علاؤالدین اور قطب الدین... وغیرہ کا مقابلہ کرتی رہی اس میں پھر یہ سکت بھی نہ رہی کہ آئندہ وہ مرہٹوں، سکھوں اور... انگریزوں کا مقابلہ ڈٹ کر صرف ایک ہی سال کر جاتی، جیسا کہ اس تاریخ کے حصّہ اول میں مذکور ہو چکا ہے۔

گوجروں نے حالانکہ پھر بھی ہاتھ پاؤں مارے لیکن ان کوششوں کی نوعیت ہی اس بات کی غمازی کر رہی ہے کہ گوجروں میں سے ملکی و سیاسی صلاحیت بالکل ہی فنا ہو گئی۔

اکبر کا زمانہ گوجروں کے زوال پر آخری مہر تھی، راجپوت تو ماتحت تھے ہی وہ صرف... جاگیردار رہ گئے ان میں کوئی سیاسی صلاحیت باقی نہ رہی، ان کو بھی مرہٹوں نے روند ڈالا، پھر انگریزوں نے انہیں بالکل کمزور کر دیا، الغرض یہ دونوں فرقے ہمیشہ کیلئے سو گئے راجپوتوں کی حالت پہلے حصّہ میں بیان ہو چکی ہے۔

آئندہ ابواب میں ہم گوجر کہلانے والوں کی حالت بیان کریں گے جس سے خود پتہ چل جائے گا کہ اس کے بعد گوجر کس حیثیت کے مالک رہ گئے۔

آئین اکبری کے مطابق گوجر آبادی کے علاقے



نوٹ :- بقایا علاقوں میں یا تو گوت درج کئے گئے ہیں ورنہ لفظ راجپوت درج ہے۔ یہاں تک کہ گوجروں کے قدیمی گھر گجرات میں بھی صرف گوت درج ہیں۔　　　مولف

باب ہشتم

سنہ ۱۶۰۰ء تا سنہ ۱۸۰۰ء

کشمیر کی آخری شمع!

احمد سلطان اوانہ

کشمیر پر سنہ ۱۵۸۶ء میں شہنشاہ اکبر کا قبضہ ہوا اس کے بعد شہنشاہ جہانگیر کو حکمرانی ملی اور کشمیر بھی سلطنت مغلیہ کا جزو لائیفک بن گیا، مغلوں نے کشمیر کو تفریح گاہ بنایا موسم گرما میں مغل شہنشاہ کشمیر آتے تھے اور شراب کے خُم خالی کرتے تھے... کشمیریوں کو زمانۂ قدیم سے اپنی پارسائی اور شرافت پر ناز رہا ہے۔

کشمیر کا ایک فرقہ اپنے کو "رشی" (صوفیائے کرام کہتا تھا[1] گوجروں کا پرمار) پنوار خاندان تو آج تک کشپ رشی بانئے کشمیر کے زمانہ سے روحانی امامت کا دعویدار ہے[2] اسی لئے یہ "کشپ نسل" (Kishayap Rishi clan.) کہلاتے ہیں۔ گوجروں[3] کی ایک شاخ جو راجہ آون پنوار کی اولاد ہے اوانہ کہلاتی ہے، راجہ آون اور اس کی اولاد کے تحت مالوہ کا شمالی حصہ رہا اور اس علاقہ کا نام قبل مسیح اسی لئے آونتی (Avanti) تھا، کشمیر کے مسلم گوجر شاہوں نے کشمیر کو حسب سابق ایک پاکیزہ علاقہ ہی بنائے رکھا

---

[1]:- تاریخ فرشتہ حصہ دوم باب کشمیر ذکر حبیب شاہ بن اسمٰعیل میں تحریر ہے کہ "مہر کوب مسکین ریشیاں یعنی صوفیوں کا تھا"

[2]:- ملاحظہ ہو تاریخ گجر اتہاس پانچواں باب از خباب تیندر کمار۔

[3]:- ملاحظہ ہو گزٹ ایر آف دی بمبئی پریسیڈنسی حصہ ۱۲۔ خاندیش"

وہ نسل جو آریہ مذہب میں "رشی" کہلاتی تھی اسلام میں بھی اس نے اعلیٰ ترین پایہ کے علماء عظام اور صوفیائے محترم اور اولیائے کرام پیدا کئے[۵۹]۔ ان کے دورِ حکومت میں کشمیر میں شراب و کباب پر سخت پابندی رہی۔ کشمیر وہ جنت تھی جہاں شراب کا نام لینا ہی گناہ عظیم سمجھا جاتا تھا مگر مغلوں نے کشمیر کے تقدس کو پاش پاش کر دیا۔

یہ صورت حال شہنشاہ جہانگیر کے زمانہ میں ناقابل برداشت ہو گئی ہر موسم گرما میں ہزارہا لوگ شہنشاہ کے ساتھ جاتے سیر و تفریح کا جملہ سامان بھی ساتھ رہتا، خود شہنشاہ رات دن شراب میں مدہوش رہتا تھا، کشمیر کے پیر لرز اٹھے، تجار و عبادت گزار بیچارے کیا کر سکتے تھے شمشیر زنی تو کھشتریوں کو ودیعت ہوئی ہے مگر کھشتری گرجر تباہ حال ہو چکا تھا ان کی مرکزیت ختم ہو چکی تھی اب وہ صرف زمیندار رہ گئے تھے۔ حکومت میں تمام کے تمام بیرونی لوگ تھے۔ حکمران قوم کا سب سے پہلا کام یہی ہوتا ہے کہ وہ تلوار کا قبضہ پکڑنے والوں کے ہاتھ کاٹ دے اس لئے بہادر اقوام چک، کا چھی حتیٰ کہ باگڑی خاندان بھی تباہ حال تھا جو چکوں کی حکومت میں جاگیر دار تھے... مغلوں کے دور میں یہ جاگیر بھی جا چکی تھی، اس تباہ حالی کے باوجود کشمیر کے کھشتریوں میں ایک بہادر شخص احمد سلطان اوانہ نمودار ہوا۔

اس نے موسم سرما ۱۵۱۸ء میں گوجروں کو غیرت دلائی:۔

"بہادرو"

ازل سے کشمیر کے محافظ ہم کھشتری ہیں، کشمیر ہمارا آباد کردہ ہے اس کا نام ہمارے بزرگ کا نام لیوا ہے۔ آریہ ورت میں یہ جگہ شرفاء، صلحاء اور اولیائے کرام کے رہنے کیلئے ہے... کیا ہم یہ برداشت کر سکتے ہیں کہ کشمیر کے باغوں میں شراب سے آبیاری ہو.... کیا زعفران کے کھیتوں کی عصمت یونہی لٹتی رہے گی۔ دنیا کے بڑے بڑے فاتح کشمیر کو فتح نہ کر سکے کیا آج کشمیریوں میں سے وہ کس بل نکل گیا "........ بہادرو!......... اوانہ نے سوالیہ نظروں سے لوگوں کی طرف دیکھا۔

بہادر کشمیریوں نے بہ آواز بلند کہا:۔

---

[۵۹]:۔ ان کے اسماء حصّہ پنجم میں تحریر کئے گئے ہیں۔

"ہم کشمیر کی آزادی و پاکیزگی کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کیلئے تیار ہیں"
۱۵۱۸ء کے تمام برفیلے اور یخ بستہ جاڑوں میں لوہا گرم ہوتا رہا۔ بندوقیں بنتی رہیں بارود تیار ہوتی رہی۔

مئی ۱۵۱۹ء میں جب شہنشاہ جہانگیر معہ اپنی جماعت اور فوجی دستوں کے کشمیر میں داخل ہوا تو چالیس ہزار کشمیری احمد سلطان کی سرکردگی میں شاہی جماعت کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے موقعہ کی نزاکت کو ملاحظہ کرتے ہوئے شہنشاہ نے معہ اپنی ملکہ نور جہاں و جملہ ہمراہیوں کے مراجعت فرمائی۔ فوجی دستوں کو کشمیریوں نے میدانِ کارزار میں شکست دی اور وہ بھی بھاگ کر کشمیر سے نکل گئے

شہنشاہ جہانگیر واپس لاہور آیا، اس کے زیر نگیں اس وقت افغانستان سے بنگال تک کا علاقہ تھا، اس کا باپ تمام ملک میں کھشتری خون کو دبا چکا تھا جہانگیر کو ایک وسیع سلطنت، وسیع فوج اور وسیع خزانے ورثہ میں ملے تھے بھلا کشمیر اس شہنشاہ کے آگے کیا حقیقت رکھتا تھا۔

اس نے مغربی ہند (افغانستان تا آگرہ و گوالیار) کی تمام افواج کو کشمیر کی جنگِ آزادی دبانے کیلئے یکجا و متحد کیں، اس سال یعنی ۱۵۱۹ء کی گرمیوں میں کشمیریوں نے جشن آزادی منایا مغل عہدیداروں نے شہنشاہ کا مقابلہ کرنے کے الزام میں یکے بعد دیگرے ان خود داروں پر حملے کئے مگر کشمیریوں نے انہیں خس وخاشاک کیطرح اڑا دیا۔

۱۵۲۰ء کی گرمیوں میں مغل افواج اور لاؤ لشکر کثیر تعداد میں کشمیر میں داخل ہوئے... مغلوں کی آمد کی خبر سنتے ہی کشمیری گھر چھوڑ چھوڑ کر جنگلوں میں جا چھپے مگر بہادر احمد سلطان بیس ہزار گوجروں کا لشکر لے کر مقابلہ کو آیا "بادیلی" کے مقام پر خونریز جنگ واقع ہوئی تمام گوجر تہ تیغ ہو گئے مگر انہوں نے میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار نہ کی۔

لڑائی کے اختتام پر گوجروں کو اس طرح اجاڑا گیا جسطرح ۱۵۷۶ء میں اکبر نے میواڑ کے گوجر راناؤں کو اجاڑا تھا۔ گوجروں کی تمام املاک ضبط کر لی گئیں، بہت سے غیور گوجر دشوار گزار پہاڑوں کو عبور کر کے تبت اور سنکیانگ چلے گئے جہاں وہ آج تک مارے مارے پھرتے ہیں اور مویشیوں پر سامان لاد کر گلگت اور چترال سے تجارت کرتے ہیں، جو لوگ آس پاس کے پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے تھے ان کا نام آج

دو بکر وال" اور "بن گوجر" ہے ان کی تعداد چار لاکھ ہے اور یہ ۱۶۲۰ء سے خانہ بدوش ہیں جسطرح ۱۵۷۶ء سے ۱۹۴۷ء تک میواڑ کے باگڑی خانہ بدوش رہے میواڑ کے باگڑی ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء کو دلی حکومت نے قلعہ چتوڑ میں داخل کئے اور پھر آباد کیا ہے، کشمیری گوجروں میں آج کئی ایک مقتدر ہستیاں ہیں مگر عموماً گوجروں کی کثیر تعداد کی حالت وہی ہے جو مغلوں کے دور کی تھی۔

نمبرا نوٹ:۔ حیرت ہے بمبئی گزٹ ایر جلد نمبر ۹ پہلا حصّہ صفحہ نمبر ۸۸ ویز ایلیٹ نے اپنی تاریخ کے صفحہ نمبر ۳۰۳ پر اس آزادی کی جنگ کو بغاوت کا نام دیا ہے مگر ہر حکومت آزادی پسندوں کو یہی خطاب دیتی آئی ہے، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو بھی انگریزوں نے بغاوت کا نام دیا تھا۔

چندر بھان و راجہ کھٹانہ

کمود سنگھ کے بعد اس کے بیٹے چندر بھان اور پوتے راجہ کھٹانہ نے جیسا کہ مذکور ہوا پلپایان میں قلعہ تعمیر کیا۔ راجہ کھٹانہ نے شاہجہاں کا زمانہ دیکھا، اس وقت کھٹانوں کی قوت پورے عروج پر تھی، گو یہ ریاست کچھ بڑی نہ تھی مگر یہ علاقہ گنگا جمنا کے دوآبہ سے ملا ہوا تھا جہاں گوجروں کا اقتدار بحیثیت زمیندار و آبادی موجود تھا لہذا کھٹانوں کے لئے گوجر نوجوانوں کی کمی نہ تھی۔ دو ... [illegible] سے یہ علاقہ صرف ساٹھ میل دور بجانب مشرق تھا۔ شاہجہان نے راجہ کھٹانہ سے بہادر ... [illegible] ... توں کے علاوہ مراسلہ میں تحریر تھا۔

... [illegible] نہ راجہ کے یہاں رشتہ داری کو فخر اور اعزاز سے دیکھنے کے

... [illegible]

... [illegible] ۔ ان کے اسماء ... [illegible]

... [illegible] اب میں راجہ کھٹانہ نے اسی مراسلہ پر لکھا:۔

"ہمیں منظور ہے۔ راجکمار پرتاپ بھان کی شادی اگر مغل شہزادی سے ہو جائے تو ہم گوجر قوم کی مخالفت کے باوجود شہزادی کے اعزاز و اکرام میں کمی نہ آنے دیں گے۔"

شاہجہاں کا زمانہ امن و امان کا زمانہ تھا اس لیئے تمام مغلوں اور راجپوتوں کو یکجا کر کے حملہ کرنا نہایت آسان تھا، شاہجہاں نے خط دیکھتے ہی راجپوتوں کو حکم دیا کہ مغل سرداروں کے ساتھ جا کر راجہ کھٹانہ سے زبردستی لڑکی کا رشتہ لیا جائے۔

لاکھوں کی تعداد میں مغل و راجپوت سپاہ دلی سے روانہ ہوئی۔ بڑی مدت بعد کسی علاقہ سے جبراً لڑکیاں اٹھانے اور لوٹ مار کرنے کا موقعہ ہاتھ آیا تھا کیوں کہ جہانگیر کو اس کی قطعاً ضرورت نہ پڑی تھی، اس کے باپ نے اس کی تمام شادیاں اپنی زندگی میں کرادی تھیں۔

جب گوجر عوام کو اس بات کا پتہ چلا کہ ان سے انکی غیرت اور حمیت چھینی جا رہی ہے تو گوجر شیر ہاتھوں میں تلواریں لے کر "پوایاں" کی طرف چل پڑے۔ شاہجہاں کی فوجوں سے پہنچنے سے پیشتر قومی غیرت سے مر مٹنے والے گوجر نوجوان بھاری تعداد میں راجہ کھٹانہ کے جھنڈے تلے جمع ہوئے۔

کھٹانہ ندی کے کنارے دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا، بادشاہ اپنی تکمیل خواہش اور اس کی سپاہ لوٹ مار کرنے کیلئے لڑ رہی تھی، گوجر اپنی آن اور قومی غیرت میں مر رہے تھے، دلی اور آگرہ سے فوجیں آتی رہیں، اڑسٹھ ہزار مغل اور راجپوت پہلے ہی گوجروں کے ہاتھوں مارے گئے مگر شاہی فوجوں کا تانتا بندھا رہا، آخر کئی ماہ کے کشت و خون کے بعد گوجروں نے شکست کا منہ دیکھا۔

گوجروں نے شاہی خاندان کو قلعہ سے صحیح و سلامت نکال دیا اور خود اپنی عزت اپنی آبرو اور قومی غیرت کیلئے قلعہ کے سامنے خون میں لت پت ہو کر مادر وطن کی خاک میں جا ملے۔

شاہجہاں نے قلعہ کو بارود سے اڑا دیا، تمام شہر ویران کر دیا گیا اور گوجروں کی... ہڈیوں اور خون سے موجودہ شہر شاہجہان پور آباد کیا گیا، اس شہر کے نزدیک ہی آجتک گاؤں "پوایاں" کے پاس قدیمی قلعہ کے کھنڈرات گوجروں کو یاد کر رہے ہیں، بہادر گوجر راجہ کھٹانہ معہ اپنے وفادار اور جانثار فوجی دستوں کے گنگا جمنا کا دوآبہ پار کر کے وسط ہند

میں چلا گیا اور کالپی، اجمیر، ماہوتی، بھانڈیر اور کونچ پر قبضہ کرکے دوبارہ گرجر سلطنت کی بنیاد ڈالی اور ایک نیا شہر بنام شمشیر گڑھ آباد کیا۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا واقعات کیلئے ملاحظہ ہو فارسی تاریخ گلدستۂ جنگ مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ۔

گرجر اتہاس باب پنجم صفحہ نمبر ۵-۲۸ تا نمبر ۲۸۷۔

نوشتہ جات شمشیر گڑھ۔

مہاراشٹر کے گوجر!!
کرٹوجی عرف پرتاپ ثانی
خاندانِ سلہر

جس وقت موئف گرجر یہ سطور تحریر کر رہا ہے اس زمانہ میں یہ شک یقین کے ساتھ بدل گیا ہے کہ اورنگ زیب نے جب اپنے باپ شاہجہاں کو آٹھ سال قید کرنے کے بعد یہ دیکھا کہ شاہجہاں کے حمائتی مغل اور راجپوت اس کے خلاف نفرت کا اظہار اور شاہجہاں کی ہمدردی سے باز نہیں آتے تو اس نے اپنے باپ کو قلعہ آگرہ میں ختم کرا دیا۔

آجکل اخباروں میں بھی یہ خبر شایع ہو چکی ہے کہ مغل مستورات کے چند نوشتے اور بقلم خود تحریریں محکمۂ آثار قدیمہ ہندوستان کو مل چکی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ :۔ "وہ قلعۂ آگرہ میں شہنشاہ ہند شاہجہاں اپنی موت نہیں مرا تھا بلکہ اس کے بیٹے اورنگ زیب نے جس نے اسے قید کر رکھا تھا اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا"

(ملاحظہ ہو اخبار "جنگ" مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۸ء کالم نمبر ۳)

موئف گرجر حصہ دوم میں بالواضح یہ تحریر کر چکا ہے کہ راجپوتوں کے خلاف

اورنگ زیب محض اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے اس سے تخت نشینی پر تعاون نہیں کیا اپنے عیوب کی پردہ پوشی کیلئے اورنگ زیب نے مذہبی آڑلی، نہ صرف اس نے ہندوؤں پر مظالم روا رکھے بلکہ شیعہ ریاستوں کو محض ان کے شیعہ ہونے کی وجہ سے مٹا دیا۔

آجکل وہ پاکستانی مورخ جنہیں ہر سیاسی شخص کو مذہبی رنگ میں پیش کرنے کا قدیمی چسکا ہے یہ لکھتے ہیں کہ نہیں! اورنگ زیب کے دربار میں تو شیعہ حضرات ملازم تھے اور وہ شیعہ فرقہ کے خلاف نہ تھا، یوں تو ہندو راجپوت جسونت سنگھ بھی اس کا سپہ سالار تمام عمر رہا حالانکہ اورنگ زیب نے کوٹہ اور بوندی کے ہندو راجپوتوں کو صفحہ ہستی سے مذہبی آڑ لے کر فنا کر دیا، یہ تو سیاسی مدبروں کی چال بازیاں ہیں، کہیں وہ النسانیت کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں، کسی جگہ مذہب کی چادر لپیٹ لیتے ہیں۔ مطلب صرف اپنا سیاسی و ملکی اقتدار ہوتا ہے۔

زیر نظر باب میں دکن کے گوجروں کا حال تحریر کیا جا رہا ہے کہ گوجروں نے اپنے ملک کی آزادی کیلئے اس خطۂ ملک میں کیا اہم کارہائے نمایاں انجام دیئے یہی وہ علاقہ ہے جہاں سے ایک نئی قوم مرہٹہ نام سے مشہور ہو کر اٹھی۔ مرہٹہ کون تھے؟

مشہور مورخ یدوناتھ سرکار لکھتے ہیں کہ:-

"شیواجی مرہٹہ کی جماعت میں قدیم کھشتریوں کے موجودہ پانچ خاندان موری ...! پنوار، سندے، یادو اور گوجر شامل تھے (یہ سب خاندان آجکل گوجروں کے ہیں دکن میں یہ مرہٹے کہلاتے ہیں جسطرح راجستھان میں گوجروں کے کئی خاندان راجپوت... کہلاتے ہیں۔ مولف گوجر)

وو سیاسی مرہٹہ جماعت کے ابتدائی بہادر شیر کے، شیلار، مہاڑک گوجر قدیمی کھشتری تھے"

سپہ سالاری کا عہدہ ہمیشہ پھالکر، گوجر، موہتے، گھورپڑے اور یادو وغیرہ آٹھ خاندانوں میں ہی رہا

ملاحظہ ہو جسٹس رانا ڈے کی تاریخ مرہٹہ صفحہ نمبر ۳۸

شیواجی مرہٹہ بذات خود چتوڑ کے گوجر راجہ سجن سین کی اولاد سے تھا جو رانی.. پدمنی کے آگ میں جل جانے اور علاء الدین کے چتوڑ پر قابض ہو جانے کے بعد دکن چلا گیا تھا

ملاحظہ ہو تاریخ مرہٹہ باب اوّل۔

ملاحظہ ہو گوجر گونج صفحہ نمبر ۱۵۵ سطر نمبر ۱۰ و ۱۱ مولفہ جناب چودھری محمد اکبر خان صاحب B.A.

مرہٹہ فوج کا سپہ سالار اعظم کڑتوجی گوجر تھا جسے شیواجی نے اس کی بہادری اور جان نثاری کی وجہ سے پرتاپ راؤ کا خطاب دیا تھا۔

ملاحظہ ہو راناڈے کی تاریخ کا صفحہ نمبر ۳۸

پرتاپ راؤ گوجر فنونِ جنگ میں ماہر تھا، ۱۶۶۲ء میں مغلوں نے دکن کے... گرجروں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے قلعہ سالھیر کا محاصرہ کیا، پرتاپ راؤ گوجر سپہ سالار نے مغلوں کی لاتعداد فوج کو شکست دے کر بھگا دیا اس کے بعد پرتاپ راؤ نے سورت اور خاندیش سے چوتھ اور دلیش مکھی (محصول) وصول کیا یہ تمام علاقہ اورنگ زیب کے ماتحت تھا، مقام بالگان اور بیجاپور میں مقام پنہال کھوٹی سے مغل سپاہ کو نکال دیا گیا جب اورنگ زیب سے صلحنامہ ہو گیا اور اورنگ آباد میں گوجر فوج تعنات کی گئی تو اس فوج کا سپہ سالار پرتاپ بھی ساتھ تھا، جب اورنگ آباد میں دوستی کے پردے میں... شیواجی کو گرفتار کرنے کیلئے دکن کے صوبیدار کو اورنگ زیب نے احکام بھیجے تو اس سازش کا انکشاف کرنے والا پرتاپ راؤ ہی تھا۔

۵ اپریل سنہ ۱۶۶۳ء میں جب مغلوں کے صوبیدار شائستہ خاں پر حملہ کیا گیا تو اس وقت شیواجی اور کڑتوجی کے ہمراہ صرف چار سو آدمی تھے، لڑائی میں شائستہ خاں کا انگوٹھا کٹ گیا ہزاروں آدمی تہ تیغ ہو گئے، بھاگنے میں شائستہ خاں کے چالیس نوکر اور چھ بیگمات بھی مر گئیں اس معرکہ میں کڑتوجی (پرتاپ راؤ) کے صرف چھ آدمی مارے گئے اور چالیس زخمی ہوئے اس واقعہ کے فوراً بعد دکنی گوجر کتنر ج گھاٹ ہوتے ہوئے سنگڑھ کے قلعہ کی طرف چلے جو پہاڑی پر واقع تھا وہاں جا کر گرجروں نے مشعلیں جلائیں یہ قلعہ گرجروں کے قبضہ میں تھا، اس پر حملہ کرنے کیلئے مغل سپاہ آئی ہوئی تھی، پرتاپ راؤ جانتا تھا کہ مغل سپاہ رات کو شبخون مارنے ضرور آئے گی لہذا انہوں نے توپوں کے منہ میں گولے بھر کر مشعلیں جلائیں اور فوج کو قلعہ سے باہر نکال کر موقعہ کی تاک میں رہنے کا حکم دیا، مغل شبخونی قلعہ کی طرف چلے۔ چاروں طرف پتوں کے کھڑکنے سے بھی آواز نہ ہوتی تھی، ہر سو خاموشی طاری تھی۔ جب مغل سپاہ بالکل قلعہ کے

پاس آگئی تو توپوں سے گولے چھوڑ دیئے گئے اور چاروں طرف سے مغل سپاہ کا گھیرا ڈال دیا گیا تھا۔ باقی مغل سپاہ جب تک جائے واردات پر پہنچی تو صبح کی روشنی نمودار ہو چکی تھی اور تمام شبخونی مارے جا چکے تھے۔

مغل سپاہ نے عام حملہ کیا لیکن بُری طرح شکست کھائی یہ پہلا موقعہ تھا کہ دکنی گوجر میدان میں ہو کر لڑے تھے، اس فتح سے دکنی گوجروں کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے مغل سپاہ کا تعاقب کر کے دو دستوں کو صاف کر دیا۔

۱۶۶۶ء میں امبر کے مرزا راجہ جے سنگھ راجپوت نے صلح کے بہانے شیواجی کو دِلّی بلایا اور وہاں اورنگ زیب نے اسے دھوکہ سے قید کر لیا، شیواجی دِلّی روانہ ہونے کے وقت... قائمقامی اپنی ماں جیجا بائی کو سپرد کر کے گیا تھا اور اس کی مشاورتی انجمن میں مورو پنت پیشوا نیلو پنت موزمدار اور سپہ سالار پرتاپ راؤ گوجر شامل تھے۔

شیواجی جب تک دِلّی میں قید رہا تب تک تمام مہمات ملکی اور جنگی پرتاپ راؤ کے ہاتھ میں رہے، اس کے بعد شیواجی اورنگ زیب کی بہن جہاں آرا بیگم کی مدد سے قید سے نکل بھاگا اور مہاراشٹر بخیر و سلامت پہنچ گیا۔

۱۶۶۷ء میں شہزادہ معظم اور مرزا جسونت سنگھ راجپوت ایک فوج لے کر دکن پہنچے شہزادہ معظم نے اورنگ زیب کی طرف سے صلح کی پیشکش کی، شیواجی کو پرتاپ راؤ نے منع کیا اور کہا کہ:۔

"دو شہزادہ کا تو اعتبار کیا جا سکتا ہے مگر مرزا راجپوت سے کھٹکا ہے" اس لئے صلحنامہ پر دستخط کرنے کیلئے بہادر گوجر پرتاپ راؤ کو اورنگ آباد بھیجا گیا، صلحنامہ کی رو سے شیواجی کو راجہ تسلیم کر لیا گیا، آبائی جاگیر کے علاوہ دوسرے کئی مقامات پر بھی اس کی... حکومت تسلیم کر لی گئی، مگر شیواجی پر یہ شرط لگائی گئی کہ وہ مغل سپاہ کی مدد بیجاپور کی مسلم (شیعہ) حکومت کو مٹانے میں کرے۔

چنانچہ پرتاپ راؤ معہ گوجر سپاہ کے اورنگ آباد میں ہی رہ گیا، مغل سردار دلیر خاں اس وقت مغل سپاہ میں تھا، اس نے خفیہ طور سے اورنگ زیب کو لکھا کہ اگر پرتاپ راؤ گوجر کو گرفتار کر لیا جائے تو شیواجی کو پھر فنا کر دینا معمولی بات ہے۔ گوجر ہی در اصل شیواجی کا دایاں ہاتھ ہے۔ یہ بھی تحریر کیا گیا کہ شہزادہ معظم کو گوجر کی بہادری

اور اخلاق نے غلام بنالیا ہے لہٰذا وہ کوئی کارروائی اس کے خلاف نہ کرے گا اس لئے اگر آپ مجھے حکمنامہ بھیج دیں تو میں مغل سپاہ کو اپنے ساتھ ملا کر اسے اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کرلوں۔

اورنگ زیب تو بقول بیرونی النسل مسلم مورخ ان کا بہترین بادشاہ تھا ہی چنانچہ اس نے صلحنامہ کی روشنائی خشک نہ ہونے دی اور پرتاپ راؤ گوجر دوسرے سردار نیراجی کی گرفتاری کا حکم بھیج دیا، شہزادہ معظم کو اس کے آدمیوں نے اطلاع دی اس نے اس کارروائی کو انسانیت کے خلاف قرار دیا اور اپنے دوست گوجر کو آگاہ کردیا۔

پرتاپ راؤ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ چپ چاپ نکل جاؤ تاکہ لڑائی جھگڑے کی نوبت آکر کہیں شہزادہ معظم شاہی عتاب میں نہ آجائے چنانچہ پرتاپ راؤ اور اس کی گوجر سپاہ مہاراشٹر پہنچ گئی۔

اس طرح شیواجی کے ساتھ دومرتبہ یہ دھوکہ بازی ہوئی تو اس نے آئندہ صلح کرنے کا خیال دل سے بالکل دیا اور حکم دیا کہ جس طرح علاؤالدین خلجی نے چتوڑ سے ہمیں نکالا تھا اور تمام ملک کو لوٹ کر خزانہ بھرتے ہوئے انہوں نے سپاہ تیار کی تھی اسی طرح اب تم بھی ہر شہر سے غلّہ، اناج اور مال و دولت حاصل کرکے سپاہ تیار کرو، مگر خبردار مندروں اور مسجدوں نیز عورتوں اور بچوں کو ہاتھ نہ لگایا جائے" چنانچہ مشہور مورخ خافی خاں اپنی تاریخ میں لکھتا ہے:۔

وہ شیواجی اخلاقی اور مذہبی طور سے ایک بہترین انسان تھا اس نے کبھی کسی مسلمان رعایا کو نہیں مارا، کسی مسجد کو کبھی مسمار نہیں کیا، کوئی مسلمان یا ہندو عورت کبھی گرفتار نہیں کی گئی، اگر حملے کے دوران اسے قرآن شریف مل جاتا تھا تو اسے اٹھا کر کسی مسلمان کے سپرد کردیتا تھا، آخر عمر میں وہ اورنگ زیب پر حاوی ہوچکا تھا، وہ دکن سے گوالیار تک کا مالک تھا لیکن اس نے اپنی حدود سلطنت میں کبھی کسی مسلمان کو تنگ نہیں کیا، مسجدوں کی تمام جائیدادیں اسی طرح وقف رہیں وہ صرف اپنے ملک کو آزاد رکھنا چاہتا تھا۔

اس کے برعکس اورنگ زیب نے اپنے تین بھائیوں اور باپ سے جو سلوک کئے یا کوٹہ بوندی کے راجپوتوں کو ملک بدر یا رنباگڈھ کی راجکماری کے حاصل کرنے

کے سلسلہ میں ہزاروں آدمیوں کا تہ تیغ ہونا یہ ایسے واقعات ہیں جو تاریخ کے اوراق سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

آخر کار راجکماری متذکرہ بالا کی حفاظت چتوڑ والوں نے کی اور وہ اسے اپنے یہاں لے گئے، اورنگ زیب کے ساتھی صرف وہ ہندو یا مسلمان تھے جنہیں سے حمیت نکل چکی تھی جنہیں سے خاص طور سے مرزا جسونت سنگھ اور مرزا جے سنگھ تھے۔

یہ مرزا جے سنگھ وہی ہے جس کی لڑکی لینے سے دیوتی کے بڑگوجروں نے انکار کر دیا تو اس نے مغلوں کی مدد سے "راجپوتوں" پر انگشت نمائی کرنے والے بڑگوجروں سے ان کا علاقہ چھین لیا۔

یہ جے سنگھ مشہور زمانہ مان سنگھ کا پوتا تھا اور یہ خاندان مغلیہ کا رشتہ دار تھا اسی لئے بڑگوجران سے رشتہ داری نہ کرتے تھے میواڑ کے رانا آج تک ان راجپوتوں میں شادی بیاہ نہیں کرتے۔

آمدم برسر مطلب:۔

۱۶۷۰ء میں پرتاپ راؤ گوجر نے خاندیش کو روند ڈالا اور بڑے بڑے شہروں سے مال و دولت جمع کی۔ صرف کرنجہ کے شہر سے ایک کروڑ روپے کا مال ملا جسے بیلوں اور گدھوں پر لاد کر وہ اپنے ہمراہ مہاراشٹر لے گیا۔

اسی سال سالھیر کے قلعہ پر بہادر گوجر نے مستقل قبضہ کر لیا، یہ قلعہ خاندیش اور گجرات کی سرحد پر واقع تھا، اورنگ زیب نے مہابت خاں کو چالیس ہزار فوجی دے کر روانہ کیا لیکن وہ خاندیش کو بھی تباہ ہونے سے نہ بچا سکا، آخر ۱۶۷۱ء میں اس نے اخلاص خاں کو سالھیر کا قلعہ فتح کرنے پر مامور کیا۔

اس موقعہ پر مشہور مورخ کرنل ڈف تحریر کرتے ہیں:۔

"اخلاص خاں شوقِ جنگ میں غلطاں تھا وہ جوش و خروش کے ساتھ مع افواج کثیرہ کے بڑھا، اخلاص خاں کا یہ شوق دیکھ کر پرتاپ راؤ پیچھے ہٹتا چلا گیا، جب مغل سپاہ کی صفیں لوٹ کرتا تا بندھ گیا تو پرتاپ راؤ نے پہلے آگے والوں کا صفایا کیا اور جب تک صفیں درست ہوئیں تب تک پرتاپ راؤ اور... مورو پنت نے انہیں شکست فاش دی، یہ کارروائی انہوں نے اسی طرح سرانجام

دی جس طرح ولیم اوّل نے انگلینڈ میں سین لیک اور ہیسٹنگز کی جنگوں کے موقعہ پر ۱۰۶۶ء میں کی تھی۔

مغل سپاہ نے دوبارہ مقابلہ کرنا چاہا مگر یہ کوشش بھی بیکار ثابت ہوئی، یہ جنگ چوری چھپے یا چھاپہ مار کر نہیں جیتی گئی تھی بلکہ کھلم کھلا مقابلہ کر کے میدان میں بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے فتح حاصل کی گئی تھی۔

قلعہ سالھیر کو فتح کرنے کی امیدوں پر پانی پھرتا دیکھ کر مہابت خاں واپس اورنگ آباد بھاگ گیا، بہادر گرجروں نے چھ ہزار گھوڑے، چھ ہزار اونٹ، ایکسو پچیس ہاتھی اور بہت سا ساز و سامان اپنے قبضہ میں کر لیا، اورنگ زیب نے غصہ ہو کر مہابت خاں کا تبادلہ.... افغانستان کر دیا جہاں اس کی موت واقع ہو گئی۔

نومبر ۱۶۷۲ء میں بیجاپور کا سلطان علی عادل شاہ مر گیا سلطان کے افسروں میں پھوٹ پڑ گئی مغل فوجیں جو بیجاپور کو فتح کرنے کی کوشش میں سالہا سال سے ڈیرے ڈالے پڑی تھیں انہیں موقعہ ہاتھ آگیا مگر پرتاپ راؤ گوجر نے بھی اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر پنہالہ، ستارہ اور پارلی کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ بیجاپور کے مسلمانوں نے مغلوں کا حملہ روک لیا اور پھر عادل شاہی وزیر خواص خاص نے بہلول خاں کو پنہالہ کا علاقہ واپس لینے پر مامور کیا۔

۱۶۷۳ء میں بیجاپور سے چھتیس میل دور بجانب مغرب بمقام "ابرانی" جنگ واقع ہوئی، دونوں طرف کے بہادروں نے دادِ مردانگی دی، کئی روز کی لڑائی کے بعد..... عادل شاہیہ فوج شکست کھا کر بھاگ گئی اور بہلول خاں زندہ گرفتار ہوا و نیز ہزارہا سپاہی گرفتار کیئے گئے۔

بہلول خاں نہ صرف بہادر تھا بلکہ سیاست داں بھی تھا اس نے پرتاپ راؤ سے کہا کہ دو دکن کے دروازوں پر شمالی ہند کا غنیم اورنگ زیب بیٹھا ہے جو ہم دونوں کا دشمن ہے، بہتر ہو گا کہ ہم متحد ہو کر اس کا مقابلہ کریں"۔

چنانچہ باہم صلحنامہ ہوا جسمیں طے ہوا کہ بیجاپور اپنے علاقوں کی واپسی کا... مطالبہ نہ کرے گا اور کبھی بھی مہاراشٹر کے خلاف تلوار نہ اٹھائے گا، چنانچہ معاہدہ کے بعد بہلول خاں اور اس کے ہمراہیوں کو چھوڑ دیا گیا۔

بہلول خاں کو اس شکست سے سخت ندامت ہوئی تھی اس نے معاہدہ صرف رہائی کیلئے کیا تھا چنانچہ چند ہی دن بعد اس نے پھر جنگ شروع کر دی پرتاپ راؤ نے شیواجی کو مزید کمک کیلئے لکھا جس کا جواب شیواجی کیطرف سے یہ تھا۔

"معاہدوں اور صلحناموں نے ہمیشہ مجھے دھوکہ دیا، میں نے تمہارے سامنے قسم کھائی تھی کہ اب ہم کسی صلحنامہ پر دستخط نہ کریں گے اس کے باوجود تم نے بغیر اجازت دشمن سے مصالحت کر کے غلطی کھائی ہے، اب اس غلطی کا خمیازہ صرف تم کو اور تمہاری فوج کو ہی بھگتنا پڑے گا، اگر ہمت نہ ہو تو پھر کبھی مجھے منہ نہ دکھانا"

شیواجی کے یہ الفاظ اس نے جنگ کے مورچے میں سنے، گوجری خون جوش میں آگیا، وہ اپنے راجہ کا وفادار تھا، وہ سچا محب وطن تھا، وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا، وہ ضرور اپنی غلطی کا تدارک کرے گا، اس کے آگے کوئی طوفان دم نہیں مار سکتا، وہ اکیلا دشمن کو کاٹ کر رکھ دیگا۔

چنانچہ مورچے میں اس کے پاس صرف چھ سات آدمی تھے جنمیں سے ایک نے دوڑ کر فوج کو بلایا اور انہیں صورت حال سے آگاہ کیا، تمام بہادر گوجروں نے قسم کھائی کہ آج ہی اس جنگ کا خاتمہ کر دیا جائے گا مگر پرتاپ راؤ نے کسی سے کچھ نہیں کہا وہ صرف معہ اپنے چھ ہمراہیوں کے دشمن کے مورچے میں اسی طرح گھس گیا جس طرح سنہ ۱۵۹۱ء میں سر رچرڈ گرینول نے اکیلے اور تن تنہا اسپین کے ترپن ۵۳ سمندری جہازوں کے خلاف کارروائی کی تھی۔

ایک طرف صرف سات آدمی تھے اور دوسری طرف ہزارہا سپاہی، چاروں طرف سے گھیرا پڑ گیا لیکن ان بہادروں نے ہر چہار طرف وہ کاٹ مار کی کہ دشمن کے سینکڑوں آدمی موت کا لقمہ بن گئے اور اسی روز....

شام کا وقت

ایک گوجر سردار :- "گوجر قوم کے سپوت آنکھیں کھولو، ہم تمہاری نگاہ کے منتظر ہیں"

پرتاپ راؤ :- میری تلوار کہاں ہے.... یہ کس کا خیمہ ہے؟

سردار :- آپ کی تلوار اس خادم نے آپ کے ہاتھ میں سے نکال لی تھی۔ یہ آپ

کا ہی خیمہ ہے"۔

پرتاپ راؤ :۔ کون بزدل مجھے دشمن کی فوج سے نکال کر لایا ہے ؟

سردار :۔ آپ فتحمند ہو چکے ہیں، دشمن کی فوج بھاگ چکی ہے، دشمن آپکے ساتھ لڑتا ہوا یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ سات آدمی نہیں بلکہ سات ہزار آدمی ہیں لہذا جوں ہی آپ کے جان نثار پہنچے دشمن سمجھا نئی فوج آگئی ہے اس لئے چند گھنٹوں میں میدان صاف ہو گیا"۔

پرتاپ راؤ :۔ مگر دھوکہ باز بہلول خاں کیسے نکل گیا؟"

سردار :۔ بہلول خاں کو اپنے کئے کی سزا مل چکی ہے وہ آپکی تلوار سے میدان جنگ میں مر گیا۔

پرتاپ راؤ :۔ اس کی لاش واعزاز واکرام کے ساتھ شیواجی کے پاس بھیجدو اور مجھے گجرات میں سالھیر لے چلو"۔

سالھیر پہنچ کر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے بہادر گوجر اس دار فانی سے کوچ کر گیا شیواجی کو اس کی موت کا بے حد افسوس ہوا، اس بہادر گوجر نے صرف ایک لڑکی وارث چھوڑی جس کی شادی شیواجی کے لڑکے راجہ رام سے ہوئی سالھیر کا قلعہ ہمیشہ کیلئے گوجروں کے ماتحت رہا جسے انگریزوں نے آکر اپنے قابو میں کیا۔

پرتاپ کا خاندان اور اس کے رشتہ دار آج تک اسی جگہ آباد ہیں اور مہاراشٹر کے علاقہ میں خاص اعزازات کے مالک ہیں، پرتاپ راؤ کا تعلق سلہر خاندان سے تھا تمام ملک میں سلہر گوجروں میں شمار ہوتے ہیں مگر نہ معلوم کیا وجہ ہے کہ مغربی پنجاب میں... سلہر خاندان کے کچھ حضرات اپنے کو راجپوت کہتے ہیں، غالباً اس کی وجہ یہی ہو گی کہ اس خاندان کی چند ہستیاں اکبری دربار میں پہنچ کر راجپوتی اختیار کر گئیں۔

آئین اکبری میں علاقہ مینگڑی میں گوجروں اور سلہر خاندان کی آبادی بتائی گئی ہے مینگڑی کے موجودہ گوجر کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، اکبر کے زمانہ میں سلہر خاندان نے راجپوتی کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اپنے خاندان پر اپنی قوم بنائی پھر مغلوں کے اور دور میں آہستہ آہستہ درباری راجپوتوں میں جا ملے۔

مطالبہ کے بعد

آجکل بھی کئی خاندان مغربی پنجاب میں ایسے ہیں جو صرف گوت (خاندان)

سے ہی اپنی قوم الگ بنائے بیٹھے ہیں۔ مثلاً کھوکھر، لون وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ اسی خاندان کے باقی تمام افراد و مغربی پنجاب میں اور مجموعی طور سے جہلم کے تمام شمالی علاقوں میں اپنے کو صرف گوجر کہتے ہیں۔

پرتاپ راؤ کے مرنے کی خبر جب شہنشاہ اورنگ زیب کو ملی تو وہ بے حد خوش ہوا اس کی خوشی کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اورنگ زیب پرتاپ راؤ کو شیواجی کا عقل کل اور دستِ راست سمجھتا تھا اس کو اس امر کا اچھی طرح سے یہ یقین دلا دیا گیا تھا کہ شیواجی کی پوری جماعت میں اگر کوئی قابل قدر ہستی ہے تو وہ صرف پرتاپ راؤ کی ہے جب تک یہ شیر زندہ ہے شیواجی کو مغلوب کرنا آسان نہیں اور اگر یہ کانٹا راستے سے ہٹا دیا گیا تو پھر شیواجی کی جماعت کا وجود بھی باقی نہ رہ جائے گا اور وہ بہت معمولی سی ضرب سے پارہ پارہ ہو جائے گی۔

اورنگ زیب کا یہ خیال محض خیال ہی ثابت ہوا اس لئے کہ پرتاپ راؤ کے مرنے کے بعد اس نے مکمل تیاریاں مہاراشٹر پر فوج کشی کی کر کے ایک منظم حملہ کیا جو واقعی شیواجی معہ اس کی جمعیت کے خس و خاشاک کی طرح بہا لیجانے کیلئے کافی تھا لیکن شیواجی ایک ایسی مضبوط چٹان ثابت ہوا جس کے قدم کو لغزش تک نہ ہو سکی، بجائے تباہ و برباد ہونے کے اس نے اپنے متواتر حملوں سے شہنشاہ اورنگ زیب کو پریشانی میں مبتلا کر دیا اور یہ صورت پرتاپ راؤ کی یاد میں اس کی آخری عمر تک قائم رہی۔

کون سی شے نہیں قدرت کے کارخانے میں
گرجر خون کا ثانی نہیں زمانے میں

رانا رتن سلومبر

پورنماشی کی رات تھی تمام دنیا چاندنی میں نہا رہی تھی۔ راجسمند سرودر (شاہی محل کی جھیل) کے درمیان واقع محل کی چھت پر زمین کا چاند "چاد وستی" اپنے خاوند کھشتریوں کے سورج مہارانا راج سنگھ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جھیل کے پانی میں شرمندہ چاند کو دیکھ رہی تھی اور سورج کی آنکھیں چاند کے چہرے کو دیکھ کر سکون حاصل کر رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد رانی نے مہارانا سے کہا:۔

"پران دلبھ! کوئی کہانی سنائیے۔"

مہارانا بولے:۔

"کہانی سناؤں یا کوئی واقعہ بیان کروں؟"

رانی گویا ہوئی:۔

"میرے سرتاج! حقیقت بیان کیجیے۔"

مہارانا نے کہا:۔

"جانِ من! آپ بیتی بیان کروں یا جگ بیتی بیان کروں؟"

رانی نے کہا:۔

"آپ بیتی بیان کیجیے"

رات کا سناٹا چھایا ہوا تھا نیچے جھیل کی لہریں کناروں سے آہستہ آہستہ ٹکرا رہی تھیں مہارانی کی نظریں مہارانا کو دیکھ رہی تھیں اور مہارانا کی نظریں کہیں دور سلومبر کی طرف اُٹھ

نوٹ:۔ نمبر ۱:۔ سلومبر... سلومبر گوجروں کا ایک گوت (خاندان) ہے جیسے (بقیہ صفحہ نمبر ۴۹۹)

کئے کچھ تلاش کر رہی تھیں ۔ ان کے چہرے کے تاثرات سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ نہایت سنجیدگی سے کسی سوچ وبچار میں مستغرق ہیں ، کچھ دیر خاموشی کے بعد مہارانا نے کہنا شروع کیا :۔

"جس دن روپن گڈھ کا سفیر آیا اس روز میواڑ دربار میں مجلس اراکین سلطنت منعقد تھی آپ کا پورے تین ورقوں کا خط دربار میں پڑھ کر سنایا گیا ۔ یہ خط کیا تھا کھشتری خون کو ایک تنبیہ تھی ، کھشتریہ ناموس کو ایک چیلنج تھا ، بحث وتمحیص کے بعد روپن گڑھ پہنچنے کی رائے منظور ہوئی فوراً ایک سوار پرچہ دیکر سلومبر بھیجا گیا تاکہ میواڑ انگوٹھی کے نگینہ سلومبر خاندان کے جوہر نایاب رانا رتن سلومبر کو مع فوج روپن گڑھ بھیجا جائے اس پیامبر سوار نے واپس آکر جو کچھ بیان کیا اس کی یاد آتے ہی کلیجہ آج بھی بیٹھ جاتا ہے انسان میں اتنی ہمت کہاں جو اس واقعہ کو سننے کی تاب لا سکے :۔

"محل کے سامنے شہنائیاں بج رہی تھیں رانا رتن سلومبر رخ نمائی کے لئے اپنی نئی دلہن ہاڑا رانی کے کمرے میں چوپڑ کھیل رہے تھے نیچے مغنیاں گا رہی تھیں ۔

مہانا مولنگا راموتی

چالے تو لے چالا تھالے مھانا دلیش

اونچا نیچا مگرا بیچے

بسے چھے مھارو دلیش

رے مھنے پیارو لاگے میواڑ رانا رو دلیش

دولھا اور دولہن دونوں میں سے کسی کو دنیا مافیہا کا پتہ نہ تھا وہ بظاہر کھیل میں مصروف تھے مگر دل کی دھڑکنیں تیز تھیں نگاہ بچا بچا کر نثر سلی نظروں سے ایکدوسرے

(بقیہ صفحہ نمبر ۳۹۸) عرف عام میں آج لوہڑ یا لوھبرا اور لمبور بھی کہتے ہیں ، لوھبرا اور سلومبر ایک ہی لفظ ہے جیسے سپوت اور پوت ، تارا اور ستارہ وغیرہ وغیرہ ۔ اس خاندان کی دو معزز ہستیوں سے مجھے ذاتی طور سے واقفیت ہے ۔ (۱) مولانا محمد اسحٰق لوہبر صاحب ادیب عالم ومنشی فاضل دارالعلوم دیوبند ہو رسٹی) ادارہ الجدیث کراچی ۔ (۲) جناب چودھری حکیم الدین صاحب لوہبر بی ۔ اے ۔ ایل ایل ۔ بی (مقیم کراچی) میواڑ میں اس خاندان کی ریاست سلومبر کہلاتی تھی جسکا دارالخلافہ انتہ پور تھا ۔ (مولف گجر)

دیکھتے تھے، ہاڑا رانی شادی کے لال جوڑے میں کندن کی طرح چمک رہی تھی اسکی پھول جیسی پلکیں رانا سلومبر کے چھریرے بدن اور پروقار چہرے کو دیکھکر بھاری ہو رہی تھیں رانا نے نظریں اٹھا کر رانی کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر نسوانی حیا۔ کی لہر دوڑ گئی، گردن جھکا کر قالین کو کریدنے لگی، ابھی باہمی گفتگو بھی نہ ہونے پائی تھی کہ.... اتنے میں سیڑھیوں پر کسی کے قدموں کی آہٹ معلوم ہوئی دونوں زینہ کی طرف دیکھنے لگے۔

خادمہ نے آکر پرچہ رانا کے ہاتھ میں دیا۔

اس پرچہ میں معلوم کیا تحریر تھا۔ پرچہ کی عبارت مختصر تھی مگر رانا کی نظریں کاغذ سے اوپر نہ اٹھتی تھیں، ہاڑا رانی محو حیرت تھی کہ ایسی کیا بات ہے کہ جس کی وجہ سے رانا غور وفکر کے اتھاہ سمندر میں غوطے لگا رہے ہیں۔

اس نے ہمت کر کے اپنے مہندی لگے ہاتھوں سے پرچہ لے لیا رانا کو غور وفکر میں اس کا احساس بھی نہ ہوا، رانی نے پرچہ پڑھا لکھا تھا:۔

"رانا سلومبر .... واضح ہو کہ اورنگ زیب نے روپ گڑھ کی راجکماری چارومتی کو حاصل کرنے کیلئے اس کے باپ کو دھمکی دی تھی کہ یا تو شہزادی کو دلی شاہی محل میں بھیجدیا جائے ورنہ بہ جبر ہماری فوجیں ہمارا مقصد پورا کریں گی اس صورت میں تمام علاقہ کو تباہ و برباد کر دیا جائے گا اور نہ صرف شہزادی جبریہ لائی جائے گی بلکہ ہزارہا دیگر عورتیں بھی گرفتار ہوں گی، روپ گڑھ کے راجہ نے کوئی... جواب نہ بھیجا اب اورنگ زیب لشکر لے کر آرہا ہے، ہمارے پاس.... روپ گڑھ دربار کا نہیں بلکہ راجکماری چارومتی کا مراسلہ آیا ہے کہ اس کی عزت وآبرو بچائی جائے، اس لئے تمہیں ہدایت کی جاتی ہے کہ فوراً اپنی فوج لے کر حاضر ہو جاؤ اور اس مہم کو سر کر کے راجکماری کو ظلم کے پنجہ سے رہائی دلا کر چتوڑ میں حاضر ہو"......

مہارانا میواڑ
راج سنگھ

یہ پرچہ پڑھ کر رانی ہاڑا نے اپنے دولھا رانا کی طرف دیکھا وہ اب رانی کیطرف نظریں جمائے کچھ سوچ رہے تھے۔

ان کے منہ سے دھیمی آواز میں نکلا:۔

"نہیں! میں ہرگز جنگ میں نہیں جاؤں گا:۔

رانی کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا، اس کے کانوں نے پھر دوبارہ یہ الفاظ سنے۔

"رانی.... ابھی تو میرے ہاتھوں کی مہندی بھی نہیں دھلی اور نہ تمہارے چہرہ پر سے رخصتی کا غازہ ہی اترا ہے.... بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میں جو ابھی چند گھنٹے.... پیشتر اپنی دلہن کو بیاہ کر کے لایا ہوں اسے چھوڑ کر جنگ کیلئے روانہ ہو جاؤں.... نہیں..... یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

اب رانی نے کہا:۔

"میرے آقا! جو میرے کان سن رہے ہیں کیا وہ سچ ہے؟"

رانا نے جواب دیا:۔

"ہاں سچ ہے... اور بالکل سچ ہے... میں ہرگز اپنی دلہن کو چھوڑ کر نہ جاؤنگا یہ ناممکن......"

رانی کے دل میں کھشتری حمیت جاگ اٹھی وہ فوراً بولی:۔

"لوہبر خاندان کا رانا ایسی بات کہہ رہا ہے، جس خاندان کے بچہ بچہ میں قربانی دینے کی آگ جلتی ہے.... کیا اس خاندان کا رانا آج ایک عورت کی عزت بچانے میں پس وپیش کر رہا ہے۔ کیا آج مہارانا چونڈا رائے کے خاندان کو کلنک لگانے والے پیدا ہو گئے ہیں...... مجھے معلوم نہیں تھا۔"

رانا رتن سلوہبر یہ الفاظ سن کر محل میں نہ ٹھہر سکے وہ فوراً نیچے دیوانخانہ میں آئے اور دیوان کو بلانے کا حکم دے کر رانی کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"رانی! میں تمہیں آخری بار دیکھنے آیا ہوں۔ ٹھیک ہے... میری عقل پر پردے پڑ گئے تھے...... میں ہرگز یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ مورخ میری بابت تحریر کریں کہ رانا چونڈا رائے سلوہبر کے خاندان میں ایک بزدل اور قومی حمیت سے عاری رتن پیدا ہوا جس نے جنگ سے منہ موڑ کر اپنے خاندان کو کلنک لگایا... مگر رانی! کیا کروں تمہیں بھی نظروں سے اوجھل کرنے پر دل رضامند نہیں ہوتا۔"

رانی نے دلیرانہ طور سے کہا:۔

"تو یہ بات ہے راناجی؟ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ کھشتری عورت اپنی عزت کی مثال پیش کر کے دنیا کو دکھانے آئی ہے وہ کنواری رہتے ہوئے اپنے باپ کی عزت کی نگہبان ہے اور شادی شدہ ہو کر وہ اپنے خاوند کی خادمہ ہے، بیوہ ہو کر وہ اپنے میکے اور سسرال کی عزت کی پاسبانی کرتی ہے اور جب قوم کی عزت کا سوال ہوتا ہے تو وہ تلوار ہاتھ میں پکڑ لیتی ہے اور جب اسے مقصد کی ناکامی کا یقین ہو جاتا ہے تو قوم کی عزت بچانے کیلئے اپنے کو آگ کے سپرد کر دیتی ہے"!

یہ کہتے ہوئے رانی نے رانا کے چہرے کو دیکھا وہ بڑے غور سے رانی کو دیکھ رہے تھے رانی بولی:-

"راناجی! میرے آقا!! میرے سرتاج!!! خدا نے ہمیں آج ایک جگہ کیا ہے۔ یہ پہلا دن ہے، ابھی تو زندگی باقی ہے، نہ معلوم ہم کتنے سال اکٹھے رہیں گے اور اگر خدانخواستہ...... خاکم بدہن..... تقدیر میں کچھ اور ہی ہے تو گھبرائیے نہیں، سورگ (جنت) میں دودھ گنگا[1] (آب کوثر) کے کنارے ملیں گے"!

اتنے میں دیوان جی کے دیوان خانہ میں آنے کی خبر آئی، رانی نے تلوار اٹھا کر رانا کو دی اور پھر رانا کے دونوں ہاتھوں کو مع تلوار کے اپنی پیشانی سے لگا کر انہیں رخصت دی۔

شام ہونے میں ابھی تھوڑی دیر باقی تھی، رانی نیچے آئی عوام کی عورتوں کو اپنے ہاتھ سے شادی کی خوشی میں انعامات تقسیم کئے، شہنائیاں بند ہو گئیں، جنگی نقارہ بجنے لگا، دیوان نے فوج کو سامانِ جنگ دینا شروع کیا گھوڑوں پر زین کسی گئیں، تمام رات.... چھاؤنی میں روشنی ہوتی رہی بلکہ تمام علاقہ سلمبر کے راستوں پر گھوڑوں کی ہنہناہٹ سنائی دے رہی تھی جو چھاؤنی میں آرہے تھے۔

تمام رات رانا ادھر سے ادھر انتظامات میں لگے رہے، علی الصباح بگل بجا شہر کی چہار دیواری کے بڑے دروازے سے فوجیں نکلنا شروع ہوئیں، رانا فوج کو سلامی دینے کیلئے دیوانخانہ کے جھروکہ میں کھڑے ہوئے، جب فوج کا آخری دستہ بھی

---

[1] ہندوؤں میں ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ سورگ (جنت) میں گنگا بہتی ہے اور اس میں دودھ بہتا ہے (مؤلف)

گزر گیا لیکن رانا رتن کسی خیال میں مستغرق رہے یکایک ان کا گھوڑا محلسرا کی طرف مڑا ملازموں نے بڑھکر خادمہ کے ذریعہ سے محل میں اطلاع کرائی۔

رانا محل کے اندر داخل ہوئے رانی پیشوائی کو بڑھی اور واپسی کی وجہ دریافت کی رانا نے کہا۔

"رفیق زندگی .... میں تم سے آخری بار ملنے اور کوئی گراں قدر نشانی آیا ہوں"

رانی نے سوچا... سمجھا .... دیوار پر لٹکتی ہوئی تلوار کو اتار کر اپنی گردن پر وار کرتے ہوئے بولی "سرتاج ... نشانی حاضر ہے" رانی کا سر رانا کے قدموں پر پڑا تھا وہ سوچا سمجھا اور آنکھوں میں آنسو بھر رون گڑھ روانہ ہو گیا۔

یہ کہتے کہتے مہارانا راج سنگھ کی آواز بھرا گئی اور آنسو ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ گرنے لگے، چارومتی نے بوجھل آواز سے پوچھا:-

"مہارانا! اس کے بعد کیا ہوا؟"

مہارانا بولے:-

"ہاڑا رانی کی قربانی کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ آج تم میرے پاس ہو"

رانی چارومتی نہایت بھینی سے بولی،

"اور میرے نجات دہندہ رانا رتن؟"

مہارانا آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے بولے:-

"رانا رتن .... رتن تمہیں چتوڑ چھوڑ کر انت پور اپنے دار الخلافہ میں چلا گیا اور.... ہاڑا رانی کی یاد میں اس نے سمادھ (مزار) تعمیر کرائی اور عیش و آرام کی زندگی بالکل ترک کردی اس کی حالت کا جب مجھے پتہ چلا تو میں نے اس کی شادی کیلئے بہتیرا زور لگایا مگر وہ اب صرف ہاڑا رانی کی یاد کا بجاری بن چکا ہے"

مہارانی چارومتی بولی:-

"مہارانا! اگر میں اپنے نجات دہندہ بھائی رتن کو رضامند کروں تو کیا آپ میری نند (مہارانا کی پھوپھی زاد بہن وجے دیوی) سے رشتہ کرنے کیلئے تیار ہیں؟"

مہارانا نے جواب دیا:-

"میری طرف سے اجازت ہے گر وجے دیوی اور اس کے باپ رانا کرم چند دائے

کانکرولی[1] سے بھی اس بارے میں رائے لینا ضروری ہے۔"

مہارانی بولی:۔

"مہارانا.... آپ فکر نہ کریں۔"

---*---*---*---

مہارانا اور مہارانی کچھ دن بعد انت پور پہنچے رانا رتن نے شاہانہ طور سے ان کا استقبال کیا.....

ایک دن

مہارانا بولے:۔

"رتن.... اب کب تک یونہی رنج و غم کے عالم میں زندگی بسر کرو گے؟"

رانا رتن نے افسردگی کے عالم میں جواب دیا:۔

"جب تک زندگی ہے اسے ہاڑارانی کی یاد میں ہی گزارنا ہے۔"

اب مہارانی چارومتی بولی:۔

"میرے بھائی.... میرے محسنِ اعظم! میں اب اپنے نجات دہندہ کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتی۔ تمہیں اپنی بہن کی درخواست کو منظور ہی کرنا ہوگا۔"

رتن نے مؤدبانہ جواب دیا۔

"بہن! ایسا نہ کہو.... میں تمہارا نجات دہندہ نہیں ہوں میں نے اپنا فرض پورا کیا ہے ہاڑارانی کی قربانی نے مجھ سے یہ فرض ادا کیا ہے ورنہ آج "رتن" کہیں منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔"

چارومتی نے جواب دیا:۔

"بھائی.... اس میں شک نہیں کہ ہاڑارانی ایک دیوی تھی جس نے اپنی جان کی قربانی دیکر اپنی بہن کی عزت و آبرو کو بچا لیا مگر کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آئندہ اس سرزمین پر کوئی کھشتری پیدا نہ ہو اگر کھشتری اسی طرح اپنی نسل مٹانے لگے تو ہاڑارانی کو سر دینے کے لئے رتن کبھی نہ مل سکیں گے؟ سر بھی اپنے سرداروں کو دیئے جاتے ہیں، جب سردار ہی پیدا نہ ہونگے

---

[1]:۔ کانکرولی کے راناؤں کا یہ خاندان آج تک گرجروں میں ایک مقتدر گھرانہ سمجھا جاتا ہے۔ (مؤلف)

تو ہاڑا رانی پھر کسے اپنا سر پیش کریگی.... رانارتن..... میرے بھائی! اس خیال سے جاگو! ابھی دنیا بہت دن قائم رہے گی.... نمعلوم کتنے روپن گڑھ ہوں گے، کیا ان کی حفاظت کیلئے "رانارتن" نہیں چاہئیں........ ضرور چاہئیں، اسی "رانارتن" کو زندہ کرنے کیلئے.... ہاڑا رانی نے قربانی دی تھی۔ کیا آپ اس کی قربانی کو رائگاں جانے دیں گے؟"

رانارتن خاموشی اور بے خودی کے عالم میں یہ سب سن رہا تھا وہ یکدم چونک پڑا اور گویا ہوا:۔

"نہیں نہیں! بہن.... ایسا نہ کہو"

المختصر مہارانا راج سنگھ نے رانارتن کی طرف سے شادی میں شرکت کی اور بارات کے ساتھ کانکرولی گئے واپسی پر پھر سلومبر (انتہ پور) میں آئے۔

انتہ پور آتے ہی سب سے پہلے دولھا اور دلہن نے ہاڑا رانی کی سمادھ (مقبرہ) پر حاضری دی، مہارانا اور مہارانی بھی ساتھ تھے، چاروں ہاڑا رانی کے مقبرہ میں ننگے پیر داخل ہوئے عقیدت سے سر جھکے ہوئے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

نوٹ:۔ گرجر مولف کہتا ہے کہ ہاڑا رانی جیسی بہادر عورتوں کی قربانیوں کا ہی یہ اعجاز ہے کہ ہم آج اپنے کو گوجر اور راجپوت یا کھشتری لکھکر فخر محسوس کرتے ہیں۔

اس واقعہ کے اسناد صحیح ہیں۔ میواڑ کا بچہ بچہ اس واقعہ کو جانتا ہے تاریخی ثبوت کیلئے ملاحظہ ہو۔

۱:۔ ٹاڈ راجستھان از کرنل ٹاڈ باب میواڑ

۲:۔ تاریخ میواڑ

۳:۔ "ویر گرجر" مطبوعہ اگست ۱۹۵۵ء صفحہ نمبر ۹ تا نمبر ۱۱

۴:۔ گجر گونج صفحہ نمبر ۱۷۰ از جناب محمد اکبر خاں صاحب

---★---★---★---

بہادر کھنڈوا دھایہ

مرہٹہ راجہ ساہو کا سپہ سالار کھنڈوا دھایہ نامی تھا اُس نے خاندیش پر قبضہ کرلیا اور سورت میں کچے قلعے بنوائے اور ساتھ ہی ساتھ اُس کے تھانے بھی قائم کئے، قافلوں کے مال پر چنگی قائم کردی، اگر مال بلا چون و چرا تبا دیا جاتا تو خیر ورنہ وہ سارے مال پر قبضہ کر لیتا۔ آدمی یعنی مالک مال قید کر لئے جاتے۔

فرخ سیر کے بھیجے ہوئے امیر الامرا سید حسین علی خاں نے جب یہ حالات معلوم کئے تو اس کو اس کا انتظام کرنا بہت ضروری ہوا، چنانچہ بخشی ذو الفقار بیگ کو چار ہزار سوار اور تین ہزار برقنداز کے ساتھ اُس کی تنبیہہ کو روانہ کیا۔

ذوالفقار بیگ خاندیس کے قریب ہی پہنچے ہوں گے کہ کھنڈوا دھایہ نامی نکل پڑا اور روبرو آیا بخشی صاحب نے مقابلہ کرنا چاہا وہ طرح دے کر جنگلوں کی طرف چلا۔

اب بادشاہی سپاہی پیچھے پیچھے چلے جاتے تھے اور وہ اندر جنگلوں میں چلا جاتا تھا اگرچہ بخشی کو ہرکارے اُس کا پیچھا کرنے سے روکتے تھے مگر وہ کب مانتا تھا آخر کھنڈوا دھایہ نے بادشاہی فوج کو اُس مقام پر لا ڈالا جسکو وہ اپنے لئے مستحکم خیال کرتا تھا یا پہلے ہی سے تیار رکھا تھا، اب یہاں پہنچکر کھنڈوا دھایہ کی فوج چھوٹے چھوٹے حصّوں میں ہو کر پہاڑی ٹیلوں پر متفرق ہو کر پریشان ہوتی ہوئی نظر آئی۔

بخشی ذوالفقار بیگ خوش ہوا، اُس نے حکم دیا کہ ان سب کو اسی طرح بھگا کے جان سے مار دو لہذا فوج نے صف بندی کو توڑ کر ان کا پیچھا کیا، جب تمام فوج منتشر ہوگئی تو بہادر کھنڈوا موقعہ کو تاڑ گیا، اُس نے فوراً بگل بجوا کر اپنی تمام فوج کو کھڑا ہونے کا حکم دیا۔ پہاڑیوں میں جنگ کا بازار گرم ہوا، ایک بھی سپاہی بچ کر نہ نکل سکا اور ذوالفقار بیگ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔

نوٹ:۔ دھایہ گوت کے گوجروں کی زیادہ تعداد خاندیش اور برار میں ہے (مولف)

مال ومتاع، گھوڑے وغیرہ اور بہت سا جنگی سامان گرجروں کے ہاتھ آیا کئی دن تک امیر الامراء کو کوئی خبر نہ پہنچی، آخر اسے تمام فوج کے مارے جانے کا یقین ہوگیا اس نے غصہ میں بھر کر اپنے دیوان محکم سنگھ راجپوت اور اپنے بھائی سیف علی خاں کو جو برہان پور کا صوبیدار تھا ایک چیدہ اور شائستہ لشکر دے کر اس مہم کو سر کرنے کی سخت تاکید کی۔

دیوان محکم سنگھ راجپوت اور صوبیدار سیف علی خاں خونخوار لشکر لے کر... بہادر دھابے کی سرکوبی کے لیے آندھی وطوفان بن کر بڑھے مگر جو بھی مقابلہ پر پہنچا وہ میدان جنگ سے واپس نہ آیا، دیوان صاحب اور صوبیدار صاحب مع تمام لشکر وہیں کام آگئے۔

یہ آخری کوشش تھی جب کہ دِلّی کے بادشاہوں نے مرہٹوں اور دکن کے گوجروں کو دبانے کیلئے کی تھی جس میں وہ ناکامیاب ہوئے اس کے بعد مغل بادشاہوں نے ہمیشہ کے لئے دکن اور وسط ہند سے ہاتھ اٹھا لیا۔

مرہٹوں اور گوجروں نے اب مغلوں کے حامی راجپوتوں کی طرف توجہ دی اور انہوں نے اسی عرصہ میں راجستھان کے تمام راجہ اور مہاراجہ کو مغلوب کر لیا، سب نے چوتھ اور دیش مکھی (محصول) دے کر جان بچائی، چند ہی سال بعد مغل بادشاہوں نے مرہٹوں کو اپنی مدد کیلئے بلایا کیونکہ وہاں تخت نشینی پر جھگڑے کھڑے ہوگئے تھے اسی دوران ملک کے طول وعرض میں تمام جگہ گوجر خود مختار ہو گئے جس کا مفصل تذکرہ حصہ دوم میں گزر چکا ہے۔

غیور رانا حمید المعروف میدا راول گوجر

۱۷۳۰ء کا واقعہ ہے کہ دِلی کے تخت پر مغل محمد شاہ رنگیلا حکومت کرتا تھا جس کے زمانہ میں قلعۂ دلی میں روزانہ تین چار سو طوائفیں برہنہ ناچتی تھیں قلعہ میں قوالیاں ہوتی... تھیں، بیگمات پر حال آتا تھا، تین کروڑ روپیہ سالانہ صرف باورچیخانہ کا خرچ تھا۔

مغل محمد شاہ بادشاہ ہند کے لئے پانچسو روپیہ سیر کا متنجن پکا کرتا تھا، بادشاہ کا فرمان تھا کہ خوبصورت عورتیں فراہم کی جائیں چنانچہ ایک تاجر احمد جان بہت دور دراز کا سفر طے کر کے ایک مسلم گوجر لڑکی شاہ رخ کو فروخت کرنے دِلی لایا، محمد شاہ بادشاہ نے ایک لاکھ اشرفی ادا کر کے اسے خرید لیا۔

اس لڑکی کے دِلی لائے جانے کی خبروں نے دِلی کے چاروں طرف کے گوجروں میں ہیجان برپا کر دیا، ضلع کرنال (پنجاب) کے موضع باپالی کے ایک گوجر المعروف میدا نے اس.. لڑکی کو چھڑانے کا بیڑہ اٹھایا۔

راول گوجروں کے نوشتہ جات میں اس بات پر اختلاف رائے ہے کہ میدا ہندو تھا یا مسلمان کیوں کہ کوہنڈ کے راول اسے ہندو بتاتے ہیں اور نوزپور گڑھی کے مسلمان گوجر اسے اپنا بزرگ مانتے ہیں، یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ کرنال کے گوجر ۱۲۹۶ء میں مسلمان ہوئے تھے مگر جیسا کہ ثابت ہوگا ان کے نام کئی پشتوں تک اپنی مادری زبان میں رہے ہمارے لئے یہی بات قابل قبول ہے کہ میدا مسلمان گوجر تھا، مگر اسمیں شک نہیں کہ جب یہ جھگڑا کھڑا ہوا تو ہندو گوجروں نے بھی اسے اپنی قوم کی توہین و تذلیل خیال کیا یہ بات تصدیق شدہ ہے کہ میدا کے ساتھ تمام گوجر تھے جیسا کہ پوری تاریخ میں ہندو مسلمان گوجر ہمیشہ قومیت کے ناموس میں اکٹھے کٹ مرے۔

میدا (راول) گوت کا تھا، میدا کئی ہزار گوجروں کا لشکر لے کر دِلی پہنچا اور لڑکی کا مطالبہ کیا، شاہ دہلی نے دریافت کیا کہ یہ بتایا جائے کہ کون اسے جانتا ہے مگر کوئی گوجر اسے نہ جانتا تھا، سُنی ہوئی بات تھی جس کی تصدیق پہلے دہلی آکر کر لی گئی تھی، لڑائی میں گوجروں

کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اس لڑائی میں بادشاہ کی طرف سے قدسیہ بیگم کا باپ خود ساختہ راجپوت اور دوسرے نامی سرداروں نے حصّہ لیا تھا۔

گوجروں کو شکست کھا کر سخت پشیمانی ہوئی، انہوں نے واپسی پر پانی پت کے نزدیک ایک مغل خاندان کی جاگیر نورپور پر کامیابی کے ساتھ جنگ کر کے مغل جاگیردار کو شکست دے کر بھگا دیا اور اس کے بیوی بچوں اور خاندان کے دوسرے تمام افراد کو گرفتار کر لیا۔

نورپور کو تباہ و برباد کر کے میدا نے ایک بستی گوجر گڑھی آباد کی اور چاروں طرف چھاپے مارنے شروع کر دیے، یہ زمانہ افراتفری کا تھا بادشاہ کو بھی پرواہ نہ تھی اس لئے گوجروں نے علاقہ خوجگ پور اور راجپورہ وغیرہ پر قبضہ کر کے رعایا سے مالگزاری وصول کرنا شروع کر دی، اس چھوٹے سے علاقے کے یہ گوجر اپنی طاقت پر نازاں ہو گئے تھے ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ درانی کے راستے میں سدِّراہ ہوئے چنانچہ ان کی قوت پاش پاش ہو گئی۔

نادر شاہ تو دلّی چلا گیا، جیسا کہ تمام تاریخوں میں دلّی کی تباہی درج ہے اور گوجروں نے جمنا کے کھادر میں پناہ لی، جب نادر شاہ درّانی دہلی اور پنجاب کو لوٹ کر چلا گیا تو گوجروں نے ازسرِ نو طاقت حاصل کر لی۔

میدا کی اولاد گوجر گڑھی میں آباد ہو گئی اس دوران پرچھت گڑھ (ضلع میرٹھ) کے گوجر سردار جیت سنگھ نے مغل احمد شاہ کی والدہ بیگم کے منظورِ نظر (FAVOURITE) دکن کے صوبیدار پرتاپ سنگھ کو مار دیا اور دلّی کا کوتوال قمر علی بھی مارا گیا تو شاہانِ مغلیہ مجبور ہو گئے اور انہوں نے گوجروں کو ان کے علاقوں میں ہر جگہ خود مختار تسلیم کر لیا معاہدہ کی رو سے نورپور کا ایک گاؤں واپس اس مغل خاندان کو دیا گیا اور میدا کی اولاد گڑھی میں رہتی رہی۔

آہستہ آہستہ اس گاؤں کی تمام جائیداد بھی گوجروں کے قبضہ میں چلی گئی۔۔۔۔

انگریزی دور میں نورپور کے مغل ملازمتوں میں نکل گئے مگر گوجر جاہل مطلق رہے آج کل مذکورہ موضع بابا پالی کے مسلم گوجر گلا دھٹی کلاں ضلع سیالکوٹ اور گڑھی کے گوجر بمقام شیر کوٹ ضلع گوجرانوالہ میں آباد ہیں۔

مولف گرجر نے شاہرخ کی خریداری اور اس کے بعد کے آئندہ واقعات نیز محمد شاہ کی ماں نے اسے کس طرح زہر دے کر مارا یہ سب حالات قومی حمیت کے

پیش نظر نہیں لکھے جسے واقفیت حاصل کرنی ہو وہ تاریخ تذکرہ العالم حصہ سوئم مطبوعہ ۱۹۰۹ء میور پریس دہلی صفحہ نمبر ۲۱۰ تا نمبر ۲۲۰ مؤلفہ مرزا حیرت دہلوی اور دلی کے چشمدید مؤرخ حسن کی کتاب کے صفحات نمبر ۶۶۵ و ۶۶۶ پڑھے۔

حسن وہ شخص ہے جو بذات خود قلعہ کے اندر جا کر بیگمات کی قوالیاں سنتا تھا۔

نوٹ:۔ اس طرح ۱۷۳۹ء تا ۱۸۵۷ء گوجروں کا اقتدار از سر نو مختلف... علاقوں میں ملک کے طول و عرض میں قائم ہو گیا۔

بہادر نجیب اللہ خاں

۱۷۴۳ء میں درانیوں نے سرحد اور پنجاب کو غارت کرنا شروع کر دیا تھا مغل بادشاہ کمزور ہو چکے تھے بیس سال تک شمالی مغربی علاقے میں لاقانونیت نے عوام پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے آخر علاقہ ہزارہ گوجراں (مرحلہ) سے ایک بہادر گوجر نمودار ہوا جسکا نام سردار نجیب اللہ خاں تھا اس بہادر نے تمام گوجروں کو متحد کر کے درانیوں کیخلاف مورچہ جمالیا ۱۷۵۷ء تا ۱۷۶۲ء پورے پانچ سال تک نبرد آزمائی رہی آخر درانیوں کو شکست ہوئی اور درانیوں کی تھلیتی ہو جائیدادیں دوبارہ گوجروں کے قبضہ میں آگئیں، نجیب اللہ نے راجہ کا لقب اختیار کیا اور اپنے نام سے گڑھی نجیب اللہ آباد کر کے اپنی حفاظت میں لے لیا درانیوں نے مجبور ہو کر گوجروں کی حکومت تسلیم کی اور علاقہ خالی کر کے چلے گئے، اس کے بعد سردار نجیب اللہ خاں کے خاندان میں متعدد راجگان ہوئے جنکا تذکرہ حصہ دوم میں ہو چکا ہے یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ جب اس علاقہ پر سکھوں کی عملداری قائم ہوئی تو انہوں نے گوجروں کی عزت افزائی کی انعامات اور اعزازات سے نوازا مگر جب انگریزوں کی عملداری ہوئی تو گوجروں کی طاقت ختم کرنے کیلئے انکو غیر زراعت پیشہ قرار دیکر علاقہ کی ملکیت اپنے وفاداروں کے سپرد کر دی یہاں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ درانی ایک غیر ملکی قوم تھی جو پٹھانوں سے الگ ایک قوم ہے

المختصر نجیب اللہ خاں شمالی مغربی علاقہ میں آج تک نجات دہندہ شمار کیا جاتا ہے

باب نہم

۱۸۵۷ء میں آزادی کی جنگ !!

اور

اس کے مفصّل حالات !!

اے ارضِ پاک تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم
تیری رگوں میں اب تک ہے خوں رواں ہمارا

۱۸۱۳ء

جنگ آزادی کی ابتداء

حصہ سوئم میں جہاں گوجرات (سہارن پور) کی ریاست لنڈھورہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اس جگہ ہم نے راجہ رامدیال سنگھ کی موت کے بعد صرف لنڈھورہ خاص کو ہی ۱۹۴۷ء تک بیان کیا ہے، دوسرے واقعات جو کہ گوجروں کی جنگ آزادی سے متعلق تھے ان کو چھوڑ دیا گیا تاکہ تمام واقعات یکجا تحریر کئے جائیں۔

اسمیں کوئی شک نہیں کہ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء سے کچھ ماہ پہلے بارک پور چھاونی (کلکتہ) میں چند فوجیوں نے انگریز سپہ سالار کا حکم ماننے سے انکار کردیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ فوجی سپاہیوں کا یہ خیال تھا کہ کارتوس میں جسے اس وقت دانتوں سے چکنا کرنا پڑتا تھا گائے اور سور کی چربی لگی ہوئی ہے، اس نافرمانی کے جرم میں دلیش پانڈے اور اس کے دو ساتھیوں کو پھانسی دیگئی، یہ کام صرف شخصی نوعیت کا تھا مگر اس واقعہ سے ہندوستانی فوجیوں میں بےچینی ضرور پھیل گئی۔

اس کے بعد ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء میں آزادی کی جنگ کی ابتداء میرٹھ سے ہوئی مگر گوجر قوم کے مخالف مورخوں نے جہاں اس جنگ کے پس منظر کو پوشیدہ رکھ کر گوجروں کے ساتھ انصاف نہیں کیا وہاں وہ واقعات کو غلط رنگ میں پیش کرنے کی وجہ سے صحیح حالات سے بھی دور چلے گئے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ میرٹھ چھاونی میں آزادی کی جنگ میں فوجی سپاہی شریک ہوئے مگر اس زمانہ میں میرٹھ میں سب سے زیادہ انگریز رہتے تھے اور دلی میں زبردست انگریزی فوج رہتی تھی جو وہاں سے چالیس میل دور ہے، اتنے نزدیک جنگ شروع کرنا فوجی دستہ کا کام نہ تھا بلکہ صرف گوجروں کا یہ کام تھا جب کہ وہ دلی کے چاروں طرف معہ میرٹھ اس وقت علی الاعلان بیرونی حکومت کے خلاف نعرے لگا رہے تھے، گوجر مکمل طور سے چالیس سال سے انگریزوں کے خلاف لڑتے آرہے تھے انہیں گوجروں کا ساتھ میرٹھ کے فوجی سپاہیوں نے دیا، جنگ آزادی کی ابتدا گوجروں نے ۱۸۱۳ء میں کردی تھی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۸۱۳ء میں راجہ رام دیال والئے لنڈھورا کا انتقال ہوگیا، راجہ رام دیال کا علاقہ موجودہ ضلع میرٹھ تک تھا، میرٹھ میں پھر گوجروں کی ریاست پریچھت گڑھ واقع تھی، اسی طرح جیسا کہ مذکور ہوچکا ہے دلی کے ہر چہار طرف ڈیڑھ سو میل کے نصف قطر کے دائرہ میں گوجر برسر اقتدار تھے جنہیں شاہان دہلی نے اٹھارویں صدی عیسوی میں آزاد و خود مختار راجہ تسلیم کر لیا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ گوجر دلی کے برائے نام مغل بادشاہوں کی حمایت کا دم بھرتے تھے انگریزوں نے تمام ملک کی ریاستوں کو ہڑپ کرنا شروع کر دیا تھا، سرداروں کی... پنشنیں وغیرہ بھی اپنے مقبوضہ علاقوں میں انگریزوں نے ضبط کر لی تھیں اس لئے انگریزی مقبوضات میں عام بے چینی تھی لیکن دلی کے علاقہ میں ابھی انگریزوں کا اقتدار قائم نہ ہوا تھا۔

حالانکہ دلی پر انگریزوں کا اقتدار ۱۷۶۹ء میں قائم ہوچکا تھا جب شاہ عالم نے عہد نامہ الہ آباد کیا تھا مگر انگریز پہلے پہل ۱۸۰۳ء میں دوآبہ اور دلی میں داخل ہوئے تھے جب کہ لارڈ ڈلہوزی انگریزی مقبوضات کا حاکم اعلیٰ تھا۔

مغل بادشاہوں نے اپنا وظیفہ مقرر کرا کے تمام علاقوں کی مالگذاری کی وصولیابی انگریزوں کے سپرد کر دی، مغل بادشاہ تو وظیفہ لے کر خاموش ہو بیٹھے مگر گوجروں نے یہ ماتحتی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

۱۸۱۳ء تک انگریز بادشاہ دہلی کے فرمان کی رو سے بندوبست میں لگے رہے اور اپنے پٹھو (غدار وطن) تلاش کرتے رہے مگر ۱۸۰۳ء سے ۱۸۱۳ء تک پورے دس سال انہوں نے کسی زمیندار، تعلقہ دار یا راجہ سے چھیڑ خانی نہ کی۔

راجہ رام دیال والئے لنڈھورا کی موت ۱۸۱۳ء کے چند ماہ بعد ریاست کا انتظام رانی دھن کنوار کے ہاتھ میں آیا مگر ریاست کے رشتہ داروں نے الگ الگ تعلقہ جات مقرر کر لئے جسمیں انگریزوں نے خاموشی اختیار کی یہ تعلقہ جات مندرجہ ذیل تھے۔

(۱) بھتکی (علاقہ دیوبند) (۲) تعلقہ بلیدھ (۳) تعلقہ جبرہیڑی

ان کے علاوہ دوسرے تعلقہ جات یہ تھے۔

(۱) علاقہ بھگوان پور (۲) تعلقہ ڈاڈلی (۳) تعلقہ کنجہ

(۴) تعلقہ تلہیڑی (۵) تعلقہ چاندیری

(ا) تعلقہ بھتکی میں تخفیف کر کے انگریزوں نے اسے رانی کو دیدیا۔

(ب) تعلقہ بلیدھ میں تخفیف کر کے صرف چوبیس گاؤں سابقہ راجہ کے بیٹے مدن سنگھ کو دیدیئے گئے۔ مگر پھر ان مواضع پر مالگزاری کا اسقدر بوجھ ڈالدیا کہ عدم ادائیگی مالگزاری میں تمام مواضع راجہ مدن سنگھ سے لے لئے گئے اور اس کے پاس صرف ایک گاؤں ۱۸۱۹ء میں بلیدھ ہی رہ گیا۔

(ج) جبرہیڑی تعلقہ میں صرف اٹھارہ گاؤں واپس کئے گئے۔

(د) علاقہ تلہیڑی کو مٹا کر صرف چند گاؤں راجہ تخت سنگھ کی بیوہ رانی دیا کنوار کو دیئے گئے۔

(س) تعلقہ ڈاڈلی تخفیف کر کے گوجر سردار گلاب سنگھ کو دیا گیا۔

(ر) علاقہ بھگوان پور
(ص) علاقہ کنجہ
} جو پہلے راجہ کوڑا سنگھ کے پاس تھے ان میں بھی جب تخفیف کرنے کی کوشش کی گئی تو راجہ کوڑا سنگھ کے بیٹے راجہ وجے سنگھ نے تلوار نیام سے نکال لی۔

(ض) تعلقہ چندیری کے راجہ بساون سنگھ نے بھی قانون آراضی کو نہ مانا۔

۱۸۱۳ء

آزادی کے داعی اوّل بہادر وجے سنگھ کی بھگوان پور میں تقریر

بہادر گوجرو!

آج تم لوگوں کو اس لئے یہاں بلایا گیا ہے تاکہ ہم باہم مل کر سوچیں کہ آیا ہمیں آزادی سے اپنے ملک میں رہنا ہے یا بیرونی قوموں کا غلام بن کر رہنا ہے؟۔

گجرات گوجروں کا وہ ملک ہے جس نے تیمور کو پسپا کیا، جہاں سے شیر شاہ اپنی جان بچا کر بھاگا، اکبر نے ہماری سرداری قبول کی، ہمارے بزرگوں نے دنیا کی.... پیدائش سے آج ۱۸۷۰ء بکرمی (۱۸۱۳ء) تک کسی غیر قوم کو باج وخراج نہیں دیا.... بیرونی مسلمانوں نے جب دھارا نگری تباہ و برباد کی تو ہم نے ماتحتی قبول کرنے کے بجائے پناہ گاہوں میں پناہ ڈھونڈی مگر اپنا سر خم نہ کیا، جہاں جہاں آج تک گوجر بستے ہیں بلا شک وہ دریاؤں کے کھادر، پہاڑوں کی گھاٹیوں اور ریگستان میں مارے مارے پھر رہے ہیں اور ان کے بیشتر حصہ نے ہر چہار طرف ملک میں اپنی کھوئی ہوئی عظمت حاصل کر لی ہے مگر ملک دشمن لوگوں نے میر صادق، میر جعفر اور نواب اودھ وغیرہ کی شکل میں اپنے وظائف مقرر کرا کے ملک کی باگ ڈور انگریزوں کے سپرد کر دی ہے۔

یہ ملک ہمارا ہے اس کو زرخیز بنانا ہمارا کام ہے، اسمیں باغات لگانا ہمارا فرض ہے اس کی حفاظت کرنے کی وجہ سے ہمارے بزرگ کھشتری اور ملک کے دشمنوں کو اکھاڑ پھینکنے کی وجہ سے ہمارے بزرگ گوجر کہلائے۔

گوجر قوم پر آج حیرت ہے کہ ان کے ملک میں ایک نئی حملہ آور قوم بڑھتی چلی آرہی ہے لیکن وہ جائدادوں اور تعلقہ داری کے فریب کے چکر میں آکر اپنی آزادی کھو بیٹھے ہیں، آج تمام گوجر آہستہ آہستہ ماتحتی قبول کرتے جارہے ہیں اگر ہم نے بلا چوں وچرا اس ماتحتی کو قبول کر لیا تو آئندہ آنے والی نسلیں ہم پر بزدلی کا الزام.... لگائیں گی۔

مجھے یقین ہے کہ اگر ہم اٹھ کھڑے ہوئے تو سابقہ بیرونی قوموں میں سے وہ

لوگ بھی ہمارا ساتھ دیں گے جو اس ملک کو اپنی جائے پیدائش سمجھ کر اس کی حرمت پر کٹنے مرنے کو تیار ہو جائیں گے مگر ان کے ساتھ دیکھ بھال کر چلنا ہوگا، ایسا نہ ہو کہ اس آزمائش سے ان کی کوئی غرض وابستہ ہو۔

وطن کو بچانے کیلئے صرف وطنی جذبہ ہی کام آسکتا ہے میں نے تمام گوجروں میں اپنے آدمی بھیجے ہیں مگر سرمور کے ہندو گوجروں نے قطعاً انکار کر دیا ہے تمام مسلمان گوجر ہمارے ساتھ ہیں مگر علاقہ کاندھلہ کے سردار رانا فتح جنگ چوہان اور ستگاؤں کے سردار رانا گلاب علی چوہان نے یہ کہلا کر بھیجا ہے کہ کاندھلہ کے متولّی (شیخ صاحبان) اس جنگ کو (انگریز) بادشاہ وقت کے خلاف بتاتے ہیں اور انکا یہ بھی کہنا ہے کہ ایسا کرنا گناہ کے مترادف ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ صاحبان نے جاگریں لینے کی لالچ میں انگریزوں سے سازباز کر لی ہے مگر مجھے یقین ہے کہ جب دن آزادی کے نقّارۂ جنگ پر چوب ماری جائے گی کوئی گوجر خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو ہر گز جنگ سے باہر نہ رہے گا، شیخ صاحبان اپنی ذاتی اغراض کے تحت چاہے جتنا بہکائیں مگر جنگی نقارہ سنتے ہی ہر گوجر جھوم اٹھے گا، علاقہ باغپت ضلع میرٹھ کے موضع نروج پور (نوروز پور) کے رانا ہیرا خاں نے تن من دھن سے انگریزوں کے خلاف.... کارروائی کرنے کا منصوبہ باندھا ہے، سردار کلیان سنگھ نے دہرہ دون میں انگریزوں کی ماتحتی قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے انگریزوں نے وہ فوج جو جنگِ نیپال سے واپس آئی تھی اس کو گرفتار کرنے کیلئے چھوڑ دی ہے آجکل وہ گڑھوال کے پہاڑوں میں امداد کا منتظر ہے اگر آپ لوگوں کا مشورہ ہو تو اسے یہاں بلا کر آزادی کا اعلان کر دیا جائے۔"

سب حاضرین نے یکزبان ہو کر کہا:۔

"ہمیں منظور ہے"

پھر سردار لباون سنگھ نے کہا:۔

"بہادرو! آج ہی سے اعلانیہ تیاری کر دو... جو بھی انگریز افسر بندوبست آراضی کے بہانہ دِلّی سے آئے اُسے گرفتار کر کے فوراً راجہ وجے سنگھ کے پاس بھیجدو"

گھوڑوں پر سوار ہو کر حاضرین نعرے لگاتے ہوئے گھروں کو واپس لوٹے۔

راجہ وجے سنگھ زندہ باد........ گوجر قوم زندہ باد۔

منصوبہ کے مطابق گجسترا کے گوجروں نے انگریزوں کے خلاف آزادی کا اعلان کر دیا دلی اور سہارن پور کے درمیان وہ راستہ جو میرٹھ یا مظفر نگر اور کاندھلہ یا تھانہ بھون ہو کر آتا تھا یہ سب راستے مسدود کر دیئے گئے، سہارن پور تمام علاقوں سے کٹ گیا، پیدل، رسالے جو بھی بھیجے گئے ان سے رسد وغیرہ چھین کر راستوں ہی سے بھگا دیا گیا اور جو سوار فوج بھیجی گئی ان سے گھوڑے چھین لئے گئے، سہارن پور سے انگریز کلکٹر اور فوج جان بچا کر بھاگ گئی، گوجر دہرہ دون کی فوج کو علاقہ سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔

۱۸۱۶ء میں جنگ نیپال میں انگریزوں کو فتح حاصل ہو چکی تھی، نیپال کے راجہ سے انہیں شملہ، مسوری، چکرونہ، الموڑہ اور نینی تال وغیرہ علاقے مل چکے تھے، یہ فتحمند فوج دہرہ دون میں ڈیرے ڈال کر مقیم ہو گئی مگر یہ فوج بھی سہارن پور میں انگریزوں کی مدد نہ کر سکی کیوں کہ... راجہ کلیان سنگھ نے جو گڑھوال میں مقیم تھا اس فوج کو اپنے ساتھ وہیں جنگ میں لگائے رکھا۔

۱۸۲۴ء میں مسٹر کیلورٹس کو سہارن پور کا کلکٹر بنا کر بھیجا گیا اور اس کے ہمراہ فوج بھیجی گئی، یہ فوج براستہ انبالہ، جگادھری دوآبہ میں داخل ہوئی، جہاں جمنا سے سہارن پور صرف پندرہ میل دور تھا۔

یہ فوج جیسے تیسے شہر میں داخل ہوئی، راجہ وجے سنگھ نے اس دوران مقام کنجہ میں ایک کچا قلعہ تعمیر کر لیا تھا، جیسا کہ بھرت پور کا قلعہ تھا اور جسے لارڈ لیک ایسا بیدار مغز الذہان بھی فتح نہ کر سکا تھا، قلعہ مکمل ہوتے ہی سردار کلیان سنگھ دہرہ دون سے کنجہ آ گیا اور عام بھرتی شروع کر دی۔

لنوادہ کے شیخ زادوں اور سید زادوں نے انگریزوں کو خبریں پہنچانی شروع کر دیں چنانچہ دسمبر ۱۸۲۴ء میں اس گاؤں کو لوٹ لیا گیا، مسٹر گیلن اور مسٹر شور فوجی دستوں کے ساتھ کنجہ کی طرف بڑھے، کنجہ سہارن پور سے صرف پندرہ میل دور بجانب مشرق واقع ہے بھگوان پور کے پاس گوجر سردار نے انگریزوں کو شکست فاش دی، دونوں انگریز سربراہ جان بچا کر واپس سہارن پور آ گئے، آخر کار انگریزوں نے مزید کمک طلب کی، ادھر گوجروں نے انگریزوں کے ہمدرد رائے پور والوں کو عین دہرہ دون کے نزدیک جا کر سزا دی مگر... دہرہ دون کی فوج نے انہیں گھیرے میں لے لیا، کلیان سنگھ کے بہت سے وفادار مارے گئے

اور بقایا گرفتار ہوئے مگر کلیان سنگھ اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا اور بچے کچھے ہمراہیوں کے ساتھ کنجہ آیا جہاں اسے دو مسلمان گوجر کوڑے اور بھورے کی حمایت مل گئی۔ اب جان نثاروں کی یہ جماعت اور بھی مضبوط ہو گئی، انہوں نے تمام گاؤں سے براہ راست مالگزاری وصول کرنی شروع کی۔

گجرات کے تمام زمینداران کے حمایتی تھے انہوں نے جنوب میں میرٹھ اور مشرق میں مرادآباد تک کے تمام علاقہ سے انگریزوں کو نکال دیا مگر انگریز خاص سہارن پور میں محصور ہو کر جم کر لڑتے رہے لیکن جتنی مرتبہ انہوں نے کنجہ کے قلعہ پر حملہ کیا اتنی ہی مرتبہ انہیں شکست کھا کر بھاگنا پڑا۔

نئے کلکٹر مسٹر گرینڈ ہیرا اور فوجی سپہ سالار سٹرپنگ نے راجہ وجے سنگھ والئے کنجہ کو صلحنامہ کا خط لکھا جس کی رو سے اسے راجہ تسلیم کیا گیا مگر اس نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور حسب سابق بہادر کلیان سنگھ، بھورے اور کوڑے کی مدد کرتا رہا۔

دہرہ دون سے گورکھا پلٹنیں معہ کثیر افواج انگریزی کے کنجہ کی طرف بڑھیں، بہادر کلیان سنگھ نے اس بھاری فوج کی آمد کی اطلاع پاتے ہی تمام گوجروں کو جنگ کیلئے پکارا اس اعلان کی خبر اور گوجروں کے کنجہ میں اکٹھا ہونے کی خبر انگریزوں کو ملک کے غداروں نے پہنچائیں چنانچہ انہوں نے جلد از جلد پیشقدمی کو تیز تر کر دیا۔

بہادر کلیان سنگھ نے قلعہ سے باہر مورچے سنبھالے اور تمام بہادروں کو ان مورچوں میں بٹھا کر خود اگلے مورچے کے باہر صورت حال کا مشاہدہ کر رہا تھا، انگریزی فوج کلیان سنگھ کے اندازہ سے بہت پیشتر آ گئی، ان کا ہراول دستہ نیشکر کے کھیتوں میں ہو کر عین اس جگہ برآمد ہوا جہاں کلیان سنگھ چند ہمراہیوں کے ساتھ مورچے کھدوا رہا تھا۔

گوجر سردار نے ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز کو سن کر گوجر شہسواروں کی آمد پر محمول کیا لیکن کھیتوں میں سے جب انگریزوں کے لال لال چہرے دکھائی دیئے تو بہادر گوجر نے موقعہ کو نہ سمجھتے ہوئے بندوق سنبھالی اور اسی جگہ زمین پر لیٹ کر مقابلہ کرنا شروع کر دیا، نامکمل مورچوں سے بھی گوجروں نے فائرنگ شروع کر دی مگر انگریزوں کے بہت جلد پہنچ جانے کی وجہ سے گوجروں کو نیشکر کے کھیتوں کو کاٹ ڈالنے کا موقعہ نہ مل سکا تھا لہذا انگریزی سپاہ کے لئے نیشکر کے کھیت بہترین پناہ گاہ اور مورچے

قلعہ کنجہ مفتوح ہوگیا، گرجروں کا شیرازہ منتشر ہوگیا بہادر بھورا اور بہادر کوڑا رشی کیش کے جنگلوں میں پناہ گزیں ہوئے۔

اس دوران انگریز پنجاب میں اقتدار کی کامیاب جنگ سکھوں کے خلاف لڑ چکے تھے، پورے ملک پران کا قبضہ ہو چکا تھا اس لئے ان پناہ گزینوں کو ختم کرنا کوئی مشکل امر نہ تھا۔

۱۸۲۴ء میں گنگا کے کنارے شوالک اور ہمالیہ پہاڑ کے درمیانی میدان میں پہلے سردار بھورا اور پھر کوڑا بھی اپنی جانوں کو دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے خالق کو سپرد کر گئے مگر بہادر گرجروں نے اپنے سرداروں کی لاشیں دشمنوں کو نہ دے کر گنگا کے سپرد کیں بھورا اور کوڑا کی موت ایک ہی سال میں چھ ماہ کے عرصہ میں واقع ہوئیں۔

انگریزوں نے سہارن پور گزٹ ایر اور دیوبند کے گزٹ ایر کے صفحات صفحہ نمبر ۱۸۴ تا صفحہ نمبر ۱۸۹ پران تمام واقعات کو تحریر کر کے بہادر کلیان سنگھ، بہادر بھورا اور بہادر کوڑا کو ڈاکو لکھا اور وجے سنگھ کو باغی تحریر کیا۔

مبارک ہیں وہ ہستیاں جنہوں نے اپنے ملک کی حفاظت میں اپنے ملک کے دشمنوں سے نامناسب کلمات سنے جو ہماری بہادری، شجاعت اور حب الوطنی کی صریح دلیل ہیں۔

بگتسرا کے واقعات نے تمام گرجروں میں جوش پیدا کر دیا انہوں نے ملک کی.... آزادی کے اعلان کو شوالک سے جنوب میں گوجر گڑھ اور جھالسی تک پہنچا دیا۔

ہر چہار طرف گرجروں کی زبان پر آزادی، آزادی کا نعرہ تھا، انگریزوں نے حالانکہ راجہ وجے سنگھ کو باغی قرار دے دیا تھا مگر وہ اسے گرفتار نہ کر سکے، گرجروں کے رشتہ دار جو پر یجھت گڑھ (ضلع میرٹھ) اور بلند شہر وغیرہ اضلاع میں تھے ان واقعات کو آزادی کا اعلان سمجھ کر کمر بستہ ہو گئے۔

ہر چہار طرف انگریزوں کی چوکیوں پر حملے ہو رہے تھے، میرٹھ چھاؤنی کے چاروں طرف گرجروں کی قربانیوں اور دلیری نے ہندوستانیوں اور ہندوستانی سپاہیوں میں بھی آزادی کی لہر پیدا کر دی۔

چنانچہ ۱۰ رمئی ۱۸۵۷ء کی صبح کو میرٹھ میں ہندوستانی سپاہیوں نے اپنے انگریز افسران کو تہ تیغ کر دیا، ہر چہار طرف سے گوجر اپنے دیہات سے نکل پڑے، میرٹھ جیل

ثابت ہوئے، سردار کلیان سنگھ لڑائی میں مارا گیا اور تمام گوجر سپاہ مورچے چھوڑ کر قلعہ میں داخل ہو گئی۔

اپنے سپہ سالار کی موت کے باوجود گرجروں نے ہمت نہ ہاری اور قلعہ کی دیوار سے گولیوں کی بارش شروع کی، انگریزوں نے توپوں کے گولوں سے قلعہ کو اڑانا چاہا مگر کچی.... دیواروں پر گولے بیکار ثابت ہوئے، کئی مرتبہ انگریزوں نے سیڑھیاں لگا کر قلعہ کی دیوار پر چڑھنا چاہا مگر ہر مرتبہ گرجروں کی گولیوں کا نشانہ بن بن کر زمین پر لڑھک کر گرے قلعہ کی دیوار کے ہر چہار طرف انگریزوں کی لاشیں دکھائی دیتی تھیں۔

اکیلے کلیان سنگھ کی موت کی خبر سن کر ملک کے غداروں نے یہ خبر مشہور کر دی کہ گوجر شکست کھا چکے ہیں اور قلعہ پر انگریزوں کا قبضہ ہو چکا ہے لہٰذا وہ بہادر گوجر جو اعلان کے مطابق کنجہ آرہے تھے کنجہ کی طرف سے اپنے آدمیوں کی کوئی خبر نہ پا کر.. ناامیدی میں منتشر ہو گئے۔

حالانکہ یہ لوگ اگر قلعہ تک پہنچ جاتے تو انگریزوں کی سپاہ گھیرے میں آجاتی مگر ایسا نہ ہو سکا، متواتر سات روز تک قلعہ پر گولے برستے رہے آخر ساتویں روز ایک طرف بہت ذراسا شگاف دیوار میں پیدا ہوا۔

انگریزوں نے گورکھوں کو اس شگاف کے ذریعہ قلعہ کے اندر گھسنے کا حکم دیا، پالتو چھوٹی نسل کے گورکھے جو اس زمانہ میں دو روپیہ ماہوار تنخواہ لیتے تھے اس شگاف میں گھس پڑے بہت سے مارے گئے خود مسٹر شور بری طرح زخمی ہوا مگر انگریزی سپاہ قلعہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئی۔

گرجروں نے پھر بھی ہمت نہ ہاری اور کئی گھنٹے تک حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے رہے آخر پسپا ہو کر قلعہ چھوڑنا پڑا، انگریزی سپاہ کو ان کا تعاقب کرنے کی ہمت نہ ہوئی، انگریزوں نے قلعہ کو گورکھوں سے مسمار کرا کر زمین کے برابر کر دیا۔

آج یہ قلعہ سہارنپور اور رڑکی کے درمیان پختہ سڑک سے تین میل کے فاصلہ پر مٹی کا ڈھیر ہے، اس مٹی کے ڈھیر میں گوجر بہادروں... نہیں نہیں.... بلکہ ہمارے بزرگوں کی لاشیں مدفون ہیں....... جو رہ رہ کر گرجر قوم کا خون گرما رہی ہیں۔

کا دروازہ توڑنے میں گوجر شریک تھے ہندوستانی سپاہیوں نے جب بیگم بازار میں انگریزوں کی کوٹھیاں تباہ و برباد کیں تو گوجروں نے اسی وقت چھاؤنی میں آگ لگائی، ان مستند واقعات سے چشم پوشی کر کے کون شخص کہہ سکتا ہے کہ جنگ آزادی کی ابتداء فوجیوں نے کی۔ ہندوستانی سپاہی صرف گوجروں کے ساتھ شریک ہوئے ورنہ گوجروں نے چالیس سال پہلے آزادی کا جھنڈا بلند کیا اور گوجر ہی آزادی کے جھنڈے کو لئے ہوئے دوآبہ میں پھر رہے تھے۔

۱۰ رمئی ۱۸۵۷ء

میرٹھ میں ہندوستانی فوجیوں کی جنگ آزادی میں شرکت کی خبریں آناً فاناً تمام موجودہ میرٹھ ڈویزن میں پھیل گئیں، سہارنپور، مظفر نگر، میرٹھ اور بلند شہر وغیرہ اضلاع سے گوجر راتوں رات متحد ہو کر انگریزوں کی چوکیوں، تحصیلوں اور ڈاکخانوں پر ٹوٹ پڑے۔

میرٹھ میں دس مئی کو دن میں اور آدھی رات تک گولیاں چلتی رہیں انگریز اپنی بیرکوں میں محصور ہو گئے، آزادی کو ہمہ گیر کرنے کیلئے میرٹھ سے لوگ دلی کی طرف چل پڑے ہندوستانی سپاہیوں کی تعداد دو تین ہزار سے زیادہ نہ تھی مگر میرٹھ اور دلی کے راستے میں لاکھوں گوجر آ کر ان میں شریک ہو گئے۔

۱۱ رمئی کی صبح یہ لوگ دلی کے سامنے جمنا کے بائیں کنارے پر نمودار ہوئے انگریزوں نے دریائے جمنا کا پل توڑ دیا تاکہ آزادی پسند دلی میں داخل نہ ہو سکیں، آزادی کے پروانے دریا کے کنارے کنارے جنوب کی طرف چلے اور چند میل کے فاصلہ پر دریائے جمنا کو عبور کر کے دلی میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے، جو انگریزی دستہ یا شخص سامنے آیا اسے گولی سے اڑا دیا گیا۔

لوگ قلعہ کے سامنے پہنچے اور انگریزوں کی مخالفت کرتے ہوئے ضعیف العمر بادشاہ ظفر کی خدمت میں استدعا کی کہ آپ انگریزوں کے مقابلہ میں اپنی شاہی کا اعلان فرمانے کے بعد حکم صادر فرمائیں کہ انگریز دہلی کو معہ اس کے ملحقہ اضلاع کے فوراً خالی کر دیں

ہم بادشاہ کو اس امر کا یقین دلاتے ہیں کہ ہماری وفاداری میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔

ضعیف العمر بادشاہ دہلی بہادر شاہ ظفر نے جواب دیا کہ:۔

"میں اب ضعیف ہوگیا ہوں لہذا میں اجازت دیتا ہوں کہ تم کسی اور کو اپنا بادشاہ بنالو بہ نسبت میرے یہ زیادہ بہتر ہوگا۔"

لیکن جان نثارانِ وطن کے اس کو منظور نہیں کیا آخر بڑی ردوکد کے بعد ملکہ زینت محل کے اصرار و سفارش پر بادشاہ نے آزادی پسندوں کی سرپرستی فرمائی۔

یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اس وقت تمام ہندو اور مسلمان جنہیں ملک کی... آزادی سے پیار تھا مغل بادشاہ کی حمایت پر کمربستہ تھے، ہندو مسلم نفاق تو بعد میں انگریزوں کے زمانہ میں خود غرض لوگوں نے پھیلایا تھا۔

بہادر شاہ نے ہر چہار طرف کے گوجروں کو فرمان جاری کئے کہ وہ آئندہ مالگزاری..... شاہی خزانہ میں داخل کرائیں۔ اس طرح دوسرے وفاداروں نے بادشاہ کے اس فرمان کا خیرمقدم کیا۔ گوجروں نے جہاں کہیں انگریزوں کا سرکاری خزانہ لوٹا اس کو دلی بھیجا گیا۔

۱۹۴۵ء میں مولف گوجر نے یہ شاہی فرمان نوشتہ بادشاہ دہلی (بہادر شاہ ظفر) معہ مُہر شاہی ثبت شدہ کے بچشم خود دیکھا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ آزادی کی جنگ میں سب قومیں شریک ہوئیں مگر سب قوموں میں غدار بھی تھے صرف ایک گوجر قوم ہی ایسی تھی جس کے ایک فردِ واحد نے بھی اپنے فرض سے کوتاہی نہ کی۔ جب انگریز فتحمند ہوگئے تو تمام ملک کے گوجروں کو روند ڈالا گیا۔ ان پر ملازمتوں.. تک کے دروازے بند کر دیئے گئے۔

سوائے گوجروں کے کوئی قوم اور دوسری ایسی نہیں ہے جس کو مجموعی طور سے اس طرح کچلا گیا ہو۔ دلی کے بادشاہ کے اعلان آزادی کی خبریں ملک میں پھیل گئیں، جھانسی کی رانی.... لکشمی بائی، تانتیا ٹوپی، بٹھور کے نانا صاحب مرہٹہ اور اودھ کے لوگوں میں بھی ہیجان پھیل گیا اودھ میں بھی گوجر ہی پیش پیش تھے جس کی سزا انہیں بعد میں خوب ملی جس کا نتیجہ آج یہ ہے کہ اودھ کے گوجر نہایت مفلوک الحال ہیں اور ان میں اکثریت مسلمان گوجروں کی ہے

آزادی کی جنگ (۱۸۵۷ء) کے مفصل حالات متعدد تاریخی کتب میں دیکھے جا سکتے ہیں

اس ضمن میں گوجروں نے کس قدر حصّہ لیا اور وہ کس حد تک مصائب کے شکار ہوئے اس کے مفصّل حالات اسی تاریخ کے حصّہ دوم کے آخری باب میں ہم بیان کر چکے ہیں سلسلہ کو قائم رکھنے کیلئے یہاں یہ بیان کرنا بے محل نہ ہوگا کہ چار ماہ بیس روز بعد یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء کو انگریز فتحمند ہو کر دِلّی میں کشمیری دروازے کی طرف سے داخل ہوئے۔

لال قلعہ کے سامنے بہادر گوجر اور دوسرے سبھی آزادی پسند لڑتے ہوئے جاں بحق ہوئے، لوگ شہر چھوڑ کر دِلّی دروازہ سے باہر نکل گئے اور کھیتوں اور جنگلوں میں.. مارے مارے پھرے۔

بہادر شاہ ظفر کے دو لڑکوں کو دِلّی دروازہ کے باہر میجر ہڈسن نے گولی مار کر ہلاک کر دیا اور اس نے بعد میں انہیں لڑکوں کے سر کو تحفہ کہکر بادشاہ کے سامنے جو اسیری کی حالت میں تھا خوان میں رکھوا کر پیش کیا تھا۔

بہادر شاہ کو معہ اس کے ایک لڑکے اور بیگم کے ہمراہ گرفتار کر کے مقبرہ ہمایوں سے لایا گیا واقعات کی اچھی طرح چھان بین کرنے کے بعد اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ غدارانِ وطن کا روح رواں اور انگریزوں کا دست راست مرزا الٰہی بخش تھا جو بادشاہ دہلی (بہادر شاہ ظفر) کا سمدھی تھا یعنی اسکی لڑکی بادشاہ کے ایک بیٹے مرزا فخرو سے منسوب تھی اور اسی پیر فرتوت نے شاہزادے یعنی اپنے داماد کو بادشاہ کی مخالفت پر آمادہ کر کے اسے بھی تقریباً اپنا ہمخیال بنا لیا تھا۔

اگر ان دونوں وطن فروشوں کی حالت کا واقعات کی روشنی میں گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو پھر یہ امر اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ جنگ آزادی کی ناکامی کے اسباب میں اِن دونوں غداروں کا ہاتھ بہت بڑا کام کر رہا تھا

بادشاہ کو معہ ملکہ زینت محل اور ایک شاہزادے کے اس الزام میں ماخوذ کر کے کہ اس نے عوام کو برانگیختہ کر کے جنگ آزادی کو ہوا دی تمام عمر قید کی سزا دیکر رنگون بھیجدیا گیا اور چاندنی چوک پھانسی گھر بنایا گیا روزانہ دیہات سے لوگوں کو پکڑ کر دِلّی لایا جاتا اور سینکڑوں آدمیوں کو پھانسی دی جاتی اگرفتار شدگان جب زیادہ ہو جاتے تو اُنھیں بازار میں لٹا کر پتھر کا کولھوان کے اوپر چلا کر کچل کر مار دیا جاتا۔

انگریزوں کے چند خوشامد پسند بیرونی النسل مسلم مورخوں نے تحریر کیا ہے کہ :-

"جب لوگ دِلی سے بھاگ رہے تھے تو راستے میں گوجروں نے انہیں لوٹ لیا اور مغل شہزادیوں کو پندرہ پندرہ روپیہ میں فروخت کر دیا"

ہر قوم میں شریف اور رذیل ہوتے ہیں کوئی قوم اس سے مبرا نہیں مثالی طور پر مرزا الٰہی بخش اور مرزا فخرو کو ہی لے لیجیئے لیکن چند آدمیوں کے مذموم افعال سے تمام قوم کو ملوث کرنا شیوۂ دانشمندی نہیں ہے۔

ہم اس جگہ پر ایک انگریز عورت مسز ہاکسن کے اظہار خیال اور چند انگریزوں کے اقتباسات تحریر کرنا ضروری خیال کرتے ہیں اس سے ناظرین تاریخ کو گوجروں کی غیرت اور حمیت کا خود پتہ چل جائے گا کہ یہ قوم کہاں تک باغیرت اور خوددار تھی اور آیا ایسی قوم کیلئے مورخین کی یہ الزام تراشی کس حد تک جائز ہے۔

ڈاک اور تار کا سلسلہ بحال ہو جانے کے بعد مسز ہاکسن نے اپنے شوہر کا پتہ لیا اور گوجر قوم کی بے حد تعریف کی جو تار انہوں نے اپنے شوہر کے پاس بھیجا اس کا مضمون درج ذیل ہے۔

"ڈارلنگ!"

انگوٹھی مل گئی، جس بھائی نے اپنی جان پر کھیل کر اپنے قومی وقار کو زندہ رکھا اور ہمیشہ کیلئے اپنی قوم کا نام زندہ کر دیا وہ زندہ نہ بچ سکا، میرا خاوند مجھے مل گیا، مگر افسوس.. مجھے گوجر نہ مل سکا"

ایک انگریز لکھتا ہے :-

"غدر میں سب سے زیادہ باغی گوجر تھے، وہ لوٹ مار کرتے تھے، مال و دولت چھین لیتے تھے اور انگریزوں کو جان سے مار ڈالتے تھے مگر انگریز عورتوں پر دست درازی کرنے کا گناہ انھوں نے کبھی نہیں کیا، ہمارے یہاں انگریزوں میں انگریز خواتین کی انگوٹھی لینا بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے اور یہ ایک ذلیل حرکت ہے کیوں کہ اس سے اس کا رشتہ منقطع سمجھ لیا جاتا ہے، گوجروں کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو کسی بھی گوجر نے کسی میم کی انگوٹھی کو ہاتھ تک نہیں لگایا اور بھول سے لی ہوئی انگوٹھیاں اپنے کو خطرے میں ڈال کر انکو واپس کر دیں"

ملاحظہ ہو "مارٹنس انڈین ایمپائر حصہ دوم صفحہ نمبر ۱۷۲ و ۱۷۳۔

"آگے چل کر یہی مورخ تحریر کرتے ہیں کہ "حملہ آوروں نے یورپ کے شہر فتح کرتے وقت بھی مفتوحین پر مظالم کئے تھے دِلّی بھی اس ظلم کا نشانہ بنی لیکن یہاں پر معاملہ برعکس تھا یعنی ہندو سپاہی انگریزوں کے دشمن ہو چکے تھے اور انہوں نے انگریزوں کو جان سے بھی مارا اور انکا مکان بھی جلا دیا لیکن انگریز عورتوں پر انہوں نے ظلم نہیں کئے البتہ مسلمانوں نے انگریزوں میں سے کسی کو نہیں بخشتا اور نہ ان سے اپنے ہی محفوظ رہ سکے"۔

اس عبارت میں صاف طور سے مطلب بیرونی النّسل مسلمانوں سے ہے ہندی مسلمانوں سے ہرگز مراد نہیں ہے۔ یورپ کو چھوڑیئے بیرونی النّسل مسلمانوں نے نہ صرف ہندوؤں پر مظالم کئے بلکہ اپنی حکومت کے ادوار میں ہندی مسلمانوں پر بھی کم ظلم نہیں کئے۔

تیمور نے جو قتل عام جمنا کے کنارے کیا تھا اس میں ہندی مسلمان بھی شامل تھے علاؤالدین کی موت پر خسرو شاہ کے ساتھ خاص طور سے گجراتی مقامی مسلمانوں کو ذبح کیا گیا تھا، مقامی کئی مسلمانوں کی عورتیں اِن بیرونی مسلمانوں کے گھروں میں اسی طرح رہتی تھیں جس طرح انگریزوں کے زمانہ میں ہندی نسل عیسائی عورتیں انگریزوں کی خدمت کرتی تھیں۔

فارسی تواریخ اٹھا کر دیکھئے آئندہ ہزار سال تک اِن مظالم کی پردہ پوشی سے بھی اِن مظالم کو نہیں ڈھکا جا سکتا آج بھی کئی علاقوں میں وہی سابقہ حالت ہے۔

غدر کے ایام میں کسی ہندی نسل کے مسلمان نے کسی انگریز عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا تاریخ کے صفحات سے یہ چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

کاندھلے کے مسلم گوجر رانا فتح جنگ نے انگریز مردوں کو علاقہ سے مار کر بھگا دیا مگر ان کی مستورات کو اپنے یہاں حفاظت سے رکھا۔

مقام لوئی کے رانا اکبر علی نے بھی اپنے یہاں انگریز عورتوں کو پناہ دی۔

مقام نوروزپور کے مسلمان گوجر نے انگریزوں کا قتل عام کیا جس کی پاداش میں اسے گرفتار کر کے گولی مار دی گئی نوروزپور کو آگ لگا دی گئی اور اس کی ریاست ضبط کر لی گئی مگر اس بہادر گوجر نے بھی اپنے علاقہ میں کسی ایک انگریز عورت یا بچے کی طرف انگلی بھی کسی کو اٹھانے نہ دی۔

ایک اور واقعہ سے بھی گوجروں کے اخلاق وعادات پر روشنی پڑتی ہے "دلی میں ایک میسن صاحب رہتے تھے جب دلی میں انگریزوں پر حملے ہوئے تو سوات صوبہ سرحد کے دو مسلمان گوجروں نے میسن صاحب کی بیوی کی حفاظت کی اور اسے اپنے کپڑے پہنا کر دہلی سے باہر نکالنے کے لئے لیکر چل دیئے راستہ میں ایک بہادر بدمعاشوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا ایک گولی مسز میسن کو بھی لگی اور وہ گرفتار ہو گئیں اور ۱۱ر مئی ۱۸۵۷ء سے ۱۹ر اگست ۱۸۵۷ء تک یعنی پورے سوا دو مہینے تک قید میں رہیں وہ دوسرا گوجر بھی انہیں کے ساتھ اس الزام میں قید کیا گیا کہ اس نے ایک انگریز عورت کو بچانے کیلئے مقابلہ کیوں کیا۔

آخر ایک روز سوات کے بہادر گوجر نے اپنی زنجیروں کو توڑ دیا اور میم صاحبہ کی رسیاں کھول کر اجمیری دروازہ سے چھپ کر نکل گیا سامنے ہی سبزی منڈی میں .... انگریز سپاہ موجود تھی وہ میم بخیریت وہاں پہنچا دی گئی۔

ماخوذ از رپورٹ غدر نوشتہ مسز میسن

نوٹ:۔ اس واقعہ کو بیان کرتے وقت انگریزوں کے ہمدرد مورخین نے ان بہادروں کی قومیت کو چھپایا ہے اور انہیں صرف سوات کا غازی لکھنے پر اکتفا کی ہے دوسری جگہوں پر گوجروں کو بے رحم اور فسادی وغیرہ سے مخاطب کرتے ہوئے .... برہمنوں کی تعریف کی گئی ہے۔

حد تو یہ ہے کہ اپنی قوموں کے عیوب پر پردہ ڈالنے کے لئے ان مورخین نے اپنی تحریروں میں دیہاتی گوجروں کی بابت خوب بڑھا چڑھا کر مظالم بیان کئے تاکہ انگریزوں کا تمام غصہ گوجروں کی طرف منتقل ہو جائے۔

اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے گوجروں پر آئندہ ملازمتوں کے دروازے بند ہو گئے وہ تعلیم حاصل نہ کر سکے جسکا نتیجہ آج یہ ہے کہ پھر انہیں لوگوں کی اولاد مزے کر رہی ہے اور بیچارے گوجروں کی حالت ناگفتہ بہ ہے وہ گوجر جو اس سرزمین ہندوستان کے واحد مالک ہیں آج دوسری قوموں کی.. سیاست کا شکار ہو چکے ہیں مگر گوجروں پر یہ الزام سراسر غلط ہے کہ انہوں نے انگریز عورتوں اور بچوں کو مارا ہے۔

چنانچہ جسٹس بیکار بھی کو ان واقعات کی جانچ پڑتال کرنے کیلئے جب مقرر کیا گیا تو انہوں نے تحریر کیا تھا کہ :-

"سچ تو یہ ہے کہ ان سے اناج پسوانے کے سوائے کوئی کام نہیں لیا گیا نہ ان کی بے عزتی کی گئی ، نہ ان پر ظلم کئے گئے ، نہ ان کے کپڑے اتروائے گئے اور نہ ان کو ضرب پہنچائی گئی"

یہ خود ایک انگریز کی تحریر ہے جس نے صرف اناج پسوانے یعنی چکی چلوانے کا ذکر کیا ہے اسمیں کیا حرج ہے تمام گوجریاں بھی تو اپنے کھانے کیلئے چکی ... چلاتی تھیں اور آٹا پیستی تھیں ، اب ان بیم صاحبان کی خاطر کون سی گوجری چکی چلاتی "دست خود دہان خود" میں کیا حرج ہے خود پیس کر روٹی کھالی تو اس میں کیا برائی ہے جب ہماری عورتیں آجتک چکی چلاتی ہیں تو ان حملہ آوروں کی عورتیں کیوں نہ چکی چلائیں۔

ہم آج بھی یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ہماری مائیں اور بہنیں غربت کی حالت میں زندگی گزاریں اور اغیار ہمارے کھیتوں کی روٹیوں سے شہروں میں گلچھرے اڑائیں المختصر یہ طے شدہ اور تاریخی حقیقت ہے کہ گوجر قوم شروع ایام سے عورتوں کو لونڈی باندی بنانے کی رسم کی مرتکب نہیں ہوئی اور نہ انہوں نے غدر میں کسی ... عورت پر ہاتھ اٹھایا۔

غدر کے حالات ایک نظر میں

علاقہ میرٹھ :۔— اس علاقہ کی بربادی اور قتل عام کے لئے ملاحظہ ہو میرٹھ گزٹ ایر صفحہ نمبر ۱۷۶، ۱۸۰، ۱۹۶۔

از مسٹر ایچ۔ آر۔ نیول۔ سی۔ ایس

گوجروں کے گاؤں کے گھیرے ڈال کر تمام سامان، مال اور مویشی وغیرہ چھین کر لوگوں کو گولی سے اڑا دیا گیا۔

نوروز پور کے مسلم گوجر راجہ کی تمام ریاست چھین کر قصبہ کو آگ لگا دی گئی۔

علاقہ بلند شہر :۔— (دو ہی صفحات) سکندر آباد کے گوجروں اور رانگھڑوں نے انگریزوں کو بہت مرتبہ ہزیمت دی، انہیں گولی کا نشانہ بنایا گیا تمام جائیدادیں چھین لی گئیں کٹھرا کا گوجر راجہ امراؤ سنگھ بھٹی مارا گیا اس کی سلطنت چھین لی گئی۔

علاقہ متھرا :۔— علاقہ متھرا کے گوجروں کی تمام جائیدادیں چھین کر انگریزوں نے اپنے وفاداروں میں تقسیم کر دیں۔

علاقہ مظفر نگر :۔— علاقہ مظفر نگر کے بہت سے گوجر دیہات توپ سے اڑا دیئے گئے ان کی جائیدادیں چھین کر دوسرے وفاداروں کو انعام میں تقسیم کر دی گئیں۔

علاقہ سہارن پور :۔— اسپنکی (Mr. SPANKI) نے سہارنپور کے گوجروں کی تباہی میں پورے چار ماہ صرف کئے۔ تمام آبادیاں اجاڑ کر ویران کر دی گئیں۔

علاقہ اودھ :۔— اودھ کے گوجروں سے تمام جائیدادیں چھین کر امیٹھی، ماحسن پور اور محمود آباد کے نوابوں کو دی گئیں

علاقہ گوالیار:۔ علاقہ گوالیار کے گوجروں کی تمام جائیدادیں چھین کر انگریزی وفاداروں میں تقسیم کی گئیں۔

علاقہ مشرقی پنجاب:۔ میوات اور انبالہ ڈویژن کے آزادی پسند گوجروں کو دلی میں پھانسی دیگئی، اضلاع فیروزپور اور ہوشیارپور وغیرہ میں گوجروں سے بہت سی جائیدادیں چھین لی گئیں۔

علاقہ مغربی پنجاب:۔ مغربی پنجاب کے اضلاع جہلم، ملتان کے قدیم گوجر جاگیردار ان جاگیروں سے محروم کردیئے گئے اور نئے نواب اس علاقہ میں نمودار ہوئے، لاہور وغیرہ اضلاع کے گوجروں کو غیر زراعت پیشہ قرار دیکر ان سے جائیدادیں چھین لی گئیں۔

علاقہ سرحد:۔ علاقہ سرحد میں وادی کاغان وغیرہ میں گوجروں سے تمام جائیدادیں چھین کر سیدوں کو دیگئیں

یہی نہیں بلکہ:۔

تمام ملک کے گوجروں کو باغی قرار دے کر ان پر ملازمت کے دروازے بھی بند کر دیئے گئے۔

نوٹ:۔ مفصل حالات اس تاریخ کے حصہ دوم کے آخری باب میں ملاحظہ کیجئے۔

الغرض جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں گوجر قوم کی وہ تباہی جس کا آغاز غزنوی حملوں سے ہوا تھا پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔

حصہ سوئم ختم شد

تاریخ ہذا کے ورق ہذا پر اگر مولف کے دستخط نہ ہونگے
تو وہ کتاب مسروقہ سمجھی جائے گی۔

دستخط بخط انگریزی
جی-اے-ایچ-چوہان

Ch G. A. Hohan

حصّہ چہارم

تاریخ گُرجر

(حالات حاضرہ)

مولّفہ

علی حسن چوہان دگُرجر، (دگرجر رانا)

انتساب

میں اس حصّہ تاریخ کو فخر گوجر قوم عالی جناب مولانا ومقتدانا مولوی فتح الدین صاحب کشانؒ کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں جنہوں نے موجودہ دور میں (جبکہ گوجر قوم سرعت کیساتھ قعر مذلت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا ہونے کے واسطے آگے بڑھ رہی تھی) قوم کی بے پناہ خدمت کرتے ہوئے اسکو ذلت اور گمنامی کے غار میں گرنے سے بچا لیا۔

احقر الزمن
علی حسن
گُوجر
مؤلف
تاریخ
ہذا

فہرست ابواب مضامین تاریخ گرجر حصہ چہارم

مقدمہ

اس صدی میں جس قدر تاریخیں گوجروں کے ضمن میں لکھی گئی ہیں ان میں اکثر بارہویں یا زیادہ سے زیادہ تیرہویں صدی کے واقعات تک لاکر ختم کردی گئی ہیں۔

ان تاریخوں میں ایک تاریخ ایسی بھی ہے جسمیں ۱۸۵۷ء تک کے واقعات دکھلائے ہیں اگر وہ اس قدر مختصر ہیں کہ اس سے شائقین تاریخ سیر نہیں ہوتے علاوہ ازیں تاریخ مذکور الصدر کے گوجر مورخ نے ان لوگوں کے مختصر احالات تحریر کئے ہیں جو آج اپنے کو گوجر نہیں کہتے۔

چنانچہ اس اہم کام کو احقر نے انجام تک پہنچایا ہے اور اس حصہ تاریخ میں صرف گوجر قوم کی مکمل تاریخ از ۱۸۵۷ء تا ۱۹۶۰ء تحریر کی گئی ہے تاکہ آئندہ نسلوں کو تاریخ کا تسلسل قائم رکھنے میں آسانی ہو اس لئے کہ موجودہ مورخ کی حیثیت سے قوم کے موجودہ حالات لکھنا سب سے اہم اور ساتھ ہی ساتھ اس کے بہت ضروری ہے۔

کمترین
علی حسن چوہان
(گرجر)

باب اوّل

پس منظر

گوجر قوم کے موجودہ حالات تحریر کرنے سے پیشتر یہ ضروری ہے کہ ان حالات کا پسِ منظر بیان کیا جائے چنانچہ اس ضمن میں ہمیں ۱۸۵۷ء کے بعد کے حالات کا مطالعہ کرنا ازبس ضروری ہے، حصہ دوم کے آخر میں مفصل اور حصہ سوم کے آخر میں مجملاً بیان کیا جاچکا ہے کہ.... جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا اعلان کرنے والے گنگا جمنا دوآبہ کے گوجر تھے جو ۱۸۱۳ء سے مسلسل جدوجہد کر رہے تھے۔

آخر ان کی قربانیوں کا خون رنگ لایا اور میرٹھ کے فوجی ان سے مل گئے، میرٹھ میں ہندوستانی فوج کی تعداد بہت کم تھی مگر جب یہ فوج دِلّی پہنچی تو اس کے ہمراہ کم ازکم ایک لاکھ گوجر تھے، تمام تواریخ اس امر پر شاہد ہیں کہ دِلّی والے اور خصوصاً بہادر شاہ ظفر اس جنگ آزادی کے لئے ہرگز تیار نہ تھے بلکہ انہوں نے آزادی کے متوالوں کا ساتھ دینے سے قطعاً انکار کردیا تھا جب آزادی پسندوں نے قلعہ کا مطالبہ کیا تو بہادر شاہ ظفر طوعاً و کرہاً آزادی کی جنگ کے لیئے تیار ہوئے۔

۱۰ مئی ۱۸۵۷ء تا یکم اکتوبر ۱۸۵۷ء جنگ جاری رہی نہ صرف گوجر بلکہ دوسری قوموں نے بھی اس جنگ میں حصہ لیا مگر دیہات میں جو کارہائے نمایاں گوجروں نے اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر سرانجام دیئے تو ان کا تعلق کسی قوم سے اتنا زیادہ نہ تھا، تواریخ اس امر پر بھی شاہد ہیں کہ خود قلعہ میں غدار موجود تھے اور ہر قوم میں ان کی اکثریت تھی، اگر پشاور سے لے کر کلکتہ تک گوجروں میں ایسی مثالیں نہیں ملتی کہ کسی گوجر نے غداری کی مثال پیش کی ہو

ہر جگہ کے گوجر اس جنگ میں شریک ہوئے۔

جب جنگِ آزادی ناکامیاب ہوئی تو ہر قوم میں ایسے اشخاص موجود تھے جو اپنے اپنے خاندانوں اور قوموں میں بہت سوں کو سزا سے بچا گئے مگر گوجروں پر جو مصیبت کے پہاڑ ٹوٹے ان کا تھوڑا سا حال ہم حصہ دوم کے آخر میں بیان کر چکے ہیں۔

انگریزی سلطنت کا جب دوبارہ تسلط قائم ہو گیا تو انہوں نے گوجروں کو اپنا جانی دشمن سمجھا، اس کارِ خیر میں دوسری قوموں نے بھی خوب پارٹ ادا کیا اور اپنی لکھی ہوئی تاریخوں میں گوجروں کے لئے نازیبا الفاظ استعمال کئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ تمام قومیں تو انگریزوں کی پناہ میں پہنچ گئیں مگر گوجروں کو انگریزوں نے خاص طور سے مظالم کا نشانہ بنایا دِلّی کے چاروں طرف ان پر جنگِ آزادی کے الزام میں بغاوت کا نام نہاد جرم رکھ کر ان سے جائیدادیں تعلقے اور ریاستیں چھین لی گئیں، گاؤں کے گاؤں توپوں سے اڑا دیئے گئے اور بقایا جائیدادیں تک چھین لی گئیں، اس طرح آہستہ آہستہ گوجروں کو نان و نفقہ کی مجبوری نے تعلیم و تربیت سے دور کر دیا اور چند ہی سالوں میں ان کی ناخواندگی مسلّمہ امر بن گئی۔

بہت سے علاقوں میں گوجروں نے جنگل کاٹے، کاشت و زراعت شروع کی بقایا نے جنگلوں میں گائے بھینسیں چرانے کا پیشہ اختیار کیا گوجر قعرِ مذلت میں گرتے جا رہے تھے ان پر سرکاری ملازمتوں کے دروازے بند تھے، ادھر وہ قومیں جنہوں نے کبھی تلوار پکڑنی نہ سیکھی تھی انگریزوں کی منظورِ نظر بن گئیں چنانچہ بنارس میں ہندو یونیورسٹی کا سنگِ بنیاد ایک انگریز نے بنیوں اور برہمنوں کیلئے رکھا تھا اور علی گڑھ میں سیّد احمد خاں نے مسلم یونیورسٹی کا سنگِ بنیاد ایک دوسرے انگریز سے رکھوایا، تعلیم کا زور و شور ہوا، ہندوستانی لوگ افسر بن گئے۔

جب یہی ہمارے ملکی بھائی علاقوں کے افسر بن کر آئے تو گوجر عوام پر ان کا تقدس ہر طرح سے جاری و ساری ہوا، سیاسی طور سے گوجر ان حاکموں کے تسلط میں آئے دوسری طرف ایک نیا فلسفہ جنم لے رہا تھا کہ:-

"عوام کی حکومت، عوام کے لئے عوام ہی کے ذریعہ ہو"

یعنی عوام اپنے نمائندے چن کر ارا کین سلطنت بنائیں، اس طرح نئی تعلیم یافتہ قوموں کو جاہل عوام کا دست نگر ہونا پڑا اپنی اپنی طرف عوام کو جھکانے کیلئے اور عوام میں مختلف

جھالنوں سے کام نکالنے کے لئے حالات کو سازگار بنانے کی مہم شروع ہوگئی۔

گوجروں کے زوال کی انتہا

۱۹۱۴ء میں انگریزوں کے خلاف یورپ میں جرمن قوم میدان جنگ میں آگئی، انگریزوں نے ہندوستانی سپاہیوں کی بھرتی شروع کی، اپنی غرض کے لئے انگریزوں نے بہادر گوجر قوم کے افراد کو بھی فوج میں بھرتی کرنا شروع کیا، سنا گیا ہے کہ ۱۹۱۴ء سے پیشتر شمشیر گڑھ کے گوجر راجہ نے جودِلی کے مقام سے بہت دور تھے اور کمسنی کی وجہ سے جنگِ آزادی میں حصّہ نہ لے سکے تھے گوجر قوم پر سرکاری ملازمتوں کے دروازے کھلوا دیئے تھے۔

الغرض گوجروں کو فوج میں بھرتی کیا گیا اور کچھ سرکاری ملازمتوں میں بھی آئے مگر بہت سے لوگ آج تک ایسے زندہ ہیں جو معاشیات اور مالی پریشانیوں سے تنگ آ کر جب ملازمتوں میں آئے تھے تو انہوں نے قوم گوجر اس خوف سے نہ لکھوائی مبادا ان کو ملازمتوں میں نہ لیا جائے بلکہ دوسری قوموں میں خلط ملط ہو کر ملازمتیں حاصل کیں اور پھر بہت سے لوگ تو اس طرح مستقل طور سے تارکِ قوم ہو گئے گوجروں کے زوال کی یہ انتہا تھی۔

پُرلطف بات یہ ہے کہ انگریزوں کی طرف سے لڑنے والی تو بہادر قومیں تھیں مگر اس کا معاوضہ نئی سیاسی اقوام اور جماعتیں طلب کر رہی تھیں ان سیاسی جماعتوں کا کسی کو شعور ہو یا نہ ہو مگر عمومی طور سے گوجر قوم سیاسی طور سے مردہ ہو چکی تھی جس کا سب سے بڑا ثبوت جنگِ عظیم اوّل کے اختتام پر ۱۹۱۹ء کے ڈسٹرکٹ بورڈ کے اراکین کا انتخاب ہے۔ تمام ملک کے نوشتہ جات شاہد ہیں کہ شاید کہیں ایک آدھ کوئی گوجر آٹے میں نمک کی طرح منتخب ہو گیا ہو۔

آریہ ورت کی تاریخ میں ایک بہت پرانا مقولہ چلا آ رہا ہے کہ "غرض بڑی بلا ہے"۔ انتخابات نے ملک کی تاریخ میں ایک نئے رجحان کو پیدا کر دیا۔

میں نہایت ادب سے ذرا واضح اور صاف الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں میں تعلیمی لحاظ سے شیخ، سید اور ہندوؤں میں بنیئے برہمن اعلیٰ مدارج پر پہنچ چکے تھے چنانچہ دونوں گروہوں نے اپنے ووٹ (آراء) یعنی اپنے حمایتیوں کی مردم شماری بڑھانی شروع کیں، ہندوؤں نے تمام تر زور اس بات پر صرف کیا کہ پست اقوام ہمارے بھائی ہیں چنانچہ چمار، بھنگی، شکلی گر اور ڈھیڑ دیکھتے دیکھتے برہمنوں کے ساتھ کھانے پینے لگے، حالانکہ گپت وغیرہ برہمن راجاؤں نے اپنی حکومت کے دوران انہیں ہمیشہ

اچھوت سمجھا۔

اپنے ہم مذہب میں بھی پیچھے نہ رہے، جب اس ملک میں خلجیوں، تغلقوں اور مغلوں کی حکومتیں تھیں تو اس دور میں کبھی بھی کسی بیرونی مسلمان کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ مسلمان گوجروں، جاٹوں اور راجپوتوں کیلئے مساوات کا جھنڈا لے کر اٹھتا برخلاف اس کے تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے ہر نئے حملہ آور کا ساتھ دیا۔

مثلاً ۱۵۲۵ء کی ملکی حالت پر غور کیجئے، کشمیر اور جموں میں کشان خاندان کے مسلم حکمران تھے، دریائے سندھ سے ستلج تک کھوکھر مسلمانوں کی حکومت تھی سندھ پر سمہ خاندان اور گجرات کا بھٹیاوار پرتاک (تکشک) خاندان کے مسلم گوجر حکمراں تھے مگر بیرونی مسلمانوں نے نئے مغل حملہ آوروں کا ساتھ دیا تھا۔

دونوں سیاسی گروہ ایک قدم اور آگے بڑھے سیاسی ہندوؤں نے شدھی کی تحریک چلائی اور سیاسی مسلمانوں نے تبلیغ جاری کی گوجروں کے زوال کی یہ انتہا تھی کہ وہ قوم جو کبھی سیاسی طور سے پورے ملک کے استحکام کو سنبھالے ہوئے تھی ہزار سال تک اپنا خون بہا کر اس قدر بے بس ہوگئی تھی کہ اب اس کے خیالات بھی اپنے بس میں نہ تھے۔ عیسائی پادری آگیا تو اس کی ہاں میں ہاں ملادی، مولوی صاحب آگئے تو چوٹیاں کٹوالیں اور اگر شدھی پرچارک آگئے تو سر پر چوٹی رکھ لی۔

یہ گوجر قوم وہ تھی جس میں جین مذہب کے بانی پیدا ہوئے۔

یہ گوجر قوم وہ تھی جس کے خاندان شاکیہ (تنک) نے گوتم بدھ پیدا کیا۔

یہ گوجر قوم وہ تھی جس نے بکرمی سمت رائج کیا اور علوم و فنون کے دریا جاری کیے۔

یہ گوجر قوم وہ تھی جس نے گجرات میں مسجدیں بنوائیں اور ان کے نام سرکاری وقف مقرر کیے۔

یہ گوجر قوم وہ تھی جس نے پیر بڈھو شاہؒ پیدا کیے۔

یہ گوجر قوم وہ تھی جس نے شاہ اعظم شاہ زین العابدین شاہؒ (والئے کشمیر) کو پیدا کیا تھا وغیرہ وغیرہ اور یہ وہ گوجر قوم تھی جو پیغمبروں (اوتاروں) اور رشیوں (صلحا و اولیائے کرام) کی اولاد تھی مگر تعلیم کا دامن چھوٹ کر جہالت کی اندھیری رات نے ان کو اس پستی میں ڈال دیا کہ یہ جنگلی بن گئے جس کی مرضی آئے اور شکار کر کے لے جائے، اس تبدیلی مذہب کے بارے میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس کے ذمہ دار گوجر نہیں تھے یعنی ہندو۔۔

گوجروں میں بھی اتنا شعور نہیں تھا کہ وہ مسلمان گوجروں کو ہندو بناتے اور نہ ہی.... مسلمان گوجر اس کے ذمہ دار تھے کہ وہ ہندو گوجروں کو مسلمان بنائیں۔

نہیں صاحب! وہ لوگ جنہیں گوجر "وکمی" کہا کرتے تھے اب مذاہب عالم کے پرچارک اور مبلغین بن چکے تھے اور یہ سب کچھ ہماری ملک سے وفاداری کا نتیجہ تھا جس کے لئے گوجر قوم پورے ایک ہزار سال تک سینہ سپر رہی، کون ہے؟ جو... ہماری ان قربانیوں سے آج انکار کر سکتا ہے۔

—— ★ — ★ — ★ ——

باب دوم

بیداری کا آغاز!

۱۸۹۶ء میں فخرِ قوم مولوی ڈاکٹر کمال الدین صاحب مرحوم نے پنجاب کے کئی ایک اضلاع میں قوم کو منظم کرنے کی کوشش کی، اضلاع ہوشیار پور اور جالندھر میں آپ کی کوشش سے بہت سے قومی حقوق کی حفاظت ہو گئی۔

۱۹۰۰ء کے شروع میں قوم کو موجودہ تنظیم کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کا سہرا چودھری کریم بخش صاحب سکنہ چھپرالی تحصیل گڑھ شنکر کے سر ہے، انہوں نے اردگرد کے دیہات کے نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنالی اور اس کمیٹی کو مقامی طور پر چند ایک رسومات قبیحہ کے بند کرنے میں کامیابی ہوئی اور یہ کمیٹی یادگار کے طور پر پرائمری سکول پرکھوال اردگرد کے مسلم گوجر بچوں کی خدمت کرنے کیلئے چھوڑ گئی۔

انہیں ایام میں قصبہ جگراؤں ضلع لدھیانہ میں بھی ایک قابلِ ذکر تنظیمی ادارہ معرضِ وجود میں آیا اس ادارہ کو معرضِ وجود میں لانے والوں میں جناب مولانا حبیب اللہ صاحب جگراؤنی اب چودھری کریم بخش صاحب مرحوم رئیس و ذیلدار اور جناب چودھری جیوا صاحب مرحوم اور یہ نظم جگراؤں کی مخلصانہ مساعی کو بیشتر دخل تھا، اس ادارہ کی بنیاد نسبتاً.... مگر تعلیم کا دائرہ، وہ یوں کہ گوجر قوم کی شاملات متصل بازار انارکلی جگراؤں میں سے.. کہ یہ جنگلی بن گئے خدمات کیلئے وقف کر دیا گیا جس پر کوئی پندرہ سولہ دوکانیں تعمیر کے بارے میں یہ بار مسجد، دینی مدرسہ (درسی مقامی) طلباء کیلئے دارالاقامہ

اور ایک پرائمری اسکول جاری کیا گیا یہ ادارہ انجمن اسلامیہ اگرائڑ گوجران کے نام سے قیام پاکستان تک اپنا کام کرتا رہا، اس کے صدر جناب چودھری فضل محمد صاحب (حال آباد شورکوٹ) خلف الرشید جناب چودھری کریم بخش صاحب ذیلدار مرحوم تھے۔

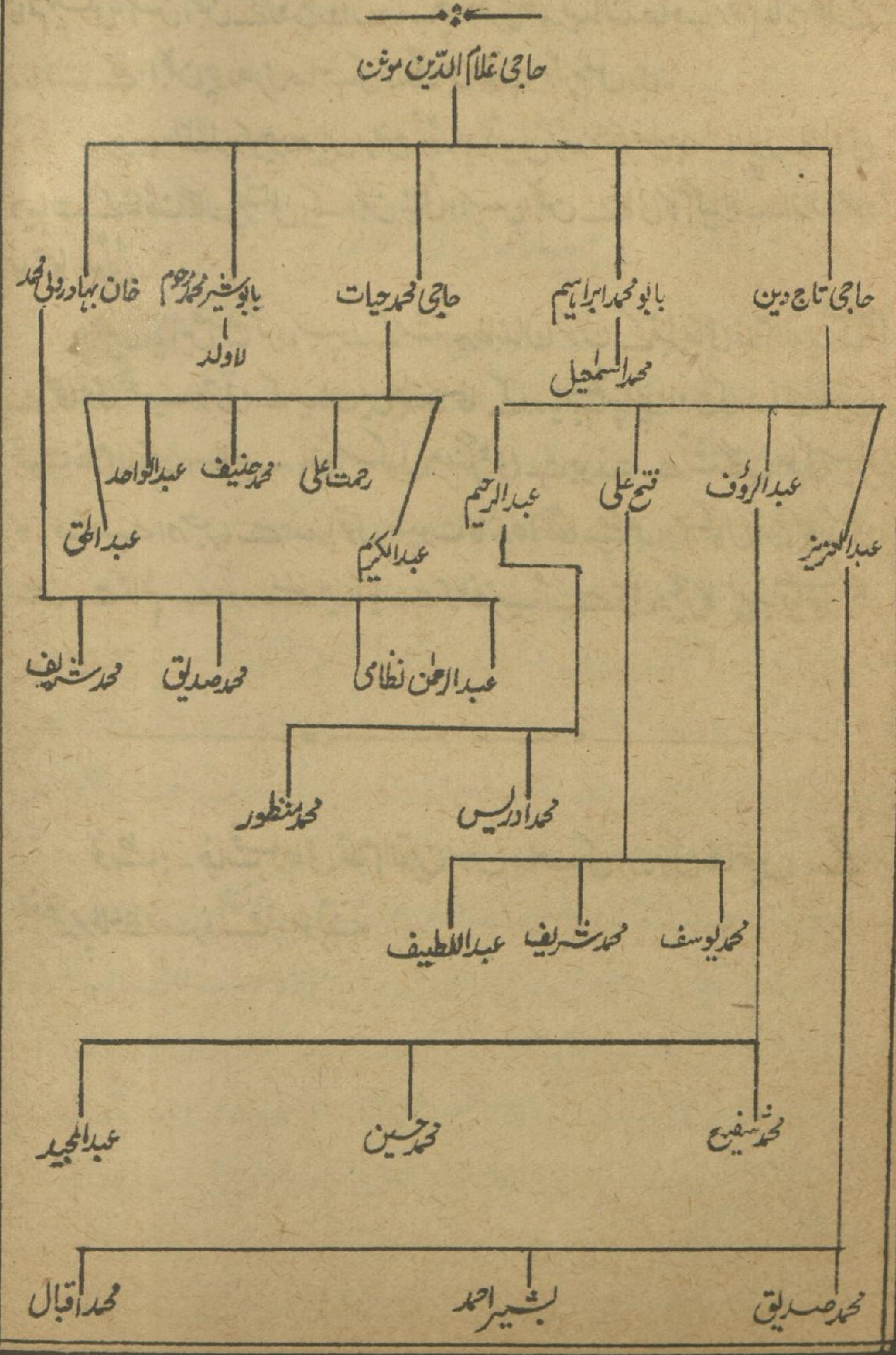
۱۹۳۰ء کے اوائل میں ہوشیار پور کے نواحی علاقہ کے نمائندگان پر مشتمل ایک انجمن قائم کی گئی، اس انجمن کے روحِ رواں جناب چودھری محمد عبداللہ صاحب مرحوم ملازم محکمۂ زراعت تھے، انجمن چودھری صاحب کی زندگی میں خوب سرگرم عمل رہی۔

۷ رجون ۱۹۲۱ء کو چودھریاں موضع ٹوڈر پور تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور نے نواحی دیہات کے نمائندگان پر مشتمل ایک انجمن بنائی، اس انجمن نے کافی کام کیا بعد ازاں جمود کا شکار ہو گئی۔

انہیں ایام میں ضلع گرداسپور کے مشہور خاندان سونن کے قبلہ حاجی غلام الدین صاحب مرحوم نے بھی قومی تعمیر و ترقی کے میدان میں جود و سخا کے دریا بہائے چنانچہ ممدوح کی مساعی کا بین ثبوت غلام الدین اسلامیہ ہائی اسکول مینگڑی ہے جو مدت سے تشنگانِ علم کی سیرابی کا باعث ہے اور جس سے صدہا قومی سپوت فائدہ اٹھا چکے ہیں یہ اسکول آج بھی اسی شان سے قائم ہے اور سننے میں آیا ہے کہ عنقریب اُسے ترقی دیگر کالج بنا دیا جائے گا۔

نوٹ:۔ جناب قبلہ حاجی غلام الدین سونن صاحب کی اولاد کی شاخیں اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے۔ مؤلف

عالیجناب الحاج غلام الدین مومن صاحب مرحوم کی اولاد گوجروں میں خاص اعزازات کی مالک ہے جو پاکستان و برہما کے ممالک میں تجارتی کاروبار میں اعلیٰ پایہ کے مالک ہیں۔



نوٹ:۔ خان بہادر ولی محمد صاحب اور ان کی اولاد جو برہما میں ریلوے کنٹریکٹر ہیں حکومت برہما کی طرف سے خاص اعزازات کی مالک ہیں۔
ناظرین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ برہما حکومت اور برہما کی زیادہ تر آبادی بدھ مذہب کی پیرو ہے اور بدھ مذہب کے بانی گوجر قوم کے رشی (اولیائے کرام) تھے جنہوں نے بذریعہ تبلیغ چین، جاپان، ایران اور منگولیا تک انکو پہنچایا تھا چنانچہ بدھ مذہب اور جین مذہب میں گوجر قوم کو خاص حیثیت حاصل ہے۔ برہما کی اکثر ریلیں خان بہادر ولی محمد صاحب کی زیر نگرانی بچھائی گئیں۔
مؤلف گوجر

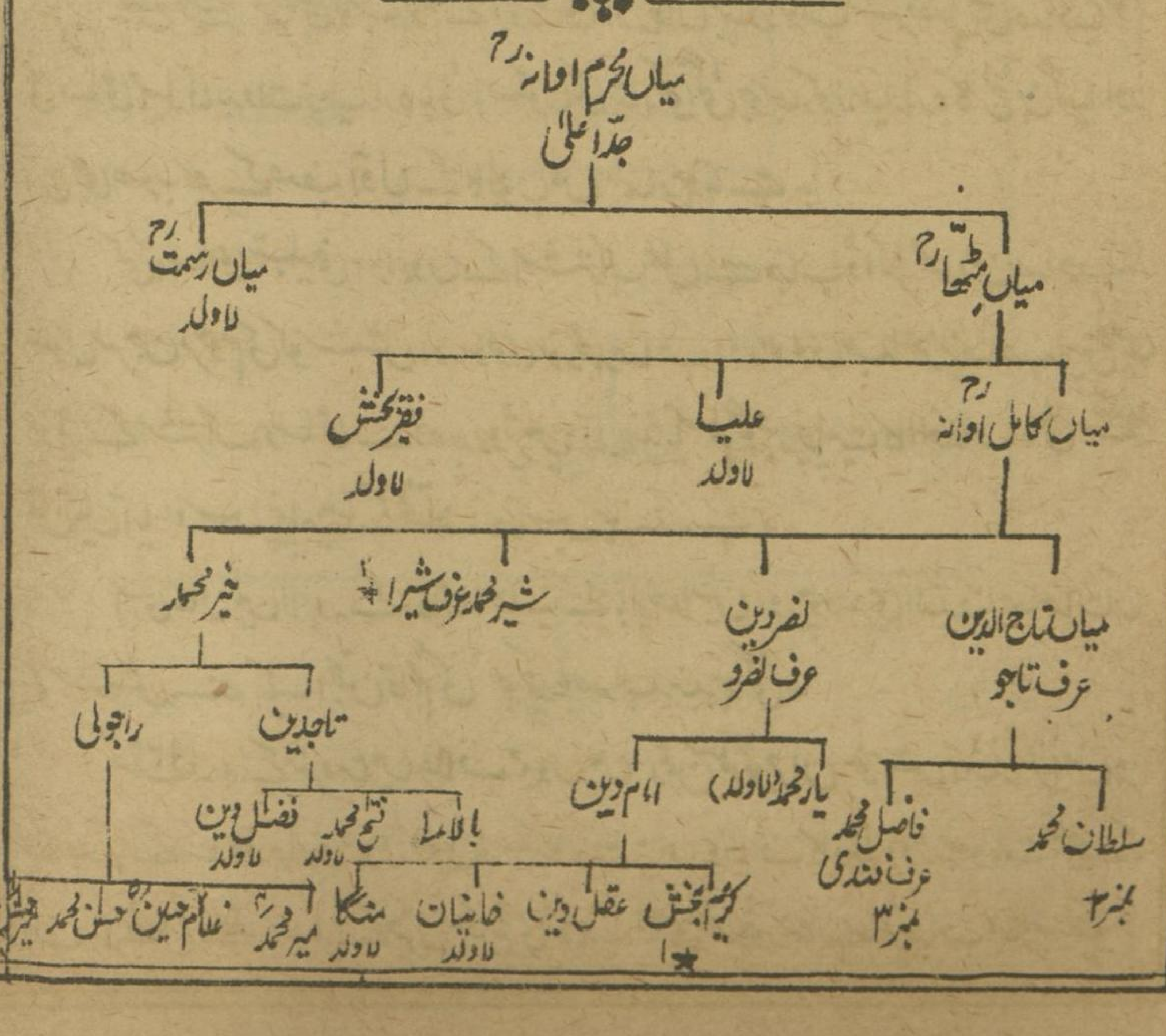
ضلع گجرات میں بھی گوجر قوم نے کروٹ لی اور خان بہادر نواب سر فضل علی صاحب مرحوم کی مساعی جمیلہ کی بدولت زمیدارہ ہائی اسکول کی بنا رکھی گئی جو بعد کو زمیدارہ کالج بن گیا اور آج بھی صوبہ بھر کے صف اول کے کالجوں میں شمار ہوتا ہے۔
کئی اسلامی تبلیغی اداروں کے اشتراک عمل سے جناب ڈاکٹر محمد دین صاحب... سول سرجن مرحوم کی کوشش اور مولوی نور محمد صاحب اور مولوی عبد العزیز صاحب ایل ٹولیس رو پڑ کے اشتراک و مساعی سے قصبہ روپڑ میں آل انڈیا مسلم گوجر پنچایت کا انعقاد ماہ مئی ۱۹۲۴ء عمل میں آیا۔ اس پنچایت کے مختلف اجلاس ہوتے رہے۔
اسی سال میں لاہور کے مقامی احباب نے بابو محمد امین اور چودھری اللہ دتا صاحبان کی کوشش سے ایک انجمن قائم کی جو کچھ عرصہ بعد بند ہو گئی۔
۱۹۲۹ء کے شروع میں علاقہ جموں میں انجمن مسلم گوجراں خوش آئند اغراض و مقاصد کے ساتھ جاری ہوئی جنمیں اسکولوں کا اجراء وظائف کا دینا اور رسومات قبیحہ کا انسداد شامل تھے اس کے جنرل سکریٹری جناب قاضی محمد خورشید عالم صاحب (حال سیالکوٹ)

بھی کچھ عرصہ اس انجمن نے مفید کام کیا لیکن بعد کو جمود کے دور نے اسے آلیا اور پھر اس کے بطن سے گوجر جاٹ کانفرنس معرضِ وجود میں آئی جو ایک سیاسی رنگ لئے ہوئے آج بھی علاقہ آزاد کشمیر میں مصروف عمل ہے اور اس کے بانیوں میں جناب غلام حسین صاحب لسانوی، چودھری سلطان علی صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی اور چودھری مہر دین صاحب قمر وغیرہ ہیں۔

جناب مولانا مہر دین قمر صاحب کا مختصر شجرہ سندرجہ صفحہ نمبر ۱ تاریخ ہذا پیش ناظرین ہے، یہ خاندان گوجروں کے گوت پنوار کی شاخ اوانہ سے تعلق رکھتا ہے جس میں بڑے بڑے صلحاء کرام نے جنم لیا۔

نوٹ:۔ مولانا مہر الدین صاحب قمر اوانہ کا مختصر شجرہ ذیل میں تحریر ہے

نسب نامہ جناب مولانا مہر دین صاحب قمر



- سلطان محمد نمبر ۲
  - غلام محمد اوانہ شہید رح
    - نقر دین اوانہ
  - صلاح محمد اوانہ شہید رح
  - عطا محمد اوانہ
    - میر حسین مرحوم
  - نواب — لاولد
  - گلاب — لاولد
  - جعفر علی
    - مولانا مہر الدین قمر اوانہ المعروف بہ قمر راجوروی
      - جمعدار محمد افضل مجاہد
        - محمد علی رح
      - مقبول حسین
        - محمود حسین اوانہ
      - سرور حسین طارق اوانہ
      - احمد حسین اوانہ
      - عبد المالک اوانہ
    - جلال دین اوانہ
    - ولی محمد اوانہ
  - اکبر — لاولد

- فاضل محمد عرف فندی نمبر ۳
  - مخفی
  - میر محمد
    - سائیں
    - لال الدین
    - سراج دین
  - فیض محمد
    - گگا

- شیر محمد عرف شیرا ۲ ٭
  - ولی محمد عرف ولیا
    - فضل دین
      - نمشی
      - عبد العزیز
    - عطا محمد
    - برفا
    - فقیر الدین
      - جمعدار غلام حسین
        - محمد اقبال اوانہ
      - محمد حسین
      - میر حسین
  - قائم دین
    - دین محمد
      - کریم بخش ٭
        - فیروز دین
        - کالا
    - غلام حسین عرف گاموں
      - محمد شفیع
      - میر محمد ٭
        - فضل حسین
      - غلام حسین میرباز ٭
        - منظور حسین
    - عبد اللہ
      - میر حسین ۶
        - بشیر احمد

۱۹۲۵ء لاہور میں مقیم گوجر طلباء نے ایک ادارہ بنام مسلم گوجر کانفرنس قائم کیا اس کے بانیوں میں جناب چودھری محمد حسین صاحب سیف بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی وکیل شکر گڑھ اور جناب قبلہ چودھری عبدالعزیز صاحب ایم۔بی۔بی۔ایس (حال سول سرجن لائل پور) تھے۔ یہ کانفرنس گویا موجودہ گوجر اسٹوڈینٹس فیڈریشن کی پیشرو تھی کچھ عرصہ اس انجمن نے مفید کام کیا بعد ازاں یہ بھی جمود و تعطل کا شکار ہو گئی اس کے وجود سے اتنا ضرور ہوا کہ شہر لاہور میں مستقل طور پر ایک انجمن کی داغ بیل ڈالنے کے امکانات روشن ہو گئے۔

بقول قبلہ جناب چودھری محمد شریف صاحب بحوالہ اخبار مسلم گوجر بابتہ ماہ فروری ۱۹۳۲ء

۶ر فروری ۱۹۲۷ء کو خان بہادر مولوی فتح الدین صاحب بالقابہ نے انجمن مسلم گوجران پنجاب کا اجرا کیا۔ طلباء اور ملازمت پیشہ حضرات شروع شروع میں کام چلانے پر کمربستہ ہو گئے تجارت پیشہ اور مزدور پیشہ بھائی بھی انجمن کی بہتری کیلئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتے تھے ...... یہ انجمن اس وقت سے تا ایندم باقاعدہ کام کر رہی ہے۔

اس انجمن نے صوبہ بھر میں اپنی شاخیں اور ماتحت ضلع وار انجمنیں قائم کیں اس کے اغراض و مقاصد میں بھی حسب معمول اصلاحِ رسوم، ترویج تعلیم اور انعامات و وظائف کا اجرا وغیرہ تھے۔

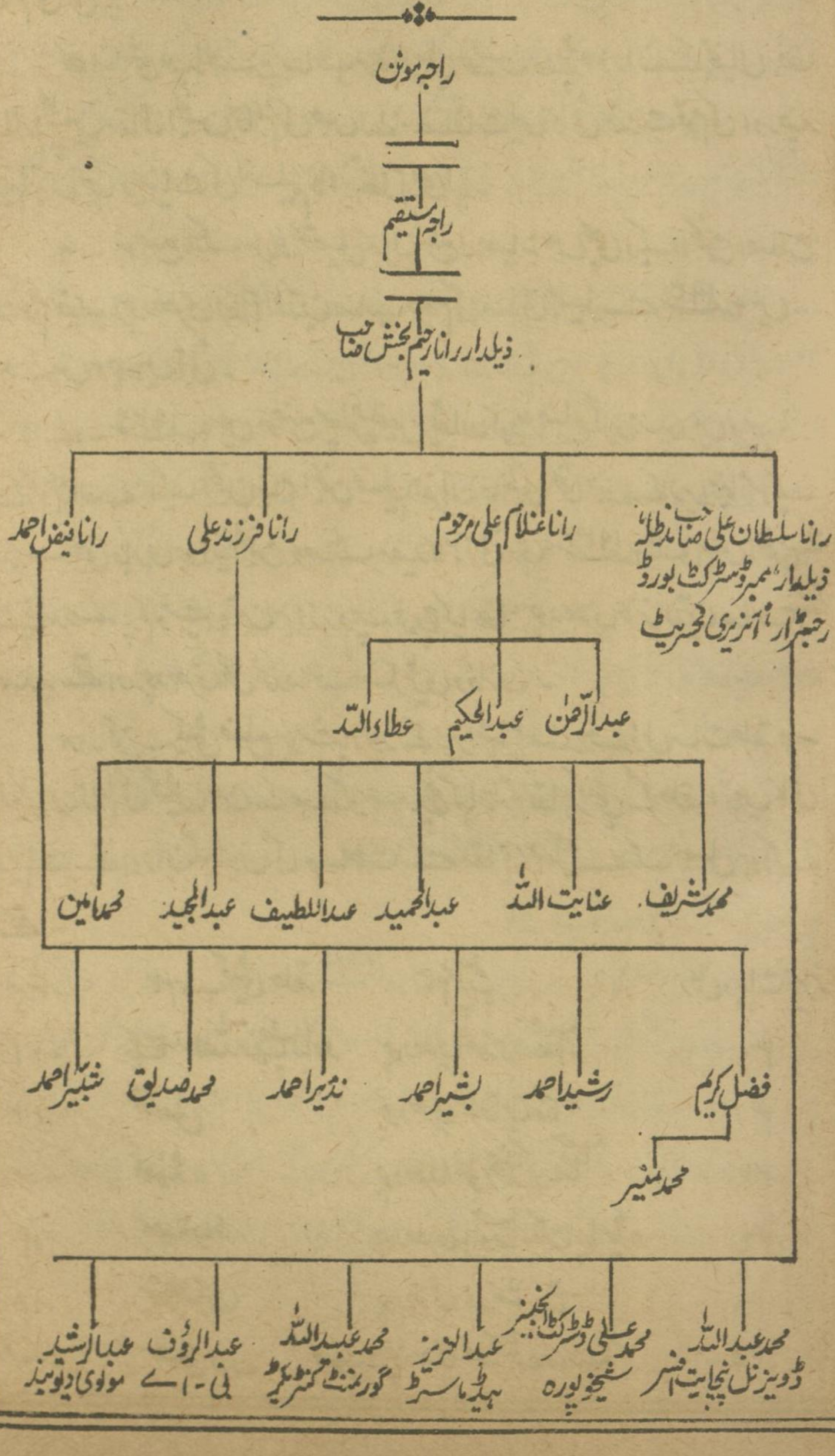
اس انجمن کے صدر اوّل جناب چودھری محمد دین صاحب سول سرجن مرحوم تھے اس مرکزی انجمن کی تحریک سے حسب ذیل مقامی و ضلعی انجمنیں قائم ہوئیں یا وابستہ ہوئیں

نمبر ۱:- انجمن ترقی دین اسلام، گوجر پور کلاں ضلع جالندھر ۱۹۲۵ء سے قائم تھی ۱۹۳۱ء سے دوبارہ زور و شور سے کام شروع کر دیا۔

نمبر ۲:- انجمن اسلامیہ گوجراں قلعہ جموں کی دوبارہ تشکیل ۱۹۳۰ء میں ہوئی اس وقت اس کے صدر جناب چودھری محمد عبداللہ صاحب اور سکرٹری محمد حیات صاحب تھے۔

نمبر ۳:- انجمن اسلامیہ گھنالہ تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور میں رانا سلطان علی صاحب ذیلدار کی صدارت میں قائم ہوئی اس کے تحت ایک یتیم خانہ اور ایک مدرسہ قائم تھا رانا صاحب موصوف کا شجرہ حسب ذیل ہے۔

نسب نامہ عالی جناب رانا سلطان علی صاحب مدظلہ



۴:۔ ڈسٹرکٹ گوجر ایسوسی ایشن گرداسپور کا قیام:۔ موضع مہری پور میں .... جناب چودھری ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب (حال سول سرجن لائل پور) کے ایما سے قائم کی گئی ۔

۵:۔ منشی عبدالعزیز صاحب مرحوم اپیل نویس روپڑ اور ان کے ہمخیال رفقا نے روپڑ میں مقامی انجمن قائم کی جس نے مضافات میں کافی خدمتِ قوم کی اور چند دیہاتوں میں دینیات کی تعلیم کا انتظام بھی کیا۔

۶:۔ موضع مانک مزرعہ تحصیل سمرالہ ضلع لدھیانہ میں بھی ایک انجمن اصلاح رسوم جناب چودھری نظام الدین صاحب مرحوم کی مساعی جمیلہ سے ۱۹۳۱ء میں... معرضِ وجود میں آئی ۔

۷:۔ ۱۹۲۶ء میں موضع بھلڑ تحصیل پٹھان کوٹ ضلع گرداسپور میں دیہہ مذکورہ کے گوجروں نے ایک انجمن بنام انجمن تعلیم القرآن قائم کی تھی جس کے زیر اہتمام ایک مدرسہ بھی جاری ہوا یہ انجمن عرصہ تک مفید کام کرتی رہی ۔ ۱۹۳۲ء تک اس انجمن نے اپنے مدرسہ پر کم وبیش تین ہزار روپیہ خرچ کیا تھا ۔ چودھری عزیز الدین صاحب اس کے صدر تھے اور چودھری گل محمد صاحب سکریٹری وخازن ۔

۸:۔ گوجر کمیٹی ضلع ہوشیارپور کے زیر اہتمام مندرجہ ذیل سات حلقہ وار کمیٹیاں قائم کی گئیں جن کے صدر کو سرپنچ کہا جاتا تھا ہر کمیٹی کے حلقۂ اثر میں کافی دیہات تھے اور ان کمیٹیوں کی وساطت سے مقامی جھگڑے تک فیصل ہوا کرتے تھے ۔

نمبر شمار	نام سب کمیٹی حلقہ	نام سرپنچ	کل دیہات زیر اثر
۱:۔	چک سعد اللہ عرف چک سادو	چودھری محمد سرور صاحب	۳۰
۲:۔	تھتھل	چودھری علم الدین صاحب	۳۰
۳:۔	کھونڈہ	چودھری علی محمد ذیلدار کرز صاحب	۲۲
۴:۔	کھیلیالہ	چودھری بابو صاحب ساکن پھامیڑہ	۲۶
۵:۔	پتھرالیاں	چودھری محمد بخش صاحب	۲۵
۶:۔	مستی وال	صوبیدار چودھری محمد بخش صاحب	۲۵

۷:- چک لادیاں چودھری غلام رسول صاحب ۲۶

۹:- ۱۹۳۳ء میں انجمن مسلم گوجراں شملہ قائم کی گئی اس انجمن کے قیام کا سہرا جناب منیجر صاحب مسلم ہوٹل موٹر بازار شملہ اور جناب چودھری عطا محمد صاحب ٹیچر اسلامیہ ہائی اسکول کے سر ہے موخر الذکر اس انجمن کے سکرٹری بھی تھے یہ انجمن قیام پاکستان تک قائم تھی۔

۱۰:- چودھری محمد حسن صاحب سیف بی۔اے۔ ایل۔ایل۔بی ساکن ٹمکا تحصیل شکر گڑھ مشہور و معروف ہستی ہیں۔ آپ نے طالب علمی کے زمانہ میں لاہور میں کافی تنظیمی مساعی میں حصہ لیا تھا۔

تکمیل تعلیم کے بعد جب آپ دہلی تشریف لے گئے تو وہاں ۱۹۳۳ء میں انجمن مسلم گوجراں دہلی کی داغ بیل ڈالدی، اس انجمن کے پہلے سکرٹری بھی آپ ہی تھے یہ انجمن قیام پاکستان تک دہلی میں مفید کام کرتی رہی، معلوم نہیں کہ اس کا سرمایہ بھارت سے ابھی تک پاکستان کو منتقل ہوا یا نہیں، اس انجمن کے بیشتر کارکن اب کراچی میں ہیں اور وہاں انہوں نے ایک انجمن بنام گوجر ایسوسی ایشن قائم کرلی ہے

۱۱:- امرتسر میں بھی انجمن مسلم گوجراں کا قیام عمل میں آیا جو ۱۹۳۶ء تک اصلاح رسوم وغیرہ کا کام کافی جوش و خروش سے کرتی رہی اس انجمن کے روحِ رواں چودھری خدا بخش عرف بلا تھے۔

۱۲:- ضلع جہلم میں بھی ایک انجمن بنام انجمن گوجر سدھار علاقہ تحصیل جہلم میں قائم ہوئی جس کے مفید اجلاس ۱۹۳۸ء تک ہوتے رہے، اس انجمن کے سکرٹری چودھری نعمت علی صاحب تھے۔

۱۳:- انجمن مسلم گوجراں لاہور کے علاوہ ۱۹۳۸ء میں جناب چودھری مولا بخش صاحب نے انجمن شاہانِ گوجر لاہور کی بنیاد ڈالی اس انجمن کا مقصد مقامی گوجر بھائیوں کی معاشی و تمدنی تکالیف کا انسداد تھا اس انجمن کا اہم کام میونسپل کمیٹی کی طرف سے عائد کردہ مویشی ٹیکس کے خلاف آئینی جنگ تھا، یہ چودھری مولا بخش صاحب وہی شخص تھے جنہوں نے مسجد شہید گنج کے سلسلے میں نمایاں اسلامی خدمات انجام... دی تھیں۔

۱۴:- انجمن مسلم گوجراں سادھو والی ضلع ہوشیار پور بھی ۱۹۳۹ء تک مصروف عمل

رہی چنانچہ اس انجمن کے زیر اہتمام ایک شاندار کانفرنس جون ۱۹۳۹ء میں موضع سادھووال میں منعقد ہوئی۔

۱۵: - چودھری غلام رسول کے مکان واقع راولپنڈی پر ضلع راولپنڈی کے مسلم گوجروں کے نمائندگان کا اجتماع ہوا اور ۲۰ اگست ۱۹۳۱ء کو مسلم گوجر کانفرنس راولپنڈی قائم کیگئی

۱۶: - انجمن اتحاد مسلم گوجران موضع نتھانگل ضلع ہوشیارپور بھی ۱۹۳۹ء تک قائم تھی چنانچہ یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو اس کا پانچواں اجلاس منعقد ہوا جسمیں اصلاح رسوم کی مفید تجاویز منظور کی گئیں۔ اس کے صدر چودھری محمد بخش صاحب تھے اور چودھری محمد حسن صاحب تھے۔

مندرجہ بالا مضامین ایک بہت ہی مجمل سا خاکہ ہے جس سے قوم کی اولین تنظیمی مساعی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے تنظیم کی ضرورت کو ہر علاقہ میں شدید طور پر محسوس کیا جاتا رہا اور وقتاً فوقتاً انجمنیں بھی بنیں لیکن ان میں اصلی تنظیمی جوہر کا فقدان ہی رہا کیوں کہ یہ موتی تھے بکھرے ہوئے اور دانے تھے منتشر۔

باب سوم

غیر سیاسی انجمنوں کا قیام اور قومی بیداری

گوجروں کی زبوں حالی نے آخر اسی قوم میں حساس پیدا کر دیئے پانی سر سے گزرنے لگا تو اب جان بچانے کی فکر لاحق ہوئی تو سب سے پہلے قصبہ روپڑ ضلع انبالہ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ وہاں گوجروں کی فلاح وبہبود کے لئے ایک انجمن کا قیام عمل میں لایا گیا۔

(۱) انجمن اصلاح مسلم گوجراں

۱۹۲۳ء میں ضلع انبالہ میں فخر گوجر قوم جناب ڈاکٹر محمد الدین صاحب سول سرجن کے عہدے پر فائز تھے آپ موضع متصل ضلع ہوشیار پور کے مشہور خاندان کمالیہ کے چشم وچراغ تھے آپ کی تحریک سے جناب منشی عبدالعزیز صاحب ساکن روپڑ اور منشی عطا محمد صاحب ساکن ککرالی ضلع انبالہ وغیرہ نے موضع بھدل تحصیل روپڑ میں گوجر قوم کی ایک پنچایت بلائی۔ آخرکار ۱۶راگست ۱۹۲۳ء کو "انجمن اصلاح مسلم گوجراں" کی شکل میں اس پنچائت کا نتیجہ برآمد ہوا۔

اس انجمن نے چودھری علی بخش صاحب کی تحریک پر دلی کے نزدیک موضع رانپ میں ۹ر دسمبر ۱۹۲۳ء کو گوجروں کی ایک عظیم الشان پنچائت منعقد کی تاکہ مذہبی فتنہ پردازوں کا قلع قمع کیا جا سکے۔

آل انڈیا مسلم گوجر پنچائت کا شاندار اجتماع

قصبہ روپڑ ضلع انبالہ میں جناب منشی عبدالعزیز صاحب چارٹرڈ عرائض نویس وغیرہم نے تمام ہندوستان کے مسلم گوجروں کو بذریعہ

اشتہار اطلاع عدیکر ۱۶، ۱۷، ۱۸ مئی ۱۹۲۴ء کو جمع کیا۔

اس اجلاس میں تقریباً ہر ضلع سے نمائندگان تشریف لائے خصوصاً اضلاع.. گجرات، لاہور، امرتسر، گورداسپور، ہوشیار پور، جالندھر، لدھیانہ، انبالہ اور ریاست ہائے پٹیالہ و مالیر کوٹلہ وغیرہ کے کثیر افراد اس قومی اجتماع میں شریک ہوئے۔

اس اجتماع کے شرکاء میں مندرجہ ذیل معززین خاص طور سے قابل ذکر ہیں..

۱:۔ جناب رانا ڈاکٹر محمد الدین صاحب سول سرجن انبالہ۔

۲:۔ جناب رانا مولوی فتح الدین صاحب ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ زراعت پنجاب

۳:۔ جناب رانا امام الدین صاحب سکنہ بھتقل ضلع ہوشیار پور

۴:۔ جناب مولانا محمد عبدالمالک صاحب چوہان رانا گھوڑی وشیرمال ریاست بہاولپور

۵:۔ جناب رانا الٰہی بخش صاحب

۶:۔ جناب مولوی صدرالدین صاحب اغالب کلاں تحصیل جگراؤں

جناب رانا الٰہی بخش صاحب کی تجویز پر مسلم گوجر کانفرنس کا انعقاد عمل میں لایا گیا جس کے صدر جناب فخر قوم ڈاکٹر رانا محمد الدین صاحب منتخب کئے گئے۔ رکنیت کا چندہ ایک روپیہ سالانہ فی عام رکن قرار پایا جسے تمام حاضرین نے منظور کیا۔

جناب رانا مولوی فتح الدین نے تجاویز پیش کیں۔

۱:۔ ہر دو سو گھروں میں ایک پنچائت قائم کی جائے جس کے صدر، نائب صدر امین اور ناظم اس پنچائت میں سے منتخب کئے جائیں گے، ان کا فرض ہوگا کہ وہ دینی، دنیوی تعلیم کے لئے ابتدائی مدرسے جاری کریں اور ایک روپیہ فی گھر مصارف مدرسہ وغیرہ کیلئے چندہ وصول کریں۔

۲:۔ بموقعہ نسبت ناطہ (یعنی منگنی) کسی قسم کا خرچ وغیرہ نہ کیا جائے صرف.. ایک روپیہ بطور نشانی لڑکی والا برادری میں لڑکے کو دے اور اسی طرح لڑکے والا ایک روپیہ دے۔

۳:۔ بموقعہ تاریخ انعقاد نکاح (یعنی گنڈھ) ہر ایک قسم کی رسومات مثلاً تقسیم پارچہ جات و نقدی وغیرہ بند کی جاتی ہے۔ صرف تاریخ مقرر کرکے اطلاع دی جائے۔

۴:- براتی پچاس سے زائد نہ ہوں، بصورت اشد ضرورت بہ منظوری پنچائت... علاقہ ایزادی ہو سکتی ہے بشرطیکہ پنچائت کو لڑکے والا فی کس ایک روپیہ ادا کرے یعنی اگر اکاون ۵۱ آدمی ہوں تو اکاون ۵۱ روپے

۵:- مروجہ رسومات (ملنی) وغیرہ بند کی جاتی ہیں۔

۶:- آتشبازی، ناچ، رنگ، باجا اور دیگر ممنوعات شرعیہ وغیرہ بالکل بند

۷:- لڑکے والا ایک سو روپے کی مالیت سے زیادہ زیور اور پندرہ روپے کی... مالیت سے زیادہ پارچہ جات بری نہ لے جائے اور بری وغیرہ کا دکھلانا... بالکل بند۔

۸:- اگر بارات گاؤں کے نزدیک کی ہو تو صرف ایک وقت کھانا بعد از نکاح دیکر رخصت کر دیا جائے اور اگر بارات دور کی ہو تو دو وقت کا کھانا دے سکتے ہیں، شکرانہ، پربٹھ وغیرہ بالکل بند کی جاتی ہیں۔

۹:- جہیز اکیس ۲۱ روپے نقد اور پانچ برتنوں سے زیادہ نہ ہو۔

۱۰:- لڑکی والا اپنے کمینوں یعنی لاگیوں کو کسی قسم کا خرچ لڑکے والے سے نہ دلوائے بلکہ اپنی گرہ سے دے۔

۱۱:- نانک چھک میں بموقعہ شادی دختر صرف گیارہ روپے اور ایک جوڑا پارچہ جات لڑکی کو اور بموقعہ شادی لڑکا صرف ایک روپیہ نقد اور ایک جوڑا پارچہ جات لڑکے کو دیوے۔

۱۲:- مکلاوہ کی رسم بالکل بند۔ جب لڑکی جوان ہو جائے تو شوہر کے گھر بھیج دی جائے۔

۱۳:- میراسیوں کا مدعا بالکل بند۔ اور میراسیوں کو بارات کے ہمراہ روٹی نہ کھلائی جائے اور گھر کے میراسی کو بطور کمین حق الخدمت کے جو مناسب ہو وہ دے دیا جائے۔

۱۴:- ماتم پرسی کی رسومات بھتی و ہنگامہ و روٹی برادری وغیرہ بالکل بند۔

۱۵:- شادی وغم کے موقعہ پر سوائے قریبی رشتہ دار عورتوں کے برادری کی عام عورتوں کا جانا، گانا بجانا اونچی آواز سے چیخنا چلانا اور رونا پیٹنا بالکل بند

۱۶:- مستورات کا خانگی ضرورتوں کی خرید وفروخت کیلئے قریب کے قصبوں اور شہروں، دنیز میلوں وغیرہ میں جانا بالکل بند۔

۱۷:- مستورات کا لباس شریفانہ یعنی کرتہ لمبا آستینوں کا (آستین دار لمبا کرتہ) پاجامہ اوڑھنی وغیرہ ہو

۱۸:- بموقعہ ختنہ تمام رسومات برادری تقسیم قند سیاہ (یعنی شکل شیرینی اور پارچہ جات وغیرہ لینا دینا بالکل بند۔

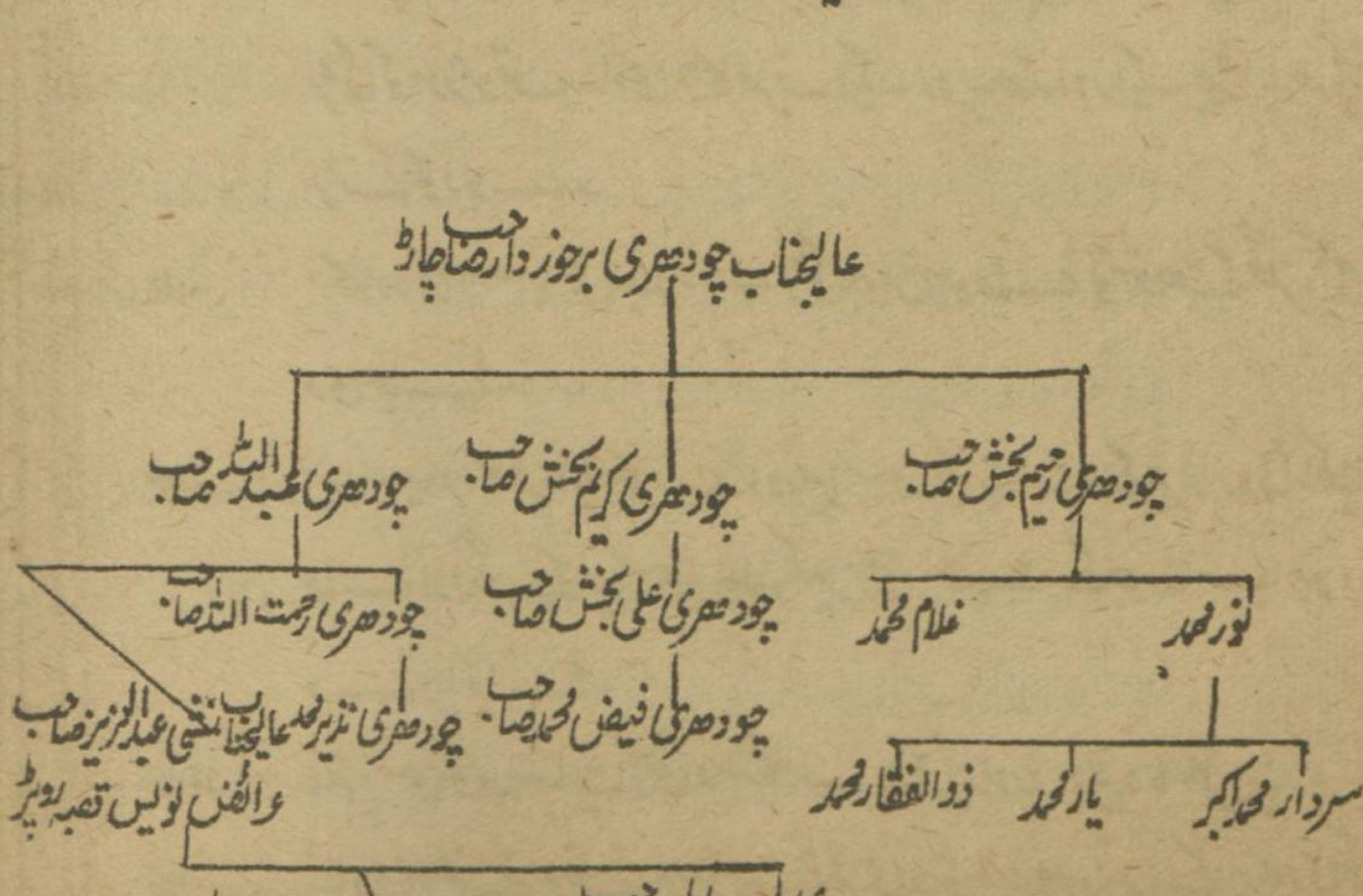
۱۹:- اغوا کے مرتکب لوگوں سے برادری قطع تعلق کرے گی۔

۲۰:- تجاویز مذکورہ بالا میں سے کسی ایک تجویز کی خلاف ورزی پر پنچائت علاقہ مناسب سزا برادرانہ عائد کرسکتی ہے۔

(نوٹ:- مندرجہ بالا تجاویز غور وخوض کے بعد منظور شدہ صورت میں ہیں)

اس اجلاس میں بڑی معرکۃ الآرا تقاریر ہوئیں جنمیں مولانا عبدالمالک صاحب مرحوم کے خیالات خاص طور سے قابل ذکر ہیں جو ان کی سوانح عمری کے ضمن میں مذکور ہوں گے مذکورہ بالا انجمن کافی عرصہ قوم کیلئے مفید کام کرتی رہی۔

عالیجناب منشی محمد عبدالعزیز چاڑ صاحب مرحوم سکنہ روپڑ کے خاندان کا
مختصر ذیلی شجرہ اس طرح ہے



(۲) انجمن مسلم گوجران پنجاب لاہور

قصبہ روڑ کی انجمن مقامی حیثیت رکھتی تھی، یہ خیال عام ہوگیا کہ ایک بڑی انجمن لاہور میں قائم کی جائے چنانچہ ۶ر فروری ۱۹۲۷ء کو "انجمن مسلم گوجراں پنجاب لاہور" کی بنا رکھی گئی اس انجمن کے بانیوں میں مندرجہ ذیل حضرات خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

نمبر ۱:۔ جناب رانا مولوی فتح الدین صاحب

نمبر ۲:۔ جناب رانا ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب سول سرجن

نمبر ۳:۔ جناب رانا فضل الدین صاحب

نمبر ۴:۔ دیگر مخلصانِ قوم۔

یہ انجمن ۱۹۳۹ء تک گوجروں میں روحِ حیات پھونکتی رہی تنظیم کی یہ تحریک مختلف ناموں سے تقریباً سب اضلاع میں پھیلی چنانچہ حسب ذیل انجمنوں کا تذکرہ جابجا ملتا ہے۔

نمبر ۱:۔ انجمن مسلم گوجراں جموں جس کے جنرل سکریٹری محمد خورشید عالم تھے اور جس نے انجمن مسلم گوجراں پنجاب سے باقاعدہ الحاق کیا۔

نمبر ۲:۔ انجمن گوجراں روپڑ۔

نمبر ۳:۔ انجمن تعلیم القرآن پھلرہ ضلع گرداسپور۔

نمبر ۴:۔ انجمن ترقی دین اسلام گوجرپور کلاں ضلع جالندھر جس کے بانی ڈاکٹر چودھری عزیزالدین صاحب مدظلہٗ تھے۔

نمبر ۵:۔ انجمن گوجراں ہوشیارپور۔

نمبر ۶:۔ انجمن مسلم گوجراں دہلی جس کے بانی و صدر جناب چودھری محمد حسین سیفؔ صاحب وکیل شکرگڑھ تھے۔

نمبر ۷:۔ انجمن مسلم گوجراں امرتسر

نمبر ۸:۔ انجمن اسلام اگرار گوجراں جگراؤں ضلع لدھیانہ جس کے بانی قبلہ مولانا مولوی حبیب اللہ صاحب مدظلہٗ جناب چودھری کرم بخش صاحب

شہید پاکستان چودھری کرم بخش صاحب ذیلدار مرحوم و مغفور تھے۔

نمبر ۹:۔ انجمن اتحاد مسلم گوجران نتھانگل ضلع ہوشیار پور۔

نمبر۱۰:۔ انجمن مسلم گوجراں تحصیل پٹھان کوٹ ضلع گورداسپور۔

نمبر۱۱:۔ انجمن مسلم گوجراں شملہ۔

نمبر۱۲:۔ انجمن مسلم گوجراں انبالہ۔

نمبر۱۳:۔ انجمن مسلم گوجراں ضلع لاہور۔

متذکرہ صدر واقعات سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ قوم میں ایک عام تنظیمی شعور پیدا ہو چکا تھا

جلسہ کنگروڑ

اس عام بیداری کا اثر تھا کہ علاقہ علاقہ میں عظیم الشان گوجر کانفرنس منعقد ہوا کیں جنہیں بالخصوص جلسہ کنگروڑ قابل ذکر ہے، اس جلسہ کا انتظام ڈاکٹر چودھری عزیز الدین صاحب گوجر لوری اور ان کے ایثار پیشہ اعزہ کے ہاتھوں میں تھا، دیکھنے والوں کی شہادت یہ ہے کہ یہ جلسہ مسلم لیگ اور کانگریس جیسی عظیم الشان جماعتوں کی تاریخی کانفرنسوں کی ٹکر کا تھا، دور، دور تک خیمے اور چھولداریاں نصب تھیں، جلسہ کے احاطے میں بیشمار نل پانی مہیا کرنے کیلئے لگائے گئے تھے اور قیام و طعام کا انتظام تو یوں تھا کہ گویا کہ ایک مستقل فوجی کیمپ برپا ہے، یہ گوجر کانفرنس مورخہ ۲۸ و ۲۹ ر دسمبر ۱۹۳۷ء کو منعقد ہوئی اور اس کے تنظیمی اثرات بہت دور رس ثابت ہوئے۔

جموں و کشمیر میں قومی بیداری

ریاست جموں و کشمیر میں گوجر قوم کی آبادی دس لاکھ سے اوپر ہے کٹھوعہ سے لے کر مظفر آباد تک، پہاڑوں اور میدانوں میں ہر جگہ گوجر آباد ہیں، پنجاب کے ساتھ ساتھ میدانی میں رہنے والے گوجر نسبتاً زیادہ بیدار ہیں، یہ لوگ کاشتکاری کرتے ہیں پہاڑی علاقوں میں کاشتکاری کے علاوہ مال مویشی بھی پالتے ہیں کچھ لوگ خانہ بدوش بھی ہیں جو موسم اور ضرورت کے مطابق ریاست کے اندرونی حصوں میں اکثر نقل مکانی کرتے رہتے ہیں، گوجر قوم کی ایک مشہور شاخ بکروال ہے یہ بھیڑ بکریاں پالتے ہیں اور بڑے مضبوط اور تنومند ہوتے ہیں، بکروالوں کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے۔

مجموعی طور پر ریاست میں بسنے والی گوجر قوم بہت پسماندہ ہے، شہروں سے دور رہنے کے باعث تعلیمی سہولتوں سے پورا فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے، یوں بھی حکمران طبقہ کا مفاد اسی میں تھا کہ یہ قوم جو ریاست کی "ریڑھ کی ہڈی" تھی بیدار ہو کر اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرے

قوم میں جو چند عقلمند اور سمجھدار لوگ ہوتے رہے ہیں انہوں نے بھی کبھی اسے جھنجھوڑنے اور بیدار کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ صدیوں سے یہ لوگ جہالت کا شکار رہے ہیں اتنی کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود حکومت کے ایوانوں میں ان کا کوئی دخل نہ تھا، ملازمتوں میں نمائندگی صفر کے برابر تھی۔

ریاست میں گوجر قوم کی اجتماعی بیداری کی تحریک کا آغاز آج سے تقریباً نصف صدی پیشتر ہوا جب کہ چند حساس بزرگوں نے ڈوگرہ حکمران مہاراجہ پرتاپ سنگھ سے انجمن سازی کی اجازت حاصل کی، ریاست میں پلیٹ فارم اور پریس کی آزادی نہ تھی، کوئی جماعت سیاسی ہو یا غیر سیاسی حکمران کی اجازت کے بغیر قائم نہ کی جا سکتی تھی۔

ان بزرگوں کی درخواست پر ایک شاہی فرمان کے ذریعہ محدود پیمانے پر اصلاحی کام کرنے کی اجازت مل گئی، اس زمانے میں دو چار سال خاص سرگرمی سے کام ہوا مگر تھوڑے عرصہ بعد یہ تحریک ماند پڑ گئی۔

۱۹۸۰ء بکرمی مطابق ۱۹۲۳ء میں باقاعدہ طور پر انجمن مسلم گوجراں جموں کے نام سے ایک جماعت معرض وجود میں آئی اس زمانے میں جو لوگ قوم کو بیدار کرنے میں پیش پیش تھے انمیں چودھری عبداللہ رئیس چک محمد یار، چودھری عمرالدین ٹھیکیدار درسو پور، صوبیدار میجر جمال الدین قطب نظام اور چودھری محمد اللہ چک جعفر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

موخرالذکر کے سوائے باقی سب وفات پا چکے ہیں، اس انجمن کا دائرہ کار ضلع جموں تک محدود تھا، جموں شہر میں ایک دفتر قائم کیا گیا دیہات میں باقاعدہ جلسے ہوتے رہے اور لوگوں کو تعلیم کی طرف متوجہ کیا جاتا رہا اقتصادی اور سماجی اصلاح کے موضوع پر تقریریں ہوتی رہیں بد قسمتی سے یہ سلسلہ زیادہ دیر جاری نہ رہا اور تنظیم آہستہ آہستہ... انحطاط پذیر ہوتی گئی۔

گوجر جاٹ کانفرنس پونچھ

۱۹۹۵ء بکرمی مطابق ۱۹۳۸ء میں پونچھ میں... چودھری غلام حسین لسانوی کی کوششوں سے انجمن اصلاح اقوام گوجر جاٹ قائم ہوئی اندنوں وہاں چودھری نیاز احمد جج تھے انہوں نے بھی اس کو کامیاب بنانے کیلئے بڑا کام کیا، کچھ عرصہ بعد اس جماعت کو میاں نظام الدین لاروی سجادہ نشین لار شریف کی سرپرستی بھی حاصل ہو گئی اور ساتھ ہی

راجوروی میں ایک شاخ چودھری دیوان علی راجوروی (حال ممبر مجلس عاملہ مسلم کانفرنس) و مولانا مہر الدین قمر راجوروی کی قیادت میں کام کرنے لگی۔ ان بزرگوں نے پونچھ اور راجوروی کے علاقوں میں بڑے زور وشور سے کام کیا اگرچہ جاٹ تعداد میں بالکل تھوڑے تھے لیکن دوسری اقوام نے ان دونوں قوموں کو دبایا ہوا تھا اسی احساس نے ان کو اشتراک عمل پر مجبور کیا تھا۔

اسمبلی کا انتخاب

۱۹۳۴ء میں پہلی بار ریاست جموں و کشمیر میں قانون ساز اسمبلی قائم کی گئی اس کے عام انتخابات میں لوگوں نے بڑی دلچسپی لی، گو جب قوم کے کسی فرد کو اسمبلی کا ٹکٹ نہ ملا اس پر قوم نے اپنی پسماندگی کو محسوس کیا چنانچہ چند ممتاز افراد نے آزادانہ مقابلہ کیا، ضلع جموں کی مسلم نشست چودھری حمید اللہ کے مقابلہ میں چودھری محمد عبداللہ رئیس چک جعفر آزاد امیدوار تھے اس نشست میں بڑا سخت مقابلہ ہوا، گوجروں نے من حیث القوم چودھری عبداللہ کا ساتھ دیا اور وہ کامیاب ہو گئے۔ باقی حلقوں سے معمولی فرق کے ساتھ امیدوار ہار گئے، حکومت کی طرف سے اسمبلی کی نامزد نشست پر چودھری حمید اللہ چک محمد یار کو نامزد کر لیا گیا اس طرح یہ دونوں بزرگ اسمبلی میں پہنچ گئے، تین سال بعد دوبارہ انتخاب ہوا تو ضلع جموں کی مسلم نشست پر پھر ان ہی امیدواروں کا مقابلہ ہوا اس بار قومی تنظیم میں کمزوری آچکی تھی اس لئے چودھری عبداللہ کامیاب نہ ہو سکے ادھر ضلع کٹھوعہ کی نشست پر چودھری شہاب الدین دو ووٹوں کے معمولی فرق سے رہ گئے

عام بیداری

۱۹۴۰ء میں قومی تنظیم کا کام وسیع پیمانہ پر شروع ہوا کرنل چودھری خدا بخش ان دنوں ستواری چھاونی میں تھے ان کی صدارت میں انجمن سبھا گوجراں قائم ہوئی جس کا دفتر جموں میں تھا، انجمن غیر سیاسی بنیادوں پر کام کرتی تھی کام کرنے والے زیادہ تر سرکاری ملازم تھے جو فرصت کے اوقات میں باہر جا کر جلسے کرتے اور ابتدائی انجمن قائم کرتے۔

میجر (حال کرنل) عبدالعزیز، چودھری عبدالعزیز انسپکٹر کواپریٹو سوسائٹیز (خلف چودھری عبداللہ چک محمد یار) مولوی محمد دین مرحوم سب انسپکٹر پولیس، چودھری عبدالحق انسپکٹر کواپریٹو سوسائٹیز، چودھری محمد ابراہیم سب انسپکٹر پولیس، چودھری عمر دین ٹھیکیدار درہوپور۔۔۔ چودھری محمد عبداللہ چک جعفر چودھری سراج دین ٹھیکیدار درسوپور اس دور کے خاص کارکن تھے، مولوی محمد دین برنالوی سیکرٹری جو ۱۹۴۰ء تک اس عہدے پر فائض رہے

ہر اتوار کو جلسہ ہوتا اسی سال ریاست بھر میں ابتدائی اور ضلعی انجمنوں کا وسیع جال پھیل گیا اور انجمن ایک مربوط تنظیم کی حیثیت سے کام کرنے لگی، جموں شہر میں طلباء کے لئے ایک ہوسٹل تعمیر کرنے کیلئے چھ کنال آراضی حاصل کر لی گئی۔

انجمن کا پہلا سالانہ جلسہ درسوپور میں ہوا جو کہ ریلوے اسٹیشن میراں صاحب کے متصل واقع ہے، جلسہ کی مختلف نشستوں میں مشہور قومی مورخ حکیم میاں محمد چودھری شہاب الدین مرحوم وغیرہ نے صدارتیں کیں، دوسرا جلسہ اسلامیہ ہال شہر جموں میں منعقد ہوا اس جلسہ میں پونچھ اور راجوری کے گوجر جاٹ کانفرنس کے زعما چودھری غلام حسین لسانوی، میاں نظام الدین لاروی، چودھری دیوان علی، مولانا مہر الدین قمر، لال دین بھٹی شریک ہوئے۔

چودھری غلام عباس صدر آل جموں کشمیر مسلم کانفرنس نے بھی اس جلسہ کی ایک نشست کی صدارت کی اور تقریر کرتے ہوئے قومی تنظیم کی ضرورت کا احساس دلایا گوجر جاٹ کانفرنس کے مذکورہ زعما کی تجویز پر انجمن کا نام برادری سدھار سے تبدیل ہو کر گوجر جاٹ کانفرنس رکھ دیا گیا۔ انجمن برادری سدھار کے بعض مستعد ارکان چودھری محمد ابراہیم، چودھری عمر دین ٹھیکیدار اور چودھری سراجدین وغیرہ نے اس تجویز کی مخالفت کی، بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ یہ تبدیلی کسی لحاظ سے بھی درست نہ تھی کیوں کہ بعد میں چند جاٹ اکابرین کانفرنس سے منسلک رہے لیکن بحیثیت مجموعی جاٹوں نے کانفرنس کا کبھی ساتھ نہ دیا، اس جلسہ میں بکروال برادری کے رہنما حاجی محمد اسرائیل صدر منتخب ہوئے اور میاں نظام الدین لاروی سرپرست۔

راجوری کا تاریخی جلسہ

نومبر ۱۹۴۳ء میں راجوری کا تاریخی جلسہ منعقد ہوا حاضرین کی تعداد کے اعتبار سے یہ اجتماع اپنی نظیر آپ تھا، تین دن تک یہ جلسہ بڑی کامیابی کے ساتھ ہوتا رہا میاں نظام الدین لاروی صدر منتخب ہوئے۔ مولوی محمد دین صاحب بدستور جنرل سکرٹری رہے اگلا جلسہ چک چھریار میں ہوا جسمیں دوبارہ حاجی محمد اسرائیل صدر منتخب ہوئے، پانچواں اجتماع اکھنور کے مقام پر منعقد ہوا۔ یہ آخری اجتماع تھا، اس کے بعد انقلاب ۱۹۴۷ء نے ریاست کی ہیئت ہی بدل دی، جموں اور کٹھوعہ میں سخت فسادات ہوئے ان علاقوں سے

مسلمان ہجرت کر کے پاکستان چلے آئے ریاست کے مغربی حصوں میں جہاد شروع ہو گیا کانفرنس کے اکثر کارکن شہید ہو گئے باقی ہجرت کی مجبور زندگی بسر کرنے لگے راجوری اور پونچھ کے زعما جہاد میں قوم کی رہنمائی کرتے رہے۔

علاقہ سرحد علاقہ شمالی مغربی سرحد میں بھی گوجروں میں بیداری پیدا ہوئی کھٹانہ خاندان کے ایک معزز بزرگ مولوی عبد الغفور علیہ الرحمتہ المعروف حضرت آخوند صاحب قادری علیہ الغفران نے سوات پشاور کے عوام کو تعلیم سے مزین کیا اس علاقہ کے گوجر زیادہ تر افغانوں اور درانیوں کے مظالم کا نشانہ بنے تھے ان سے جائیدادیں چھن چکی تھیں کاغان کے علاقہ میں تو ایک گز زمین پر بھی گوجروں کا اقتدار انگریزوں نے تسلیم نہ کیا تھا اس علاقہ میں گوجروں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ حضرتؒ نے نہ صرف گوجروں بلکہ اور دوسری قوموں کے عوام کی فلاح و بہبود کیلئے گاؤں گاؤں قریہ قریہ دورہ کیا اور اپنی فصاحت و بلاغت اور نیز روحانی طاقت سے عوام کو رستہ دکھلایا، آپ کا تقدس لوگوں کے دلپر اس قدر تھا کہ آپ کا فیصلہ بمنزلۂ قانون سمجھا جاتا تھا۔ تمام پٹھان اور گوجر و دیگر عوام کے آپ ہی قبلہ و کعبہ و نیز دنیاوی حکمران تھے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے دونوں صاحبزادوں نے عوام کی فلاح و بہبود میں زندگی صرف کی اس کے بعد آپ کے پوتے سید بادشاہ، امیر بادشاہ، شیریں شہزادہ اور گل شہزادہ باقاعدہ ریاست کے مالک ہوئے۔

آجکل اس علاقہ کے باقاعدہ والی سردار جہاں زیب خاں صاحب مدظلہٗ ہیں اور وزیر ریاست عالیجناب وزیر الملک میر سید صاحب مدظلہٗ ہیں جو گوجروں کے خاندان (دگوت) ایبر سے تعلق رکھتے ہیں۔

علاقہ اودھ اودھ کے علاقہ میں بھی اس زمانہ میں عام بیداری کی لہر اٹھی اور متعدد مقامات پر قوم کی پنچائتیں منعقد کی گئیں اور کئی جگہ ابتدائی سکول قائم کئے گئے، ایک اخبار ہردوئی سے دوسرا الہ آباد سے جاری ہوئے مگر یہ دونوں اخبار باہمی جھگڑوں کی وجہ سے بہت جلد بند ہو گئے، اس علاقہ میں گوجروں کی عظیم اکثریت ہے جنمیں قریب قریب تمام کے تمام مسلمان ہیں۔

اِن گوجر معززین نے بھی قوم کی اصلاح کیلئے مروجہ فضول خرچی کے رسوم اور رواج بند کئے اور تعلیم کی طرف توجہ دی۔

نوٹ راقم الحروف کو بے حد افسوس ہے کہ اس علاقہ کے حالات جو میں نے فراہم کئے تھے وہ بڑی تفصیل سے تھے اس میں اس علاقہ کی مقتدر ہستیوں کے اسمائے گرامی، ان کی سوانح حیات اور قومی کارہائے نمایاں درج تھے مگر اب کاغذات یعنی تاریخی مسوّدات میں وہ مجھے نہ مل سکے، اب اگر دوبارہ خط و کتابت کی جاتی تو تاریخ ہذا کی کتابت و طباعت کا کام کئی ماہ کے لئے رُک جاتا ان کاغذات کی گمشدگی کا علم مجھے اس وقت ہوا جب کہ میں اس تاریخ کے آخر تک پہنچ کر ان کا متلاشی ہوا۔

مولف گوجر

پچھمی اُتر پردیش (مغربی یو۔ پی) مغربی یو پی کے اضلاع میں گوجروں میں کافی بیداری پیدا ہوئی، اس علاقہ میں بڑی بڑی زمینداریاں تو کافی تعداد میں انگریزوں نے چھین لی تھیں اور انہیں دوسری اپنی وفادار اقوام میں منقسم کر دیا تھا مگر اس کے باوجود ظلم کی بارش سے کہیں کہیں سایہ دار درختوں نے تحفظ کر دیا تھا یعنی ابھی چھوٹے چھوٹے زمیندار باقی تھے، چند ہی سال بعد گوجروں نے اپنی محنت سے اپنی مالی حالت کو درست کر لیا اور اکثر "سرکاری وظیفہ خوروں" کی .... جائدادیں خریدلیں اس طرح مسلمہ طور سے تمام علاقہ میں از سرِ نو گوجروں کا وقار بحال ہو گیا۔

علاقہ سہارنپور علاقہ سہارنپور کے لوگوں نے مختلف مقامات پر پنچایت اور جلسے منعقد کر کے لوگوں کو تعلیم کی طرف رجوع کیا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں بمقام دمجھیڑہ ایک مدرسہ قائم کیا گیا جس کا معیار مڈل اسکول تک تھا اس کے بانیوں میں مندرجہ ذیل حضرات پیش پیش تھے۔

۱:۔ رانا بشیر الدین کھٹانہ صاحب مدظلہٗ رئیس موضع دمجھیڑہ علاقہ سرساوہ ضلع سہارنپور

۲:۔ رانا نیم اللہ صاحب مرحوم " " " " "

۳:۔ رانا خاں محمد پوسوال صاحب رئیس موضع دکھورہ علاقہ بہٹ ضلع سہارنپور

۴:۔ رانا محمد شفیع پوسوال صاحب " " " " "

۵:- رانا حکیم الدین ٹبار صاحب رئیس موضع ابراہیم پورہ علاقہ سرساوہ ضلع سہارن پور۔
۶:- رانا چودھری علی محمد صاحب ٹبار رئیس ماجری علاقہ سرساوہ ضلع سہارن پور۔
۷:- رانا مولوی زاہد حسین کھٹانہ صاحب ساکن موضع براہمی علاقہ سرساوہ ضلع سہارن پور
۸:- رانا شرف الدین عرف شرفا صاحب مرحوم موضع دھیڑہ علاقہ چلکانہ ضلع سہارن پور
مذکورہ بالا صاحبان کے علاوہ سبھی سرداروں نے اس کار خیر میں حصہ لیا۔

اسی دوران بہت سے دیہات میں دینی مدارس قائم کئے گئے موضع ماجری علاقہ رامپور منہاران ضلع سہارن پور میں گورنمنٹ کی امداد سے ایک پرائمری اسکول قائم کیا گیا مگر چند غیر گوجر مولویوں نے اس اسکول میں بچوں کو بھیجنا خلاف شرع قرار دیدیا حالانکہ تمام معلین مسلمان تھے اور ذریعہ تعلیم اردو تھا اور یہ صرف درجہ چہارم تک کا ایک معمولی مدرسہ تھا آخرکار یہ اسکول جو بہترین پختہ عمارت میں مسجد کے ساتھ ہی تعمیر ہوا تھا بند ہو گیا، پھر اس میں سہارنپور کے شیخ صاحبان معلم بن کر آئے ان کی تنخواہ گوجروں کے ذمہ تھی کچھ دنوں بعد یہ مکتب بھی ناکام ہو گیا آج کل اس مکتب میں مسجد کے امام صاحب رہتے ہیں اس میں شک نہیں کہ زمانہ قدیم سے ہی یہ گاؤں اپنی نوعیت کا بے مثال گاؤں ہے اور اسلامی تعلیمات کا شائق ہے مگر اس ضمن میں بھی ان لوگوں نے کوئی ترقی نہ کی یہاں تک کہ ایک بھی شخص فارسی و عربی کا جاننے والا تو کجا اردو کی معمولی کتابوں سے زیادہ آگے نہیں بڑھا، یہ بچوں کو قرآن شریف ناظرہ کراتے ہیں مگر دینی معلومات میں یہ لوگ اب بھی دوسروں کے دست نگر ہیں اس علاقہ کے لوگوں کو اٹھانے والے رانا تھو چوہان اور رانا الحاج نظام الدین بڑگوجر مرحوم اور رانا شہاب الدین بڑگوجر تھے گنگوہ شریف میں عالیجناب حضرت مولانا قمر الدین ٹبار رحمتہ اللہ علیہ کی کوششوں سے دینی تعلیم میں بے حد ترقی ہوئی گوجروں میں سے بہت سے حضرات حافظ قرآن ہوئے حضرت رح کی کوششوں سے بے جا اسراف اور غیر ضروری رسم و رواج ترک کر دیئے گئے.... گوجروں کی باراتوں میں صدہا گھوڑے سوار ہو جاتے تھے اور باراتیوں کی تعداد کئی ہزار تک جا پہنچتی تھی حضرت رح نے اس بے جا نمود و نمائش کو روک دیا۔

علاقہ مظفر نگر مظفر نگر کے علاقہ میں اکثریت چوہان گوجروں کی ہے جن کی تین شاخیں کلشان، دیورا اور دیپہ زیادہ مشہور ہیں اور الگ الگ ان کے سینکڑوں مواضع ہیں، ہندو گوجروں

ہیں میسونہ کے دیپہ چوہان زمانہ قدیم سے مقتدر رہتے رہے ہیں اور مسلمان گوبردوں میں۔۔
کیرانہ کے کلشان چوہان سنہ ۱۲۹۰ء سے لیکر ۱۹۳۰ء تک برسرِ اقتدار رہے ہندو گوجروں میں
چند گھروں کے سوا لقیہ کی تعلیمی حالت اچھی نہ تھی مگر پھر بھی دو تین ہستیاں تعلیم حاصل کرکے
اعلیٰ عہدوں پر جا پہنچیں۔

مسلمان گوجروں میں صرف ایک ہستی رانا شفقت جنگ چوہان مدظلہ نے ایف۔اے
تک تعلیم حاصل کرکے اپنے قصبہ کاندھلا میں رئیسانہ زندگی بسر کرنا شروع کی ان کے وجود
سے قصبہ میں گوجر قوم کی ساکھ قائم ہو گئی۔

اس علاقہ کو ضلع سہارنپور کی طرح گوجر قومیت پر ناز ہے گو سہارنپور کے گوجر
جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا ہر لحاظ سے اس ضلع سے آگے ہیں ضلع مظفرنگر میں مجموعی
طور سے قوم کی تعلیمی حالت سدھارنے کا کام آجتک شروع نہ ہو سکا ہاں البتہ جہالت کے
باوجود انہیں الیکشن (انتخاب) لڑنے کا بیحد شوق ہے جسمیں یہ ہمیشہ دوسروں کے مقابلہ
میں اتحاد کرکے ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں۔

اس ضلع میں قصبہ بھوپہ میں ایک گوجر سبھا قائم کی گئی تھی جو بلالحاظ مذہب گوجر
قوم کی اصلاح و بہبود کیلئے قائم ہوئی مگر صدر اور سکریٹری وغیرہ اراکین کا انتخاب کر چکنے کے
بعد کوئی کام قوم کا نہ کیا گیا۔ اس انجمن کے قائم ہونے سے گوجر ایک پلیٹ فارم پر آکر انتخاب
جیتنے لگے باقی اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا مگر پھر بھی مسلمان گوجروں نے موضع یاد ٹی
میں اعلیٰ پیمانہ پر ایک دینی مدرسہ کی بنیاد ڈالی مگر اس کے روح رواں ایک غیر گوجر
مولوی صاحب تھے۔

موضع یادٹی خالصتہً ہندو گوجروں کا گاؤں ہے صرف چند گھر مسلمان گوجروں کے
ہیں جب کہ اس گاؤں کے پاس دوسرے بڑے بڑے مواضع میں کلہم مسلمان گوجر
بستے ہیں، بلکہ تمام علاقہ مسلمان گوجروں کا ہے جہاں کم و بیش ساٹھ گاؤں مسلمان گوجروں کے
ہیں، کہا یہ گیا تھا کہ دیوبند کے ہم پلہ یہ دار العلوم بنایا جائے گا مگر اس گاؤں کے انتخاب
پر کم و بیش ہر گاؤں کے چودھری صاحبان شاکی تھے مگر مولوی صاحب کے معتقد بھائیوں نے
دھڑا دھڑ چندہ دینا شروع کر دیا اور چند ہی ہفتوں میں چار پانچ معلمین تعلیم دینے لگے
سوئے اتفاق ایک گوجر مولوی صاحب بھی عملہ میں شامل تھے مگر انہیں چند عرصہ بعد نکال دیا گیا

یہ مدرسہ کئی سال جاری رہا آخر وہ وقت آگیا جس کی گوجر سرداروں نے پہلے ہی سے پیشین گوئی کی تھی ہندو گوجروں کو مختلف بہانوں سے تنگ کیا جانے لگا انہوں نے گوجروں تک یہ باتیں پہنچائیں مگر جو مسلمان گوجر مولوی صاحب کے خلاف ایک لفظ بھی کہتا اسی کو مریدانِ پیر... اسلام سے خارج کرنے کی دھمکی دیتے آخر ایک روز ایک ہندو گوجر جان سے مارا گیا، دھڑادھڑ مسلمان گوجروں کی گرفتاریاں شروع ہوئیں مولوی صاحب بھی گرفتار ہوئے مگر وہ ضمانت پر رہا ہو گئے معتقدین کو ان کی ما فوق الفطرت ہستی ہونے کا یقین ہو گیا حالانکہ یہ بات تھی کہ نہ تو... مولوی صاحب اس روز جائے وقوعہ پر موجود تھے اور نہ ان کے خلاف کوئی تحریری ثبوت تھا۔

مسلمان گوجروں کو آہستہ آہستہ تمام واقعات کا علم ہوا، مولوی صاحب کے اخلاق و عادات بھی منظر عام پر آنے لگے اور بہت سے لوگ مقدمہ سے الگ ہو گئے مگر مولوی صاحب نے مشرقی پنجاب کے بھی بہت سے اضلاع سے مقدمہ لڑنے کے لئے چندہ جمع کیا مقدمہ میں مدرسہ پر تو آنچ نہ آئی مگر کئی مسلمان گوجر سزا پا گئے جس وقت یہ سطور تحریر کی جا رہی ہیں اس وقت تک یہ پتہ نہیں ہے کہ مولوی صاحب موصوف مقدمہ کے بعد کہاں تشریف رکھتے ہیں اور اتنی بڑی رقم کا کیا حساب ہے۔

مؤلف گوجر کو اس مدرسہ کی بنیاد سے لیکر آخر تک ایک ایک دن کے واقعات یاد ہیں میں کم تخمینہ کر کے پورے وثوق سے یہ تحریر کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ مسلمان گوجروں کے تین لاکھ روپے اس مدرسہ کی نذر ہوئے مگر کسی گوجر بھائی کو یہ پتہ نہیں ہے کہ کتنی رقم کہاں کہاں صرف ہوئی، مؤلف کے محترم چچا عالیجناب الحاج نیک محمد صاحب چوہان تو یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں "بھتیجے! ہمیں تمہارے زمانہ کی چالبازیوں کا کچھ پتہ نہیں ہے، ہم نے جو ہزاروں روپے چندہ میں دیئے اور والد صاحب مرحوم کے "حج بدل" کے لئے رقم الگ دی ہم نے تو... نیک نیتی سے دیئے تھے اس کے محاسبہ و سزا کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں"

یہ واقعہ ۱۹۴۵ء میں رونما ہوا تھا دراصل مولوی صاحب بھیجے ہوئے آئے تھے اور گوجر اتحاد... کو توڑنا ان کا مقصد تھا مگر قوم کے بہی خواہوں نے اس مقدمہ کو کسی اور رنگ میں نہ جانے دیا یہ مدرسہ اب بھی قائم ہے مگر مولوی صاحب کے روپوش ہو جانے کی وجہ سے وہ رونق اور گھما گھمی نہ رہی[1]۔

نوٹ[1]:- صفحہ نمبر ۴۴ پر ملاحظہ ہو۔

موضع گڑھی دولت، مجھور، ادنیسرہ میں بھی مدارس قائم ہوئے جہاں آج دینی تعلیم کا.... سلسلہ جاری ہے مگر مروجہ تعلیم کی طرف لوگوں کا دھیان بہت کم ہے، گڑھی دولت کے مدرسہ کے روح رواں عالیجناب الحاج رانا احمد حسن صاحب چوہان، الحاج رانا علی حسن صاحب چوہان، رانا اصغر علی صاحب چوہان اور رانا قمر الدین صاحب چوہان (حال ایم-ایل-اے یوپی اسمبلی)... خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

قصبہ کاندھلہ میں عالی جناب رانا اشرف علی چوہان صاحب مرحوم نے اپنی تمام زندگی بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے صرف کی، آپ صوفی منش شخص تھے اور عرف عام میں صوفی صاحب.... کہلاتے تھے۔

علاقہ میرٹھ

علاقہ میرٹھ پورے ملک میں وہ واحد علاقہ ہے جہاں تعلیم کا زور وشور دیہاتوں میں شہروں سے بھی زیادہ ہے ہر دو تین گاؤں کے درمیان کم ازکم ایک ہائی اسکول ہے جنمیں اکثریت ہندو جاٹوں کی ہے مگر مسلمان گوجروں اور مسلمان جاٹوں نے دوسری اقوام کے مقابلہ میں نمایاں ترقی نہیں کی البتہ تقسیم ملک سے پہلے ایک "مسلم جاٹ ہائی اسکول" بمقام اسلرہ قائم ہوچکا تھا جو اب "مسلم جاٹ انٹر کالج" کے نام سے مشہور ہے، علاقہ مظفر نگر کے گوجر للباد زیادہ تر اسی کالج میں داخلہ لیتے ہیں۔

یوپی میں گوجروں کی حالت پر ایک سرسری نظر

یوپی میں گوجروں کی تعلیمی حالت کس قدر پسماندہ تھی اور ان سے ۱۹۳۶ء تک انگریزی حکومت نے کیا سلوک روا رکھا اس کا اندازہ مندرجہ ذیل فہرست سے ہوسکتا ہے۔

نائب تحصیلدار	صرف دو	
محکمہ تعمیرات میں معمولی ملازم	صرف ۱۹	ان میں افسر کوئی نہ تھا

محکمہ زراعت میں معمولی ملازم	صرف ۳	ان میں افسر کوئی نہ تھا
میڈیکل میں معمولی ملازم	صرف ۲	ان میں ڈاکٹر کوئی نہ تھا
محکمہ پولیس میں سب انسپکٹر	صرف ۵	ان میں افسر کوئی نہ تھا
محکمہ پولیس میں دوسرے ملازمین	صرف ۲	یہ ہیڈ کانسٹبل تھے
" " " "	صرف ۴	یہ نائک تھے
" " " "	صرف ۱۴۵	یہ معمولی سپاہی تھے
" " " "	صرف ۱	چھوٹے درجہ کا ملازم (چپراسی وغیرہ)
محکمہ گاؤں سدھار میں	صرف ۲	یہ آرگنائزر تھے
" " " "	صرف ۱	چپراسی تھا
میزان	۱۸۶	

مندرجہ بالا تفصیل عالیجناب رانا سنگت سنگھ بٹار ایم۔ اے سابق ایم۔ ایل۔ اے یو پی کے ..... سوالات کے جوابات میں دی گئی تھی جن کی نقول لکھنؤ ریکارڈ میں موجود ہیں مندرجہ بالا فہرست ۱۸۵۷ء تا ۱۹۳۶ء کے تمام گوجر ملازمین کی تعداد کو ظاہر کرتی ہے یعنے اوسط تقریباً سوا دو آدمی فی سال ہوتا ہے جب کہ دوسری اقوام اس زمانہ تک ہر محکمہ میں ہزاروں کی تعداد میں جا چکی تھی اور بعض اقوام کے تو تمام افراد سرکار کے ملازم تھے۔

یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ یو پی میں اڑتالیس ضلع ہیں اور یہ صوبہ سب سے زیادہ آباد ہے جس کی مردم شماری آج سات کروڑ ہے اس صوبہ میں گوجروں کی تعداد بھی... دوسری قوموں کے مقابلہ میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے مگر آزادی کی جنگ کا انتقام انگریز کبھی نہ بھول سکے۔

اگر انگریزوں کی سیاست کا بغور جائزہ لیا جائے تو انہوں نے در اصل ملک کے غداروں کو انعامات سے نوازا اور جاگیریں دیں انہیں کو سرکاری ملازمتوں میں اعلیٰ عہدے بھی دیئے گئے اور محبانِ وطن کو تباہ و برباد کیا گیا۔

--- * --- * --- * ---

انجمن مرکزیہ گوجران

۱۹۳۹ء میں گوجروں کی قومی تنظیم نے ایک اور قدم بڑھایا گذشتہ چند سالوں میں کسی حد تک ملے جلے جمود اور رہا ہی کے عالم نے مولوی فتح الدین صاحب کی سرکردگی میں مخلصین کو ایکبار پھر مجبور کیا کہ وہ ایک ہمہ گیر تنظیم کی داغ بیل ڈالیں جس کا اپنا پریس بھی ہو اور جس کی ملحقہ شاخیں قومی پروگرام پر عمل پیرا ہونے کیلئے ہر طرف پھیلی ہوئی ہوں، چنانچہ اسی سال انجمن مرکزیہ گوجران معرض وجود میں آئی۔ جناب مولوی صاحب کی سرپرستی ہی قبول عام کی سند تھی اور رفتہ رفتہ زود یا بدیر تمام گوجر انجمنیں اس مرکز سے وابستہ ہو گئیں، یہ انجمن یعنی انجمن مرکزیہ گوجران ۱۹۴۷ء تک قوم کی خدمات سرانجام دیتی رہی اور اس کا اخبار "گوجر گزٹ" عوام تک پہنچتا رہا یہاں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ یہ نئی انجمن دائرہ عمل کے لحاظ سے ہر قسم کے مذہبی، نسلی و سیاسی تعصب سے بالاتر تھی، شروع کی انجمنیں جو زیادہ تر وقتی جوش و جذبہ کے تحت وجود میں آئی تھیں اور جنہیں سے کچھ کی پشت پناہی میں چند دیگر غیر گوجر بھائیوں کا بھی ہاتھ تھا، مثلاً انجمن روپڑ کے محرک سید غلام بھیک صاحب نیرنگ معتمد جمعیت مرکزیہ تبلیغ الاسلام انبالا اور سید اسحٰق شاہ صاحب ناظم انجمن انصار المسلمین شملہ وغیرہ بھی تھے۔

۱۹۳۹ء میں "انجمن مرکزیہ گوجران" کا قیام اور اس کا مطمح نظر بیحد وسیع تھا اس انجمن کا قیام اس بات کا شاہد ہے کہ گوجروں میں بحیثیت ایک قوم شعور آچکا تھا اور اس قوم کے بہی خواہان کو اصلی مرض کا پتہ چل گیا تھا چنانچہ چھوٹی چھوٹی رسومات کو بند کرانے یا انفرادی طور سے کسی سے الجھنے کے بجائے اس انجمن نے اعلیٰ ترین معیار قائم کیا جو اس کے حسب ذیل اغراض و مقاصد سے صاف طور سے عیاں ہے۔

۱:- "انجمن مرکزیہ گوجران" کو غیر سیاسی ادارہ رکھنا۔

۲:- قوم کے اخبار "گوجر گزٹ" کا اجرا کرنا۔

۳:- مستحق طلبا و طالبات کو قرض حسنہ دینے کیلئے "قرض حسنہ فنڈ" کا قیام۔

۴:- انجمن کا آئین موجودہ اقدار کے مطابق غور و خوض کے بعد تیار کر کے شایع کرنا۔

۵:۔ انجمن کو رجسٹرڈ (گورنمنٹ سے منظور شدہ) کرانا۔

۶:۔ تمام ملک میں اس کی شاخیں پھیلانا تاکہ اصلاحی منصوبے بروئے کار لائے جا سکیں۔

یہ انجمن کئی سال تک گوجروں کی فلاح و بہبود اور خصوصاً تعلیم کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دیتی رہی اس کا اخبار ملک کے دور دراز علاقوں تک پہنچا۔

یہاں یہ بیان کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ ۱۹۲۲ء میں اس انجمن کے جاری کردہ اخبار "گوجر گزٹ" کے شمارہ راقم الحروف کو بہ حالتِ طالبِ علمی "تھامسن سول انجینئرنگ کالج" رڑکی میں پہنچے جب کہ مجھے ان انجمنوں کے قیام کا بابت تو کجا، نشان و گمان بھی نہ تھا اس مثال سے یہ بات واضح ہے کہ انجمن کے کار پردازوں کی نگاہ دور دراز علاقوں تک پہنچ چکی تھی اور ان "محسنین قوم" کی قومی تڑپ وہاں تک پہنچ چکی تھی جہاں اب ہم خواب و خیال میں بھی تصور نہیں کر سکتے۔

یوں تو اس انجمن کے بانی اور صدر عالیجناب مولوی فتح الدین صاحب مرحوم تھے مگر جن اصحاب نے اس انجمن کو پروان چڑھایا ان میں سے مندرجہ ذیل معززین قوم.... خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

۱:۔ عالیجناب رانا ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب سول سرجن مدظلہٗ

۲:۔ عالیجناب پروفیسر رانا عبدالغفور صاحب ایم۔اے۔بی۔ای۔ایس

۳:۔ عالیجناب رانا ولی محمد صاحب انسپکٹر اشتمال اراضی

۴:۔ عالیجناب رانا عبدالرحیم صاحب ایم۔ایل۔اے

۵:۔ عالیجناب رانا ولی محمد صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی

۶:۔ عالیجناب رانا محمد شفیع صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی

۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء کو عالیجناب رانا مولوی فتح الدین صاحب کے دولتکدہ واقع جالندھر میں ایک جلسہ عام ہوا جس کی صدارت عالیجناب رانا ڈاکٹر محمد الدین صاحب سول سرجن نے کی انجمن کا آئین ترتیب دینے کیلئے حسب ذیل کمیٹی کی تشکیل ہوئی

۱:۔ رانا عبدالرحیم صاحب ایم۔ایل۔اے ۔ صدر

۲:۔ رانا سنت سنگھ صاحب بی۔اے۔پی۔سی۔ایس۔ لدھیانہ

۳:۔ رانا ولی محمد صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ گڑھ شنکر

۴:۔ رانا سلطان احمد صاحب

۵:۔ رانا سلطان علی صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ہوشیار پور

۶:۔ رانا محمد حسین سلطان صاحب۔ بی۔ اے۔ گورداسپور

۷:۔ رانا اسلام الدین صاحب بی۔ اے۔ تحصیلدار جالندھر

۸:۔ رانا ولی محمد صاحب انسپکٹر اشتمال اراضی روپڑ (سکرٹری)

علاوہ ازیں قوم کے دیرینہ خادم عالیجناب رانا محمد شریف صاحب سپرنٹنڈنٹ سول وٹرینری ڈیپارٹمنٹ انبالہ کی اس تجویز پر غور ہوا کہ:۔

"انجمن مسلم گوجران پنجاب کو انجمن مرکزیہ میں ضم کر دیا جائے"

چنانچہ فیصلہ ہوا کہ:۔

"انجمن مسلم گوجراں لاہور کے اراکین اگر چاہیں تو انجمن مرکزیہ گوجراں اس انجمن کو اپنے ساتھ ملحق کرنے کو تیار ہے"

اس کے بعد "انجمن مرکزیہ گوجراں" قوم کی خدمات بجالانے کیلئے ہر علاقہ کی انجمنوں کو اپنے ساتھ ملانے میں کوشش کرتی رہی۔

جلسہ ہوشیار پور ۲۹ و ۳۰ر مارچ ۱۹۴۱ء کو بمقام "ہوشیار پور "انجمن مرکزیہ گوجراں" کا پہلا نہایت شاندار جلسہ منعقد ہوا جس میں اطراف واکناف ملک کے مقامی انجمنوں کے قومی نمائندے بلا لحاظ مذہب وملت اور بہی خواہ اور معززین حضرات شریک ہوئے۔

عالیجناب مولوی صاحب یعنی انجمن مرکزیہ گوجراں کے بانی اور پہلے صدر صاحب مرحوم کی خواہش تھی کہ ایسے جلسے ہر سال منعقد کئے جائیں مگر مولوی صاحب مرحوم ومغفور کی خرابیٔ صحت کے باعث و نیز جنگ عظیم دوم کی پیدا کردہ مشکلات کی وجہ سے جلسوں کا انعقاد مجبوراً معرض التوا میں رہا۔

جلسہ لاہور ۷ر جنوری ۱۹۴۵ء کو ایک جلسۂ عام ایس پی ایس کے ہال میں بمقام لاہور منعقد ہوا یہ جلسہ.....

"انجمن مسلم گوجراں پنجاب" کی طرف سے بلایا گیا تھا۔ اس جلسہ میں عالیجناب رانا ڈاکٹر

عبدالعزیز صاحب مدظلہ، عالیجناب رانا ولی محمد صاحب انسپکٹر اشتمال اراضی اور دوسرے بہی خواہانِ قوم نے متفقہ اور زوردار آواز کے ساتھ فیصلہ کرایا کہ "انجمن مسلم گوجران پنجاب" کا الحاق "انجمن مرکزیہ گوجراں" سے کیا جائے جس پر عمل کیا گیا اور بالآخر "انجمن مسلم گوجراں پنجاب" کا الحاق "انجمن مرکزیہ گوجراں" سے ہو گیا۔

جلسہ لودھیانہ ۸ر اپریل ۱۹۴۵ء کو بمقام لودھیانہ "انجمن مرکزیہ گوجراں" کا دوسرا شاندار جلسہ ہوا جس کی صدارت کے فرائض عالیجناب رانا غلام احمد صاحب پی۔ سی۔ ایس ڈپٹی کمشنر نے انجام دیئے اس جلسہ میں بھی ملک کے ہر حصے سے گوجر قوم کے وفود، نمائندگان اور معززین تشریف لائے۔

قرض حسنہ فنڈ کی بنیاد اسی جلسہ میں قوم کی بہبود کیلئے قرض حسنہ فنڈ کی بنیاد ڈالی گئی جلسہ میں ہی مبلغ دو ہزار ایک سو روپیہ جمع ہو گئے یہ ایک نہایت مبارک کام تھا جس کی خواہش مدتوں سے گوجر رہنماؤں کے سینوں میں انگڑائیاں لے رہی تھی۔

انجمن مرکزیہ گوجراں کی شاخیں ۱۹۴۷ء تک انجمن مرکزیہ گوجراں کے تحت بہت سی مقامی و ضلعی شاخیں آچکی تھیں جنہیں سے چند بڑی بڑی انجمنوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱:۔ "انجمن گوجراں" ضلع ہوشیار پور

۲:۔ "انجمن گوجراں" گوجر پور کلاں

۳:۔ "انجمن گوجراں" ضلع جالندھر

۴:۔ "انجمن گوجراں" ضلع لودھیانہ

۵:۔ "انجمن اسلامیہ اگواڑ گوجراں" جگراؤں

۶:۔ "انجمن گوجراں روپڑ" ضلع انبالہ

۷:۔ "انجمن گوجراں" مالیر کوٹلہ

۸:۔ "انجمن گوجراں" تحصیل زیرہ ضلع فیروز پور

۹:۔ "انجمن گوجراں" شملہ

۱۰:- انجمن گوجراں دہلی

۱۱:- انجمن گوجراں ضلع گورداسپور

۱۲:- انجمن گوجراں لاہور

وغیرہ وغیرہ

انجمن مرکزیہ گوجراں غیر منقسم ملک میں گوجر قوم کی تعلیمی و معاشرتی فلاح و بہبود کیلئے کام کرتی رہی چونکہ یہ انجمن ہمہ گیر تھی اس لئے تقسیم ملک اور تبادلہ آبادی کے بعد پاکستان میں بھی یہی انجمن تھوڑے دنوں کے بعد اپنی راہِ عمل پر گامزن ہوئی جس کا تذکرہ آئندہ کیا جائے گا۔

باب چہارم

غیر سیاسی رسائل کا اجرا

وہ گرجر قوم جو کسی زمانہ میں دوسروں کی اصلاح کیا کرتی تھی اب جیسا کہ باب دوم میں مذکور ہوا اپنی اصلاح کیلئے "انجمن ساز" بن گئی اور وہ گرجر قوم جو کسی زمانہ میں پیدل سپاہ سوار سپاہ اور ہاتھیوں کے رسالے رکھتی تھی اب اس کو اپنی حالت سنبھالنے کے لئے کاغذی رسالوں کا سہارا لینا پڑا۔

(۱) **رسالہ مسلم گوجر** ۱۹۳۳ء فخر گوجر قوم جناب رانا برکت علی صاحب شمیم بی۔اے۔بی۔ٹی کی ادارت میں.....

قصبہ دینانگر ضلع گورداسپور سے گوجر قوم کا ایک رسالہ "مسلم گوجر" جاری ہوا جس کے اغراض و مقاصد حسب ذیل تھے۔

۱:- گوجر قوم میں تنظیم و ارتقا پیدا کرنا۔

۲:- قوم کو تعلیم و اصلاح رسوم کی ترغیب دینا اور قرض[۲] کے مہلک اثرات سے بچنے کی تبلیغ و اشاعت کرنا۔

۳:- معاشرتی، تمدنی اور اقتصادی اعتبار سے قوم کے حقوق کی نگہداشت کرنا۔

۴:- قوم میں دور ترقی کی اہمیت کو سمجھنے اور جائز طور سے مستفید ہونے کی صلاحیت پیدا کرنا۔

---

[۱]:- اس سے صاف ظاہر ہے کہ ۱۹۳۳ء تک بھی انگریزی حکومت گوجروں سے بدکتی تھی۔ مولف گرجر

[۲]:- اس زمانہ میں دیگر قومیں انگریزوں سے سودے بازی کر رہی تھیں مگر گوجر قوم نان و نفقہ سے مجبور کر دی جانے کے بعد اب اپنے کو قرض سے زیر بار پا رہی تھی۔

۵:- گورنمنٹ عالیہ اور قوم گوجر کے باہمی تعلقات کو استوار کرنے کی کوشش کرنا
اس رسالہ کے قواعد و ضوابط مندرجہ ذیل تھے۔
۱:- "مسلم گوجر" رسالہ بالعموم ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ کو شائع ہوتا تھا۔
۲:- علمی، اخلاقی، قومی اور اصلاحی مضامین اس رسالہ کی رونق بڑھاتے تھے۔
۳:- ایسے مضامین جو قانوناً ممنوع ہوں یا جن میں گورنمنٹ عالیہ کے خلاف جذبات کو ابھارا گیا ہو درج نہیں کئے جاتے تھے۔
۴:- اگر کسی صاحب کو رسالہ نہ پہنچے تو اس کی اطلاع آئندہ ماہ کی یکم تک دفتر میں بھیجنی ضروری تھی۔
۵:- سالانہ چندہ معاونین سے سات روپے اور عام خریداروں سے تین روپیہ لیا جاتا تھا۔ بیرونی ممالک کے خریداروں کا چندہ دس شلنگ تھا۔ وغیرہ وغیرہ
اس رسالہ کے فروری ۱۹۳۴ء تک صرف چار حضرات معاونین تھے جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ ۱۹۳۴ء تک گوجر قوم کی اپنے قومی رسالوں سے کیا دلچسپی تھی

اسمائے گرامی معاونین

۱:- فخر گوجر قوم خان بہادر رانا فضل علی خانصاحب ایم۔بی۔ای۔ایل۔سی گجرات (پنجاب)
۲:- فخر گوجر قوم جناب رانا محمد ابراہیم صاحب جنرل کنٹریکٹر پیگو (برما)
۳:- عالی جناب سید کشفی شاہ صاحب نظامی۔ رنگون۔ (برما)
۴:- عالی جناب سردار حبیب احمد صاحب کپتان۔ لفٹیننٹ۔ ریاست پٹیالہ
(اس رسالہ کے روح رواں مندرجہ ذیل اصحاب تھے)
۱:- عالی جناب خان بہادر مولوی فتح الدین صاحب مدظلہ ..... سرپرست
۲:- عالی جناب رانا برکت علی صاحب شمیم بی۔اے۔بی۔ٹی ..... مدیر
۳:- عالی جناب رانا محمد علی صاحب .... پرنٹر و پبلشر
یہ رسالہ آہستہ آہستہ بے حد مقبول ہوا اور اس نے گوجر قوم میں عام شعور اور احساس تنظیم پیدا کرنے میں نمایاں حصہ لیا۔

(۲) رسالہ "مشیرِ گوجراں"

۱۹۳۴ء میں انگریزی حکومت کے پایۂ تخت دہلی میں "انجمن مسلم گوجراں" ایک فعال انجمن تھی جو قومی فلاح و بہبود میں کارہائے نمایاں سرانجام دے رہی تھی، یہ انجمن ایک طرف تعلیمی ترقی کے لئے کوشاں تھی، دوسری طرف اس انجمن نے فزیکل ٹریننگ کے لئے ایک کلب کھولا جو عرفِ عام میں "کبڈی کلب" مشہور ہوا۔

اس انجمن کی سرپرستی میں فخرِ گوجر قوم عالی جناب ڈاکٹر خدا بخش صاحب کٹاریہ نے ایک رسالہ "مشیرِ گوجراں" جاری کیا یہ رسالہ اپنی نرالی شان رکھتا تھا اور اس کا بدل اشتراک دو روپیہ چار آنہ سالانہ تھا۔

انہیں دنوں دہلی میں فخرِ گوجر قوم عالی جناب محمد حسن سیف صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی ضلع گورداسپور سے تشریف لے گئے اور وہیں کاروبار شروع کیا، آپ قومی اصلاح کے سلسلہ میں ہمیشہ سے ٹھوس کام کرتے چلے آئے تھے چنانچہ دہلی پہنچ کر آپ نے قوم کو بیدار کرنے کے لئے شب و روز انتھک محنت کی۔

انجمن مسلم گوجراں دہلی بمعہ اپنے "مشیرِ گوجراں" کافی عرصہ تک قوم کی خدمات... سرانجام دیتی رہی۔

(۳) گوجر گزٹ

جیسا کہ انجمنوں کے ضمن میں مذکور ہو چکا ہے ۱۹۳۹ء عالیجناب مولوی فتح الدین صاحب مرحوم نے ایک ہمہ گیر انجمن کی داغ بیل ڈالی تھی جس کا نام "انجمن مرکزیہ گوجراں" تھا اسی انجمن کی سرپرستی میں ایک اخبار "گوجر گزٹ" جاری ہوا جس کی آبیاری مندرجہ

ذیل بزرگوں کے ہاتھوں ہوئی۔

۱:۔ عالی جناب مولوی فتح الدین صاحب مرحوم ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ زراعت پنجاب سرپرست۔

۲:۔ عالی جناب رانا مولوی عبدالغفور صاحب ایم۔اے۔ایم۔او۔ایل۔بی۔ٹی۔پی۔ای ایس۔ (ریٹائرڈ پرنسپل اسلامیہ کالج ملتان)

۳:۔ عالی جناب مولوی محمد شفیع صاحب وکیل۔

۴:۔ عالی جناب رانا ولی محمد صاحب وکیل۔

گوجر گزٹ کے مدیران کرام تو جناب محمد شفیع صاحب وکیل و جناب ولی محمد صاحب تھے اور حالانکہ جناب عبدالغفور صاحب انجمن کے جنرل سکرٹری اور خازن تھے مگر.... گوجر گزٹ کو ہر دلعزیز بنانے کا کام بھی صاحب موصوف کے ہاتھوں ہی ہوا۔

گوجر گزٹ کا مقام اشاعت شہر لدھیانہ تھا اور اس کا سالانہ چندہ.... پانچ روپیہ تھا، یہ ایک ہفتہ وار رسالہ تھا مذکورہ بالا صاحبان کی شبانہ روز... محنت سے گوجر گزٹ روز بروز مقبول ترین ہوتا چلا گیا، یہ رسالہ بھی غیر سیاسی تھا۔

ندائے اودھ اور اصلاح گوجراں

یہ دو ہفت روزہ رسالے بالترتیب ہردوئی اور الہ آباد سے تعلیم یافتہ... مسلم گوجروں نے اپنی قوم کی ہمدردی میں جاری کئے مگر یہ ذاتی قسم کے رسالے تھے، ان تعلیم یافتہ گوجروں کی غیر گوجر بیگمات نے گوجر قومیت اپنانے سے انکار کرنا شروع کر دیا، یعنی ان اخبارات سے کئی قسم کے جھگڑے ہونے لگے اس لئے ان اخبارات کو بہت جلد بند کر دینا پڑا۔

نوٹ:۔ عجیب اتفاق ہے کہ جس علاقہ کے شمال میں ہمالیہ جنوب میں نربدا مشرق میں گومتی اور مغرب میں دریائے سندھ بہتے ہیں اس علاقہ کے باہر کے تمام مسلم گوجر اپنے کو خان صاحب اور ہندو گوجر ٹھاکر جی کہلاتے ہیں مگر اس علاقہ کے اندر تمام گوجر بلا لحاظ مذہب اپنے کو رانا یا چودھری کہلاتے ہیں دراصل یہی اعزازی لقب ہے۔

باب پنجم

گُرجر مورِخین

گُرجر قوم کو بیدار کرنے والوں میں جہاں مختلف انجمنیں کام کر رہی تھیں وہیں مورخین قوم بھی اس صدیوں کی مصیبت زدہ قوم کی تاریخ گردانی کر رہے تھے۔

اگر سچ پوچھیے تو مورخین میں ہی سب سے پہلے یہ خیال پیدا ہوا کہ گرجر ایک مستقل قوم ہے اور اس کا ماضی نہایت شاندار تھا مگر زمانہ کے ہاتھوں یہ قوم بیکس ولاچار ہو گئی، اگر کسی قوم کی... تاریخ شاندار ہوتی ہے تو وہ ہمیشہ اپنے ماضی کی یاد کو تازہ کرنے کی کوشش کرتی ہے اور اگر کسی قوم کی تاریخ شاندار نہیں ہوتی تو وہ ہمیشہ دوسرے ذرائع استعمال کرتی ہے

گرجر تاریخ کوئی نئی تصنیف نہ تھی بلکہ قوم کی بدقسمتی یہ تھی کہ "گوجرانِ نامور" کی مسند پر... دوسری کئی قومیں قبضہ کر کے اسے اپنی تاریخ بتا رہی تھیں۔

اِن گرجر مورخوں کا یہ کارنامہ کبھی نہیں بھلایا جا سکتا کہ انہوں نے اپنی تاریخ کو پہچان لیا اور یہ اعلان کیا کہ اس تاریخ میں ہمارا بھی حصّہ ہے، اگر یہ مورخ اس حصّہ کی نشاندہی نہ کرتے تو آج یہ پتہ چلنا تو درکنار یہ بھی نہ معلوم ہوتا کہ گوجر قوم کم از کم مسلمانوں میں بھی ہے یا نہیں جبکہ اس ملک کی پوری تاریخ ہی گرجروں سے متعلق ہے۔

یہاں میں یہ کہنے سے گریز نہیں کروں گا کہ گرجروں کی کئی انجمنیں اور کئی مقتدر ہستیاں اس ارادہ کی خواہش رکھتی تھیں کہ مسلمان گرجروں کو کوئی نیا لقب (قوم) اختیار کر لینا چاہئے یہ

الغرض گرجر انجمنوں کو صحیح راہ دکھانے والے مورخ تھے، قوم کا ہر شخص اپنی... عظمتِ گذشتہ کی تواریخ کو دیکھ کر کفِ افسوس ملتا تھا، اس احساس کا پیدا کرنا بجا طور سے مورخین کا کام تھا۔

(۱) فخرِ قوم رانا محمد حسن صاحب سیف مدظلہٗ

عالی جناب فخرِ گرجر قوم رانا محمد حسن صاحب سیف نے ایک تاریخ موسوم بہ "تاریخ گوجراں" قوم کے سامنے پیش کی جس میں گرجر سلطنتوں اور گرجر حکمرانوں کا تذکرہ کر کے قوم کو تبلایا گیا کہ گرجرو! تم ایک حکمراں قوم رہ چکے ہو، تمہارے علوم وفنون کا چرچا چہار دانگ عالم میں تھا، اس جہالت کی پستی سے نکل کر بامِ عروج پر پہنچ جاؤ۔ اس تاریخ کی ترتیب میں آپکے بھائی محمد حسین صاحب آپکے معاون تھے

صاحب موصوف کا تعلق موضع ممکا تحصیل شکر گڈھ ضلع گورداسپور کے ایک معزز گھرانے (گوت) ملکانہ سے ہے۔ آپ نے بی۔اے۔ ایل۔ایل۔بی کے امتحانات پاس کر کے کچھ دن لاہور وشکر گڈھ میں قیام کیا اور مذکورہ تاریخ تحریر کی، اس کے بعد آپ ۱۹۳۳ء کے آخر میں دہلی تشریف لے گئے جہاں آپ نے پریکٹس شروع کی اور "انجمن گوجراں دہلی" کے ذریعہ قوم کی خدمت کرتے رہے۔

زمانہ طالب علمی سے ہی آپ گوجر قومیت کے بہی خواہ تھے چنانچہ ۱۹۲۵ء میں آپ نے لاہور میں مسلم گوجر کانفرنس کی بنیاد میں دوسرے ہمدردانِ قوم مثلاً جناب قبلہ عبدالعزیز صاحب... ایم۔بی۔بی۔ایس وغیرہم کے ساتھ اپنی کوشش کو شامل کیا، طلباء کی یہی کوشش در اصل آج "گوجر اسٹوڈینس فیڈریشن" کی شکل اختیار کر گئی اور اس وقت گوجر طلباء کی یہ کوشش ایک مستقل انجمن کی داغ بیل ڈالنے کی ممد و معاون ہوئی۔

المختصر آپ طالب علمی کے زمانہ سے لیکر آج تک گرجر قوم کی ہر طریقہ سے خدمت کرتے رہے گو آپ کے قیام مختلف مقامات پر رہے مگر آپ نے ہمیشہ قوم کی فلاح و بہبود کو اپنا نصب العین بنائے رکھا جن گوجر رسائل کا تذکرہ ہو چکا ہے ان رسالوں میں آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے جس سے قوم میں احساسِ بیداری پیدا ہوا۔

آپ کے خاندان کا مختصر شجرہ

اس طرح ہے

صفحہ نمبر ۴۶

ملاحظہ فرمایئے

مختصر نسب نامہ فخر قوم جناب محمد حسن ملکانہ صاحب سیف مدظلہ!!

عالی جناب رانا کریم بخش پسر رانا پیردتہ ملکانہ صاحب

- عالی جناب محمد حسن ملکانہ صاحب سیف مدظلہ بی۔اے۔ایل۔ایل بی وکیل منٹگمری
  - (عزیزی) محمد نسیم احمد ملکانہ اورسیر پاکستان پی ڈبلیو ڈی عمر ۲۵ سال
  - (عزیزی) شبیر حسین ملکانہ طالب علم عمر ۱۲ سال
- جناب احمد حسن صاحب
- جناب محمد حسین سلطان صاحب مالک جے سلطان اینڈ کمپنی
  - بختاور حسین سلطان سول انجینیر
  - محمد اقبال سلطان
  - محمد طارق سلطان
  - فاروق سلطان
  - محمد خالد سلطان
  - ڈاکٹر خورشید سلطان صاحب ایم بی بی ایس
- جناب محمود الحسن صاحب

(۲) فخر گوجر قوم رانا حافظ عبد الحق صاحب چیچی مدظلہ

گوجر قوم کی عظمتِ گذشتہ کی نشانی شہر سیالکوٹ کے محلہ اٹاری میں عالیجناب..... مولوی امیر الدین صاحب مرحوم و مغفور کے گھر وہ دن بڑا ہی بابرکت تھا جس دن فخر گوجر قوم رانا حافظ عبد الحق صاحب مدظلہ نے جنم لیا۔ آپ خاندان چیچی سے تعلق رکھتے ہیں آپ کا....

خاندان مذہبی تعلیم سے مزین تھا، آپ کی زندگی کا آغاز مسجد کی امامت سے شروع ہوا جہاں آپ آج تک فائز ہیں آپ حافظ قرآن ہیں اور ایک اہل اللہ ہستی ہیں۔

خدا ان جیسی پاک و بزرگ ہستیوں کے طفیل ہم جیسوں کی مغفرت کرے، گو قبلہ حافظ صاحب کے رشتہ دار بڑے بڑے متموّل گھرانے ہیں مگر آپ نے بذاتِ خود تمام زندگی عُسرت میں گزاری اس کے باوجود آپ نے اپنی غریبی کا مطلق خیال نہ کر کے قوم کی زبوں حالی کو دیکھ کر رات دن انتھک محنت کے قوم کے سامنے ستمبر ۱۹۳۱ء میں "تاریخ" پیش کی۔

آپ کو کئی حضرات نے مالی امداد کا یقین دلایا اور بہت سوں نے کتابت و اشاعت میں مدد بھی کی مگر وہ امداد اس قدر کم تھی کہ آپ اپنی تاریخ کا صرف ایک حصہ شائع کر سکے آپ نے اپنی "تاریخ" کے پہلے حصہ کے صفحہ نمبر ۲ پر تحریر کیا ہے کہ:-

"یہ تواریخ چار حصوں پر مشتمل ہوگی"

مگر افسوس بقایا تین حصے گوناگوں مجبوریوں کی وجہ سے آج تک منظرِ عام پر نہ آسکے۔

جیسا کہ مذکور ہوا گرجر قوم پر ایک وقت ایسا بھی آیا جب کہ یہ قوم قعرِ مذلّت کی انتہائی پستیوں میں دھکیل دی گئی اور اس کے بہت سے افراد "تارک قوم" ہو گئے خاص طور سے تعلیم یافتہ خصوصاً (مذہبی و متموّل) اشخاص تو اس اپنی ہی قوم سے کنارہ کش ہونے لگے۔

حافظ صاحب جیسا کہ مذکور ہوا ایک مذہبی ہستی ہیں ان کے لئے یہ کام چنداں مشکل نہ تھا کہ وہ بھی گوجر قومیت ترک کر کے اسی طرح علیحدگی اختیار کر لیتے جو آج اپنے گوت بھی نئی شکل سے نئے بنا کر دوسری بیرونی قوموں میں شامل ہو گئے۔

جناب حافظ صاحب قبلہ کا یہ کردار، یہ قومی حمیّت اور اپنے بزرگوں سے محبّت ہر سچے گوجر کو عقیدت کے ساتھ سر جھکانے پر مجبور کر دیتی ہے، آپ اپنی تاریخ "تواریخِ گوجراں مع انساب گوجراں" جلد اوّل کے صفحہ نمبر ۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"اصل اور خاص سبب جو محرک ہوا وہ یہ تھا کہ میری قوم کے بعض متموّل اور تعلیم یافتہ اشخاص اپنی قوم کی جہالت اور قومی تاریخ سے لاعلم اور ناواقف ہونے کی وجہ سے گوجر قومیت کو خیرباد کہہ کر غیر قوموں میں جذب ہو رہے تھے اور اپنے قومی لقب گوجر کو ترک کر کے سیّد، قریشی، مغل، پٹھان، برہمن، راجپوت اور ٹھاکر وغیرہ لقب اختیار کر رہے تھے اس لئے مجھے ضرورت محسوس ہوئی کہ میں اپنی قوم کی عظیم الشان تواریخ کو اردو زبان میں

ترتیب دے کر ان تارکانِ قومیت کی خدمت میں مطالعہ کیلئے پیش کروں تاکہ ایسے حضرات اپنی اس نازیبا حرکت سے باز آکر اپنے آباؤ اجداد کے خزانہ شجاعت یعنی بہادرانہ خون کو غیروں میں تقسیم کرنے کے مرتکب نہ ہوں" وغیرہ وغیرہ۔

پھر صفحہ نمبر ۱۴ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"تاریخ میں چونکہ اچھے آدمیوں کی خوبیاں اور بُرے لوگوں کی بُرائیاں لکھی جاتی ہیں لہذا کسی رذیل خاندان والے کو علمِ تاریخ سے بہت ہی کم محبت ہو سکتی ہے۔ شریف قوموں کو اپنے آباؤ اجداد کے کارہائے نمایاں یاد ہوتے ہیں جس کی پیروی کو وہ اپنی شرافت قائم رکھنے کے لئے ضروری سمجھتے ہیں" وغیرہ۔ وغیرہ۔

مندرجہ بالا دونوں اقتباسات اس بات کے مظہر ہیں کہ جناب حافظ صاحب کو اپنی گوجر قومیت پر کس طرح بجا طور سے ناز ہے۔

گرمجبر اعظم حافظ عبدالحق صاحب زندہ باد

یہاں یہ بیان کرنا اشد ضروری سمجھتا ہوں کہ مندرجہ ذیل اصحاب نے حافظ صاحب کی مالی امداد کر کے قوم پر احسان عظیم کیا ہے۔

۱:۔ عالی جناب حکیم محمد حیات صاحب ساکن چوہالہ گوجراں ضلع جموں۔ آپ حافظ صاحب کے ماموں بزرگوار تھے۔

۲:۔ عالی جناب رانا نور محمد صاحب سب رجسٹرار رئیس پیسی ہیٹ۔

۳:۔ عالی جناب رانا رحمت علی صاحب کرسی نشین۔ رئیس موضع بلّہ تحصیل دوسوہہ... ضلع ہوشیار پور۔

۴:۔ عالی جناب مولوی عبدالغنی صاحب ناظم دار العلوم مالیر کوٹلہ۔

۵:۔ عالی جناب شرف الدین صاحب ڈسٹرکٹ کورٹ شملہ۔

۶:۔ عالی جناب رانا موج الدین صاحب رئیس موضع بنڈی عمر تحصیل شکر گڑھ۔

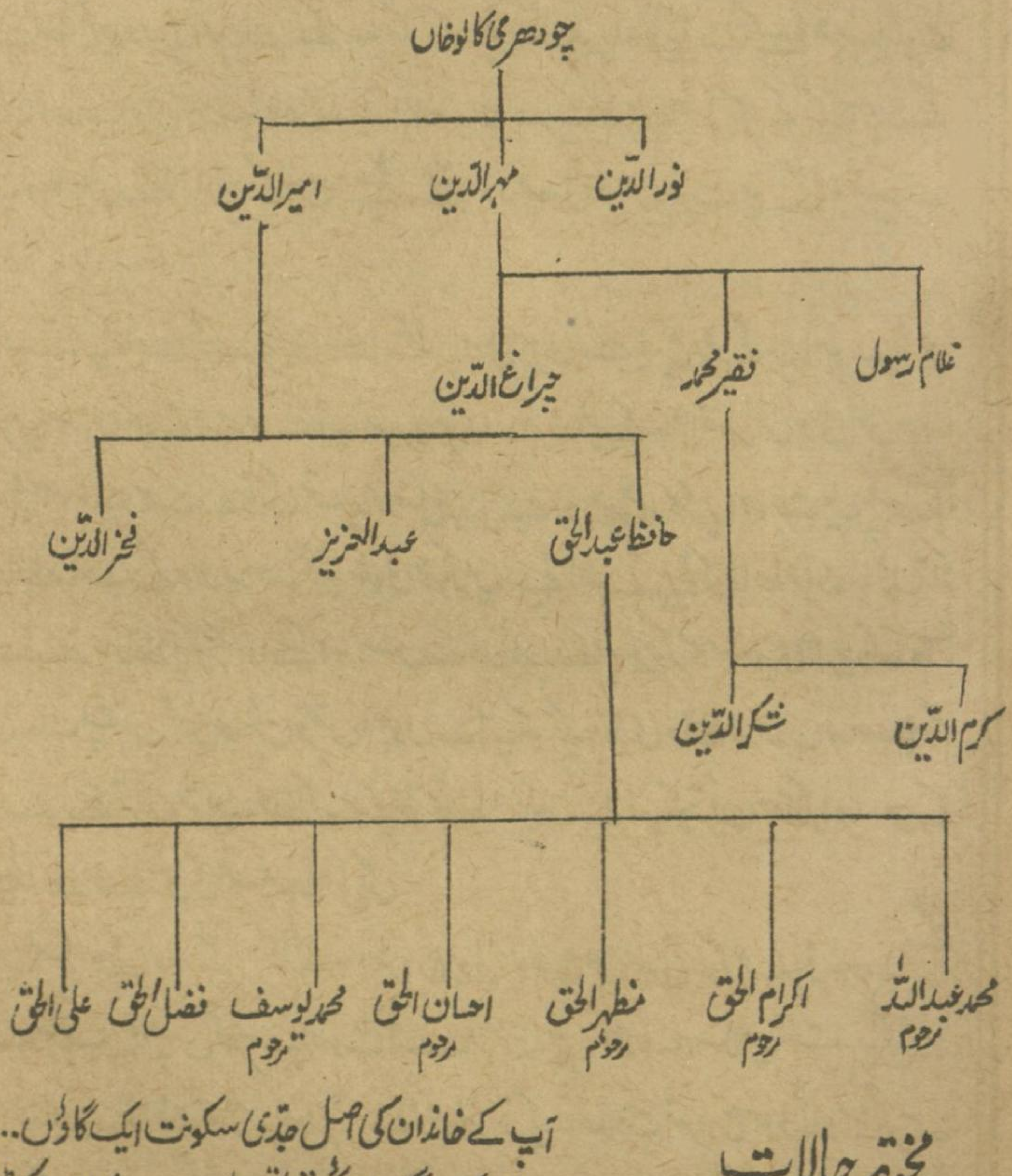
۷:۔ عالی جناب ڈاکٹر فضل کریم صاحب پنشنر ملٹری ساکن قادیان ضلع گورداسپور۔

۸:۔ انجمن مسلم گوجراں ضلع جموں۔

وغیرہ وغیرہ

عالی جناب حافظ صاحب کا اب زمانۂ ضعیفی ہے آپ کی تاریخ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۲ء کو شائع ہوئی تھی احقر کو قبلہ حافظ صاحب سے نیاز حاصل ہے آپ کے دو بیٹے ہیں خداوند عالم ان بچوں کو اپنے پدر بزرگوار کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ گوجر قوم میں بے بہا گوہر کا اضافہ ہو آمین ثم آمین ۔ ممدوح کا مختصر شجرہ حسب ذیل ہے ۔

مختصر شجرہ فخر گوجر قوم عالی جناب رانا حافظ مولوی عبدالحق چیچی صاحب مدظلہ



مختصر حالات

آپ کے خاندان کی اصل جدی سکونت ایک گاؤں موضع چک جگت رائے واقع تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ میں تھی اور آپ کے دادا چودھری کالو خاں صاحب سکھوں کے عہد حکومت میں عہدہ کارداری پر مامور تھے اور اپنے گاؤں میں نمبردار بھی تھے جب وہ فوت ہو گئے تو اپنے پیچھے تین بیٹے چھوڑ

گئے جن کے نام یہ ہیں۔

نورالدین مہرالدین اور امیرالدین

گھر میں منتظم چودھری امیرالدین تھے کیوں کہ وہ سب سے بڑے تھے ان کی زندگی میں چھوٹے بھائیوں کو باپ کی موت کا صدمہ محسوس نہ ہوا لیکن جب وہ بغیر شادی کئے عالم جوانی میں فوت ہو گیا تو اس وقت یہ دونوں چھوٹے بھائی صحیح معنوں میں یتیم ولاوارث ہو گئے۔

آپ کے والد مولوی امیرالدین صاحب سب سے چھوٹے تھے اور اپنے آبائی پیشہ زمینداری اور کاشتکاری میں کمزور تھے اور زمین میں ہل چلانا ان کو مشکل نظر آتا تھا اس لئے وہ تمام زمین اپنے بھائی چودھری مہرالدین کے سپرد کر کے دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے شہر سیالکوٹ میں آ گئے اور ایک دینی درسگاہ میں فقہ، تفسیر اور حدیث کا علم حاصل کر کے ایک مسجد کے خطیب و امام بن گئے، ان کے تین بیٹے تھے، دو چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے، تیسرے آپ ہیں۔

آپ کے یکے بعد دیگرے تین عقد کئے، پہلی بیوی سے پانچ لڑکے پیدا ہوئے جو چھوٹی عمر میں مع اپنی ماں کے فوت ہو گئے اب تیسری بیوی سے دو لڑکے بنام فضل الحق و علی الحق حیات موجود ہیں بڑا صنعت کاری کے کام کی تعلیم حاصل کر رہا ہے اور چھوٹا آٹھویں جماعت میں پڑھ رہا ہے۔

حافظ صاحب کے والد صاحب کو یہ شوق تھا کہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کو حافظ قرآن بناؤں تاکہ قیامت کے روز یہ حافظ ہم کو بخشوا سکے اور اس کے ماں باپ کے سر نور کا سنہری تاج رکھا جائے اور ہماری سات پشتیں بخشی جائیں غرض انہوں نے آپ کو ایک قاری حافظ نورالدین صاحب جو قوم گوجر سے تھے قرآن شریف حفظ کرنے کیلئے بٹھایا، انہوں نے آپ کو قرآن حفظ کرا دیا اس کے بعد آپ نے اردو اور فارسی کی تعلیم حاصل کی

جب پہلی جنگ عالمگیر (۱۹۱۴ء) شروع ہوئی تو فوج میں بھرتی ہو کر عراق و عرب میں گئے اور خاتمہ جنگ پر واپس گھر سیالکوٹ آئے، ترکی میں خلافت اسلامیہ ختم ہو گئی... ہندوستان میں خلافت کو از سر نو قائم کرنے کیلئے تحریک خلافت شروع ہوئی اور کانگریس بھی اس کے ساتھ متحد ہو گئی اور اس متحدہ تحریک کو چلانے کیلئے آپ نے بھی مولانا محمد علی شوکت علی اور مہاتما گاندھی کے ساتھ مل کر کام کیا اور اپنی وسعت علم کے مطابق پنجابی زبان میں منظوم پمفلٹ اور اشتہار چھپوا کر ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کئے ان میں سے

بغض کو حکومت نے ضبط کر کے آپ کو جیل (قید خانہ) بھیج دیا

جب آپ جیل سے رہا ہوئے تو ہندو مسلم کشیدگی روزوں پر تھی آپ نے سیاسی میدان چھوڑ کر اب مذہبی تبلیغ کی طرف توجہ دی اور انجمن انوار الصوفیہ کے زیر قیادت تبلیغ اسلام کے لئے صوبہ یو۔ پی میں گئے ایک سال تک اس صوبہ میں اسلام کی تبلیغ کا کام کیا، اس کے بعد پھر تحریک احرار شروع ہوئی تو اس میں بھی کافی حصہ لیا، جب یہ خلاف قانون قرار دی گئی تو پھر آپ... اس سے علیحدہ ہو گئے لیکن اس سلسلہ میں بھی آپ کو دوبارہ جیل جانا پڑا۔

آپ فرماتے ہیں کہ یہ سب کام کرنے کے بعد خیال آیا کہ مذہب اور وطن کیلئے تو میں نے کافی کام کئے ہیں مگر اپنے گوجر والدین کی پیاری قوم کیلئے کوئی کام نہ کیا وہ گوجر ماں جس نے مجھے نو ماہ تک اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور پھر پیدا ہونے کے بعد اپنا دودھ پلا کر پرورش کیا اور وہ گوجر باپ جس کی حلال اور پسینہ کی کمائی سے کپڑا پہن کر اور لذیذ سے لذیذ کھانے کھا کر جوان ہوا اب ان کی پیاری قوم کیلئے بھی کچھ کام کرنا چاہیئے، کیوں کہ یہ قوم خواب غفلت میں میٹھی نیند سو رہی ہے اس کو بھی بیدار کرنا چاہیئے چنانچہ اسی جذبہ کے آپ نے ایک کتاب "تاریخ گوجراں" اور دو پمفلٹ بنام گوجر کی نیند اور زمانہ کی آواز اور تیسری گجر الکھی نشان تالیف و تصنیف کیں اس کے بعد ضلع جموں میں اپنے ماموں جناب مولوی حکیم مولوی محمد حیات صاحب سے مل کر "انجمن گوجراں" قائم کی اس انجمن نے بڑا کام کیا اور ریاست کے گوجر بیدار ہونا شروع ہو گئے۔

فخرِ گُرجر قوم ابوالبرکات رانا مولوی محمد عبدالمالک صاحب چوہان رحمۃ اللہ علیہ

۱۹۳۷ء میں گرجر قوم کی ایک اور تاریخ منظرِ عام پر آئی جو "شاہانِ گوجر" کے نام سے مشہور ہے، اس تاریخ کے مورخ عالی جناب ابوالبرکات مولوی محمد عبدالمالک صاحب چوہان رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

آپ کا تعلق موضع کھوڑی ضلع گجرات (پنجاب) سے تھا آپ کی ایک مقتدر و متموّل ہستی تھی اور ریاست بہاولپور کے آپ "مشیرِ مال" کے عہدے کے پنشن یافتہ بھی تھے۔

آپ نے "تاریخ شاہانِ گوجر" کے منتشر اوراق کو یکجا کرنے کے لئے ملک کے طول و عرض میں سفر کیا اور قوم کیلئے ایک بیش بہا مواد فراہم کیا اپنے پیشرو مورخوں کی طرح آپ بھی گوجر قومیت کے علمبردار تھے، آپ کے خیالات آپ کی تاریخ کے صفحات سے ظاہر ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

"نسب کا اتحاد سلسلہ تنظیم کو مستحکم کرتا ہے اور ایتلاف کی خصوصیات کو محفوظ رکھتا ہے، چنانچہ خطبوں میں بجائے اس کے کہ افراد کی تفصیل کی جائے صرف خاندان یا قوم کا حوالہ کافی ہوتا ہے۔

سلسلہ نسب کا محفوظ رکھنا اور اس کو یاد کرنا انسان کی ضروریاتِ زندگی میں سے ایک ضرورت ہے۔ عرب کا بچہ بچہ نہ صرف اپنے نسب نامے بھی سنا سکتا تھا، النسب کی تعلیم فطری ہے اور یہ خدا کا بہت بڑا احسان ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے:- جو... قرآن کریم کی تلاوت سے علم انسانی میں آسکتا ہے اور اسی حکم کی روشنی میں ہمارے بزرگانِ دین نے بھی ہمیں درس دیا ہے وہ فرما رہا ہے کہ:-

"ہم نے تمہیں شعوب و قبائل میں تقسیم کر دیا تاکہ تم باہم آشنا ہو جاؤ، تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔"

قرآن شریف جس بات کی وضاحت کرتا ہے ایسا نسب کے بارے میں توضیح کرتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے تمہاری قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ جماعتیں بنا دیں تاکہ تم بیگانہ و یگانہ میں تمیز کر سکو۔"

از تاریخ شاہان گوجر صفحہ نمبر ۱ و ۳۔

ابوالبرکاتؒ ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"جو قوم اپنی تاریخ سے واقف نہیں ہے اس میں اور حیوانوں میں کچھ فرق نہیں دنیا کی قومیں ترقی کر رہی ہیں کوئی ایسی قوم اس وقت دنیا میں نہیں جس کی تاریخ نہ ہو اگرچہ بعض اقوام کی تاریخ روئے زمین کی تاریخوں کا ناتمام خلاصہ یا انتخاب ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قوم تاریخ نہیں رکھتی۔

ہر قوم کی ترقی کا اولین زینہ تاریخ ہے جو قوم تاریخ سے بے بہرہ ہے وہ دولت و اقبال سے بھی بے بہرہ ہے اور اس کے برابر اور کوئی قوم غافل و ناعاقبت اندیش نہیں ہو سکتی۔

کس قدر جہالت اور احسان فراموشی ہے کہ جس خاندان سے کوئی قوم پیدا ہوئی ہو وہ اس کے نام و نشان سے بے خبر ہو، دوسری قوموں کے بچے دس بیس پشت تک اپنا نسب نامہ بتا سکتے ہیں وہاں ہمارے بچوں کا ناطقہ دادا کا نام لیتے ہی بند ہو جاتا ہے ہم اگر اپنے باپ دادوں کے مزاروں پر دعائے مغفرت کے گلدستے چڑھانے اور عقیدت و ارادت کی قندیلیں روشن کرنے سے محروم ہیں تو یہ ہماری بدقسمتی ہے مگر یہ بے نصیبی اس بدقسمتی سے کمتر ہے جب ہم کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ ہم کس کی یادگار ہیں، ہم مذہبی احکام سے غافل، اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں سے بے خبر ہیں، نہ دین کے رہے نہ دنیا کے اس قوم کے افراد کی مثال بچھڑوں کی سی ہے، پیدا ہوئے، لگائے، کا دودھ پیا، بڑے ہوئے، بھوسہ کھا کر موٹے ہوئے، ہل میں جوتے گئے اور دس سال.. کسان کے ڈنڈے کھا کر مر گئے، قرآن شریف ایسی ہی قوم کی نسبت ....پروردگار عالم صاف ارشاد .... فرماتا ہے۔ ایسی قوم چارپایوں سے بھی گئی گذری ہے۔

ماخوذ از شاہانِ گوجر صفحہ نمبر ۱۱

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مورخ صاحب تصنیف نہیں ہوتا بلکہ وہ تاریخ کو ذریعہ بنا کر قوم کو گری ہوئی حالت سے نکالتا ہے ایک ہی قوم کے مورخوں میں کبھی بھی قومی مقصدِ عظیم کے بارے میں اختلاف نہیں ہو سکتا، مورخ ہی دراصل وہ ہستی ہوتی ہے جو

قوم کے شیرازہ کو یکجا و متحد کرتی ہے، دوسرا کوئی ذریعہ اس میں ممد و معاون نہیں ہوسکتا چنانچہ جہاں ابوالبرکات رح قومی تاریخ کے مورخ تھے وہیں وہ ہمیشہ قومی انجمنوں سے منسلک رہے جو جلسہ گوجر قوم ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ مئی ۱۹۲۴ء کو بمقام روہڑ منعقد ہوا تھا اس میں صاحب موصوف بذاتِ خود شریک ہوئے۔

آپ کے تحریری خیالات جناب حافظ محمد عالم صاحب نے جلسہ میں پڑھ کر سنائے جسے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں، اس تقریر کا ایک ایک لفظ غور سے پڑھیئے اور دیکھئے کہ... ایک مورخ قوم کو کن نظریات سے دیکھتا ہے اور خونی بھائی چارہ کا کس حد تک... علمبردار ہوتا ہے۔

"انسان کا اپنی طاقت اور حیثیت سے واقف ہونا ضروری ہے اس سے مقصد کے حاصل کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے، لیکن افسوس کہ اکثر برادرانِ قوم اپنی قومی حیثیت سے ناواقفِ محض ہیں۔ مجھے اکثر تواریخ اور رسائل کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ گوجر راجپوت، جاٹ ایک ہی قوم کی مختلف شاخیں ہیں، تاریخ دالوں پر مخفی نہیں ہے کہ ایک زبردست اور طاقتور قوم جو ہندوستان کے اکثر اطراف میں پھیل گئی تھی ان کا نام... "گرجرا"[1] تھا جس کے کارناموں کی تفصیل کتب تاریخ میں پائی جاتی ہے"!

لفظ راجپوت کی تشریح راجپوت کسی خاص قوم کا نام نہیں ہوسکتا کیونکہ راجپوت معنی کے لحاظ سے راجہ کی اولاد کو کہتے ہیں ہر ایک راجہ یا بادشاہ کی اولاد راجپوت کہلانے کی مستحق ہے۔

گوجر اور راجپوت نسلاً ایک ہی قوم ہیں اگر گوجر اور راجپوت نسلاً ایک ہی قوم سے تعلق نہیں رکھتے تو راجپوت اور گوجر قوم کی شاخیں کیوں آپس میں متحد و مشترک ہیں[2]۔ تمثلاً چوہان، بھٹی، لون، توں ور (تنور) وغیرہ شاخیں یعنی گوت ہر دو اقوام میں موجود ہیں۔ اس سے زیادہ صراحتاً "بڈگوجر" شاخ

---

[1] صحیح لفظ "گرجر" ہے مگر انگریزی حروف میں اسے GURJARA تحریر کیا جاتا ہے اس لئے ہمارے مورخین نے اسے گرجرا سمجھا۔ [2] اس زمانہ میں ہماری تاریخ کی از سرِ نو ترتیب ابتدائی مدارج میں تھی اس لئے یہ دلیل دی گئی ورنہ آج کتبوں کی روشنی میں اس کی ضرورت نہیں ہے ہندو راجاؤں اور (بقیہ نوٹ صفحہ ۵۷)

پر غور فرمائیے، یہ شاخ قوم راجپوت میں معزز شاخ خیال کی جاتی ہے۔

"وڈگوجر" لفظی معنوں پر غور کیجئے تو صاف عیاں ہوگا کہ یہ شاخ گوجروں کے بڑے گھرانے سے متعلق ہے ہر قوم میں کوئی نہ کوئی بڑا گھرانا ہوتا ہے اور "وڈگوجر" راجپوتوں کا بڑا یا معزز گھرانا ہے۔

مرزا احمد بیگ خاں صاحب جو علاقہ پنجاب میں افسر مال رہے ہیں بڑے فاضل اور مورخ تھے ان کو اقوام ہند کے انساب کی تحقیقات کا بہت شوق تھا انہوں نے ..... ام گجرات کی جو تاریخ لکھی ہے اس میں ضلع گجرات کے تمام گوجروں کھٹانہ، چوہان"... کالس، چیچی، اگگاہیہ، توں ور (تنور) لون، بھٹی، بھمل، برکٹ، لیسوال، اوانہ، دھیدڑ، میلو، کولی، دھکڑ، برہ، کسانہ، گورسی، بانٹھ اور ٹھوٹے وغیرہ ہر ایک کو کسی نہ کسی مہاراجہ ہند کی نسل سے ثابت کیا۔ یہ تاریخ دفتر ڈسٹرکٹ بورڈ ضلع گجرات میں موجود ہے۔

نواب محمود خاں گوجر جس نے ڈیرہ غازی خاں اور مظفر گڑھ کی زبردست قوموں بلوچ وغیرہ پر حکومت کی ہے اس کی قابلیت اور شجاعت گوجر قوم کی شجاعت اور جاہ وجلال کی ایک زندہ مثال ہے۔

قومی تنظیم کی ضرورت

قوم من حیث القوم اسی وقت ترقی کر سکتی ہے جب کہ اس کی شیرازہ بندی اور تنظیم ہو کیونکہ تنظیمی صورت میں باہمدیگر سب کو قومی حالات سے اطلاع ہوگی اور اتفاق و ہمدردی قوم کے اندر پیدا ہوگی دیکھئے گجرات اور روپڑ بہ لحاظ مسافت چنداں بعد نہیں رکھتے مگر روپڑ والے بھائی گجرات والوں سے ناواقف ہیں اور گجرات والے روپڑ والوں سے ناآشنا اسی طرح علیٰ ہذا القیاس۔

پس سب سے اول ہمیں اپنی تنظیم کرنی چاہیئے تاکہ قوم کے افراد کو معلوم ہو کہ اس کے بھائی بند کہاں کہاں ہیں اور ان کی کیا حیثیت ہے۔ یہ کام چنداں مشکل نہیں ہے۔

تنظیم بہ لحاظ مذہب و ملک بھی ضروری ہے لیکن جسقدر زود اثر اور مفید قومی تنظیم ہو سکتی ہے دیگر تناظیم اس قدر موثر نہیں ہو سکتیں کیونکہ قوم کا خون ایک ہوتا ہے

بقیہ نوٹ نمبر۲ صفحہ نمبر ۶۱: ۔ راجاؤں کے کتبوں کی نقول ہم حصہ پنجم میں دیں گے جبکہ ان راجاؤں نے اپنے کو گوجر لکھا ہے نہ کہ راجپوت۔ مؤلف

لہٰذا بہتر ہو کہ ہم اپنے دیگر قومی بھائیوں کو بھی جو بہ لحاظ مذہب ہم سے علیحدہ ہیں اس تنظیم میں شامل کریں ......[۱]

بہ لحاظ مذہب اپنے پیشوائے حقیقی سیدالمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات وارشادات پر پورے طور سے عمل پیرا ہونا چاہیئے تاکہ ہم سچے مسلمان بن کر اسلام کے لئے تقویت کا باعث ثابت ہوں۔

ہمیں پکا مسلمان بننے کے لئے مذہبی تعلیم جو بزرگان دین کی محبت سے اور دینی علم حاصل کرنے سے میسر آسکتی ہے اس کا انتظام کرنا چاہیئے ہماری قوم بوجہ جہالت قعر مذلت میں گرتی چلی جا رہی ہے افضول اخراجات شادی وغمی وغیرہ اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ الاماں۔ اس اسراف سے حسب ذیل قسم کے فوری نقصان مرتب ہوتے ہیں۔

(ا) جائیداد کی تلفی اور سود در سود کے چکر میں گرفتاری۔

(ب) قرض

(ج) بوجہ تنگدستی جرائم کا ارتکاب اور مذہب سے روگردانی۔

(د) فراہمی جہیز کی فکر میں بیٹیوں کو دیر تک گھر میں بٹھائے رکھنا جس سے نتائج بد کا احتمال ہوتا ہے

(ہ) بوجہ افلاس دینی اور دنیوی علوم سے بے بہرہ رہنا۔

سب سے اول ہمیں رسومات قبیحہ مروجہ کو دور کرنا ہے ورنہ نعمت اقتصادی سے متمتع ہونا ہے اتنگدستی میں دین اور دنیا دونوں تباہ ہو جاتے ہیں نہ عبادت میں اخلاص اور نہ جرأت وشجاعت باقی رہتی ہے۔

اس کے دور کرنے کا سہل علاج یہ ہے کہ ہر علاقہ کے رسومات قبیحہ کا کچا چٹھا مرتب کیا جائے اور اس علاقہ کے اکابر بذریعہ پنچائت یا جرگہ ان رسموں کو دور کریں اور کرائیں۔ ہر موقعہ شادی وغمی ایک حد اعتدال قائم ہونی چاہیئے۔

نوٹ :- مندرجہ بالا تقریر ۱۹۲۴ء کے زمانہ کی ہے اس کے دس سال بعد اپنے

---

[۱] :- قوم بحیثیت خون ونسل کے بارے میں مورخین اختلاف نہیں رکھتے یہ خیالات اس جلسہ روپڑ ۱۹۲۴ء میں ظاہر کئے گئے جس میں زیادہ تر مذہبی جھلک تھی۔ مؤلف گوجر

اپنی تاریخ "شاہانِ گوجر" قوم کے سامنے پیش کی، آپ نے تمام زندگی قومی درد اور تڑپ میں بسر کی آپ کی تاریخ ۱۹۳۸ء میں بتوسط عالی جناب چودھری محمد بشیر صاحب بی۔اے۔ ایل ایل بی سابق ساکن ڈیرہ بسی (مشرقی پنجاب) راقم الحروف کے پاس پہنچ چکی تھی مگر بدقسمتی سے احقر کو مولانا سے شرف نیاز حاصل نہ ہو سکا، جب احقر طالب علمی کے ماحول سے نکلا تو مولانا ابو البرکات محمد عبد المالک صاحب وفات پا چکے تھے۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون۔

ناظرین کا مندرجہ ذیل شجرہ سے واقف ہونا بھی ضروری ہے

شجرہ

علامۃ الدہر مولانا جناب مولوی محمد عالم صاحب چوہان رانائے کھوڑی ضلع گجرات پنجاب

رانائے کھوڑی جناب مولانا ابو البرکات محمد عبد المالک صاحب چوہان رح

- عالیجناب محمد عبد اللہ صاحب بیرسٹر ایٹ لا۔ ملتان
- عالیجناب اختر علی صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر بہاولپور
- عالیجناب اکبر علی صاحب بی۔ ایس سی اگریکلچرل اسسٹنٹ لائل پور

جن حضرات نے مولانا ابو البرکات محمد عبد المالک رح کو ان کی تاریخ "شاہان گوجر" کی... ترتیب و تالیف میں کسی نہ کسی نوع کی امداد کی قابل شکر گذار ہیں ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں

اسمائے گرامی

(۱) عالی جناب علامہ مولوی محمد عبد اللہ صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ مولوی فاضل منشی فاضل۔ ایم۔ او۔ ایل، محدث رانائے موضع گھکر ضلع گجرات (آپ پنڈی گھیب ضلع اٹک میں ایڈوکیٹ رہے)

(۲) عالی جناب رانا لعل دین صاحب کٹاریہ بی۔ اے۔ بی ٹی خلف الرشید عالی جناب

رانا نظام الدین صاحب کٹاریہ ساکن موضع نکڑا تحصیل شکر گڈھ ضلع گورداسپور۔

(۳) عالی جناب محمد عبداللہ صاحب چوہان خلف الرشید مورخ مذکور۔

(۴) عالی جناب اختر علی صاحب چوہان " " "

(۵) عالی جناب اکبر علی صاحب " " " "

(۶) عالی جناب مولوی حاجی احمد، مولوی فاضل، منشی فاضل، پروفیسر بہاولپور کالج۔

(۷) عالی جناب مولوی غلام محبوب سبحانی مولوی فاضل نمبردار چک ۳۵ ضلع ملتان۔

(۸) عالی جناب حکیم محمد حیات صاحب ساکن چک محمد یار۔ علاقہ جموں۔

(۹) عالی جناب عبدالغفور صاحب ہیڈ ماسٹر بی۔ اے۔ بی ٹی۔

(۱۰) عالی جناب چودھری محمد خاں صاحب محکمہ زراعت لاہور (ساکن کھوتری۔۔ ضلع گجرات پنجاب)

(۱۱) محترمی علامہ سید سلیمان ندوی صدر مصنفین۔ دار المصنفین اعظم گڈھ۔ (آپ کے توسط سے یہ تاریخ "مطبع معارف اعظم گڈھ" میں طبع ہوئی۔

(۱۲) مکرمی سید ارشاد حسین متقی کلرک فارن آفس انڈیا۔

(۱۳) مکرمی سید اسحاق منیجر شاہجہان ہوٹل بمبئی۔



فخر گرجر قوم
مولوی فتح الدین صاحب
کشان رح



چودھری رحمت علی صاحب
گورسی رح
بانئ تحریک پاکستان

بابِ ششم

مشاہیرِ قوم

بابائے گُرجر قوم جناب مولانا فتح الدین کُشان رح

تکدلیش (ضلع ہوشیارپور) میں بمقام موضع متصل گرجروں کے ایک قدیمی شاہی.... خاندانِ کُشان میں عالی جناب ڈاکٹر راناکمال الدین صاحب مرحوم ومغفور ایک مشہور ومعزز ہستی تھی جنہوں نے گُرجر قوم کی سربلندی ازسرِنو حاصل کرنے کیلئے حکومتِ وقت (انگریزی عملداری) سے اس وقت ٹکرلی جب کہ گرجر قوم پر ہرچہارطرف سے نکبت وافلاس کی گھٹائیں چھاچکی تھیں، انگریزوں نے ان سے انتقاماً جائیدادیں چھیننے کیلئے نئے قوانین وضع کئے تاکہ ان جائیدادوں اور تعلقوں کو ان لوگوں میں تقسیم کیا جائے جو حکومت کے وفادار تھے، ایسے وفادار لوگوں کی ایک طویل فہرست کتاب "۱۸۵۷ء" مولفہ جناب میاں محمد شفیع صاحب کے تحریر کردہ اوراق میں دیکھی جاسکتی ہے لہٰذا اس قصّہ کو یہاں دوبارہ چھیڑنے کی ضرورت نہیں الغرض نہ صرف گوجروں سے جائیدادیں چھینی جاچکی تھیں بلکہ ان پر سرکاری ملازمتوں کے دروازے بند تھے جب کہ دوسری اقوام تعلیم، جاگیر اور حکومت کی وفاداریوں سے مزین ہوچکی تھیں۔

عالی جناب راناصاحب نے بروقت مصلحت کو پہچان لیا انہوں نے بھانپ لیا کہ تجرد پسندی گوجر قوم کے لئے سمِ قاتل ثابت ہوگی اس لئے انہوں نے اکابرینِ قوم کے ساتھ مل کر انگریزوں کو مجبور کیا کہ وہ گوجروں کو سرکاری ملازمتوں میں ان کا حق دیں۔ راناصاحب کی تمام زندگی قوم کی فلاح وبہبود میں گزری اور انہوں نے ہمیشہ گوجروں کو بلالحاظ مذہب... ایک ہی نظر سے دیکھا، انہیں عزت مآب ہستی کو خداوندکریم نے دو فرزند (۱) ڈاکٹر رانا... محمد دین صاحب اور (۲) رانا فتح الدین ایسے لائق وفائق عطا کئے، عالی جناب

ڈاکٹر رانا محمد دین صاحب کے فرزند ارجمند عالی جناب رانا مظفر الدین صاحب بریگیڈیر ہیں۔

عمرہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

وہ مہاراجہ کنشک گٹھان جس نے دنیا میں اس وقت علوم و فنون کے دریا جاری کئے تھے جبکہ دنیا جہالت کے ریگستانوں میں خشک سالی منا رہی تھی جس نے مشرق میں جاپان مغرب میں یونان اور شمال میں اسکینڈے نیویا تک لوگوں کو نئی روشنی دکھائی تھی اس کی نسل میں گرجر قوم کو طوفان سے نکالنے والا اور بحر ظلمات میں روشنی دکھلانے والا سورج ونشی۔۔ خاندان کا سورج فتح الدین پیدا ہوا جسے آج قوم فخریہ طور سے :۔

بابائے اعظم مولانا فتح الدین گٹھان رحمۃ اللہ علیہ

کے نام سے یاد کر کے اس شفقت و مہربانیوں کے اثر سے عقیدت کے ساتھ گردن جھکا لیتی ہے۔

تعلیم و تربیت

اس مصلح اعظم نے مروجہ تعلیم کے مطابق اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور بی۔ اے۔ ایم۔ بی۔ ای۔ او۔ بی۔ آئی ای۔ اے۔ ایس کے اعزازات حاصل کئے۔ فنا فی القوم والدین کے زیر سایہ تربیت نے اسے جوہر نایاب بنایا اور ساتھ ہی ساتھ آپ نے دینی تعلیم بھی حاصل کی۔

دنیاوی مدارج

تعلیم و تربیت سے فارغ ہونے کے بعد آپ زرعی دار العلوم لائل پور میں محکمۂ زراعت کی طرف سے پرنسپل (سر معلمین) مقرر ہوئے آپ نے اپنی خداداد قابلیت اور حسن استعداد سے اس کالج میں نام پیدا کیا اور کچھ عرصہ بعد آپ کو محکمہ زراعت میں اعلیٰ افسری پر بھیجا گیا۔۔۔ ۱۹۱۶ء میں آپ نے محکمۂ زراعت کی افسری کی ابتداء ضلع گورداسپور کی تعیناتی سے کی اور ترقی کرتے کرتے آپ محکمۂ زراعت صوبۂ پنجاب کے ڈائریکٹر کے عہدے تک پہنچے جہاں ایک مورخ اپنی قوم کے حالات قلمبند کرتا ہے وہیں وہ اپنے خیالات کے مطابق شخصیتوں کو بھی مشاہدہ کرتا ہے اور اچھے اور برے میں امتیاز بھی کرتا ہے گوجر قوم۔۔ آج اس مایۂ ناز ہستی کو اس نظریہ سے نہیں دیکھتی کہ وہ دنیاوی مدارج کے اعلیٰ عہدوں پر پہنچا، جہاں تک دنیاوی ترقی کا تعلق ہے، راجہ سہارن کی اولاد میں مظفر شاہ وغیرہم

گجرات کاٹھیاواڑ کے خودمختار بادشاہ ہوئے مگر قوم کیلئے بیکار محض ثابت ہوئے۔ گرجر قوم تو وہ قوم ہے جو اخلاقی کمزوریوں پر اپنے جسم کے حصوں (فرقوں) کو اپنے سے الگ کردیتی آئی ہے اور آج گرجر قوم فتح الدین رح کو محض اس بنا پر اپنا بابائے اعظم مانتی ہے کہ اس بزرگ ہستی نے اپنی قوم کو اپنی اولاد سمجھا، ملازمت کے دوران انہوں نے بعض مرتبہ اس قومی ہمدردی میں پریشانیاں اٹھائیں، اپنے خاص دوستوں سے بھی قومی مفاد کے لئے دست بگریباں ہوئے۔

قومی ہمدردی

ایک دفعہ دریائے بیاس پر ضلع ہوشیارپور میں... ایک بند باندھا گیا۔ برادری کے بہت سے... دیہات زیر آب ہوجانے کا خطرہ لاحق ہوا، آپ نے کوشش کی کہ زمینداروں کو معاوضہ دیا جائے لیکن ان دنوں پنجاب میں عالی جناب سر چھوٹو رام برسر اقتدار تھے جنہوں نے اس تجویز کی مخالفت کی، آپ کے تعلقات سر چھوٹو رام سے دوستانہ تھے مگر آپ نے عوامی بہبود کے سامنے دوستی کو بالائے طاق رکھا اور اس سلسلہ میں زوردار الفاظ کے ساتھ خط وکتابت جاری کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذکورہ دیہات کے زمینداروں کے لئے ایک معتدبہ رقم منظور کی گئی۔

جب آپ گورداسپور میں تعینات تھے تو آپ کی جائے رہائش پر صدہا مرتبہ ہزارہا افراد ملنے والے آتے تھے انہیں دنوں آپ نے بہت سے قومی بچوں کو اپنی جائے رہائش پر مستقل قیام کی اجازت دی جہاں انہیں مفت کھانا ملتا تھا۔

یہ بچے اس شہر میں تعلیم پاتے تھے ان طلباء نے اس طریقہ سے تعلیم پائی انہی عالی جناب چوہدری محمد عزیز صاحب مرحوم بھی تھے جو پہلے محکمہ زراعت میں ہیڈ کلرک ہوئے اور پھر اعلیٰ عہدوں پر فائض ہوئے۔ بلکہ محکمہ زراعت کے ڈپٹی ڈائریکٹر کے عہدہ تک وہ جا پہنچے۔

اس طرح رانا فتح الدین رح کے لگائے ہوئے بہت سے پودے آج تناور درخت بن چکے ہیں، اتنے بڑے عہدے پر متمکن ہونے کے باوجود آپ سے ملنے کیلئے نہ کسی اجازت کی ضرورت تھی اور نہ وقت مقرر کرنے کی، جس کا جب جی چاہے نیاز حاصل کرے، کھلا دربار تھا، آپ ہر بھائی کے درد اور دکھ میں شریک ہوتے تھے یہاں تک کہ لوگوں کے

لئے ملازمت حاصل کرنا ان کی ترقی کی فکر میں رہنا بلکہ بسا اوقات تو لوگ شادیوں تک کیلئے آپ کو سفارشات کیلئے مجبور کرتے رہتے تھے۔

ملازمت کے دوران آپ جس علاقہ میں گئے وہیں قومی افراد کا ایک سیلاب عظیم آپ سے اپنی مشکلات بیان کرنے کیلئے امنڈ پڑتا، مصیبت زدہ قوم کے دکھی لوگوں کی فریادیں سن کر آپ کے کلیجہ پر دھچکا لگتا اور آپ ملازمت کی پرواہ کئے بغیر ان کے دکھوں کا مداوا کرتے۔

گوجر قوم کے قدیمی مخالفین نے آپ پر طرح طرح کے الزامات عائد کرنے شروع کر دیئے یہاں تک کہ سورج دشمنی سورج کی طرف خاکی جبلیت کے انسانوں نے تعصب کی کمان میں رکھ کر الزامات کے تیر عین سرکاری اجلاس میں پھینکے مگر جاننے والے "نورانی آفتاب" کے جوہر کو جانتے تھے۔ چنانچہ پنجاب کے وزیراعظم عالی جناب سر سکندر حیات خاں مرحوم نے خاکی جبلیت کے ان انسانوں کو دندان شکن جواب دے کر ڈانٹا اور اجلاس سے باہر قانونی سزا کی دھمکی.. دی مگر اس نور خدا نے جس نے اپنا تمام نور قوم کے لئے وقف کر دیا تھا ان بھونکنے والوں کو معاف کر دیا حالانکہ آپ انہیں سزا دلا سکتے تھے (یہ کتنی بڑی خندہ دلی اور عفو تقصیرات کی... مثال ہے)

آپ ملازمت کے دوران ہر قسم کے لالچ، نذرانے اور سرکاری اخراجات میں اسراف بیجا کے ہمیشہ مخالف رہے۔

آپ کے مخالفین بھی آپ کی دیانت، مستعدی اور غریب پروری کی داد دیئے بغیر نہ رہے آپ نے ملازمت کی تنخواہ بھی کبھی جمع نہ کی اور نہ ہی اپنے اہل و عیال کیلئے جائیدادیں خریدیں اور نہ محلات تعمیر کرائے، آپ نے ہمیشہ ایک عام انسان کی طرح سب سے خلوص اور ہمدردی کے ساتھ سادہ زندگی بسر کی۔

قومی کارہائے نمایاں

عنفوان شباب سے ہی آپ کو قومی کاموں سے دلچسپی تھی، جن انجمنوں کا تذکرہ پیچھے مذکور ہو چکا ہے ان سب کے روح رواں آپ ہی تھے۔ انجمن اصلاح مسلم گوجراں جس کا اجلاس مورخہ ۱۶، ۱۷، اور ۱۸ مئی ۱۹۲۴ء کو بمقام روہڑ ہوا تھا اس میں آپ نے جو تجاویز پیش کیں وہ آپ کی دور بینی کا زندہ جاوید ثبوت ہے (ان تجاویز کا تذکرہ اسی حصہ تاریخ کے باب سوم میں گذر چکا ہے)

۱۹۲۷ء میں انجمن مسلم گوجراں پنجاب کی بنا رکھی گئی اور آہستہ آہستہ بہت سی انجمنیں قائم ہوئیں مگر۔ مولانا صاحب تمام انجمنوں کو ایک پلیٹ فارم پر دیکھنے کے متمنی تھے تاکہ ٹھوس بنیادوں پر قومی کام ہو سکے۔۔۔ چنانچہ پہلے آپ نے رسالہ مسلم گوجر کی سرپرستی کی اور پھر اس کے بعد "انجمن مرکزیہ گوجراں" کی بنیاد ڈال کر قومی بنیادوں پر گوجر گزٹ کا اجرا کیا۔ یہ انجمن غیر منقسم ہند میں قوم کی خدمت اعلیٰ پیمانہ پر کرتی رہی اور اسی کے تحت قرض حسنہ فنڈ وغیرہ جاری کئے گئے۔

اخلاق و عادات

آپ ایک نہایت خلیق و ملنسار شخص تھے ہر کدمہ آپ سے بلا جھجک اور بلا روک ٹوک ملاقات کرتا تھا آپ بچوں کے لئے شفیق اور بڑوں کیلئے مہربان تھے۔ مہمان نوازی آپ کی طبیعت میں انتہا کو پہنچی ہوئی تھی جس جگہ۔۔ آپ قیام کرتے تھے وہیں قومی پروانے آپ کی زیارت سے مشرف ہونے کیلئے امنڈ پڑتے تھے ان کے قیام و طعام کے انتظامات آپ اتنے انہماک اور خوشدلی سے کرتے تھے کہ بعض مرتبہ انسان کو آپ پر۔۔۔۔ مافوق الفطرت ہستی کے ہونے کا گمان ہوتا تھا۔ مہمانوں کیلئے خود چارپائیاں بچھانا اور آرام کی چیزیں۔۔۔ مہیا کرنا آپ اپنا شیوہ سمجھتے تھے، نوکروں کی کمی نہ تھی قوم نے آپ کو آپکی زندگی میں ہی اپنا پیشوا تسلیم کر لیا تھا ہر آدمی آپ کی خدمت کرنا سعادت سمجھتا تھا مگر آپ کو ان رکھ رکھاؤ سے چنداں رغبت نہ تھی بڑی سے بڑی غلطی کو آپ خندہ پیشانی سے ٹال دینے کے عادی تھے۔۔۔۔ زیادہ کیا مشفقانہ انداز سے نصیحت کر دی اور بس۔

مذہبی حیثیت

سرکاری ملازم رہتے ہوئے انگریزی سوسائٹی میں رہنا ان کا سا لباس پہننا اور ان کی زبان اس طرح بولنا گویا ان کا کوئی فرد بول رہا ہو مگر اس کے باوجود مذہب سے شیفتگی کا یہ عالم تھا کہ نماز کا وقت ہوا اور آپ لباس کو یکسر تبدیل کر دیتے اور خدا کے دربار میں عالم تضرع میں حاضری دیتے۔ آپ کی قیامگاہ پر ہمیشہ تنخواہ دار عالم نماز پڑھاتے اور بچوں کو قرآن مجید و حدیث کی تعلیم دینے کیلئے موجود رہتے تھے رمضان شریف کے ماہ مبارک میں جب کہ آپ کو دور دراز معائنہ وغیرہ کے سلسلہ میں باہر جانا پڑتا تب بھی ہمیشہ روزہ دار ہی رہتے۔ ارکانِ شرعی کی ذاتی پابندی پر مستزاد آپ کی جامع صفات اور ہمہ صفت موصوف شخصیت تھی جو سوسائٹی اور مخلوق کے حقوق کی بجا آوری میں شب و روز مشغول رہتی، ان کے زمانہ کے کم ہی ایسے مذہبی ادارے ہوں گے جن کو مرحوم کی مستقل سرپرستی۔۔۔ حاصل نہ ہوتی ہو۔ بعض افراد اور مستحق خانوادوں کی مستقل امداد بھی آپکا شعار عمر بھر رہا، خدمتِ دین

میں آپ کو سرفروشی کی حد تک شغف تھا چنانچہ اس راہ میں آپ ملازمت کی مجبوریوں کو بھی حائل نہ ہونے دیتے اس ضمن میں مدرسہ خیرالمدارس جالندھر شہر اور اس کے سالانہ جلسوں کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔ حالانکہ ان جلسوں وغیرہ میں اکثر و بیشتر علماء کا وہ طبقہ شریک ہوا کرتا تھا جو ارباب اقتدار کی نظروں میں کھٹکتا تھا پھی نہیں آپ علماء کرام کو اپنے گھر پر مدعو کرتے تھے، علماء و صلحاء سے مجلسیں، صحبتیں اور مذاکرات آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا، آپ کی اس بزرگی کی وجہ سے وزیراعظم سرسکندر حیات خان مرحوم اور سر چھوٹو رام نائب وزیراعظم آپ کو ہمیشہ "چچا" کہتے تھے اور نہایت عقیدت کی نظر سے دیکھتے تھے

قومی حیثیت

آج مولف کے زمانہ میں مذہبی تعصب ہی کسی شخص کے مذہبی ہونے کی پہچان رہ گیا ہے حالانکہ اگر دقیق نگاہ کر دیکھا جائے تو ہر متعصب شخص مذہبی احساس کمتری کا شکار ہوتا ہے، بڑے بڑے اولیاء کرام صلحاء و علماء عظام کی سوانح عمریوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ پاک ہستیاں مخلوق کیلئے رحمت کی بارشیں تھیں، جن سے یگانہ و بیگانہ سب مستفید ہوتے تھے، یہ بزرگ ہستیاں دیہاتوں میں دیہاتی وضع قطع اور علما کی مجالس میں عالمانہ انداز سے جلوہ افروز ہوتی تھیں جس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ غیر مذہب والا بھی ان سے ملاقات کا شرف حاصل کر کے خوش ہوتا تھا۔

چنانچہ یہ صفت مولانا میں قدرت نے خاص طور سے ودیعت کی تھی، تمام ہندو ان کو اسی عقیدت سے دیکھتے تھے جس طرح مسلمان۔ خصوصاً ہندو گوجر تو انہیں اپنا رہبر سمجھتے تھے، مولانا کا یہ اعجاز تھا کہ گوجر مہاراجہ ہز ہائی نس عالی جناب عزت مآب راؤ صاحب مدظلہ والئے سمتھر اسٹیٹ (بندیلکھنڈ) منعقدہ اجلاس ہوشیارپور میں شریک ہوئے خود مولف کو مولانا کا غائبانہ تعارف سب سے پہلے اتر پردیش (یو۔پی) کے ہندو گوجر معززین کے ذریعہ ہوا۔ مولف کو اچھی طرح یاد ہے کہ ۱۹۴۱ء میں جب گوجر اعظم ر؁ ہانسی تشریف لے گئے تو مدھیہ پردیش (علاقہ متوسط) اور مغربی یوپی کے ہندو گوجر جوق در جوق ان سے نیاز حاصل کرنے اور ان کے خیالات سے مستفید ہونے کیلئے پہنچے آج بھی "رسالہ ویر گوجر میرٹھ" کے صفحات ان کی گوجر قوم سے محبت کو تحریر کرنے میں رطب اللسان ہیں، یہی ہے اپنے محسن کو کوئی نہیں بھول سکتا اور واقعہ یہ ہے کہ کاش خداوند کریم گوجر اعظم کو ۱۸۵۷ء کے فوراً بعد عالم وجود میں لاتا تو گوجر قوم آج کہیں سے کہیں مدارج طے کر چکی ہوتی لیکن۔۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مسلم گوجروں کی تاریخ میں سوائے شاہ زین العابدین شاہ والئے کشمیر ایسی مثال نہیں ملتی

وہاں مذہب اور قومیت کا اس طرح امتزاج پایا جائے جیسا گوجر اعظم فتح الدین رحمیں پایا جاتا ہے

وفات آخر اس گراں قدر ہستی کو بھی موت کا ذائقہ چکھنا پڑا اور گوجر قوم کی یہ.... مایہ ناز شخصیت ماہ مئی ۱۹۴۴ء میں اپنے خالق سے جا ملی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

تعزیت نامے آپ کی وفات پر جو تعزیت نامے آپ کے صاحبزادے عالی جناب رانا اسلام الدین کشان مدظلہٗ کو ملے اور جو مختلف اخبارات میں شائع ہوئے ان میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

(۱) منجانب عالی جناب رائے بہادر جے چند لوتھرا صاحب آئی۔ اے ایس۔ پرنسپل پنجاب زراعتی کالج لائل پور۔ ڈمی۔ او۔ نمبر ۳۸۱۹ مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۴۴ء

(۲) 〃 انجمن مدرسۃ البنات جالندھر شہر پنجاب

(۳) 〃 مرکز دار الاسلام ڈاکخانہ جمال پور (متصل پٹھان کوٹ پنجاب)

(۴) 〃 انجمن خادمانِ اسلام جالندھر شہر

(۵) 〃 اساتذہ و طلباء اسلامیہ ہائی اسکول نیلہ محل

(۶) 〃 "دی بسی بیٹ کو اپریٹیو یونین لمیٹڈ" بسی۔ ڈاکخانہ میانی تحصیل دسوہہ ہوشیار پور

(۷) 〃 چودھری فضل کریم صاحب سینیر وائس پریذیڈنٹ انجمن باگریاں

(۸) 〃 چودھری غلام محی الدین صاحب از انجمن کوٹل گوجراں

(۹) 〃 چودھری رحیم بخش صاحب سکریٹری انجمن کوٹل چک سلیمان۔

(۱۰) 〃 چودھری غلام جیلانی خاں صاحب ذیلدار انجمن کوٹل بسی بیٹ

(۱۱) 〃 چودھری فضل احمد صاحب پریذیڈنٹ انجمن صفدر پورہ جنوبی

(۱۲) 〃 چودھری غلام محی الدین صاحب از انجمن موضع نوال

(۱۳) 〃 چودھری فتح محمد صاحب از انجمن موضع گورسیاں

(۱۴) 〃 چودھری محمد بخش صاحب از انجمن موضع راجپور

(۱۵) 〃 چودھری فضل احمد صاحب از انجمن موضع کاٹرہ

(۱۶) 〃 فضل احمد صاحب سکریٹری انجمن بھوجیاں

(۱۷) سنجابت — چودھری گوجر مل صاحب از انجمن گالووال
(۱۸) ر — چودھری بھگت سنگھ خزانچی انجمن بھوپہ (یو۔پی)
(۱۹) ر — مدرسہ التہذیبیہ اسلامیہ قادریہ۔ حیسدرتھ تحصیل زیرہ ضلع فیروزپور ۲۴-۳-۶
(۲۰) ر — مسلم اسٹوڈینس ایسوسی ایشن پنجاب زراعتی کالج لائل پور ۲۴-۳-۵
(۲۱) ر — مرزا بہادر بیگ آنریری سکرٹری گورنمنٹ پنشنرز ساکن کوٹلی مغلاں تحصیل دوسوم (اس کی نقل اخبار "انقلاب" لاہور میں شائع ہوئی۔
(۲۲) ر — فقیر محمد عبداللہ عفی عنہ خانقاہ شریف۔ کندیاں
(۲۳) ر — صوبیدار میجر فضل الدین صاحب صدر انجمن مسلم گوجراں لاہور
(۲۴) ر — انجمن گوجراں حلقہ انبالہ

المختصر اس مایۂ ناز ہستی نے دنیا کا گھر چھوڑ کر جنت کی راہ لی مگر بلا لحاظ مذہب وملت کروڑوں لوگوں کے ماوں میں اس کی یاد نے گھر کر لیا اور یہ یاد تاابد اسی طرح بڑھتی چلی جائے گی۔

فخرِ گوجر قوم عالیجناب نواب سر فضل علی صاحب رح

جن دنوں ملک کے طول وعرض میں گوجر قوم میں احساس بیداری پیدا ہو رہا تھا انہیں ایام میں ضلع گجرات (پنجاب) میں ایک مشہور ومعروف ہستی نے قوم کے نام کو بلند کیا اس کا نام نامی (عالیجناب) فضل علی تھا جو گوجروں کے خاندان کالس میں پیدا ہوئے۔

سکھوں کے دورِ حکومت میں آپ کے دادا رانا امام بخش صاحب ایک مقتدر سردار تھے جو علاقہ میں بار سوخ اور صاحب حیثیت تھے اور سکھ عملداری میں آپ اپنے علاقہ کے افسر اعلیٰ سمجھے جاتے تھے چنانچہ اس زمانہ کے رواج کے مطابق آپ کو سرکاری اخراجات کیلئے ایک وسیع علاقہ بطور جاگیر ملا ہوا تھا۔ رانا امام بخش صاحب کے بیٹے رانا سلطان علی صاحب کے زمانہ میں مارچ ۱۸۴۹ء میں سکھوں کی... عملداری ختم ہو کر پنجاب میں انگریز برسر اقتدار آ گئے، ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزوں نے رانا سلطان علی صاحب کو صرف موضع ڈھینڈہ کلاں اور نصف اجنالہ کی ملکیت کا حقدار تسلیم کیا، عالی جناب نواب سر فضل علی صاحب

انہیں رانا سلطان علی صاحب کے صاحبزادے تھے۔

نواب سر فضل علی صاحب بچپن ہی سے نہایت شریف ہوشیار اور ذہین تھے تعلیم کے علاوہ کھیلوں میں بھی آپ کو خاص امتیازی درجہ حاصل تھا، ہائی اسکول کی تعلیم سے فارغ ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد آپ نے ذیلداری کا کام سنبھال لیا اور اکتوبر ۱۸۹۶ء میں پھالیہ میں سب رجسٹرار مقرر ہوئے۔

ترقی و درجات

۱۹۰۰ء میں آپ کو گجرات کی آنریری بنچ میں مجسٹریٹ بنادیا گیا، ۱۹۰۲ء میں گجرات میں سب رجسٹرار اور سول جج مقرر ہوئے، ۱۹۰۶ء میں آپ کو "خانصاحب" کا خطاب ملا اور ۱۹۰۹ء میں ایم۔بی۔ای بنائے گئے اس کے بعد آپ کو "خان بہادر" اور پھر "او۔بی۔ای" کے اعزازات سے حکومت نے سرفراز کیا اور پانچسو روپے سالانہ کی جاگیر عطا کی گئی، ۱۹۳۲ء میں آپ کو نواب کا خطاب ملا اور ۱۹۳۳ء میں دوسو پچاس روپے سالانہ کی مزید جاگیر سے ممتاز کئے گئے، سال رواں کی ابتدا میں سال نو کے اعزازات کے سلسلہ میں حکومت نے ان کی گوناگوں ملکی اور قومی خدمات کے صلہ میں انہیں "سر" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

نواب صاحب پنجاب کے بہت بڑے زمینداروں میں سے تھے اور کاشتکاری کے کام میں آپکو بہت دلچسپی تھی آپ اپنی وسیع آراضی کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے کرتے تھے اور اس سلسلہ میں محکمہ زراعت کے ترقی یافتہ وسائل اور آلات کشاورزی استعمال کرتے تھے

ملکی و قومی خدمات

نواب صاحب کی ملکی و قومی خدمات بہت زیادہ ہیں آپ ہمیشہ زمینداروں کی بہتری کیلئے۔۔۔۔ کوشش کرتے رہتے تھے، تحریک امداد باہمی، رسومات قبیحہ کے انسداد و اشاعت تعلیم کے سلسلے میں آپ کو شاندار کامیابیاں حاصل ہوئیں، زمینداروں کی جہالت اور پسماندگی سے متاثر ہو کر ممدوح نے ۱۹۱۴ء میں اپنے ضلع میں "زمیندارہ ایجوکیشنل ایسوسی ایشن" کی بنیاد رکھی اور اس کو کامیاب بنانے کیلئے اور چندہ جمع کرنے کیلئے گاؤں گاؤں کا دورہ کیا، ۱۹۱۵ء میں ایسوسی ایشن کے ماتحت "زمیندارہ ہائی اسکول گجرات" کی بنیاد رکھی گئی۔ جسمیں رسمی تعلیم کے علاوہ دینیات زراعت اور لکڑی کی دستکاری کی تعلیم کا انتظام اعلیٰ پیمانہ پر کیا گیا، ابتداء سے لیکر آج تک اس اسکول کو پنجاب بھر میں نتائج امتحانات

اور کھیلوں کے لحاظ سے خاص امتیاز حاصل رہا ہے اور اس کا شمار صوبے کے بڑے اسکولوں میں ہوتا ہے نواب صاحب کی تعلیمی مساعی کے انہاک کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے سالہا سال کی مسلسل کوشش سے زمیندارہ ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کی بنیادیں اِس درجہ مستحکم کر دیں کہ گذشتہ چھ سال سے اِس ایسوسی ایشن نے ایک زمیندارہ کالج کھول دیا ہے جس میں بی۔ اے تک کی تعلیم کا نہایت اعلیٰ اور کم خرچ پر تعلیم دینے کا انتظام ہے۔

الغرض نواب صاحب نے تیس سال تک زمیندار لوگوں میں تعلیم کی اشاعت کے لئے بیحد سرگرمی سے کارہائے نمایاں سر انجام دیئے۔ اور اسے آپ کی جانفشانی اور اخلاص کا ثمرہ سمجھنا چاہیئے کہ آپ زمیندار بچوں کیلئے ایک عظیم الشان درسگاہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ آپ کے تعلیمی انہاک کی نسبت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ اپنے زمانہ میں نواب سر فضل علی مرحوم ملک کی سب سے مقتدر ہستی اور محبوب شخصیت تھی۔

اگر بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو در اصل نواب صاحب کا "زمینداروں" کو ایک پلیٹ فارم پر لا کر کھڑا کرنا ان کی خداداد قابلیت کا مظہر ہے وہ حالات کو بھانپ چکے تھے کہ ایک دن یہی قومیں تباہ حال ہوں گی جو پہلے سے ہی روندی ہوئی آ رہی تھیں۔

وفات

نواب صاحب کی وفات ۳۰ راکتوبر ۱۹۴۲ء کو ہوئی پنجاب میں "زمینداروں" کی طاقت وسطوت کا ڈنکا بجانے والا آج ہم میں نہیں ہے مگر اس کے عظیم الشان کارناموں نے "گجرات" کا نام زندہ کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ جب گوجر قوم پر ادبار کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اور یہ تاریخی قوم پس پشت ڈال دی گئی تھی اس وقت خان بہادر نواب سر فضل علی صاحب سورج بن کر نمودار ہوئے اور اپنی ضو فشانی سے قوم کو منور کر گئے۔ آپ کا مختصر شجرہ حسب ذیل ہے۔

جناب رانا امام بخش صاحب مرحوم

|

جناب رانا سلطان علی صاحب مرحوم

|

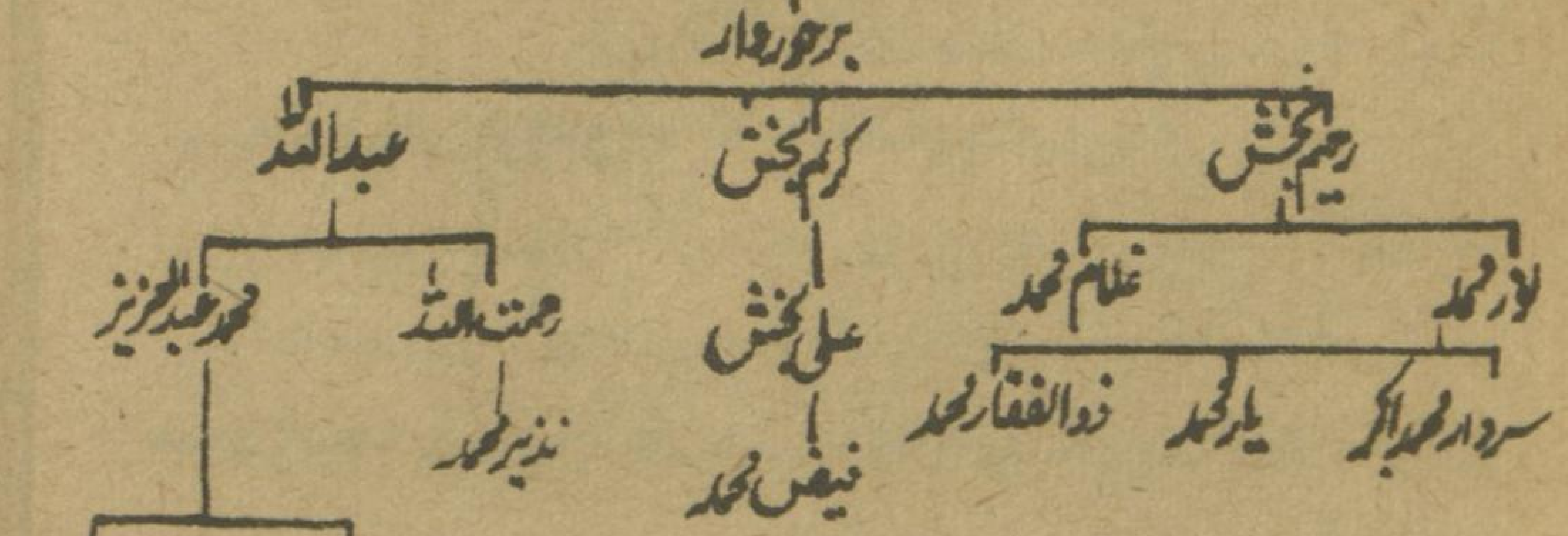
فخر گوجر قوم عالیجناب رانا سر فضل علی صاحب مرحوم

رانا مہدی علی صاحب — رانا اصغر علی صاحب

نوٹ:۔ باقی شجرہ اس حصہ میں کسی صفحہ پر تحریر ہے۔ مؤلف

عالی جناب منشی محمد عبدالعزیز صاحب مرحوم روپڑی!

گوجر قوم کی تنظیمی تاریخ میں جناب منشی محمد عبدالعزیز صاحب مرحوم و مغفور کا نام نامی ہراول کے سرداروں میں نہایت ممتاز نظر آتا ہے، ہر دور میں جہاں گوجر تنظیم کا تذکرہ ہوگا وہاں آپ کی مساعی جمیلہ کا ذکر ضرور ہوگا۔ آپ اصلاً موضع آدم پور ضلع جالندھر کے ایک مشہور چاڑ خاندان سے تھے آدم پور کی سکونت ترک کر کے روپڑ میں جا مقیم ہوئے اور وہاں کچہری میں اپیل نویسی کا کام کرتے رہے، سنہ ۱۹۳۲ء میں انجمن اصلاح گوجراں کی بنیاد رکھی آل انڈیا گوجر پنچایت منعقد کرانے کا سہرا بھی بڑی حد تک آپ کے سر تھا، آپ قومی اصلاح میں اپنے تمام ہمعصروں سے پیش پیش تھے آپ کی دیانت و امانت کا شہرہ شہر اور گرد و نواح میں ہر جگہ ہے بڑے متدین اور متواضع بزرگ تھے گذشتہ دو ایک پشتوں سے آپ کا شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے۔



نوٹ

منشی محمد عبدالعزیز صاحب مرحوم کو خداوند عالم نے چار دختران باسلیقہ بھی عنایت فرمائی ہیں جو حسن تعلیم سے مکمل طریقہ پر آراستہ و پیراستہ ہیں مولف کو افسوس ہے کہ تادم تحریر تاریخ ہٰذا ان کے برادر نے مولف کو حالات حیات سے آگاہ نہیں فرمایا ورنہ گوجر خواتین کے سلسلہ میں ایسی خواتین کے حالات ضرور تحریر کیے جاتے۔

نیا زمانہ

باب ہفتم

نئے زمانہ کا آغاز

جس زمانہ میں گوجر قوم بیدار ہو رہی تھی اسی زمانہ میں دوسری اقوام ترقی کے انتہائی مدارج طے کر چکی تھیں زمانہ قلمی بنتا جا رہا تھا، جن قوموں نے تعلیم حاصل کر کے قلم کی طاقت کو سنبھالا وہ قومیں وہ تھیں جنہوں نے تاریخ میں ہمیشہ "حکومت وقت" کی قصیدہ گوئی کی لہذا ان قوموں نے قلم کے زور اور تحریرات کے بل بوتے پر ایک ایسے زمانہ کا آغاز کر دیا جس کی لپیٹ سے کوئی شخص نہ بچ سکا۔

اس لپیٹ کی جڑیں معلوم کرنے کیلئے سابقہ پوری کی پوری تاریخ کی ورق گردانی کی ضرورت ہے مگر مولف کو اس بارے میں کچھ نہیں کہنا ہے یہ تو مولف نے بچپن میں دیکھا کہ زمانہ میں یگانگت تھی مگر دنیاوی کاروبار میں اگر معلوم ہوا کہ زمانہ بدل دیا گیا ہوا تھا جس کی تفصیل، میں اپنے چشم دید حالات سے شروع کرتا ہوں۔

"احقر کی پیدائش ماہ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو بمقام موضع ماہی پور علاقہ کاندھلہ... ضلع مظفر نگر اتر پردیش (یو-پی) میں ہوئی ابتدائی تعلیم اپنے ماموں کے یہاں قصبہ گنگوہ شریف ضلع سہارنپور میں مذہبی تعلیم سے ہوئی میرے ماموں زاد بھائی اس وقت قرآن شریف کو حفظ کر رہے تھے مگر میں قرآن شریف پڑھنے کے بعد واپس آیا۔

ماہی پور کے علاوہ ہماری جائیداد پاس کے ایک گاؤں کھندراولی میں بھی تھی، اسی گاؤں کے رہنے والے ایک لالہ جی لکشمی چند نے ہمارے گاؤں میں... ایک ذاتی مدرسہ کھولا جس میں اس وقت زیادہ تعداد گوجر لڑکوں کی تھی، جب میں اپنے ماموں کے یہاں سے آیا اس وقت یہ مدرسہ جاری تھا، میں درجہ الف میں داخل ہو گیا، ہر سال امتحان میں میرے نمبر سب سے زیادہ آئے۔"

نوٹ نمبرا:۔ اس وقت ہر جگہ اردو کی تعلیم تھی اور اسکول کو ہندو مسلمان سبھی "مدرسہ" کہتے تھے.... اور ٹیچر کو "منشی جی" کے نام سے موصوف کیا جاتا تھا۔ مولف

لکشمی چند میرے والد جناب چودھری رحمت علی صاحب چوہان مرحوم کی نظر کرم کی وجہ سے میری خطاؤں کو کبھی نہ بخشتے تھے اس لئے مجھے مدرسے سے کبھی غیر حاضر ہونے کی جرأت نہ ہوئی، مروجہ تعلیم کے لحاظ سے (۱) درجہ الف (۲) درجہ ب (۳) درجہ ایک اور پھر (۴) درجہ دو پاس کر کے میں کھنڈراولی کے سرکاری اسکول میں درجہ تین میں داخل ہو گیا، ادھر ہمارے گاؤں سے منشی لکشمی چندجی ٹریننگ کیلئے سرکاری اسکول میں چلے گئے اور ان کے جاتے ہی گاؤں کا اسکول ختم ہو گیا۔

پرائمری اسکول کھنڈراولی میں ایک بھی لڑکا مسلمان گوجر نہ تھا ہندو گوجر لڑکے بھی صرف تین تھے بقایا سب کے سب بنیئے اور برہمن تھے، اس اسکول میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے مجھے اپنے گوجر ہونے کا احساس ہوا اور ہم چاروں گوجر ایک ہی قوم سمجھے جانے لگے اس اسکول میں بھی میں ہمیشہ اوّل رہا

دو سال اس اسکول میں پڑھ چکنے کے بعد چار میل دور کے قصبہ شیاملی میں ورنا کیولر مڈل اسکول میں داخل ہوا اور قیام و طعام کا انتظام سرکاری... بورڈنگ ہاؤس میں ہوا!

پورے مڈل اسکول میں لڑکوں کی تعداد تقریباً دو سو (۲۰۰) تھی مگر تمام اسکول میں گوجر لڑکے صرف دو (۲) تھے اور مسلم گوجر میں اکیلا تھا، چودہ لڑکے شیخ صاحبان تھے قصبہ کے بنیئے، برہمن اس اسکول میں کم تھے کیونکہ وہ انگریزی اسکول میں داخل ہوتے تھے بقایا اس اسکول میں زیادہ تر تعداد جاٹوں، اور دوم نمبر پر تعداد... ہریجنوں دستودروں، کی تھی! بورڈنگ ہاؤس میں مسلم طلباء کا کمرہ الگ تھا مگر کھانے کا انتظام ہندو باورچیوں کے ہاتھ میں سب کا مشترک تھا۔

بورڈنگ ہاؤس نے ہمیں ایک تلخ تجربہ دیا، ہفتہ کے روز سب لڑکے گھر جاتے اور جب پیر کو اسکول آتے تو ایک نہ ایک نئی مذہبی تعصب کی بات سننے میں آتی، نہ معلوم اتوار کے دن اپنے گھروں سے لڑکے کس استاد کی باتیں سن کر آتے تھے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز بورڈنگ ہاؤس میں اعلان ہوا کہ:۔

"ہریجن اور ہندو ایک ہیں"

نہ معلوم شیخ مقصود علی متعلم درجہ ہشتم کو اس اعلان سے کیا ہوا کہ اس نے سب کو... "کافر" کہنا شروع کر دیا اور ہندوؤں نے مسلمانوں کو "ناستک" کہنا شروع کر دیا مجھے تھوڑے ہی دنوں میں علاءالدین خلجی اپنا نظر آنے لگا اور "اپنی دلوی پدمنی"... کا فسانہ معلوم ہونے لگی۔

ایک روز افلاطون گوجر ساکن کھنڈرلول جو میرا ہم جماعت تھا کہنے لگا کہ "تم ان

تینوں کی باتوں سے جو سنس میں اگر یہ معنی کا فقرہ کیوں درمیان میں لاتے تھے گیا وہ تمہاری قوم کی نہیں تھی"

میں نے یہ مسئلہ گھر آکر والد صاحب کے سامنے رکھا انہوں نے منع کیا کہ آئندہ کسی بنیئے یا شیخ کے ساتھ ہرگز نہ رہنا اور نہ کسی سے بحث کرنا آخر اسی اسکول میں "گوجر قومیت" کا آغاز ہوا" گوجروں کے گاؤں رسول پور کا رہنے والا ایک برہمن بھولن بھی ہمارے ساتھ ہو گیا پورے اسکول میں ہم تین لڑکے الگ انفرادیت لے بیٹھے - مگر واہ ری ستیاناسیا۔ کچھ ہی دن بعد ہندوؤں نے مجھے "اکبر" افلاطون ہندو گوجر کو "مان سنگھ" اور برہمن بھولن کو بیربل کہنا شروع کر دیا۔

بھولن برہمن ہم تینوں میں بڑا تھا اور وہی لیڈر تھا افلاطون اس کے بعد اور میں دونوں سے جسمانی طور سے کمزور تھا' بھولن برہمن نہ صرف برہمن تھا بلکہ لڑائی جھگڑے میں کبھی پیچھے نہ ہٹتا تھا۔ ایک سال بعد شیخ صاحبان تو مڈل پاس کر کے بورڈنگ ہاوس چھوڑ گئے مگر میں اکیلا مسلمان بورڈنگ ہاوس میں رہ گیا۔ کوئی ہندو لڑکا اپنے ساتھ کمرے میں مسلمان کو رکھنا گوارا نہ کرتا تھا اور میں افلاطون کو بذات خود کہنا نہ چاہتا تھا آخر میں اسکول سے واپس گھر آیا اور والد صاحب کو کہا کہ آپ مجھے کسی مسلم اسکول میں داخل کرا دیں۔

والد صاحب کا خیال تھا کہ جس طرح گاؤں میں بنیئے، برہمن اور شیخ جی وغیرہ گوجروں سے دبے رہتے ہیں اسی طرح گوجروں کا ادب شہر والے بھی کرتے ہوں گے لہذا انہوں نے منگت بنیئے کو بلا کر میرے ساتھ بھیجا اور کہا "ماسٹر جی کو کہہ دینا کہ اگر لڑکے کو کوئی تکلیف ہوئی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

منگت بنیا قصبہ اور شہر کی فضا جانتا تھا کہ "یہ چودھری صاحب صرف گاؤں میں اکڑتے ہیں انہیں شہر میں بنیئے اور شیخ جی پوچھتے تک نہیں" اس لیئے اس نے بڑے ادب سے ماسٹر جی کو سب باتیں کہہ دیں اور میں بھولن برہمن کے کمرے میں رہنے لگا، بھولن کو لڑکوں نے مسلم گوجر کہنا شروع کر دیا اور بھولن اپنے گوجر ہونے پر فخر کرنے لگا وہ اعلانیہ کہتا کہ ہم گوجر ہی ہیں

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ تقریباً دو سال اس اسکول میں کیسے گذرے اور یہ صرف بھولن برہمن گوجر اور افلاطون کھشتری گوجر کی محبت تھی کہ میں نے بے عزتی کے مارے

نوٹ نمبر ا:۔ یہ بات بالکل صحیح ہے اسکی تصدیق راقم الحروف ابھی پچھلے سال بھارت جا کر کر چکا ہے ناگر گوت کے برہمن اور ناگر گوت کے گوجر ایک ہی خاندان ہی ہیں

خودکشی نہ کی کیوں کہ روز روز شکایت کرنے سے والد صاحب کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی کہ میں گوشت نہ ملنے کی وجہ سے مسلم اسکول میں جانا چاہتا ہوں لہٰذا وہ کہہ دیا کرتے "بیٹا! سیکڑوں سال سے ہمارے باپ دادا مسلمان بن کر ہندوؤں میں ایک ہی قوم بن کر رہ رہے ہیں یوں کیوں نہیں کہتے کہ بوٹیوں کا مصالحہ کھانے کو جی چاہتا ہے۔"

اب میں انہیں کیسے سمجھاتا کہ .... بزرگوار! جس چمچ سے ہندو باورچی دال دیتا ہے وہ میرے نام کا الگ ہی ہے۔"

آخر خدا خدا کر کے اس اسکول سے پیچھا چھوٹا اور میں مڈل پاس کر کے "ہندو اینگلو سنسکرت ہائی اسکول کاندھلہ" میں داخل ہوا۔

مڈل اسکول میں میری اصلی زبان اردو اور دیگر زبان ہندی تھی... کیونکہ انگریزی پڑھنا گناہ عظیم بتایا گیا تھا، اس لئے ہائی اسکول میں مجھے مڈل پاس کرنے کے باوجود ساتویں جماعت میں لیا گیا۔ ساتویں جماعت میں داخل ہوتے ہی یہ بات ادھر سے ادھر تک تمام رشتہ داروں میں پھیل گئی کہ لڑکا کرسٹان ہو گیا، مزے دار پہلو یہ ہے کہ تھانہ بھون اور دیوبند کے شیخ صاحبان جن کے مرید مسجدوں کے امام تھے اور جن کے رشتہ دار لڑکے علی گڑھ کالج میں.... انگریزی پڑھ رہے تھے انہوں نے ہی لوگوں کو انگریزی تعلیم کے خلاف کیا ہوا تھا۔

والدہ صاحبہ تو اس قدر ناراض ہوئیں کہ انہوں نے منتیں ماننی شروع کر دیں، اگر مجھے انگریزی تعلیم اور اس اسکول میں کوئی ایسی بات نظر نہ آئی جس سے مذہب پر زد پڑتی ہو لہٰذا والد صاحب کے کہنے کے باوجود میں نے تعلیم جاری رکھی۔

اس اسکول کا ماحول پرسکون تھا، ہیڈ ماسٹر صاحب سری کرشن لوٹپے بی۔ اے ساکن دہلی ایک کشمیری پنڈت تھے جو تعصب سے بالکل بری تھے یہ نویں اور دسویں جماعت کے طلباء کو انگریزی پڑھاتے تھے... بورڈنگ ہاؤس کے وارڈن بھی یہی تھے اور بورڈنگ ہاؤس میں اکثر ہندو لڑکے ان کی تعلیم کے زیر اثر مسلمان لڑکوں کے ساتھ ایک ہی.. برتن میں کھانا بھی لیتے تھے مگر اسکول کی فضا میں اس دن تلاطم برپا ہو جاتا تھا جس دن شیخ اشتیاق حسین قریشی آجاتا تھا، وہ غیر حاضر رہنے کا عادی تھا مگر جس دن اسکول آتا تھا اسی دن ہندو مسلم فساد کی نوبت

آجاتی تھی مگر یہ جھگڑا اکثر قصبہ کے ہی لڑکوں میں ہوتا تھا بورڈنگ ہاؤس اس سے محفوظ رہتا تھا۔

ہمارے ہیڈ ماسٹر صاحب بحث و تمحیص کے بڑے شائق تھے نویں اور دسویں جماعت میں پہنچ کر ان سے سابقہ پڑا دونوں سال ان کا تیسرا گھنٹہ انگریزی کا ہوتا تھا مگر اکثر ہماری کلاس شام کو ختم ہوتی تھی اور کبھی دفعہ رات کو عشاء کے وقت کلاس ختم ہوتی بحث کا موضوع ہمیشہ رسم و رواج ہوتے تھے انہیں ہندوؤں کے رسم و رواج سے چڑ تھی اور لڑکوں کو کھلی آزادی تھی کہ وہ ہمیشہ بحث میں حصہ لیں خود گوشت خور تھے اور ہندی زبان کا یہ شعر بیان کیا کرتے تھے۔

سکل پدارتھ جگ ماہیں
کرم ہین نر پاوت ناہیں

یعنی دنیا خدا کی نعمتوں سے مالا مال ہے مگر بدقسمت لوگ انہیں حاصل نہیں کرتے۔

فارسی میں کافی سوجھ بوجھ تھی قرآن شریف کی آیات بھی گاہے گاہے بیان کر دیتے تھے چونکہ میرے پاس اختیاری مضمون فارسی تھا اس لئے بعض مرتبہ کچھ اور بحث رہتی تو مجھ ہی سے پوچھ بیٹھتے کہ

رومی اور جامی کتابیں کس کی لکھی ہوئی ہیں؟

میرا نام "ملاجی" رکھا ہوا تھا مگر طنزیہ نہیں بلکہ اعزازی طور سے ایک روز ایک جاٹ لڑکے نے کہا کہ "ماسٹر صاحب آپ ہم لوگوں کو ملاجی کیوں کہتے ہیں ہم تو گوجر اور جاٹ ہیں"

ماسٹر صاحب بولے "کھشتری بنتے ہو آؤ مجھ سے کلائی پکڑ الو یا میری کلائی تھام لو" ماسٹر صاحب تن و توش کے خوش رو اور قوی ہیکل شخص تھے کئی گوجروں اور جاٹوں نے کوشش کی مگر دونوں طریقوں سے ناکامیاب رہے۔ ناکامیاب ہو کر پیلوہن دھیجے پال طالبعلم نے کہا

ماسٹر جی! آپ تو پرشورام ہیں۔

سب ہنس پڑے

ماسٹر صاحب نے فوراً کہا ؎

۱:- پرشورام وہ بہادر برہمن تھا جس نے ہستنا پور کی کھشتری حکومت ختم کی تھی۔ مؤلف

گوجر، جاٹ کھشتری ورن	مت گراں کا اپمان	گوجر جاٹ کھشتری ورن ہیں ان کی بے عزتی مت کرو۔
ہستنا پور، ایودھیا چھٹ گئے	پرشرام کہلایا بلوان	ہستنا پور اور اجودھیا سے کھشتریوں کے چلے جانے کے بعد پرشرام طاقتور کہلایا۔
دوارکا اجین بس گئے	جنم لے گیا وردھمان	مگر انہوں نے دوارکا (گجرات اور اجین (مالوہ) کو آباد کر لیا اور.. وردھمان (مہابیر سوامی) پیدا ہوا جس نے برہمنوں کے تقدس کو ضرب پہنچائی

یا آخر ہائی اسکول کو اردو حساب میں اعزاز کے ساتھ پاس کر کے میں نے فرسٹ ڈویژن حاصل کی اور ۱۹۴۱ء میں میرٹھ کالج میں داخلہ لے کر مسلم ہوسٹل میں قیام کیا، یہ پہلا موقعہ تھا کہ مجھے مسلم ہوسٹل میں رہنے کا اتفاق ہوا اور ایک تجربہ حاصل ہوا۔

پہلے سال والے (فرسٹ ایر) لڑکوں کا ہنسی مذاق کرنا تو کالجوں میں عام رکھا تھا مگر یہاں آکر مسلم طلباء کے اخلاق و عادات دیکھنے کا مزید اتفاق ہوا۔

۱:۔ فرسٹ ایر والوں کے سوا ایک بھی لڑکا نماز نہ پڑھتا تھا اور نہ کسی کو کھیلوں سے شوق تھا مگر روزمرہ اسلامیات پر بحث ہوتی اور ہندوؤں کو گالیاں دی جاتیں۔

۲:۔ تمام طلباء دن چڑھے سو کر اٹھتے اور اکثر راتوں کو گانا سننے جاتے

۳:۔ جو لڑکے نماز پڑھتے تھے ان کے لوٹے اور جا نمازیں چوری کر لی.. جاتیں۔

اس زمانہ تک مجھے ورزش کا شوق ہو چکا تھا میں روزمرہ... صبح سویرے ریس کورس میں ورزش کرنے جاتا تھا تو وہاں صدہا ہندو طلباء ورزش کرتے ہوئے ملتے تھے۔

چنانچہ اسی میدان میں میری ملاقات کئی ہندو گوجروں، جاٹوں اور راجپوتوں سے ہوئی، میں ان کے پاس گاہے گاہے ہندو ہوسٹل میں جانے لگا یہ ہوسٹل ہمارے ہوسٹل کے پاس ہی تھے، جب اس آمد رفت کا پتہ مسلمان بھائیوں کو لگا تو انہیں بڑا تعجب ہوا، دریافت کرنے لگا کہ یہ دوستی قومیت کی وجہ سے ہے۔

ف:۔ ۱:۔ اپنے سرکل میں اول آیا۔ مؤلف

اتنے بڑے شہر کے کالج ہیں جسمیں طلباء کی تعداد ڈھائی ہزار تھی اور بڑے بڑے شیوخ وسادات کے صاحبزادگان آتے تھے میرا نام "نو مسلم" رکھا جانا قدرتی بات تھی کیوں کہ میں نماز پڑھنے کا عادی تھا۔ جب کہ دوسری مسلم قومیں کالج میں داخل ہوتے ہی ترقی یافتہ اور "شیخ وسید" بن چکی تھیں میں نے اپنی ہر کاپی اور کتاب پر لفظ "گوجر" جلی حرفوں میں لکھنا شروع کر دیا۔ کیوں کہ ہمارے بھائی شیخ وسید اپنے ناموں میں اپنی قوم کے الفاظ استعمال کرتے تھے اور انگریزی میں لفظ ایس د S) ایک رواج ہو چکا ہے۔
میں نے اپنے کو جی۔ اے۔ ایچ۔ چوہان لکھنا شروع کر دیا۔ مزید ار بات یہ تھی کہ ہوسٹل میں صرف میں اکیلا مسلم گوجر یا جاٹ یا راجپوت تھا۔
رمضان شریف کا مہینہ آیا۔ دوپہر کا کھانا بند ہوگیا، سحری پکنے لگی ہوسٹل کے ملازم سحری کا کھانا کمروں میں لے آتے اور رکھ کر چلے جاتے۔
ایک روز مسلم ہوسٹل میں روزہ داروں کی مردم شماری کی گئی۔ صرف چار روزہ دار تھے۔ تین کے روزے زبردستی منہ میں پانی ڈال کر ساقط کرا دیے گئے پھر وہ بھی ہنسی کا سبجکٹ بن گئے۔ چوتھا میں رہ گیا۔ میرے ساتھ زبردستی کا معاملہ ذرا ٹیڑھا تھا کیوں کہ میں اب جوان گوجر تھا اور اپنے مقابلہ میں کسی دوسری قوم کے فرد کو طاقتور نہ سمجھتا تھا (یہ میرا خیال تھا یا قدرتی بات تھی)۔
کئی روز تک مجھ سے کسی نے کچھ نہ کہا۔ ویسے آتے جاتے یہ سنائی دیا کہ:۔

"فرسٹ ایر فول ہے اگلے سال روزہ خود چھوڑ دے گا"

میں سوچتا:۔

"خدایا! یہ کیسے مسلمان ہیں؟۔ کیا ہندوؤں کو گالی دے لینا ہی مسلمان کے لیے مسلمان ہونے کی سند باقی رہ گیا ہے"
آخر ایک روز یلغار کر کے آٹھ دس بھائیوں نے گھیر لیا اور لوٹا اٹھا کر میرے منہ میں زبردستی پانی ڈالنے لگے۔ ہاتھا پائی میں کامیاب ہونا تو ناممکن تھا اس لئے میں نے سحری کا بالنس نکال کر دو ایک کو ہی رسید کئے تھے کہ۔۔۔
"کنویں میں کائی پھٹ گئی"۔ یہ خبر مارڈن جیلانی صاحب کو پہنچی انھوں نے ہنس کر فرمایا "بھئی! اس مسلمان کو ہم ضرور دیکھیں گے"۔
ایک روز دوپہر بعد میں جیلانی صاحب کی قیام گاہ کے پاس سے گزر رہا تھا

میرے ہی ہم جماعت عبدالرحمٰن خاں درانی نے مجھے آواز دی کہ جیلانی صاحب بلا رہے ہیں، میں سلام کرکے اندر حاضر ہوا۔ ڈائننگ روم میں کم ازکم پندرہ بیس طلباء بیٹھے جیلانی صاحب کے ساتھ حقہ پی رہے تھے اور شراب کے موضوع پر بحث چل رہی تھی، جیلانی صاحب فخریہ انداز میں کہہ رہے تھے کہ "رمضان شریف کے مہینہ میں قطعاً میں شراب کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ وغیرہ وغیرہ۔

آخر پہلے تو یہ بحث چلی کہ نواب آف چھتاری جب کہ گوجر ہیں تو وہ اپنے کو راجپوت کیوں کہتے ہیں، پھر اس کے بعد گرم کی بات یہ آئی کہ تم نے ساتھیوں کو ڈنڈے مار کر کمرے سے باہر نکال کر ان کی بے عزتی کی ہے۔

میں نے کہا... اگر یہ میرے کمرے میں آئیں جیسا کہ پہلے آتے تھے تو... ان کا آنا بسرو چشم..... لیکن یہ تو روزہ ساقط کرنے کو کہتے تھے کیا یہ اسلام کے منافی نہیں ہے۔

جیلانی صاحب نے کہا... کہ یہ تو کہہ رہے تھے کہ تمہارے کمرے میں ہندو تو داخل ہو سکتے ہیں مگر مسلمان کوئی نہیں جا سکتا۔"

میں نے کہا "جیلانی صاحب! آپ ان کی باتوں کا یقین کرتے ہیں جو طالب علم کہلاتے ہیں اور ہوسٹل میں طوائفوں کو لاتے ہیں — روزہ نماز سے سروکار نہیں — ورزش کرنے سے انہیں گریز — اس کے باوجود انہیں اپنی مسلمانی اور بہادری پر ناز ہے۔"

عبدالرحمٰن خاں درانی ایک دم بولا:-

"اس میں کیا شک ہے.... ہم نے ہزار سال تک حکمرانی کی ہے اور اپنے کسی بہادر کو۔"

میں بولا:-

"ہزار سال تک تمام دنیا نے یہاں حکمرانی کی ہے اس کے باوجود ہم زندہ ہیں... اگر بہادری دیکھنی ہے تو تم صرف پانچ منٹ کسی طریقہ سے بھی مقابلہ کر جاؤ تو میں گوجر نہیں۔"

جیلانی صاحب ہنسنے لگے، مگر درانی صاحب پر گھڑوں پانی پڑ گیا میرے ہم جماعت درانی صاحب کی (بقول ان کے) مادری زبان فارسی تھی اس نے بڑے طمطراق سے کہا:-

"لڑنا بھڑنا شریفوں کا شیوہ نہیں ہے۔ تم میرے ساتھ تعلیم میں مقابلہ کر لینا۔"

چنانچہ میں نے درّانی صاحب کا یہ چیلنج قبول کر لیا اور بحمد اللہ کہ ہر مضمون میں ان سے زیادہ نمبر حاصل کیے۔

گو مجھے لاگ یہ تھی کہ فارسی میں (جس کو درّانی صاحب اپنی مادری زبان کہتے تھے) زیادہ نمبر ضرور آنے چاہییں لہذا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ درّانی کے نمبر فارسی میں نہ صرف مجھ سے کم آئے بلکہ دو ہندو بھی ان سے زیادہ نمبر لے گئے اور فارسی کے پرچہ میں یہ مادری زبان والے ذات شریف چوتھے نمبر پر آئے۔

جیلانی صاحب کے پاس ایک روز پھر ہم سب بیٹھے ہوئے تھے بسبیل تذکرہ ڈنڈے مار والے دن کا تذکرہ پھر چھڑ گیا لہذا جیلانی صاحب نے پورے واقعات کو سن کر نہایت سنجیدگی سے فرمایا:۔

"ہمارے ہوسٹل میں صرف ایک مسلمان ہے اور وہ گوجر ہے"

اسی دوران نگیندر (گوجر) میرے پاس مسلم ہوسٹل میں آیا اور کہنے لگا:۔

"میرے ساتھ ہوسٹل میں لڑائی ہو گئی ہے"

میں نے پوچھا:۔

"کیا بات ہوئی؟"

اس نے جواب دیا:۔

"بھگوتی پرشاد (بنیئے) نے مجھے "مان سنگھ" کہہ کر پکارا اور میں نے فوراً اسے زمین پر پٹخ کر دو تین لاتیں جما دیں"

میں نے کہا:۔

"نگیندر! اگر ہم ان ہوسٹلوں میں رہتے ہوئے کالجوں میں پڑھتے رہے تو ایک دن ہم لوگوں کی آپس میں ضرور لڑائیاں ہوں گی اور پھر ہم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بنا دیئے جائیں گے ..... کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک ... گوجر ہوسٹل علیحدہ بن جائے؟"

نگیندر بولا:۔

"یہ جنم ہمارا خراب ہو چکا ہے اب اگلی مرتبہ ہم پھر جنم لیں گے تو اس امر پر غور و خوض کریں گے"

آخر ایک دن ورزشی بھائیوں نے اپنا الگ میس (Mess) جاری کر دیا، نارائن سنگھ چوہان متعلم بی۔ اے (حال ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ایڈوکیٹ) نے ایک روز آ کر کہا:۔

گوجرو!

ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا، پڑھنے لکھنے سے دھیان رکھو، جن کا مقابلہ تم کرنا چاہتے ہو وہ تمہیں دن دھاڑے بیچ سکتے ہیں پہلے اپنی جہالت پر غور کر لو۔"

میں رڑکی انجینیرنگ کے اوورسیر کلاس کے امتحان مقابلہ میں بیٹھا اور کامیاب ہو گیا مگر میری خواہش ہوئی کہ میں میرٹھ کالج ہی میں رہوں، چنانچہ اس باب میں جیلانی صاحب مدظلہ سے رائے لی، انہوں نے کہا "بہتر ہے، اچھی ... لائن ہے، تم رڑکی چلے جاؤ اچھا چانس ہے بی۔ اے کر کے کیا کرو گے"۔

ان کی یہ مشفقانہ نصیحت میری سمجھ میں آگئی اور میں ۱۹۲۲ء میں رڑکی ... انجینیرنگ کالج میں داخل ہو گیا۔ میرا مضمون سائنس کبھی نہیں رہا اس لئے میں انجینیرنگ کلاس میں نہ آسکا کیوں کہ اس امتحان کے لئے ایف۔ ایس سی طلباء آسکتے تھے اور میری عمر بھی سرکاری ملازمتوں کی حدود سے نکلی جا رہی تھی

رڑکی انجینیرنگ میں جاتے ہی ایک اور شدید احساس پیدا ہوا۔ کالج کے ریکارڈ سے پتہ چلتا تھا کہ اب تک اس کالج نے یا تو انگریزوں کو تعلیم دی ہے یا پھر بنیئے، برہمنوں اور شیخ و سیدوں کو تعلیم دی ہے گوجر جاٹ راجپوت اس کالج سے صرف ایک ہی فرلانگ کے فاصلہ پر صبح سویرے اٹھارہ روپیہ ماہوار یعنے تقریباً آٹھ آنہ روز کے عوض اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھے فوج میں پریڈ کیا کرتے تھے۔

اس کالج میں داخلہ کی تعداد میں بیس[2] فیصدی جگہیں مسلمانوں کے لئے مخصوص تھیں بشرطیکہ وہ مقابلہ کے امتحان میں مقابلہ کر کے آجائیں تیس یا چالیس کی ہر جماعت (کلاس) میں صرف ایک[1] یا دو[2] یا زیادہ سے زیادہ ... تین[3] مسلمان لڑکے لئے جاتے تھے۔

کالج کے عملہ کا کہنا تھا کہ مسلمان ریاضی میں کمزور ہونے کی وجہ سے مقابلہ نہیں کر پاتے اور مسلمانوں کا خیال تھا کہ ہندو ممتحن تعصب برتتے ہیں۔

اوورسیر کلاسنز میں ہم اس سال چھ مسلمان لڑکے تھے، دو سنی اور چار شیعہ۔ پتہ چلا کہ ہندوستان میں زیادہ تر اردو شعراء و لیڈران کرام شیعہ ہوئے ہیں۔

المختصر میں نے شیعہ مذہب کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ یہ دو شغل تھے

۱؎ صرف دو تین غیر بنیئے حضرات اس کالج سے اس وقت تک فارغ التحصیل ہوئے تھے مولف

شیعہ مذہب کی کتابیں پڑھنا اور میدانی کھیلوں میں حصہ لینا۔ کلب میں بہت کم حاضری ہوتی تھی مگر کلب کی لڑائیاں روزانہ سننے میں آتی رہتیں تھیں۔

میرے ہم جماعت سید محمد حسن زیدی (سادات بارہہ) نے ایک روز لاہور سے ریڈیو پر مشاعرہ سننا چاہا تو "شرما" نے دلی سے ہندی گانے سننے کی خواہش ظاہر کی۔ زیدی واپس چلا آیا' ایک روز شیخ محمد طفیل قریشی (ساکن بریلی) نے دلی سے قوالی سننی چاہی تو ہندو طلباء نے لکھنؤ سے بھجن سننے کے لئے ریڈیو گھمایا۔

ایک روز ٹیبل ٹینس پر مرزا عبدالحمید بیگ (ساکن بجنور) سے تو تو میں میں ہوگئی۔ میں اگر کبھی کلب جاتا تو اخبار پڑھ لیتا، ہندی، اردو اور انگریزی کے اخبارات اور رسالے آتے تھے مگر آہستہ آہستہ اردو رسالوں کی تعداد کم ہوتی گئی اور انکی جگہ ہندی نے لے لی' مجھے تو یہ فرق محسوس نہ ہوا کیونکہ میں ہندی بھی پڑھ لیتا تھا، مگر دوسرے مسلمان بھائیوں کو یہ بے حد شاق گذرا۔

کلب کے صدر اور سکریٹری وغیرہ سب آراء (ووٹوں) سے منتخب ہوتے تھے۔ ایک روز شام کو ہاکی کھیلنے کے بعد میں میدان میں رک گیا یہ میدان بے حد وسیع تھا، دوسرے کنارے پر دوڑ کی پریکٹس کر کے جب میں دوبارہ ہاکی فیلڈ کی طرف آیا تو شام کا جھٹ پٹا سا تھا' میدان میں بارہ چودہ ہندو لڑکے جن میں انجینیرنگ کلاس (۲)، اوورسیر کلاس (۳) ڈرافسٹمین کلاس کے مشترکہ طلباء تھے جو بیٹھے ہوئے تھے' ایک صاحب بڑے جوش سے تقریر کر رہے تھے' میں بھی یوں ہی سستانے کے لئے بیٹھ گیا، تقریر ایکدم ختم ہوگئی۔ مقرر ستیہ پال تھا جو میرا ہم جماعت تھا۔ میں نے یوں ہی ازراہ مذاق کہہ دیا:۔

"کیا بات ہوئی بھائی ستیہ پال؟ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟"

اس نے جواب دیا:۔

"ایسے ہی... یوں ہی بیٹھ گئے تھے"

چنانچہ بات آئی گئی ہوگئی۔

اس کالج کے طلباء میں یہ عادت تھی کہ انجینیرنگ کلاس کے طلباء اوورسیر کلاس کے طلباء کو اور اوورسیر کلاس کے طلباء ڈرافسٹمین کلاس کے طلباء کو اچھوت سمجھا کرتے تھے۔ یہ عادت مسلمانوں میں بھی تھی۔ مجھے شام کو میدان میں دیر ہو جاتی میں ان تینوں اقوام کے چند ہندو طلباء کو اسی طرح یکجا بیٹھے ہوئے دیکھتا، آہستہ آہستہ اس جماعت میں اضافہ ہوتا

گیا، چونکہ مجھ میں کسی سے جلنے یا خواہ مخواہ چڑنے کی عادت ہی نہ تھی اس لئے میں کبھی اگر ضرورت سمجھتا تو ان کے پاس سے ہو کر گزرتا۔

جب میں ادھر سے گزرتا تو ان کی گفت گو یا تقریر جیسی صورت ہوتی ہمیشہ بند ہو جایا کرتی۔ مجھے تجسس ہونے لگا، ایک روز کلاس روم میں ستیہ پال میرے پاس بیٹھا تھا، میں نے اس سے بڑی صاف دلی سے پوچھا:۔

"بھائی سچ سچ بتاؤ تم لوگ میدان میں کیا کرتے ہو؟"

اس نے جواب دیا:۔

"بھائی! بات دراصل یہ ہے کہ ہندو تعلیم کے میدان میں مسلمان سے بہت آگے نکل چکا ہے، مگر جہاں کہیں ہندو مسلم فساد ہوتا ہے وہیں مسلمان اقلیت میں ہوتے ہوئے بھی ہندوؤں پر حاوی ہو جاتے ہیں اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہندو بھی لڑنا بھڑنا سیکھ جائیں اور ہماری جماعت کا نام —

"راشٹریہ سیوک سنگھ"

ہے... اب تو غالباً تم سمجھ گئے ہو گے۔

میں نے مذاقاً کہا:۔

"ابے! بنیوں!! تمہاری کیوں شامت آئی ہے... ہم گوجروں نے ہزار ہا سال تک لڑ بھڑ کر کیا حاصل کر لیا.... اب یہ اچھی طرح سوچ لے کہ تیری مگری پر کوا بولنے لگا ہے"

اس نے فوراً میری کلائی پر آزمائشی ہاتھ ڈالا کہ اتنے میں پروفیسر صاحب پڑھانے آ گئے۔

اس دن کے واقعہ سے ہم دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی طاقت آزمانے کا خیال کروٹیں لینے لگا، ستیہ پال مجھ سے ایک بالشت اونچا تھا بلکہ وہ تمام کالج میں سب سے لمبا تھا اور یہی سیوک سنگھ کا لیڈر بھی تھا جوں جوں سیوک سنگھ کی تعداد بڑھتی گئی توں توں زیدی اور قریشی کا کلب میں ناطقہ بند کیا جانے لگا، میں نے کئی دفعہ یہ غور کیا کہ جب میں کلب میں جاتا تب ہی زیدی صاحب یا قریشی صاحب کلب میں آتے اور جب ان کے دل میں ریڈیو بجانے کی خواہش

۱؎ اس جماعت کا انکشاف اخبار ڈان Dawn نے ۱۹۴۶ء میں کیا تھا۔ میں جو واقعہ بیان کر رہا ہوں یہ ۱۹۴۴ء کا ہے۔

محسوس ہوتی تو مجھے اکساتے:۔

"بھئی! چودھری صاحب! چلو گانے سنیں"

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ہم تینوں کلب میں موجود تھے کہ...

زیدی صاحب[1] نے لاہور سے غزلیں سننا شروع کیں۔ اتنے میں تین چار ہندو طلباء LISTENER. ہاتھ میں لئے ہوئے آئے اور زیدی سے بڑے ادب سے بولے:۔

"بھائی! کلکتہ سے کویتا سمیلن" ہو رہا ہے ہمیں وہ سننے دو"

زیدی نے (میرا دل گواہی دیتا ہے) میری موجودگی کا احساس کر کے روکھے پن سے جواب دیا:۔

"نہیں... میں غزل سن رہا ہوں"

وہ چپ چاپ وہیں بیٹھ گئے، اتنے میں ستیہ پال آیا میں نے منہ کے سامنے اخبار کر لیا، اس نے آتے ہی غزلیں ہونا، زیدی کا سامنے رہنا اور چاروں ہندو طلباء کا منہ لبورے بیٹھنا دیکھتے ہی بھانپ لیا کہ کیا بات ہے، چنانچہ فوراً اس نے ریڈیو گھما دیا، زیدی کھڑا ہو گیا، وہ پانچ زیدی اکیلا، اب میں کھانستا ہوا اٹھا.. اور بولا:۔

"سنو! بھئی! ستیہ پال !!! لڑو مت"

ستیہ پال ایک دم ٹھٹھک گیا۔

"کیا بات ہے"

میں نے دریافت کیا (حالانکہ جانتا سب کچھ تھا)

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی کی خوشی کے لئے چھ آدمی اپنے ارمانوں سے ہاتھ دھو لیں"

ستیہ پال تحکمانہ انداز سے بولا۔

"بالکل ٹھیک ہے مگر چھ آدمیوں کو یہ بھی حق نہیں پہنچتا کہ وہ ساتویں... آدمی کا گلا گھونٹ دیں"

میں نے نہایت متانت سے جواب دیا۔

یہ کہہ کر میں آگے بڑھا، ستیہ پال ایک طرف ہو گیا، میں نے ریڈیو بند کر دیا، اب ستیہ پال کھڑا کھڑا اینٹھا:۔

---

[1] زیدی صاحب آجکل مغربی پاکستان پی۔ ڈبلیو۔ ڈی میں اگزیکیٹیو انجینیر ہیں۔ مؤلف۔

"ہم ریڈیو بند نہ ہونے دیں گے"

اب میں پھر گویا ہوا:۔

"اچھا بھائی ستیہ پال! یہ بتاؤ تم کہاں سے ریڈیو لگانا چاہتے ہو؟"

ساتھی بولے:۔

"کلکتہ سے"

میں نے جواب دیا:۔

"اچھا بھائی ستیہ پال! اب تم جاؤ، میں خود زیدی کے ساتھ دلی سے رہتک کا دیہاتی پروگرام سنوں گا اگر بیٹھنا ہو تو تم بھی سن لو"

سب ہنس پڑے "سیوک سنگھ" ٹوٹ گئی، اور ستیہ پال بھناتا ہوا... چلا گیا۔ ان میں سے ایک بولا:۔

"ارے یار چودھری صاحب! تم تو اپنے پنجابی بھائی نکلے۔ میں پٹیالہ کا ہوں"

"نہیں بھائی کھوسلہ! میں تو ضلع مظفر نگر یو۔پی کا ہوں، مگر میری بولی.... انبالہ ڈویژن کی ہے" میں نے جواب دیا۔

اس دن سے کھوسلہ میرے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگا وہ پٹیالہ ریاست کی طرف سے سرکاری اخراجات پر کالج میں آیا تھا

ایک دن ستیہ پال اکیلا ریڈیو سن رہا تھا میں کھوسلہ کے ساتھ کیرم کھیل رہا تھا میں نے چپکے سے کھوسلہ سے کہا کہ جا کر پنجابی زبان کے گانوں پر لاہور لگا دے کھوسلہ نے بغیر کہے سنے ریڈیو گھمایا، ستیہ پال غصّے میں آیا اور بولا:۔

یار! تو نے یہ کیا کیا، جاٹوں کی بولی لگا دی"

کھوسلہ ہنس پڑا ساتھ ہی مجھے بھی ہنسی آ گئی، اس کا غصّہ اور تیز ہوا، ریڈیو بند کر کے جانے لگا کہ میں نے کہا:۔

"کہاں جاتا ہے، ریڈیو وہیں لاہور پر لگا ورنہ اچھا نہ ہوگا"

ستیہ پال نے پہلے میری طرف دیکھا اور پھر کھوسلہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگا:۔

"سالے! مان سنگھ!! ہندوؤں کے غدّار!!!"

کھوسلہ جھٹ بولا:۔

"ابے! میں مان سنگھ نہیں ہوں... بلکہ پنجاب کا ہیموں بقّال ہوں جو اکبر سے لڑا تھا"

یہ سنتے ہی ستیہ پال کلب سے باہر نکل گیا۔

اس دن کے بعد سے کھوسلہ کی رنگت دن بدن زرد پڑتی چلی گئی جس کی بظاہر کوئی وجہ میری سمجھ میں نہ آئی آخر میں نے ایک روز اس سے پوچھ ہی لیا:-

"کیا بات ہے کھوسلہ صاحب؟"

اس نے انجان بن کر جواب دیا:-

"کچھ تو نہیں چودھری صاحب"

"یہ میں نہ مانوں گا" میں نے کہا.... "تم دن بدن زرد کیوں ہوتے جا رہے ہو؟"

میرے زیادہ اصرار پر اس نے صرف اس قدر کہا:-

"بھائی چودھری صاحب! اب تم مجھ سے نہ بولا کرو"

میں سمجھ گیا کہ اس پر سیوک سنگھ کا اثر نگا چڑھ گیا ہے۔

دن گذرتے گئے کہ میں نے ایک روز شیخ طفیل احمد قریشی (فرسٹ ایر) سے کہا:-

"بھائی! تم بھی تیل مالش کر لیا کرو"

اس نے جواب دیا کہ:-

"میں تو خدا سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ تو مجھے عورت بنا دے تو میں... چودھری سے شادی کروں"

بات ہنسی مذاق میں آئی گئی ہو گئی مگر زیدی نے میری نصیحت سے اچھا اثر لیا اور اس نے ورزش شروع کر دی۔

آخری امتحان ختم ہوئے اور ہمیں مظفر نگر تا دریائے گنگا نہر کا پروجیکٹ ملا، جب واپس آ رہے تھے تو راستے میں گنگ نہر کا لوک گیٹ (LOCK GATE) دیکھنے بسوں سے اترے، دلوں میں رنجش تو تھی ہی نہر کی پٹڑی پر زیدی اور گپتا میں جھپٹ ہو گئی اور گالی گلوچ کے بعد ہاتھا پائی تک کی نوبت آ گئی۔

نتیجہ میں زیدی نے گپتا کو ٹیک دیا، ستیہ پال نے اس لڑائی کو ہندو مسلم فساد قرار دے کر اپنے سنگھی دل کو بڑھایا، معاملہ بیچ بچاؤ کرانے سے بہت دور آگے نکل چکا تھا۔

ستیہ پال نے میری طرف دیکھا، کتنی ہی آنکھوں نے مجھے گھورا، میں نظر بد پہچان گیا، چنانچہ میں فوراً اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان لوگوں سے کشتی لڑنا... بیکار ہے اس لئے کہ تعداد مخالف پارٹی کی بہ نسبت ہم دونوں کے زیادہ تھی لہٰذا میں ان لوگوں سے اس قسم کی نبرد آزمائی میں کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ میں پٹڑی پر اس طرف دوڑا جس طرف شیشم کے درخت کی کٹی ہوئی شاخیں

پڑی تھیں لہٰذا میں نے ایک مضبوط اور موٹی سی ٹہنی اٹھائی، ستیہ پال نے بھی ایک موٹی سی ٹہنی اٹھالی۔

اس نے آتے ہی مجھ پر وار کیا... میں پیچھے ہٹ گیا ٹہنی زمین پر لگی، ٹہنی شاندار تھی میں نے فوراً پیر کے نیچے دبالی اور چار پانچ مرتبہ... جوں ہی اس کے اوپر میری شاندار موٹی ٹہنی پڑی وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

بڑی مشکل سے زیدی کو بیچ میں سے نکالا اور پھر میں نے... ستیہ پال والی چھڑی زیدی کو تھمادی۔

ہم دونوں نے نہر کو اپنی پشت پر کرلیا اور مقابلہ پر ڈٹ گئے تقریباً پندرہ منٹ جم کر لڑائی ہوتی رہی، آخرکار درمیان میں راہ چلتے دیہاتی راہگیروں اور بسوں کے ڈرائیوروں وکلینروں نے تعلیم یافتہ لوگوں کی یہ لڑائی ختم کرائی۔

دوبارہ بسوں میں بیٹھ لئے، ہمیں خدشہ تھا کہ اگر بس کے اندر پھر یہ لڑائی ہوگئی تو اس مرتبہ بچنا مشکل ہے اس لئے میں نے زیدی کو اپنے سے الگ اسی بس میں دوسری جگہ بیٹھا دیا تاکہ ایک ہی جگہ بیٹھ کر... کہیں دونوں ہی نہ گھر جائیں۔ آگے صرف پندرہ منٹ کا راستہ تھا۔

ان لوگوں میں باہمی کھسر پھسر تو ہوتی رہی مگر بات بڑھنے کی نوبت نہ آئی

ہوسٹل میں سب بس سے اترے، ستیہ پال کا چہرہ سوجا ہوا تھا اس کے کافی چوٹیں آئی تھیں، زیدی کو اگر کوئی گم چوٹ (اندرونی ضربات) پہنچی ہو تو نہیں کہا سکتا لیکن بظاہر کسی قسم کے ضربات کے آثار نمایاں طور پر نظر نہ آتے تھے۔

بس ڈرائیور چلے گئے، ہم نے طفیل (فرسٹ ایر) کو آکر تمام... روئداد سنائی چنانچہ وہ بولا:-

"اللہ میاں! ان دونوں کے چلے جانے کے بعد اگلے سال میرا کیا ہوگا؟"

زیدی بولا:-

"فکر نہ کر.... خط لکھ دیا کرنا... ہم دونوں آجایا کریں گے۔"

ادھر ستیہ پال کو سخت ندامت تھی کہ سنگھی ڈل کے برابر اس اکیلے کو چوٹیں آئی تھیں، دوسروں نے اس کا بھی بدلہ لینا چاہا مگر ہمت نہ ہوئی۔ ہم کرسیاں نکال کر باہر لان (LAWN) میں بیٹھ گئے گویا کچھ ہوا ہی ... نہیں تھا۔

رات کو جب سونے لگے تب میں نے طفیل سے کہا:۔

"بھائی! ذرا زیدی کی کمر دبا دے"

زیدی بولا:۔

"نہیں! خدا کی قسم کوئی چوٹ نہیں آئی"

اور اس فقرے پر ہم تینوں خوب قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

المختصر جوں توں کر کے کالج چھوڑا، صرف چند ہفتہ ... سلطان پور اودھ میں ملازمت کی اور پھر میں دلی سنٹرل پی۔ ڈبلیو۔ ڈی میں بحیثیت اوورسیر لے لیا گیا، اسی محکمہ میں ستیہ پال بھی لیا گیا، اس کا تقرر اجمیر ہو گیا اور میں دہلی ہی میں تعینات ہوا

بزمانہ تعلیم رڑکی انجینیرنگ کالج میں کسی محب قوم کی مہربانی کی وجہ سے مجھے گوجر گزٹ مطبوعہ لدھیانہ ایک وقت میں ملا تھا اس کا پتہ یاد تھا چونکہ قومی محبت پہلے ہی سے میری رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے تھی لیکن طالب علمی کے زمانے میں دل کے اندر یہ شعلہ دبا ہوا تھا جو ملازمت کے بعد اپنے اصلی روپ میں نمایاں ہوا چنانچہ اسی نہ مٹنے والے جذبہ کے تحت دلی آتے ہی اس گزٹ کے ایڈیٹر کی خدمت میں ایک خط لکھا۔

چنانچہ میرے اسی تحریر کردہ پتہ پر محب قوم عالی جناب عبدالمجید صاحب قبلہ روپڑی بہ نفس نفیس تشریف لائے۔ ان کے توسط سے سردست دہلی میں مقیم گوجر بھائیوں سے تعارف حاصل ہوا۔

بعد حصول ملاقات و روشناسی دیگر گوجر بھائیوں کے میں عالی جناب حکیم الدین صاحب بی۔ اے و نیز جناب عبدالمجید صاحب.. موصوف کو اپنے علاقہ میں لے گیا تاکہ لوگوں کو تعلیم کی طرف توجہ دلائی.. جائے اور یہ قوم کو ابھارنے اور اس کو قعر جہالت سے نکال کر بام عروج پر لے جانے کیلئے عملی صورت میں میرا پہلا قدم تھا

میری اسکیم کو کہیں سادہ لوح حضرات ہوائی قلعہ کی تعمیر یا خیالی پلاؤ..

سے تعبیر نہ کریں چنانچہ میں نے اپنے ذاتی صرفہ سے اپنے خاندان کے افراد سے بھی مالی امداد لے کر اپنے گاؤں میں ایک پرائمری اسکول کھولا اور سنٹرل پی۔ ڈبلیو ڈی کے ایک شخص مسمی عبدالرشید کو استعفےٰ دلوا کر اس اسکول کا مدرس مقرر کیا۔

اس اسکول کے قیام نے ایک اور تجربہ دیا، واقعہ یوں ہوا کہ ایک روز دہلی سے جا کر میں نے اپنے گاؤں کے مسلمان گوجروں کی پنچایت کی اور گاؤں سے چوپال مانگی چوپال تو مل گئی مگر گاؤں والوں نے اسمیں اسکول کھولنے کو قطعی اسلام کے خلاف قرار دیا اور کہا کہ مولوی صاحب کو بلا کر عربی، فارسی کی تعلیم جاری کرنی چاہیئے۔

چنانچہ یہ معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا، اگلے ہفتہ میں نے ہندو گوجروں اور مسلمان گوجروں کی ایک مشترکہ پنچایت بلانی چاہی مگر ہر دو فریق رضامند نہ ہوئے، ہر ایک یہی کہتا تھا کہ ہم دوسرے کی بیٹھک یا چوپال میں نہ جائیں گے۔

آخر میں نے خود ہندو گوجروں کو انہیں کی چوپال میں بلایا، اکیلا وہاں گیا اور اپنا مدعا بیان کیا کہ ہمارے مسلمان بزرگ اسکول کے خلاف ہیں، اگر آپ لوگ کہیں تو آپ کی طرف اسکول کھول دیا جائے، لیکن کسی نے ہاں نہ کی بلکہ جواب دیا کہ ہم اپنی طرف چوپال میں نہیں بلکہ الگ پختہ عمارت میں اسکول جاری کریں گے مسلمان بھائی بھی اپنے بچے اسی میں بھیجدیا کریں۔

اس کا جواب ان لوگوں کو میں نے یہ دیا کہ:۔

"جب تک اسکول کیلئے پختہ عمارت بن کر تیار ہوگی اس وقت عارضی طریقہ پر اس اسکول کو جاری کر لینے دو"!

یہ سن کر سب خاموش ہو گئے.... ایک صاحب نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ:۔

"بھائی! اب یہ اتحاد مشکل ہے"!

کمال اس بات کا تھا کہ نہ ہمارے گاؤں میں کبھی ہندو مسلم فساد ہوا تھا اور نہ کبھی بھی پوری تاریخ میں مقدمہ بازی ہوئی تھی مگر نہ معلوم کیوں لوگ ایک دوسرے سے مخالف ہو رہے تھے۔ میری سمجھ میں اس گتھی کا سلجھانا نہ آسکا اور نہ میں یہ سمجھ سکا کہ ہندو بھائیوں کو اسکول کے کھولنے پر کیوں اعتراض ہے۔

میں نے یہاں تک کہہ دیا کہ تم ہی لوگ اسکول چلاؤ اور ہندو ماسٹر رکھ لو مجھے کچھ اعتراض نہ ہوگا میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ میری قوم سے جہالت کی تاریکی علم کی روشنی میں چھٹتی چلی جائے اور قوم کا کوئی فرد جاہل نہ رہے، مگر نہ تو کھل کر کسی نے مخالفت کی اور نہ ہی میری ہمت بڑھائی۔

رات کو پنچایت یوں ہی بغیر کسی قسم کا نتیجہ برآمد کیے ہوئے برخواست ہوگئی اگلے روز رجیبے کی پگڈنڈی پر ٹہلتا ہوا میں شام کے وقت چودھری منشی صاحب... چوہان کے کھیت کی طرف جا نکلا' ان کا لڑکا جو مجھ سے عمر میں چھوٹا ہے مگر اسے دیرینہ تعلقات کا خیال ابھی تک تھا اس نے مجھ سے کہا:۔

" بابوجی! یہ لوگ بیوقوف ہیں' میں نے کہا تھا کہ بابوجی کے اسکول کے تو مسلمان بھائی بھی خلاف ہیں تو مجھے بھی دھمکا کر یہ کہا گیا ہے کہ" تجھے کیا معلوم ہے یہ تو... چالبازی ہے اسکول کے بہانہ حظہ (مذبح) کھولا جائے گا"۔

اس کی یہ گفتگو سن کر میں نے دل میں سوچ لیا کہ اب یہ قوم اٹھ نہیں سکتی' اس کا سانس نکل چکا ہے' اس میں دوسرے ہی اپنے مطلب کی ہوا بھر سکتے ہیں۔کسی گوجر کے بس کی یہ بات نہیں ہے۔

مجھے بڑے بڑے واقعات یاد آنے لگے کہ فلاں گاؤں میں جب مسجد کو سیع ترکرنے لگے اور چندہ جمع کیا گیا تو اس وقت گوجر چودھریوں نے ایک دوسرے کا اعتبار نہیں کیا اور وہ چندہ قصبہ کے حضرت شیخ صاحب کے پاس رکھا گیا۔

ایک وہ گاؤں ہے جب اس میں مندر کے لئے چندہ جمع کیا گیا تو ایک گوجر کو رقم سونپ دی گئی مگر دوسرے نے خیال کیا کہ میرا کیوں اعتبار نہیں کیا گیا لہٰذا اس نے اپنی رقم واپس مانگی' پھر اس کے خاندان والوں نے اور نوبت بایں جا رسید کہ اس کی پوری پارٹی نے اپنا اپنا مدخل چندہ واپس مانگنا... شروع کر دیا۔

آخر مندر مذکور کا جمع شدہ چندہ ایک لالہ جی کے سپرد کیا گیا اور انہوں نے مندر کی تعمیر کے تمام اخراجات کا اندراج کیا۔

اوہو! یہ تو وہ قوم ہے کہ اگر کوئی کچھ کرنے لگے تو پہلے تو کہیں گے کہ" یہ منصوبہ ہی غلط ہے۔یہ اسکیم غلط ہے۔بھلا کیسے ایسا ہو سکتا ہے' اس سے بہتر ہے کہ فلاں کام کیا جائے" ۔۔۔ اور جب کوئی دھن کا پکا اسی کام کو شروع کر دیتا ہے تو خاموشی سے پھر مخالفین بوقت دم سادھ لیتے ہیں مدد کو کوئی نہیں آتا۔ اور پھر جب یہ بات حد یقین تک پہنچ جاتی ہے اور خوشنما حالات اس کی ترجمانی کرنے لگتے ہیں کہ کام چل نکلا تو اب زور وشور کے ساتھ مخالفتیں شروع ہو جائیں گی... رخنہ اندازیاں پڑیں گی"۔

نہیں ہرگز نہیں!! یہ قوم اب کبھی نہیں اٹھ سکتی۔یہ کبھی بیدار نہیں ہو سکتی۔

میں ناامید ہوگیا اور میری یہ ناامیدی کچھ بیجا نہ تھی اس لئے کہ اس وقت کی ذہنیت کا عملی طور پر تجربہ کر لینے کے بعد مجھے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ اگر اس اسکول میں ماسٹر عبدالرشید کو مقرر بھی کر دیا اور ظاہری طور سے اسکول جاری بھی ہوگیا تو پھر اس مخالفت کو دیکھتے ہوئے اس اسکول میں پڑھے گا کون؟

بقول ایک انگریز مورخ کے کہ:۔

"یہ عیساؤ کے بیٹے خوددار گوجر جنہیں ناخواندگی سے پیار ہے اور خود حصول تعلیم کو ایک گناہ کبیرہ کی حد تک سمجھنے لگے ہیں، جنہوں نے اپنے زوال کے ساتھ ہی ساتھ جہالت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے کبھی بھی اپنے بچوں کو اسکول میں پڑھنے کیلئے نہ بھیجیں گے اور یہ ثابت کر دیں گے کہ۔ آؤ۔ چلا لو اسکول!!"

مگر لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ مجھے گاؤں کی اصلی ذہنیت کا بالکل پتہ نہ تھا اور اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ میں حصول تعلیم کے سلسلہ میں اس وقت تک ہمیشہ گاؤں سے باہر رہا جب تک کہ فارغ التحصیل نہ ہوگیا اور اب ملازم ہو جانے کے بعد بھی میری وہی سابقہ پوزیشن اپنی جگہ پر قائم رہی یعنی دو چار دن کیلئے گاؤں میں آندھی کیطرح آیا اور پانی کیطرح چلا گیا، کسی نے دیکھا اور کسی سے ملاقات بھی نہ ہوسکی لہٰذا ایسی حالت میں ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ گاؤں کے ساکنین کی ذہنیت اور اس کے اندرونی حالات سے میں کہاں تک واقف ہو سکتا ہوں

بہرحال ہمارے گھر والوں نے اسے خاندانی وقار بنا لیا اور مجھ سے کہا:۔

"بیٹا! گھبراؤ نہیں۔ ہم اس اسکول کو اسی گاؤں کی مشترکہ چوپال میں رکھیں گے اور عدالتی طور سے اس کو اسکول کے نام کیا جائے گا"

مگر میں اس جھگڑے کے خلاف تھا۔ اسکول کے الگ عمارت میں یا مشترکہ مکان میں جاری کرنے کا سوال نہ تھا، سوال اس بات کا تھا کہ گوجر سردار گوجر رانا اور چودھری صاحبان اپنے بچوں کو اس اسکول میں پڑھنے کیلئے بھیجیں گے بھی یا نہیں۔

آخر ایک روز پھر پنچایت ہوئی اور اس معاملہ کو گاؤں کے چودھریوں کے سپرد کر کے میں تو الگ ہوگیا اور چپ چاپ ایک طرف بیٹھ کر نتیجہ کا انتظار کرنے لگا، اب چودھریوں نے اگلی پچھلی داستانیں دہرا کر باپ داداؤں کے لڑے گئے مقدمات وغیرہ ایک دوسرے کو سنا کر دل کی بھڑاس نکالی اور پھر ایکدم راضی ہو گئے۔ اسکول جاری ہوگیا۔ بچے آنے لگے، اگر زیادہ تر بچے جولاہوں، چماروں

اور بنیوں کے تھے، المختصر بعد میں یہ اسکول گورنمنٹ نے اپنی تحویل میں لے لیا مجھے اس صرف اتنی خوشی ہے کہ ایک بھائی محمد ہاشم چوہان بی۔ اے ہو گیا کسی نے ایف۔ اے کیا اور بقایا کچھ میٹرک پاس کر گئے، یہ پہلی پود تھی اس کے بعد اب اس اسکول میں غیر گوجر ہی پڑھتے ہیں اور یہ ۱۹۴۶ء سے سرکاری اسکول ہے۔

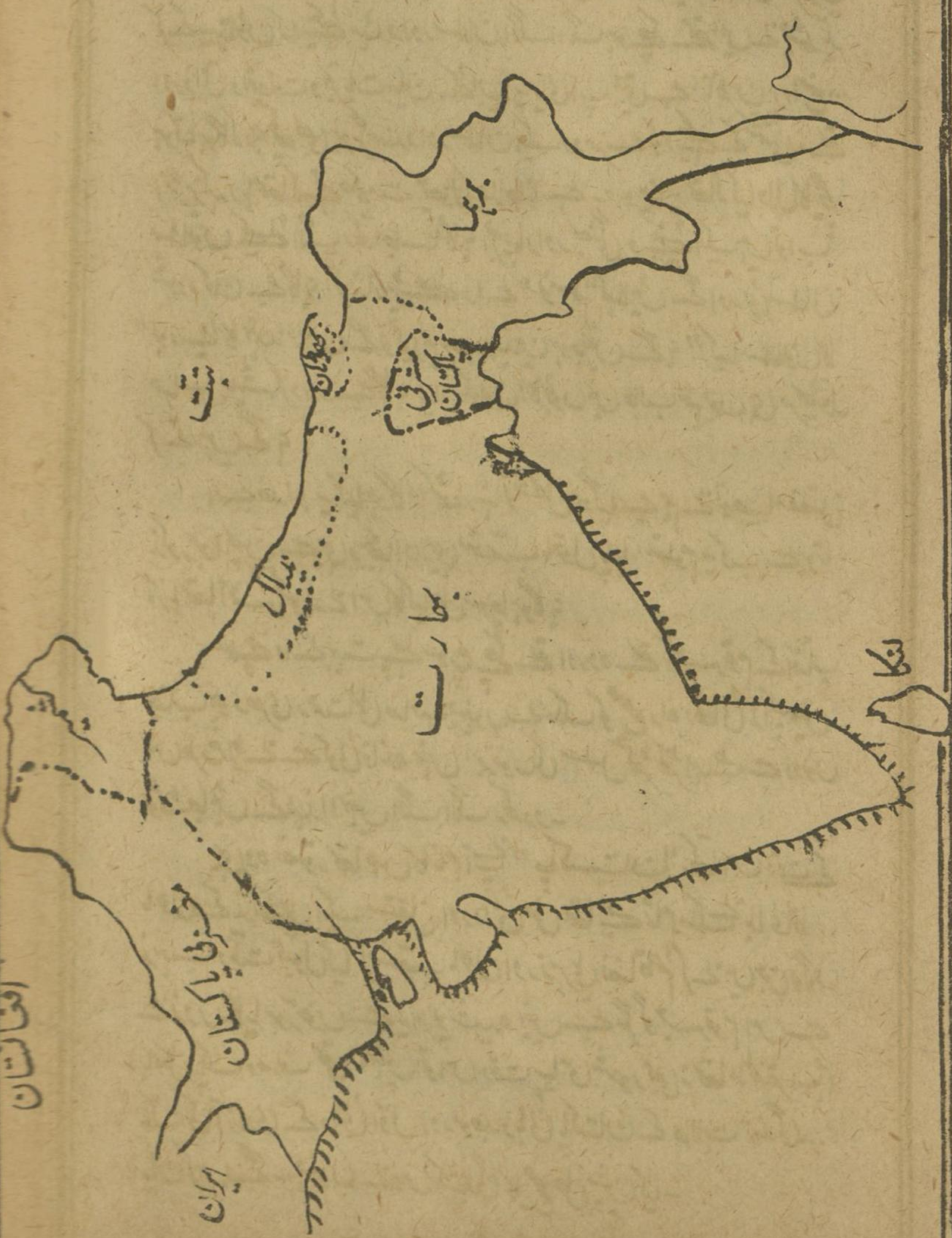
مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ میں اس زمانہ کے اخبارات اور لیڈروں کی تقریریں تحریر کر کے یہ بتاؤں کہ دیکھئے ہندو اور مسلمان الگ الگ ہو چکے تھے، میں نے چشم دید اور ذاتی واقعات و تجربات بیان کئے ہیں، یہ میری آپ بیتی ہے، ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ وجہ کچھ بھی ہو مگر ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کو دیکھنے کے متمنی نہ تھے انگریز کہہ رہا تھا کہ مجھے حکومت چھوڑ کر چلا جانا ہے۔ سوچنا یہ تھا کہ کیا دال کا جھگڑا مسلمانوں کیلئے الگ رکھا جائے گا؟ اگر چمار اور بھنگی و بنیئے ایک ہیں تو اب شودر کون ہے گا؟ اگر نماز پڑھنے والے "نو مسلم" کہلائیں گے اور نئی مسلمانی "بورئیے کا تہمد" بنیں گے تو کیا ہم سب بیدین ہو جائیں گے؟ "کیا مسلمانوں کا حساب ہمیشہ کمزور رہے گا؟ کیا اسکولوں، کالجوں میں طالب علم یوں ہی سر پھٹول کرتے رہیں گے؟

اے خدا! یہ کیا ہوگا، اکٹھا رہنا تو مشکل ہو گیا ہے ہم نے تو جیسا مفصل مذکور ہوا بچپن سے یہی دیکھا اور یہی متعصب ماحول پایا، معلوم یہ کب سے ہوتا آ رہا تھا آخر کسی نے اس کا کیا حل سوچا ہوگا؟

سوچنے والے بہت پہلے سوچ چکے تھے اور وہ تھے گوجر قوم کے آفتاب جناب چودھری رحمت علی صاحب جنہوں نے ملک کو صحیح راہ دکھائی کہ آپس میں اس طرح لڑنے سے کوئی فائدہ نہیں، برتنوں کی مسلسل کھڑکھڑاہٹ سے دونوں ٹوٹ جائیں گے لہذا انہیں الگ الگ رکھ دو۔

یہی وہ تصور تھا جس کا نام آپ نے "پاکستان" رکھا اس وقت کے ماحول کے مدنظر یہی ایک مستقل اور دائمی حل تھا جسے تمام ملک نے بلا لحاظ مذہب و ملت قبول کیا مگر متعصب ماحول اور زہریلی فضا قائم کرنے میں جن لوگوں نے زور لگایا مورخوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے مگر گوجر قوم اس سے بالکل پاک و صاف تھی، انہیں تو اس وقت سیاسی شعور بھی نہ تھا، المختصر اب ہم ملک کی آزادی کے داعی اول اور موجد و بانی پاکستان کے حالات زندگی بیان کریں گے۔ جنہوں نے اس کشیدگی کا صحیح حل پیش کیا۔

تخیّلِ پاکستان کی تکمیل-!



بانئ پاکستان عالی جناب چودھری رحمت علی صاحب رح

حسب و نسب اور جائے پیدائش چودھری رحمت علی صاحب کا تعلق گرجروں کے مشہور تاریخی خاندان .... سے ہے آپ سنہ ۱۸۹۵ء میں بمقام موہر تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیارپور (پنجاب) میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد عالی جناب الحاج شاہ محمد صاحب کی ذات گرامی ایک مقتدر ہستی تھی، چودھری صاحب موصوف کی پرورش سوتیلی ماں کی گود میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم چھ سال کی عمر میں آپ نے دینی تعلیم شروع کی آپ کے استاد سید تابع حسین تھے تھوڑے عرصہ بعد آپ بلاچور (مقام) کے پرائمری اسکول میں داخل ہوئے آپ بڑے محنتی اور ذہین تھے پرائمری اسکول پاس کر کے آپ نے مقام "راہوں" کے ایم۔ بی مڈل اسکول میں داخلہ لیا، جب آپ مڈل پاس کر چکے تو آپ کے والد صاحب کو خواہش ہوئی کہ آپ کو کہیں سرکاری ملازمت دلوائی جائے، لیکن چودھری صاحب کی خواہش مزید تعلیم حاصل کرنے کی تھی اس لئے آپ نے بمقام جالندھر "اینگلو سنسکرت اسکول" میں داخلہ لیا جہاں سے آپ نے نمایاں طور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اس کے بعد آپ نے "اسلامیہ کالج" لاہور میں ایف۔ اے کلاس.. میں داخل ہو کر تعلیم جاری رکھی۔

مسلمانوں کی مکمل آزادی کا اعلان ۱۹۱۵ء اسلامیہ کالج لاہور میں عالی جناب چودھری رحمت علی صاحب نے ادبی و علمی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لینا شروع کیا آپ کو ماحول نے بتا دیا تھا کہ ہندو اور مسلمانوں کا مساویانہ اتحاد مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے لہذا آپ نے ۱۹۱۵ء میں جب "بزم شبلی" کی بنیاد ڈالی تو اس بزم کے ایک اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے صاف اور واضح الفاظ میں فرمایا کہ:-

"ہندوستان کا شمالی علاقہ مسلمان ہے اور ہم اسے مسلمان ہی رکھیں گے اس جگہ مسلمانوں کی حکومت ہوگی، اگر ہم ہندوؤں سے منقطع ہو جائیں تو ہمیں

ہماری اور اسلام دونوں کی بھلائی ہے"۔

آپ ایک بہترین مقرّر اور خطیب تھے آپ نے مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت اور حکومت کے وہ دلائل و براہین پیش کیے کہ آئندہ ہندو اور مسلمانوں سب نے انھیں منظور کرلیا۔

صحافت و انشا پردازی اور ادارت

چودھری صاحب کو صحافت سے شروع ہی سے خاص دلچسپی تھی اور انشا پردازی میں بھی کافی دسترس حاصل تھی، لاہور کے منتخب دل و دماغ اور بہترین دماغی نچوڑ بیک وقت علمی صحبتوں سے چودھری صاحب کی علمی اور ملکی معلومات نے رفتہ رفتہ یہاں تک ترقی کی کہ آپ اسلامیہ کالج کے مشہور مجلہ کریسنٹ کے ایڈیٹر منتخب ہوئے اور تین سال تک ایڈیٹری کے فرائض نہایت کامیابی کے ساتھ ادا کرتے رہے، اس دوران میں آپ نے منشی دین محمد صاحب فوق کے اخبار "کشمیری" میں مختلف آرٹیکل لکھے، منشی صاحب پنجاب کے کامیاب اخبار نویس ایک مایہ ناز مورخ اور ایک قادر الکلام شاعر تھے، آپ کی ساری زندگی اخبار نویسی تصنیف و تالیف اور کشمیری قوم کی اصلاح و تنظیم میں گزری صبح شباب سے لیکر شام پیری تک آپ کا کوئی لمحہ اس شغل سے خالی نہ گیا، منشی صاحب کا شمار فن اخبار نویسی کے ان اساتذہ میں ہوتا تھا جنہیں پنجاب میں اولیت کا شرف و اعزاز حاصل تھا" کوہ نور" پنجاب کا سب سے پہلا اخبار تھا جو ۱۸۵۰ء میں جاری ہوا۔ اس کے آخری دور میں منشی صاحب نے چودھری صاحب کے مضامین سے متاثر ہوکر انہیں اپنے اخبار "کشمیری" کا نائب ایڈیٹر مقرر کرلیا۔

اپنی ایڈیٹری کے دوران میں آپ نے اخبار کی اہمیت اور وقعت کو اپنی صحافتی اور علمی قابلیت کی وجہ سے چار چاند لگادیے، چودھری صاحب کی تحریریں سادگی و متانت پائی جاتی تھی اور سلاست عادات میں درستگی و صحت کی جھلک ہویدا تھی، چودھری صاحب اپنے پاکیزہ خیالات نہایت شستہ پیرایہ میں اس طرح پیش کرتے کہ پڑھنے والا غور و فکر پر مجبور ہوکر سوچتا کہ آپ نے کیا کہا ہے انسانی تعلقات کی پیچیدگیاں، حکام کی چیرہ دستیاں، مفلوک الحال اور مظلوموں کی آہ و زاریں سماجی خوبیاں اور سیاسی مدوجزر آپ کی تحریر کے خاص موضوع رہے بالآخر چودھری صاحب کی تحریر ایک خاص موضوع اختیار کرگئی جو آپ کے مذاق اور فن صحافت کے بالکل مطابق تھا یعنی تاریخ اور سیاست۔ یہ چیزیں ہیں جن کی قدر و قیمت کبھی کم نہیں ہوسکتی آپ کے مضمون "مغرب کی کورانہ تقلید" پر حکومت طیش میں آگئی اور اخبار سے ضمانت طلبی کے ساتھ ساتھ

منشی صاحب سے جواب طلبی کی گئی اس بنا پر چودھری صاحب کو اخبار سے برطرف ہونا پڑا۔

اعلیٰ تعلیم کا حصول

چودھری صاحب نے اِن حالات و واقعات سے متاثر ہوئے بغیر اپنی تعلیم جاری رکھتے ہوئے ۱۹۱۸ء میں اسلامیہ کالج سے بڑے اعزاز کے ساتھ بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔

ملازمت و لیکچراری

بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد چودھری صاحب کو خانگی معاملات سے متاثر ہو کر اپنے تعلیمی سلسلہ کو منقطع کرنا پڑا اور چیف کالج لاہور میں لیکچرار کی جگہ حاصل کر لی اور ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۳ء تک اپنے فرائض کو بحیثیت لیکچرار نہایت عمدگی کے ساتھ انجام دیتے رہے، اس دوران میں لاء (قانون) کی بھی تعلیم حاصل کرتے رہے حلقۂ احباب بہت وسیع ہو چکا تھا مطالعہ میں زیادہ وقت صرف کرتے رہے ورزش کے بھی شوقین تھے اور اس شوق کی تکمیل کیلئے لارنس باغ جو اب جناح باغ کے نام سے موسوم ہے جایا کرتے تھے۔

مشیر قانون کی حیثیت

۱۹۲۳ء میں نواب صاحب مزاری کے قانونی مشیر اور ساتھ ہی ساتھ چیف سکرٹری و معتمد اعلیٰ۔۔ کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔

THE LAND OF PAK NATION
پاک قوم کی سرزمین

۱۹۲۳ء کے دوران ہی آپ نے اپنی کتاب "دی لینڈ آف پاک نیشن لکھی جس میں صاف اور واضح طور سے پاکستانی قوم کا تصور پیش کیا اور اس کے حدود پر عالمانہ بحث کی۔

اعلیٰ ترین تعلیم حاصل کرنے کیلئے بیرونی ممالک کو روانگی

۱۹۲۹ء میں آپ کے والد صاحب قبلہ الحاج چودھری شاہ محمد صاحب۔۔ کا انتقال ہو گیا، ان کے انتقال پر چودھری صاحب قبلہ موصوف اپنے وطن موہر نامی گاؤں میں چلے گئے اور ۱۹۳۰ء میں اعلیٰ تعلیم کیلئے آپ نے بیرونی ممالک کا دورہ کیا اور آخر کیمبرج (لندن) میں مقیم ہو گئے وہاں چودھری صاحب نے اپنی تعلیم کی تکمیل کی کیمبرج اور ڈبلن کی جامعات سے ایم۔ اے اور ایل۔ ایل بی کی سندیں امتیاز کے ساتھ حاصل کیں آپ۔ لائق قانون دانی کے ساتھ سیاسی تاریخ میں اجتہادی پہلو کا ذوق رکھتے تھے۔

اس وقت ملک کی حالت کیا تھی؟

اس ضمن میں پیچھے مفصل تحریر کیا جا چکا ہے کہ حالات اس قدر ناگفتہ بہ تھے کہ ملک بھر میں مذہبی تعصب نے آگ لگائی ہوئی تھی ہندو اور مسلمانوں کا ایک پلیٹ فارم پر آنا ناممکن تھا۔ متحدہ طور سے ملک میں ہندو مسلمان ہرگز آگے نہ بڑھ سکتے تھے اور جب تک یہ لوگ کوئی حل زمان لیں تب تک انگریز یہاں سے نکلنے کیلئے تیار نہ تھا۔ عالیجناب چودھری صاحب نے جو "اسکیم پاکستان" پیش کی تھی اس کی اہمیت پر ابھی لوگوں کی نظریں نہ گئی تھیں اس لئے انہیں انگلینڈ جا کر بھی اس تنازعہ کے حل کا بے حد فکر دامنگیر رہا۔

NATIONAL MOVEMENT OF PAKISTAN.

قومی تحریک پاکستان ۱۹۲۹ء

۱۹۲۹ء میں جیسا کہ اوپر مذکور کیا گیا چودھری رحمت علی صاحب انگلینڈ پہنچ گئے، ایم اے اور ایل۔ ایل۔ بی تو انہوں نے بتدریج کئی سال میں کیا تھا مگر وہاں پہنچتے ہی ۱۹۲۹ء میں انہوں نے انڈین فیڈریشن کے مقابلہ میں "نیشنل موومنٹ آف پاکستان" کی بنیاد ڈالی اور اپنے پیش کردہ حل کی اشاعت میں انہوں نے رات دن ایک کر دیا۔

انہوں نے اپنے نظریات کو واضح طور سے سیاسی مدبرین کے سامنے پیش کیا کہ فیڈریشن کا قیام ہندو مسلم کشمکش کا صحیح حل نہیں ہے بلکہ الگ الگ علاقوں کو ہندو اور مسلمانوں کو سونپ دیا جائے، جہاں ہندو اکثریت ہے وہ علاقے ایک طرف ملحق ہوں اور دوسرے مسلم اکثریتی علاقے ایک جگہ متحد ہوں تاکہ دونوں کو اپنے اپنے مذاہب پر پوری طرح کاربند ہونے کا موقع مل سکے یہ علاقے کلیتہً آزاد ہوں گے۔

مسلمانوں کا اکثریتی علاقہ پاکستان کہلائے گا، اس طرح انہوں نے ایک جداگانہ "مسلم حکومت" کے قیام کا تصور پیش کیا، مگر اس وقت ہندو تو ہندو خود مسلمان بھی اس کے فوائد و نقصان جانچنے میں لگے ہوئے تھے

چنانچہ ۱۹۳۸ء میں بھی جب کہ پاکستان کی تحریک کو مسلسل تیئس ۲۳ سال ہو چکے تھے جیسا کہ موسینں ابھی بیان ہوگا، مسلم لیگ کے صدر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب مرحوم نے الہ آباد میں مندرجہ ذیل مبہم اور غیر واضح الفاظ میں یہ کہا کہ:۔

"میں پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کی ایک مخلوط حکومت دیکھنا چاہتا ہوں، شمالی مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے یہی مقدر ہے کہ ایک شمالی مغربی مسلم خود مختار حکومت قائم ہو خواہ وہ برطانوی حکومت میں شامل ہو یا علیحدہ رہے" وغیرہ وغیرہ۔

اس پوری تقریر[1] میں ڈاکٹر صاحب نے کہیں بھی آزاد پاکستان کا تصور پیش نہیں کیا تھا وہ دراصل اس وقت یہ چاہتے تھے کہ مغرب کے چار صوبے ایک جگہ ملا کر متحد کر دیئے جائیں اور انگریزی حکومت کے ہی زیر اثر رکھے جائیں لفظ "مسلم خود مختار حکومت" سے مراد یہ تھی کہ لیجسلیٹو اسمبلی ایک ہو جائے جس طرح اور صوبوں کی تھی اس طرح یہ ایک بڑا صوبہ ہندوستان کے اندر ہی بنتا یہ تجویز جب۔۔۔ "نہرو کمیٹی" کے سامنے رکھی گئی تھی تب بھی اس کمیٹی نے اس کا یہی مطلب بتایا تھا اور یہ کہہ کر مسترد کر دیا تھا کہ:۔

"یہ ایک بہت بے ڈول اور بے ہنگم حکومت کی شکل ہو گی"

ڈاکٹر اقبال صاحب مرحوم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:۔

"ہندوستان کا جہاں ہمیں رہنا اور مرنا ہے ہمارے اوپر کچھ حق ہے، مسلمان فیڈریشن کا مطالبہ اس لئے کرتے ہیں کہ ہندوستان کے سب سے دشوار یعنی۔۔۔۔ فرقہ وارانہ مسئلہ کا یہی ایک بہتر حل ہے تاکہ اس طرح ان کو ہندوستان کے اندر پھلنے پھولنے کا سب سے بہتر موقع حاصل ہو"

وحدت قومیت کا اصول مختلف فرقوں کے درمیان اتحاد مطابقت وہم آہنگی اور باہمی امداد پر مبنی ہے اس لئے ہندوستان جیسے ملک میں مرکزی یک جہتی پیدا کرنے کیلئے۔۔۔ فرقہ بندی اپنے اعلیٰ مدارج میں نہایت ضروری ہے"!

اس اقتباس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ "اعلیٰ مدارج میں فرقہ بندی" دراصل "ہندوستان جیسے ملک میں مرکزی ایک جہتی پیدا کرنے کے لئے" چاہتے تھے۔

(ان الفاظ کا بغور مطالعہ ضروری ہے)

یہ پہلے ہی تحریر کر چکا ہوں کہ مسلمانوں کا راستہ متعین نہ تھا، مختلف دماغ ڈانواڈول

نوٹ نمبر ۱:۔ یہ مفصل تقریر ہم نے بخوف طوالت چھوڑ دی ہے، مختلف کتب ورسائل اور اخبارات میں اس کی نقول دیکھی جا سکتی ہیں۔ مولف

تھے مگر چوہدری رحمت علی صاحب کا پیش کردہ حل کسی حد تک اپنانے میں ڈاکٹر اقبال نے دبے دبے الفاظ میں بحالت صدر مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں اظہار تو کر دیا تھا مگر وہ مسلمان جو چوہدری رحمت علی کے منصوبہ کو ناقابل توجہ سمجھتے تھے علامہ اقبال کی پیش کردہ فیڈریشن کے بھی پیچھے پڑ گئے حالانکہ اسمیں آزاد پاکستان کی اسپرٹ نہ تھی اس لئے علامہ اقبال خود بھی تذبذب میں مبتلا ہو کر اس فیڈریشن کے قیام کے خیال سے دست بردار ہو گئے۔

چنانچہ "مسلم کانفرنس لاہور" کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر جناب ملک برکت علی صاحب نے اعلان کیا کہ:۔

"مسٹر محمد اقبال نے لیگ کی صدارت اس زمانہ میں کی جب وہ مردہ ہو چکی تھی اور آزاد اسلام کی نمائندگی نہ کر سکتی تھی اس موقعہ پر صدارت کرتے ہوئے انہوں نے ہندوستان کے حصے بخرے کرنے کا جو خیال ظاہر کیا تھا میں خوش ہوں کہ انہوں نے ترک کر دیا ہے لہٰذا کسی کو یہ دھوکہ نہ ہونا چاہئیے کہ ہندوستان کے متعلق مسلمانوں کا یہ نظریہ ہے۔

اگر ڈاکٹر سر محمد اقبال اس خیال کو جسے کوئی ذی ہوش پیش نہیں کر سکتا ترک نہ بھی کرتے تو بھی میں بلا تامل اور بڑے وثوق سے کہتا کہ مسلمانوں کی ترقی پسندی تا نتی کے لیئے یہ خیال بالکل غیر اجنبی اور ان کی فطری قابلیت اور اختراعی قوت کے بالکل خلاف ہے۔ بلکہ میں یہ اعلان کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتا ہوں کہ:۔

"ہندوستان کی کوئی فرقہ وارانہ تقسیم نہ ہونی چاہیئے بلکہ ہندو دھرم اور اسلام دونوں کو پہلو بہ پہلو ہندوستان کے طول وعرض میں رہنا چاہیے اور ان کو کسی ایک علاقہ میں محدود نہ کرنا چاہیئے"

مندرجہ بالا اقتباس سے دو باتیں صاف ہیں:۔

الف:۔ مسٹر محمد اقبال نے اپنی فیڈریشن کا منصوبہ بھی ترک کر دیا تھا

ب:۔ مسلمان مجموعی طور سے اسے قابل قبول نہ سمجھتے تھے۔

نہ صرف ملک برکت علی صاحب بلکہ دوسرے ذرائع بھی اس کے شاہد ہیں کہ ڈاکٹر اقبال نے اپنے ہی جوش میں آکر اس اپنی کہی گئی تقریر کو واپس لے لیا چنانچہ ڈاکٹر اقبال کا ایک انگریز دوست ایڈورڈ ٹامس لکھتا ہے:۔

"اقبال میرے دوست تھے اور انہوں نے میری غلط فہمی کا ازالہ کیا، اپنے وسیع غیر منظم

اور ہلاکت زدہ ملک میں ابتری، افراتفری پیدا ہو جانے کے اندیشہ پر اپنی دل شکستگی کا اظہار کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا کہ ان کے خیال میں پاکستان کی تحریک برطانوی حکومت، ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے یقیناً تباہ کن ہے "۔

ملاحظہ ہو کتاب :- انگلش انڈیا فار فریڈم صفحہ نمبر ۵۸

ENGLISHINDIA FOR FREEDOM

PAGE... 58

المختصر ملک کے مسلمان اس منصوبہ "پاکستان" کو اپنانے سے گریز کرتے رہے بہت سے تو ایسے تھے جو دونوں کشتیوں میں سوار تھے یعنی ہندوؤں کی حمایت کا بھی دم بھرتے تھے اور مسلمانوں کے بھی بہی خواہ بنتے تھے مگر اس مرد میدان گوجر قوم کے سپوت نے اعلانیہ کہدیا تھا کہ یا تو ہندو مسلم کشیدگی ختم ہو اور یہ ہو نہیں سکتا تھا اس لئے الگ الگ ہو جاؤ۔

چودھری صاحب اسی انہماک سے پاکستان کی بنیادوں کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے رہے وہ شک و شبہ سے بالاتر تھے۔ جو الفاظ انہوں نے بزم شبلی کے جلسہ میں کہے تھے اپنے وہ ہمیشہ قائم رہے لوگ اس منصوبہ کو دیکھتے تھے اور ہنستے جاتے تھے مگر

اب یا کبھی نہیں

NOW AND NEVER

۲۸ جنوری ۱۹۳۳ء کو عالیجناب چودھری صاحب نے کیمبرج (لندن) سے ایک کتابچہ شائع کر کے تقسیم کیا اس کتاب کا نام "ناؤ اینڈ نیور" یعنی "اب یا کبھی نہیں" تھا، اس میں انہوں نے لفظ پاکستان کی تشریح کر کے دنیا کو مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ کلیتہً خود مختار وطن کے مطالبہ سے روشناس کیا، اسی طرح چودھری صاحب اپنے خیالات کی توسیع کرتے رہے، علی گڑھ کالج کے آج ہزارہا طلباء موجود ہیں جنہوں نے چودھری صاحب کے شائع کردہ اشتہارات، پمفلٹ اور کتابیں پڑھی ہیں جو بذریعہ اخبارات یا ڈاک لندن سے آنجناب بھیجتے رہتے تھے قوم و ملک کیلئے کتنا بڑا ایثار تھا، وہ خطہ، جہاں ہر شخص جا کر لہو و لعب میں محو ہو جاتا ہے، جہاں انسان اپنے آپ کو بھول جاتا ہے وہاں اور اسی خطہ میں دور افتادہ وطن کا ایک سپوت رات دن قوم و ملک کو صحیح راستہ دکھانے میں مصروف تھا۔

برطانوی پریس اور پارلیمنٹ میں دھوم مچ گئی بڑے بڑے لیڈروں نے اسے ایک طالب علم کا وہم قرار دیا جو لوگ ہندو مسلم مسئلہ کا حل نہ چاہتے تھے اور اس ملک کو ہمیشہ کی.. غلامی میں جکڑے ہوئے رہنے کی راہیں کھول رہے تھے انہوں نے بھی چودھری صاحب کے خلاف زہر اگلا چنانچہ لاہور کے اخبار نے لکھا:-

"ہندو لیڈروں نے برطانوی حکومت کو تنبیہ کیا ہے کہ پاکستان کی تحریک سے نہ صرف شمالی مغربی ہندوستان کے ہندوؤں کو شدید خطرہ ہے بلکہ اس سے برطانوی حکومت کے مفاد کو بھی دھکا لگنے کا امکان ہے!"

ملاحظہ ہو اخبار "ٹریبیون" مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء

یہ لوگ کتنے متعصب تھے ایک شخص پورے ملک کی مصیبت یعنی تعصب کا حل... پیش کر رہا ہے اور اسی کو لوگ مذہبی آڑ میں کہہ رہے ہیں کہ اس سے شدید خطرہ ہے لوگوں نے چودھری صاحب پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی کہ آپ کی "پاکستان" سے کیا مراد ہے

پاکستان کی تشریح

عالی جناب چودھری رحمت علی صاحب نے ان سوالات کا جواب اس طرح دیا کہ لفظ "پاکستان" فارسی بھی ہے اور اردو بھی اس کی ترکیب ہمارے وطنی ممالک سے کی گئی ہے خواہ وہ وطن ہندی ہوں یا ایشیائی چنانچہ پ سے پنجاب، الف سے افغانیہ (سابقہ سرحدی صوبہ) کاف سے کشمیر، اس سے سندھ اور لفظ "تان" ممالک افغانستان، ترکستان اور بلوچستان کے ناموں کے آخری الفاظ ہیں۔ اس لئے یہ لفظ "پاکستان" ہے۔

مولف گرجر کہتا ہے کہ چودھری صاحب کو تاریخ پر عبور حاصل تھا، یہ تمام علاقے آج ہمارے ہی ہیں مگر کون ہے جو انکار کر سکے کہ افغانستان اور ترکستان بھی ہمارے وطن ہیں، بہت دور کی بات نہیں الپتگین کے زمانہ میں گور علاقہ کا راجہ رت بلاس اور محمود غزنوی کے زمانہ میں کابل کا راجہ جے پال کھٹانہ اور غزنی کا راجہ چندر سین کھٹانہ تھا، یہ علاقے ہمارے ماتحت یا ہمارے فتح کئے ہوئے نہ تھے بلکہ وہاں ہماری... آبادی تھی اور یہ کبھی بھی آریہ ورت سے الگ نہیں سمجھے گئے اس لئے یہ ہمارے آبائی وطن ہی ہیں اور.... "پاکستان" کا مطلب آریہ ورت کے ایسے علاقوں میں جہاں مسلم اکثریت ہے آزاد مسلم حکومت کا قیام تھا۔

لفظ "پاکستان" کے معنی پاک لوگوں کی سرزمین ہے، ان کی جو روحانی طور سے

پاکیزہ اور صاف ستھرے ہیں یہ ایک نشان ہے جو ہمارے مذہبی عقائد اور روحانی اقتدار کی مکمل عکاسی کرتا ہے اور یہ ہماری وطنی اصلی سرزمین کے سب ملکوں کو یکساں حاوی ہے اس کا نہ کوئی دوسرا ماخذ ہے اور نہ معنی اور نہ ہی اس کی دوسری تعبیر کی جا سکتی ہے۔

وہ مصنف جنہوں نے پاکستان کے مختلف معنی بیان کئے ہیں وہ یا تو برخود غلط ذہنیت کا شکار ہیں اور یا پھر ان کو اس لفظ کی اصل روح۔ بنیاد اور ترکیب کے متعلق کوئی قطعی علم ہی نہیں ہے۔

اپنے اس مشن کو کامیاب بنانے کیلئے چودھری صاحب نے کیمبرج میں باقاعدہ کام شروع کیا.... پمفلٹوں اور مضامین کے ذریعہ تصور "پاکستان" کو زیادہ سے زیادہ کامیاب و مقبول بنانے کی کوشش کرتے رہے اور اس دوران میں جو طلباء اعلیٰ تعلیم کیلئے انگلستان گئے انہیں سے اکثر و بیشتر چودھری صاحب کے خیالات سے متاثر ہوئے اور کئی نوجوانوں نے ملکر ان کے ساتھ.. کام کیا اور مندرجہ ذیل مقاصد کے پیش نظر پاک مشن اور تحریک پاکستان کی بنیاد ڈالی۔

۱:- اقلیت پن کے خطرہ سے احتراز کرو۔

۲:- آبادی کی مناسبت سے علاقہ (پاکستان) حاصل کرو۔

۳:- وطن پرستی کو اپنا ایمان قرار دو۔

۴:- اسلامی قوم کو انفرادی طور پر مضبوط کرو۔

۵:- اسلامی قوموں کے ارتباط سے پاکستان کامن ویلتھ آف نیشنز قائم کرو۔

۶:- انڈیا کے بجائے دینیہ (DINIA) کا قیام عمل میں لاؤ۔

۷:- دینیہ اور اس کے ملحقات کو ملا کر پاک ایشیا کی تشکیل عمل میں لاؤ۔

(چودھری رحمت علی)

اقلیت پن کے خطرہ سے احتراز

چودھری صاحب کو یقین واثق تھا کہ مسلم قوم کے افراد تعداد میں خواہ کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں وہ عظیم الشان مسلم قوم کے عالمگیر نظام سے مربوط ہیں اور ان کی کبھی یہ حیثیت قبول نہ کرنی چاہیئے کہ ان کو اقلیت قرار دیا جائے۔

—★—★—★—

عالیجناب ڈاکٹر شوکت اللہ صاحب انصاری کا بیان

عالی جناب ڈاکٹر شوکت اللہ صاحب انصاری جیسے عظیم المرتبت سیاسی رہبر سے تمام ملک کا بچہ بچہ واقف ہے، آپ کی شہرت آپ کے زمانہ میں تمام ملک کے طول وعرض میں مسلّمہ بات تھی، آپ نے ایک کتاب "پاکستان" کے موضوع پر لکھی اس میں آپنے تحریر کیا ہے کہ:۔

"آل انڈیا فیڈریشن (وفاق) کے خلاف جو نوجوان مسلمان تھے ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور ان کو یقین ہوگیا کہ آئین حکومت میں جو تحفظات ہیں وہ بالکل بیکار اور مہمل ہیں اور ہماری بہادر مگر بے زبان قوم ہندو قومیت کی دیوی پر چڑھائی جارہی ہے۔

۱۹۳۳ء میں سب سے پہلی مرتبہ مسلمانوں کو جن کو پہلے اقلیت کہا جاتا تھا اور ایک پنجابی مسلمان چودھری رحمت علی (کیمرج) نے ایک قوم کہا اور چودھری صاحب نے اس کو۔۔۔ تحریک پاکستان کی صورت میں پیش کیا۔"

۲:۔ **آبادی کی مناسبت سے علاقہ** چودھری صاحب کو یقین تھا کہ مسلمانوں کا حق صرف یہی نہیں کہ ارکان کی اکثریت والے علاقوں میں انکی آزاد اور علیحدہ وفاقی سلطنت قائم کی جائے بلکہ ان کا حق یہ بھی ہے کہ۔۔۔ ان علاقوں کے تعین میں ان کے تناسب آبادی کے ساتھ انکی حدود کا بھی خیال رکھا جائے۔

۳:۔ **وطن پرستی** علاقۂ پاکستان ہمارا قدیمی و آبائی علاقہ ہے جہاں ہم لامعلوم مدت سے رہتے چلے آرہے ہیں۔

اس لئے وطن پرستی سے چودھری صاحب کی مراد یہ تھی کہ قیام و بقائے پاکستان کو اپنا ایمان قرار دو اور اس وطن عزیز کی محبت میں سرشار رہو، اگر کبھی ضرورت پڑے تو اس وطن عزیز کی عزت وناموس کے لئے جان تک کی بازی لگادو۔

۴ **قوموں کی انفرادی مضبوطی** اس سے چودھری صاحب کی مراد یہ تھی کہ پاکستان کے دائرہ میں جو اقوام آباد ہیں

ہمیں چاہیئے کہ ان سب کو فرداً فرداً مضبوط تر بنائیں اور علاوہ ازیں ایران، افغانستان ترکی اور دیگر اسلامی قوموں کو بھی مضبوط بنانا چاہیئے۔

اگر دنیائے اسلام کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ اس وقت تمام اسلامی اقوام کسی نہ کسی طرح برطانوی سامراج کے بوجھ تلے سسک سسک کر دم توڑ رہی تھیں اس لئے چودھری صاحب کی خواہش تھی کہ تمام ممالک کو برطانوی سامراج کے ہتھکنڈوں سے بچایا جائے۔

پاک کامن ویلتھ آف نیشنز چودھری صاحب چاہتے تھے کہ اسلامی قوموں کے ارتباط سے پاک کامن ویلتھ آف نیشنز قائم ہو۔ اور سب مسلمانانِ اقوام کو پاک کامن ویلتھ آف نیشنز کے سلسلے میں مربوط کیا جائے... کیوں کہ یہی ایک طریقہ ہے جس سے اسلام کا احیائے ثانی عمل میں لایا جا سکتا ہے اور اس سے اسلام کے صحیح مسائل سمجھے جا سکتے ہیں۔

۶:- انڈیا کے بجائے دینیہ کا قیام انڈیا نام بیرونی حملہ آوروں کا رکھا ہوا ہے اس لئے چودھری صاحب انڈیا کا نام فوری طور پر بدل دینا چاہتے تھے تاکہ ایسا کرکے اس سرزمین کو اپنا حقیقی اور اصلی مقام واپس دلائیں پس ہمیں اپنی زندگیوں کو اس اعلیٰ مقصد کیلئے دوبارہ وقف کرنا چاہیئے جو صدہا سال سے ہمارے آباؤ اجداد کی روحوں کو گرماتا رہا ہے، اس سلسلہ میں ہمیں تین بنیادی حقائق پر اپنی توجہ مرکوز کرنی ہوگی۔

اولاً الفاظ ہندو اور ہندوستانیت کوئی حقیقت نہیں رکھتے یہ غیروں کی قوموں کے رکھے ہوئے نام ہیں، ہمیں دنیا کی سب سے بڑی اور قابل غور حقیقت کا اعلان ببانگ دہل کرنا ہوگا کہ "انڈیا" کی سرزمین " یعنی مختلف ادیان کی قلمرو ہے اور ہمیں اس حقیقت نفس کا اعلان بلاخوف تردید کر دینا چاہیئے کہ "انڈیا" کا کوئی وجود نہیں ہے بلکہ یہ دراصل غلط نام ہے اس کا صحیح نام "براعظم دینیہ" ہے کیونکہ تمام مذاہب عالم کی کی ابتدا اسی خطہ سے ہوئی۔

گزشتہ تیرہ صدیوں کے واقعات کا تاریخی نتیجہ یہی ہے کہ یہ ملک اس وقت مختلف ادیان و تہذیب کا گہوارہ ہے، یعنی اسلام ہندومت، عیسائیت، سکھ مت وغیرہ وغیرہ اگر ایسا

ہے جیسا کہ یقیناً ہے جب کہ اس ملک کو انڈیا کا نام دیا تھا تو کیا وجہ تھی کہ اس قسم کی بلکہ اس سے بھی زیادہ دور رس قسم کی تبدیلیوں سے انڈیا کا نام اب "دینیہ" نہ ہو جائے بلکہ واقعہ تو یہ ہے کہ ایسا کرنا پڑے گا۔

۷:- پاک ایشیا کی تشکیل چودھری صاحب چاہتے تھے کہ برصغیر دینیہ اور اس کے ملحقات کو یوں منظم کیا جائے کہ ساتواں براعظم مسمیٰ بہ پاک ایشیا معرض وجود میں آئے۔

چودھری صاحب کے پہلے تین افعال تو کامیاب ہو چکے ہیں اور اب قوم کے نوجوانوں کو چاہیئے کہ چودھری صاحب کی بتائی ہوئی راہوں پر گامزن ہو کر ان کے نامکمل مشن کی تکمیل کا پرچم بلند کریں۔

تعجب خیز امر

چودھری رحمت علی جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ چودھری صاحب نے ۱۹۱۵ء میں بزم شبلی کے اجلاس منعقدہ لاہور میں شمالی مغربی علاقہ کی آزادی کا نعرہ لگایا اور مسلسل اسی کوشش میں انہوں نے سالہا سال لگا دیئے۔

سردار محمد گل خاں ۱۹۲۳ء میں سردار محمد گل خاں صاحب نے شمال مغربی سرحدی کمیٹی" کے سامنے فرمایا تھا کہ:-

"ہم مسلمان تو دل سے یہی چاہتے ہیں کہ ہندو اور مسلمان علیحدہ علیحدہ ہو جائیں" آٹھ کروڑ مسلمان شمال میں رہ جائیں اور راس کماری سے آگرہ تک کا تمام علاقہ ہندوؤں کو دے ڈالو اور آگرہ سے پشاور تک کا علاقہ مسلمانوں کو دیدو۔

حسرت موہانی صاحب سردار گل محمد خاں سے ایک سال پہلے جناب حسرت موہانی صاحب نے ہندوستان کے اندر ہی رہتے ہوئے مسلمانوں کے صرف تحفظ کا مطالبہ کیا تھا۔

ڈاکٹر محمد اقبال صاحب ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے ۱۹۳۰ء میں فیڈریشن کا مطالبہ کر کے پھر اس معمولی مطالبہ سے بھی دستبرداری اختیار کر لی جیسا کہ بحوالہ جات پیچھے مذکور ہو چکا ہے۔

پھر کیا وجہ ؟ معلوم کیا وجہ ہوئی کہ چودھری صاحب اور خاں صاحب کے اسمائے گرامی پاکستان کا قیام عمل میں آتے ہی پس پشت ڈال دیئے گئے اور پاکستان کو حسرت موہانی اور ڈاکٹر اقبال صاحب سے منسوب کر دیا گیا نہ صرف یہ کہ بلکہ جناب محمد علی صاحب جوہر جیسے اشخاص کی یادگاریں منائی جانے لگیں جنہیں پاکستان کے منصوبے سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔

دراصل چند اشخاص اس طریقہ سے غلط بیانی کر کے اپنے فائدہ کے لئے زمین ہموار کر گئے عجب اتفاق ہے کہ پیدائشی اور آبائی پاکستانیوں کے ہاتھ میں پریس اور اخبارات کی باگ ڈور رہی نہیں ہے جو اس غلط رجحان کا قلع قمع کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۳۳ء تک چودھری صاحب موصوف کے... نظریۂ پاکستان کی حامی صرف تین ہستیاں تھیں جنہوں نے چودھری صاحب کے جاری کردہ اعلانِ پاکستان مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۳۳ء پر دستخط کئے تھے۔

(۱) عالی جناب خان محمد اسلم خاں صاحب۔ خٹک آکسفورڈ

(۲) عالی جناب شیخ محمد صادق صاحب۔ لندن کورٹ کی ایک INN سے متعلق تھے۔

(۳) عالی جناب خان عنایت اللہ خاں متعلم ڈنزیری کالج انگلینڈ

اس طرح صحیح معنوں میں یہ چار اشخاص نظریہ پاکستان کے حامی تھے جنہیں روح رواں اور موجد و بانیٔ پاکستان عالی جناب چودھری رحمت علی صاحب تھے

تحریک پاکستان دوسروں کی نظر میں!

لالہ لاجپت رائے بہت سے ہندو مدبرین نے بھی تحریک پاکستان کو ہندو مسلم گتھی کا صحیح حل سمجھا چنانچہ ان میں سے مشہور و معروف

لالہ لاجپت رائے نے اپنی تجویز میں ملک کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی تجویز پیش کی ان کی نظر میں مسلم علاقہ مندرجہ ذیل علاقے تھے۔

(۱) افغانیہ (یہ سابق صوبہ سرحد کا وہ نام ہے جو چودھری رحمت نے تجویز کیا تھا)

(۲) مغربی پنجاب

(۳) سندھ

(۴) مشرقی بنگال

(۵) اور ہندوستان کے بعض دوسرے حصے جنہیں مسلم اکثریت یکجا آباد ہے۔

نوٹ:۔ تعجب ہے کہ یہی علاقے آخر کار پاکستان میں شامل ہوئے اس تجویز میں کشمیر کا ذکر نہ تھا چنانچہ ابھی تک کشمیر کا جھگڑا جوں کا توں ہے۔

ڈاکٹر رائے امبیدکر ڈاکٹر امبیدکر صاحب نے ۱۹۴۰ء میں اپنی کتاب تھوٹس آف پاکستان لکھی اور اس میں پاکستان کی تجویز کو سراہا گیا۔

خالدہ ادیب ترکی خانم ۱۹۳۵ء میں ایک ترکی خاتون ہندوستان تشریف لائی تھیں جنہوں نے ترکیہ انقلاب میں بڑی جدوجہد کی تھی مگر اتاترک مصطفےٰ کمال پاشا سے ان کا کچھ اختلاف ہو گیا تھا اس لئے وہ وطن سے چلی آئی تھیں ہندوستان سے آپ انگلینڈ گئیں اور وہاں ... عالی جناب چودھری رحمت علی صاحب کے نظریہ پاکستان پر انہوں نے ان سے مفصل بحث کر کے اس منصوبہ کو قابل عمل قرار دیا اور اپنی کتاب "اندرون ہند" میں اس کا تذکرہ کیا۔

انگریز بہت سے انگریزوں نے بھی اس اسکیم کو قابل عمل منظور کیا چنانچہ مندرجہ ذیل اقتباسات قابل غور ہیں۔

الف:۔ "چودھری رحمت علی جو پاکستان نیشنل تحریک کے صدر اور بانی ہیں ایک پسندیدہ ودلکش شخصیت کے مالک ہیں وہ طبعاً ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہیں وہ انگریزی نہایت روانی اور بے تکلفی سے بولتے ہیں مگر ان کی فطری مناسبت زبردست جذبۂ وطنیت کی وجہ سے اپنی مادری زبان اردو سے ہے جس کے ساتھ انہیں ایسی والہا

محبت ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگوں کو اپنی مادری زبان آئرشں سے نہیں ہے وہ اس بےپناہ جذبۂ قومیت کے زبردست مبلغ ہیں جن کی بنیاد مذہب پر ہے، اپنے پاس اپنے دعویٰ کی تائید میں نہایت معقول دلائل رکھتے ہیں ان کا دعویٰ یہ ہے کہ شمال مغربی سرحد اور اس کے قریبی چار صوبوں کو ملا کر ایک واحد ملک بنا دیا جائے جو "پاکستان" کے نام سے موسوم ہو وہ کہتے ہیں کہ **پاکستان میں غیر مسلموں کے ساتھ کوئی... ناانصافی نہ ہوگی** اور نہ اس تنگ نظری کو روا رکھا جائے گا جس کی بدولت ہندوؤں نے چھ کروڑ اچھوت پیدا کر دیئے ہیں۔

چودھری رحمت علی صاحب کا لائحۂ عمل بالکل آئینی ہے اور وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ پاکستان کی علیحدگی کے خلاف کیا اور کیوں اعتراضات کئے جا سکتے ہیں!"

ملاحظہ ہو اخبار "انڈی پنڈنٹ" آئرش ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء

INDEPENDANT (IRISH) 20TH OCTOBER. 1935.

ب: دوسرا اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

"یہ کہنا کہ ہندو اور مسلمانوں کے مابین کوئی موثر مفاہمت نہیں ہو سکتی اور نہ آئندہ مفاہمت کی صورت پیدا ہونے کا امکان ہے یہ ایک ایسا بیان ہے جو سر تا پا ناقابل انکار حقائق پر مبنی ہے اس المناک حقیقت کی ذمہ داری ہم انگریزوں پر عائد ہوتی ہے جو اصل مسئلہ سے احمقانہ طور پر پہلوتہی کر رہے ہیں، ہم نے کسی ایک موقعہ پر بھی ہندو مسلم مسئلہ کو مستقل اور دائمی طور پر حل کرنے کی کوشش نہیں کی۔

ان تنازعات کا اصلی سبب وہ اختلافات ہیں جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان... زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں ہیں چاہے وہ شعبہ مذہبی، روحانی، تہذیبی، ثقافتی ہو یا کوئی اور ہو ان کا صرف ایک ہی حل ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر قوم کیلئے ہندوستان میں ایک وطن مخصوص کر دیا جائے، چونکہ ہندوستان میں ہندو مسلمانوں کے مقابلہ میں غالب اکثریت رکھتے ہیں اس لئے دستور حکومت جسمیں شمال مغربی ہندوستان کے مسلم صوبے بھی داخل ہونگے غالب طور پر ہندوانہ ہوگا، یہ بالکل سچ ہے کہ فرقہ وارانہ ہنگامے اس وقت تک ہوتے رہیں گے جبتک ہم اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے اس وقت تک جوان قوموں کی طرف سے ہمپر

عائد ہوتی ہیں یعنی پاکستان نیشنل تحریک جس کے بانی چودھری رحمت علی ہیں، کے جائز مطالبہ کو منظور نہ کریں، اس کے سوا دوسرا حل ممکن نہیں ہے اس لئے جسقدر جلد اسے قبول کر لیا جائے اتنا ہی ہندوؤں، مسلمانوں اور انگریزوں کیلئے مفید ہوگا"۔

ملاحظہ ہو دو گریٹ ٹرسٹ اینڈ دی ایسٹ" ہفتہ وار لندن۔ مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۳۶ء

GREAT TRUST AND THE EAST WEEKLY LONDON_ 19_TH_NOVEMBER 1936.

آل انڈیا مسلم لیگ

ملک کے سبھی اہل الرائے، صاحبانِ قلم اور دانشمند ہندو مسلم مسئلہ کو سلجھانے میں لگے ہوئے تھے کہ آزاد ہندوستان میں مختلف مذاہب کی قانونی شکل کیا ہونی چاہیئے اس مسئلے کے بہت سے حل سوچے گئے مگر ایک بھی میزانِ عقل پر پورا نہ اترا، آخر آل انڈیا مسلم لیگ نے ۱۹۴۰ء میں اپنے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں چودھری صاحب موصوف کی پیش کردہ تجویز "پاکستان" کو ہی اپنایا اور اسی نصب العین کے حاصل کرنے میں اس نے مزید سات سال میں ملک کی بہت سی مسلم جماعتوں کو یکے بعد دیگرے اپنا ہمنوا بنا لیا اس تمام دور میں یعنی ۱۹۴۰ء کے بعد سے محبوب قوم، بابائے ملت عالی جناب محمد علی جناح صاحب اس جماعت کے مستقل صدر رہے ان کی قیادت میں مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کیلئے قانونی طور سے کوشش کی۔ آپ کچھ سال پہلے تک کانگریس میں شامل رہے تھے۔

مگر یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ بہت جید علماء اسلام مثلاً عالی جناب مولانا ابو الکلام و محمد حسین صاحب مدنی وغیرہم قیام پاکستان کے مخالف تھے اسی طرح کئی مذہبی جماعتیں مثلاً جمعیۃ العلماء ہند، مجلسِ احرار، خاکسار پارٹی نیز مجلسِ شیعہ وغیرہم بھی مخالف رہیں۔ اس کے باوجود.... عامۃ المسلمین تن من دھن سے قیام پاکستان میں مصروف ہو گئے۔

ملک کی سب سے منظم جماعت جو ہندو اور مسلمانوں کے اتحاد کی علمبردار تھی اس نے پاکستان کی شدید مخالفت کی اور اسے ملک کیلئے نقصان دہ اور ناقابل عمل قرار دیا، اس جماعت میں وہ لوگ بھی شامل تھے جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے اس کا نام آل انڈیا کانگریس ہے، ہندو مہا سبھا ایک متعصب مذہبی جماعت تھی اس نے مذہبی رنگ میں قیام پاکستان کے خلاف زہر اگلا۔

مسلم لیگ کی فتح اور انتخابات

اکتوبر ۱۹۴۶ء میں تمام ملک میں سرکاری نظم و نسق چلانے کیلئے حکومت وقت کی طرف سے عوام کو اپنے نمائندے ایوانوں میں بھیجنے کیلئے کہا گیا، ہر صوبہ کے نمائندگان کا انتخاب الگ الگ ہونا تھا اور مرکزی حکومت کے نمائندے علیحدہ طور سے چنے جانے تھے۔ مرکزی حکومت میں مسلم نمائندگان کی تعداد تیس ۳۰ تھی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے انتیس ۲۹ نمائندگان نے اپنے مسلم حریفوں کو شکست دی اور تیسواں مسلم نمائندہ بغیر کسی جماعت کی مدد حاصل کئے کامیاب ہوا اور بعد میں وہ بھی مسلم لیگ میں شامل ہو گیا۔ اس طرح سو فیصدی کامیابی مسلم لیگ نے حاصل کی۔

دو ہفتہ بعد ہر صوبہ میں الگ الگ انتخابات ہوئے جنمیں ہر جگہ مسلم لیگ نے بچھتر فیصدی ووٹ (آراء) حاصل کر کے نمایاں کامیابی حاصل کی مگر علاقہ سرحد میں اسے نمایاں کامیابی نہ ہوئی کیونکہ وہاں عبدالغفار خاں صاحب اور ان کے بڑے بھائی عبدالغفور خانصاحب بلقب ڈاکٹر خاں صاحب ہندو مسلم اتحاد کے حامیوں میں سے تھے اور کانگریسی کہلاتے تھے تمام صوبوں میں بھی مسلم لیگ کو سو فیصدی کامیابی ہوئی مگر بہت سے لیگی کارکنوں نے اپنے اقتدار کو جماعت کی فلاح و بہبود پر ترجیح دی ایسے واقعات تو کافی ہیں مگر ہم ایک چشم دید واقعہ بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

ضلع سہارنپور (یو۔پی) علاقہ بھٹ کے شاہ فخر حسین شاہ ضلع کی ایک مقتدر ہستی تھیں جو ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیرمین مدت سے رہتے چلے آرہے تھے، یہ تمام یو۔پی کے سب سے بڑے خود کاشت زمیندار تھے۔ جنکو صرف باغات سے لکھو کھا روپیہ سالانہ کی آمدنی ہوتی تھی انکا تمام علاقہ مسلم لیگی تھا۔ نمائندگی کے لئے ایک مسلم گوجر نے درخواست دی مگر انھوں نے ان کی... درخواست کو رد کرا دیا اور بقول چودھری صاحبان یہ بھی کہا:۔

"کیا لنگوٹوں میں بھی اتنی قابلیت ہو گئی ہے کہ وہ انتخابات لڑیں"

یہ ہتک آمیز الفاظ تمام گوجروں میں آگ کی طرح پھیل گئے اور ہیجان برپا ہو گیا، یہی بات جماعتی مفاد سے گر کر ذاتی بن گئیں۔

انہیں دنوں مؤلف گرجر اس ضلع میں رشتہ داریوں میں گیا ہوا تھا، گوجروں کی ایک مقتدر ہستی عالی جناب رانا محمد خاں صاحب بہادر پوسوال سے ملاقات ہو گئی میں نے ان سے دوران

گفتگو کہا کہ آپ کیوں خواہ مخواہ شاہ صاحب کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے کیا آپ لوگ مسلمان نہیں ہیں؟"

پوسوال صاحب نے غصہ میں بھر کر کہا:-

"بابوجی صاحب! تم نے تاریخ کتابوں میں پڑھی ہے اور ہم اپنے سینوں پر تاریخ لکھے ہوئے ہیں یہی وہ شاہ صاحب ہیں جن کے آباؤ اجداد نے ۱۸۵۷ء میں مخبری کر کے گوجروں کو پھانسی پر چڑھوا دیا تھا اور اس انعام میں انہیں یہ زمینیں اور جائیدادیں گوجروں سے چھین کر دی گئی تھیں، کیا ہم اس وقت مسلمان نہیں تھے جب ہماری زمینوں پر شاہ صاحب نے قبضہ کیا تھا ہمارے جسم سے کپڑے اتار کر پہنے تھے اب ہم یہ دکھا دیں گے کہ لنگوٹہ کون ہے"

میں نے کہا:-

"چودھری صاحب! تمہاری آج کی یہ غلطی تمہیں ہندوستان میں نہ رہنے دے گی"

تب فوراً بولے:-

"میاں! جاؤ، کہاں کا راگ الاپ رہے ہو ہزار سال سے ہم تباہ ہو رہے ہیں مگر کوئی ہمیں اس ملک سے نہ نکال سکا یہ ڈر گوجروں کو نہیں ہو سکتا"

میں نے خاموش ہونے میں ہی مصلحت سمجھی کیوں کہ رشتہ داری کا معاملہ تھا دوسرے انھوں نے اسے خالص مقامی جھگڑا قرار دیا۔

اتفاق دیکھئے کہ اسی ضلع میں ایک ہندو گوجر چودھری صاحب کو بھی ایسا ہی سابقہ پڑا اور وہ کانگریس کی مخالفت میں اس قدر آگے بڑھا کہ اس نے اعلان کیا کہ چاہے مجھے مسلم لیگ کا ٹکٹ لینا پڑے مگر میں بنئے کا اقتدار اپنے علاقہ میں نہ ہونے دوں گا۔

اسی ضلع کی تحصیل دیوبند میں ٹھاکر کیشن پال سنگھ راجپوت ایم۔اے جو گوجر قومیت کے زبردست حامی ہیں وہ بھی کانگریس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے دلی میں رہتے ہوئے میں نے یہ واقعات سنے اور دل نے کہا کہ سہارنپور کہیں گجرات بننے تو نہیں جا رہا ہے۔ مگر کانگریس نے ایک داؤ مار دیا اور وہ یہ تھا کہ انہیں کا ایک رشتہ دار انہیں کے مقابل کھڑا کر دیا جس نے ٹھاکر صاحب کو شکست دی۔

مجھے فوراً نگیندر اور نرائن سنگھ کی باتیں یاد آ گئیں، نگیندر گوجر نے میرٹھ کالج میں کہا تھا "ہمارا جنم خراب ہو گیا ہے، آئندہ جنم لے کر دوبارہ غور کریں گے"

اور نرائن سنگھ بی۔ اے۔ (حال ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی) نے کہا تھا:۔

"گوجرو! جن کا مقابلہ تم کرنا چاہتے ہو وہ تمہیں ون معاڑے بیچ سکتے ہیں۔ پہلے اپنی جہالت پر غور کرلو!"

ادھر مولوی زاہد حسین صاحب کھٹانہ کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر شاہ صاحب ایک دوسری تحصیل رڑکی سے ٹکٹ لے کر انتخاب میں کھڑے ہوئے مگر اس تحصیل کے مسلم گوجروں نے بھی ان کا ساتھ نہ دیا اور وہاں بھی شکست کھا گئے اور اپنے علاقہ سے مولوی زاہد حسین کھٹانہ کامیاب ہوئے

اسی زمانہ میں ضلع سہارنپور کے مسلم گوجروں نے القاب ایجاد کئے وہ تھے "کھمبا" اور "کھمبیاں" یہ ان مسلمانوں کو دیئے گئے جنہوں نے انگریزوں کے زیر سایہ پورے ضلع پر اقتدار قائم کیا ہوا تھا۔

جب شاہ نذر حسین شاہ انتخاب میں ہار گئے۔ شور مچ گیا "کھمبا" گر گیا اس کے بعد ہر انتخاب اور ہر موقعہ پر دوسرے تمام قصبوں کے چھوٹے کھمبے یعنی "کھمبیاں" گرنی شروع ہو گئیں اور تھوڑے ہی دنوں بعد ڈسٹرکٹ بورڈ کے وائس چیرمین (نائب صدر) عالی جناب رانا محمد خاں صاحب پوسوال ہوئے مولف گرجر کے سابقہ ضلع مظفر نگر سے تمام امیدوار مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے خود ہماری تحصیل بھڈانہ میں عالی جناب اصغر علی چوہان صاحب مسلم لیگ کے نمائندہ کی حیثیت سے کامیاب ہوئے۔

المختصر کہیں مقامی جھگڑے کی بنا پر مسلم لیگی کارکنوں کی غلطی سے شاید شکست ہوئی ہو ورنہ واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلمانوں کی اکثریت نے یہ ثابت کردیا کہ وہ عالی جناب چودھری رحمت علی صاحب کے نظریۂ پاکستان کے حامی ہیں۔

آل انڈیا کانگریس

آخر جون ۱۹۴۷ء میں کانگریس نے بھی تسلیم کرلیا کہ ہندو مسلم مسئلہ کا صحیح حل عالیجناب چودھری رحمت علی کی پیش کردہ تجویز "پاکستان" ہی ہے

حکومتِ وقت

آخر حکومت وقت یعنی انگریز نے بھی پاکستان کو منظور کرلیا، صوبہ سرحد میں دوبارہ انتخابات ہوئے اور وہاں بھی نظریۂ پاکستان کی جیت ہوئی۔

قیام پاکستان

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو صوبہ سرحد، مغربی پنجاب، بلوچستان

اور سندھ کا مشترکہ نام مغربی پاکستان ہوا اور مشرقی بنگال اور سلہٹ کا مشترکہ نام مشرقی پاکستان ہوا پھر یہ دونوں علاقے "مملکتِ پاکستان" کہلائے اور اس مملکت کا دارالخلافہ کراچی قرار پایا اور اس ملک کی باگ ڈور قیام پاکستان کی حامی جماعت مسلم لیگ کو سونپی گئی بقایا علاقہ پر کانگریس کی حکومت قائم ہوئی۔ اور اس علاقہ کا نام بھارت رکھا گیا۔

ہندو مسلم فسادات اور اس کا حل

وہ جماعتیں جو ہندو مسلم مسئلہ کا حل نہ چاہتی تھیں اور ملک کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہنے کی خواہش مند تھیں اس مسئلہ کا تصفیہ ہوتے ہی میدان میں آگئیں اور انہوں نے مذہب کو آڑ بنا کر مشرقی پنجاب اور کشمیر کے علاقہ میں مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا، تمام دیہات اور شہروں کو آگ لگا دی گئی، عورتوں کو اغوا کر لیا گیا، مال، مویشی اور جائیدادوں پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا مکینوں سے مکان خالی کرا کر ان پر زمین تنگ کر دی گئی، چھوٹے چھوٹے معصوم بچے بھی... تہ تیغ ہو گئے، عورتوں اور مردوں نے بھاگ کر جنگلوں میں پناہ لی، بہت سی مستورات دریاؤں.. اور کنوؤں میں گر کر جاں بحق ہو گئیں، بڑے بڑے لیڈر اور سیاست داں تو پاکستان چلے آئے مگر عوام اِن مذکورہ علاقوں میں تباہ و برباد ہو گئے یہی حال مغربی پنجاب اور صوبۂ سرحد میں ہندوؤں کا مسلمانوں نے کیا، آخر ملک کے بہی خواہوں نے تبادلۂ آبادی منظور کیا یعنی مغربی پنجاب اور صوبۂ سرحد سے تمام ہندو بھارت چلے گئے اور مشرقی پنجاب سے سارے مسلمان پاکستان لائے گئے، مگر اس تبادلۂ آبادی نے پورے چار ماہ لئے، ان چار مہینوں میں کروڑوں انسان ظالموں نے تباہ و برباد کر دیئے اور اربوں روپیوں کی جائیدادیں تباہ ہو گئیں۔

جب دونوں حکومتوں نے ان مذکورہ علاقوں کا تبادلہ آبادی منظور کیا اسی وقت سردار ولبھ بھائی پٹیل ڈپٹی وزیر ہندو گو جو نائب سلطنت حکومت بھارت نے زور دیا کہ ریاستوں کو انگریزوں نے اپنا ہمدرد رکھنے کیلئے یہ حق دے دیا ہے کہ اگر وہ چاہیں تو بھارت یا پاکستان میں شامل ہو جائیں یا خود مختار رہیں لہٰذا ان ریاستوں کو ختم کر کے دونوں حکومتوں میں بانٹ لیا جائے یعنی ریاستوں کا فیصلہ ابھی ابھی کر لیا جائے ورنہ یہ ریاستیں دونوں ملکوں کے لئے آئندہ دردِ سر بنیں گی مگر افسوس اس وقت کے سیاست دانوں نے اس مسئلہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی، یہاں میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ پٹیل صاحب اس وقت اِس خیال کے حامی تھے کہ جوناگڑھ اور حیدرآباد پر بھارت قبضہ کر لے اور کشمیر پر پاکستان قبضہ کر لے مگر اس وقت دونوں حکومتوں نے

اس مسئلہ کو التواء میں ڈال دیا۔

موجد و بانیٔ پاکستان کی پاکستان میں آمد

۱۹۴۸ء میں عالی جناب چودھری رحمت علی صاحب پاکستان تشریف لائے انہیں عوام کی تباہی اور ہندو مسلم فسادات کی خبریں انگلینڈ پہنچیں، انہیں بڑا دکھ ہوا، وہ صاف طور سے کہہ چکے تھے کہ پاکستان میں ہندوؤں کو ہر طرح کی آزادی حاصل رہے گی، وہ اس قدر وطن پرست تھے کہ وہ اس پورے ملک کا نام بھی اس ملک کی مذہبی حیثیت کے پیش نظر دینہ رکھنے کے حق میں تھے وہ حملہ آوروں کے رکھے ہوئے ناموں کے سخت مخالف تھے مگر افسوس تعصب پیشہ افراد نے عوام کو تباہ کر دیا۔

اِن ظالم فرنگیوں کی مکاری کی وجہ سے جو کچھ ہوا اس خطرہ کا اعلان چودھری صاحب نے اسی وقت کر دیا تھا کیونکہ پاکستان کے پاس جو علاقہ آج ہے وہ بہت ہی کم ہے پاکستان کی علاقائی حدوں میں توسیع کی اشد ضرورت ہے، چنانچہ چودھری صاحب نے آتے ہی یہ تحریک چلائی کہ پاکستان کی علاقائی حدود میں توسیع کی جائے۔

۲۰ رمئی ۱۹۴۸ء کو ہفت روزہ اخبار "اقدام" کے مدیر میاں محمد شفیع صاحب نے جو ان دنوں روزنامہ "پاکستان ٹائمز" کے خصوصی نامہ نگار تھے چودھری صاحب کا ایک انٹرویو پاکستان ٹائمز میں شائع کیا تھا جسمیں تحریر تھا:۔

"صوفی منش چھ فٹ لمبے پچپن ۵۵ سالہ چودھری رحمت علی جو پاکستان کی اسکیم کے مشہور و معروف موجد ہیں اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ ۳ رجون ۱۹۴۷ء کے پلان کو ہو سکے تو باہمی.. مفاہمت سے اور ضروری ہو تو اس کے بغیر ختم کر دیا جائے"۔

چودھری صاحب نے زور دار لہجہ اور باوقار آواز میں کہا:۔

"ہرگز ہرگز ہم اپنے اِن چار کروڑ بھائیوں کو نہیں بھلا سکتے جو ہندوستان میں رہ گئے ہیں"۔

اس زمانہ میں پاکستان کے عہدہ دار شہنشاہ انگریز کا حلف وفاداری اٹھاتے تھے...

سوالات کا جواب دیتے ہوئے چودھری صاحب نے فرمایا:۔

"ان کو پاکستان کی پارلیمانی سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں کیوں کہ یہ میرے ضمیر کے خلاف ہے کہ ایک انگریز شہنشاہ سے حلف وفاداری اٹھاؤں"۔

وطن سے واپسی

عالی جناب چودھری صاحب نے تمام زندگی اپنے ملک کی...

کی جاں نثاری اور فلاح وبہبود میں گزاری، انہوں نے اپنے ملک کی آزادی کا اظہار، انگریز حکمرانوں اور حملہ آوروں کے ملک میں ہی جا کر کیا تھا جہاں انہوں نے اپنی تمام زندگی وقف کر دی۔

جب آپ مدتِ مدید کے بعد وطن تشریف لائے تو چند ماہ بعد آپ کی طبیعت خراب ہو گئی لہٰذا آپ ڈاکٹروں کے مشورہ سے کراچی تشریف لے آئے، یہاں ایک ماہ قیام کیا مگر آب وہوا نے موافقت نہ کی اس لئے آپ واپس انگلینڈ چلے گئے۔

وفات انگلینڈ جا کر آپ کی طبیعت بحال ہو گئی اور بقایا چند سال تک آپ اپنے ملک کے پروپیگنڈہ اور وقار کیلئے وہیں قومی کاموں میں مصروف رہے، چودھری صاحب وہ واحد ہستی ہیں جنہوں نے اپنے ملک سے اپنی خدمات کا معاوضہ بھی طلب نہ کیا جب کہ بہت سے لوگوں نے انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام لکھوایا اور بڑے بڑے عہدے، جائیدادیں اور تجارتوں کے پرمٹ حاصل کئے مگر وہ گوجر قوم کا سپوت جس نے تمام زندگی اپنے ملک کے لئے وقف کر دی تھی اور جس نے اسی دھن میں اپنا گھر بھی نہ بسایا نہ شادی کی نہ روپیہ پیسہ جمع کیا ان دنیاوی آلائشوں سے پاک رہا آخر ۱۲ر فروری ۱۹۵۱ء کو حرکت قلب بند ہو جانے سے راہی ملک بقا ہوا۔

انا للہ وانا علیہ راجعون

حقیقت یہ ہے کہ عالی جناب چودھری رحمت علی صاحب مرحوم موجودہ دونوں ممالک پاکستان اور بھارت کے محسنِ اعظم تھے، جنہوں نے تمام ملک کو صحیح راہ دکھائی۔

کاش اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے دونوں ملک اس ہستی کا یادگاری دن مقرر کریں۔

باب ہشتم

پاکستانی دور

انجمن مرکزیہ کا دوبارہ قیام!!

برصغیر ہندوپاکستان کی کی تقسیم کے بعد کچھ مدت تو بہی خواہان انجمن مرکزیہ گوجراں اس زبردست انقلاب کے تھپیڑوں سے عہدہ براہونے میں مصروف رہے بالآخر ۱۹۴۹ء میں قوم کے چند درد دل رکھنے والے نوجوانوں کے دل میں اُمنگ اور تڑپ پیدا ہوئی کہ حسب سابق انجمن مرکزیہ کا ازکر احیا عمل میں لایا جائے، یہ تحریک شہر سیالکوٹ سے اٹھی اس کے بانیانِ اوّل میں حسب ذیل حضرات کے نام کا تذکرہ ضروری ہے۔

۱:۔ چودھری نورالدین صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر۔ محلہ سالو گوجر۔ سیالکوٹ۔

۲:۔ ” ” اللہ رکھا صاحب عنبر۔ مہاجر صوبہ جموں۔ مقیم سیالکوٹ

۳:۔ ” ” عبدالعلی صاحب خلف قبلہ مولینا مفتی عبدالغنی صاحب مرحوم مالیر کوٹلوی

۴:۔ ” ” بخشی محمد ارشاد صاحب بنیرہ بخشی بدرالدین صاحب مرحوم مالیر کوٹلوی

۵:۔ ” ” صوفی محمد عبداللہ صاحب ایم۔ اے۔ ڈی۔ اے۔ سی۔ ایم۔ اے۔

خوش قسمتی سے انہیں ایام میں قبلہ خان بہادر مولوی فتح الدین صاحب مرحوم و مغفور کے خلف الرشید جناب چودھری اسلام الدین صاحب بی۔ اے۔ پی۔ سی۔ ایس بھی سیالکوٹ ہی میں تعینات تھے۔ چنانچہ مندرجہ بالا اصحاب پر مشتمل ایک وفد ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی تحریک کا تذکرہ کیا موصوف نے بخندہ پیشانی تحریک کی نصرت و حمایت فرمائی اور ازاں بعد مورخہ ۸ رجون ۱۹۴۹ء کو محلہ سالو گوجر میں ایک عظیم الشان جلسہ عام میں برادری کے تمام حاضر نمائندگان

نے موصوف کو انجمن مرکزیہ گوجراں پاکستان (رجسٹرڈ) کا عہدہ صدارت قبول کرنے پر مجبور کیا اس جلسہ میں مقامی نمائندگان کے علاوہ آزاد کشمیر اور ضلع گجرات کے چند نمائندگان بھی شامل تھے۔ فیصلہ کیا گیا کہ انجمن کا احیا فوری طور پر عمل میں لایا جائے، اس کا صدر مقام سیالکوٹ قرار پایا اور آئین انجمن منظور کردہ ۱۹۴۵ء چند ضروری ترامیم کے بعد پاکستان کے لئے دوبارہ منظور کیا گیا اور طبع کرانے کے بعد شایع کیا گیا۔

جون ۱۹۴۹ء سے ہی ملک کے مختلف حصوں میں بہی خواہانِ قوم اور ہمدردانِ ملت سے مختلف طبع شدہ سرکلروں کے ذریعہ رابطہ خط و کتابت پیدا کیا گیا۔ مقصدِ وحید یہی تھا کہ انجمن کے زریں اغراض و مقاصد کا حتی المقدور زیادہ سے زیادہ پروپیگنڈہ کیا جائے جیسا کہ عام طور پر معلوم ہے، انجمن کے مقاصد کا اجمالی خاکہ کچھ یوں ہے کہ انجمن بنیادی طور پر قوم کے بچوں اور بچیوں میں صحیح تعلیم کا شوق پیدا کرے، جن طلباء کے تعلیمی حالات حوصلہ افزا ہوں لیکن مالی حالت قابل امداد ہو ان کی حتی المقدور وظائف یا قرض حسنہ سے امداد کی جائے۔ طلباء میں صحیح... شہری حقوق و فرائض کا احساس پیدا کیا جائے اور گوجر قوم کے بچوں اور بچیوں کو ملتِ پاکستانیہ کے قابلِ فخر فرزند بنانے کا ہر طرح جتن کیا جائے تاکہ ایک طرف قوم سے جہالت کا جمود دور ہو اور دوسری جانب انجمن کسی حد تک مفید شہری پیدا کرنے میں حکومت کا ہاتھ بٹا سکے۔ انہیں خطوط پر مختلف علاقوں میں انجمن سے ملحقہ ماتحت انجمنیں بھی بنائی گئیں جن کا وقتاً فوقتاً انجمن مرکزیہ سے الحاق ہوتا رہا ہے اس انجمن کے پورے نظام کا خاکہ یہ رہا ہے کہ اسے کسی قسم کے سیاسی ہنگامہ یا تحریک سے کبھی کوئی تعلق رہا ہے نہ ہے اور نہ انشاء اللہ ہو گا۔

پیشتر اس کے کہ یہاں مختصر طور پر انجمن مذکور کی کارکردگی کا تذکرہ کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انجمن کی ملحقہ شاخوں کا سرسری ذکر بھی کر دیا جائے چنانچہ ذیل میں ہم تاریخ وار ان انجمنوں کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے ۱۹۴۹ء سے تا حال انجمن مرکزیہ سے رابطہ الحاق پیدا کیا ہے۔

۱:- انجمن گوجراں شہر سیالکوٹ۔ تاریخ الحاق جون ۱۹۴۹ء
۲:- " " کلاس والہ ضلع " ۲۶ر نومبر "
۳:- " " فتح گڑھ " " " "
۴:- " " گدڑ منڈی " لائل پور " " "
۵:- " " شہر سرگودھا " " "

۶:-	انجمن گوجراں شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ	تاریخ الحاق	۲۰ر اگست	۱۹۵۰ء
۷:-	" " ضلع راولپنڈی	"	"	"
۸:-	" " کھروٹہ ضلع سیالکوٹ	"	"	"
۹:-	" " گھروٹہ تحصیل شکرگڑھ	"	۱۰ر ستمبر	"
۱۰:-	" " کمانوالہ ضلع سیالکوٹ	"	"	"
۱۱:-	" " بارہ ملی "	"	"	"
۱۲:-	" " بھرٹھ بوتھ "	"	"	"
۱۳:-	" " خواتین لاہور	"	"	"
۱۴:-	" " موضع ملکے ضلع گوجرانوالہ	"	۱۸ر فروری	۱۹۵۱ء
۱۵:-	" " لاہور چھاؤنی	"	"	"
۱۶:-	" " ملتان شہر	"	۹ر دسمبر	"
۱۷:-	" " شہر لاہور	"	"	"
۱۸:-	" " چک ۲۲۰ رکھ برانچ ضلع لائل پور	"	"	"
۱۹:-	" " ڈیرہ غازی خاں	"	"	"
۲۰:-	" " رینالہ خورد ضلع منٹگمری	"	۱۰ر اگست	۱۹۵۲ء
۲۱:-	" " چک ۱۲۶/۱۱ ایل " "	"	"	"
۲۲:-	" " ضلع سیالکوٹ	"	۱۸ر فروری	۱۹۵۱ء

علاوہ ازیں درج ذیل انجمنیں بھی الحاق کے رابطہ کی کڑیاں بنیں۔

۲۳:- انجمن گوجراں چک ۱۶/۱۴ ایل ضلع منٹگمری۔

۲۴:- " " ۴۶ جنوبی ضلع منٹگمری

۲۵:- " " واہ کیمپ " اٹک

۲۶:- " " گوجرانوالہ شہر

۲۷:- " " چک ۶۶۹/۱۰ ضلع لائل پور

۲۸:- " " اقبال نگر " منٹگمری

۲۹:- " " دوسری تحصیل شکرگڑھ

۳۰:- انجمن گوجراں موضع بدھو تحصیل اٹک

۳۱:- " " " کھنہ " سیالکوٹ

۳۱:- " " " سیول " "

۳۲:- " " " بوکن " "

۳۳:- " " " احمل پور " "

۳۴:- " " " گل " "

۳۶:- " " " قلعہ سوبھا سنگھ ضلع "

۳۷:- " " " ڈیری فارم " "

۳۸:- " " " شیخوپورہ " شیخوپورہ

۳۹:- " " موضع کھوکھا " جہلم

مفصلہ بالا فہرست سے یہ اندازہ ہوگیا ہوگا کہ انجمن مرکزیہ کی دعوت خاصی عام ہے.... علاوہ ازایں اس دعوت کی صدائے بازگشت علاقہ ہائے آزاد کشمیر، ضلع مردان، ضلع پشاور اور ایبٹ آباد میں بھی سنی گئی ہے۔

ایبٹ آباد میں تو سفیر انجمن جناب اللہ رکھا صاحب عنبر کی مساعی حسنہ سے ایک خاصی فعال انجمن کا قیام عمل میں آچکا ہے جس کی صدارت جناب سردار محمد فخر عالم خاں صاحب بی۔اے ایل۔ایل۔بی ایڈووکیٹ کے قابل ہاتھوں میں ہے یہ انجمن بیڑہ اٹھا چکی ہے کہ تمام صوبہ سرحد میں اپنی تنظیمی شاخیں قائم کرے، مندرجہ بالا شاخیں ۱۹۵۵ء تک قائم ہو چکی تھیں اس کے علاوہ تادم ایں تحریر انجمن مرکزیہ گوجراں کی شاخیں کراچی کوئٹہ تا پشاور پھیل چکی ہیں اور ان کی صدا ہنگ ہوتی ہے۔

انجمن مرکزیہ گوجراں کی کارکردگی

اس انجمن کی کارکردگی کا آغاز درحقیقت ۱۹۴۹ء نہ سمجھنا چاہیئے جب کہ سیالکوٹ سے انجمن مرکزیہ گوجراں کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا بلکہ کارکردگی کا اندازہ کرنے کیلئے یہ ضروری ہوگا کہ ہم مبتدا اُن اغراض و مقاصد کی مکرر تشریح و توضیح کر دیں جن کے لئے یہ انجمن قائم کی گئی تھی ہے اور

انشاءاللہ العزیز رہے گی نیز یہ بھی بالاختصار ذکر کردیں کہ تخلیق پاکستان سے پہلے انجمن کا... مطمع نظر یا اس کی منزل مقصود کیا تھی

یہ بات مخفی نہیں کہ یہ انجمن خالصتاً ایک تعمیری اصلاحی ادارہ ہے جسے گوجر قوم کی داخلی اصلاح مقصود ہے روزِ اول سے ہی یہ ادارہ قطعاً غیر سیاسی ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ... پاکستانی گوجر تعلیم میں صفِ اول میں آجائیں، ان کی معاشی حالت بہتر ہو اور ان کی سماجی زندگی سے اصلاح طلب امور کی کماحقہٗ اصلاح ہو جائے۔ لدھیانہ کے عظیم قومی اجتماع کے بعد اس انجمن کے نصب العین حسب ذیل قرار پائے تھے۔

۱:۔ اخبار گوجر گزٹ کا اعلیٰ معیاری طریقہ پر جاری رکھنا۔

۲:۔ قرض حسنہ فنڈ کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرکے مستحق طلباء و طالبات کو قرض حسنہ دینا۔

۳:۔ انجمن کا آئین بکرر غور و فکر کے بعد موجودہ قدروں کے مطابق ڈھالنا اور اسے شائع کرنا۔

۴:۔ انجمن کو رجسٹرڈ کرانا اور اس تنظیم کی شاخیں اکناف ملک میں پھیلانا تاکہ اس کا اصلاحی پروگرام بروئے کار لایا جاسکے۔

اسی جلسہ میں عملاً قرض حسنہ فنڈ میں کافی رقم جمع کردی گئی تھی اور جلسہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد آئین کی تجدید اور منظوری بھی ہو چکی تھی لیکن ابھی عملی اقدام کی نوبت نہ آئی تھی کہ عظیم تر مقاصد نے ان نجی قسم کے مقاصد کو پسِ پشت ڈال دیا اور قوم کی توجہ پاکستان کے قیام سے ایسی منسلک ہوئی کہ قیام پاکستان کے بھی کوئی دو سال بعد تک ان نجی مقاصد کا احیاء عمل میں نہ آسکا اور یہ انہماک قدرتی بھی تھا، اس لئے بھی کہ تحریک پاکستان کا داعی اول ایک اولوالعزم گوجر فاضل چودھری رحمت علی مرحوم تھا اور اس لئے بھی کہ پاکستان کی تحریک ایک عام اسلامی تحریک بن چکی تھی جس سے کسی مسلم کا متاثر نہ ہونا تعجب خیز ہوتا۔

نکتۂ آغاز چنانچہ انجمن مرکزیہ گوجراں پاکستان کی سعی عمل کا آغاز انہیں متذکرہ صدر امور سے ہوا، قدرتی طور پر پہلے اس کنونشن میں جس میں انجمن کی احیاءِ مکرر کا فیصلہ اور جس میں ضلع گجرات، آزاد کشمیر، سیالکوٹ

اور مہاجرین کے مختلف گروہوں کے نمائندگان موجود تھے یہ طے ہوا کہ انجمن کے آئین کو بدلے ہوئے حالات کے تحت دوبارہ جانچا جائے اور ضروری تسوید و ترمیم کے بعد اس کی اشاعت کی جائے[1]۔ اس انجمن کے اوّلین جنرل سکرٹری ملک عبدالعلی صاحب منشی فاضل خلف مولینا مولوی مفتی محمد عبدالغنی صاحب مرحوم و مغفور مالیر کوٹلوی تھے۔

آئینی سب کمیٹی اور ملک صاحب نے اپنا فرض بہت جلد پورا کیا اور تھوڑے ہی دنوں میں آئین نہ صرف ترمیم شدہ صورت میں جلسہ عام میں منظور کیا گیا بلکہ اگست ۱۹۴۹ء میں اسے مقامی صورت میں شائع بھی کر دیا گیا، اس کی اشاعت کیلئے انجمن جناب صدر محترم چودھری اسلام الدین صاحب بی۔ اے کی مرہون منت ہے جنہوں نے انجمن کا اس مد میں ایک پیسہ بھی صرف نہ ہونے دیا، علاوہ ازیں تنظیمی دعوت مختلف اشتہاروں کی صورت میں اطراف ملک میں پھیلائی گئی (کیونکہ اس وقت تک گوجر گزٹ جاری نہیں ہوا تھا) ان سب اشتہاروں کی طباعت و اشاعت بھی صاحب صدر کے طفیل مفت ہی ہو گئی۔

شروع ہی سے اس ضرورت کا شدید اور پورا احساس کر لیا گیا تھا کہ اگر اس دعوت کو ٹھوس اور پائیدار بنیادوں پر قائم کرنا ہے تو اس کے لئے ایک مستقل اور... پائیدار مرکزی دفتر ضرور قائم ہونا چاہیئے، پہلے جنرل سکرٹری صاحب (یعنی ملک.... عبدالعلی صاحب) جو ہجرت کے بعد چنیوٹ ضلع جھنگ میں متوطن ہوئے تھے نجی حالات کی بناء پر واپس چنیوٹ جانے پر مجبور ہو گئے اور یہ بار موجودہ جنرل سکرٹری... (صوفی محمد عبداللہ ایم۔ اے) کے کندھوں پر ڈال دیا گیا، خوش قسمتی سے انہیں جناب چودھری سلطان علی صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی جیسے قابل اور مخلص جائنٹ سکرٹری میسر آ گئے اور دفتر کے ناظم کی حیثیت سے ایک نہایت دردمند، دیانتدار اور مخلص قومی فدائی یعنی چودھری اللہ رکھا صاحب عنبر نے اعزازی طور پر کام کرنا قبول فرمایا علاوہ ازیں دوسرے مخلص ہمدردوں کے اشتراک نے بھی ان لوگوں کے کام کو آسان کر دیا اور انجمن کا صدر دفتر ٹھوس بنیادوں پر کام کرنے لگا۔

نمبر ۱:۔ موجودہ آئین مفصل اگلے صفحات پر درج ہیں۔ مؤلف

انجمن کا رجسٹریشن ۲۹ر اگست ۱۹۴۹ء کو صدر دفتر کے قیام کے ساتھ ہی آئین کی منظوری دی گئی اور طباعت واشاعت کا فیصلہ کیا گیا اسی اجلاس میں زیر تجویز نمبر ۹ فیصلہ کیا گیا کہ فی الفور انجمن ہذا کا باقاعدہ رجسٹریشن کرایا جائے، درصل یہ فیصلہ تقسیم برصغیر سے بہت پہلے ہو چکا تھا لیکن یہ شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا تھا، الحمد اللہ کہ متذکرہ فیصلہ کی تعمیل میں... فوراً انجمن کا باقاعدہ رجسٹریشن کرالیا گیا۔

انجمن کے حسابات آئین کے تحت یہ ضروری تھا کہ انجمن کا سرمایہ کسی عہدہ دار یا رکن کی ذاتی تحویل کے بجائے انجمن کے نام سے ایک پبلک اکاونٹ کسی معتمد بنک میں رکھا جائے اس آئینی مقتضا کی تکمیل کے لئے زیر تجویز نمبر ۱۰ مورخہ ۲۹ر اگست ۱۹۴۹ء انجمن کا جلت حساب حبیب بنک سیالکوٹ میں کھولا گیا جسمیں لین دین صاحب صدر و جنرل سکریٹری مشترکہ طور پر ہی کر سکتے ہیں، بعد میں ضرورت محسوس کی گئی کہ ایک سیونگ اکاونٹ بھی کھولا جانا چاہیئے چنانچہ حسب تجویز نمبر ۴۰ مورخہ ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۳ء ایک... سیونگ اکاونٹ سیالکوٹ کے کواپریٹو بنک میں انجمن کے نام سے کھولا گیا ہے

اخبار گوجر گزٹ کا مکرر اجرا بروئے تجویز نمبر ۱۵ مورخہ ۱۵ر اکتوبر ۱۹۴۹ء فیصلہ کیا گیا کہ جلد از جلد اخبار کا مکرر اجرا عمل میں لایا جائے چنانچہ مکرر اجرائی کے سلسلہ میں اخبار مذکور کے ڈیکلریشن کے حصول میں توقع سے زیادہ کدو کاوش کرنی پڑی اور کافی عرصہ کے بعد اخبار کا دوبارہ اجرا عمل میں آسکا، مکرر اجرا سے آج تک حتی الوسع یہ اخبار مفید قومی خدمات انجام... دے رہا ہے۔

یہ اخبار قومی خدمات میں بہت آگے جا چکا ہے اس میں تنظیمی اور اصلاحی امور کے علاوہ انجمن کے مفید منصوبوں کا کافی پرچار کیا جاتا ہے۔ قرض حسنہ فنڈ پر بہت کچھ لکھا جاتا ہے اور رحمت علی میموریل فنڈ کے قیام سے متعلق کافی تبلیغ کی جاتی ہے، اکابر کی یاد زندہ و تابندہ رکھنے کیلئے خاص نمبر شائع کئے جاتے ہیں جو عام طور سے پسند کئے گئے ہیں بالخصوص مولوی فقیر الدین نمبر تو ہاتھوں ہاتھ فروخت

ہوا بلکہ لائل پور میں جناب چودھری عبدالعزیز صاحب سول سرجن اور دوسرے مخلصین نے فی کاپی ایک ایک روپیہ ادا کیا کئی مرتبہ "رحمت علی نمبر" و "انجمن نمبر" پیش کئے گئے ہیں

قرض حسنہ فنڈ کا عملی اجرا انجمن کے تعمیری لائحہ عمل میں اہم ترین اور سب سے ٹھوس قرض حسنہ کا منصوبہ ہے مدت مدید سے قوم کے اکابرین اس بات کے متمنی تھے کہ ہمارا قومی ادارہ بھی اس قابل ہو کہ قومی نونہالوں کی مالی دستگیری کر سکے اس انجمن نے بھی اس منصوبہ کی صحیح اہمیت کو سمجھا اور ۲۶ رنومبر ۱۹۴۹ء کو قرض حسنہ فنڈ قواعد کی منظوری دی گئی اور ساتھ ہی ساتھ مجلس تعلیم کا قیام عمل میں لایا گیا اور اس مجلس کے صدر جناب چودھری عبدالعزیز صاحب سول سرجن کے ایماء پر با وصف بے سروسامانی محض اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر عملاً قرض حسنہ کا اجراء عمل میں لایا گیا، ڈاکٹر صاحب موصوف اور دوسرے محبان قوم کا اخلاص رنگ لایا اور انجمن کے قابل ذکر فنڈوں میں اب قرض حسنہ فنڈ اور زکواۃ فنڈ ہیں

طلبا کو وظائف ان دونوں فنڈوں سے اسکولوں کے مستحق طلبا و طالبات کو ترغیبی وظائف دیئے جاتے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ تعلیم کا شوق زیادہ سے زیادہ عام ہو اور انہیں فنڈوں سے کالجوں کے طلبا و طالبات میں سے مستحق امداد فرزندان قوم کو قرض حسنہ دیا جا رہا ہے۔

یتامیٰ اور بیوگان کو مالی امداد مستحق امداد یتیم طلبا کی فوری امداد یکمشت عطیوں کی صورت میں بھی کی جاتی ہے اور بیوہ بہنوں کی امداد سے بھی عہدہ برآ ہونے کی سعی کی جاتی ہے، یہ سب ایک نیک ابتداء ہی ہے اور قومی ضروریات کے تصورات اور منصوبوں کے عشر عشیر سے بھی بہت کم ہے، غور کیجئے تو ایک ایسی عظیم قوم کا یہ فنڈ جس کی آبادی لاکھوں نفوس پر مشتمل ہو جس میں جاگیردار، امراء، رؤساء، ملک التجار، افسران ہر قسم کے ارباب ثروت موجود ہوں اور جن میں قومی اصلاح کا جذبہ بھی موجود ہو اس وقت تک لاکھوں روپیہ تک پہنچ جانا چاہیئے تھا مگر اس فنڈ میں امید سے بہت کم سرمایہ اکٹھا ہوا، اگر گوجر قوم کا ہر ایک گھرانہ صرف ایک مرتبہ محض ایک روپیہ ہی اس فنڈ کے لئے عطا کر دے تو بھی یہ فنڈ لاکھوں روپیوں کا ہو سکتا ہے اور اسی صورت میں قابل ذکر قومی خدمات انجام دی جا سکتی ہیں جب یہ فنڈ لاکھوں سے تجاوز ہو۔

تنظیمی خدمات حتی الامکان ہر ضلع اور ہر علاقہ میں قومی آواز پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے ان مقامی انجمنوں وغیرہ کے حالات جو معرضِ وجود میں لائے گئے ہیں وقتاً فوقتاً ان کا اظہار گوجر گزٹ میں ہوتا رہتا ہے، ہر چند قومی آواز کی صدائے بازگشت کہسار و میدان میں گونج رہی ہے لیکن اس میدان میں عمل ہنوز روزِ اوّل کا مصداق ہے اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ قوم کا مزاج کچھ ایسا بن چکا ہے کہ وہ ہنگامی اور سیاسی قسم کی تحریکات سے گرم جوشِ عمل ہونا تو جانتی ہے لیکن ٹھوس قومی تعمیری اور اصلاحی دعوت میں ان کے لئے چنداں دلچسپی کا سامان نہیں ہوتا! کاش ہمارے عوام پر یہ بات کماحقہ واضح ہو جائے کہ قوم کی داخلی اصلاح اور تعلیمی ترقی اور معاشی ترفع ہی ہر قسم کی دوسری تحریکات پر حاوی ہیں، ان ہی میں قوم کی حقیقی فلاح و بہبود مضمر ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ دوسری تحریکات میں بھی کامیابی تب ہی ہو سکتی ہے جب داخلی پہلو مضبوط اور استوار ہو

منتشر قومی سرمایہ چودھری محمد عبد المجید خاں صاحب روپڑی کی تحریک پر انجمن نے کوشش شروع کی کہ برصغیر کی تقسیم سے پہلے کی انجمنوں کے منتشر سرمایہ کو مجتمع کر کے قومی مصرف میں لانے کے لئے انجمن مرکزیہ کے خزانہ میں داخل کرایا جائے اس ضمن میں حسب ذیل امور قابلِ ذکر ہیں۔

نمبر ۱:- چودھری اسلام الدین صاحب سے ہوشیار پور کے قومی سرمایہ کو انجمن کے حساب میں منتقل کرنے کی درخواست کی گئی چنانچہ کواپریٹو بنک سے رقم وصول ہوتے ہی صاحب موصوف نے مبلغ ایک ہزار روپیہ اس حساب میں انجمن کو منتقل کر دیا۔

نمبر ۲:- چودھری عبد الغفور صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ای۔ ایس ملتان سے یہ طے ہوا کہ انہیں مناسب قانونی کفالت نامہ دیا جائے تاکہ وہ انجمن کا کوئی چار ہزار روپیہ جو انکی تحویل میں تھا ادا کر دیں۔

نمبر ۳، ۴:- انجمن ہائے دہلی و شملہ کے کارکنانِ سابق سے بھی خط و کتابت کی گئی۔

نمبر ۵:- جگراؤں ضلع لدھیانہ میں گوجر قوم کے ایک وقف سے متعلق ایک مدرسہ اور انجمن تھی اس کے صدر جناب چودھری افضل محمد صاحب حال شور کوٹ سے خط و کتابت کی گئی۔

حرفِ آخر سطور بالا میں ہم نہایت مختصر طور پر اور اشارۃً واضح کر چکے ہیں کہ انجمن مرکزیہ نے اپنی چند سالہ حیاتِ ثانیہ میں فی الجملہ ان تمام مہمات امور میں حتی المقدور قابلِ ذکر کام کیا ہے جو اکابر کا منتہائے مقصود رہے ہیں مگر اس عملی کام میں بحد ترقی کی گنجائش ہے لیکن

اس لئے قوم کے ارباب خیر و ثروت کو توجہ دینی چاہیئے۔

جہاں تک کارکنان انجمن کا تعلق ہے وہ امکان بھر خدمات سے غافل نہیں رہتے، صدر دفتر کا نظام اور گوجر گزٹ کے مسلسل اجرا کے علاوہ انجمن کے حسابات کو قابل اعتماد صورت میں رکھنے کا سہرا بڑی حد تک چودھری اللہ رکھا صاحب عنبر چودھری نور الدین صاحب خازن کے سر تھا، آجکل جناب محمد سعید چوہان صاحب دفتر کے اعزازی ناظم اعلیٰ ہیں۔

جہاں تک انجمن کے حسابات کا تعلق ہے اخراجات کی تفصیل کی پڑتال پہلے جنرل سکریٹری صاحب کرتے ہیں ان کی پڑتال کے بعد خازن صاحب ادائیگی کرتے ہیں۔ اور پھر جملہ حسابات کی پڑتال مقررہ محاسب صاحب کرتے ہیں اور سالانہ گوشوارہ آمدنی و اخراجات اخبار میں شایع کردیا جاتا ہے۔

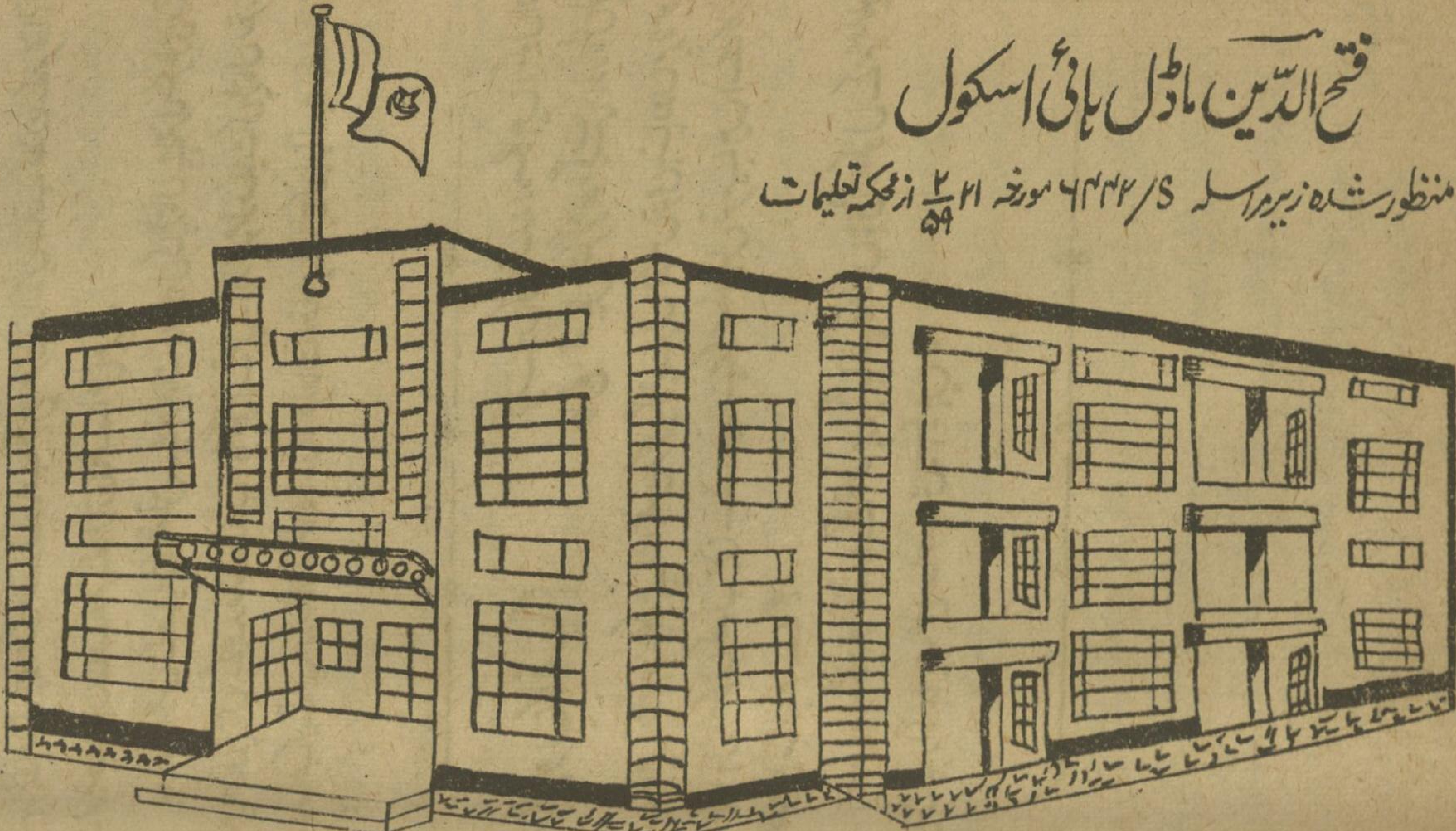
درسگاہوں کا قیام

گوجروں کی متعدد درسگاہیں اسکول اور کالج التحصیل شکر گڑھ، اگجترا اور لائل پور وغیرہ میں قائم ہو چکے ہیں، انجمن مرکزیہ گوجراں ٹھوس قومی بنیادوں پر لاہور میں ایک ہائی اسکول کھول چکی ہے امید ہے کہ مستقبل قریب میں اسے کالج (دار العلوم) بنا دیا جائے گا۔

اس درسگاہ کا نقشہ اگلے صفحہ پر دیا گیا ہے، اس ہائی اسکول کے سر معلمین عالی جناب رانا ہدایت علی صاحب بی۔اے ہیں۔

فتح الدین ماڈل ہائی اسکول

منظور شدہ زیر مراسلہ S/۶۴۴۲ مورخہ ۲۱ ۲/۵۴ از محکمہ تعلیمات



انجمن مرکزیہ گوجراں پاکستان (رجسٹرڈ) سیالکوٹ کا آئین

نام ۱:- اس انجمن کا نام "انجمن مرکزیہ گوجراں پاکستان (رجسٹرڈ)" ہوگا۔ دفعات مابعد میں لفظ "انجمن" سے یہی انجمن مراد ہوگی۔

صدر مقام ۲:- انجمن کا صدر دفتر شہر سیالکوٹ میں واقع ہوگا۔ صدر دفتر کو سیالکوٹ سے تبدیل کرنے کا اختیار "مجلس عام" کو ہوگا، جو اپنے "خاص جلسہ" میں اس قسم کا فیصلہ کر سکے گی۔

نظام ترکیبی ۳:- اس انجمن کا نظام ترکیبی حسب ذیل اداروں پر مشتمل ہوگا۔
(ا) انجمن مرکزیہ جو دو اداروں یعنی "مجلس عام" اور "مجلس انتظامیہ" پر مشتمل ہوگی۔
(ب) ضلعی انجمنیں جن میں ضلعی مجالس عام اور انتظامیہ ہوگی۔
(ج) مقامی انجمنیں، جن میں مقامی مجالس اور انتظامیہ ہونگی۔

اغراض و مقاصد ۴:- انجمن کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہوں گے۔
(الف) افراد قوم میں پاکستان کے استحکام و سالمیت کے لئے سرفروشانہ جذبہ پیدا کرنا اور عملی سیاسیات سے الگ رہ کر ملک اور قوم کی خدمت کرنا۔
(ب) گوجروں کی معاشرتی اصلاح و تنظیم۔
(ج) گوجروں میں تعلیم پھیلانے کیلئے ضروری وسائل اختیار کرنا بالخصوص صنعتی اور پیشہ ورانہ تعلیم کے لئے وظائف یا قرض حسنہ جاری کرنا اور مختلف درسگاہوں کا قیام۔
(د) گوجروں کے حقوق کی حفاظت کرنا۔
(ر) تبلیغی اور دوسرے مقاصد کیلئے اخبار "گوجر گزٹ" جاری کرنا۔

رکنیت ۵:- (الف) ہر بالغ گوجر مرد اور عورت انجمن کا رکن بن سکتا ہے۔ رکنیت کے لئے کسی تحریری درخواست کی ضرورت نہ ہوگی۔

چندہ رکنیت کی ادائیگی ہی سے متصوّر ہوگا کہ چندہ دینے والے حضرات انجمن کے آئین پر کاربند ہونے کی پابندی قبول کرتے ہیں۔

(ب) چندہ رکنیت دو آنہ سالانہ ہوگا۔ سال یکم جنوری سے ۳۱ر دسمبر تک متصوّر ہوگا

(ج) عمر بھر کا چندہ رکنیت مبلغ پانچ روپیہ یکمشت ہوگا۔

(د) چندہ سرپرستی کم از کم تین صد روپیہ ہوگا جو زیادہ سے زیادہ ایک سال میں ادا کیا جائے۔

نوٹ :- جو غیر ملازم کارکن دوسروں سے وصول کر کے مبلغ پانصد روپیہ مجموعی چندہ ایک سال میں انجمن کے خزانہ میں جمع کرائیں انہیں بھی سرپرست زمرہ "ب" قرار دیا جائیگا۔

(م) جو حضرات مقامی انجمن متعلقہ کی جانب سے اطلاع کے باوجود سالانہ چندہ ختم ہونے کی تاریخ سے تین ماہ کے اندر یعنی ۳۱ر مارچ تک نئے سال کا چندہ رکنیت ادا نہیں کریں گے وہ اسی تاریخ سے رکنیت سے علیحدہ متصوّر ہوں گے۔ اگر وہ اس مقامی انجمن کی نمائندگی ضلع یا مرکز کی مجلس عام میں کر رہے ہوں تو اس نشست سے بھی مذکورہ تاریخ سے علیحدہ متصوّر ہوں گے اور اس امر کا اعلان جلد از جلد اخبار گوجر گزٹ کے ذریعہ بھی کر دیا جائے گا۔ ایسے حضرات کی جگہ مقامی انجمن کو اختیار ہوگا کہ اپنے نمائندے ضلع یا مرکز کی مجلس عام کیلئے نامزد کر دے البتہ ایسے حضرات دوبارہ چندہ ادا کرنے کی تاریخ سے دوبارہ مقامی انجمن کے ابتدائی رکن متصوّر ہو سکیں گے۔

(ز) عدم ادائیگی چندہ رکنیت کے علاوہ مندرجہ ذیل صورتوں میں بھی ارکان انجمن کی ابتدائی رکنیت ختم متصوّر ہوں گی۔

۱:- وفات پر ۲:- عدالت مجاز سے دیوالیہ قرار دیئے جانے پر

۳:- مستقل طور سے پاکستان سے ترک سکونت پر

۴:- فاتر العقل قرار دیئے جانے پر ۵:- مستعفی ہو جانے پر

۶:- دفعہ (۲۵) کے مقتضیات کے تحت۔

ہیئتِ تنظیمی

۶:- (الف) انجمن کے مقاصد کے حصول کی غرض سے مقامی اور ضلعی انجمنیں قائم کی جائیں گی ہر اس قریہ یا شہر میں جہاں کم از کم دس ارکان موجود ہوں ایک مقامی انجمن بنائی جاسکے گی جو براہ راست ضلع انجمن کے زیر ہدایت کام

کرے گی۔ اگر کسی وجہ سے ضلع انجمن موجود نہ ہو تو مقامی انجمن براہ راست "انجمن" کے ماتحت کام کریگی کوشش کی جائے گی کہ مقامی انجمنیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں بنائی جائیں۔

(ب) ضلع انجمن کی مجلسِ عام کی تشکیل کے لیے ہر مقامی انجمن اپنے ابتدائی ارکان میں سے بیس ۲۰ فیصدی کے برابر ضلعی نمائندے منتخب کرے گی۔

(ج) "انجمن" کی "مجلسِ عام" کی تشکیل کے لئے ہر مقامی انجمن اپنے ابتدائی ارکان میں سے دو فی صد کے برابر "مرکزی نمائندے" مقرر کرے گی۔

(د) صاحب صدر "انجمن" کو اختیار ہوگا کہ "انجمن" کی مجلسِ عام میں کسی گوجر آبادی والے ضلع کے نمائندگان کی کمی یا فقدان کو مناسب حد تک بذریعہ نامزدگی پورا کریں۔

(ہ) سرپرست حضرات انجمن کی مجلس عام کے زائد رکن متصور ہوں گے۔

مجلس انتظامیہ ۷:۔ الف "انجمن" کی مجلس انتظامیہ حسب ذیل عہدہ داران وارکان پر مشتمل ہوگی۔

(۱) صدر (۲) نائب صدر اوّل (۳) نائب صدر ثانی (۴) جنرل سکریٹری

(۵) خازن (۶) جائنٹ سکریٹری (۷) سکریٹری نشرواشاعت اور پندرہ عام ارکان

نوٹ:۔ ان کے علاوہ تمام ضلع انجمنوں کے صدر صاحبان بحیثیت عہدہ رکن مرکزی انتظامیہ کے رکن ہوں گے۔

(ب) اپنے دوران عہدۂ صدارت میں اگر موجودہ صدر کسی بھی وجہ سے عہدہ سے علیحدہ متصور ہوں تو فوری طور سے نائب صدر اوّل عہدہ صدارت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں گے عدم اعتماد کی قرارداد کی منظوری کے علاوہ صاحب صدر بھی دفعہ (۶) میں مندرجہ صورتوں میں اپنے عہدہ سے علیحدہ متصور ہوں گے، ایسی علیحدگی کی تاریخ کا فیصلہ مجلس انتظامیہ کرے گی البتہ صدر کا استعفیٰ منظور کرنے کا اختیار مجلس عام کو ہوگا اور استعفیٰ منظور ہونے تک عہدہ صدارت خالی متصور نہ ہوگا۔

انتخابات ۸:۔ (الف) انجمن کے صدر کا انتخاب کرانے کیلئے سرپرست حضرات (منتخب ارکانِ مجلس عام مرکزی کی مکمل فہرست بحساب حروف تہجی انجمن وار ترتیب دیکر اخبار گوجر گزٹ میں شایع کی جائیگی انتخاب میں رائے دہی کا حق محض سرپرستوں اور ان مرکزی نمائندوں کو ہوگا جنہیں کسی ملحقہ انجمن مقامی نے

باقاعدہ مرکزی نمائندہ مقرر کیا ہو، زیر دفعہ (د) صدر کے نامزد کردہ ارکان انتخابات میں رائے دینے کے مستحق نہ ہوں گے۔

اپنی معیاد صدارت گزرنے پر نئی مجلس عام کی تشکیل کے فوراً بعد موجودہ صدر کو لازم ہوگا کہ انتخاب صدارت کا انتظام کرے انتخاب میں رائے دہی بذریعہ خفیہ بیلٹ ہوگی اگر ضروری ہو تو مجلس انتظامیہ کو اختیار ہوگا کہ ایک ہی شہر یا مختلف شہروں، قصبوں یا گاؤں وغیرہ میں ایک یا زیادہ پولنگ اسٹیشن مقرر کرے۔

عدم اعتماد

۸:۔ (ب) اگر صدر کے خلاف عدم اعتماد کا اظہار مقصود ہو تو مجلس عام کے ارکان میں سے کم از کم ایک تہائی کی تحریری درخواست پر مجلس عام کا ایک "خاص اجلاس" عدم اعتماد کی تجویز پر غور کرنے کیلئے طلب کیا جائے گا جس کا کورم مجلس عام کے جملہ ارکان کا نصف ہوگا ایسی تجویز پر فیصلہ حاضر ارکان کی دو تہائی اکثریت کے ساتھ ہوگا اگر کورم نہ ہونے کی وجہ سے ایسا اجلاس ملتوی ہو جائے یا تجویز نامنظور ہو جائے تو ایسی تجویز کم از کم آئندہ چھ ماہ تک دوبارہ پیش نہ ہو سکیگی۔

پروگرام انتخابات

۹:۔ (الف) انجمن کے انتخاب کا پروگرام بنانا۔ ریٹرننگ اور پولنگ آفیسروں وغیرہ کا تقرر اور دوسرے متعلقہ انتظامات مجلس انتظامیہ مرکزیہ کے ذمہ ہوں گے اس کے وضع کردہ پروگرام اور اس کی جاری کردہ ہدایات کے مطابق انجمن کے جملہ مقامی ضلعی اور مرکزی اداروں کے انتخابات عمل میں لائے جائیں گے۔

مدت

(ب) ان سب اداروں کے انتخابات عرصہ تین سال کے لئے ہوا کریں گے اگر کسی وجہ سے عرصہ تین سال کی تکمیل کے فوراً بعد نیا انتخاب عمل میں نہ آسکے تو معاملہ "مجلس عام مرکزیہ" میں اطلاع اور فیصلہ کے لئے پیش کیا جائے گا تب یہ ذمہ داری مجلس عام کو ہوگی کہ انتخابات فوری طور سے عمل میں لائے جائیں۔

نوٹ:۔ اگر نئی مجلس عام ہی کی تشکیل میں کوئی رکاوٹ ہو تو موجودہ مجلس عام ہی اس امر کی ذمہ دار ہوگی کہ انتخابات کی فوری تکمیل کرائے اس صورت میں نئی مجلس عام کی تشکیل کے بغیر ہی موجودہ مجلس عام انتخاب صدارت کرانے کی حقدار اور ذمہ دار ہوگی۔

تشکیل انتظامیہ وغیرہ

۱۰:- (الف) صاحب صدر کو اختیار ہوگا کہ وہ باقی عہدہ داران اور ارکان مجلس انتظامیہ کا اپنی صوابدید پر انتخاب کریں اور ان کے تقرر کا اعلان کریں، یہ عہدہ داران دارکان بھی تین سال کے عرصہ کیلئے اپنے عہدوں وغیرہ پر قابض رہیں گے، اگر عرصہ تین سال میں کسی وجہ سے مجلس انتظامیہ میں کوئی جگہ خالی ہو جائے تو صدر کو اختیار ہوگا کہ اسے اپنی صوابدید پر پُر کریں، نیز صدر کو وقتاً فوقتاً مجلس انتظامیہ میں ردوبدل اور اس کی مکرر وجدید تشکیل کا اختیار ہوگا۔

(ب) جملہ ضلع انجمنوں کے صدر صاحبان بہ حیثیت عہدہ مرکزی انتظامیہ کے زائد رکن متصور ہوں گے، ان کے تعلق میں کسی مزید انتخاب یا نامزدگی کی ضرورت نہ ہوگی، یہ ارکان دفعہ ۷ میں مذکورہ تعداد پر ستزاد ہوں گے ان کو بھی رکنیت مجلسِ انتظامیہ کے جملہ حقوق حاصل ہونگے لیکن متعلقہ ضلع انجمن کی صدارت سے علیحدہ ہوتے ہی ان کی رکنیت انتظامیہ مرکزیہ بھی ختم متصور ہوگی۔

(ج) مجلس عام میں اگر کوئی جگہ خالی ہو جائے تو اسے پُر کرنے کا اختیار اسی ادارہ کو ہوگا جس نے پہلے نمائندہ کو نامزد کیا تھا۔

فرائض میں غفلت

۱۱:- (الف) مجلس انتظامیہ کو اختیار ہوگا کہ فرائض کی انجام دہی میں ہر قسم غفلت پر صاحب صدر کے علاوہ کسی بھی عہدہ دار یا رکن کو اس کے فرائض عہدہ یا رکنیت سے سبکدوش کر دے۔

(ب) مجلس انتظامیہ کو اختیار ہوگا کہ متعلقہ ضلع یا مقامی انجمن کی سفارش پر کسی رکن کو جو تخریبی کاروائی کا مرتکب ہو انضباطی طور سے اس کی ابتدائی رکنیت سے مقررہ وقت کے لئے علیحدہ کر دے۔

(ج) مقامی یا ضلعی انجمنوں کو مرکزی انتظامیہ کے فیصلوں کو بطیب خاطر قبول کرنا چاہئے اور ان پر عمل درآمد کرنا چاہیئے جو ماتحت انجمن، مرکزی انتظامیہ یا ضلعی انتظامیہ کی راہ میں روڑے اٹکائے گی اس کے الحاق کو منظور کرنے کی سفارش مجلسِ عام مرکزی سے کی جا سکتی ہے۔

ضلع انجمنیں

۱۲:- زیر دفعہ ۶ (ب) ضلع انجمنیں، مقامی انجمنوں کے نمائندوں پر مشتمل ہونگی۔ بحوالہ دفعہ ۹، ان انجمنوں کی مجلس ہائے عام اپنے صدر کا انتخاب کریں گی اور اپنے انتخاب کے بعد صدر کو حق ہوگا کہ اپنی مجلس انتظامیہ نامزد کرے

یہ انتظامیہ حسب ذیل عہدہ داران اور ارکان پر مشتمل ہوگی۔

۱:۔ صدر ۲:۔ نائب صدر اوّل ۳:۔ نائب صدر ثانی ۴:۔ سکریٹری

۵:۔ خازن ۶:۔ نائب سکریٹری۔ اور ۹ عام ارکان

مقامی انجمنیں

۱۳:۔ بحوالہ دفعہ (۹) جملہ مقامی انجمنیں اپنے اپنے صدر کا انتخاب عمل میں لائیں گی۔ انتخاب کے بعد صدر کو اختیار ہوگا کہ حسب ذیل۔۔ عہدہ داران و ارکان پر مشتمل اپنی مجلس انتظامیہ کی تشکیل کریں۔

۱:۔ صدر ۲:۔ نائب صدر اوّل ۳:۔ نائب صدر ثانی ۴:۔ سکریٹری

۵:۔ خازن ۶:۔ نائب سکریٹری اور چار ارکان

سرمایہ

۱۴:۔ انجمن کا سرمایہ حسب ذیل طریقوں پر مشتمل ہے

(الف) چندہ رکنیت و سرپرستی (الف) عطیہ جات (ج) آمدنی اخبار زکوٰۃ (ر) فروخت مطبوعات (ز) متفرق۔

۱۵:۔ چندہ رکنیت کی وصولیابی مقامی انجمنیں کیا کریں گی۔

۱۶:۔ "انجمن" براہ راست مندرجہ ذیل قسم کے چندے وصول کیا کریگی۔

(الف) عطیہ جات (ب) چندہ اخبار (ج) چندہ سرپرستی و رکنیت دائمی

(د) زکوٰۃ (ر) متفرق

نوٹ:۔ چندہ سرپرستی و رکنیت دائمی وصول کرنے کے بعد ضلع انجمن کی معرفت خازن انجمن کا فرض ہوگا کہ چندہ دینے والے حضرات کے مفصل کوائف متعلقہ مقامی انجمن کے رجسٹر ارکان میں اندراج کی غرض سے جلد از جلد ارسال کردے۔

۱۷:۔ ہر مقامی انجمن چندہ رکنیت سالانہ میں سے نصف حصہ انجمن مرکزیہ کو بھیجے گی اور پانچواں حصہ ضلع انجمن کو ارسال کریگی۔

نوٹ ۱:۔ چندہ رکنیت کے علاوہ اگر کوئی مقامی یا ضلع انجمن کوئی خاص چندہ یا عطیہ کسی ہنگامی یا مقامی غرض کو پورا کرنے کیلئے وصول کرے تو اس رقم میں سے اوپر کی انجمنوں کو کوئی حصہ طلب کرنے کا حق نہ ہوگا، البتہ وصول کرنے والی انجمن از خود اپنی صوابدید پر ایسی رقوم میں سے جس قدر اوپر بھیجنا چاہے بھیج سکتی ہے۔

نوٹ نمبر ۲:۔ اگر ہنگامی یا وقتی ضروریات کے پیش نظر مقامی یا ضلع انجمنوں کو مزید سرعت

کی ضرورت لاحق ہو تو وہ انجمن سے امداد طلب کر سکتی ہے۔ ایسی امداد کی درخواستوں کی حتی الوسع منظوری کی کوشش کی جائے گی اور مرکزی انجمن ضروری سرمایہ فراہم کرنے کا انتظام کریگی۔

الحاق

۱۷:- (الف) ہر نئی مقامی انجمن پر لازم ہو گا کہ انجمن مرکزیہ سے الحاق کرے اور مبلغ پانچ روپے بطور فیس الحاق معہ درخواست الحاق مرکزی انجمن کی مجلسِ انتظامیہ کو بھیج دے، جس ضلع میں ضلع انجمن قائم ہو اس ضلع کی نئی انجمنوں کو ایسی درخواستیں مذکورہ ضلع انجمن کی معرفت بھیجنی چاہئیں ورنہ براہِ راست مرکزی انجمن کو درخواست بھیج دیں البتہ فیس الحاق ہر صورت میں مرکزی انجمن کو بھیجنا ہو گی۔ "انجمن کی مجلسِ انتظامیہ کو اختیار ہو گا کہ الحاق کی باضابطہ منظوری اور اس امر کا اعلان گوجر گزٹ میں بھی کرا دے

بنک اکاونٹ

۱۸:- خازنین کے ذریعہ جملہ سرمایہ انجمن کے منظور شدہ بنک یا... بنکوں میں رکھا جائے گا۔ بنک اکاونٹ میں سے روپیہ نکلوانے.. کے لئے صدر اور جنرل سکریٹری (یا سکرٹری) دونوں کے دستخط ضروری ہوں گے۔

فوری اخراجات کے لئے خازن کے پاس زیادہ سے زیادہ مبلغ دو سو ۲۰۰ روپے کی رقم رہ سکتی ہے اس سے زائد رقم فوری طور سے بنک میں جمع کرانی چاہیئے۔

۱۹:- کام کی سہولت کے پیش نظر مندرجہ ذیل عہدہ داروں کے پاس متذکرہ رقم بمدِ امانت رہ سکیں گی جن میں سے وہ روزانہ معمولی اخراجات ادا کرتے رہیں گے اور خرچ شدہ رقم کا مکمل حساب معہ رسیدات وغیرہ خازن کو دیکر خرچ شدہ رقوم اس سے وصول کرتے رہیں گے۔

(الف) صدر انجمن .... مبلغ دو سو روپیہ

(ب) جنرل سکریٹری.......... مبلغ دو سو روپیہ

نوٹ:- صدر انجمن مرکزیہ کو اختیار ہو گا کہ دفتری امور میں سہولت اور فوری... لین دین کی غرض سے کسی دیگر اہلکار کو مبلغ پچاس روپے کی حد تک زرِ امانت رکھنے کی اجازت دے دیں۔

آئین کا نفاذ

۲۰:- یہ آئین جملہ ماتحت ضلعی اور مقامی انجمنوں پر بھی اسی طرح نافذ ہو گا جیسے مرکزی انجمن پر البتہ ماتحت انجمنوں کو اختیار ہو گا کہ کسی ایسے مسلمہ بنک میں اپنی انجمن کا حساب رکھیں جس بنک میں ان کی مجلس انتظامیہ حساب رکھنے

کی منظوری دے۔

البتہ اس کے متعلق مرکزی انجمن کے صدر دفتر کو اطلاع دینا بھی ضروری ہوگا۔

نوٹ نمبر ۱:۔ ماتحت انجمنوں کے تعلق میں دفعہ (۱۹) کے ماتحت زر امانت رکھنے کی حدود حسب ذیل ہوگی۔

(الف) ضلع انجمن صدر۔ مبلغ ایک سو روپیہ تک
سکرٹری۔ مبلغ پچاس " "

(ب) مقامی انجمن صدر۔ مبلغ پچاس " "
سکرٹری۔ مبلغ پچیس " "

نوٹ نمبر ۲:۔ دور افتادہ جگہوں پر جہاں کوئی مسلّمہ پبلک یا سرکاری بنک موجود نہ ہو وہاں کی انجمنیں اپنا حساب ڈاکخانہ کے سیونگ بنک اکاونٹ میں رکھیں گی۔

منظوری اخراجات

۲۱:۔ سالانہ تخمینہ جات منظور کردہ مجلس عام کی حدود کے اندر اخراجات کی منظوری دینے کے لئے حسب ذیل عہدہ داران وغیرہ متذکرہ حد تک مجاز ہوں گے۔

(الف) صاحب صدر "انجمن"…. کسی ایک خرچ کے لئے مبلغ پچاس روپے تک

(ب) جنرل سکرٹری "انجمن"…. کسی ایک خرچ کے لئے مبلغ پچیس " "

(ج) مجلس انتظامیہ … مکمل اختیارات

۲۲:۔ منظور شدہ سالانہ تخمینہ جات کی ایسی مدات پر دفعہ ۲۱ کا اطلاق نہ ہوگا جو ماہانہ مستقل اخراجات کی نوعیت کی ہیں۔

مثلاً:۔ ملازموں کی تنخواہ، طلبا کے وظائف، قرض حسنہ اور اخبار کے متعلقہ اخراجات وغیرہ وغیرہ۔ ایسے اخراجات کے بل انفرادی اور مجموعی طور پر منظور کرنے کا اختیار جنرل سکرٹری کو ہوگا، جنرل سکرٹری کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ ملازمین کی تنخواہ کے بلوں کی مجموعی رقم کا حصہ رسدی اندراج اپنی صوابدید پر مختلف فنڈوں کے حسابات میں کرائیں۔

۲۳:۔ (الف) مجلس انتظامیہ کو اختیار ہوگا کہ تخمینہ جات منظور شدہ کی کسی مد میں جو رقم فاضل رہتی نظر آئے اسے کسی دوسری مد میں منتقل کر سکے جسمیں منظور کی ہوئی

رقسم سے اخراجات ناگریز طور پر بڑھ جائیں۔

(ب) مجلس انتظامیہ کو اختیار ہوگا کہ تخمینہ جات سے باہر ضروری اخراجات کیلئے وقتی طور پر منظوری دیدے اور پھر جلد از جلد مجلسِ عام کی منظوری حاصل کرے۔

۲۴:۔ ضلع اور مقامی انجمنیں ذیل کی تفصیل کے مطابق اخراجات کی منظوری دینے کی مجاز ہوں گی۔

(الف) ضلع انجمن صدر.... کسی ایک خرچ کیلئے مبلغ بیس روپے تک

سکریٹری... کسی ایک خرچ کیلئے مبلغ سات ”

مجلس انتظامیہ مکمّل اختیارات

(ب) مقامی انجمن صدر... کسی ایک خرچ کیلئے مبلغ پندرہ روپے تک

سکریٹری... کسی ایک خرچ کیلئے مبلغ پانچ روپے تک

مجلس انتظامیہ مکمّل اختیارات

قانونی چارہ جوئی

۲۵:۔ انجمن کے خلاف ہر قسم کی قانونی چارہ جوئی محض اس شہر کی ضلعی عدالتوں کے ذریعہ ہو سکے گی۔ جہاں انجمن کا صدر دفتر واقع ہو۔ کسی دوسرے ضلع میں واقع ضلعی یا ماتحت عدالتوں کے ذریعہ انجمن کے خلاف کوئی... چارہ جوئی نہ کی جا سکے گی، یہ امر جملہ اہلکاروں، ارکان اور انجمن کے درمیان ایک قانونی معاہدہ کی حیثیت رکھتا ہے جس کی پابندی نہ کرنے سے کوئی بھی رکن یا اہلکار رکنیت یا ملازمت سے خارج متصوّر ہوگا۔

حسابات کی پڑتال

۲۶:۔ "انجمن" کی مجلس انتظامیہ کو لازم ہوگا کہ جملہ مرکزی و ماتحت اداروں کے سالانہ حسابات کی پڑتال کے لئے ایک یا زیادہ محاسب (آڈیٹر) مقرر کرے محاسب حضرات کی رپورٹ مجلس انتظامیہ مرکزیہ میں اطلاع اور آخری فیصلہ کیلئے پیش ہوگی اور بعد از منظوری اطلاع عام کیلئے گوجر گزٹ میں مشتہر کردی جائے گی نیز سالانہ روداد کارگذاری کے ہمراہ مجلس عام میں برائے اطلاع پیش کی جائے گی۔

فرائض

۲۷:۔ مختلف اداروں وغیرہ کے فرائض حسب ذیل ہوں گے۔

۱:۔ مجلس عام (الف) اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے موثر... پروگرام بنانا اور مجلس انتظامیہ کو ضروری ہدایات جاری کرنا۔ (ب) سالانہ تخمینہ جات کی منظوری

نیز سالانہ آمد وخرچ کے حسابات مع رپورٹ محاسب کی آخری ورسمی منظوری جو اس مجلس کو بغرض اطلاع ورسمی منظوری پیش کئے جائیں گے۔

(ج) آئین ودستور میں ترمیم وتنسیخ کا اضافہ

(د) مجلسِ انتظامیہ کو مختلف متعلقہ امور کی بابتہ مشورہ دینے کے لئے اور مجلس عام کو مختلف رپورٹیں پیش کرنے کیلئے حسب ذیل ماتحت مجالس قائمہ کا سالانہ تقرر۔

۱:- عام مجلسِ قائمہ ۲:- مالی مجلس قائمہ ۳:- تعلیمی مجلس قائمہ

یہ مجالس منظور شدہ تخمینہ جات اور اسکیموں کی حدود کے اندر اپنے اپنے دائرہ عمل میں... مجلسِ انتظامیہ کو مناسب مشورے دیا کریں گی نیز مختلف امور کے متعلق رپورٹیں اور نئی اسکیموں کی تجاویز مجلس عام کو بغرض منظوری پیش کیا کرینگی ان مجالس کی تشکیل حسب ذیل ہوگی

(۱) عام مجلس قائمہ:- مجلس عام کے پانچ ارکان پر مشتمل ہوگی، انجمن کے نائب صدر اوّل بحیثیت عہدہ اس کے رکن وصدر ہوں گے مالی وتعلیمی امور کے علاوہ جملہ امور اس مجلس کے حیطۂ اختیار میں ہوں گے۔

(۲) مالی مجلس قائمہ:- مجلس عام کے تین ماہر مالیات ارکان پر مشتمل ہوگی جنرل سکریٹری انجمن مرکزیہ اس مجلس کے بحیثیت عہدہ رکن وصدر ہوں گے۔

(۳) تعلیمی مجلس قائمہ:- مجلس عام کے پانچ ماہر تعلیم ارکان پر مشتمل ہوگی جائنٹ سکریٹری بحیثیت عہدہ اس مجلس کے رکن وصدر ہوں گے۔

نوٹ:- ان تمام متذکرہ بالا ماتحت مجالس قائمہ کو اختیار ہوگا کہ حسب ضرورت.. وقتاً فوقتاً مزید ارکان کو شریک کار کر سکیں۔

۲:- آئین میں ترمیم، تنسیخ وایزادی وغیرہ تصفیہ مجلس عام کا خاص اجلاس دو تہائی حاضر ارکان کی اکثریت سے کر سکے گا اس کے علاوہ جملہ فرائض متذکرہ صدر کا فیصلہ مجلس عام کا عام اجلاس کر سکے گا البتہ زیر دفعہ ۸ (ب) صدر کے خلاف عدم اعتماد کی.. قرارداد کا تصفیہ کرنا "خاص اجلاس" کا کام ہوگا جس میں سرپرست حضرات ومنتخب ارکان مجلس عام ہی حصہ لے سکیں گے۔ قرارداد عدم اعتماد منظور ہونے کی صورت میں صدر فوری طور سے اپنے عہدہ کا چارج مکمل طور سے نائب صدر اوّل کو دیدیں گے اور موخر الذکر پر لازم ہوگا کہ وہ فوری طور سے نئے صدر کے انتخاب کا انتظام کریں نئے صدر

کے انتخاب تک نائب صدر اوّل ہی صدر کے جملہ حقوق و فرائض کے حامل اور ادا کرنے کے ذمہ دار ہوں گے۔

(۲) مجلس انتظامیہ (الف) مجلس عام کی زیر ہدایت اور اس کی قائم کردہ ماتحت مجالس قائمہ کے مشورہ سے کام کرنا۔

(ب) ملازمین کا تقرر، ترقی، علیحدگی اور انضباطی کارروائی وغیرہ۔

(ج) اخراجات کی منظوری

(د) سرمایہ کی وصولیابی اور مکمل نگہداشت اور جائز مصارف کرنا۔

(ر) اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے کوشاں رہنا، تنظیمی ڈھانچہ کی تکمیل و انتخابات وغیرہ کا انتظام کرنا۔

(ز) عام دفتری کارروائی اور مختلف امور ضروریہ کیلئے ایسے ضمنی قواعد بنانا جو اس آئین کی دفعات پر عمل درآمد میں ممد و معاون ہوں اور ان کے نقیض نہ ہوں۔

(س) انجمن کی جملہ املاک کا انتظام و انصرام۔

(ش) مختلف عدالتوں میں انجمن کی نمائندگی اور قانونی چارہ جوئی کا انتظام و انصرام۔

نوٹ:۔ ان ضمنی قواعد و ضوابط میں آئندہ ترمیم و تنسیخ و ایزادی وغیرہ کا اختیار بھی مجلس انتظامیہ کو ہوگا جنہیں مجلس عام نے رسمی طور سے بذریعہ قرارداد ہائے نمبری ۳ لغایت ۵ مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۵۷ء منظور کرکے ان کی اصل تاریخ منظوری و نفاذ مقرر کردہ مجلس انتظامیہ سے نافذ العمل قرار دیا ہے۔

۲۸:۔ عہدہ داران کے فرائض حسب ذیل ہوں گے۔ (۱) صدر (الف) عام انتخابات (ب) مجلس انتظامیہ کی تشکیل۔ (ج) اخراجات کی منظوری اور سرمایہ کی نگہداشت (د) انجمن کے پروگرام کی تکمیل کا انتظام (ر) مختلف جلسوں کا باقاعدہ انتظام (ز) کاسٹنگ ووٹ سے بصورت برابری آراء فیصلہ کرنا۔

(۲) نائب صدر اوّل (الف) صدر کی عدم موجودگی جملہ فرائض محولہ بالا (ب) کسی جلسہ میں صدر کی عارضی عدم موجودگی میں صدارت جلسہ کے فرائض کی ادائیگی۔

(ج) دوسرے فرائض جو صاحبِ صدر یا مجلس انتظامیہ عائد کریں۔

۳:۔ جنرل سکریٹری۔ (الف) عام دفتری کارروائی کی نگرانی و انجام دہی۔

(ب) انجمن کی جانب سے خط و کتابت

(ج) مختلف اجلاسوں کی کارروائی کو علیحدہ علیحدہ ضبطِ تحریر میں لانا۔

(د) مختلف اجلاس طلب کرنا۔

(ر) صدر اور مجلس انتظامیہ کی زیرِ ہدایت جملہ امور متعلقہ کی انجام دہی۔

(ز) اجلاسوں کا ایجنڈا مرتب کرنا۔

(س) آئینی اختیارات بحوالہ دفعات ۲۱ و ۲۲ کے تحت اخراجات کی منظوری۔

۴:۔ خازن۔ (الف) سرمایہ کی وصولیابی۔

(ب) روپیہ کا بنک میں جمع کرانا۔

(ج) سرمایہ کا علیحدہ علیحدہ رجسٹروں میں باقاعدہ حساب رکھنا

(د) رجسٹر چندہ ارکان کی باقاعدہ تکمیل اور نادہندہ ارکان کے خلاف رپورٹ کرنا۔

۵:۔ سکریٹری نشر و اشاعت (الف) انجمن کا پروگرام اور پیغام ہر گوجر تک پہنچانا۔

(ب) گوجر مرد و عورت کو انجمن کے دائرہ رکنیت میں لانے کی کوشش کرنا۔

(ج) انجمن کی کارگذاری کی مناسب نشر و اشاعت

۶:۔ جائنٹ یا نائب سکریٹری — جنرل سکریٹری یا سکریٹری کی حسب ضرورت اعانت کرنا۔

جلسے اور کورم

۲۹:۔ (الف) مجلس عام کا عام اجلاس سال بھر میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور ہونا چاہیئے، ایسے اجلاسوں میں سرپرست منتخب ارکان اور نامزد ارکان سب شامل ہو سکیں گے، ایسے اجلاسوں کا کورم

کل تعداد ارکان مذکورہ کا آٹھواں ($\frac{1}{8}$) حصہ ہوگا۔

(ب) مجلس عام کے "خاص اجلاس" ہنگامی یا آئینی ضرورت کے لئے طلب کئے جائیں گے ایسے جلسوں کا کورم کل تعداد ارکان متعلقہ کا ایک تہائی ($\frac{1}{3}$) حصہ ہوگا۔

(ج) مجلس عام کے کم از کم دس ارکان کی تحریری درخواست پر "عام اجلاس" طلب کرنا ضروری ہوگا اور دفعہ ۸ (ب) کے مقاصد کے علاوہ دوسرے امور کے لئے کم از کم دس فیصدی ارکان کی تحریری درخواست پر "خاص اجلاس" طلب کرنا ہوگا۔

(۳۰) مجلس انتظامیہ اس بات کا اہتمام کرے گی کہ ہر سال مختلف مراکز میں شاندار قومی جلسے منعقد کرائے جن کے ذریعہ انجمن کے اصلاحی، تبلیغی، تنظیمی و دیگر پیغامات قوم تک پہنچائے جاسکیں، قومی مطالبات اور ضروریات پر غور ہو سکے اور ترقی کی تجاویز سوچی جاسکیں۔

(۳۱) دیگر مجالس مختلفہ کے جلسوں کا کورم حسب ذیل ہوگا۔

(الف) مجلس انتظامیہ مرکزیہ = کم از کم پانچ ارکان کی حاضری کورم کے لئے ضروری ہوگی۔

(ب) ماتحت مجالس قائمہ مرکزیہ = ارکان کے کل تعداد کی حاضری $\frac{2}{3}$ کی حاضری کورم کے لئے ضروری ہوگی۔

(ج) مجلس انتظامیہ ضلع = کم از کم چار ارکان کی حاضری ضروری ہوگی۔

(د) مجلس انتظامیہ مقامی = کم از کم چار ارکان کی حاضری ضروری ہوگی۔

(۳۲) اگر کسی مجلس کا کوئی جلسہ کورم کی کمی کی وجہ سے ملتوی کرنا پڑے تو۔۔۔ دوسری دفعہ متعلقہ مجلس کورم کی کمی کے باوجود اسی سابقہ ایجنڈے پر غور کرنے کی مختار ہوگی بشرطیکہ التوائے اجلاس کا نوٹس کم از کم سات روز کے وقفہ سے مجلس متعلقہ کے تمام ارکان کو دوبارہ بھیجا جا چکا ہو اور اس میں یہ صراحت کر دی گئی ہو کہ پہلا اجلاس بوجہ کمی کورم ملتوی کرنا پڑا تھا۔

۳۳:- یہ آئین و دستور ان قواعد و آئین انجمن مرکزیہ گوجراں کو جو ۳۰ مارچ ۱۹۴۱ء اور ۲۱ اپریل ۱۹۴۶ء کو منظور ہو کر اخبار گوجر گزٹ مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۴۶ء میں شائع ہوئے تھے۔ اس حد تک منسوخ کرتا ہے جس حد تک وہ اس موجودہ آئین کے نقیض ہوں اور مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۴۹ء سے نافذ العمل ہے فقط

موجودہ مجلس انتظامیہ انجمن مرکزیہ گوجراں پاکستان رجسٹرڈ

★

عہدہ داران

(۱) رانا اسلام الدین بی اے ۶ مال منشن مال لاہور۔ صدر (۲) عالیجناب رانا ڈاکٹر عبدالعزیز ریٹائرڈ سول سرجن بلاک سرگودھا نائب صدر (۳) عالی جناب رانا عبدالغفور ایم۔ اے پرنسپل اسلامیہ کالج ملتان۔ نائب صدر ثانی (۴) عالی جناب رانا صفی محمد عبداللہ صاحب ایم اے لاہور جنرل سکرٹری (۵) عالی جناب رانا ملک نورالدین ایم۔ اے۔ پی۔ ای۔ ایس سرگودھا۔ جائینٹ سکرٹری (۶) عالی جناب رانا عبدالرشید منشی فاضل سکرٹری نشر و اشاعت (۷) عالی جناب رانا حافظ محمد صادق صاحب منظلہ محلہ سالو گوجر سیالکوٹ خازن۔

ارکان انتظامیہ

(۱) عالی جناب الحاج رانا محمد ابراہیم صاحب ساکن قطروال ضلع سیالکوٹ (۲) عالی جناب فرمان علی بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی سیالکوٹ (۳) عالی جناب رانا اختر علی صاحب چوہان ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر بھاولپور (۴) عالیجناب رانا محمد بوستان خاں صاحب کھٹانہ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی پشاور (۵) عالی جناب رانا عبدالحمید صاحب بی۔ اے (سابق نائب وزیر مغربی پاکستان) لاہور (۶) عالی جناب ذوالفقار محمد صاحب ایم ایس۔ سی لائل پور (۷) عالی جناب سلطان علی صاحب لائل پور (۸) عالی جناب عصمت علی صاحب نسیم ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈوکیٹ لاہور (۹) عالی جناب ظفر علی صاحب چوہان بی۔ اے گجرات (۱۰) عالی جناب فتح الدین صاحب مالک کولڈ اسٹوریج لائل پور (۱۱) عالی جناب صدرالدین صاحب ۳۹ ب وحدت کالونی لاہور (۱۲) عالی جناب امیر احمد صاحب پرانی انارکلی لاہور۔ (۱۳) عالی جناب ملک محمد بشیر صاحب چوک برف خانہ لاہور (۱۴) عالی جناب مہتاب دین موچی دروازہ لاہور (۱۵) عالی جناب الحاج ڈاکٹر احمد علی صاحب ساکن موضع ملکے ضلع گوجرانوالہ

ارکان بحیثیت عہدہ

(۱۶) عالی جناب الحاج رانا ولی محمد صاحب گوجر پوری صدر انجمن لاہور (۱۷) عالی جناب رانا محمد شفیع صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی صدر ضلع انجمن لائل پور۔ (۱۸) عالی جناب رانا قاسم علی صاحب صدر ضلع انجمن سیالکوٹ۔

فہرست نامزد مرکزی ارکان

ان ارکان مجلس عام مرکزی کی فہرست جنہیں صاحب صدر نے وقتاً فوقتاً اپنے آئینی اختیارات سے نامزد کیا درج ذیل ہیں۔

۱:- مولانا الحاج رانا اختر علی صاحب .... ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر بہاول پور
۲:- مولانا رانا عبدالغفور صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ای۔ ایس پرنسپل اسلامیہ کالج ملتان
۳:- رانا عبدالغفور صاحب قمر ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈووکیٹ شکر گڑھ
۴:- کیپٹن رانا شمشیر علی صاحب نمبر ۲۶ نیپیر روڈ۔ ملتان چھاونی
۵:- رانا محمد حسین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائریکٹر زراعت چک نمبر ۱ ضلع گجرات۔
۶:- رانا ظفر علی صاحب چوہان بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ایڈووکیٹ گجرات
۷:- ملک نورالدین صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ای۔ ایس بلاک نمبر ۱۲ سرگودھا
۸:- رانا صدرالدین صاحب سپرنٹنڈنٹ محکمہ نہر ۲۹ (د ب) وحدت کالونی۔ لاہور
۹:- رانا محمد اشرف صاحب گلشان بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ایڈووکیٹ شیخوپورہ
۱۰:- رانا منظور حسین صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈووکیٹ شیخوپورہ
۱۱:- رانا محمد بوستان صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی پشاور۔ سرحد
۱۲:- رانا کرم الٰہی صاحب مالک چشتیاں بس سروس چشتیاں علاقہ بہاولپور
۱۳:- رانا فخرالدین احمد صاحب راجپوری۔ بیگم پورہ۔ لاہور
۱۴:- رانا عبدالرحیم صاحب ایم۔ ایل۔ اے۔ مینگری ضلع سیالکوٹ
۱۵:- رانا محمد حسین صاحب سیف بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ایڈووکیٹ شکر گڑھ
۱۶:- رانا ہدایت علی صاحب بی۔ اے۔ ایس۔ اے۔ وی۔ ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول باغبانپورہ لاہور۔
۱۷:- رانا امام بخش صاحب امرپورہ۔ راولپنڈی
۱۸:- رانا عبدالغفور۔ بی۔ اے۔ چک لالہ
۱۹:- رانا فخرالدین صاحب۔ کچہری روڈ۔ سیالکوٹ

۲۰:- رانا محمد بخش صاحب۔ قلعہ گوجراں۔ منڈی بہاؤ الدین۔ ضلع گجرات

۲۱:- رانا محمد اشرف صاحب۔ بی۔ اے اجنالہ۔ ضلع گجرات

۲۲:- رانا فضل الہیٰ صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ اسپیکر مغربی پاکستان اسمبلی۔ لاہور

۲۳:- رانا نواب زادہ اصغر علی خانصاحب۔ نواب پیلس۔ گجرات

۲۴:- رانا فتح محمد صاحب آڑھتی منڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات

۲۵:- رانا احمد علی صاحب بی۔ اے راجگڑھ روڈ۔ لاہور

۲۶:- رانا فضل احمد صاحب موضع ساہووالہ ضلع سیالکوٹ

۲۷:- رانا عبدالغفور صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی اسلامیہ کالج گوجرانوالہ

۲۸:- رانا ڈاکٹر خدا بخش صاحب کٹاریہ۔ گورنمنٹ کالج سرگودھا

۲۹:- رانا صوفی عطا محمد صاحب نقشبندی مجددی چک ۱۲/۱۴-L۔ ضلع منٹگمری

۳۰:- رانا چراغ الدین صاحب لودھیانوی جڑانوالہ ضلع لائل پور

۳۱:- رانا عبدالرزاق صاحب جڑانوالہ۔ ضلع لائل پور

۳۲:- رانا سلطان علی صاحب ایم۔ ایس۔ سی۔ لائل پور

۳۳:- رانا عصمت علی صاحب تسنیم بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ایڈووکیٹ لاہور

۳۴:- رانا عبدالحمید صاحب ڈپٹی وزیر۔ لاہور روڈ۔ لائل پور

۳۵:- مولانا محمد اسحٰق صاحب سلو مبر۔ ایبی سینیا لائن کراچی

۳۶:- رانا حکیم الدین سلو مبر بی۔ اے ۱/۱۲ ایف " "

۳۷:- رانا عبدالرشید ملکانہ لائل پوری چنیسر گوٹھ "

۳۸:- رانا علی حسن چوہان مولف تاریخ ہذا

۳۹:- رانا دین محمد بانٹھ صاحب بلاک ۲ ناظم آباد کراچی

۴۰:- رانا الحاج کمال الدین چیچی یونائیٹڈ بیکری صدر کراچی

۴۱:- رانا نیک محمد چوہان کونسلر کراچی

فہرست ارکان مجلس عام مرکزی

۱۔ رانا صفدر علی ولد سردار محمد ۔ چک نمبر ۱۰۹ گ ب تحصیل جڑانوالہ ضلع لائل پور
۲۔ ,, احمد علی ,, غلام علی ,, ۴۷ گ ب ,, سمندری ,, ,,
۳۔ ,, اللہ بخش ,, رحمت علی ,, ۱۲۰ گ ب ,, جڑانوالہ ,, ,,
۴۔ ,, احمد بخش ,, حسین بخش موضع کمالیہ ,, ,,
۵۔ ,, اکرام دین ,, نظام دین چک ۴۵ گ ب ,, ,,
۶۔ ,, اللہ بخش ,, فتح دین ,, ,, ,, ,,
۷۔ ,, احمد علی حاجی ,, کمال الدین موضع ملکے ۔ ریاست کاموکی ضلع گجرانوالہ
۸۔ ,, اللہ رکھا ,, محمد دین ,, بوکن تحصیل ,, ضلع سیالکوٹ
۹۔ ,, اسلام الدین ,, مولوی فتح الدین مرحوم حال مقیم لاہور شہر
۱۰۔ ,, ارشاد بخشی ,, فخر الدین محلہ واٹر ورکس ,,
۱۱۔ ,, اللہ بخش ,, محمد بخش چک ۴۴۳ گ ب تحصیل سمندری ضلع لائل پور
۱۲۔ ,, امیر احمد ,, عمر الدین چوک پرانی انار کلی لاہور
۱۳۔ ,, اصغر علی ,, اسماعیل محسن آباد ,,
۱۴۔ ,, اللہ راسی ,, ڈھیلا موضع گوجرانوالہ تحصیل و ضلع سیالکوٹ
۱۵۔ ,, احمد دین ,, نور دین محلہ پورن نگر ,,
۱۶۔ ,, اللہ رکھا ,, نور دین موضع گھروٹہ ,, ,, ,,
۱۷۔ ,, اسماعیل ,, میر بخش ,, سیڑھ ,, ,, ,,
۱۸۔ ,, احمد خان ,, اسماعیل ,, کچھی ماند ,, ,, ,,
۱۹۔ ,, اللہ رکھا عنبر ,, نیر الدین ,, کدھیلہ تحصیل ڈسکہ ,,
۲۰۔ ,, اللہ دتہ ,, علم دین محلہ واٹر ورکس ,, ,, شہر ,,
۲۱۔ ,, اسماعیل ,, ,, ,, ,, ,, ,,

۲۲	الحاج رانا محمد ابراہیم صاحب			محلہ پورن نگر		شہر سیالکوٹ
۲۳	رانا احمد دین	،،	روڈا	محلہ سیالو گوجرہ		،،
۲۴	بشیر احمد	،،	اللہ بخش	چک ۲۱۷ گ ب	تحصیل سمندری	،، لائل پور
۲۵	بدر الدین	،،	نتھو	چک ۲۸۵ ج ب	،، ٹوبہ ٹیک سنگھ	،،
۲۶	بشیر احمد	،،	بھاگ خان	موضع کھروڑ	تحصیل	و ضلع سیالکوٹ
۲۷	برکت علی	،،	محمد بخش	چک ۲۴۵ گ ب	،،	،، لائل پور
۲۸	بشیر احمد	،،	فضل دین	چک ۱۳۳ گ ب	،،	،، ،،
۲۹	بشیر احمد	،،	مفضل دین	،، ۱۴۵ گ ب	،، سمندری	،، ،،
۳۰	بوٹا حاجی	،،	ساکن	دھوبی کنڈی پرانی انارکلی		لاہور
۳۱	بشیر احمد	،،	عمر بخش	چوک برف خانہ		،،
۳۲	بھولا	،،	الٰہی بخش	چک ۲۰۷ گ ب	تحصیل سمندری	ضلع لائل پور
۳۳	بشیر احمد وکیل			محلہ سیالو گوجر		سیالکوٹ
۳۴	برکت علی	ولد	فتح دین	چک ۱۴۵ گ ب	تحصیل سمندری	ضلع لائل پور
۳۵	بیر الدین		ساکن	،، ،،	،،	،،
۳۶	برکت علی	ولد	امام دین	موضع کمالو والہ		ضلع سیالکوٹ
۳۷	بشیر احمد	،،	لال دین			سیالکوٹ چھاؤنی
۳۸	باغ علی	،،	گلاب دین	موضع اجمل پور		ضلع سیالکوٹ
۳۹	برکت علی	،،	شکر الدین	،، ہرہالی	،،	،،
۴۰	باغ علی	،،	ماہی	،، اجمل پور	،،	،،
۴۱	بانا	،،	محمد بخش	محلہ سیالو گوجر		،،
۴۲	پیر بخش	،،	الٰہی بخش	اندرون موچی گیٹ		لاہور
۴۳	تاج دین ماسٹر			محلہ واٹر ورکس		شہر سیالکوٹ
۴۴	جلال الدین	،،	خیر دین	محلہ سیالو گوجر	،،	،،
۴۵	جان محمد	،،	ماہیا	موضع روال	تحصیل و ضلع	،،
۴۶	چراغ دین	،،	نبی بخش	پنجگرائیں	،، ڈسکہ	،،

۴۷:- رانا چراغ دین	ولد	نواب دین	موضع کمانوالہ	تحصیل	و ضلع سیالکوٹ
۴۸:- " چراغ دین	"	نتھو	"	"	" "
۴۹:- " حسین علی	"	گلاب دین	محلہ پورن نگر	.	شہر "
۵۰:- " حبیب جیلانی	"	اللہ بخش	چک $\frac{۲۱۶}{\text{گ۔ب}}$	" سمندری	ضلع لائل پور
۵۱:- " حسین محمد	"	کریم بخش	چک نمبر ۵۲۹	"	" "
۵۲:- " حسین بخش	"	نبی بخش	" نمبر ۱۲۱ ابنالیاں	" جڑانوالہ	" "
۵۳:- " حسین بخش		ساکن	گھاس منڈی باغبانپورہ		لاہور
۵۴:- " حسین محمد		"	چک نمبر $\frac{۴۷۴}{\text{گ۔ب}}$	تحصیل سمندری	ضلع لائل پور
۵۵:- " خادم حسین		شیر احمد	محلہ ٹبہ		شہر سیالکوٹ
۵۶:- " خدا بخش نائب صدر			گلی گوجراں چک مدینہ باغبانپورہ		لاہور
۵۷:- " خدا بخش	ولد	نوراہی	لکی گیٹ		لاہور
۵۸:- " خدا بخش	"	نوراہی	چک نمبر $\frac{۱۶}{۱۴\text{-L}}$		ضلع منٹگمری
۵۹:- " خوشی محمد	"	نانک	کچہری روڈ		سیالکوٹ
۶۰:- " دین محمد	"	نبی بخش	چک نمبر $\frac{۴۷۶}{\text{گ۔ب}}$	تحصیل سمندری	ضلع لائل پور
۶۱:- " دلا	"	رحمت	" " ۸۲	"	و ضلع "
۶۲:- " دین محمد	"	نتھو	" " $\frac{۴۸۴}{\text{گ۔ب}}$	" سمندری	" "
۶۳:- " دین محمد	"	گھرو	" " ۴۸۴	"	" "
۶۴:- " دیوان علی	"	گلاب دین	محلہ پورن نگر		سیالکوٹ
۶۵:- " دیوان علی	"	علم دین	موضع اجل پور	تحصیل	و ضلع "
۶۶:- " ذوالفقار محمد	"	نور محمد	زراعتی کالج		لائل پور
۶۷:- " ریاض الدین	"	فتح الدین	کچہری روڈ		سیالکوٹ
۶۸:- " رحمت علی	"	میراں بخش	چک $\frac{۲۱۳}{\text{گ۔ب}}$	تحصیل سمندری	ضلع لائل پور
۶۹:- " رحمت علی	"	فیروز الدین	" نمبر ۷۵	"	" "
۷۰:- " رحمت خاں عرف		نتھو خاں	" " ۸۰	"	" "
۷۱:- " رفیق احمد		احمد حسین	" " ۷۷	"	" "

۷۲- رانا روشن دین	ولد	منشی	چک نمبر ۲۵۸	تحصیل سمندری	ضلع لائل پور
۷۳- ،، رفیق احمد	،،	،،	صدر گوجر کلب ۱۳ کمرشیل بلڈنگ		لاہور
۷۴- ،، رحیم بخش	،،	عمر دین	چوک پرانی انارکلی		لاہور
۷۵- ،، رحمت علی	،،	عمر دین	راج گڑھ روڈ		،،
۷۶- ،، رستم علی	،،	امام دین	گوجرانوالہ	تحصیل و ضلع	سیالکوٹ
۷۷- ،، روشن دین	،،	فتح الدین	اجمل پور	،، ،،	،،
۷۸- ،، رحم علی	،،	گلاب دین	،،	،، ،،	،،
۷۹- ،، رحیم بخش	،،	گلاب دین	ساہووالہ	،، ڈسکہ	،،
۸۰- ،، رحمت اللہ	،،	لال دین	کچہری روڈ	شہر	،،
۸۱- ،، سلطان علی	،،	محمد ابراہیم	محلہ یوبن نگر	،،	،،
۸۲- ،، سلطان احمد	،،	مہر دین	،، رسالو گوجر		،،
۸۳- ،، سلطان علی صوبیدار	،،	ملنگ	چک نمبر ۹۴/گ ب	تحصیل جڑانوالہ	ضلع لائل پور
۸۴- ،، سردار محمد	،،	وزیر علی	،، ،، ۲۱۳	،، سمندری	،،
۸۵- ،، سلیمان	،،	عبداللہ	،، ،، ۲۸۵/ج ب	،، ٹوبہ ٹیک سنگھ	،،
۸۶- ،، سلطان محمد	،،	محمد بخش	،، ،، ۸۰/گ ب	،، ،،	،،
۸۷- ،، سردار محمد	،،	نبی بخش	،، ،، ۱۹	،، جڑانوالہ	،،
۸۸- ،، سلطان علی	،،	نظام دین	،، ،، ۱۳۳	،، ،،	،،
۸۹- ،، سلطان علی	،،	منشی	موضع گوندگڑھ	،، ،،	،،
۹۰- ،، سیف الرحمن	،،	رکن الدین	محلہ چاہ جٹاں		شہر سیالکوٹ
۹۱- ،، شبیر محمد	،،	نبی بخش	محلہ ٹبہ		،، ،،
۹۲- ،، شیر محمد	،،	بوٹا	چک نمبر ۱۲۸/گ ب	تحصیل جڑانوالہ	ضلع لائل پور
۹۳- ،، شیر محمد	،،	نظام دین	،، ،، ۱۲۴/گ ب	،، سمندری	،، ،،
۹۴- ،، شیر محمد نمبردار	،،	رحمت	،، ۵۷ گ ب	،، ،،	،، ،،
۹۵- ،، شاہ محمد			،، ۱۲۵ ،،	،، ،،	،، ،،
۹۶- ،، حاجی شکر الٰہی			،، ،، ،،	،، ،،	،، ،،

۹۷:۔ سلانا شیر محمد	ولد	۔	چک نمبر ۸۷ ل م	تحصیل جڑانوالہ	ضلع لائل پور
۹۸:۔ ،، شاہ محمد	،،	نتھو	موضع گوندگڑھی	،،	،، سیالکوٹ
۹۹:۔ ،، شکرالدین	،،	نتھو	،، بھولی بھلی	،، ،،	،، ،،
۱۰۰:۔ ،، صوفی محمد عبداللہ	،،	اصغر علی	محلہ پورن نگر		شہر سیالکوٹ
۱۰۱:۔ ،، طفیل ارشد	،،	محمد ابراہیم	محلہ واٹر ورکس		،،
۱۰۲:۔ ،، طفیل محمد	،،	عمر بخش	چک نمبر ۴۲ ل م / گ ب	تحصیل سمندری	ضلع لائل پور
۱۰۳:۔ ،، عیسیٰ	،،	خدا بخش	موضع جھلن	،، ،،	جڑانوالہ
۱۰۴:۔ ،، عبدالعزیز کشان	،،	غیراتی	چک نمبر ۲۱۳	،، ،،	ضلع لائل پور
۱۰۵:۔ ،، علم الدین	،،	حاکم علی	،، ۷۵ / گ ب	،، ،،	،، ،،
۱۰۶:۔ ،، عطاء اللہ	،،	عبدالعزیز	،، ۲۱۷	،، ،،	،، ،،
۱۰۷:۔ ،، علی محمد	،،	برکت علی	،، ،،	،، ،،	،، ،،
۱۰۸:۔ ،، علی محمد	،،	امام الدین	،، ،،	،، ،،	،، ،،
۱۰۹:۔ ،، عطا محمد	،،	رکن الدین	،، ،،	،، ،،	،، ،،
۱۱۰:۔ ،، علی احمد	،،	عبداللہ	،، ،،	،، ،،	،، ،،
۱۱۱:۔ ،، عبدالرحمٰن	،،	رحیم بخش	،، ،،	،، ،،	،، ،،
۱۱۲:۔ ،، عبدالرحیم	،،	عمر بخش	،، ۷۵ ل م / گ ب	،، ،،	،، ،،
۱۱۳:۔ ،، عبداللہ	،،	عمر دین	موضع منڈا	،، ڈسکہ	،، سیالکوٹ
۱۱۴:۔ ،، عطا محمد	،،	محمد بخش	چک ۱۵۸ / ج ب	،، ٹوبہ ٹیک سنگھ	،، لائل پور
۱۱۵:۔ ،، ڈاکٹر عبدالعزیز سول سرجن					،،
۱۱۶:۔ ،، عبدالعزیز	ولد	محمد بخش	چک ۴۹ / گ ب	تحصیل و ضلع	لائل پور
۱۱۷:۔ ،، عنایت علی نمبردار	،،	علی بخش	،، ۱۲۳ / گ ب	،، جڑانوالہ	،،
۱۱۸:۔ ،، عبدالعزیز	،،	قطب الدین	،، ۷۴ ل م / گ ب	،، سمندری	،،
۱۱۹:۔ ،، علی محمد	،،	نعمت سیلا	موضع ملکے	براستہ کاموں کے	گوجرانوالہ
۱۲۰:۔ ،، عبدالغفور	،،	ابراہیم	،، ،،	،، ،،	،،
۱۲۱:۔ ،، عبدالحکیم	،،	چراغ دین	،، بوکن	تحصیل و ضلع	سیالکوٹ

۱۲۲:۔ رانا عزیز محمد گورسی	ولد	محمد ابراہیم	موضع جھلن	تحصیل و ضلع	گوجرانوالہ
۱۲۳:۔ ،، عبدالحمید غازی	،،	علی محمد	محلہ پورن نگر	،، ،،	سیالکوٹ
۱۲۴:۔ ،، عبداللہ	،،	حاکم علی	چک ۴۸۴/گ۔ب	،، سمندری ضلع	لائل پور
۱۲۵:۔ ،، عصمت اللہ	،،	روشن	،، ۶۸	،، جڑانوالہ ،،	،،
۱۲۶:۔ ،، عبداللطیف	،،	محمد ابراہیم		،، ،، ،،	،،
۱۲۷:۔ ،، عبدالرحیم	،،	فتح دین	،، ۲۵۸/ر۔ب	،، ،، ،،	،،
۱۲۸:۔ ،، عمردین	،،	غلام	،، ۶۶/ر۔ب	،، ،، ،،	،،
۱۲۹:۔ ،، علی محمد جمعدار	،،	،،	،، ۲۴/ر۔ب	،، ،، ،،	،،
۱۳۰ ،، عبدالمجید	،،	غلام رسول	۴ میکلوڈ روڈ		لاہور
۱۳۱ ،، عبدالرشید	،،	عمردین	لونیا منڈی		لاہور چھاونی
۱۳۲ ،، علم دین	،،	جمعہ	موضع کمانوالہ	تحصیل و ضلع	سیالکوٹ
۱۳۳ ،، عبدالحق	،،	گلاب دین	،، گوندگڑھی	،، ،،	،،
۱۳۴ ،، عدالت خاں	،،	پیراندتہ	،، جھی ڈیوڑو	،، ،،	،،
۱۳۵ ،، عطا محمد			چک ۱۲/۱۴ ایل	،،	منٹگمری
۱۳۶ ،، عبدالرشید			۴۴۴/ر۔ب	تحصیل سمندری ضلع	لائل پور
۱۳۷ ،، عزیز محمد	ولد	عیارا	موضع روال	تحصیل و ضلع	سیالکوٹ
۱۳۸ ،، عبدالحمید	،،	امام دین	کچہری روڈ	،،	،،
۱۳۹ ،، عبدالسلام	،،	حاکم علی	،،	،،	،،
۱۴۰ ،، غلام حسین	،،	کالو	محلہ واٹر ورکس	،،	،،
۱۴۱ ،، غلام حسین	،،	اللہ رکھا	دھاروال	،،	،،
۱۴۲ ،، غلام قادر نمبردار	،،	غلام نقشبند	چک نمبر ۲۱۳/ر۔ب	تحصیل سمندری ضلع	لائل پور
۱۴۳ ،، غلام رسول	،،	روشن دین	،، ،، ۲۱۷/ر۔ب	،، ،، ،،	،،
۱۴۴ ،، غلام محمد	،،	رحیم بخش	،، ،، ۸۰	،،	،،
۱۴۵ ،، غلام احمد	،،	فتح دین	،، ،، ۵۹۱	،، جڑانوالہ	،،
۱۴۶ ،، غلام کبریا	،،	فتح محمد	،، ،، ۱۸۵	،، سمندری	،،

۱۴۷: رانا غلام علی	ولد فتح دین	چک نمبر ۲۰۸	تحصیل سمندری	ضلع لائل پور
۱۴۸: ،، غلام حسین	،، غلام رسول	موضع بہول	،، وار	،، سیالکوٹ
۱۴۹: ،، فضل محمد	،، حاکم علی	محلہ کچہری روڈ	،،	،،
۱۵۰: ،، فضل محمد نمبردار	،، عمردین	چک نمبر ۹۴/گ ب	تحصیل جڑانوالہ	،، لائل پور
۱۵۱: ،، فیض محمد	،، میراں بخش	،،	،،	،،
۱۵۲: ،، فیض حق	،، روڈا	،،	،،	،،
۱۵۳: ،، فقیر محمد قاری حکیم	،، راحت علی	،، ۲۱۳/گ ب	،، سمندری	،،
۱۵۴: ،، فقیر جیلانی	،، روشن دین	،، ۲۱۷/گ ب	،،	،،
۱۵۵: ،، فتح محمد ماسٹر	،،	،،	،،	،،
۱۵۶: ،، فتح دین	،، بھولو	موضع نچگرانی	،، ڈسکہ	،، سیالکوٹ
۱۵۷: ،، فیض محمد	،، پیر بخش	چک نمبر ۲۱	تحصیل و ضلع	لائل پور
۱۵۸: ،، فیروز دین	،، اللہ بخش	،،	،،	،،
۱۵۹: ،، فتح محمد	،، محمد علی	،، ۱۲۱/گ ب	،،	،،
۱۶۰: ،، فضل داد خاں	،، حیات بخش	،، ۹۹/گ ب	براستہ اقبال نگر	ضلع منٹگمری
۱۶۱: ،، فرمان علی وکیل	،، دیدار بخش			سیالکوٹ
۱۶۲: ،، فضل الدین	،، خیراتی	چک ۵۹۱/گ ب	تحصیل جڑانوالہ	ضلع لائل پور
۱۶۳: ،، فضل محمد	،، علی بخش	،، ۴۴۸/گ ب	،، سمندری	،،
۱۶۴: ،، فضل محمد	،، برکت علی	،، ۱۳۳/گ ب	تحصیل و ضلع	،،
۱۶۵: ،، فیروز الدین	،، کرم الٰہی	،، ۸۳/گ ب	،،	،،
۱۶۶: ،، بدھو	،، فیض محمد	،، ۲۴/گ ب	،، جڑانوالہ	،،
۱۶۷: ،، فیروز دین		،،	،،	،،
۱۶۸: ،، فضل محمد	،، رکن دین	،، ۴/ا	تحصیل و ضلع	،،
۱۶۹: ،، فضل محمد	،، مہتاب دین	،، ۲۴ ل/گ ب	،، سمندری	،،
۱۷۰: ،، فقریا		،، ۷۸ ل/ر	،،	،،
۱۷۱: ،، فضل احمد		،، ۴۷ ل/ر	،،	،،

۱۷۲:۔ رانا فتح محمد	.		چک نمبر ۴۷۱/گ ب	تحصیل سمندری	ضلع لائل پور
۱۷۳:۔ ” فتح محمد	جلد	چنا	موضع کھوڑ	” ڈسکہ	” سیالکوٹ
۱۷۴:۔ ” فضل دین	”	.	” ساہووالہ	” ”	” ”
۱۷۵:۔ ” قائم الدین	”	فیروزدین	چک ۷۵/گ ب	” ”	” ”
۱۷۶:۔ قائم الدین	”	ملیا	” ”	” ”	” .
۱۷۷:۔ قطب الدین	”	خدابخش	” ”	.	شہر لائل پور
۱۷۸:۔ قاسم علی	”	پیربخش	موضع بوکن	تحصیل وضلع	سیالکوٹ
۱۷۹:۔ قادر بخش	”	دریام	چک ۲۲/گ ب	” ”	لائل پور
۱۸۰:۔ قائم الدین	”	لال الدین	موضع احمل پور	. ”	سیالکوٹ
۱۸۱:۔ ” کاکا	”	نتھو	محلہ ٹبہ	. شہر	”
۱۸۲:۔ گوہر علی	”	خیراتی	چک نمبر ۲۱۳	تحصیل سمندری	ضلع لائل پور
۱۸۳:۔ گلزار احمد	”	بشیر محمد	پرانی انارکلی		لاہور
۱۸۴:۔ ” لال حسین	”	فیروز خاں	چک نمبر ۹۶	براستہ اقبال نگر	” منٹگمری
۱۸۵:۔ محمد اقبال	”	سلطان احمد	محلہ سالو گوجر	.	سیالکوٹ
۱۸۶:۔ ” محمد اسلم نمبردار	”	غلام محمد	چک ۲۱۳	تحصیل سمندری	ضلع لائل پور
۱۸۷:۔ ” محمد سلیمان ڈاکٹر	”	.	موضع کمالیہ		”
۱۸۸:۔ محمد بخش	”	عمرا	چک ۲۱۴	تحصیل سمندری	”
۱۸۹:۔ ” محمد اسحٰق	”	عظیم بخش	. ”	” ”	”
۱۹۰:۔ ” محمد علی	”	نبی بخش	” ”	” ”	”
۱۹۱:۔ ” محمد باجون		.	موضع خطمہ	” ”	مری
۱۹۲:۔ ” محمد الدین	”	جرا	چک ۲۸	” ٹوبہ ٹیک سنگھ	
۱۹۳:۔ ” محمد شفیع وکیل	.	مولوی حبیب اللہ	.	.	لائل پور
۱۹۴:۔ مخدوم احمد ”	”	عنایت علی	.	.	.
۱۹۵:۔ محمد لقمان مولوی	”	سلیمان	چک ۴۶	تحصیل وضلع	”
۱۹۶ محمد بشیر	”	خدابخش	” ۸۰/گ ب	” ”	”

۱۹۷:- رانا محمد سبحان	ولد	محمد ہری	چک ۲۱ گ ب انبالیاں	تحصیل جڑانوالہ	
۱۹۸:- ،، محمد علی	،،	سربلند	موضع بوکن	تحصیل و ضلع	سیالکوٹ
۱۹۹:- ،، محمد لطیف	،،	چراغدین	،،	،،	،،
۲۰۰:- ،، محمد بشیر احمد	،،	محمد شفیع	،،	،،	،،
۲۰۱:- ،، محمد علی	،،	شرف دین	،،	،،	،،
۲۰۲:- ،، محمد بخش پوسوال	،،	خیرالدین	موضع تھئین	،،	گوجرانوالہ
۲۰۳:- ،، محمد علی چوہان	،،	امام الدین	،،	،،	،،
۲۰۴:- ،، محمد ابراہیم حاجی	،،	،،	محلہ واٹر ورکس	،،	شہر سیالکوٹ
۲۰۵:- ،، محمد صادق حافظ	،،	اللہ ماہی	،، سالو گوجر	،،	،،
۲۰۶:- ،، محمد سعید	،،	حاکم علی	،، کالج روڈ	،،	،،
۲۰۷:- ،، محمد دین	،،	فتح الدین	،، بازار کاٹھیاں	،،	،،
۲۰۸:- ،، محمد صادق	،،	فتح الدین	موضع کھروٹہ	تحصیل و ضلع	،،
۲۰۹:- ،، محمد صدیق	،،	نبی بخش	چک نمبر ۵۹۶ گ ب	،، ،،	لائل پور
۲۱۰:- ،، محمد شفیع	،،	بدرالدین	،، ،،	،، ،،	،،
۲۱۱:- ،، محمد شفیع	،،	جھنڈا	،، ۸۲ ر ب	،، ،،	،،
۲۱۲:- ،، محمد یٰسین	،،	عبدالمجید	،، ۷۵	،، ،،	،،
۲۱۳:- ،، محمد ابراہیم	،،	عمر بخش	،، ،،	،، جڑانوالہ	،،
۲۱۴:- ،، محمد یوسف	،،	عصمت اللہ	،، ،،	،، ،،	،،
۲۱۵:- ،، محمد اشرف	،،	محمد سلیمان	،، ۱۰۱	،، ٹوبہ ٹیک سنگھ	،،
۲۱۶:- ،، محمد صدیق	،،	سردار محمد	،، ۱۳۳ ر ب	،، و ضلع	،،
۲۱۷:- ،، محمد بوٹا	،،	غلام محمد	،، ۶۷ ر ب	،، جڑانوالہ	،،
۲۱۸:- ،، محمد بخش	،،	ابراہیم	،، ۶۸	،، و ضلع	،،
۲۱۹:- ،، محمد بخش	،،	نور بخش	،، ۲۷۶	،، سمندری	،،
۲۲۰ ،، محمد علی	،،	امام الدین	،،	،، ،،	،،
۲۲۱ ،، محمد شفیع	،،	محمد علی	محلہ بجلی گھر	،،	شہر سیالکوٹ

۲۲۲:- رانا محمد اسلم	ولد	فیروز دین	محلہ واٹر ورکس		شہر سیالکوٹ
۲۲۳:- ” مہتاب دین	”	اللہ بخش	حویلی نجراں والی	”	لاہور
۲۲۴:- ” محمد شریف	”	خدا بخش	ڈھل محلہ موچی دروازہ	”	لاہور
۲۲۵:- ” مولا بخش	”	جلال الدین	کوچہ عبدالرحمن شاہ عالمی		”
۲۲۶:- ” محمد بخش	”	امیر بخش	اندرون موچی گیٹ		”
۲۲۷:- ” محمد اکرام	”	عبدالرحمن	۱۴۹ انارکلی		”
۲۲۸:- ” محمد شریف	”	خیر الدین	کاہنا کاچھا		”
۲۲۹:- ” محمد اقبال چشتی	مالک پنجاب وولن لڑ آمیز سنزل شاہدرہ				”
۲۳۰:- ” محمد اسماعیل			لاہور چھاؤنی۔ لاہور		
۲۳۱:- ” محمد یاسین			ڈی بلڈنگ ”		
۲۳۲:- ” محمد بخش			چک نمبر ۷	تحصیل سمندری	ضلع لائلپور
۲۳۳:- ” محمد سردار	ولد	لکھو	موضع گوجرانوالہ	تحصیل و ضلع	سیالکوٹ
۲۳۴:- ” محمد بوٹا	”	فتح دین	” ”	” ”	”
۲۳۵:- ” محمد شفیع	”	جلال دین	” کمانوالہ	” ”	”
۲۳۶:- ” محمد خاں	”	فقیر محمد	” ”	” ”	”
۲۳۷:- ” محمد ابراہیم	”	بدر دین	” ”	” چھاؤنی	”
۲۳۸:- ” محمد دین	”	خدا بخش	گوندگڑھی	تحصیل و ضلع	”
۲۳۹:- ” محمد اسماعیل	”	حسین علی	بھیکھی مانذ	” ”	”
۲۴۰:- ” محمد دین	”	.	کوٹلی	” ”	”
۲۴۱:- ” منگو	”	.	دیورہ	” ”	”
۲۴۲:- ” محمد حسین	”	.	ہزارہ	” ”	”
۲۴۳:- ” محمد شریف	”	فیروز دین	ماہی پور	” ”	”
۲۴۴:- ” مشتاق احمد	”	غلام رسول	پہو کی طرح	” ”	”
۲۴۵:- ” محمد	”	گوری	لونی	تحصیل	لاہور
۲۴۶:- ” محمد علی	”	.	ڈیرہ	” ”	”

۲۴۷:- رانا محمد شریف	.	چک ساند	تحصیل و ضلع	سیالکوٹ
۲۴۸:- محمد رمضان	ولد نصیر حسین	چمن ڈیرہ	″ ″	″
۲۴۹:- محمد رفیق	″ رحیم بخش	محلہ واٹر ورکس	شہر	″
۲۵۰:- محمد حفیظ	″ منشی خاں	چک ۲۱۳	″ سمندری	ضلع لائل پور
۲۵۱:- نور محمد	″ غلامی	″	″ ″	″ ″
۲۵۲:- نقشبند	″ اللہ بخش	″ ۱۲۷ گ ب بشمولہ جڑانوالہ	.	″ ″
۲۵۳:- نیاز احمد	″ اسماعیل	″ ۷۵ گ ب	″	″ ″
۲۵۴:- نبی بخش	″ مولا بخش	موضع فیجگرائی	″ ڈسکہ	″ سیالکوٹ
۲۵۵:- نعمت علی ڈاکٹر	.	″ ٹونگ	″ ″	″ ″
۲۵۶:- ننھے خاں	″ علی بخش	چک ۵۲۶ گ ب	″ سمندری	″ لائل پور
۲۵۷:- نیاز محمد	″ امام دین	″ ۷۱ گ ب	″ جڑانوالہ	″ ″
۲۵۸:- نور حسین پرویز	″ سراج الدین	موضع لوکن	″ و ضلع	سیالکوٹ
۲۵۹:- نور دین	″ نبی بخش	محلہ مجید پورہ	.	شہر ″
۲۶۰:- نذر محمد	″ نبی بخش	چک ۵۹۱	″ جڑانوالہ	ضلع لائل پور
۲۶۱:- نذیر احمد	″ نبی بخش	″ ″	″ ″	″ ″
۲۶۲:- نور محمد	″ محمد حسین	″ ″	″ و ضلع	سیالکوٹ
۲۶۳:- نیاز محمد	″ سادھو	۱۱۴ گ ب	″ سمندری	″ لائل پور
۲۶۴:- نور محمد	″ بھلا	″ ″	″ ″	″ ″
۲۶۵:- نور محمد	″ شادی	″ ۸۴	″ و ضلع	″
۲۶۶:- نواب بیگم ڈاکٹر	امداد علی	″ ۷۵ جے ماڈل ٹاؤن		لاہور
۲۶۷:- نیاز محمد	.	۱۴۳	تحصیل سمندری ضلع	لائل پور
۲۶۸ نعمت	.	″ ″	″ ″	″ ″
۲۶۹ نواب دین	گھیٹا	موضع گجرانوالہ	″ و ضلع	″
۲۷۰ نواب دین	″ رحیم بخش	″ کماںوالہ	″ ″	″
۲۷۱ ولی محمد لیڈر	″ نتھو خاں			شہر لاہور

۲۷۲:- ولی محمد ولد نبی بخش چک نمبر ۱۲۳ ج ب تحصیل جڑانوالہ ضلع لائل پور

۲۷۳:- ولی محمد 〃 نبی بخش 〃 〃 ۲۴ 〃 〃 〃 〃

۲۷۴:- ولی محمد 〃 رحمت اللہ میونسپل میکلوڈ روڈ 〃 〃 لاہور

۲۷۵:- وزیر علی 〃 علم دین موضع اٹھل پور 〃 〃 〃 سیالکوٹ

۲۷۶:- وزیر علی 〃 عزیز دین 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۲۷۷:- مولوی محمد اسحٰق 〃 〃 ابی سینیا لائن - شہر کراچی

۲۷۸:- رانا حکیم الدین بی-اے سلوہر مکان ۱۰۱/۱ 〃 - 〃 〃

۲۷۹:- عبدالرشید لائلپوری (ملکانہ) جیکب لائن - 〃 〃

۲۸۰:- دین محمد بانٹھ ناظم آباد بلاک ۱ - 〃 〃

۲۸۱:- نیک محمد کونسلر صدر - 〃 〃

۲۸۲:- علی حسن چوہان مولف 3/8 گجر منزل ناظم آباد - 〃 〃
ولد رانا رحمت علی صاحب مرحوم

کشمیر کے گوجر

سنہ ۱۹۴۹ء میں چودھری غلام حسین لسانوی نے راولپنڈی میں قومی
کارکنوں کا ایک جلسہ بلایا جس میں وہ صدر اور چودھری فیروزدین
جنرل سکرٹری منتخب ہوئے مگر قوم کا شیرازہ بکھر چکا تھا لوگ تین حصوں میں تقسیم ہو چکے تھے
مقبوضہ کشمیر۔ مہاجرین مقیم پاکستان اور آزاد علاقہ۔ اس لئے بڑی تگ و دو کے باوجود
پوری طرح تنظیم نہ ہو سکی۔

واہ کیمپ کے مہاجرین نے جو زیادہ تر مینڈھر کے رہنے والے تھے کانفرنس کے
نام کو زندہ رکھا۔ مارچ ۱۹۵۲ء میں چند پاکستانی ہمدردوں کی کوشش سے
جن میں چودھری بدرالدین ٹھیکیدار ریزن فیکٹری، چودھری محمد بخش صاحب ٹھیکیدار
چودھری خان ملک صاحب اجنالوی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آزاد کشمیر کے علاقہ اور پاکستان میں مقیم مہاجر برادری کے نمائندگان کا ایک
اجتماع نظام آباد میں منعقد ہوا اس اجتماع میں قومی تنظیم کو از سر نو شروع کرنے
کا فیصلہ کیا گیا اور ایک تنظیمی بورڈ منتخب ہوا، بورڈ کے ارکان حسب ذیل تھے۔
چودھری غلام حسین لسانوی   چودھری سلطان علی وکیل   چودھری دیوان علی
راجوروی   مولانا اسمٰعیل ذبیح، چودھری احسان الحق   قاضی خورشید عالم

بورڈ نے اپنے کئی جلسے کئے اور قوم کی سیاسی اور اصلاحی کاموں میں رہنمائی
کی بالآخر ۲ر اپریل ۱۹۵۳ء کو ضلع میرپور میں بجاڑ کے مقام پر ایک شاندار جلسہ کر کے
انجمن گوجراں جموں و کشمیر کی بنیاد رکھی، ریاست بھر کے مندوبین شریک اجلاس
تھے، آئندہ کیلئے چودھری سلطان علی بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی۔وکیل (خلف چودھری
محمد ابراہیم صدر، اور چودھری احسان الحق بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی وکیل (خلف ...
چودھری عبدالحق) جنرل سکرٹری منتخب ہوئے۔ جلسہ کی دو نشستوں کی صدارت
چودھری دیوان علی رجوروی اور چودھری غلام حسین لسانوی نے کی، اپریل ۱۹۵۴ء

میں ایک جلسہ باندی عباسپور میں چودھری سلطان علی صاحب کی صدارت میں ہوا، مقبوضہ کشمیر میں بھی گوجر اصلاحی کمیٹی کے نام سے ایک جماعت کام کر رہی ہے

سرحد کے گوجر

تشکیل انجمن گوجراں حلقہ کلہاڑہ (لبفہ)

مورخہ ۱۱ مارچ ۱۹۵۵ء بمقام کلہاڑہ (داخلی لبفہ تحصیل مانسہرہ) بر مکان ...... سردار جمعہ خان ٹھیکیدار قوم گوجر حلقہ کلہاڑہ و دیگر ملحقہ آبادیات کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت سردار جمعہ خان منعقد ہوا۔

یہ اجلاس انجمن گوجراں صوبہ سرحد کے وفد زیر سرکردگی سردار قمر الزمان صاحب... آف کوٹ نجیب اللہ کے آمد پر بلایا گیا جلسے کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ بعدہٗ جناب ایس۔جی برکت اللہ صاحب نے انجمن کے اغراض و مقاصد بالوضاحت بیان کئے بعد ازاں ایک انتظامی کمیٹی کی تشکیل عمل میں لائی گئی اور مندرجہ ذیل انتخاب بہ اتفاق رائے منتخب کر کے انجمن کا الحاق انجمن گوجراں صوبہ سرحد (ایبٹ آباد) سے کیا گیا۔

۱:۔	صدر	جناب سردار جمعہ خان ٹھیکیدار
۲:۔	نائب صدر	ملک نقیر خاں (اعوان)
۳:۔	سکرٹری	،، سردار خوشحال خان
۴:۔	پروپیگنڈہ سکرٹری	،، جمعہ خان ولد راجہ خاں
۵:۔	خازن	،، سائیں خاں
۶:۔	اراکین مجلس	،، سردار کرم دین جناب سردار فضل دین جناب سردار عبداللہ ،، مولوی محمد اسماعیل جناب سردار الف دین اور جناب سردار جمال دین

۲۔ تشکیل انجمن گوجراں حلقہ ناڑی وسوکر (داخلی گلی باغ تحصیل مانسہرہ)

صدر جناب مولوی فیض اللہ صاحب (امام مسجد۔ ناڑی)
نائب صدر ” سردار اللہ دین صاحب = پروپیگنڈہ سکرٹری جناب سردار فقیر خان صاحب
سکرٹری ” سردار احمد دین صاحب = خازن ” ” عالم دین ”
دیگر اراکین مجلس۔ سردار محمد دین۔ سردار قلندر۔ سردار گل دین۔ سردار سید احمد
سردار لال دین۔ سردار کمال دین

۳۔ تشکیل انجمن گوجراں حلقہ بٹنگ (داخلی گلی باغ تحصیل مانسہرہ)

صدر۔ سردار کمال دین صاحب نائب صدر سردار سمندر خاں صاحب
سکرٹری مولوی محمد عرفان صاحب (امام مسجد۔ بٹنگ)
پروپیگنڈہ ” سردار کمال دین ولد سردار عالم دین۔
خازن سردار ولی محمد خاں
اراکین مجلس سردار غلام رسول۔ سردار قلندر خاں۔ سردار گلاب خاں۔ سردار مسکین اللہ۔ سردار فضل الرحمن۔ سردار علی محمد۔

گوجر قوم کی ضروریات

تعلیم

گوجر قوم کی سب سے بڑی ضرورت اس وقت اور آئندہ بھی تعلیم ہے جس کے لئے قرض حسنہ اور زکوٰۃ فنڈ مضبوط بنیادوں پر قائم ہونا چاہیئے اس کے لئے ضروری ہے کہ:۔

۱:۔ ہر گوجر کم از کم فی الفور ایک روپیہ اس فنڈ میں ضرور دے اور اس طرح

آج ہی کئی لاکھ روپیہ جمع ہو سکتا ہے

نمبر ۲:- ہر گوجر ملازم اس فنڈ میں اپنی ایک ماہ کی تنخواہ دے۔

نمبر ۳:- ہر گوجر تاجر بھی علیٰ ہذا القیاس اس فنڈ میں کم از کم ایک ماہ کی آمدنی جمع کرائے۔

نمبر ۴:- ہر صاحب نصاب گوجر عہد کرے کہ زکوٰۃ انجمن کے زکوٰۃ فنڈ کو دیا کرے گا اس طرح ایک ہی ماہ کے عرصہ میں کروڑوں روپیہ جمع ہو سکتا ہے جس سے قوم میں سے جہالت افلاس اور ناداری دور کی جا سکتی ہے۔

دوسری ضرورت ہماری دوسری بڑی ضرورت اخبار کی اعانت ہے اس کی اعانت کا طریقہ ظاہر ہے وہ یہی ہے کہ خریداروں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے اس کی صورت یہی ہے کہ صاحب اثر حضرات امکانی حد تک خریدار بڑھائیں اور عام خریدار حضرات کم از کم فی کس ایک زاید خریدار ضرور پیدا کریں۔

تیسری ضرورت تیسری اہم ضرورت یہ ہے کہ انجمن کے کام اور پیام کی علمبرداری کے لئے ہر جگہ فعال انجمنوں کا قیام عمل میں آئے، ہر چند بہت سی انجمنیں کئی ایک ضلعوں میں قیام پذیر ہو چکی ہیں لیکن مرور ایام سے ان پر مارسوا چند کے جمود کے بادل چھا گئے ہیں چاہیئے کہ سب انجمنیں پھر سے فعال بن جائیں اور جہاں انجمنیں نہیں ہیں وہاں ان کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ انجمن کے اقتصادی، اصلاحی اور تعلیمی منصوبوں کی مناسب تشہیر و تکمیل کا انتظام ہو سکے۔

چوتھی ضرورت گوجر قوم کے اہل قلم و علماء کو میدان عمل میں آ کر قومی لٹریچر کے سرمایہ سے قوم کو مالا مال کر دینا چاہیئے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مختلف زبانوں مثلاً ہندی، گجراتی، گوجری، سنسکرت، انگریزی، فارسی اور عربی کی تعلیم خاص طور سے ایسے نوجوانوں کو دی جانی چاہیئے جو بیرونی ممالک سے قوم کی عظمت پارینہ کے منتشر اوراق کو یکجا کر کے مروجہ زبان اردو میں ترجمہ کر سکیں۔

اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

باب نہم

گرجر قوم کی چند موجودہ معزز ہستیاں

عالی جناب رانا عبدالعزیز صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس
(سول سرجن)

موضع لہری پور تحصیل گڑھ شنکر ضلع گورداسپور (حال ضلع سیالکوٹ) میں ایک بزرگ ....
چودھری محمد بخش صاحب مرحوم ہوئے ہیں۔ آپ پٹواری مال تھے اور ملازمت کا بیشتر حصہ آپ نے اپنی ہی تحصیل میں گذارا چودھری صاحب مرحوم کو تعلیم کا بہت شوق تھا آپ نے اپنے فرزندوں کی تعلیم کے باب میں اپنی ہمت سے بڑھ کر کوشش کی اِدھر بیٹے تھے ایک سے ایک بڑھ کر بلا کے ذہین اور محنتی، نتیجہ یہ ہوا کہ پڑھنے اور پڑھانے والے دونوں کو لطف آگیا۔

یہ بزرگ ہمارے چودھری عبدالعزیز صاحب کے والد ماجد تھے چودھری صاحب کا تعلیمی ریکارڈ تو شاندار تھا ہی آپ کا قومی خدمت کا ریکارڈ اور تنظیم کیلئے مساعی کا انداز بھی اپنی مثال آپ ہی ہے عہد طفلی سے ہی آپ کو قومی خدمت کی لگن تھی چنانچہ ارباب لاہور کو آج بھی وہ گرمئ محفل یاد ہے جو چودھری صاحب کے ایام طالب علمی کی سرگرمیوں کی صورت میں بپا تھی۔

مولوی فتح الدین صاحب قبلہ مرحوم، چودھری رحمت علی صاحب مرحوم بانئ تحریک پاکستان اور قبلہ چودھری عبدالعزیز صاحب مسلم گوجر اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے سرپرست اور روح رواں اور انجمن گوجراں پنجاب کے دستِ فعال تھے، وقت آنے پر آپ انجمن مرکزیہ گوجراں کے بھی پرجوش اور سرگرم علمبرداروں میں تھے، آپ ہی کے ناخن تدبیر نے قومی نفاق کی گتھی سے ایک زمانہ کو اتفاق کے روح پرور نظارے پیدا کر دکھائے تھے چنانچہ انجمن مسلم گوجراں کا انجمن مرکزیہ گوجراں میں شمول و ادغام بیشتر آپ ہی کی مساعی اور کاوشوں کا مرہون منت تھا آپ کی قومی ہمدردی کا توسن ہمت پاکستان میں

وہی جولانیاں دکھلا رہا ہے جو تخلیق پاکستان کے قبل منصۂ شہود پر آتی رہتی تھیں۔ بلکہ ایک حد تک یہ کہنا صحیح تر ہوگا کہ موجودہ انجمن مرکزیہ کے مقامی حلقے کو فعال بنانے کا سہرا سر تا سر موصوف ہی کے سر ہے۔

آپ کے مشورہ سے انجمن مرکزیہ نے فیصلہ کر دیا کہ قرض حسنہ اور وظائف فی الفور جاری کر دیئے جائیں گے، جناب چودھری صاحب کے مخلصانہ اور ولولہ انگیز جذبہ کی بدولت انجمن وہ اقدام کر سکی جس پر آج ہر فردِ ملت نازاں و فرحاں ہے، یہ صحیح ہے کہ حسب منشاء نہ فنڈ ہے نہ مستحق طلباء کی ہر انفرادی کیس میں امداد کی جاتی ہے۔ تاہم حتی الوسع کوئی درخواستِ امداد رد نہیں کی جاتی اور یہی اس انجمن کی سب سے بڑی کامیابی ہے جس کے لئے چودھری صاحب ممدوح لائق ستائش ہیں، علاوہ ازیں چودھری صاحب اپنے حلقۂ اثر و رسوخ میں انجمن مرکزیہ کے لئے مالی امداد فراہم کرنے میں اپنی مثال آپ ہی ہیں آپ شروع سے آج تک انجمن مرکزیہ گوجرانِ پاکستان کی تعلیمی سب کمیٹی کے صدر ہیں اور انجمن کے نائب صدر بھی ہیں۔

آپ جس علاقہ میں جاتے ہیں قومی پروانے کھنچے چلے آتے ہیں اور قومی سرگرمیوں کا ایک فعال دائرہ قائم ہو جاتا ہے۔

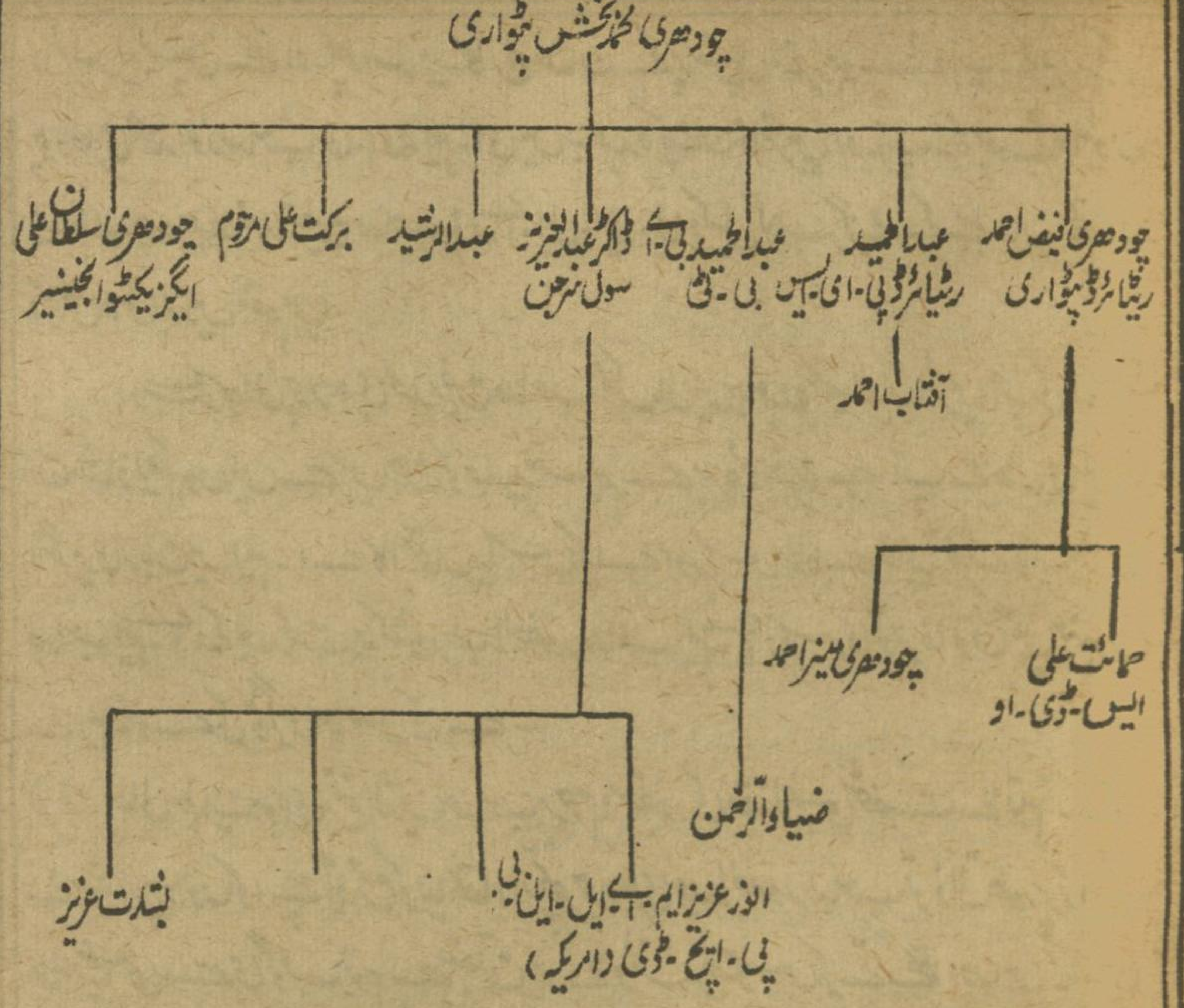
۱۹۵۵ء میں لائل پور میں مجلس شوریٰ اور مجلس انتظامیہ کا ایک شاندار اجلاس آپ کے دولتکدہ پر منعقد ہوا جسمیں قومی سود و بہبود کی بہت سی تجاویز پر غور کیا گیا۔ اس مجلس شوریٰ میں ہمارے سرحدی بھائیوں کے نمائندے جناب چودھری محمد بوستان خاں صاحب کھٹانہ اور جناب ملک تاج محمد خاں چوہان بھی شریک ہوئے تھے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب چودھری عبد العزیز صاحب مدظلہ کے فیوض عام سے قوم کو مدت العمر متمتع فرمائے اور ان کو عمر خضر عنایت فرمائے (آمین) آپ کا نسب نامہ حسب ذیل ہے۔

شجرہ عالیجناب رانا عبد العزیز صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس سول سرجن

چودھری غلام محمد (گوت ملکانہ)

چودھری ظہور بخش پٹواری



عالیجناب چودھری عبدالغفور صاحب۔ایم۔اے پی۔ای۔ایس

آپ قصبہ جگراؤں ضلع لدھیانہ کے مشہور خاندان علماء سے تعلق رکھتے ہیں آپ کے تایا مرحوم مولینا مولوی محمد عبداللہ صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل متبحر عالم جید، طبیب اور علم مقسوم کے ماہر تھے، آپ عوام اور خواص کے حلقہ میں یکساں مقبول تھے اور آپ کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی، آپ کے برادر خورد جناب مولینا حبیب اللہ صاحب مدظلہ میں بھی آپ کے کمالات کی کافی حد تک جھلک نظر آتی ہے، انہیں موخرالذکر مولوی صاحب کے فرزند اکبر ہونے کا فخر جناب چودھری عبدالغفور صاحب کو حاصل ہے۔

چودھری عبدالغفور صاحب کا اسکول اور کالج کا زمانہ نہایت امتیازی نشان سے گذرا ہے ہر جماعت میں اوّل رہے اور متعدد انعامات اور میڈل وصول کئے نہایت امتیاز سے محکمہ تعلیم میں خدمات انجام دیں اور ریٹائر ہونے سے پہلے ایمرسن کالج ملتان میں...

وائس پرنسپل تھے اور پھر اسلامیہ کالج ملتان کے پرنسپل مقرر ہوئے، آپ کے فرزند اکبر چودھری محمد انور صاحب پی۔ای۔ایم۔ای ہیں بہ عہدہ کپتان فائز ہیں اور آپ کے چھوٹے بھائیوں میں جناب چودھری محمد شفیع صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی وکیل گوجر گزٹ کے پہلے مدیر تھے اور آجکل لائل پور میں مقیم ہیں۔

دوسرے بھائی چودھری محمد رفیع صاحب محکمہ مال میں بہ عہدہ تحصیلدار فائز ہیں آپ کی صاحبزادی ان شاذ لڑکیوں میں سے ہیں جن کو جدید تعلیم سے بہرۂ وافر ملا ہے، آپ نے حال ہی میں... انگریزی زبان میں ایم۔اے کا امتحان پاس کیا ہے اور اس لحاظ سے غالباً محترمہ نواب جہاں صاحبہ ایم۔اے کے بعد محترمہ کشور عبدالغفور صاحب ایم۔اے دوسری گوجر خاتون ہیں جنہوں نے ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی ہے۔

عالی جناب مولوی فتح الدین صاحب مرحوم و مغفور کی مقناطیسی شخصیت نے قوم کے بے شمار پروانوں کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا اور پھر چودھری عبدالغفور صاحب تو ذاتی طور پر زمانۂ... طالب علمی سے ہی گوجر قوم سے متعلق ہونے پر فخر محسوس کرتے تھے اور اس زمانہ میں اپنے نام کے ساتھ عبدالغفور گُجر لکھا کرتے تھے۔ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ وہ قومی خدمت کے میدان میں کسی سے پیچھے رہ جاتے چنانچہ ان کی ملازمت کا آغاز ہی زمیندارہ ہائی سکول گجرات سے ہوا جہاں ان کو عالی جناب نواب سر فضل علی صاحب مرحوم و مغفور کی رفاقت نصیب ہوئی اور وہیں آپ نے شہرہ آفاق تصنیف "شاہان گوجر" کی تصنیف میں مصنف شہیر کو نمایاں امداد دی اور ازراہ انکسار اس میں اپنی ذاتی یا خاندانی یا علاقائی حالات درج کرانے سے احتراز کیا ہے۔

جب مولوی صاحب مرحوم نے انجمن مرکزیہ گوجراں کی داغ بیل ڈالی تو یہ قوم کی خوش قسمتی تھی کہ جناب چودھری عبدالغفور صاحب ایم۔اے جیسے فاضل اور مخلص قومی کارکن نے اس تنظیم کی سکرٹری شپ کا ذمہ دار عہدہ سنبھالنے پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ انجمن مرکزیہ گوجراں کو ٹھوس اور پائیدار بنیادوں پر قائم کرنے میں جناب چودھری عبدالغفور صاحب کے اخلاص مندانہ کام کو نمایاں حیثیت حاصل ہے آپ نے انجمن کو ایک مستقل دفتر بخشا جس کا نظام بالکل اعزازی طور پر آپ خود اور اپنے اعزہ کی رفاقت سے چلاتے رہے۔

آپ انجمن مرکزیہ گوجراں کے صرف جنرل سکرٹری ہی نہ تھے بلکہ فنانس سکرٹری.... (یعنی خازن) اور منیجر گوجر گزٹ بھی آپ ہی تھے، جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ.... گوجر گزٹ کے صفحات پر بھی اکثر وبیشتر آپ کے خون جگر کا عکس جلوہ گر تھا کہنے کو تو اس کے دو ایڈیٹر تھے لیکن عملاً پیشتر بوجہ آپ ہی کے بظاہر ناتواں لیکن بباطن تنومند کندھوں پر تھا۔ آپ کی مساعی جمیلہ کی بدولت انجمن مرکزیہ اور اس کا آرگن گوجر گزٹ ایسی بنیادوں پر قائم ہو گئے جو ابدی زندگی کی ضمانت ہیں، ضمناً تخلیق پاکستان تک کافی قومی سرمایہ بھی انجمن کے خزانہ میں جمع ہو گیا تھا جو ان کی تحویل میں جوں کا توں پڑا ہے اور جسے وہ عنقریب انجمن مرکزیہ گوجراں پاکستان کی تحویل میں دینے والے ہیں۔

اس غرض کے لئے صاحب صدر و جنرل سکرٹری صاحبان نے ان کو ضروری کفالت نامہ ارسال کر دیا ہے امید ہے کہ سرمایہ کا متوقع انتقال اب بہت جلد عمل میں آجائے گا۔

تخلیق پاکستان کے بعد جب انجمن مرکزیہ گوجراں پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو حسب سابق جناب چودھری عبد الغفور صاحب نے اس ادارہ کی مخلصانہ خدمات بحیثیت سکرٹری مجلس تعلیم انجام دی، یہ مجلس جناب چودھری عبد العزیز صاحب سول سرجن کی صدارت میں ملتان میں کوئی تین چار سال تک کام کرتی رہی تا آنکہ اس کی تشکیل لائل پور میں ہوئی۔

عالی جناب چودھری نورالدین صاحب سیالکوٹ

آپ سیالکوٹ کے مشہور محلہ سالو گوجر کے ایک معزز کٹاریہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کے والد چودھری نبی بخش صاحب مرحوم قومی حلقوں میں خاص احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور وہی احترام ورثہ میں چودھری نورالدین صاحب کو ودیعت ہوا ہے آپ ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر ہیں۔

۱۹۴۹ء میں جب انجمن مرکزیہ گوجراں کی احیاء مکرر کی مساعی شروع ہوئیں تو قومی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں آپ بھی پیش پیش تھے، آپ روز تاسیس سے ہی انجمن مرکزیہ گوجراں کے خازن تھے، اس حیثیت میں آپ کے ذمہ نہایت اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی تھیں، جنہیں آپ نے پوری دیانت خلوص اور سرگرمی سے نباہا ہے، ہماری دعا ہے کہ آپ ایسے مخلص کارکنوں کو۔۔ اللہ تعالیٰ دیر تک زندہ وسلامت رکھے تاکہ قومی کاموں میں اپنی مخلصانہ نگرانی اور مساعی سے جان ڈالتے رہیں۔ اب آپکا عالم ضعیفی کا زمانہ ہے۔

عالی جناب صوبیدار ڈاکٹر چودھری فضل الدین کولی صاحب

مرحوم کا آبائی وطن "حسین شاہ کولیاں" ضلع گجرات تھا ان کے والدین ترک وطن کر کے لاہور میں اقامت گزیں ہو گئے۔ آپ کی ولادت ۱۸۷۵ء میں ہوئی، ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کی اور فوج کے محکمہ آئی۔ ایم۔ ڈی میں کافی عزت وناموری سے ملازمت کی اور ۱۲ رجنوری ۱۹۳۰ء کو پنشن پر گھر آ گئے۔

آتے ہی آپ ہمہ تن لاہوری برادری کی اصلاح وبہبود میں کوشاں ہوئے چنانچہ آپ عرصہ تک انجمن گوجراں شہر لاہور کے صدر رہے اس حیثیت میں آپنے انجمن گوجراں لاہور کی تنظیم کے ذریعہ لاہوری برادری کی کافی خدمات انجام دیں، جن میں مویشی ٹیکس کی معافی رسوم ورواجات کی اصلاح اور لاہوری گوجر برادری کو قانونی طور پر زراعت پیشہ قرار دلوانا بھی تھا۔

عالی جناب رانا نتھے خاں صاحب

قبلہ نتھے خاں صاحب کا تعلق گوجروں کے تاریخی خاندان پوسوال سے ہے۔ آپ گوجر قوم کی فلاح و بہبود کیلئے بے حد کوشاں رہتے ہیں۔ مختلف مقامی انجمنوں کی کارکردگی میں آپ نے نمایاں حصہ لیا اور ہمیشہ انجمن مرکزیہ گوجراں کے کاموں سے دلچسپی لیتے رہے آپ کا شمار معززین قوم میں ہوتا ہے جس پر بجا طور سے گوجر قوم کو فخر ہے۔

آپ کی قومی خدمات ہی در اصل آپ کی ہر دلعزیزی کا سبب ہیں۔ اپنی ذاتی مصروفیات کو بالائے طاق رکھ کر آپ ہمہ وقت قومی کاموں کو ترجیح دیتے ہیں، خدا کرے آپ جیسے... مہربانوں کی کوششوں سے قوم میں تعلیم و ترقی عام ہو جائے۔

آپ کی جائے رہائش حویلی سبھاگ چند احمد پور لمہ علاقہ صادق آباد (بھاولپور) میں ہے۔

عالی جناب صوفی عطا محمد صاحب نقشبندی مجددی

صوفی صاحب مذکور کا تعلق مشرقی پنجاب سے ہے آپ ایک خدا رسیدہ بزرگ ہیں اور اپنی روحانی تعلیم سے گوجر قوم کو مزین کر رہے ہیں آج کل کے ماحول میں آپ کا وجود قوم کے لئے باعث فخر ہے آپ نے قریہ قریہ گاؤں گاؤں گھوم کر گوجر قوم کے سوئے افراد کو خواب غفلت سے بیدار کرنے میں اپنا آرام ترک کر دیا ہے۔

یوں تو آپ نے اپنی تمام زندگی ہی تعلیمی ماحول میں گزاری اور اسکولوں میں ہیڈ ماسٹری... (معلمی) کے عہدہ پر فائض رہے اور آجکل آپ اس عہدہ سے پنشن لے رہے ہیں مگر آپ کا تعلق شروع ایام سے ہی علماء، فضلاء، اور صلحاء کی جماعت سے رہا۔ چنانچہ خدا نے آپ کے دل کو روحانیت سے منور کیا۔

انجمن مرکزیہ گوجراں کے لئے بھی آپ کی نوازشات وقف ہیں، آپ کو گوجری زبان کی اسکول کی ترقی و ترویج کی بے حد لگن ہے، اس سلسلہ میں آپ اراکین انجمن کو اپنے مفید مشوروں سے مستفید کرتے رہتے ہیں اور تمام قوم کو گوجر گزٹ کے ذریعہ ترقی و فلاح کی راہ اپنے خیالات تحریر کر کے دکھاتے رہتے ہیں، آپ کی قیام گاہ چک نمبر ۱۔۱۷/۶ ضلع منٹگمری میں ہے۔

"خدا آپکی تندرستی و عمر کو عرصہ دراز تک برقرار رکھے"۔ آمین۔

عالی جناب رانا تاج محمد صاحب چوہان

آپ کا تعلق موضع گجرات ضلع مردان سابق صوبہ سرحد سے ہے، آپ میانہ قد کے ایک بہادر نوجوان ہیں، آپ کی تعلیم بی۔ اے تک ہے، مولف کو ۳۱ مارچ ۱۹۵۷ء کے انجمن مرکزیہ گوجراں کے جلسہ منعقدہ سیالکوٹ میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا قومی ہمدردی ہی آپ کو دور دراز علاقہ سے سیالکوٹ لائی، اپنے علاقہ میں آپ نے قوم کی مختلف انجمنوں کے قیام میں مدد کی اور بذریعہ تقریر و تحریر قوم کی خدمت کرتے رہتے ہیں آپ جیسے قومی کارکنوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج صوبہ سرحد میں بھی گوجروں کو اپنی پسماندگی کا احساس ہو چلا ہے اور وہ بھی زمانہ کی رفتار کے ساتھ گامزن ہونے کیلئے کوشاں ہیں۔

آپ نے ریاست سوات، علاقہ پشاور، و نیز دوسرے سرحدی مقامات کا دورہ کر کے قوم کے اندر تعلیمی بیداری کی روح پھونک دی ہے اور وہ علاقہ جہاں گوجر قوم صدیوں سے پامال ہوتی آرہی تھی اور جہاں گوجروں کا زوال سب سے پہلے شروع ہوا تھا اور جہاں آجتک گوجروں کی حالت بقایا علاقوں کے مقابلہ میں اچھی نہیں ہے اس علاقہ میں آپکی کوششوں سے آج گوجر قوم غفلت کی نیند سے جاگ چکی ہے اور قوم و ملک کی خدمات کیلئے کمربستہ ہو چکی ہے

عالی جناب رانا محمد بوستان خاں صاحب کھٹانہ

عالی جناب رانا محمد بوستان خاں کا تعلق گوجروں کے خاندان (گوت) کھٹانہ سے ہے آپ کی جائے رہائش موضع "ٹکر" ضلع مردان صوبہ سرحد ہے اس خاندان کے لوگ ملک کے طول وعرض میں اعزازی طور سے "بڑ گوجر" (گوجر اعظم) کہلاتے ہیں کیوں کہ گوجروں میں یہی خاندان تاریخی دور میں ایسا رہا جس نے کبھی بھی کسی سلطان کسی بادشاہ، کسی شہنشاہ اور کسی لارڈ کی ماتحتی قبول نہ کی۔

آخر ۱۸۵۷ء کے قریب اس خاندان کی حکومت سمتھر (شمشیر گڑھ دار الخلافہ) انگریزوں نے مغلوب کی۔

یہ ریاست ۱۹۴۷ء میں بھارت حکومت نے ختم کر کے والی ریاست کو ۵۵ ہزار روپیہ ماہوار وظیفہ دینا مقرر کیا۔ پاکستان میں بھی اس خاندان کی ریاست "سوات" ہے جس کا دار الخلافہ "سیدو شریف" ہے اور جس کے موجودہ والی عالی جناب سردار جہانزیب صاحب مدظلہ ہیں۔

بیرونی حملہ آوروں کے ظلم وستم اور انگریزوں کی چالبازیوں کی وجہ سے جہاں تمام ملک کے گوجروں کو پامال کیا گیا وہاں آپ کے علاقہ مردان میں بھی یہی حالت ہوئی عوام کے ہاتھ سے تعلیم کا دامن چھوٹ گیا۔

آپ ماشاءاللہ تعلیمی لحاظ سے بی۔اے۔ ایل۔ایل۔بی ہیں آپ کی مندرجہ ذیل تقریر سے آپ کی قومی ہمدردی، تاریخی واقفیت اور وسیع مطالعہ کا اظہار ہوتا ہے یہ تقریر آپ نے مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۵۸ء کے جلسہ لاہور میں کی تھی، اس تقریر سے گوجر قوم کی پوری تاریخ سامنے آجاتی ہے ہم اس تاریخی تقریر کو ذیل میں درج کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:۔

"جناب صدر محترم وبرادرانِ قوم!

کئی دفعہ ایسے موقعوں پر مجھ سے کہا گیا ہے کہ اپنے خیالات کا اظہار کروں چنانچہ آج میں اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کے سامنے چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جو کوئی شخص کسی شخص کو کوئی بات ذہن نشین کرانا چاہتا ہے تو اس کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کے سامنے کوئی مثال پیش کرے اس لئے میں بھی اپنی بات سمجھانے کیلئے آپ کے سامنے اپنی ہی مثال پیش کروں گا امید ہے کہ اس سے میرا مطلب اچھی طرح سے آپ کے ذہن نشین ہو جائے گا۔

بچپن سے ہمارے دماغ میں یہ بٹھایا گیا تھا کہ گوجر اس شخص کو بولتے ہیں جو بھینیں پالتا ہے اور دودھ بیچتا ہے چونکہ ہم گوجر تھے اس لئے لوگ ہمیں یہ طعنہ دیا کرتے تھے اور ہمیں حقیر سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو پٹھان وغیرہ ظاہر کر کے اپنی برتری ظاہر کرتے تھے۔ ہم بھی جب ارد گرد نظر ڈالتے تھے تو جتنے گوجروں کو ہم جانتے تھے ان میں ہمیں کوئی خاص باوقار آدمی نظر نہیں آتا تھا اس کے برعکس پٹھانوں میں بڑے بڑے نواب، خان تھے اور تاریخ میں انکا اکثر ذکر آتا تھا اس کے علاوہ کسی افسر کے سامنے اپنے آپ کو گوجر ظاہر کیا جاتا تو وہ بُری نظر سے دیکھتا اور سوائے نقصان کے اس سے اور کوئی امید رکھنا بے سود تھا، یہاں تک کہ ہمیں یہ بھی کہا جاتا تھا کہ سرکاری ملازمتوں میں گوجر بھرتی نہیں کئے جاتے۔

سوسائٹی میں گوجر کی یہ حالت دیکھکر یہ قدرتی امر تھا کہ انسان میں احساس کمتری پیدا ہو اس لئے کبھی بھی ذات پات کا مسئلہ چھیڑ دیا جاتا تھا تو میری پیشانی پر پسینہ آجاتا تھا اور ایسی باتوں کے ٹالنے کی کوشش کرتا تھا۔

آپ حیران ہوں گے کہ یہی حالت میری اس وقت تک رہی تا آنکہ میں سب انسپکٹر ہو کر سی۔ آئی۔ ڈی میں تعنات ہوا، میں ایسے برانچ میں لگا جس کا تعلق علاقہ غیر اور افغانستان کے قبائل سے تھا اور یہ لازمی امر تھا کہ ایسے ماحول میں میری اپنی قومیت ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے ہو۔

تاریخی معلومات

خوش قسمتی سے میں ایک دن سی۔ آئی۔ ڈی کی لائبریری کی کتابوں کا انڈکس دیکھ رہا تھا کہ میری نظر سے ایک کتاب گذری، وہ کتاب میں نے مطالعہ کی اور پہلی دفعہ میں نے اپنی قوم کے حالات سے آگاہی حاصل کی اور مجھے گوجر قوم کی تاریخی عظمت کا پتہ لگا۔ اس کتاب میں گوجر قوم کے چیدہ چیدہ گوتوں کی پنجاب کے مختلف ضلعوں میں تعداد بتائی گئی تھی۔ لفظ پنجاب سے پنجاب اور سابقہ شمالی مغربی سرحدی صوبہ دونوں مراد ہیں کیونکہ یہ کتاب ۱۸۸۱ء میں سر ڈینزل ایبٹسن نے پنجاب کی پہلی مردم شماری

کے موقع پر لکھی تھی چونکہ میں نے ایک دفعہ پٹواری کے پاس اپنا شجرہ دیکھا تھا اور اسمیں میری قومیت گوجر کٹانہ خیل دکھائی گئی تھی اس لئے اس کتاب سے مجھے اپنی گوت اور قوم کے متعلق کافی معلومات ہوئیں۔

اس کے بعد میں اس بات کے پیچھے لگ گیا کہ لفظ "گوجر" کی وجہ تسمیہ کیا ہو سکتی ہے کیا یہ لفظ واقعی گاؤ چر ہے جیسا کہ اور قوموں کے لوگ کہتے ہیں نکلا ہے یا اس کی وجہ تسمیہ کچھ اور ہے ایک دفعہ ایک کشمیری ریفیوجی کے ساتھ بات چیت کے دوران میں پتہ لگا کہ اس کے پاس "تاریخ اقوام پونچھ" ایک کتاب ہے اور اس سے کشمیر کی قوموں کی تاریخ کا پتہ لگ سکتا ہے خیانچہ اس سے میں نے وہ کتاب لے لی اور اس کا مطالعہ کیا اس کتاب میں گوجر قوم کا ایک باب لکھا گیا ہے اس میں درج تھا کہ اس قوم کی مفصل تاریخ "شاہان گوجر" مولانا عبدالمالک صاحب مشیر مال ریاست بھاولپور نے لکھی ہے۔

خیانچہ میں نے اس سلسلہ میں چیف سکرٹری بھاولپور کے ساتھ خط و کتابت کی اور پتہ چلا کہ مولانا صاحب کبھی کے فوت ہو چکے ہیں البتہ ان کے صاحبزادے مولانا اختر علی خاں صاحب زندہ موجود ہیں خیانچہ میں نے اختر علی خاں صاحب کو ایک خط لکھا کچھ عرصہ کے بعد ان کا جواب موصول ہوا جسمیں یہ درج تھا جہاں سے کہ "شاہانِ گوجر" کی کاپی دستیاب ہو سکتی تھی میں نے اس پتہ پر کاپی حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن بے سود۔

اس دوران میں لیاقت علی خانصاحب شہید ہوئے اور تفتیش کے سلسلہ میں مجھے بھی... راولپنڈی اور بعدہٗ ایبٹ آباد جانا پڑا، ایبٹ آباد میں مجھے معلوم ہوا کہ سردار خورشید عالم صاحب تحصیلدار وہاں پر تعنات ہیں مجھے اتنا معلوم تھا کہ ہمارے قوم کے ایک افسر مال جس کا نام... سردار میر عالم تھا ہزارہ کے رہنے والے ہیں اور اس طرح سے مجھے معلوم ہوا کہ سردار خورشید عالم جو کہ ان کے لڑکے ہیں گوجر قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

خیانچہ جب مجھے تفتیش سے فارغ کیا گیا تو میں اسی دن شام کو جا کر سردار خورشید عالم سے ملا اس وقت وہ اپنے کام میں مصروف تھے مجھے دیکھ کر انہوں نے شناخت کیا کہ یہ کوئی پولیس افسر ہے خیانچہ انہوں نے اپنے ریڈر کو رخصت کر کے میرے ساتھ تنہائی میں بات چیت کی میں نے اپنی غرض و غایت سے انہیں آگاہ کیا، وہ بہت اچھی طرح سے پیش آئے، خوش قسمتی سے اسی وقت مہرالدین قمر صاحب، مولانا اسماعیل ذبیح اور علی محمد صاحب یکے بعد دیگرے سردار صاحب

کے پاس آئے ان کیساتھ تبادلہ خیالات سے کافی معلومات حاصل ہوئیں۔ اس وقت مجھے پتہ چلا کہ ہماری قوم کی ایک انجمن ہے اور گوجر گزٹ اخبار بھی نکلتا ہے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس سے چند ماہ پہلے میرے لڑکوں کا ختنہ تھا اور اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میرے والد صاحب نے کہ وہ بھی قومی کاموں میں کافی دلچسپی لیتے ہیں مردان اور پشاور کے دیہات میں گوجروں کو تلاش کیا اور تمام بھائی اشخاص کو شمولیت کی دعوت دی۔

میں اس موقعہ پر تمام کتابیں جو اس وقت تک میں نے مطالعہ کی تھیں ساتھ لے گیا اور جتنے برادری کے لوگ آئے تھے ان کے سامنے گوجر قوم کی تاریخ اور عظمت مختصر طور پر بیان کی اور ان کو تلقین کی کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ رکھیں اور اپنے آپ کو فخریہ طور پر گوجر کہیں کیوں کہ اپنی قومیت چھپانے سے ہماری اجتماعی حالت ختم ہوتی ہے، جو ہمارے لئے نقصان دہ ہے کیونکہ اور لوگ ہمیں ہر حالت میں جانتے ہیں اور ہمیں جب کوئی نقصان پہنچائے گا تو ایک دوسرے کے ساتھ بیگانہ ہونے کی صورت میں ہم ایک دوسرے کی امداد نہیں کر سکیں گے۔

میری ان باتوں کا اتنا اثر ہوا کہ اپنی قوم کے علاوہ اور قوموں میں بھی ایک ہلچل مچ گئی۔ چند دنوں میں یہ باتیں تقریباً تمام قوم کے افراد کے پاس پہنچ گئیں۔ میں نے یہاں تک سنا ہے کہ کچہری کے عرضی نویس ہنستے تھے کہ کچھ عرصہ پہلے تو یہاں پر کوئی گوجر کا نام ہی نہیں لیتا تھا یہ اچانک اتنے گوجر کہاں سے پیدا ہوئے۔ پٹھانستانی کہتے تھے کہ گوجر اب گوجرستان بنانا چاہتے ہیں۔

کچھ دنوں بعد میرے والد صاحب بسلسلہ علاج لاہور تشریف لائے۔ میں نے ان کو لکھا کہ وہ واپسی پر سیالکوٹ سے ہو کر آئیں اور وہاں پر انجمن مرکزیہ گوجراں کے دفتر میں جا کر پتہ کریں اور حالات معلوم کریں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور سیالکوٹ سے واپسی پر تاریخ گوجراں کی ایک کاپی بھی ساتھ لائے۔ کچھ دنوں کے بعد عنبر صاحب وارد ہوئے اور اس طرح سے انجمن کے ساتھ صوبہ سرحد کے گوجروں کا رابطہ پیدا ہو گیا۔

سوچ بچار

جب میں نے (۱) تاریخ گوجراں (۲) شاہان گوجر (۳) تاریخ اقوام پونچھ (۴) Glassiory of Punjab casts.

(۵) Archaeological Repoart by Cunningham

اور نمبر (۶) مختلف گزیٹئرز وغیرہ پڑھے تو میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ ایک اتنی بڑی قوم کے زوال کے اسباب کیا ہو سکتے ہیں، ان کو لوگ اتنی حقارت کی نظر سے کیوں دیکھتے ہیں اور اپنی سابقہ حیثیت کو کس طرح بحال کیا جا سکتا ہے۔

ان باتوں کو میں اتنا زیادہ سوچتا تھا کہ کبھی کبھی تمام رات گذر جاتی تھی اور میں سوچتا ہی رہتا تھا۔

گوجر قوم کے زوال کے اسباب

جہاں تک میں نے زوال کے اسباب معلوم کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

نمبر ۱:- یہ ایک جابر اور بہادر قوم ہے اور لوگ یہی کوشش کرتے ہیں کہ یہ دبے رہیں کیونکہ زیادہ لوگ مغلوب رہیں گے اور رعایا یہ

نمبر ۲:- یہ ایک شاہی قوم ہے ہندوستان کی شہنشاہیت حاصل کرنے کیلئے اس قوم نے مغل اور سوری خاندان کے مقابلہ میں کوشش کی لیکن ناکامیاب ہوئی لہذا ان قوموں نے اپنا مدمقابل سمجھتے ہوئے ان کو اچھی طرح سے برباد کیا اس کے بعد جب درانیوں اور پھر انگریزوں کی حکومت آئی تو اس قوم نے ان کو بھی کافی نقصان پہنچایا، خاص کر ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں اس قوم کے ہاتھوں انگریز نالاں رہے درانیوں نے صوبہ سرحد کے گوجروں کو کافی نقصان پہنچایا اور ان کے مقابلہ میں پٹھانوں کو بہت سہارا دیا۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پٹھان اور افغان دو جدا قومیں ہیں، درانی افغان تھے، چونکہ درانی بہ نسبت پٹھانوں کے گوجروں سے زیادہ خوف کھاتے تھے لہذا انہوں نے پٹھانوں کا ساتھ دیا۔

سکھوں کی حکومت کے دوران میں کوٹ نجیب اللہ کے گوجر سرداروں نے ہزارہ کے درانیوں کو کافی نقصان پہنچایا ان کے تمام علاقہ کو چھین کر ان کے جاگیردار بن گئے اور درانیوں کو اپنا مزارعہ بنایا، اس بات کا انتقام لینے کیلئے جب انگریزوں کی حکومت آئی اور درانی ملازمتوں میں آ گئے۔ خاص کر مختلف بندوبستوں میں تو انہوں نے گوجروں کو کافی نقصان پہنچایا اور اکثر جگہوں پر ان کو موروثی قرار دیا۔

نمبر۳:۔ گوجر اس زمانہ میں عروج پر تھے جب کہ یہ ہندو مذہب سے تعلق رکھتے تھے مختلف ہندو گوجر راجاؤں نے مسلمان حملہ آوروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، جب گوجر مسلمان ہوئے تو وہ اپنے ہندو آبا و اجداد پر فخر کرنا عار سمجھتے تھے لہذا وہ اپنی شاندار روایات سے کٹ گئے اور دوسری قوموں کے سامنے اپنی عظمت ثابت کرنے کیلئے ان کے پاس کچھ نہ رہا۔

نمبر۴:۔ بدقسمتی یا خوش قسمتی سے گوجر بڑی بڑی جائدادوں کے مالک ہیں ان جائدادوں کی موجودگی میں انہوں نے تعلیم اور تجارت کی طرف کوئی دھیان نہ دیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام ملازمتوں پر دیگر اقوام کا قبضہ ہو گیا اور ان اقوام کے دوراندیش لوگوں نے اس قوم کے افراد کو ہر طرح سے پامال کیا۔

نمبر۵:۔ گوجر قوم منتشر طور پر آباد ہے اور شمالی ہندوستان کے تمام مقتدر قوموں کے درمیان ہے صوبہ سرحد میں پٹھانوں کے ساتھ مغربی پنجاب میں راجپوتوں کے ساتھ۔ وسطی اور شرقی پنجاب میں جاٹوں کے ساتھ انکی ہر وقت کشمکش رہتی ہے۔ اور یہی ہماری بدقسمتی ہے کہ اور تمام قوموں کے لوگ گوجروں کے مقابلہ میں متحد ہو جاتے ہیں اور مشکل سے ان کا کوئی ساتھ دیتا ہے۔

اب جو علاج میں نے اپنی قوم کی حالت بہتر بنانے کیلئے سوچا ہے اور جیسا کہ آپ تمام کو معلوم ہے وہ یہ ہے۔

نمبر۱:۔ قوم میں تعلیم عام ہونا چاہیئے جب قوم کے افراد تعلیم یافتہ ہو جائیں گے تو وہ چھوٹی سے لیکر بڑی ملازمتوں تک چھا جائیں گے اور ایسی حالت میں وہ اپنی قوم کے دیگر افراد کیلئے جتنے فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں وہ آپ خود تصور میں لا سکتے ہیں، قوم میں تعلیم کس طرح عام ہو سکتی ہے یہ آپ سب کو معلوم ہی ہے کہ مالدار لوگوں کی اولاد تو تعلیم حاصل کر ہی سکتی ہے البتہ غریب بچے تعلیمی اخراجات برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں لہذا مالدار لوگوں کا فرض ہے کہ وہ قوم کے غریب بچوں کو اپنے بچے سمجھیں اور ان کے تعلیمی اخراجات برداشت کرنے کیلئے تعلیمی فنڈ کو اتنا مضبوط بنائیں کہ کوئی بچہ تعلیم سے محروم نہ رہ جائے۔

نمبر۲:۔ قوم کے افراد کو چاہیئے کہ وہ ایک مرکز پر جمع ہوں اور آپس میں جہاں تک ہو سکے

میل ملاپ قائم کرے تاکہ بوقت ضرورت ایک دوسرے کے کام آسکے، آپ کو معلوم ہی ہے کہ دوسری قوموں کے افراد ایک دوسرے کو کس حد تک امداد دیتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ آجکل زندگی کے ہر شعبہ میں برسرِ اقتدار نظر آتے ہیں۔

آخر میں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہماری قوم کے صاحب استطاعت افراد میں ہمدردی کا جذبہ پیدا کرے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے پسماندہ بھائیوں کی خدمت کے اہل ہو سکیں۔ آمین

عالی جناب راجہ احمد خاں صاحب۔!

راجہ احمد خاں صاحب کا تعلق گوجروں کے معزز گھرانے (گوت) کالس سے ہے آپ کے خاندان کے افراد اعزازی طور سے زمانہ قدیم سے راجہ کے اعزاز سے ملقب ہیں اپنے علاقہ میں آپ ایک مقتدر ہستی ہیں اوّل درجہ کے نمبردار ہیں آپ موضع کالس... ڈاکخانہ چکوڑہ ضلع جہلم سے تعلق رکھتے ہیں۔

عالی جناب راجہ " نواب خاں صاحب"

عالی جناب راجہ " نواب خاں صاحب" کا تعلق مقام رماں ڈاکخانہ خاص ضلع راولپنڈی سے ہے آپ گوجر قوم کی ایک مقتدر و معزز ہستی ہیں، تمام ضلع راولپنڈی میں.. پہلے نمبر کے زمیندار ہیں آپ نہائت مخلص انسان اور باوقار ہستی ہیں۔

عالی جناب پیر عبدالحاکم صاحب مدظلہ،

جناب پیر عبدالحاکم صاحب سجادہ نشین ہیں ضلع مردان براستہ صوابی۔ ریلوے اسٹیشن جہانگیرہ روڈ ہے۔ جہانگیرہ سے بس سروس صوابی تک -/۱ روپیہ فی سواری اور صوابی سے بام خیل تک تانگہ دو-دو- چار چار آنہ فی سواری۔ لیتے ہیں۔

یہ صاحب (صاحب لفظ) نہایت ہی عالم فاضل۔ شریعت محمدی کے کامل میں کیا لکھوں

ہیں سے ہیں نہایت ہی خوش اخلاق اور مہمان نواز ہیں، یہ گھرانا آباد اجداد سے خلق خدا کی خدمت للّٰہی طور سے اس رنگ پر کر رہے ہیں کہ جسمانی مریضوں کو بالکل معمولی سے معمولی قیمت کا نسخہ لکھ کر عطا کرتے ہیں۔

اگر کوئی مریض وہاں ٹھہرنا چاہے تو اس کی رہائش و خوراک کا انتظام بھی مفت اپنے لنگر خانے سے فرماتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ اگر کوئی روحانی مرض کا علاج کروائے تو اس کا بھی علاج کتاب و سنت کے تحت فرماتے ہیں آگے شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

یہ گھرانہ شریعت محمدی کا بے حد پابند ہے۔ ایبٹ آباد، کیمبل پور، راولپنڈی، جہلم اور گجرات وغیرہ میں بھی بہت سی دیگر مقتدر ہستیاں ہیں۔ جناب پیر صاحب نے ۱۹۵۱ء و ۱۹۵۲ء سے خاص کیمبل پور شہر میں مہمان خانہ کھولا ہے وہاں ان کے چھوٹے بھائی تشریف فرما ہیں وہ بھی خلق خدا کی خدمت بذریعہ نسخہ جات فرماتے ہیں اور درس قرآن کی بھی خدمت کرتے اور کرواتے ہیں۔

ممدوح کی ذاتی خوراک و رہائش بالکل ہی سادہ ہے موجودہ وقت کے عام پیروں کی طرح باہر علاقوں میں دورہ نہیں کرتے نہ ہی اپنے خلفاؤں کے ذریعہ باہر سے نذرانے شکرانے اکٹھے کرنے کا فکر کرتے ہیں بلکہ اپنے متصل کے گاؤں میں بھی دورہ نہیں فرماتے بلکہ مریض چارپائیوں پر وہاں لائے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حکیموں ڈاکٹروں کے لاعلاج مریض بھی صحت یاب ہو کر واپس جاتے ہیں۔

عالی جناب ملک محمد حیات صاحب چوہان

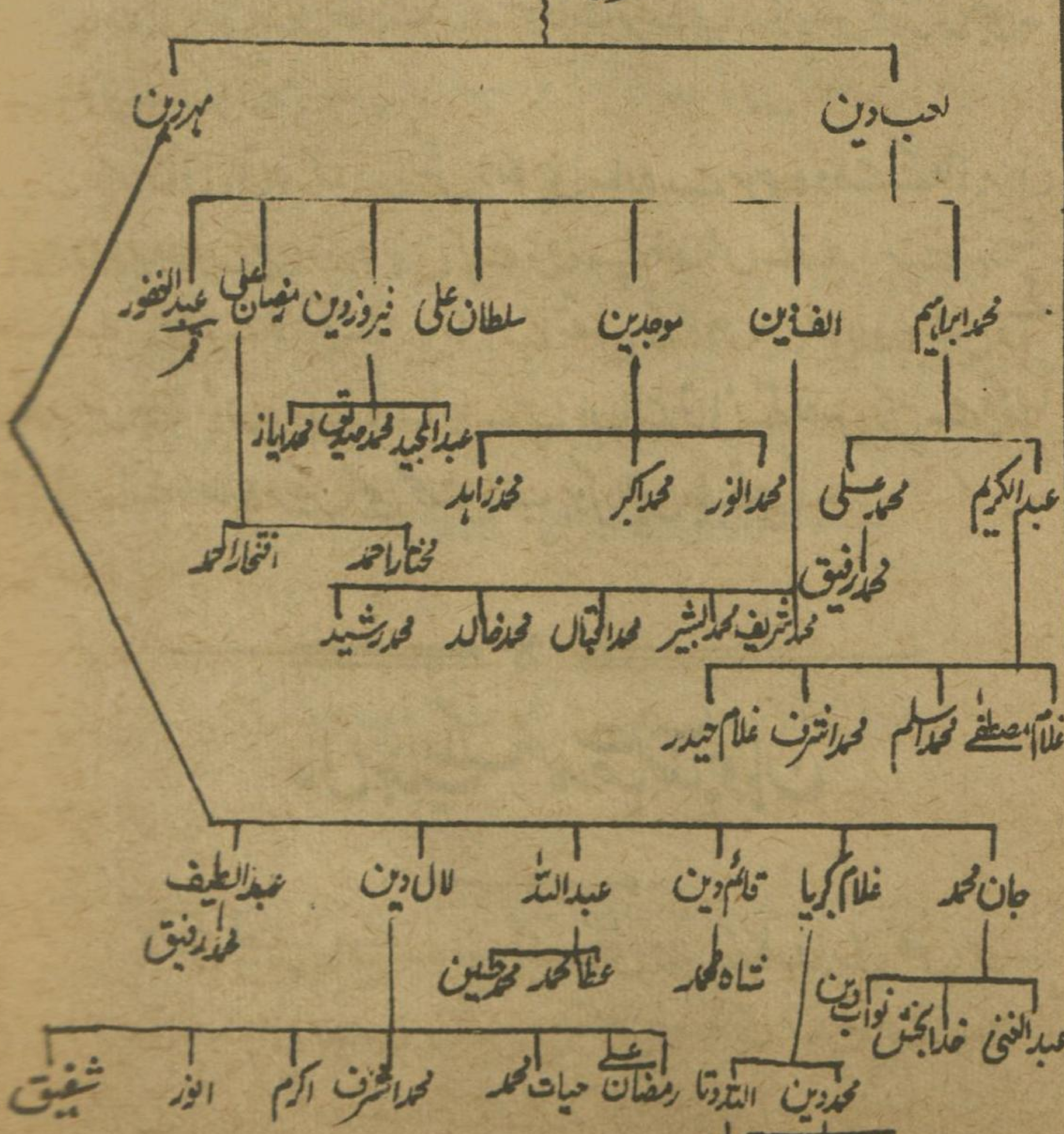
آپ کا تعلق گجرات پنجاب سے ہے آپ ایک اعلیٰ درجہ کے کاروباری شخص ہیں۔

آپ کے عزیز و اقارب اعلیٰ عہدوں پر فائض ہیں آجکل آپ کراچی میں مقیم ہیں آپ کا ہیڈ آفس بکشی بلڈنگ بندر روڈ کراچی میں ہے اور آجکل آپ ایک پرنٹنگ ڈائی فیکٹری کا کام کر رہے ہیں

عالیجناب عبدالغفور صاحب قمر (گورسی) ایم۔اے۔ایل ایل بی

آپ گوجروں کے معزز خاندان گورسی سے تعلق رکھتے ہیں، آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور ایم۔اے۔ایل ایل بی کی اسناد سے مزین ہوئے، آپ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر رہ چکے ہیں نیز آپ چیف پارلیمنٹری سیکرٹری اور اسکے بعد وزیر تعلیم بھی رہے ہیں یہ تینوں معزز عہدے تقسیم ملک سے پہلے آپ کے حصہ میں آچکے ہیں۔ آپ کا خاندان ذیلدار ہے، شجرہ حسب ذیل ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ عمردین صاحب عرف عمرا کے نام پر ایک موضع ہنڈی عمرا آباد ہے۔ آجکل آپ شکر گڑھ میں اعلیٰ درجہ کے ایڈووکیٹ ہیں

عمردین عرف عمرا



عالی جناب چودھری دین محمد صاحب چاڑ

آپ ان چند الوالعزم قومی بزرگوں میں سے ہیں جن کے دم قدم سے قوم کے جسد بیمار میں زندگی اور تازگی کا خون دوڑنے لگتا ہے، آپ بھی ضلع ہوشیار پور کی مردم خیز خاک سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کا وطن مالوف موضع لمبی امبویا تحصیل اونہ ضلع ہوشیار پور تھا۔

تقسیم ملک کے بعد بہ سلسلہ ہجرت اپنے کنبہ کے چودہ افراد کو لقمۂ اجل کرا چکنے کے بعد وارد پاکستان ہوئے، آپ کے والد ماجد چودھری نظام الدین صاحب چاڑ بھی پاکستان وارد ہونے سے پہلے ہی داغ مفارقت دے گئے تھے پاکستان میں چودھری صاحب نے بالکل نئے سرے سے زندگی کا آغاز کیا۔

باوصف بے سروسامانی کمال ہوشمندی سے آپ نے راولپنڈی پہنچنے کے بعد صابون کا کاروبار شروع کیا آپ کی نیک نیتی اور والدہ کی دعاؤں سے یہ کاروبار خوب پھلا پھولا چنانچہ آج آپ کی اپنی ایک صابون فیکٹری ہے جس کی مصنوعات کی دور دور سے مسلسل مانگ رہتی ہے اپنے کاروبار کے لئے ٹرک اور جیپ کاریں بھی رکھی ہوئی ہیں۔

الغرض اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے خوب نوازا ہے، جبلی نیک فطرتی کی وجہ سے چودھری صاحب نے اپنے اس دنیاوی مالی عروج میں قوم کی حالت کو نہیں بھلایا آپ کے دم قدم سے راولپنڈی کمشنری بھر میں گوجر قوم کا سر افتخار اور بلند ہو گیا ہے۔ جو چند لوگ کہیں.. احساس کمتری میں مبتلا تھے وہ بھی اب فخریہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم گوجر ہیں۔

چودھری صاحب نے نہ صرف راولپنڈی میں انجمن گوجراں کی داغ بیل ڈالی بلکہ انجمن مرکزیہ کو خوب دل کھول کر چندہ دیا۔ آپ انجمن مذکور کے اوّلیں سرپرستوں میں سے ہیں اندنوں بھی آپ دل وجان سے انجمن مرکزیہ کی ترقی کے لئے کوشاں ہیں خاص طور پر آپ کو تعلیمی اور زکوٰۃ فنڈ سے شغف ہے اور ان کی امداد فراخدلی سے فرماتے رہتے ہیں۔

قومی اداروں کے ساتھ ہی ساتھ چودھری صاحب کا دست سخاوت عام ملی اصلاحی اداروں کی سرپرستی کے لئے بھی اسی گرمجوشی کیساتھ بڑھتا ہے جس سے وہ گوجر ادارں کی امداد کرتے ہیں چنانچہ کئی ایک یتیم خانے اور مدرسے بھی ان سے کافی امداد پاتے ہیں۔

چودھری صاحب نے کبھی مدرسہ یا مکتب میں مروجہ تعلیم حاصل نہیں کی بہ ایں ہمہ آپ کا۔ پاکیزہ اخلاق، مہمان نوازی، قوم پروری اور ملی ہمدردی ایسے امور ہیں جن کی وجہ سے وہ بہترین تعلیم یافتہ اور مہذب حلقوں میں اپنا خاص مقام حاصل کر چکے ہیں۔

آپ نے تجارتی میدان میں اپنی ذات ہی کو فائدہ نہیں پہنچایا بلکہ کئی ایک دوسرے قومی نوجوانوں کو بھی امداد اور مشوروں سے مضبوط تجارتی بنیادوں پر کھڑا کر دیا ہے۔

یہ ہے چودھری دین محمد صاحب کی گوناگوں شخصیت کا مختصر مرقع! ہماری دعا ہے کہ اللہ کریم موصوف کو بیش از بیش قومی خدمت کی توفیق دے اور ان کا کاروبار خوب پھلے پھولے۔ آمین۔

عالی جناب رانا بدرالدین صاحب!

قومی حلقوں میں آپ کی ذات ستودہ صفات کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ بھی ضلع ہوشیارپور کے ایک معزز گھرانے کے باوقار کاروباری ہیں قبل از تقسیم وطن آپ نے اپنے ضلع کی اکثر جگہوں پر رفاہ عامہ کیلئے کنوئیں اور مدرسے بنوائے۔

پاکستان میں سکونت اختیار کرنے کے بعد بھی آپ کی مخیرانہ حیثیت میں کوئی فرق نہیں آیا، وقت آنے پر آپ نے ملکی وملی خدمات سر انجام دینے میں دریغ نہیں کیا، قوم میں آپ کا وجود بہت ہی نیک فال ہے۔ آجکل آپ ضلع گجرات میں آپ وسیع پیمانہ پر کنٹ وزراعت وتجارت کا کام کرتے ہیں

عالی جناب رانا شکرالدین صاحب

آپ تحصیل شکرگڑھ کے معززین میں سے قومی درد رکھنے والے حضرات میں سے ہیں۔ کاروباری لائن میں بھی آپ کسی سے پیچھے نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

دیا پاکستان انجینیرز اینڈ کنٹریکٹرز) کا ادارہ آپ کی کوششوں کا رہین منت ہے آپ بھی ....
انجمن مرکزیہ کے سرپرست ہیں علاوہ ازیں آپ وقتاً فوقتاً خدمت قومی سے دریغ نہیں فرماتے

عالی جناب رانا بشیر احمد صاحب قمر (دہڈر) بی۔ اے

آج سے بائیس ۲۲ سال پیشتر چودھری بشیر احمد صاحب نے گوجروں کے ایک مشہور تاریخی خاندان دہڈر میں جنم لیا، آپ کے والد ماجد جناب رانا محمد قاسم صاحب ڈیچر گورنمنٹ اسکول سیراڑی) نے اپنی تمام ہی اولاد کی تعلیم وتربیت کی طرف خاص طور سے توجہ دی اور دے رہے ہیں۔

رانا صاحب موصوف کے پردادا عالی جناب رانا سلطان محمد صاحب کا تعلق موضع منڈی تحصیل حویلی علاقہ پونچھ کشمیر سے تھا جہاں دہڈر گوت کے کافی مواضع گوجروں کے تھے وہاں سے اگر تقریباً سوا سو سال پیشتر رانا سلطان محمد صاحب مرحوم موضع سیراڑی تحصیل سدھنوتی ضلع پونچھ میں آباد ہوئے، ان کے دو عمر رسیدہ بیٹے قاضی محمد حسین صاحب مدظلہ، اور قاضی.. محمد ابراہیم صاحب مدظلہ بقید حیات ہیں۔

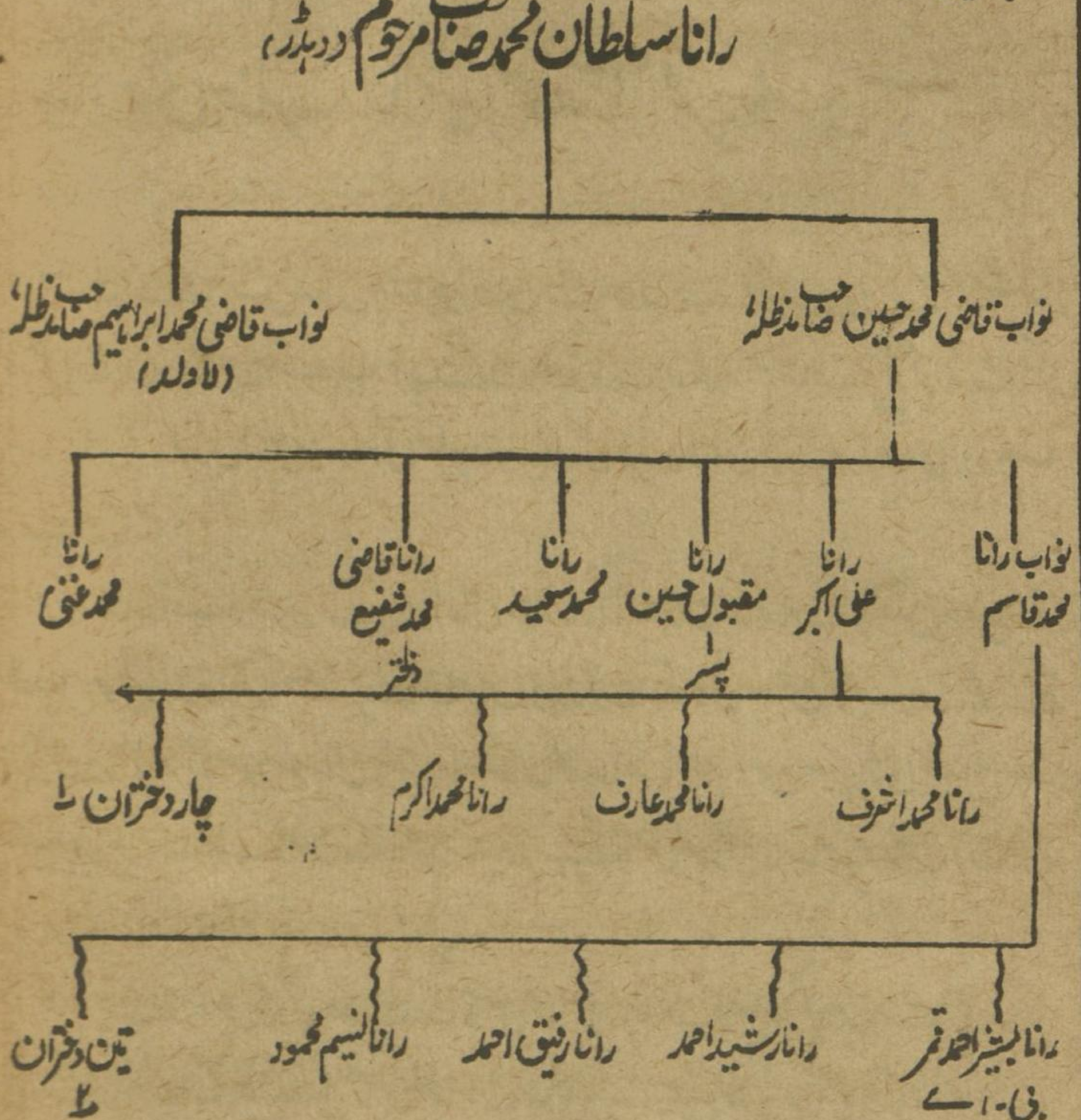
۱۸۸۶ء میں ڈوگرہ حکومت نے قاضی محمد حسین صاحب کو ضلع پونچھ میں بہت بڑی جاگیر تحفتہً دی اور نواب کا خطاب دیا" قاضی محمد حسین صاحب کے بیٹے نواب رانا محمد قاسم صاحب ہیں اور ان کے فرزند ارجمند رانا بشیر احمد صاحب قمر بی۔ اے ہیں۔

رانا بشیر احمد صاحب کو اپنی قوم کی پسماندگی کا اس قدر احساس ہے کہ انہوں نے آزاد کشمیر کے اپنے ملحقہ دیہات میں گھوم گھوم کر لوگوں کو تعلیم کی طرف توجہ دلائی اور بہت سے گوجر لڑکوں کو مظفر آباد میں لاکر اسکول میں داخل کرایا۔

آپ کا ابھی عنفوان شباب ہے لیکن قومی درد اور تڑپ نے آپ کے مزاج میں سنجیدگی اور متانت پیدا کر دی ہے، تاریخی بہادر قوم گوجر جو آج کشمیر وغیرہ علاقوں میں نہ صرف ناخواندہ ہے بلکہ بقول آپ کے اس کے احساسات تک پست ہو چکے ہیں اس کو دیکھ دیکھ کر آپ کو دن رات

اس بات کی لگن لگی رہتی ہے کہ آج تعلیم و ترقی کے دور میں گوجر قوم بھی صف اوّل میں شمار ہونے لگے۔

خدا سے دعا ہے کہ گوجر قوم کا یہ مایۂ ناز سپوت قوم کا عظیم رہنما ثابت ہو۔ آپ کا مختصر شجرہ حسب ذیل ہے۔



نوٹ نمبر ۱:- ان چاروں دختران میں سے تین دختران زیر تعلیم ہیں اور ایک دختر ابھی کمسن ہے۔

نوٹ نمبر ۲:- ان تین دختران میں سے دو زیر تعلیم ہیں ایک کمسن ہے

〃 نمبر ۳:- دختر قاضی محمد شفیع صاحب زیر تعلیم ہے

〃 نمبر ۴:- پسر جناب مقبول حسین صاحب ہنوز کمسن ہے

خاندان مینگڑی

مقام مینگڑی علاقہ شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ میں گوجروں کا ایک مشہور مرکز ہے جسکا حوالہ آئین اکبری میں بھی درج ہے جبکہ اس علاقہ میں گوجروں کی آبادی دکھلائی گئی ہے مینگڑی میں گوجروں کا ایک خاندان "موٹن" خاص اعزازات کا حامل ہے

اس خاندان کے ایک شخص چودھری خدابخش راجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں مینگڑی تپہ کے ذیلدار تھے انہیں حکومت کی طرف سے چار چوبدار ملے ہوئے تھے جو کہ ان کو فنس میں سوار کرا کر علاقے کا دورہ کراتے تھے اور وہ نذرانے وغیرہ وصول کیا کرتے تھے۔

اسی خاندان کی ایک معزز ہستی بنام خان بہادر ولی محمد صاحب سنہ ۱۸۹۵ء میں بطور اوورسیر برہما میں ملازم ہوئی۔

چونکہ طبیعت غیور پائی تھی ملازمت کو اچھا نہیں سمجھتے تھے لہذا چند سال کے بعد ملازمت ترک کردی اور اپنا کام شروع کردیا، آپ اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی ساتھ لے گئے جن میں خان بہادر محمد ابراہیم نے بہت ترقی کی۔

جناب خان بہادر ولی محمد صاحب نے چھیاسٹھ ہزار (66000/-/-) روپیہ رنگون یونیورسٹی کو عطیہ دیا اور جناب خان بہادر محمد ابراہیم صاحب نے ایک لاکھ روپیہ عطا کر کے برہما مسلم ایجوکیشنل کانفرنس منعقد کرائی اور برہما میں بیشمار مساجد تعمیر کرائیں۔

عالی جناب خان بہادر ولی محمد صاحب دور رہتے ہوئے بھی اپنے وطن اور قوم کو نہیں بھولے جسکا نتیجہ ایک ہسپتال اور ایک زنانہ مڈل اسکول آج بھی مینگڑی میں موجود ہے ۱۹۲۳ء میں مقام مینگڑی میں غلام دین ہائی اسکول قائم کیا اور آج اسی اسکول کی برکت سے تحصیل شکرگڑھ کے پسماندہ گوجروں نے بہت فائدہ اٹھایا اور ہزاروں کی تعداد میں طلبہ نے میٹرک پاس کر کے اعلیٰ عہدے حاصل کئے۔ اسکول کا معیار اسقدر بلند ہوا کہ سو فیصدی نتیجے آتے رہے اور کھیلوں میں بھی تمام لاہور ڈویژن میں انعام حاصل کرتے رہے۔ سنہ ۱۹۵۵ء میں اس اسکول کے ایک لڑکے منظور احمد نے امتحان میں 766 نمبر حاصل کر کے صوبہ بھر میں اول پوزیشن حاصل کی۔

اس اسکول کے ہیڈ ماسٹر جناب چودھری ہدایت علی صاحب بی۔ اے جو اس خاندان کے چشم و چراغ ہیں اس اسکول کی پچیس ۲۵ سال تک بہترین خدمات انجام دیں اور آجکل آپ فتح الدین ہائی اسکول لاہور کے پرنسپل ہیں۔

غلام دین ہائی اسکول کے سب سے پہلے منیجر چودھری عبدالروف تھے جو ۱۹۳۲ء میں عالم شباب میں انتقال کر گئے۔ اب ان کے صاحبزادے چودھری عبدالمجید بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ہیڈ ماسٹر ہیں۔ بعد میں چودھری عبدالرحیم صاحب منیجر ہوئے۔

چودھری عبدالرحیم صاحب بیس ۲۰ سال تک شکر گڑھ کی طرف سے پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے آپ ضلع سیالکوٹ کے بورڈ کے سینیر وائس چیرمین بھی رہے ہیں۔

نمبر ا چودھری منگا:۔ اپنے باپ چودھری خدا بخش کے بعد ذیلدار ہوئے ان کی اولاد میں سے محمد انور بی۔ اے وکالت میں پڑھ رہے ہیں اور چودھری محمود احمد بی۔ ایس۔ سی ایگریکلچر محکمہ زراعت میں ملازم ہیں

نمبر ۲ چودھری محمد بخش کی اولاد میں سے چودھری محمد صدیق بی۔ اے ہائی اسکول مینگڑی میں سکینڈ ماسٹر ہیں اور اسکول کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

نمبر ۳ حاجی غلام دین کی اولاد میں سے اس وقت حاجی محمد حیات بقید حیات ہیں ان کے صاحبزادے چودھری محمد حنیف، عبدالواحد اور عبدالحق لاہور اور کراچی میں ایچ۔ ایم۔ حیات اینڈ سنز مشہور فرم کے مالک ہیں اور وسیع پیمانے پر کاروبار کر رہے ہیں۔ بابو عبدالکریم ان کے بڑے صاحبزادے رنگون میں کاروبار کر رہے ہیں۔

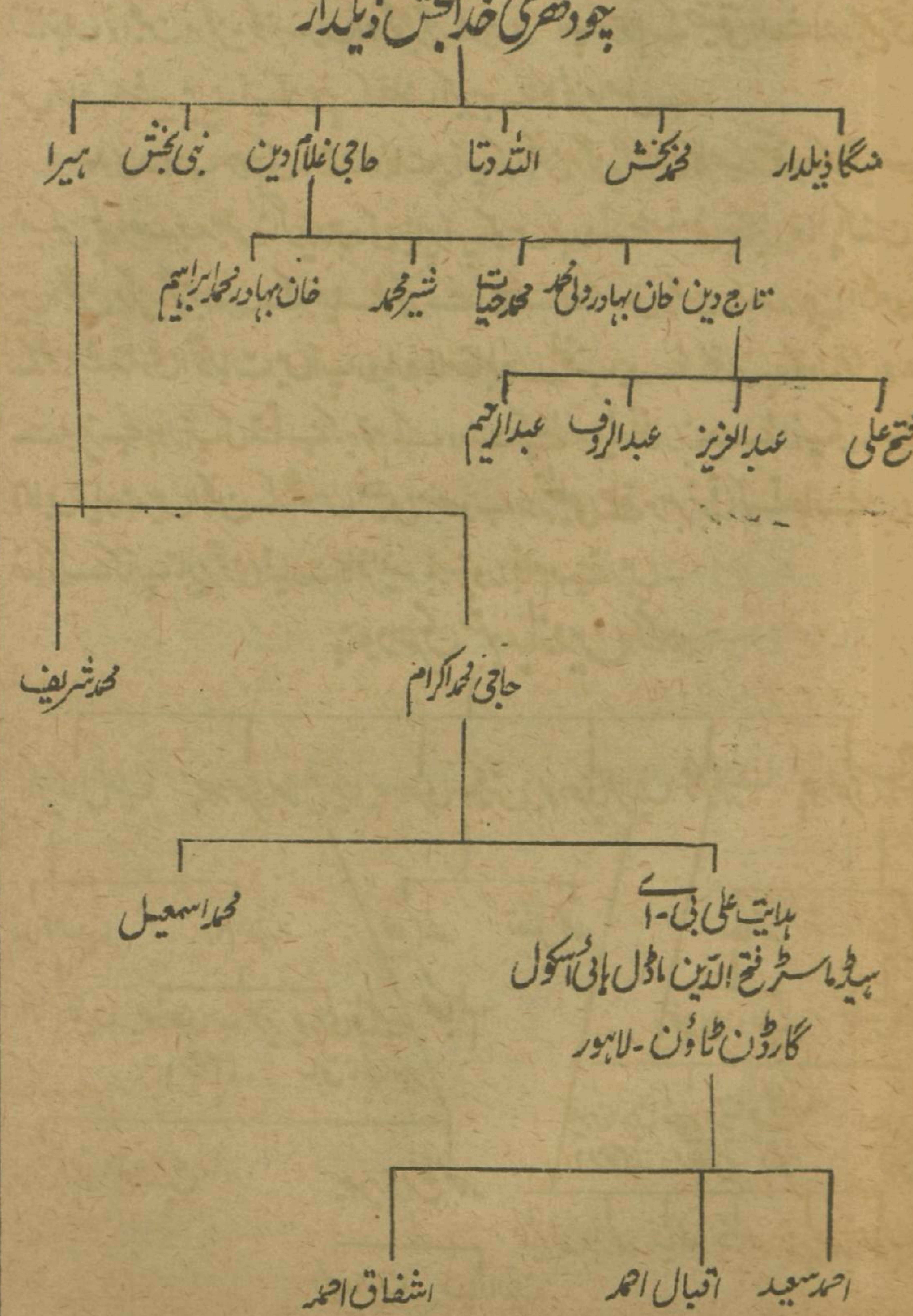
نمبر ۴ خان بہادر ولی محمد کے لڑکے عبدالرحمٰن نظامی، محمد صدیق و محمد شریف رنگون میں کام کر رہے ہیں۔

نمبر ۵ خان بہادر محمد ابراہیم کے اکلوتے بیٹے بابو اسمٰعیل نظامی آجکل برہما میں کاروبار کرتے ہیں اور اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر رفاہ عام کیلئے کام کر رہے ہیں۔

نمبر ۶ چودھری ہیرا چوہدری خدا بخش کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا ان کے بڑے لڑکے حاجی محمد اکرام بقید حیات ہیں اور برہما میں کام کرتے ہیں، حاجی محمد اکرام کا بڑا لڑکا چودھری ہدایت علی بی اے ہے جو آجکل فتح الدین ماڈل ہائی اسکول گارڈن ٹاون لاہور میں ہیڈ ماسٹری کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں انہوں نے پچیس سال تک تحصیل شکر گڑھ

کے غریب گوجروں کی بے لوث خدمت کی۔

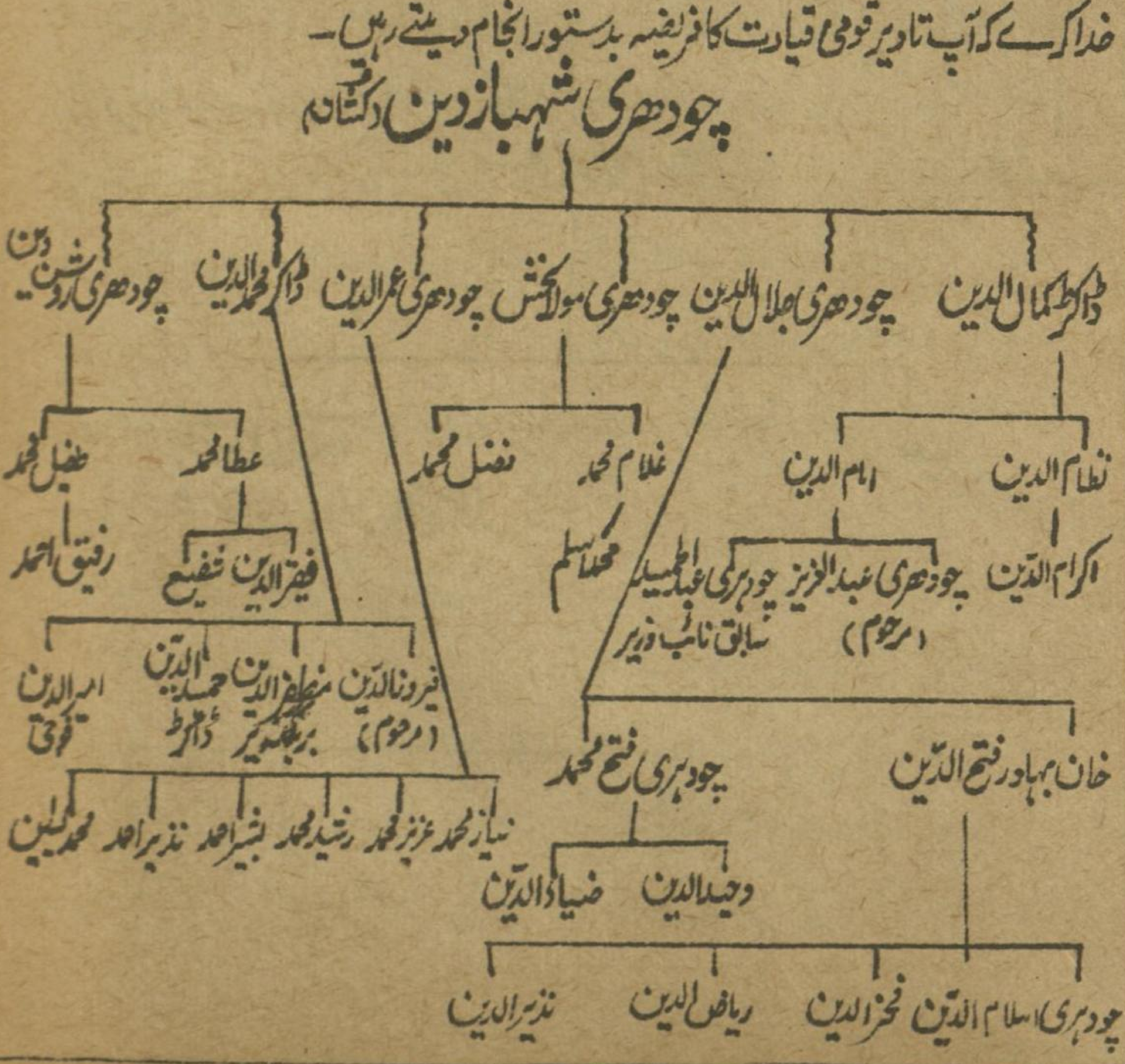
چودھری ہدایت علی کا بڑا لڑکا احمد سعید این۔ای۔ڈی انجینئرنگ کالج سے فارغ التعلیم ہو کر اپنا کاروبار کراچی میں کر رہا ہے۔ اس خاندان کا شجرہ حسب ذیل ہے



عالی جناب چودھری اسلام الدین صاحب عنا بی-اے

آپ کا نام نامی محتاج تعارف نہیں، جناب مولوی فتح الدین صاحب قبلہ مرحوم کی معنوی نشانیاں تو انجمن مرکزیہ گوجراں اور گوجر گزٹ ہیں آپ مرحوم کے حقیقی وارث اور صحیح معنی میں خلف رشید ہیں۔ آپ کو مرحوم کے خلف اکبر ہونے کا فخر حاصل ہے۔

مولوی صاحب مرحوم کی ناوقت وفات پر آپ کو انجمن مرکزیہ گوجراں کا صدر منتخب کیا گیا تھا لیکن کچھ عرصہ بعد بعض ناگریز وجوہ کی بنا پر آپ کو اس عہدہ سے مستعفی ہونا پڑا تھا، پاکستان میں انجمن مرکزیہ گوجراں کے احیائے مکرر سے آج تک وہ اس انجمن کے صدر ہیں، انجمن کے گذشتہ عمومی انتخابات میں آپ دوبارہ بلا مقابلہ صدر منتخب ہوئے تھے۔ آپ کا دل قومی درد سے لبریز ہے اور آپ کی تمنا ہے کہ یہ قوم ملک وملت کیلئے سرمایۂ افتخار بن جائے، آپ کی بے لوث وقابل قیادت میں انجمن کے ٹھوس تعلیمی منصوبے اور تنظیمی حلقے برابر ترقی کرتے جا رہے ہیں، خدا کرے کہ آپ تا دیر قومی قیادت کا فریضہ بدستور انجام دیتے رہیں۔

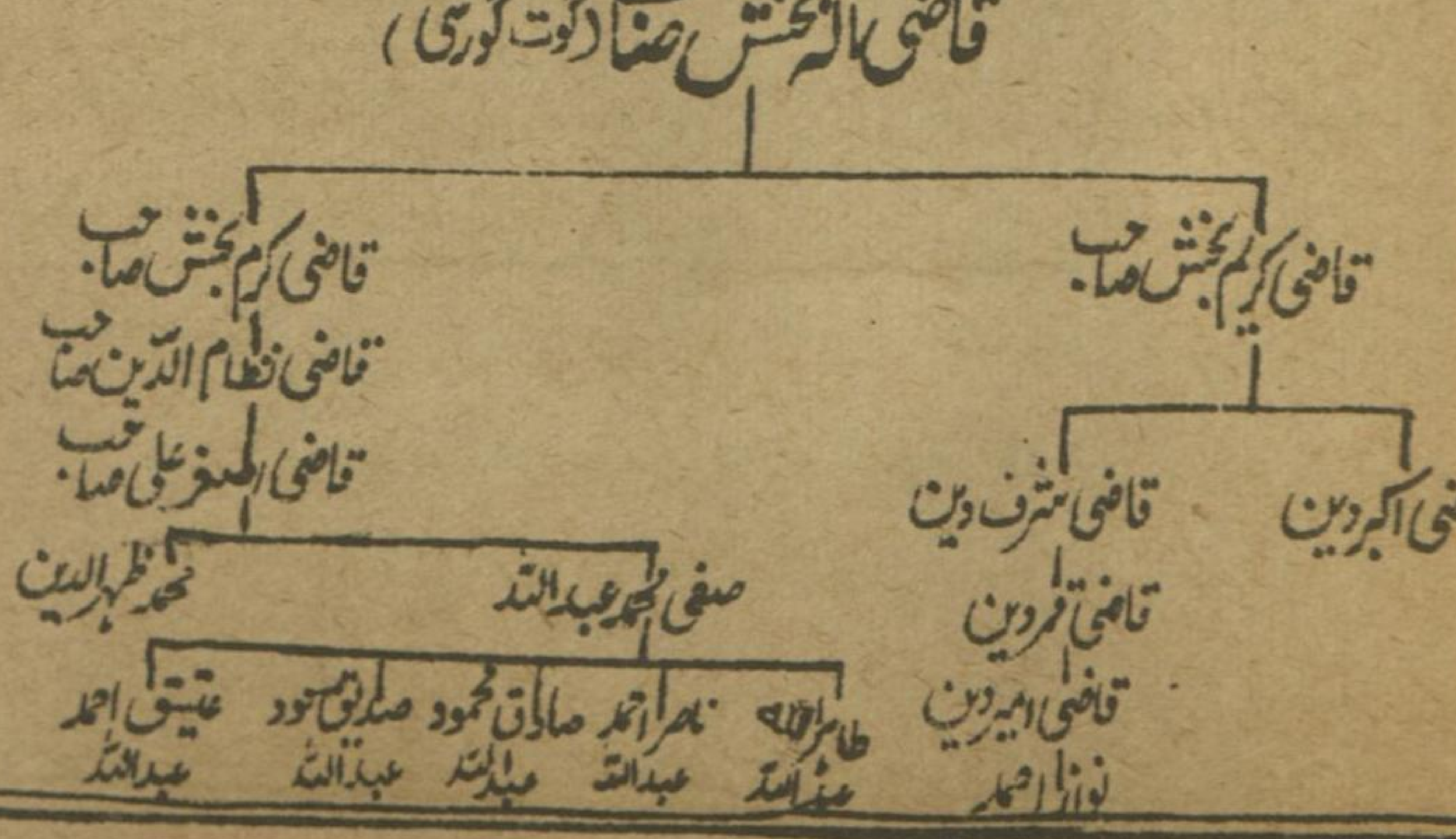


عالی جناب چودھری صفی محمد عبداللہ صاحب ایم۔اے

آپ علما کے ایک قدیم گورسی خاندان سے متعلق ہیں انہیں ان لوگوں میں شمول کا فخر حاصل ہے جو پاکستان کے وجود میں آنے سے پہلے قومی سرگرمیوں میں دل سے حصہ لیتے رہے اور اخبار۔۔ گوجر گزٹ کی ادبی خدمات انجام دیتے رہے۔

پاکستان کی تخلیق کے بعد انجمن مرکزیہ گوجراں کی تشکیل اور احیا کرنے والوں میں بھی یہ۔۔ پیش پیش تھے' آپ اس انجمن کے جنرل سکریٹری ہیں اور آپ کی زیر ہدایت اس انجمن کا صدر دفتر ٹھوس بنیادوں پر قائم ہو چکا ہے' انجمن کی شاخیں اکناف و اطراف میں پھیل چکی ہیں اور انجمن اپنی خاموشی اور ٹھوس تعمیری خدمات میں مصروف ہے۔

آپ کا اپنا خاندان اور آپ کے ننھیال والوں کا خاندان ماشاءاللہ پشتہا پشت سے علم و فضل کا مالک رہا ہے۔ آپ کا مکمل شجرہ نسب جو کہ تحریر شدہ تھا وہ فسادات ۱۹۴۷ء کی نذر ہو چکا ہے یہ بھی یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ عہد فرخ سیر میں آپ کے آبائے قدیم میں سے ایک۔۔ بزرگوار جن کا اسم گرامی جناب مولانا قادر بخش تھا رائے کوٹ میں جو اس وقت کی حکومت میں ایک صوبہ کے صدر مقام کی حیثیت رکھتا تھا قاضی کے عہدہ پر مامور تھے اور پھر سات پشتوں تک یہ عہدہ ان کے خاندان میں سلسلہ وار قائم رہا آپ کا سابقہ وطن قصبہ جگراؤں ضلع لودھیانہ ہے آپ کی پیدائش ۱۹۱۲ء میں ہوئی۔ تعلیم ایم۔اے ہے آپ ڈپٹی اسسٹنٹ کنٹرولر ملٹری اکاونٹس کے عہدہ پر مامور ہیں۔



آپ کے ننھیال کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے ۔

جناب مولانا حاتم شاہ صاحب چوہان

- جناب مولانا حکیم عبدالرحیم صاحب
  - جناب مولانا حکیم محمد عبداللہ صاحب
    - حکیم عبدالرزاق صاحب
    - ایک دختر
      - چودھری صفی محمد عبداللہ صاحب
  - جناب مولانا حکیم حبیب اللہ صاحب
    - چودھری محمد شفیع صاحب
      - چودھری ایل ۔ ایم خالد
    - چودھری مولوی عبدالغفور صاحب ایڈووکیٹ
      - چودھری احتشام انور
      - میجر چودھری محمد انور صاحب
      - چودھری پرویز انور
    - چودھری محمد رفیع صاحب
      - زکی چودھری
      - رضی چودھری
    - چودھری محمد اقبال صاحب

عالیجناب چودھری اللہ رکھا صاحب عنبر

آپ سے آج کون گوجر متعارف نہیں ہے۔ اصلاً آپ موضع جیکرہی تحصیل رنبیر سنگھ پورہ جموں کے ایک مقتدر زمیندار چودھری خیر الدین صاحب مرحوم دگوت باگڑی) کے خلف الرشید ہیں یہ تحریر کرنا یہاں پر بے موقعہ نہ ہوگا کہ عنبر صاحب نے اپنی قومی محبت کی خوشبو تمام قوم میں مثل مشک وعنبر کے پھیلا رکھی ہے اور اپنے اسی قومی جذبہ کے تحت آج بھی قوم کی آنکھوں کا تارا بنے ہوئے ہیں۔

جہاں تک علمی مذاق کا تعلق ہے آپ احادیث، مسائل شرعیہ، قرآن مجید کی آیات کریمہ بامعنی پر کافی عبور رکھتے ہیں و زبان انگریزی سے ناواقف ہونے کے باوجود اپنی سرگرم قومی وسیاسی زندگی کے طفیل اس زبان میں بھی اس قدر واقفیت حاصل کر لی ہے کہ کارہائے قومی جو آپ کے سپرد کیا جاتا ہے ادھورا نہیں رہتا اور اکثر وبیشتر تعلیم یافتہ اصحاب حیرت زدہ ہو جایا کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی مساعی حسنہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

ناظرین تاریخ ہذا چاہے عنبر صاحب کے اس طریقہ کو کہ آپ قومی معاملات ومفاد کے پیش نظر اپنی جائز باتوں کے مقابلہ میں کسی بڑی سے بڑی اور صاحب اختیار ہستی کی ناجائز باتوں کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرتے جس کا آخری نتیجہ موصوف کی زود رنجی تک پہنچ جایا کرتا ہے کچھ ہی سمجھیں مگر مولف کے نزدیک ان کا یہ معمول بہت ہی مبارک ہے اس لئے کہ ایسے صاف باطن اور قومی مفاد پر خود کو فدا کر دینے والے حضرات خال خال ہی نظر آئیں گے حال کا ایک واقعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ موصوف جب میری استدعا پر کراچی تشریف لائے تو میں نے ان کو اپنے ان کاتب صاحب سے جن سے کہ میں اس تاریخ کی کتابت کرا رہا ہوں ملایا تاترتیب مضامین وغیرہ میں مفید مشورہ دینے کے بعد خریداری کاغذ کے سلسلہ میں مابین کاتب وموصوف کچھ اختلافی صورت پیدا ہو گئی اس جگہ میری پوزیشن نازک صورت اختیار کر گئی جبکہ دونوں حضرات نے اپنے تجربات کی بنا پر معقول دلائل پیش کرتے ہوئے فیصلہ مجھ پر چھوڑا ہر دو صاحبان کی آراء اپنی اپنی جگہ پر نہایت معقول تھیں اور کسی ایک کی رائے سے روگردانی کرنے کو طبیعت نہ چاہتی تھی لیکن فیصلہ مجھی کو

کرنا ادھر عنبر صاحب کے ملال کا خیال ادھر کاتب صاحب کے رنجیدہ ہونے کا تصور اور ساتھ ہی ساتھ اس امر کا خیال کہ درصورت مخالفت کاتب صاحب کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ جناب رانا صاحب یہ رہا آپ کا مسودہ میرا حساب کتاب کر دیجئے اور بقیہ کتابت کہیں اور کرا لیجئے وغیرہ وغیرہ، کتابت دوسری جگہ کرانا تو کوئی مشکل امر نہیں تھا اس لئے کہ جہاں پیسہ دیا وہیں کام کرا لیا احساس اس امر کا ضرور تھا کہ ایسا پرخلوص انسان (کاتب) دوسرا ملنا مشکل ہوگا۔

مگر.... ان سب باتوں پر غور کرنے کے بعد میں نے "یا حافظ" کہکر عنبر صاحب کی بات اور ان کے پیش کردہ دلائل سے اتفاق کیا جس کی وجہ سے کاتب صاحب کچھ کبیدہ خاطر ہوئے اور عنبر صاحب انکی طرف دیکھکر فاتحانہ انداز سے مسکرانے لگے۔

بعدہٗ ان کو بھی ہموار کر لیا گیا اور اس کا سہرا عنبر صاحب ہی کے سر رہا اس واقعہ کو خود وہی کاتب صاحب میری موجودگی میں عنبر صاحب کو یاد کرتے ہوئے زیر لب مسکراتے ہوئے تحریر کر رہے ہیں اور اب انہیں بھی یہ یقین ہوگیا ہے کہ عنبر صاحب کی درشتی بھی.. اخلاص و محبت پر مبنی ہوتی ہے۔

الغرض دفتر کا تار و پود، گوجر گزٹ کی ادارت و نظامت اور انجمن کی سفارت غرض جس حیثیت سے بھی ان کو دیکھا قابل اعتماد اور مخلص کارکن پایا، اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ وہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ سب قومی احباب ان ہی کی طرح اخلاص، ولولہ اور جوش عمل سے لبریز ہوں آپ کا مختصر شجرہ حسب ذیل ہے۔

- رانا قدر داد صاحب (باگڑی گہلوٹ)
  - چودھری دانشمند (دُھمن)
    - چودھری لال دین — لاولد
    - رانا خیر الدین
      - رانا اللہ رکھا صاحب عنبر
        - رانا محمد بشیر
        - رانا محمد رمضان
      - رانا محمد شفیع صاحب
      - رانا محمد صدیق صاحب

عالی جناب چودھری محمد سعید صاحب مدظلہ،

سیالکوٹ کے سربرآوردہ گوجر حضرات میں آپ امتیازی حیثیت کے مالک ہیں محلہ سالوگوجر
میں منعقدہ عام اجلاس سنہ ۱۹۴۹ء میں مولوی اللہ دتہ صاحب، چودھری نورالدین صاحب،
حافظ محمد صادق صاحب اور دوسرے مقامی اکابر کے علاوہ آپ کا ذکر بھی ان سربرآوردہ حضرات
میں آتا ہے جن کو قومی تنظیم میں ہاتھ بٹانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

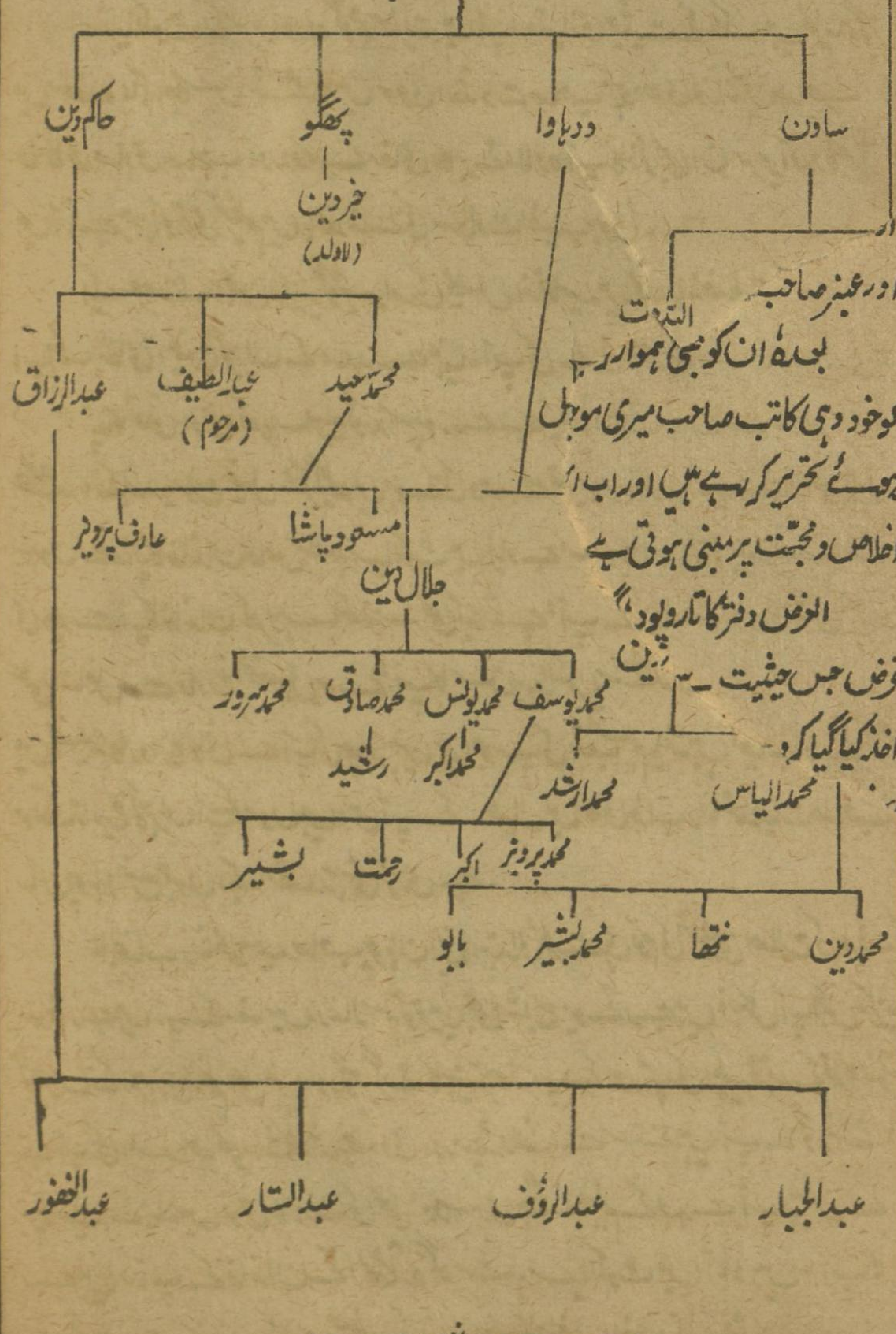
ایک عرصہ تک انجمن مرکزیہ گوجراں کی مجلس انتظامیہ میں مخلصانہ خدمات کی [illegible]
اب تک مقامی انجمن گوجراں کے صدر رہے ہیں۔ آپ کی بی اے پاس تے قصبہ سے ہائی اسکول
آپ کا تعلق موضع کھروبہ ضلع گورداسپور سے ہے یہ آپ کو اعلیٰ تعلیم دینے کے حق میں
سنہ ۱۹۴۷ء کے بعد یہ موضع تحصیل شکرگڑھ میں ہونے کی وجہ سے ضرائت کا عطیہ ودیعت کیا تھا لہٰذا
پشتوں سے آپکا خاندان خاص شہر سیالکوٹ میں آباد ہے،
کی وجہ سے آپکا خاندان کھروبہ یا کھلوبہ بھی کہلاتا ہے، آپ ے میجر کے عہدہ تک ترقی کر گئے
علمی مشاغل سے فارغ التحصیل ہوئے آپ کا سن پیدائش سنہ ۱۹۰۱ء مطابق "پاکستان"
میں تعلیم کا رواج کافی ہے آپ کی چار بہنیں ہیں جو سب کی سب تعلیم یافتہ ہیں لمبہ ۶ اکی۔
مولف تاریخ گوجراں آپکے ماموں ہیں اسی آپ کے ننھیال میں عالی جناب رانا محمد حیات صاحب
ساکن چوہالہ ضلع جموں ایک مقتدر ہستی گزری ہے۔

عالیجناب رانا محمد سعید صاحب چوہان اپنی ابتدائی عمر سے ہی قوم کی تعلیمی اصلاح کی طرف
متوجہ رہے ہیں آپ کے مضامین رسالہ مسلم گوجر میں بھی شائع ہوتے رہے ہیں آجکل آپ انجمن مرکزیہ
گوجراں کے اعزازی ناظم اعلیٰ ہیں اور گوجر گزٹ کا بیشتر حصہ آپ کے اور آپ کی اہلیہ محترمہ کے قلم کا ممنون
ہے آپ کی اہلیہ صاحبہ بھی ماشاءاللہ بی۔ ٹی اور میڈ والف۔ سے مستند ہیں آپ نے گورنمنٹ
برطانیہ کے زمانہ میں فوجی ملازمت کی تھی، دوسری جنگ عظیم کے بعد سے آپ پنشن لے
رہے ہیں۔ آپ کے خاندان کے اٹھارہ ۱۸ گھر شہر سیالکوٹ میں آباد ہیں۔ آپ کا
شجرہ نسب تاریخ ہذا کے اسی صفحہ کے بعد دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے۔

ملاحظہ ہو صفحہ ثانی

نسب نامہ عالیجناب رانا محمد سعید صاحب مدظلہ

جناب رانا ہیرا صاحب چوہان



نشان حیدر

فخر گوجر قوم عالی جناب میجر طفیل محمد رحؒ
اور

عالی جناب میجر طفیل محمد صاحبؒ نے ۱۹۱۴ء میں موضع کھرکاں ضلع ہوشیار پور کے ایک معزز گوجر گھرانے میں جنم لیا۔ آپ کا گوت بجاڑ کہلاتا ہے جو گھلوٹ کی شاخ ہے ابتدائی تعلیم گاؤں کے اسکول میں حاصل کر کے اپنے پاس کے قصبہ سے ہائی اسکول کا امتحان معیاری حیثیت سے پاس کیا۔ آپ کے والد آپ کو اعلیٰ تعلیم دینے کے حق میں تھے مگر میجر صاحب مرحوم کے اندر قدرت نے بہادری وجرأت کا عطیہ ودیعت کیا تھا لہٰذا آپ ۱۹۳۲ء میں فوج میں ملازم ہو گئے۔

جون ۱۹۴۷ء تک آپ ہندوستانی فوج میں ٹریننگ میجر کے عہدہ تک ترقی کر گئے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب ہندوستان کو آزادی ملی اور مسلمانوں کا علاقہ "پاکستان" قرار پایا تو آپ نے اپنی ملازمت پاکستان کو سونپی چنانچہ آپ نے پاکستانی فوج میں مزید ترقی کی۔ اور آخر ونگ کمانڈر کے عہدے پر جا پہنچے۔

اگست ۱۹۵۸ء کے شروع ایام میں بھارتی فوجوں نے مشرقی پاکستان کے کچھ سرحدی مقامات پر قبضہ کر لیا تو آپ نے ۷ راگست ۱۹۵۸ء علی الصباح بنفس نفیس دلیری کیساتھ حملہ کر کے ان مقامات اور علاقہ کو فتح کر لیا ہنگام جنگ چونکہ آپ بے حد زخمی ہو چکے تھے اور آپ کے جسم سے کافی مقدار میں خون بہہ چکا تھا اس لئے آپ کو اسپتال پہنچایا گیا مگر آپ زخموں کی تاب نہ لا سکے اور داعی اجل کو لبیک کہا۔

ملک کے طول وعرض میں آپ کے انتقال پر سوگ منایا گیا ہم آپ کے مفصل حالات اور اخبار کے اقتباسات کو پیش کرتے ہیں۔

پیدائش عالی جناب میجر طفیل محمد مرحوم ومغفور نے اپنے وجود ذی جود سے مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۱۴ء بوقت صبح صادق اپنی والدہ ذوالدجنا

سوج الدین صاحب کی آغوش کو منور فرمایا۔

یہ خاندان گوجروں کا ایک معزز خاندان تھا جو کہ موضع کھرکاں تحصیل وضلع ۔ ۔ ہوشیار پور میں آباد تھا، آپ کے والد بڑے شب بیدار عابد اور پارسا عالم باعمل تھے

تعلیم

عالی جناب میجر طفیل محمد صاحب رح نے مذہبی تعلیم " اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور اسی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ آپ بچپن ہی سے رحمدل، سخی، بہادر خوش خلق اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، پانچ برس کی عمر میں آپ کو خلیفہ غلام محمد صاحب وغیرہ وکوئی ایک بزرگان دین نے ہمراہ لے کر اسکول ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شام چوراسی میں رسم بسم اللہ بڑی شان وشوکت سے آپ کی ادا کی۔ اور اسکول میں آپ کو داخل کرادیا گیا۔

اس اسکول میں آپ نے میٹرک کا امتحان بڑے امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور پھر گورنمنٹ اسکول جالندھر میں مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے داخل کیے گئے، ایف اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ سپاہی کی حیثیت سے فوج میں بھرتی ہو گئے۔

حلیہ

میجر صاحب نہایت خوبصورت نوجوان تھے، بڑی بڑی آنکھیں ۔ ۔ کشادہ پیشانی اوسط درجہ کا قد، چھریرہ بدن، گول بازو، کلائیاں ۔ ۔ ۔ چوڑی، چوڑا سینہ اور تمام اعضاء متناسب تھے آواز نہایت صاف اور بلند تھی، رنگ گندمی تھا۔

اخلاق وعادات

قدرت نے آپ کے پہلو میں جو دل عطا کیا تھا وہ عزم و استقلال اور جرأت وشجاعت سے بھرپور تھا، ایک فوجی افسر ہونے کے باوجود نہایت خلیق، شیریں زبان اور انکسار پسند تھے۔ آپ کے چہرہ پر ہمیشہ مسکراہٹ رہتی تھی، جسے دیکھ کر خوشی ہوتی تھی آپ بچوں میں بچے ۔ ۔ ۔ جوانوں میں جوان اور بوڑھوں میں بوڑھے تھے، غم اور فکر کو پاس نہ آنے دیتے تھے اور ہمیشہ خوش وخرم رہا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی خوش رکھنے میں کوشاں رہنا اپنا فرض اولین سمجھتے تھے ان سے ملنے اور باتیں کرنے سے غم غلط ہوجایا کرتا تھا، آخر دم تک ان کی زندہ دلی ویسی ہی رہی، ظاہری شان وشوکت کو پسند نہیں کرتے تھے ان کے مزاج میں نخوت اور غرور کا نام ونشان تک نہیں تھا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے آپ کو ایثار پسندی

کا جذبہ فیاضی سے عطا فرمایا تھا، آپ نے صغر سنی سے لیکر آخر دم تک سعادت کے ساتھ زندگی بسر کی کسی قسم کی قولی و فعلی حرکت معصیت دیکھی نہ سنی طلب فقر و محبت الہٰی و ہمدردی اسلام و غمخواری بیکس میں سب دن گذار دیئے۔

آپ کے مختصر حالات ملازمت

عالی جناب میجر طفیل محمد جو ۷ راگست ۱۹۵۸ء کو مشرقی پاکستان میں لکشمی پور کے مقام پر اپنے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے اور انہیں شہادت کے بعد پاکستان کا بہادری کا سب سے اعلیٰ تمغہ "نشان حیدر" دیا گیا، وہ پنجاب رجمنٹ کے افسر تھے۔

چوالیس سالہ میجر طفیل محمد پاکستان آرمی میں انفنٹری کے اسلحہ کے بہترین انسٹرکٹروں میں سے تھے ۱۹۳۲ء میں سپاہی کی حیثیت سے فوج میں شامل ہوئے اور ترقی کرتے کرتے جمعدار ہو گئے۔

۱۹۴۲ء میں سکینڈ پنجاب رجمنٹ کے سکینڈ بٹالین کے کمانڈنگ آفیسر نے انہیں کمیشن دیئے جانے کی سفارش کی۔

۱۹۴۳ء میں انڈین ملٹری اکیڈمی ڈیرہ دون سے کمیشن حاصل کر کے میجر طفیل محمد ۱۶ پنجاب رجمنٹل سنٹر سے متعلق ہوئے تھوڑی مدت بعد ہی جبکہ ابھی وہ لفٹیننٹ ہی تھے انہیں وسطی ہندوستان میں ساگر کے سمال آرمز اسکول میں انسٹرکٹر مقرر کیا گیا، بعد میں وہ ٹریننگ ایڈجوٹنٹ کی حیثیت سے ۱۶ پنجاب رجمنٹل سنٹر میں آ گئے۔

جون ۱۹۴۷ء میں وہ اسی رجمنٹل سنٹر میں ٹریننگ میجر بنا دیئے گئے، اپریل ۱۹۴۸ء میں میجر طفیل محمد پنجاب رجمنٹ کی سکینڈ بٹالین کے کمپنی کمانڈر مقرر ہوئے مگر تقریباً ۱۵ روز کے بعد وہ گلگت اسکاوٹ میں ونگ کمانڈر بنا دیئے گئے، اس وقت گلگت اسکاوٹ کے ذمہ سرحدی دفاع کا انتہائی اہم کام تھا۔

میجر طفیل محمد سرحدی دفاع کی ان کارروائیوں سے بڑی بہادری سے عہدہ برآ ہوئے اور انہیں اسکاوٹس کی آزاد کمان دی گئی۔

گلگت اسکاوٹس کے میجر طفیل محمد کوہاٹ کے آفیسرز ٹریننگ اسکول میں... ڈیمانسٹریشن کمپنی کے آفیسر کمانڈنگ کی حیثیت سے تبدیل کر دیئے گئے، بعد میں

انہوں نے انفنٹری کے اسکول سے سال آرمز اسکول کی انسٹرکٹری کا کورس بڑے امتیاز کے ساتھ مکمل کیا، ۱۹۵۴ء میں انہیں انفنٹری اسکول کے انفنٹری ونگ کا چیف انسٹرکٹر مقرر کیا گیا، میجر طفیل محمد کو اس سال جون میں ایسٹ پاکستان رائفلز میں منتقل کر دیا گیا جہاں وہ ونگ کمانڈر کے عہدے پر مقرر کئے گئے۔

جذبۂ حب الوطنی

پی اے ۱۲۳۴ میجر طفیل محمد ایسٹ پاکستان... رائفلز کے اس کمپنی کے کمانڈر تھے جو لکشمی پور میں غاصبانہ طور پر مقیم ہندوستانی فوج کو نکالنے پر مامور کی گئی تھی، میجر طفیل محمد نے ایک سوچے ہوئے منصوبہ کے تحت بڑی خوش اسلوبی سے رات بھر مارچ کی اور ۷ راگست کو علی الصباح ہی انہوں نے دشمن کا محاصرہ کر لیا اور خود ایک پارٹی کے ساتھ سامنے سے دشمن کی طرف بڑھے تاکہ پوزیشن پر قبضہ کریں۔

اس منصوبہ پر بڑی دلیری سے عمل کیا گیا اور دشمن اس سے حواس باختہ ہو گیا، دشمن نے ہلکی مشین گن سے فائرنگ شروع کی اور سب سے پہلے میجر طفیل محمد ہی.. مہلک طور پر زخمی ہوئے وہ خون میں لت پت تھے مگر انہوں نے اس حالت میں مشین گن کے بنکر میں گرنیڈ پھینکا اور اسے تباہ کر دیا، دوسری طرف وہ اپنے ساتھیوں کو آگے بڑھنے کے لئے للکارتے رہے اور وہ جان نثار اپنے محب قوم و وطن افسر کے حکم کی تعمیل میں آگے بڑھتے رہے، اتنے میں ایک دوسری ایل۔ ایم۔ جی کھلی جس سے ان کے سکینڈ ان کمانڈ جمعدار محمد اعظم شہید ہو گئے۔

میجر طفیل محمد رینگتے ہوئے آگے بڑھے اور انہوں نے دوسری ایل۔ ایم۔ جی کی پوزیشن پر بھی گرنیڈ پھینکا اور اسے تباہ کر دیا۔

دست بدست جنگ

میجر طفیل محمد اس حالت میں بھی اپنے جوانوں کو ہدایت دیتے ہوئے آگے بڑھتے رہے حتیٰ کہ دست بدست لڑائی شروع ہو گئی

جب میجر طفیل محمد لہو اور خاک کی گود میں تھے تو انہوں نے دیکھا کہ دشمن کی چوکی کا کمانڈر ان کے ایک آدمی پر جوان سے تھوڑی ہی دور پر تھا حملہ کرنے والا ہے تو اس غیور اور

بہادر سپہ سالار کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس زندگی میں اس کے ایک ساتھی کی جان ضایع ہو جائے خیال آتے ہی گوجری خون جوش میں آ گیا اور آپ نے زخمداری کی حالت میں لیٹے ہی لیٹے دشمن کمانڈر کی ٹانگوں میں اپنی ٹانگ کا الجھاؤ دیتے ہوئے اپنا آہنی خود اس کے منہ پر دے مارا، دوسرے لمحہ وہ زمین پر آ رہا اور اس طرح آپ نے اپنے اس ساتھی کی جان بچالی۔ اور اپنے ملکی فرض کو پورا کر دیا۔

نشانِ حیدر

میجر طفیل محمد مرحوم بہت زیادہ زخمی ہو گئے تھے آپ کے جسم سے بہت زیادہ خون بہہ چکا تھا، مگر ان کے جذبۂ حب وطن کی جرأت کم نہ پڑی اور وہ اپنے دستہ کو ہدایات دیتے رہے تاآنکہ ان کی آنکھوں کی بجھتی ہوئی جوت نے دیکھا کہ مخالف فوج پاکستانی علاقہ خالی کر گئی۔

اسی روز میجر طفیل محمد نے اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کی۔

مخالف کے مقابلہ میں اس عظیم بہادرانہ کارنامہ کے سرانجام دینے اور جرأت و قیادت کی بہترین مثال قائم کرنے کیلئے میجر طفیل محمد مرحوم کو ان کی شہادت کے بعد پاکستان کا سب سے اعلیٰ انعام "نشان حیدر" دیا گیا۔

نشانِ حیدر کی خصوصیات

یہ نشان مملکت پاکستان کا سب سے بڑا اعزازی نشان ہے اس نشان کو وہی حیثیت حاصل ہے جو انگریزوں کے عہد حکومت میں وکٹوریہ کراس کو تھی، اس اعزاز کے تحت مرحوم میجر طفیل محمدؒ کی تین پشتوں تک مبلغ ۵۰/- ماہانہ پنشن ملتی رہے گی۔

دیگر مراعات

مرحوم میجر طفیل محمدؒ کی اس گرانقدر ملکی و قومی خدمت کے انجام دینے کے صلہ میں حکومت مشرقی پاکستان نے آپ کے خاندان کو مبلغ دو ہزار دو سو بیس (۲۲۲۰/-) روپے سالانہ پنشن دی ہے نیز آپ کے خاندان کو مبلغ دس ہزار روپے کی رقم بطور گریجویٹی دی گئی ہے۔

پاکستان آرمی کے کمانڈر انچیف نے آپ کے خاندان کیلئے مبلغ دو سو پچاس (250/-) روپیہ ماہوار کی رقم فوجی فنڈ سے منظور کی ہے فوجی پنشن اس کے علاوہ ہے۔ علاوہ ازیں چار مربعے اراضی (۱۰۰) ایکڑ غلام محمد براج میں عام شرائط پر دینے کا حکم بھی ہو چکا ہے جو عنقریب ہی حاصل ہو جائیگی۔

معالج ڈاکٹر کا بیان

اس معرکہ کارزار میں زخمی ہونے کے بعد جب دشمن بھاگ گئے اور بھارتی کمانڈر گرفتار ہوگیا تو آپ بغرض علاج کومیلا ہسپتال لائے گئے یہاں کے معالج ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ مرحوم میجر طفیل محمد میرے بڑے گہرے دوست تھے۔ جس وقت وہ ہسپتال پہنچے تو نہایت خوش و خرم تھے اور ہشاش بشاش باتیں کر رہے تھے ان کی اس وقت کی اس اطمینانی حالت سے کسی کو اس بات کا وہم و گمان تک نہ تھا کہ میجر صاحب کے یہ آخری لمحات ہیں اور نہ ہی ان کو خود اس قسم کا خیال تھا بلکہ وہ کہتے تھے کہ چند دنوں میں اچھا ہو کر اپنے جوانوں میں واپس چلا جاؤنگا چونکہ ان کے جسم سے خون کافی نکل چکا تھا انہیں مزید خون پہنچانے کی سخت ضرورت تھی اس لئے ڈیڑھ سو آدمیوں کا خون ٹسٹ کیا گیا جنمیں سے صرف دو آدمیوں کا خون فٹ آیا۔ آپریشن میں ان کے پیٹ سے چار گولیاں برآمد ہوئیں۔ جنہوں نے انتڑیوں میں سوراخ کر دیئے تھے۔ گولیاں نکالنے کے بعد ہم ٹانکے سی رہے تھے کہ اس دوران میں انکی حرکت قلب بند ہوگئی۔ مالش کے ذریعہ کافی کوشش کی گئی لیکن ناکامیابی رہی اور انکی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

نماز جنازہ

بعد میں آپ کو ڈھاکہ پہنچایا گیا۔ وہاں پہلے ہی کہرام مچا ہوا تھا بوقت شام تقریباً چھ بجے بعد غسل و کفن مرحوم کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ میں گورنر اور تمام کابینہ، محکمہ فوج اور مخلوق خدا اس قدر جمع ہوئی کہ شمار میں نہ آسکی۔ بعد میں سرکاری طور پر اطلاع دیگئی کہ میجر صاحب کی نعش بذریعہ ہوائی جہاز ۱۲ بجے دن مورخہ ۸ ر اگست ۱۹۵۸ء کو لاہور آرہی ہے۔ اور ایک علیحدہ سرکاری اطلاع چودھری شریف احمد صاحب فلائینگ افیسر جو کہ میجر صاحب کے قریبی رشتہ دار تھے انکو دیگئی اور چودھری شریف احمد صاحب نے بذریعہ ٹیلیفون مقام منڈی بوریوالہ چودھری نیاز احمد نیاز علی آڑھتی کو جو کہ میجر صاحب کے قریبی رشتہ دار ہیں اطلاع کر دی۔

۸ بجے صبح میجر صاحب مرحوم کے وطن چک نمبر ۲۵۳/ای۔بی ڈاکخانہ خاص براستہ عارف والہ تحصیل پاک پٹن ضلع منٹگمری میں اطلاع پہنچ گئی، چک مذکور میں ایک قیامت بپا تھی گرد و نواح سے بھی لوگ جوق در جوق آنے شروع ہو گئے، آپ کی نعش بذریعہ پی۔ آئی۔ اے مورخہ ۸ ر اگست ۱۹۵۸ء بروز جمعہ لاہور پہنچی تو افسران و دیگر لوگوں کے علاوہ انجمن مرکزیہ گوجراں

کے سکرٹری چوہدری عبدالرشید، انجمن مذکور کے صدر چودھری اسلام دین ضلع انجمن لاہور کے صدر چودھری محمد محکمہ بجلی کے افسر چودھری رحمت علی بھی ہوائی اڈہ پر موجود تھے۔ نعش رسمی اعزاز کے ساتھ جہاز سے اتار کر بذریعہ سرکاری انتظام فوجی ٹرک میں چک نمبر ۵۳/۲ ای بی ہذا کو کپتان راجہ علی محمد صاحب جو کہ ڈھاکہ سے نعش کے ساتھ آئے تھے باقی فوجی افسران معیہ حوالدار اور ۵ سپاہیوں کی معیت میں روانہ ہوئی۔ اور ۴ بجے شام چک ہذا میں پہنچ گئی۔

دیدارِ آخری

نعش کے پہنچنے تک چک میں بیشمار لوگ جمع ہو چکے تھے اس قدر ازدحام تھا کہ چک کی گلیوں میں بھی تل دھرنے کی جگہ باقی نہ تھی۔ اس روز رنگروٹنگ افسر بھی برائے بھرتی نزد آئے ہوئے تھے ان کو بھی بذریعہ وائرلیس اطلاع ہو چکی تھی جسکی بناء پر گرد و نواح کے سب فوجی بھی آ گئے تھے میجر صاحب کا تابوت ان کے سکونتی مکان میں اتارا گیا۔

آپ کا تابوت اترتے ہی بالکل سکوت ہو گیا دنیا اس قدر جمع تھی کہ مرحوم کا آخری دیدار کرانے کا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا تھا اور ہر شخص مرحوم کے دیدار آخری کا متمنائی تھا چنانچہ راجہ علی محمد نے جن کا اس وقت تمام جسم سالم پانی بن کر آنکھوں سے نکل رہا تھا بمشکل تمام مجمع پر قابو پایا چنانچہ پہلے گھر میں مستورات کو بذریعہ قطار بندی مرحوم کا دیدار کرایا گیا اور پھر کھلے میدان میں تابوت لے جا کر رکھا گیا نعش کی آمد کی اطلاع گاؤں میں بارہ گھنٹہ پہلے ہو چکی تھی، چند مصنوعی دروازے قائم کئے گئے اور لوگوں کو آپ کا چہرہ دکھاتے ہوئے گذارا گیا۔

مرحوم کے چہرے پر اس وقت بھی مسکراہٹ کھلی ہوئی تھی، تابوت سجا سجایا اور پھولوں سے بھرپور تھا، اسی طرح رات کے دو بج گئے۔ کپتان صاحب نے فرمایا کہ نماز جنازہ ہو چکی ہے اور مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ اب دوبارہ نماز جنازہ نہیں ہو گی، لوگوں کے اصرار پر میر عبدالحمید شاہ صاحب جو کہ میجر صاحب مرحوم کے بزرگان کے پیروں میں سے تھے تشریف فرما تھے مسئلہ بتلایا کہ اگر نماز جنازہ میں مرحوم کے وارثان حقیقی میں سے کوئی شامل نہیں ہوا تو نماز جنازہ دوبارہ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ پھر ایک کھلے میدان میں رات کے گیارہ بجے دوبارہ نماز جنازہ میاں عبدالحمید شاہ صاحب نے پڑھائی، اس مرتبہ بھی نماز جنازہ میں بے شمار مخلوق خدا شامل ہوئی۔

منزلِ اوّل

بعد الفراغ نماز جنازہ رات کے دو بجے مرحوم میجر طفیل محمد مرحوم اپنے والد کے مزار کے بائیں سپرد

خاک کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آخری خواہش

مرحوم میجر طفیل محمد نے آخری وقت میں جو خواہش بیان کی ہے وہ درج ذیل ہے اور جو گوجر قوم کی عظمت و وقار کا ایک نہ مٹنے والا ثبوت ہے ڈاکٹر کا بیان ہے کہ جب مرحوم کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو آپ نے ڈاکٹر سے کہا کہ:۔

آپ براہ کرم سپہ سالار اعظم جنرل محمد ایوب خاں سے یہ کہہ دیجئے کہ میں نے اپنا وہ فرض ادا کر دیا جس کے لئے مجھے تعینات کیا گیا تھا، میں انہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ ہم سرحد پر پاکستانی جھنڈا لہرانے میں کامیاب ہے۔ میری روح کو سکون ہے کیوں کہ میں نے آپ کے احکامات کی تعمیل کر دی ہے، مزید یہ کہ میں تمام افسران کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ قوم اور ملک کی حفاظت میں جان دینے تک سے گریز نہ کریں۔



اقتباسات

۱) اخبار ڈان مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۵۸ء میں یہ اعلان شائع ہو چکا ہے کہ مسٹر فخر الدین ولی بھائی و نجم الدین ولی بھائی نے ایسٹ پاکستان رائفل کے میجر طفیل محمد جنہوں نے مشرقی پاکستان کے علاقہ سے حملہ آوروں کو نکالنے میں جان دی کے خاندان کو پانچ ہزار روپیہ نذر کئے ہیں، اس رقم کا چیک صدر پاکستان میجر جنرل اسکندر مرزا (طفیل محمد مرحوم) کے خاندان کو دینے کیلئے وصول کر چکے ہیں۔ جناب صدر مملکت نے پہلے ہی میجر طفیل محمد مرحوم کو نشان حیدر کا اعزاز دیا ہے۔

(۲) از اخبار دی پاکستان ٹائمز مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۵۸ء:- میرے عزیز بھائی میجر طفیل محمد (جو کہ ...... مشرقی پاکستان رائفلز) کے سپہ سالار تھے اور جنہوں نے بہادرانہ طور سے مشرقی پاکستان میں پاکستانی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے جان دی) کی وفات پر میرے دوستوں کی ایک کثیر تعداد اور میجر طفیل محمد کی بہادرانہ کارروائی کے مداحوں نے از راہ تعزیت مجھے خطوط اور تار ارسال کئے ہیں یہ میرا فرض ہے کہ میں ان سب کو) فرداً فرداً قبول کروں مبادا ایسا نہ ہو کہ کچھ (خطوط یا تار) بغیر جواب کے رہ جائیں اس لئے بذریعہ اخبار ہذا یہ تحریر کرتا ہوں)

میرے بھائی کی موت ہمارے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے مگر اس نے اپنے آخری سانس تک بہادری و وفاداری کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دیئے اور وہ ہم سے ایک شہید کی شان کے ساتھ جدا ہوئے چونکہ وہ پہلا پاکستانی ہے جس نے ملک کا عظیم ترین فوجی اعزاز "نشان حیدر" حاصل کیا ہے اس لئے نہ صرف ہمارے خاندان کے افراد میجر طفیل کی شہادت پر نازاں ہیں بلکہ ہماری قوم "گوجر" کا سر آج فخر سے اونچا ہے اس موقعہ پر میں بیگم طفیل اور اپنے خاندان کے تمام افراد کی طرف سے ان سب دوست و احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے تعزیت و ہمدردی کے پیغامات میرے بھائی کے انتقال پر بھیجے ہیں:-

اقبال محمد - چک ۲۵۸ ای - بی - ڈاکخانہ گگو - ضلع منٹگمری

مختصر شجرہ

عبداللہ
گیگا
شکور
علی بخش
موج دین

- منشی کریم بخش — لاولد
- میجر طفیل محمد مرحوم — نسیم اختر (صاحبزادی)
- چودھری اقبال احمد
  - محمد اختر
  - محمد سعید اختر
  - محمد ضیاء اختر
  - محمد نعیم اختر
  - محمد مسعود ریاض اختر
- خورشید محمد سارجنٹ ائیر فورس
- محمد نذیر اختر
- رکن الدین مرحوم — لاولد

نوٹ:- میجر طفیل محمد مرحوم کے اولاد نرینہ کوئی نہیں ہے ایک صاحبزادی نسیم اختر ہیں جو زیر تعلیم ہیں۔

علاقہ سوات

ریاست سوات پاکستان کے سابقہ شمال مغرب سرحدی صوبہ کے شمال میں واقع ہے اس کے شمال میں ریاست چترال جنوب میں ضلع مردان، مشرق میں ریاست امب، دونوں کے درمیان میں دریائے سندھ بہتا ہے۔ مغرب میں ریاست دیر واقع ہے یہاں کی آبادی ساڑھے پانچ لاکھ اور رقبہ چار ہزار مربع میل ہے۔

کالام کا علاقہ جس کا انتظام مستقلاً والی صاحب کے سپرد ہے اس کے علاوہ ہے اس ریاست کے درمیان سے دریائے سوات ہوکر گذرتا ہے آبادی میں کثیر تعداد گوجروں کی ہے دوم نمبر پٹھانوں کا ہے۔

شمالی علاقہ جو کوہستانی کہلاتا ہے اس میں اجڑ قوم آباد ہے، اجڑ پہاڑوں کے غاروں میں رہتے ہیں اندر سے یہ گھر بہترین مکانات کا مقابلہ کرتے ہیں، اجڑ عموماً بھیڑ بکریاں پالتے ہیں اور گوجر عموماً گائے بھینس پالتے ہیں مگر آجکل گوجر بڑے بڑے زمیندار صاحب جائیداد اور اعلیٰ سرکاری ملازمین بھی ہیں۔

گوجروں کے گوت

اس علاقہ میں بہلوٹ، پانجھاوت، ڈوئی، ہیر، چھوکر، ہنی، گورسی، اہیر، جاٹ، بڈھانہ، بجاڑ، پوسوال، جنگل، بوکڑ (دوکن) ٹھیکریہ، بھوملہ، پچی، اکشان، کھٹانہ، بارواڑ، بانیان، دہڑ، برکٹ، اوان، بھلیسر، چھالہ، لوگرو، جاگل یا جنگل، چوہان، ڈورے یا ڈور، سراندنہ، کندلیہ، کولی، کھاری، کھوکھر، لودہ، ہسر، موسے، تلے، بھکلا وغیرہ گوتوں کے گوجر آباد ہیں۔

قابل غور بات یہ ہے کہ علاقہ سوات دسرحد میں جاٹ اور اہیر گوجروں کے گوت شمار ہوتے ہیں، جاگل یا جنگل اور جانگل دو الگ الگ گوت ہیں، جانگل گوجر عموماً سر اور داڑھی کے بال بڑے بڑے رکھتے ہیں۔

آثار قدیمہ

وادی سوات گوجروں کی تہذیب اور تمدن کو کھنڈرات اور آثار قدیمہ کی شکل میں اپنے سینہ سے لگائے ہوئے ہے، مہاراجہ کنشک ... (کشان) کے زمانہ کے استوپ آج بھی گوجروں کی عظمت یاد دلاتے ہیں، شنگر دار کے مقام پر ایک استوپ ہے جس کے گنبد کا قطر ۶۲ (باسٹھ) فٹ اور بلندی نوے فٹ ہے، دوسرا مشہور استوپ اسلوک دڑہ میں ہے جس کے گنبد کا قطر ستر فٹ اور بلندی سو فٹ ہے، یہ استوپ

مہاراجہ کشن (دتہری کرشن) کے زمانہ کی یادگار ہے۔

ملاحظہ ہو کتاب تعارف سوات صفحہ نمبر ۱۶۱ مطبوعہ کراچی ۱۹۵۵ء مؤلفہ جناب شیر افضل خاں پٹھان بریکوٹی۔

اس کے علاوہ مغربی پہاڑ کی چوٹی خوانڈائی اور بخی گرام کے قرب وجوار کا علاقہ بھی..... عبادت گاہوں، استوپوں، چبوتروں اور درسگاہوں کے منہدم آثار سے پٹا پڑا ہے تیرات کے مقام پر ایک پتھر ہے جس پر مہاتما بدھ (شاکیہ گوت) کے پیروں کا نشان بنا ہوا ہے اس کے پاس ہی دوسرا پتھر ہے جس پر مہاتما بدھ نے اپنے کپڑے دھوئے تھے، بدھ مذہب والوں کے نزدیک یہ دونوں پتھر بڑے متبرک خیال کئے جاتے ہیں۔

درہ کڑاکڑ مشہور درہ ہے موسم گرما میں گوجر اپنی بھینسیں اور گائیں ان چراگاہوں میں لئے پھرتے ہیں پہاڑ کے دامن میں گندم اور جو کاشت کی جاتی ہے اسی پہاڑ کی چوٹی پر (دتہری) راجہندر جی کا چبوترہ ہے جس کے متعلق عام طور پر مشہور ہے کہ یہ چبوترہ راجہندر جی نے اپنے "بن باس" کے دوران بنایا تھا اور کافی عرصہ تک یہاں مقیم رہے تھے۔

ملاحظہ ہو کتاب تعارف سوات صفحہ نمبر ۱۶۱ مؤلفہ جناب شیر افضل خاں پٹھان بریکوٹی۔

موجودہ حالت ریاست سوات پاکستان کی تمام ریاستوں میں ترقی پذیر ہے پہلے یہ علاقہ کشت وخون اور خانگی جھگڑوں کا گھر تھا مگر انیسویں صدی عیسوی کی ابتداء میں عالی جناب عبدالغفور غوث زماں اخوند نے اس علاقہ کو اپنے روحانی فیض سے منور کیا آپ کا تعلق گوجروں کے مشہور خاندان کھٹانہ سے تھا، آپ کے انتقال پر علاقہ میں پھر بدنظمی پیدا ہو گئی کئی سال تک فتنہ وفساد نے علاقہ کو نقصان پہنچایا، یہ دور سوات کی تاریخ میں خوانین کا دور کہلاتا ہے۔

اس دور میں خوانین نے رعایا کی عزت وآبرو تباہ وبرباد کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی آخر عوام نے آپ کے پوتے میاں گل شہزادہ عبدالودود کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کر لیا اور تمام خوانین نے آپ کی بزرگی کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔

آجکل عالی جناب میاں گل محمد عبدالحق جہاں زیب صاحب مدظلہٗ حکمراں ہیں جن کے صاحبزادے میاں محمد اورنگ زیب خاں کی شادی پاکستان کے موجودہ صدر عالی جناب محمد ایوب صاحب مدظلہٗ کی صاحبزادی سے ۱۹۵۵ء میں ہوئی تھی، آپ کی دادی صاحبہ مرحومہ چترال کے نواب....

عالی جناب مرزا افضل الملک صاحب مرحوم کی صاحبزادی تھیں اس ریاست کے موجودہ وزیر عالی جناب وزیر الملک میر سید صاحب مدظلہ گوجروں کے اہیر گوت سے تعلق رکھتے ہیں والی سوات کا مختصر شجرہ حسب ذیل ہے۔

مختصر شجرہ والی سوات

عالی جناب عبدالغفور سیدو غوث زماں اخوندؒ

عالی جناب میاں گل عبدالخالقؒ

عالی جناب میاں گل شہزادہ عبدالودود مدظلہ

عالی جناب میاں گل محمد عبدالحق "جہاں زیب" مدظلہ

عالی جناب شہزادہ محمد اورنگ زیب خاں صاحب مدظلہ

تعلیمی حالت

عالی جناب سردار جہاں زیب صاحب مدظلہ کی ذاتی دلچسپی سے... پانچ مرکزی شہروں (۱) سیدو شریف (۲) منگورہ (۳) چکیسر (۴) مٹہ اور (۵) ڈگر میں ہائی اسکول قائم ہیں، ان کے علاوہ ریاست میں چودہ مڈل اسکول، اٹھائیس لوئر مڈل اسکول اور چھپن پرائمری اسکول ہیں۔

ان تمام اسکولوں میں طلباء سے کسی قسم کی فیس نہیں لی جاتی بلکہ نادار اور غریب طلباء کو حکومت کیطرف سے ملی امداد دیجاتی ہے کتابوں اور ضروریات مدرسہ کے علاوہ مستحق طلباء کو وظائف بھی دیئے جاتے ہیں تاکہ غریب والدین پر بوجھ نہ پڑے اور طلباء میں مزید تعلیمی جوش و خروش پیدا ہو مرکزی شہر سیدو شریف میں ایک ڈگری کالج قائم ہو چکا ہے جسکا نام "جہاں زیب ڈگری کالج" ہے اسی شہر میں ایک "گرلز ہائی اسکول" بھی لڑکیوں کے لئے کھولا جا چکا ہے مزید برآں کہ ایک دینی دارالعلوم بنام "دارالعلوم حقانیہ" بھی دینی روشنی سے تمام ملک کو منور کر رہا ہے۔ والی صاحب نے اس دارالعلوم کی تعمیر پر زر کثیر صرف کیا ہے، یہ دارالعلوم تعلیم کے لحاظ سے صوبہ سرحد میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے اس میں ریاستی باشندوں کے علاوہ دور دور سے طالب علم آتے ہیں فلسفہ و فقہ وغیرہ جملہ علوم کی تعلیم دیجاتی ہے ہم اس درسگاہ کو پاکستان کا دیوبند کہہ سکتے ہیں۔



عالیجناب فضل خالق محمد کبهٹانہ مدظلہ،
ولی عہد ریاست سوات (سرحد)

دیگر معزز ہستیاں

ہزارہ گوجراں

علاقہ کاغان:۔ سردار محمد علی ٹھاکر (چیف آف گوجرس) بالاکوٹ۔

سردار میر افضل ٹھاکر ساکن موضع منڈبھار تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ۔

قاضی سردار ضیاء الحق صاحب۔ موضع قاضی آباد " "

عالی جناب کرنل زمرد خاں آف کوٹ نجیب اللہ

سردار میر افضل ٹھاکر پسر سردار سمندر خاں ٹھاکر گوجر موضع جبہر تحصیل مانسہرہ

ملک عبدالرحمن ٹھاکر ساکن موضع جبہڑ تحصیل مانسہرہ

سردار گل زمان خاں موضع دوگہ " "

" محمد یعقوب ٹھاکر (سردار عبدالقیوم ٹھاکر پسر سردار الدین ٹھاکر گوجر ایبٹ آباد محلہ لوئر ملک پورہ

گوجر عبدالرحمن ٹھاکر پسر سردار محمد جان ٹھاکر " " "

مولانا محمد یونس ٹھاکر پسر سردار مہد علی ٹھاکر گوجر " " "

قبائلی علاقہ:۔ جمعہ خاں گوجر ساکن تکیہ علاقہ کالا ڈھاکہ ڈاکخانہ خیر گڑھ آزاد علاقہ

نمبر ۲:۔ شیر گوجر ساکن موضع جوج درہ۔ ڈاکخانہ پڑبھنہ۔

۳:۔ شیر نیک دروازہ گوجر پسر گمگول ساکن بھلڑہ ڈاکخانہ خاص

نوٹ:۔ مؤلف کی اطلاع کے مطابق آزاد قبائلی علاقہ میں اکثریت گوجروں کی ہے جو اپنی آمد گجرات کاٹھیاواڑ راجستھان وغیرہ سے مانتے ہیں ان کی بولی اور اور راجستھان کی گوجری زبان ہے۔ افغان اسی لئے گوجروں کو ... "ہند کی" کہتے ہیں کہتے ہیں۔

عالی جناب رانا محمد شریف صاحب

آپ کا سابق وطن موضع مالی وتہ تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر ہے آپ ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے زمانہ تربیت سے گذر کر اولاً گورنمنٹ کالج لدھیانہ سے تعلیم حاصل کی اور بعدہٗ علی گڑھ یونیورسٹی سے بی ایس سی انجینیرنگ پاس کیا۔
۱۹۴۷ء کے بعد محکمہ نہر پنجاب میں ملازم ہوئے لیکن طبیعت مائل بہ ترقی تھی۔۔ اس لئے ۱۹۴۹ء میں پی۔ ڈبلیو۔ ڈی۔ کراچی میں بحیثیت اسسٹنٹ انجینیر ملازم ہوئے اور ۱۹۵۶ء میں انگلینڈ میں مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے گئے۔
۱۹۵۷ء میں واپسی پر گلگت علاقہ کے ایگزیکٹیو انجینیر (E.E.) تعینات ہوئے جہاں آج تک متعین ہیں۔

عالی جناب رانا شریف احمد صاحب گورسی

آپ کا وطن سابق موضع کریم پور تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر ہے بعد انفراغ حصول تعلیم آپ کراچی میں ایک اعلیٰ سرکاری عہدہ پر مامور ہیں اور آپکا خاندان چک نمبر ۲۵۳/ ای بی بھوڑے والا ضلع منٹگمری میں آباد ہے۔

عالی جناب رانا حکیم الدین صاحب

آپ کا تعلق مشرقی پنجاب سے ہے آپ اپنی۔۔۔ خداداد قابلیت کی بنا پر اسسٹنٹ سکریٹری۔۔۔ (نائب معتمد) کے عہدہ پر مامور ہیں آپکی رہائش کراچی میں کوارٹر نمبر ۲/۴ ایسٹ جہانگیر روڈ ہے۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا ہستیوں کے علاوہ بہت سی گوجر شخصیتیں اہم عہدوں پر مامور ہیں اور رہ چکی ہیں مثلاً عالیجناب رانا عبدالحمید صاحب گورسی مغربی پاکستان حکومت میں نائب وزیر تھے اور رانا فضل الٰہی صاحب ساکن گجرات (پنجاب) مغربی پاکستان حکومت میں اسپیکر رہ چکے ہیں ان کے علاوہ بہت سے افراد ایم۔ ایل۔ اے رہ چکے ہیں نیز ہزاروں۔۔ گوجر بہادر اپنے ملک کی فوج میں ملازم ہیں اور بہت سے اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز ہیں جن کے اسمائے گرامی ملکی حالات کے پیش نظر مصلحتاً تاریخ ہذا میں شامل نہیں کئے جا سکے جس کیلئے میں خواستگار معافی ہوں

عالی جناب نواب زادہ مہدی علی خاں صاحب

عالی جناب نواب زادہ مہدی علی خاں نے میٹرک کا امتحان زمیندارہ ہائی اسکول گجرات سے پاس کرنے کے بعد علی گڑھ کالج میں داخلہ لیا، مسلم یونیورسٹی سے بی۔اے کرنے کے بعد سرکاری ملازمت میں براہ راست تحصیلدار لے لیے گئے، سابق صوبہ پنجاب کے مختلف اضلاع میں بطور افسر مال۔ مجسٹریٹ بہ اختیارات دفعہ ۳۰، اور الیکشن کمشنر تک اپنی حسن کارکردگی کا سکہ بٹھاتے ترقی کرتے گئے۔

علی گڑھ کالج کی تربیت نے مرحوم کے دل میں اسلامی جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر رکھا تھا اور مسلم لیگ کے مخلص جانثاروں میں تھے ۱۹۴۶ء میں انہوں نے سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے دیا، اس وقت کی وزارت نے انہیں ہر طرح مجبور کیا کہ مرحوم اپنا استعفیٰ واپس لے لیں اور سرکاری ملازمت سے آزاد نہ ہوں لیکن مرحوم کو مسلم لیگ میں منسلک ہو کر خدمت وطن کرنے کا شوق جنون کی حد تک پہنچا ہوا تھا اس لئے کوئی ترغیب و تحریص انہیں استعفیٰ واپس لینے پر آمادہ نہ کر سکی۔ ملازمت سے الگ ہو کر انہوں نے مسلم لیگ کا علم بلند رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

مرحوم کی بے لوث قربانیوں کے پیش نظر قوم نے انہیں اپنا نمائندہ منتخب کر کے صوبائی اسمبلی میں بھیج دیا، آپ کا اوڑھنا بچھونا مسلم لیگ کے اغراض و مقاصد کی تبلیغ و ترقی تھا، اس وقت آپ ضلع کی مسلم لیگ کے صدر اور کل پاکستان مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے ممتاز رکن تھے۔

آپ ۱۹۴۶ء میں حج بیت اللہ شریف کی سعادت سے بھی دل افروز ہوئے آپ سرزمین حجاز کے واقعات مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے۔ آپ حد درجہ کے مہمان نواز اور دوست پرور بھی تھے، چند ایک احباب ایسے بھی تھے جن کی مفارقت آپ کو کبھی گوارا نہ ہوتی تھی اور اگر ان کے آنے میں دس پندرہ دن کی دیر ہو جاتی تو خود جا کر لے آتے اور پھر ان لوگوں کا مسلسل مہینوں قیام آپ کے یہاں رہتا۔

آپ کو منافقت کی ہوا چھو تک نہ گئی تھی، جو کچھ دل میں ہوتا سو تو بے موقعہ زبان پر لانے سے کبھی نہ ہچکچاتے، آپ جتنی جلدی مغلوب الغضب ہو جاتے تھے اس سے کہیں کم عرصہ میں غصہ فرو ہو جاتا تھا۔

آپ ظاہری شان و شوکت کے شدید دشمن تھے سادہ خوراک اور سادہ لباس سے ہمیشہ محبت رہی، آپ کا محبوب لباس اچکن اور شلوار تھا، علی گڑھ میں.... سالہا سال گزارنے کے باوجود انگریزی سوٹ کبھی زیب تن نہ کیا۔

آپ علم دوست اور شاعر بھی تھے اور ساتھ ہی ساتھ شعراء کے مربی اور محسن بھی آپ نفیس خلیلی کی اسلامی نظموں کی وجہ سے ربع صدی تک دامے درمے انکی امداد فرماتے رہے اور نفیس صاحب کی وفات کے بعد ان کے بال بچوں کو بھی وقت ضرورت اپنی داد و دہش سے کبھی محروم نہ رکھا۔

سردیوں میں آپ کے یہاں ہر مہینے کی پہلی تاریخ بہ الالتزام مشاعرہ ہوتا تھا جسکا سلسلہ کبھی کبھی رمضان المبارک تک رہتا، حاضرین مشاعرہ کی چائے پان سے... فراخدلی کے ساتھ تواضع فرماتے تھے۔

آپ کی یادداشت قابل رشک تھی شام کے وقت کوٹھی کے صحن میں چارپائیاں اور کرسیاں بچھی ہیں دوست احباب جمع ہیں کبھی شعر و شاعری کا تذکرہ چھڑ گیا تو علی گڑھ کے اساتذہ اور قادر الکلام شعراء کا کلام سنا کر اہل محفل کو مسحور کر دیا، سیاست علم و ادب اقتصادی اور معاشرتی مشکلات غرضکہ کوئی ایسا موضوع نہ تھا جو اس مختصر سی محفل تمام میں زیر بحث نہ آتا ہو اور آپ اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لیتے ہوں۔

آپ کی رحمدل طبیعت ہر کسی کی امداد کرنے سے کبھی گریز نہ کرتی اس میں... واقف یا ناواقف کی تخصیص نہ تھی۔

آخر کار فخر گجرات نواب سر فضل علی مرحوم کا یہ فرزند اکبر ۱۲ جون ۱۹۵۸ء کو... ہولی فیملی اسپتال راولپنڈی میں شام کے سات بجکر ۵ منٹ پر مالک حقیقی کی خدمت میں پہنچ گیا مرحوم کے ورثاء میت لے کر رات کے ایک بجے گجرات پہنچے اور مورخہ ۱۳ جون ۱۹۵۸ء کو صبح دس بجے ٹاؤن ہال میں ہزارہا سوگواروں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ کوٹھی نواب صاحب کے وسیع احاطہ میں مشرقی سمت ان گنت

احباب کی موجودگی میں مرحوم کو سپرد خاک کر دیا گیا، انا للہ و انا الیہ راجعون'

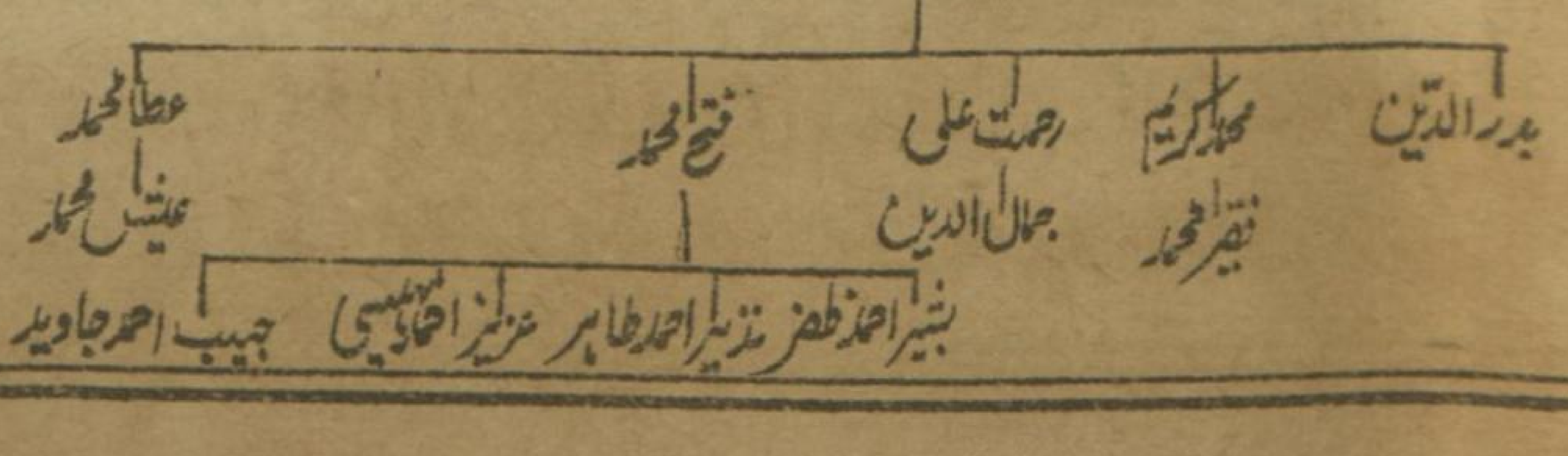
اسی روز مرحوم کے چچازاد بھائی عثمان علی اپنے آبائی وطن اجنالہ سے گجرات پہنچے مرحوم کا چہرہ دیکھتے ہی ایک دلدوز آہ کی اور کہا "یہ تو بلال ؓ" ہے اور وہیں ان پر فالج کا حملہ ہوا، فوری طبی امداد پہنچائی گئی اور پھر ہسپتال پہنچایا گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا صرف دو گھنٹے بعد وہ بھی اپنے بھائی مہدی علی مرحوم کے ہمراہ اس عالم فانی سے ملک بقا کی طرف روانہ ہوئے، ایک شاعر نے عقیدتمندانہ طریقہ پر سنہ ھ اور سنہ ء میں حسب ذیل شعر پیش کیا ہے ؎

بجھ گیا آہ اک چراغِ دودماں ۱۳۷۷ھ
مہدیٔ شیریں سخن روشن بیاں
۱۹۵۸ء

بشیر احمد صاحب ظفر (گوت ہیسی)

گوجروں کی ایک مقتدر ہستی چودھری گھیسا تھا مرحوم بمقام سرگونڈی ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے پیشہ زراعت تھا کچھ عرصہ ملازمت بھی کی اس کے بعد نقل مکانی کر کے موضع کھجورلا تحصیل پھگواڑہ ریاست کپورتھلہ میں قیام پذیر ہوئے 25 گھماؤں زمین کے مالک اور موضع کی گوجر برادری کے سرپنچ تھے انکی اولاد میں سے چودھری فتح محمد نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی اور ریلوے میں ملازمت کر لی آج پی وے انسپکٹر ہیں، فقیر محمد نے نیوزی لینڈ میں تجارت شروع کی اور ایک ڈیری فارم کے مالک ہوئے، بعدہٗ وہیں وفات پائی۔ جمال الدین آجکل اسکول ماسٹر ہیں، نذیر احمد طاہر بمقام چک ۶/۱۰۸ تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری میں زراعت کر رہے ہیں۔

بشیر احمد ظفر ہیلتھ اسسٹنٹ کلاس طبیہ کالج بہاولپور میں زیر تعلیم ہیں آپ ایک فنافی القوم نوجوان ہیں خدا آپکو قومی جذبہ سے اور بھی سرشار کر دے، عزیز احمد ہیسی اوورسیر کلاس میں آخری امتحان کی تیاری کر رہے ہیں اور حبیب احمد جاوید نویں جماعت میں زیر تعلیم ہیں۔ شجرہ حسب ذیل ہے۔



نواب زادہ اصغر علی صاحب!

کسی آزاد ملک میں معاشرتی ارتقاء اور صحت مند ماحول پیدا کرنے کیلئے تعلیم کو فروغ دینا ضروری ہے۔ مشہور سماجی کارکن نواب زادہ اصغر علی صاحب نے اپنے اسی نظریہ کے تحت گذشتہ سترہ برس میں گجرات جیسے پس ماندہ شہر کو علم کی روشنی سے منور کرنے کے لئے شبانہ روز محنت کی اور اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے وہاں متعدد درس گاہیں قائم کیں۔

قیام پاکستان کے بعد گجرات میں زنانہ کالج، ایک ہائی اسکول، کنڈر گارٹن اسکول اور ایک وسیع لائبریری کا قیام نواب زادہ اصغر علی کی پُر خلوص محنت کا رہین منت ہے دنیوی تعلیم کا انتظام کرنے کے علاوہ آپ نے وہاں ایک عظیم الشان مسجد بھی تعمیر کرائی ہے تاکہ وہاں مسلمانوں کو اپنے حقیقی مالک خالق دوجہاں کے سامنے سر جھکانے کا موقع ملے اور وہ اجتماعی طور پر نور ہدایت سے اپنے قلوب کو منور کریں۔

سرکلر روڈ گجرات میں واقع ایک بوسیدہ عمارت "کوٹھی نواب صاحب" کے مکین نواب زادہ اصغر علی گجرات کے مایہ ناز فرزند ہیں۔ آپ نواب سر فضل علی مرحوم کے یہاں اخیالہ میں ۱۹۰۸ء میں تولد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے گاؤں میں حاصل کی اور پھر اپنے والد کے قائم کردہ زمیندارہ ہائی اسکول گجرات سے میٹرک کا امتحان پاس کیا، بعد ازاں گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج گجرات میں داخلہ لیا لیکن تعلیم کو جاری نہ رکھ سکے شاید یہی کسک ابھی تک نواب زادہ کے دل میں رہ گئی ہے کہ انہوں نے اس کمی کو پورا کرنے کیلئے شہر میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کئے اور اس شہر کے نونہالوں اور بیٹیوں کے لئے جدید درسگاہیں قائم کیں۔

آپ کے والد نے اس شہر میں زمیندارہ ہائی اسکول قائم کیا تھا لیکن آپ نے اسے ڈگری کالج تک پہنچا دیا اور اس طرح اس نیک کام کو نہایت خلوص اور محنت سے آگے بڑھایا جس کا آغاز مرحوم نواب سر فضل علی نے کیا تھا۔

نواب زادہ اصغر علی کو ان کے والد کی وفات کے بعد ڈسٹرکٹ بورڈ گجرات کا... چیرمین اور زمیندارہ ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کا آنریری سکریٹری وسنٹرل کواپریٹو بنک

کا چیرمین منتخب کیا گیا، اور ان تمام حیثیتوں میں انہوں نے اپنے ہموطنوں کی جو بے لوث خدمت کی ہے وہ اس ضلع کے اور کسی فرزند کے حصہ میں نہیں آئی، ۱۹۴۲ء سے ۱۹۵۶ء تک وہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیرمین رہے اس عرصہ میں انہوں نے ضلع بھر میں بیسیوں پرائمری مڈل اور ہائی اسکول کھولے، یہاں انہیں ڈسٹرکٹ بورڈ کی اعانت حاصل تھی، دوسری طرف زمیندارہ ایجوکیشنل ایسوسی ایشن کے آنریری سکریٹری ہونے کی حیثیت سے وہ تن تنہا تھے لیکن ان کے تدبر اور استقلال نے یہاں بھی حوصلہ افزا نتائج پیدا کیئے۔

نواب زادہ اصغر علی کی کوششوں سے زمیندارہ کالج میں سائنس اور دیگر اہم مضامین کی کلاسیں شروع کی گئیں، قیام پاکستان کے بعد زمیندارہ کالج میں "ادارہ تحقیق اسلام" کی بنیاد رکھی گئی، ان دنوں سردار عبد الرب نشتر گورنر پنجاب نے بہ نفس نفیس گجرات پہنچکر اس عظیم الشان ادارے کی تشکیل پر نواب زادہ اصغر علی کو خراج تحسین پیش کیا، اس ادارہ کے ساتھ ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی جارہی ہے جو اپنی خوبصورتی اور وسعت کے لحاظ سے ضلع بھر میں ممتاز ہے۔

آزادی کے بعد مسلمان بچیوں کو جدید تعلیم سے آراستہ کرنے کا بڑا چرچا ہوا تاکہ خواتین ہی ہسپتالوں میں مستورات کی خدمت کرسکیں چنانچہ بہت سے شہریوں نے نواب زادہ اصغر علی سے درخواست کی کہ وہ اپنے کالج کی سائنس کلاسوں میں لڑکیوں کو داخل ہونے کی اجازت دے دیں چنانچہ زمیندارہ کالج کے شعبہ سائنس میں مخلوط تعلیم رائج کردی گئی لیکن اس کے نتائج حوصلہ افزا ثابت نہ ہوئے، اور نواب زادہ اصغر علی کا حساس دل لڑکیوں کے لیئے ایک علیحدہ کالج بنانے کے لیئے تڑپتا رہا چنانچہ زمیندارہ کالج کا شعبہ خواتین قائم ہوا جس نے بعد میں فاطمہ جناح گرلز کالج کا روپ اختیار کیا اور اس کا افتتاح خاتون پاکستان مس فاطمہ جناح کے مبارک ہاتھوں ہوا، یہی کالج بعد میں محکمہ تعلیم کے حوالے کردیا گیا۔

گجرات میں پرائمری تعلیم کے لیئے صرف مشن اسکول اچھے تھے جہاں طلباء کو عیسائیت کی تعلیم دی جاتی، مسلمان گھرانے اس کو طوعاً وکرہاً برداشت کرتے تھے تاآنکہ نواب زادہ اصغر علی کی کوششوں سے زمیندارہ ایجوکیشنل ایسوسی ایشن نے ایم۔ زیڈ کنڈر گارڈن اسکول جاری کردیا،

ابھی گذشتہ سال اس ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام زمیندارہ ہائی اسکول نمبر ۲ قائم ہوگیا

کوشش کی جارہی ہے کہ اس اسکول کو ووکیشنل ادارہ میں تبدیل کردیا جائے دو سال پیشتر زمیندارہ کالج کے ساتھ نواب سر فضل علی ہاسٹل مکمّل ہوگیا اور بڑی حد تک طلبہ کی رہائشی ضرورتیں پوری ہوگئیں۔

گزشتہ سال گورنر اختر حسین نے زمیندارہ کالج سے ملحق ایک جدید لائبریری کا افتتاح کیا جس پر ایک لاکھ بیس ہزار روپے کی خطیر رقم خرچ کی گئی ہے۔

اور ان سارے کارناموں کا خالق نواب زادہ اصغر علی اپنی بوسیدہ کوٹھی جہیں ٹیلی فون بھی نہیں ہے ہر وقت اور ہر لمحے ضرورت مندوں کو ملنے کیلئے بے قرار رہتا ہے۔

عالی جناب رانا شکر الدّین گورسی

آپ کا خاندان نہایت قدیم زمانہ سے جموّں وکشمیر میں آباد رہتا آیا ہے جناب گورسی صاحب کے دادا مشتاق احمد صاحب نے جموّں علاقہ چھوڑ کر اپنے خاندان کے نام سے پنڈی گورسیاں علاقہ شکر گڑھ میں آباد کیا، پھر وہاں سے سکھوں کے عروج کے زمانہ میں جبو لوٹہ علاقہ شکر گڑھ ضلع گرداسپور (حال سیالکوٹ) چلے آئے۔

گورسی صاحب سنہ ۱۹۳۵ء میں کراچی آئے اور اسکول میں درس و تدریس کا شغل اختیار کیا ۱۹۴۷ء کے بعد آپ نے "گورسی اینڈ کمپنی" قائم کی جو تعمیرات کا کام کرتی ہے ساتھ ہی ساتھ آپ "شہباز اینڈ کمپنی" میں فنانس اسٹیٹ اینڈ کمیشن ایجنٹ بھی ہیں اور گوجر ایسوسی ایشن کراچی کے سرگرم کارکن بھی ہیں آپکا مختصر شجرہ حسب ذیل ہے۔

- رانا چکھڑ
  - مشتاق احمد
    - فضل دین
      - محمد اسماعیل
        - خورشید احمد
      - شکر الدّین
        - افتخار الدّین
    - حکم دین
      - قائم دین (لاولد)

عالی جناب ملک عبدالمجید صاحب مالیر کوٹلوی!

آپ اصلاً ریاست مالیر کوٹلہ سے متعلق ہیں۔ جہاں شہر میں گوجروں کی کثیر تعداد تھی۔ اور ان میں سے اکثر معزز عہدوں پر فائض تھے۔ آپ کے والد ماجد ملک غلام رسول صاحب وہاں کے قومی لیڈروں میں سے تھے اور مولینا مفتی عبدالغنی صاحب مرحوم و بخشی بدرالدین صاحب مرحوم کی قیادت میں انہوں نے مالیر کوٹلہ میں قوم میں اصلاحی اغراض کیلئے ایک انجمن.. قائم کر رکھی تھی۔

چنانچہ ۱۹۴۵ء میں لدھیانہ کے تاریخی اجلاس میں اس انجمن کے نمائندگان نے خطیر چندہ پیش کیا تھا۔

آپ کو بھی قومی خدمت کا جذبہ ورثہ میں ودیعت ہوا ہے، آج کل آپ انجمن گوجراں لاہور چھاؤنی کے صدر ہیں۔ یہ انجمن غالباً تمام مقامی انجمنوں میں زیادہ فعال ہے۔ جسکی وجہ جوان سال صدر کے انہماک کے علاوہ ارکان انجمن کا خلوص و تندہی ہے۔ خدا ان سب کو خدمت قومی کے راستہ پر ہمیشہ گامزن رکھے۔ (آمین)

عالی جناب چودھری سلطان علی صاحب بی۔اے۔ایل ایل بی سیالکوٹ

آپ کو بھی اپنے والد بزرگوار جناب چودھری محمد ابراہیم صاحب سے قومی جذبات ورثہ میں منتقل ہوئے ہیں۔ موخرالذکر نے جموں میں گوجروں کی تنظیم میں نمایاں خدمات انجام دیں اور.... سلطان علی صاحب نے موجودہ انجمن مرکزیہ گوجراں کی نہایت قابل قدر خدمات انجام دی ہیں آپ کی خدمات کا پرتو صدر دفتر مرکزیہ کی شکل میں نظر آرہا ہے بحیثیت جائنٹ سکریٹری آپ کے ذمہ دفتر کی براہ راست نگراں کا فریضہ عائد ہوتا تھا، اس حیثیت میں آپ نے پورے انہماک سے کام کیا، دفتر کو کار روائی کا ضابطہ انجمن کو ضمنی قواعد وغیرہ آپ ہی نے دیئے۔ آپ کا حسن کارکردگی کا اعتراف انجمن نے ایک خاص تجویز کے ذریعہ کیا تھا۔

جناب چودھری عبدالمجید خاں صاحب روپڑی

قبلہ منشی صاحب مرحوم تو اس دارفانی سے رحلت فرما گئے لیکن اپنے احباد و اعزہ کے علاوہ شناساؤں کے حلقہ میں بھی قومی محبت کا زندہ جاوید تخم بو گئے آں مرحوم کا یہ جذب دروں آج بھی ان کے فرزند اکبر جناب چودھری محمد عبدالمجید صاحب جاڑ روپڑی کی شکل میں مجسم موجود ہے۔ موصوف کو اٹھتے، بیٹھتے، سوتے جاگتے قوم کی تنظیم و اصلاح کی دھن سوار رہتی ہے اس مقصد کے آگے دنیا کی ہر مہم اور ہر کام ان کے سامنے گرد ہو کر رہ جاتا ہے آپ کے مخلصانہ تعاون نے جہاں انجمن گوجراں دہلی و روپڑ کو عرصہ تک زندگی بخشی وہاں گوجر گزٹ بھی ان کے دست اعانت کا عرصہ تک ممنون رہا۔

جب آپ انجمن گوجراں لاہور شہر کے صدر بنے آپ ہی کی شبانہ روز کوششوں سے لاہور شہر و چھاونی میں قومی تنظیمیں فعال طریقہ سے کام کرنے لگی تھیں اور ان دونوں انجمنوں نے انجمن مرکزیہ گوجراں پاکستان سے ناطہ جوڑا تھا۔

چودھری صاحب کو بالخصوص انجمن مرکزیہ کے تعلیمی و اصلاحی منصوبوں سے گہری دلچسپی تھی اور قرض حسنہ وظائف فنڈ وغیرہ کے لئے عملی امداد آپ کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذوق و شوق کو المضاعف کرے اور آپ کو قومی خدمت کے مواقع اور زیادہ نصیب ہوں اور انجمن گوجراں لاہور آپ کی قیادت میں ہمہ گیر قومی اخوت کی اس تعلیمی و اصلاحی تحریک میں اپنا فرض منصبی کماحقہ پورا کرے۔ آمین

چودھری ولی محمد صاحب انسپکٹر اشتمال آراضی

جناب چودھری ولی محمد صاحب بھی ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب سول سرجن کی طرح عاشق قوم ہیں تنظیم کے ہر دور میں آپ قومی خدمات میں پیش پیش رہے ہیں آپ گوجر پور کلاں۔ ضلع جالندھر کے ایک مشہور گوجر خاندان سے متعلق ہیں، آپ کا خاندان قومی خدمات کے لحاظ... سے ہمہ آفتاب ہے آپ کے برادر عزیز جناب ڈاکٹر چودھری عزیزالدین صاحب حال مقیم منڈی بہاؤالدین ہی وہ ان تھک اور مخلص قومی کارکن ہیں جنہوں نے کنگوڑ میں عدیم المثال اور عظیم الشان نظام کے تحت، گوجر کانفرنس کا انتظام کیا تھا۔

چودھری ولی محمد صاحب ہمیشہ قومی تنظیم کی ہر تحریک میں صف اوّل میں رہے ہیں بالخصوص... انجمن مسلم گوجراں لاہور کا انجمن مرکزیہ گوجراں سے الحاق جناب ڈاکٹر چودھری عبدالعزیز صاحب اور چودھری ولی محمد صاحب کی مخلصانہ مساعی کا رہون منت ہے، پاکستان میں بھی چودھری صاحب نے موجودہ انجمن کی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں، آپ کے لائق ہونہار بھتیجے جناب چودھری اصغر علی صاحب بی۔اے مجلس انتظامیہ کے رکن ہیں اور ایک عرصہ تک انجمن گوجراں لاہور شہر کے صدر رہے ہیں۔

عالی جناب چودھری احمد علی صاحب

عالی جناب چودھری احمد علی صاحب کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں آپ موضع.... بھٹینڈہ ضلع ہوشیارپور حال چک نمبر ۹ تحصیل جڑانوالہ ضلع لائل پور کے رہنے والے ہیں قیام.. پاکستان پر آپ لاہور میں سکریٹری امپروسٹ رہے۔

گورنر ہاؤس کے بالمقابل پٹیالہ ہاؤس میں آپ سے مولف کی ملاقات اس کے بعد آپ مختلف مقامات پر اعلےٰ عہدوں پر تعینات رہے آجکل آپ لاہور میں سینٹرل ریکارڈ آفس (دفتر نوشتہ جات قدیم حکومت پاکستان لاہور کے انچارج (نگرانِ اعلیٰ) ہیں۔

—— ٭ ——

عالی جناب چودھری محمد حسین صاحب۔ ڈپٹی ڈائریکٹر

آپ گوجر قوم کی ایک معزز اور معروف ہستی ہیں آپ کا دل قومی محبت سے ہر وقت لبریز رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قومی مفاد کے سلسلہ میں آپ کا شمار قومی ہمدردان کے صف اول ہوتا ہے آپ محکمہ زراعت پنجاب کے ڈپٹی ڈائریکٹر ہیں۔

—— ٭ ——

عالی جناب چودھری عبدالحمید صاحب

آپ کی سابق رہائش موضع ڈنگولی تحصیل روپڑ ضلع انبالہ ہے آپ کا گوت... (خاندان) ساوہبر ہے۔ جناب چودھری اللہ بخش صاحب کے (جو ایک دیندار اور فدائے قوم بزرگ ہیں) فرزند ہیں۔ آپ مڈل پاس کرنے کے بعد بحیثیت سپاہی محکمہ پولیس میں بھرتی ہوئے دوران ملازمت میں میٹرک پاس کیا اور اپنی خداداد قابلیت کی بنا پر آپ انسپکٹر ہوئے اور تا حال اسی عہدہ پر قلعہ سیالکوٹ میں تعینات ہیں۔

نوٹ:۔ لفظ رانا قوم کا اعزاز ہے جو سوا گوجر قوم کے اور کہیں نہیں ہوتا اس لئے ہم نے اسے گوجر معززین کیلئے استعمال کیا ہے گوجروں کے تمام کتبوں میں الفاظ راول، رانا، جام وغیرہ خطابات اعزازی صرف گوجروں کیلئے مخصوص تھے۔ مولف

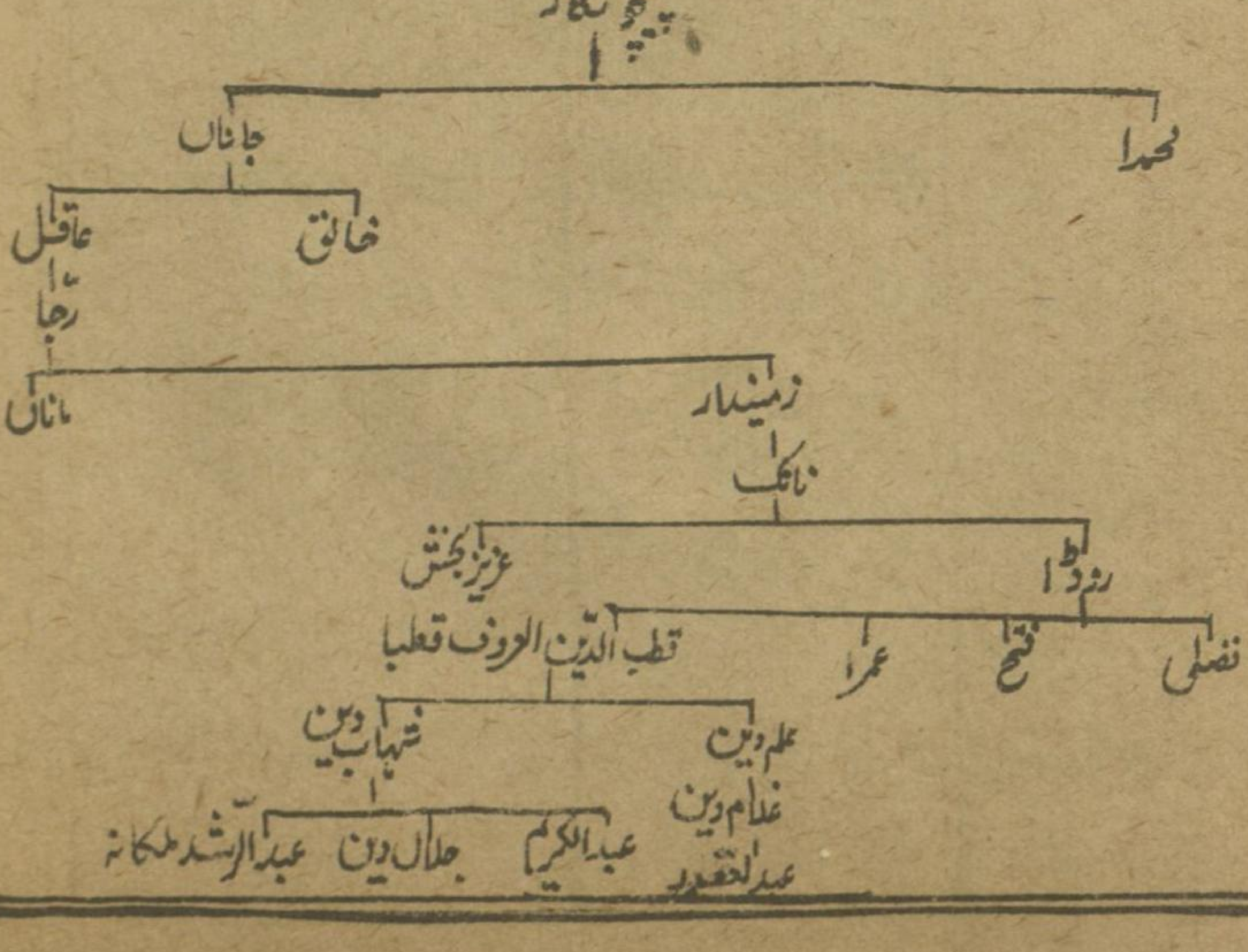
قوم کے چند کارکن و معزز حضرات

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ	کیفیت
۱	عالیجناب چودھری عبدالجلیل صاحب کشان	ماسلہ نگار گوجر گزٹ حال مقیم پیپلز کالونی۔ لائل پور	آپ گوجر قوم میں تجارت و بینک کاری کے کام کو فروغ دینے کے خواہشمند ہیں آپ جموں کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے
۲	عالیجناب چودھری شیر محمد صاحب چھاولہ	منسٹری آف ورکس۔ کراچی	
۳	عالیجناب چودھری مولانا محمد اسحٰق صاحب بلوبیر	مرکزی رکن انجمن مرکزیہ گوجراں	
۴	،، ،، مولوی قطب الدین صاحب کولی	۵۳/۱ جٹ لینڈ لائن کراچی	آپ کی زندگی قومی کاموں سے بھرپور ہے۔
۵	،، ،، حکیم الدین بی۔اے ایل ایل بی	مرکزی رکن۔ انجمن مرکزیہ گوجراں	
۶	،، ،، نادر علی (پنشنر)	کوئٹہ بلوچستان	
۷	،، ،، محمد ایوب صاحب	محکمہ ڈاک دفتار کوئٹہ بلوچستان	
۸	،، ،، عبدالرشید لون	اسٹیٹ آفس۔ کراچی	
۹	،، ،، دین محمد صاحب پوسوال	چک ۹۵/۱۳ ای۔بی نزد بوریوالہ مالک مدینہ بیکری۔ کراچی	آپ کے والد جناب عمر الدین صاحب موضع جٹ پور ضلع ہوشیار پور کی مقتدر ہستی تھیں

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ	کیفیت
۱۰	عالیجناب چودھری محمد امین صاحب کھٹی	اورسیز پاک پی ڈبلیو ڈی کراچی	
۱۱	" " " میرافضل	مقام بیلہ۔ تحصیل کالام۔ ڈاکخانہ بحرین علاقہ گبران ضلع مردان۔ ریاست سوات (سابق سرحد)	
۱۲	" " " احمد جان		
۱۳	" " " محمد یونس		
۱۴	" " راول عابد حسین پسر چودھری خادم علی	نمبردار چک نمبر ۴/۵ ایل منٹگمری	سابق مکین موضع لپینہ علاقہ بانی ہٹ

۱۵ عالیجناب چودھری عبدالرشید صاحب ملکانہ مسلم کمرشل بینک کراچی رکن مرکزی انجمن ہذا

آپکے دادا چودھری قطب الدین صاحب ایک معزز ہستی ہیں آپکے والد کا نام غلام احمد ہے اور آپکے دو بھائی عبدالکریم و جلال دین ہیں۔ ملکانوں کے سات گاؤں بھاوڑہ فتو وال، مہری پور، وغیرہ ہیں موضع بھاوڑہ یا بھابڑہ علاقہ بارہ منگا تحصیل نگرگڑھ ضلع سیالکوٹ سے آپکا شجرہ حسب ذیل ہے۔



نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ	کیفیت
۱۶	عالیجناب چودھری کمال الدین صاحب پسر چودھری حیات الدین صاحب	حال مقیم موضع ٹھٹھانوالی ضلع گوجرانوالہ	مالک ممتاز ٹفن روم کراچی
۱۷	عالیجناب چودھری کمال الدین صاحب پسر جناب چودھری فرید بخش صاحب	مقیم کراچی	
۱۸	عالیجناب چودھری محمد حسین صاحب پسر جناب " شیر محمد صاحب	ساکن سابق موضع توگڑی علاقہ روپڑ ضلع انبالہ حال چک نمبر ۳۳ جنوبی چوکی بھاگٹ ضلع سرگودھا	مالک ظفر ٹفن روم کراچی
۱۹	عالیجناب چودھری فضل محمد صاحب بانٹھ پسر " علی بخش صاحب	ساکن سابق موضع جنڈی علاقہ کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیارپور حال چک 509/E.B منڈی بوریوالا تحصیل دہاڑی ضلع ملتان	آپ وزارت صحت و تعمیرات میں سپرنٹنڈنٹ ہیں
	آزاد کشمیر		
۲۰	چودھری میاں سید علی صاحب	سپرنٹنڈنٹ پولیس میرپور	
۲۱	چودھری شمس الدین صاحب	اسکول ہیڈ ٹیچر ٹریننگ اسکول میرپور	
۲۲	مسٹر عبدالرحمٰن شمیم	گورنمنٹ کالج میرپور	
۲۳	چودھری فضل محمد صاحب	مینیجر ریزن کمپنی جنڈی تحصیل بھمبر میرپور	
	بھاولپور اسٹیٹ		
۲۴	مولوی اختر علی صاحب	کمشنر بحالیات بھاولپور	
۲۵	چودھری اقبال الٰہی صاحب	اوورسیر نہر بنگلہ میکلوڈگنج "	

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
۲۶	چودھری احمد علی صاحب	مدرس گورنمنٹ ہائی اسکول ہارون آباد
۲۷	چودھری سلطان علی صاحب	ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول چک نمبر ۵۰ مبارک آباد
۲۸	چودھری عبدالعزیز صاحب منشی	ایس۔ڈی۔ او۔ رحیم یارخاں
۲۹	چودھری غلام محمد صاحب	ریلوے گارڈ بھاول نگر
۳۰	چودھری فضل الہٰی صاحب	ایگریکلچر آفیسر۔ رحیم یارخاں
۳۱	چودھری فتح الدین صاحب	گڈس آفس ریلوے اسٹیشن چشتیاں بھاولپور
۳۲	چودھری فضل محمد صاحب مالیرکوٹلوی	محرر چنگی بشہر اللہ آباد۔ رحیم یارخاں
۳۳	چودھری محمد حسین صاحب	حولدار کوٹھی کمشنر صاحب بہادر پولیس بہاولپور
۳۴	چودھری ڈاکٹر نیاز احمد صاحب	میڈیکل آفیسر۔ سنٹرل جیل۔ بھاولپور
	جھنگ	
۳۵	چودھری اللہ بخش صاحب مفتی	سینئر کلرک کنسٹرکشن ڈویزن۔ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی جھنگ
۳۶	چودھری شفیع عالم صاحب بی۔ اے	اے۔ ایس۔ آئی۔ پولیس جھنگ
۳۷	عبدالکریم صاحب	محکمہ زراعت چنیوٹ مکان نمبر ۳۶۱ لاہور دروازہ
۳۸	محمد شریف صاحب	ایگریکلچر اسسٹنٹ، تنوکوٹ۔ ضلع جھنگ
	جہلم	
۳۹	چودھری کرم داد صاحب ٹھیکیدار	موضع بوڑا نزد ریلوے اسٹیشن دینہ۔ جہلم
۴۰	چودھری نادر علی صاحب مدرس	بٹی سیداں۔ ڈاکخانہ پھاڑے سیداں۔ جہلم
۴۱	چودھری نعمت علی صاحب مدرس	اسلامیہ ہائی اسکول دینہ۔ ضلع جہلم
	راولپنڈی	
۴۲	الف دین صاحب	ٹیچر اسکول ساگری۔ ضلع راولپنڈی

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
۴۳	پنشنر صوبیدار اللہ دین صاحب	سکنہ ٹھیکریاں ڈاکخانہ دولتالہ ضلع راولپنڈی
۴۴	امانت علی صاحب	مینجر ریزن ایجنسی رحمٰن برادرز دتہ روڈ راولپنڈی
۴۵	عبدالرشید منصوری صاحب	انسپکٹر زراعت مکان نمبر ۱۵۴۴/۵ اصغر مال روڈ "
۴۶	عبدالرشید صاحب منصوری	" " کھوٹہ ۔ راولپنڈی
۴۷	صوبیدار فضل احمد خانصاحب	ڈی اینڈ ڈی بی این آر پی اے ایس سی ریکارڈ چکلالہ
۴۸	محبوب علی صاحب	ایگریکلچر اسسٹنٹ گوجرخاں راولپنڈی
	واہ کیمپ	
۴۹	رحمت اللہ صاحب ایم۔اے۔بی۔ٹی	ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول تلہ گامی براستہ حسن ابدال۔ ضلع اٹک۔
۵۰	چودھری مولوی ہدائت اللہ صاحب	صدر گوجر جاٹ کانفرنس بلاک ۲۴ واہ کیمپ
۵۱	علی احمد صاحب ارشد بی۔اے۔بی۔ٹی	ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول تلہ گامی براستہ حسن ابدال۔ ضلع اٹک۔
۵۲	چودھری خیر محمد صاحب ۔ صدر	گوجر جاٹ کانفرنس ۔ واہ کیمپ
۵۳	چودھری فیروزالدین صاحب	بلاک آفیسر پارک ـــ واہ کیمپ
	سرحد	
۵۴	اکرم خاں صاحب زمیندار	سکنہ ٹکر۔ تحصیل و ضلع مردان
۵۵	چوہدری آزاد خاں صاحب	ٹھیکیدار بجری لیسوال سکنہ جھنگڑہ تحصیل ایبٹ آباد
۵۶	چودھری بدرالدین صاحب	ریزن ڈپو بھیکری۔ ڈاکخانہ و تحصیل مانسہرہ
۵۷	منشی بدرالدین صاحب	" گوریا۔ ڈاکخانہ اوگی تحصیل مانسہرہ
۵۸	بادشاہ گل صاحب زمیندار	سکنہ ٹکر۔ تحصیل و ضلع مردان

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ جات
۵۹	تاج محمد صاحب چوہان	سکنہ گجرات۔ تحصیل وضلع مردان
۶۰	چودھری جان محمد صاحب	ریزن ڈپو۔ بیٹری۔ تحصیل مانسہرہ
۶۱	سردار جہانگیر خاں صاحب لینڈ لارڈ	سکنہ تربیلہ۔ تحصیل وضلع ہزارہ
۶۲	خوشحال خاں صاحب کھٹانہ نمبردار	سکنہ بغداده۔ تحصیل وضلع مردان
۶۳	حاجی خطاب الدین صاحب	سکنہ گوجر گڑھی " "
۶۴	خان سمیع الدین خاں صاحب زمیندار	سکنہ سپائی۔ تحصیل چارسدہ۔ ضلع پشاور
۶۵	سردار خورشید عالم خاں صاحب	سکنہ کوٹ نجیب اللہ تحصیل ہری پور ہزارہ
۶۶	حاجی رفیع الدین صاحب زمیندار	سکنہ بغداده تحصیل وضلع مردان
۶۷	زرداد خاں صاحب چوہان زمیندار	سکنہ گجرات تحصیل وضلع مردان
۶۸	میجر زمرد خاں صاحب	سکنہ کوٹ نجیب اللہ تحصیل ہری پور ہزارہ
۶۹	چودھری سلطان علی صاحب	ریزن ڈپو شیر گڑھ۔ تحصیل مانسہرہ
۷۰	سعد الدین پسوال صاحب طالب علم بی۔ اے پشاور یونیورسٹی	سکنہ گوجر گڑھی۔ تحصیل وضلع مردان
۷۱	سید یوسف صاحب بی۔ اے	سکنہ دھوبیاں۔ تحصیل صوابی ضلع مردان
۷۲	سردار خانصاحب چیچی زمیندار	ساکن بھنگڑہ۔ تحصیل ایبٹ آباد
۷۳	چودھری شرف الدین صاحب	ریزن ڈپو۔ باری سیری۔ تحصیل مانسہرہ
۷۴	ملک شمس الدین صاحب برگٹ	سکنہ گوجر گڑھی ضلع مردان
۷۵	شاہ میر خاں صاحب	سکنہ نوشہرہ کلاں۔ تحصیل نوشہرہ
۷۶	چودھری میجر عبد القیوم صاحب	کلاتھ مرچنٹ کشمیری بازار۔ مانسہرہ
۷۷	مولوی عبد الرحمٰن صاحب	امام مسجد۔ موضع کشتر ڈاکخانہ گڑھی حبیب اللہ ہزارہ
۷۸	علی گوہر صاحب گورسی زمینداری	سکنہ گجرات تحصیل وضلع مردان
۷۹	حاجی عبد الکبر صاحب سوداگر چرم	محلہ حمزنگ آباد۔ آسخان زئی تحصیل چارسدہ پشاور

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
۸۰	عبداللہ خاں صاحب	تحصیل چارسدہ - پشاور
۸۱	عبدالغفور خاں صاحب	سکنہ کوٹ دولت رائے تحصیل و ضلع مردان
۸۲	ملک عبدالرحمٰن خانصاحب زمیندار	سکنہ جاگل " "
۸۳	" عزیز الرحمٰن صاحب بی-اے-ایل-ایل بی	وکیل - ہری پور
۸۴	چودھری عزیز الرحمٰن صاحب ٹھیکیدار بجری	جھگڑہ - تحصیل ہری پور ہزارہ - ایبٹ آباد
۸۵	چودھری غلام محمد صاحب	ریزن ڈپو - خاکو گلیاں - تحصیل مانسہرہ
۸۶	منشی غلام رسول صاحب	ریزن کمپنی - چڑیاں - ڈاکخانہ خاکی - "
۸۷	غفران الدین صاحب گورسی زمیندار	سکنہ گجرات - تحصیل و ضلع مردان
۸۸	غلام حیدر خاں صاحب بیجی	سکنہ غازی کوٹ - تحصیل و ضلع مردان
۸۹	چودھری فتح محمد صاحب	ریزن ڈپو - تلہاڑی - تحصیل مانسہرہ
۹۰	فیروز خاں صاحب کھٹانہ لمبردار	سکنہ جھنگڑہ - ڈاکخانہ گجرات - مردان
۹۱	فیروز الدین صاحب لیسوال بی-اے متعلم - ایل-ایل-بی	سکنہ گوجر گڑھی - تحصیل و ضلع مردان
۹۲	چودھری نقر محمد صاحب ٹھیکیدار بجری	جھنگڑہ - تحصیل ایبٹ آباد ضلع ہری پور ہزارہ
۹۳	کریم داد صاحب زمیندار	سکنہ نظر کلی، تحصیل صوابی ضلع مردان
۹۴	کالے خاں صاحب کھٹانہ ٹھیکیدار	مقام کشکہ - ڈاکخانہ جھنگڑہ - تحصیل ایبٹ آباد ضلع ہری پور ہزارہ -
۹۵	حاجی لعل دین صاحب کھٹانہ لمبردار	مقام و ڈاکخانہ مکر - تحصیل و ضلع مردان
۹۶	لعل شرف صاحب "	" " "
۹۷	چودھری لفٹیننٹ میرداد خانصاحب او-بی-آئی - بہادر - ایم - ایل - اے	ایڈمنسٹریٹر میونسپلٹی ہری پور ہزارہ
۹۸	چودھری محمد شفیع صاحب	ڈپو یونگیٹ - تحصیل مانسہرہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
۹۹	محمد اکبر خاں صاحب نمبردار	سکنہ گجرات۔ تحصیل و ضلع مردان
۱۰۰	حاجی محمود خانصاحب کھٹانہ نمبردار	سکنہ لنبدادہ۔ " "
۱۰۱	سردار محمد عالم خانصاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی	وکیل۔ ہری پور
۱۰۲	محمد اشرف صاحب	سکنہ کشکہ۔ ڈاکخانہ جھنگڑہ۔ ہری پور ہزارہ
۱۰۳	مولانا مہر الدین صاحب قمر	نواں شہر۔ مکان ۱۸۶۔ تحصیل ایبٹ آباد ضلع ہزارہ
۱۰۴	چودھری نبی بخش صاحب	میٹ جڑاں۔ ڈاکخانہ گیدڑ پور تحصیل مانسہرہ
۱۰۵	نظر علی صاحب	ریزن ڈپو شیر گڑھ۔ "
۱۰۶	نور خدین صاحب	سکرٹری ضلع مسلم لیگ مردان
۱۰۷	نیاز بیگ صاحب	سکنہ لاہور۔ تحصیل صوابی۔ ضلع مردان
۱۰۸	وارث خاں صاحب زمیندار	سکنہ سروچینہ۔ تحصیل و ضلع مردان
۱۰۹	امیراں شاہ صاحب کھٹانہ	ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس سکنہ لبغدادہ تحصیل و ضلع مردان۔
۱۱۰	سردار اللہ بخش خانصاحب	سپرنٹنڈنٹ کنٹرولر آفس پشاور
۱۱۱	بوستان محمد خانصاحب	انسپکٹر سی۔ آئی۔ ڈی۔ مکان ۳۴/۱ بابو محلہ پشاور
۱۱۲	چودھری سردار حمید اللہ خاں صاحب پی۔ سی۔ ایچ	ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ مڈل اسکول۔ گڑھی حبیب اللہ ضلع ہزارہ۔
۱۱۳	سردار خداداد خاں صاحب	انسپکٹر انجمن ہائے امداد باہمی پشاور
۱۱۴	چودھری سید گل صاحب	اول مدرس پیر سدا ڈاکخانہ تخت بھائی تحصیل و ضلع مردان
۱۱۵	سعید گل صاحب کھٹانہ	مدرس سکنہ پیر سدو۔ تحصیل و ضلع مردان
۱۱۶	شیر داد خانصاحب چوہان	ملازم۔ سکنہ گجرات۔ تحصیل و ضلع مردان
۱۱۷	شمشاد خانصاحب کھٹانہ	سکنہ لبغدادہ۔ تحصیل و ضلع مردان

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
۱۱۸	رانا ضیاء الدین صاحب	ملازم سکنہ سپالئی۔ تحصیل چارسدہ۔ ضلع پشاور
۱۱۹	" سردار عبد اللطیف صاحب	ملازم۔ کوٹ نجیب اللہ۔ تحصیل و ضلع ہری پور ہزارہ
۱۲۰	" چودھری غلام دستگیر صاحب	منیجر ریزن کمپنی۔ بمقام جبڑیال۔ ڈاکخانہ خاکی تحصیل مانسہرہ
۱۲۱	" غلام علی خاں صاحب	ملازم بسکنہ گجرات تحصیل و ضلع مردان۔
۱۲۲	" قلندر حسین صاحب	اقبال ٹوبیکو کمپنی۔ مردان
۱۲۳	" گل زریں صاحب	برانچ پوسٹ ماسٹر تخت بھائی سکنہ گوجر گڑھی مردان
۱۲۴	" مقدر خاں صاحب	ملازم سکنہ روخانے۔ تحصیل و ضلع مردان
۱۲۵	" سردار محمد عالم خاں صاحب	پولیٹیکل ایجنٹ خیبر ایجنسی سکنہ کوٹ نجیب اللہ۔ ہری پور ہزارہ
۱۲۶	" سردار محمد انور خاں صاحب	انسپکٹر جی۔ ٹی۔ ایس
۱۲۶ الف	" وارث خاں صاحب	متعلم " سیدو شریف سوات

سرگودھا

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
۱۲۷	" صدر الدین صاحب چاڑ	چک نمبر ۱۲۳ جنوبی ڈاکخانہ ڈھنڈیوالی تحصیل و ضلع سرگودھا
۱۲۸	" ضیاء الدین صاحب	کمرشیل ریڈیو سروس۔ کچہری بازار۔ سرگودھا
۱۲۹	" سردار غلام فرید صاحب	بلاک نمبر ۳۔ سرگودھا
۱۳۰	" فضل داد غلام محمد	کسان آئرن اسٹور کوہ نور سوپ فیکٹری بلاک ۱ سرگودھا
۱۳۱	" ملک نور الدین صاحب ایم۔ اے	بلاک نمبر ۱۰۔ سرگودھا
۱۳۲	" محمد جان صاحب۔ ایس۔ وی۔ کلاس	گورنمنٹ مڈل اسکول۔ شاہ پور

سیالکوٹ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
۱۳۳	رانا اللہ دتہ صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی	سائنس ماسٹر۔ اسلامیہ ہائی اسکول بدوملہی تحصیل نارووال
۱۳۳ الف	رانا دین محمد صاحب	کمرشیل کالج۔ ڈسکہ
۱۳۴	" چودھری غلام محی الدین صاحب	گرداور قانونگو۔ حلقہ مرزا گورایہ۔ تحصیل ڈسکہ

نمبر	اسمائے گرامی	پتہ
۱۳۵	چودھری قطب الدین صاحب	ٹیچر بھاگووال۔ تحصیل پسرور
	تحصیل شکر گڑھ	
۱۳۶	روشن دین صاحب	موضع سید پور ڈاکخانہ شکر گڑھ ضلع سیالکوٹ
۱۳۷	راجہ سلطان علی صاحب	ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔ موضع گنمالہ۔ تحصیل شکر گڑھ
۱۳۸	حاجی شیر محمد صاحب	موضع سید پور۔ ڈاکخانہ کھنہ " "
۱۳۹	" شاہ محمد صاحب	" سیکر پالی۔ ڈاکخانہ و تحصیل "
۱۴۰	چودھری عبد الرحیم صاحب رئیس اعظم M.L.A	" سینگرمی " "
۱۴۱	" عبد الغنی صاحب	" ببوہ۔ ڈاکخانہ خاص "
۱۴۲	" فیروز الدین صاحب بی۔اے۔ بی۔ٹی	قصبہ سکھوچک براستہ چک عمرو "
۱۴۳	" حاجی محمد یوسف صاحب نمبردار	موضع بھٹیاں ڈاکخانہ چک قافنیاں "
۱۴۴	" صوبیدار ڈاکٹر محمد اکرام صاحب	موضع گھروٹہ ڈاکخانہ نیل براستہ کوٹ نیناں "
۱۴۵	بشیر احمد صاحب	ماسٹر مڈل اسکول گنمالہ۔ تحصیل شکر گڑھ
۱۴۶	حکیم الدین صاحب	مدرس ورنیکلر مڈل اسکول بھنور۔ " "
۱۴۷	منشی حشمت علی صاحب پنشنر	اسکول ماسٹر جوڑہ گوجراں ڈاکخانہ دودھوچک "
۱۴۸	دین محمد صاحب منشی فاضل	ٹیچر ڈی۔بی۔ ہائی اسکول۔ شکر گڑھ
۱۴۹	حافظ عبد الرحمٰن صاحب چھچھوالی	مسلم مدرسہ غوثیہ موضع لکھوچک تحصیل شکر گڑھ
۱۵۰	ماسٹر عالم الدین صاحب	مڈل اسکول گنمالہ "
۱۵۱	غلام قادر صاحب	ماسٹر اینگلو ورنیکلر اسکول سہرجال۔ "
۱۵۲	غلام رسول صاحب	ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول گنمالہ "
۱۵۳	غلام غوث صاحب	وٹرنری ہسپتال شکر گڑھ
۱۵۴	چودھری غلام علی صاحب	ہیڈ ماسٹر گنمالہ۔ تحصیل شکر گڑھ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
۱۵۵	حاجی محمد حسین صاحب سیف۔ بی۔اے	پلیڈر تحصیل شکرگڑھ مورخ تاریخ گوجراں
۱۵۶	〃 محمد یعقوب صاحب	ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول سرجال ڈاکخانہ سیر کلاں تحصیل شکرگڑھ
۱۵۷	چودھری ہدایت علی صاحب بی۔اے۔ بی ٹی	منٹگمری ضلع سیالکوٹ۔ صدر انجمن گوجران تحصیل شکرگڑھ
۱۵۷ الف	عبدالغفور صاحب قمر ایم۔اے۔ ایل ایل بی	ایڈووکیٹ شکرگڑھ
	سیالکوٹ خاص	
۱۵۸	چودھری سلطان علی صاحب	وکیل۔ محلہ پورن نگر۔ سیال کوٹ
۱۵۹	مولوی عبدالقیوم صاحب	موضع بوکن۔ ڈاکخانہ مرادپور۔ سیال کوٹ
۱۶۰	چودھری عبدالحق صاحب شاہد	سکرٹری انجمن گوجراں فتح گڈھ سیالکوٹ
۱۶۱	〃 غلام رسول صاحب متعلم بی۔اے	موضع کھروٹہ۔ تحصیل سیالکوٹ
۱۶۲	〃 فرمان علی صاحب بی۔اے۔ ایل ایل بی	وکیل۔ سیالکوٹ
۱۶۳	〃 محمد حسین صاحب بی۔اے	نائب صدر مرکزی فیڈریشن۔ موضع بوکن
.		ڈاکخانہ مرادپور ضلع سیالکوٹ
۱۶۴	چودھری بشیر احمد صاحب	اسٹور کیپر۔ ڈسٹرکٹ جیل سیالکوٹ
۱۶۴ الف	رانا وکیر علی بی۔اے	پرنٹر و پبلشر گوجر گزٹ سیالکوٹ
	شیخوپورہ	
۱۶۵	رانا سلطان علی صاحب بی۔اے۔ ایل۔ ایل۔ بی	ایڈووکیٹ شیخوپورہ
۱۶۶	〃 محمد اسلم صاحب 〃 〃 〃	〃 〃
۱۶۷	〃 محمد صدیق صاحب	ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔ غازی منارہ تحصیل شیخوپورہ
۱۶۸	〃 جان محمد صاحب	سب انسپکٹر پولیس۔ سانگلہ ہل
۱۶۹	〃 حمایت علی صاحب	ایس۔ ڈی۔ او۔ شیخوپورہ
۱۷۰	〃 روشن دین صاحب	الممبر اے۔ ڈی۔ سی۔ غازی منارہ تحصیل شیخوپورہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
۱۷۱	رانا صدر الدین صاحب	ہیڈ کلرک محکمہ نہر، سول کوارٹر۔ شیخوپورہ
۱۷۲	" عبداللہ صاحب	پنچائت آفیسر۔ شیخوپورہ
۱۷۳	" محمد رمضان علی صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی	گورنمنٹ ہائی اسکول۔ شیخوپورہ
۱۷۴	" محمد علی صاحب	ڈسٹرکٹ انجینیر۔ شیخوپورہ
۱۷۵	" محمد غوث صاحب	ہیڈ ماسٹر۔ ایم۔ بی پرائمری اسکول۔ شیخوپورہ
	کراچی	
۱۷۶	رانا محمد سلیمان صاحب	سکرٹری (سی) ڈپٹی انسپکٹر آف گوڈونز نیشنل بنک آف پاکستان نکل روڈ۔ کراچی۔ کوارٹر نمبر ۳۵۸/۴ عقب جیکب لائنز۔ کراچی
۱۷۷	غلام دین صاحب	(سی) اسسٹنٹ انچارج منسٹری آف ریفیوجی پاکستان سکریٹریٹ کراچی کوارٹر نمبر ۱۰۷ الیف جیکب لائنز۔ کراچی۔
۱۷۸	محمد حسین صاحب بی۔ اے	پروپرائٹر جے سلطان اینڈ کمپنی ۵۷ بی ایم اے بلڈنگ نکل روڈ کراچی۔ ۲۱۸۱ پیر الہی بخش... کالونی۔ کراچی۔
۱۷۹	دربار الحق صاحب جگت پوری	(سی) اسسٹنٹ منسٹری آف ایگریکلچر پاک سکریٹریٹ کراچی۔
۱۸۰	فضل نادر صاحب	(سی) اسسٹنٹ افسر محکمہ آثار قدیمہ فریر ہال۔ کراچی
۱۸۱	محمد شریف صاحب ایگزیکٹو انجینیر	پاکستان پی۔ ڈبلیو۔ ڈی حال متعینہ گلگت
۱۸۱	نواب علی صاحب	(سی) فنانشل ایڈوائزر۔ جائنٹ واٹر بورڈ نیپیئر بیرکس۔ کراچی

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
۱۸۳	غلام حسین صاحب	(سی) اسسٹنٹ بری ڈیپارٹمنٹ نیپیر برکس کراچی
۱۸۴	عطا محمد صاحب	(سی) ہیڈ کلرک پاک پٹرولیم لمیٹڈ کاٹن ایکسچینج بلڈنگ۔ کراچی۔
۱۸۵	محمد شریف صاحب	اورسیر محکمہ تعمیرات۔ کراچی
۱۸۶	محمد نسیم احمد صاحب ملکانہ	" " " "
۱۸۷	محمد عبداللہ صاحب	" " " "
۱۸۸	محمد امین صاحب بھٹی	" " " "
۱۸۹	احمد حسین صاحب فلائنگ آفیسر	پی۔ اے۔ ایف۔ ملیر کینٹ۔ کراچی
۱۹۰	محمد طفیل ارشد صاحب	آڈیٹر۔ لوکل آڈٹ آفس۔ ملیر کینٹ۔ کراچی
۱۹۱	رانا ملک محمد حیات چوہان	مالک پاکستان پرنٹنگ انکس کمپنی۔ کراچی
۱۹۲	سبحان علی (مستری)	پی۔ ڈبلیو۔ ڈی۔ کراچی
۱۹۳	محمد شریف اسٹینوگرافر	پی۔ آئی ڈی سی۔ کراچی
	گجرات	
۱۹۴	حکیم سردار علی صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی	اقبال میڈیکل اسٹور گجرات
۱۹۵	ڈاکٹر عزیزالدین صاحب	قلعہ گوجراں۔ منڈی بہاؤالدین
۱۹۶	عبدالرحمن صاحب	ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔ چک ۱۲ عثمانی منڈی
۱۹۷	فضل الٰہی صاحب ایم۔ ایل۔ اے	گجرات (پنجاب)
۱۹۸	فیض احمد صاحب	پاکستان انجینیرز اینڈ کنٹریکٹر۔ گجرات
۱۹۹	فیروز خاں صاحب	ڈیرہ والا متصل خالصہ اسکول منڈی بہاؤالدین
۲۰۰	میاں فتح محمد صاحب ایم۔ ایل۔ اے	گجرات (پنجاب)
۲۰۱	کرم الدین برادر چودھری بدرالدین صاحب	قلعہ گوجراں منڈی بہاؤالدین

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
۲۰۲	محمد زماں صاحب ایم۔ ایل اے	لالہ موسیٰ
۲۰۳	صوبیدار محمد حیات صاحب	موضع بالونہ۔ ڈاکخانہ دولت نگر۔ گجرات
۲۰۴	کپتان عبد اللہ صاحب	موضع کوٹلہ لکرالی۔ تحصیل کھاریاں
۲۰۴ الف	نصیب الدین	قادر آباد (سابق پٹی کلیانہ۔ کرنال)
	گوجرانوالہ	
۲۰۵	حاجی احمد علی صاحب جگرانوی	موضع ملکے براستہ کاموکی
۲۰۶	چودھری امیر الدین صاحب	موضع جھٹانوالی۔ زمیندار۔ گوجرانوالہ
۲۰۷	الٰہی بخش صاحب نمبردار	" " "
۲۰۸	امیر محمد صاحب سابقہ نمبردار	ادھووال
۲۰۹	آبادان صاحب نمبردار	"
۲۱۰	امام الدین صاحب نمبردار	مقام بدوی۔ ضلع گوجرانوالہ۔
۲۱۱	چودھری الحاج شیر جنگ بڑ گوجر صاحب	گوندلانوالہ۔ ضلع گوجرانوالہ
۲۱۲	" پیر محمد بڑ گوجر صاحب	" " " "
۲۱۳	" محمود حسن " "	" " " "
۲۱۴	" محمد اسماعیل صاحب کپتان	" " " "
۲۱۵	" محمد ابراہیم صاحب "	" " " "
۲۱۶	" فتح محمد صاحب نمبردار	موضع جھٹانوالی۔ گوجرانوالہ
۲۱۷	نذیر حسین صاحب ذیلدار	ادھووالی۔ تحصیل و ضلع گوجرانوالہ
۲۱۸	نگاہی بخش صاحب زمیندار	موضع جھٹانوالی۔ گوجرانوالہ
۲۱۹	ڈاکٹر نیاز الدین صاحب	سول ہسپتال۔ حافظ آباد
۲۲۰	ملک چراغدین صاحب امرتسری	گلی لدھا سنگھ۔ آبادی حاکم رائے شہر گوجرانوالہ
۲۲۱	ملک مولا بخش صاحب	شیخوپورہ دروازہ گلی چراغدین "

نمبر شمار	اسمائے گرامی		پتہ
	لاہور		
۲۲۲	چراغ الدین ملک بی۔اے۔ (ایل۔ایل۔بی)		پرنٹر و پبلشر ہفت روزہ گجر لاہور و صدر آل پاکستان گوجر اسٹوڈینس فیڈریشن چوک نگینہ۔ باغبان پورہ
۲۲۳	شہاب الدین ملک	بی۔اے	نائب صدر آل پاکستان گوجر اسٹوڈینس فیڈریشن اندرون موچی گیٹ حویلی پتھراں والی مکان نمبر — ۵ ۱۳ E لاہور
۲۲۴	محمد عبد المجید روپڑی (ایل۔ایل۔بی)	بی اے	خازن آل پاکستان گوجر اسٹوڈینس فیڈریشن سابق صدر انجمن گوجراں لاہور۔ نمبر ۲۸ پرانی انارکلی لاہور۔
۲۲۵	گلزار محمد ناز (سکینڈ ایر)		رکن مجلس انتظامیہ آل پاکستان گوجر اسٹوڈینس فیڈریشن لاہور
۲۲۶	چودھری نذیر احمد اختر بی۔اے		ایڈیٹر ماہنامہ سحر و رکن انتظامیہ آل پاکستان... گوجر اسٹوڈینس فیڈریشن... اندرون لکی گیٹ حویلی ملک لوز ماہی لاہور
۲۲۷	ملک محمد شریف بی۔اے		معرفت شہاب الدین ملک اندرون موچی گیٹ، لاہور
۲۲۸	ڈپٹی نیاز احمد		محکمہ موسمیات پنجاب لاہور
۲۲۹	چودھری سردار محمد		نائب تحصیلدار ضلع کچہری لاہور
۲۳۰	" کرم الٰہی چوہان بی۔اے ایل ایل۔بی		وکیل ضلع کچہری۔ لاہور
۲۳۱	نصیب احمد برکی		سب انسپکٹر۔ لاہور
۲۳۲	فضل احمد "		" "
۲۳۳	رحمت خان		ٹریفک انسپکٹر دفتر ٹرانسپورٹ سوسائٹی لاہور

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
۲۳۴	رانا فضل الحق صاحب	اے۔ ایس۔ پی تھانہ پرانی انارکلی لاہور
۲۳۵	اصغر علی صاحب	سب انسپکٹر اینٹی کرپشن۔ لاہور
۲۳۶	" فیض احمد صاحب	" تھانہ گوالمنڈی "
۲۳۷	" محمد حنیف صاحب	" " "
۲۳۸	" ہارون الرشید صاحب	اے۔ ایس۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ڈی۔ لاہور
۲۳۹	" نواب الدین صاحب	سب انسپکٹر سی۔ آئی۔ اے۔ لاہور
۲۴۰	" نور محمد صاحب	انسپکٹر سی۔ آئی۔ ڈی۔ لاہور (راجھنگ)
۲۴۱	" حشمت علی صاحب	" ریلوے پولیس لائن۔ لاہور
۲۴۲	" امیر احمد صاحب	ممبر لاہور کارپوریشن۔ پرانی انارکلی لاہور
۲۴۳	" غلام محمد صاحب	" " گارڈن ٹاؤن لاہور
۲۴۴	" عصمت علی نسیم	ہیڈ ماسٹر باٹا پور ہائی اسکول لاہور
۲۴۵	" روشن الدین صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی	انگلش ٹیچر شیرانوالہ ہائی اسکول لاہور
۲۴۶	" عنایت محمد بی۔ اے	۱۲/ا سالگ رام اسٹریٹ نزد لال کوٹھی لاہور
۲۴۷	" اسماعیل صاحب	انسپکٹر زراعت چونیاں۔ ضلع لاہور
۲۴۸	ملک احمد دین صاحب باگڑی	باگڑیاں سیدڈاکخانہ جلو ضلع لاہور
۲۴۹	رفیق احمد صاحب	سب انسپکٹر پنجاب پولیس سی۔ آئی۔ ڈی۔ آئی۔ جی۔ آفس۔ لاہور
۲۵۰	" محمد اسماعیل صاحب	لائن سپرنٹنڈنٹ محکمہ بجلی۔ راج گڑھ بکان سنلہ
۲۵۱	" محمد یوسف صاحب	" " " " "
۲۵۲	" عبدالعزیز صاحب	" " " قصور
۲۵۳	" محمد حبیب صاحب	" " بتوکی
۲۵۴	" غلام رسول صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی	ایجوکیشنل انسٹرکٹر سنٹرل جیل روڈ۔ لاہور

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
۲۵۵	چودھری نیاز محمد صاحب	پی۔ایس۔اے محکمہ بندوبست کارمانہ روڈ۔ لاہور
۲۵۶	" اللہ لوک صاحب اختر (ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی)	لیبر انسپکٹر دفتر الیکشن آفیسر اندرون شاہ عالمی گیٹ۔ لاہور
۲۵۷	حافظ محمد عبداللہ صاحب ایم۔اے	سنلائٹ بلڈنگ مال روڈ۔ لاہور
۲۵۸	چودھری الطاف حسین صاحب بی۔اے	وکیل
۲۵۹	" سعید احمد صاحب ایم۔اے	اسسٹنٹ دفتر فنانشل کمشنر پنجاب سول سکرٹریٹ لوئر مال روڈ۔ لاہور
۲۶۰	" رحمت اللہ صاحب بی۔اے	گزٹ سیکشن " " " "
۲۶۱	" محمد رفیق صاحب	اکاونٹنٹ سی آئی ڈی۔ پنجاب فنگر پرنٹ بیورو لوئر مال روڈ۔ لاہور۔
۲۶۲	اصغر علی صاحب بی۔اے	وارڈ راشننگ آفیسر رائل پارک قلعہ گوجر سنگھ
۲۶۳	عبدالمجید صاحب بی۔اے	کلرک اسٹبلشمنٹ سیکشن دفتر ڈائریکٹر فوڈ پرچیز سول سپلائز۔ لوئر مال روڈ۔ لاہور
۲۶۴	ملک معراج صاحب بی۔اے	" " " " "
۲۶۵	چودھری محمد اسماعیل صاحب	کلرک آوٹ ایجنسی سیکشن۔ ٹی۔اے برانچ دفتر ڈپٹی چیف اکاونٹس این۔ڈبلیو ریلوے۔ لاہور
۲۶۶	" محمد شفیع صاحب۔بی۔اے	اسسٹنٹ کلرک دفتر پنجاب آرگیشن سکرٹریٹ۔ پی۔ڈبلیو۔ڈی۔ پرانی انارکلی۔ لاہور
۲۶۷	" رحمت علی صاحب	سپرنٹنڈنٹ دفتر چیف انجینیر۔ پنجاب پی ڈبلیو ڈی الیکٹرک سٹی برانچ۔ پرانی انارکلی۔ لاہور
۲۶۸	" میراں بخش صاحب	اسٹینو گرافر۔ کنفیڈنشل سیکشن۔ پرانی انارکلی لاہور۔

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
	لائل پور	
۲۶۹	چودھری عبدالمجید صاحب اختر	چک نمبر ۲۵۰ اوکھروال براستہ ٹوبہ ٹیک سنگھ لائلپور
۲۷۰	" عبدالحمید صاحب ایم۔ ایل۔ اے	" " ۱۲۰ گ ب تحصیل جڑانوالہ۔ ضلع "
۲۷۱	غلام قادر صاحب بی۔ ایس۔ سی	زراعتی کالج لائل پور
۲۷۲	" محمد شفیع صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی	وکیل متصل ٹاؤن ہال۔ لائل پور
۲۷۳	" ولی محمد صاحب " " "	" لائل پور
۲۷۴	" احمد الدین صاحب	کاٹن سیڈ گریڈنگ انسپکٹر۔ تاندلیانوالہ۔ لائلپور
۲۷۵	" بدر الدین صاحب	سب انسپکٹر کواپریٹو سوسائٹی عدووالہ چک ۲۱۳ تحصیل سمندری۔ ضلع لائل پور
۲۷۶	" حبیب اللہ صاحب	انگلش ٹیچر۔ ڈی۔ بی۔ ہائی۔ اسکول رام دیوالی ۲/ج ب۔ براستہ چک جھمرہ۔ ضلع لائل پور
۲۷۷	" حبیب جیلانی صاحب	نائب تحصیلدار مینگری ۲۱۷ گ۔ ب تحصیل سمندری لائل پور
۲۷۸	خواجہ صاحب	پروفیسر زراعتی کالج۔ لائل پور
۲۷۹	" سلطان علی صاحب	پروفیسر انیٹومالوجی۔ "
۲۸۰	" صدر الدین صاحب	ہیڈ کلرک محکمہ نہر کینال کالونی۔ لائل پور "
۲۸۱	ماسٹر محمد ابراہیم صاحب	چک ۴۶۶ گ ب۔ ڈاکخانہ ڈھیکوٹ تحصیل سمندری لائلپور
۲۸۲	" عبدالعزیز صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی	سیکنڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول کمالیہ
۲۸۳	" عبدالعزیز صاحب سابقہ نائب تحصیلدار	چک ۴۷۶ گ۔ ب۔ تحصیل سمندری۔ لائل پور
۲۸۴	" عطا جیلانی صاحب پی۔ ایس۔ سی	چک ۱۲۱ گ۔ ب " "
۲۸۵	" عبدالحمید صاحب ایم۔ ایس۔ سی	زراعتی کالج لائل پور

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
۲۸۶	چوہدری غلام قادر صاحب ایم۔ ایس۔ سی	پروفیسر زراعتی کالج۔ لائل پور
۲۸۷	” محمد ابراہیم صاحب بی۔ اے بی۔ ٹی	ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول پیلے گوجراں چک ۱۴۲ گ۔ب
۲۸۸	” محمد ذوالفقار صاحب	انچارج ورنیکلر کلاس۔ زراعتی کالج لائل پور
۲۸۹	” کیپٹن ڈاکٹر محمد شفیع صاحب	آفیسر انچارج۔ زراعتی کالج۔ لائل پور
۲۹۰	” ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب	انچارج سول ہسپتال کمالیہ۔ لائل پور
۲۹۱	” مسعود احمد صاحب بی۔ اے	ڈی۔ سی۔ آئی گلی نمبر ۹۔ طارق آباد۔ لائل پور
۲۹۲	” نثار احمد صاحب	انسپکٹر پولیس ٹریفک۔ لائل پور
	منٹگمری	
۲۹۳	رانا ابراہیم صاحب نمبردار	موضع سو بھارام تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری
۲۹۴	” خادم علی صاحب راول نمبردار	چک ۸۴/۵ ۔ ایل ضلع منٹگمری
۲۹۵	” نبی احمد صاحب عرف نبیا راول	” ” ”
۲۹۶	” جمال الدین صاحب بڑ گوجر	” ” ”
۲۹۷	” غلام دستگیر صاحب	ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ چیچہ وطنی
۲۹۸	” فضل احمد صاحب نمبردار	چک نمبر ۱۲ ایچ۔ ایل ضلع منٹگمری
۲۹۹	” مہرالدین صاحب بی۔ اے	چک ۲/۱۰۔۸۔ایل دھوبی والہ اوکاڑہ
۳۰۰	” محمد حسین صاحب ولد امیرالدین صاحب	ٹھیکیدار نزد ڈاکخانہ رینالہ خورد
۳۰۱	” جمال دین صاحب	ٹیچر مڈل اسکول چک ۲/۱۰۔۸۔ایل نزد دھوبی والہ
۳۰۲	چوہدری عبدالحمید صاحب	سب انسپکٹر پولیس پاک پتن۔ منٹگمری
۳۰۳	رانا مہردین صاحب	فوڈ سپروائزر۔ اوکاڑہ
۳۰۴	” محمد رفیق صاحب اینڈ برادرز	غلہ منڈی چیچہ وطنی
۳۰۵	” غلام محی الدین صاحب	اسسٹنٹ فوڈ کنٹرولر اوکاڑہ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	پتہ
	ملتان	
۳۰۶	چودھری محمد شفیع ایم۔ اے	چک نمبر ۹ ٹارنٹی برھاسنت۔ ضلع ملتان
۳۰۷	شمشیر علی صاحب اشرف	کمرشیل مینیجر ملتان سپلائی کمپنی۔ ملتان چھاونی
۳۰۸	عبدالغفور صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ای۔ ایس	پرنسپل اسلامیہ کالج۔ ملتان
۳۰۹	سردار محمد اکبر صاحب	انسپکٹر زراعت۔ لودھراں۔ ملتان
۳۱۰	محمد رشید احمد صاحب	اوورسیر۔ بائی۔ ڈاکخانہ ہیڈ سدنئی۔ ملتان
۳۱۱	محمد شریف صاحب	نائب تحصیلدار۔ ملتان
	میانوالی	
۳۱۲	چودھری بشیر احمد صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی	کینال کالونی، میانوالی
۳۱۳	محمد عبداللہ صاحب ایس ڈی او	دہلے والا۔ کینال کالونی۔ میانوالی
۳۱۴	غلام نبی صاحب ضلعدار خوشاب	کینال کالونی۔ میانوالی
	بلوچستان وسندھ	
۳۱۵	رانا محمد یوسف صاحب	اسٹیشن ماسٹر این۔ ڈبلیو۔ آر۔ بمقام ہرنائی بلوچستان۔
۳۱۶	رانا محمد ایوب صاحب چوہان	اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ آفس پوسٹ آفس کوئٹہ شہر
۳۱۷	رانا لال خاں صاحب	پی۔ ڈبلیو۔ آئی۔ مکھڑ روڈ۔ دادو سندھ

۳۱۸	رانا بشیر احمد صاحب ظفر	
۳۱۹	,, غلام سرور صاحب بجاڑ	گورنمنٹ ہائی اسکول۔ میرپور خاص
۳۲۰	,, فتح محمد صاحب	ریلوے انسپکٹر سندھ

مذکورہ بالا چند معززین گوجر قوم ہیں۔

نوٹ نمبرا یہ فہرست عدیم الفرصتی اور عجلت کی وجہ سے نامکمل ہے

جن حضرات کے اسمائے گرامی اس فہرست میں شامل نہیں ہو سکے ہیں ان سے مولف عدم واقفیت کی بناء پر معافی کا خواستگار ہے۔

یہ ایک قومی کام ہے مجھے امید ہے کہ آئندہ طباعت (سکینڈ ایڈیشن) کے وقت ہمدردانِ قوم احقر کے ساتھ تعاون فرمائیں گے۔ تاکہ موجودہ گوجروں کی ایک مکمل فہرست تیار ہو سکے۔

نمبر ۲ مختلف فہرستوں میں مختلف اعزازات کی وجہ سے چند نام دوبارہ آئے ہیں جو ناگریز تھے

مولف گوجر

باب دہم

انجمن مرکزیہ گوجراں کے سرپرست!

یعنی

گوجر قوم کے موجودہ آفتاب

۱:- **الحاج راناکمال الدین صاحب** تمام ملک کے گوجروں میں الحاج راناکمال الدین کی ذات گرامی نصف النہار کے آفتاب کیطرح درخشاں ہے ۱۹۲۵ء میں گوجروں کے چیچی خاندان میں بمقام موضع راجگیری ڈاکخانہ نورپور تحصیل اونہ ضلع ہوشیارپور میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپنے سکول کی تعلیم سے فارغ ہوتے ہی نوجوانی میں بیکری کے کاروبار کو بمقام دہلی شروع کیا اور اس کاروبار میں نمایاں ترقی کی۔

۱۹۴۷ء کے بعد آپ کراچی تشریف لائے اور وہی سابقہ کاروبار یہاں بھی شروع کیا دیانتداری اور تجارتی اصول کی پابندی نے آپ کا نام کراچی کے بیکرز میں سرفہرست کر دیا آپ اب ایک "یونائیٹڈ بیکری" کے مالک ہیں جو فریر اسٹریٹ کراچی میں واقع ہے۔

آپنے حال ہی میں اس بیکری کے متعلق تمام جائداد از قسم ہوٹل وغیرہ بھی سوا لاکھ روپے میں خرید لیا ہے اس خریداری سے پہلے آپ قوم میں تعلیمی تبلیغ کیلئے مختلف مدات میں ساڑھے آٹھ ہزار روپیہ دے چکے تھے آپ کا اعتقاد ہے کہ قومی اور عوامی کاموں میں خدا کی راہ میں رقم خرچ کرنا صرف نیت پر منحصر ہے اس سے کوئی کمی نہیں آتی، آپ ایک مخلص مہمان نواز اور بااخلاق شخص ہیں غریبوں کی ہمدردی بلالحاظ مذہب وملت قوم وفرقہ کرتے ہیں۔ آپ کا مختصر شجرہ حسب ذیل ہے۔

آپ کا دل قومی درد سے ہروقت لبریز رہتا ہے اور قوم کے فلاح وبہبود کے متعلق نئی نئی راہیں نکالنے کیلئے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔

رانا اودے چھچھی

رانا کریم الدین المعروف سندھوریہ

- الحاج کمال الدین
- جمال الدین
- غلام حسین (مرحوم)
- نذیر حسین
  - اختر حسین
- نبی احمد
- غلام احمد
  - ناصر احمد

رانا اودے چھچھی کے یہاں کوئی اولاد زندہ نہ رہتی تھی اس لئے ان کی زوجہ نے سندھورہ شریف کے مزار پر بیٹا ہونے کی منت مانی آخر بچہ کا نام سندھوریہ رکھا گیا اور اسکی پرورش ویدک مذہب کے پابند ایک گوجر گھرانے میں ہوئی۔

جب سندھوریہ کی عمر سات آٹھ سال کی ہوئی تو اسے سندھورہ شریف بھیجا گیا اور اس کا نام کریم الدین رکھا گیا کریم الدین المعروف سندھوریہ کی زندگی صوفیانہ رنگ میں بسر ہوئی، حاجی صاحب موصوف انہیں کریم الدین صاحب کے فرزند ہیں۔ آپ دو مرتبہ حج کر چکے ہیں۔ خدا نے آپ کو تین فرزند سلطان محمود، شمیم احمد اور حنیف احمد عطا فرما کر واپس لے لئے خدا سے دعا ہے کہ حاجی کی نسل قیامت تک کے لئے آباد و شاد رہے اور خدا انہیں اولاد سے سرفراز کرے آمین

۱۸۔ الحاج رانا محمد اقبال صاحب چشتی

جو اشخاص گوجروں کی تاریخ سے واقفیت رکھتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ چھچھی خاندان کا مرتبہ آریہ نسل میں افضل و اعلیٰ ہے کون نہیں جانتا کہ بدھ اور جین جیسے تبلیغی مذاہب کے پیش رو اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے برہمن مذہب کی گایتری دیوی جو اس مذہب کے نقطۂ نظر سے ایک اعلیٰ صفات کی مالک تھیں وہ بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں جس کے نام کی عبادت گاہیں آج بھی راجستھان میں موجود ہیں، دنیا کے آخری مذہب اسلام میں بھی اس خاندان نے اپنی سابقہ خصوصیات کو برقرار رکھا اور حافظ عبدالحق صاحب مدظلہ،

مورخ تاریخ گوجراں' الحاج رانا کمال الدین صاحب اور الحاج رانا محمد اقبال صاحب چشتی نے چیچی خاندان کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔

سچ تو یہ ہے کہ یہ خاندان فنافی القوم ہے چنانچہ الحاج رانا محمد اقبال صاحب چشتی مدظلہ نے اپنی قوم کی تعلیمی پستی کو مدنظر رکھتے ہوئے' نہ صرف انجمن مرکزیہ گوجراں کی سرپرستی قبول فرمائی بلکہ گوجر ہائی اسکول کیلئے مبلغ پانچہزار روپے کا گرانقدر عطیہ بھی پیش کیا' آپ کی پیدائش موضع کانٹیاں ضلع ہوشیارپور کے چیچی خاندان میں ہوئی۔

آپ کے والد رانا نہال محمد صاحب مرحوم موضع مذکور اور ملحقہ علاقہ میں خاص اعزازات کے حامل تھے ان کی نرینہ اولاد میں عالی جناب الحاج رانا گلزار محمد صاحب انتقال فرما چکے ہیں باقی تین صاحبزادے' الحاج رانا محمد اقبال صاحب چشتی' رانا بہار محمد صاحب چشتی اور رانا سردار محمد صاحب چشتی "پنجاب وولن انڈسٹریز شاہدرہ" کے مالک ہیں اور لاکھوں روپیہ کا کاروبار کرتے ہیں۔ خدا ان حضرات کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے اور ان کی اولادوں کو عوام کی فلاح وبہبود کیلئے اپنے بزرگوں کا پیرو بنائے۔

۳:۔ عالی جناب رانا کرم الٰہی صاحب رانا صاحب موصوف ۱۹۱۴ء۔ میں..... موضع سسولی ضلع ہوشیارپور میں گوجروں کے مشہور خاندان کھٹانہ میں پیدا ہوئے ان کے والد ماجد چودھری محمد ابراہیم صاحب مرحوم محکمہ فورلیسٹ پنجاب میں ملازم تھے اور ایک چچا چودھری عمر الدین مرحوم محکمہ تعلیم میں اور دوسرے چچا چودھری قادر دین بھی عرصہ تک راولپنڈی میں گورنمنٹ ملازم رہے اور چوتھے بھائی چودھری اسماعیل زمیندارہ کرتے تھے ان کے دادا کا نام چودھری لکھن تھا۔

یوں تو موصوف کا تمام گاؤں اپنے علاقہ میں تعلیم کے لحاظ سے کافی بڑھا چڑھا ہوا تھا آپکے خاندان کے بہت سے افراد دینی و دنیوی تعلیم میں کافی اعلیٰ مدارج تک پہنچے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا مولوی احمد علی صاحب مرحوم بانی و مہتمم مدرسہ سبیل الرحمت سمتھری ہوشیارپور اور جناب حافظ محمد الدین صاحب مرحوم اسی خاندان سے متعلق تھے' مدرسہ مذکور کی دینی خدمات ہر طبقہ میں مسلّم تھیں اور اس کے علاوہ چودھری میجر نذیر احمد منسٹری آف ڈیفنس کراچی چودھری عبدالحمید مہتمم النار لاہور اور چودھری حبیب الرحمٰن مہتمم النار بھاولنگر د.....

چودھری محمد اسماعیل صاحب انجنیئر گلف آئل لاہور بھی اسی خاندان سے ہیں۔

چودھری کرم الہیٰ کا بچپن حکیم عمر بخش صاحب مرحوم جو کہ تمام گاؤں میں بابا جن کے لقب سے مشہور تھے جنہوں نے گاؤں کی تعلیم، صحت اور صفائی میں نمایاں کردار ادا کر کے میر سید سولی لقب سے جانے جاتے تھے کی صحبت میں رہے جس سے چودھری صاحب میں بلند حوصلگی اور عالی ہمتی کوٹ کوٹ کر بھر گئی۔

خود تعلیم سے فارغ ہو کر محکمۂ زراعت میں مقدم بن گئے لیکن طبیعت قانع نہ تھی چنانچہ ملازمت چھوڑ کر مربعوں کی آباد کاری میں مصروف ہو گئے یہ مربعے ان کے گاؤں کے بہت سے لوگوں نے ریاست بھاولپور کے آباد ہونے کے وقت چک نمبر ۹ نزد چشتیاں خریدے تھے چنانچہ انکی محنت اور زمین کی آباد کاری انہیں کافی آمدن دینے لگی اور اس کے ساتھ ساتھ چودھری صاحب نے شہری جائیداد بنانے کی طرف زیادہ دھیان دیا چنانچہ چشتیاں میں مکانات اور دوکانیں تعمیر کیں اور ایک آڑھت کی دوکان بھی انکی اپنی چل رہی ہے اور اسی طرح پھر ٹرانسپورٹ کا سلسلہ شروع کیا چنانچہ چشتیاں بس سروس انکی اپنی ہے جو کہ ریاست بھاولپور میں ایک معیاری ٹرانسپورٹ ہے لیکن ان تمام کامیابیوں میں کم سخن اور جدوجہد کے پتلے چودھری نور محمد صاحب جو کہ موصوف کے چھوٹے بھائی ہیں کا زیادہ ہاتھ ہے۔ خدا موصوف کو ایسے فرمانبردار اور انتھک محنتی بھائی کے تعاون سے مستفیض رکھے۔

قومی کاموں میں چودھری صاحب کی دلچسپیاں گو انکی طبیعت کا خاصہ ہیں لیکن ان میں خصوصیت کی وجہ زیادہ یہ ہے کہ چودھری صاحب کے رشتہ داری کے تعلقات مشہور قومی رہنما ڈاکٹر عزیز الدین صاحب گوجر پوری سے ہیں اور چونکہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے خاندان نے نہ صرف مقدور بھر قومی خدمت کی بلکہ جس فرد یا خاندان کا ان کے ساتھ لگاؤ تھا ہر ایک کو قومی خدمت کی ترغیب دی اور انہیں کے ایماء پر چودھری کرم الہیٰ صاحب نے مبلغ پانچہزار روپیہ کی خطیر رقم قومی اسکول کو دیکر ایک اعلیٰ مثال پیش کی ہے۔

۴۸:- **رانا دین محمد صاحب چارٹ** آپ گوجر قوم کی وہ بے لوث اور معزز ہستی ہیں جن کے دل میں قومی فلاح و بہبود کے لیے ہمہ وقت ایک تڑپ موجود رہتی ہے اور یہی تمنا آپ اکثر و بیشتر عملی صورت میں بھی ظاہر

کرنے کی کوشش کرتے ہیں آپ "دین سوپ فیکٹری راولپنڈی" کے مالک ہیں چونکہ ایک... با اصول تاجر ہونے کی وجہ سے رموز تجارت سے واقف ہیں لہذا کاروبار میں ترقی کے امکانات آئے دن نظر آتے رہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ "دین سوپ فیکٹری کا صابون عوام میں مقبولیت حاصل کرتا جا رہا ہے۔

آپ انجمن مرکزیہ گوجراں کے سرپرستوں میں سے ہیں اور قومی فلاح و بہبود میں کوشاں رہ کر ہمہ وقت پیش پیش نظر آتے ہیں۔

۵:۔ رانا بدر الدین صاحب — آپ کا تعلق مشرقی پنجاب سے ہے۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے بعد ضلع گجرات منڈی بہاؤالدین میں مقیم ہیں آپ انجمن کے سرپرست اور قومی بہی خواہ ہیں آپ کشمیر روزن فیکٹری کے مالک ہیں

۶:۔ عالی جناب رانا محمد اکبر خاں صاحب الفنا اخنالوی — آپ کے مفصل حالات آئندہ باب میں ملاحظہ فرمائیے۔

۷:۔ عالی جناب الحاج ملک محمد سلیمان صاحب — آپ گوجر قوم کی مایہ ناز ہستی ہیں اور اعلیٰ پایہ کے محکمۂ تعمیرات کے ٹھیکیدار ہیں... ٹیکسلا کے آپ رئیس اعظم ہیں نہ صرف آپ انجمن کے سرپرست ہیں بلکہ ایک خطیر رقم فتح الدین گوجر ہائی اسکول لاہور کے لئے مرحمت فرما چکے ہیں۔

۸:۔ رانا شکر الدین صاحب — آپ کا نام نامی گوجر اقوام میں محتاج تعارف نہیں آپ کا تعلق گوجر گھرانے کے ایک معزز گھرانے سے ہے آپ کے دل میں قومی جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے جس کے تحت آپ ہر قومی کام میں پیش پیش رہتے ہیں آپ کے اظہار خیال سے یہ بات صاف طریقہ پر ظاہر ہوتی ہے کہ آپ قوم کو آسمان ترقی پر ایک درخشندہ ستارے کے مانند دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس سے آپ کے قومی جذبات کا کافی اندازہ ہو سکتا ہے۔ بہرحال میں یہاں پر

یہ ضرور تحریر کروں گا کہ اگر قوم میں اس طرح کے جذب صادق رکھنے والے فرزند پیدا ہو جائیں تو قوم بہت جلد قعر ذلت سے نکل کر شاہراہ ترقی پر گامزن ہونے لگے گی۔

اس ضمن میں یہ تحریر کرنا ضروری ہے کہ قوم سے جب تک جہالت دور نہ ہو گی اس کے خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکیں گے چنانچہ رانا صاحب موصوف اسی خیال کے تحت قوم میں تعلیم کو فروغ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔

۹:- رانا خدا بخش صاحب

آپ ایک بلند حوصلہ اور پختہ عزائم کے گوجر گھرانے کے چشم و چراغ ہیں آپ کے خاندان میں متعدد ہستیاں ایسی گذر چکی ہیں جنہوں نے کبھی بھی اپنے ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر ترجیح نہیں دی' چنانچہ اسی ماحول میں آپکی تعلیم و تربیت ہوئی اور یہی رنگ (حب قومی) آپ پر غالب آیا چنانچہ آپ بھی ہر قومی بہبود میں پیش پیش رہتے ہیں۔

۱۰:- عالی جناب ملک محمد بشیر صاحب

عالی جناب ملک محمد بشیر صاحب جو قوم کے ایک سچے بہی خواہ ہیں۔ موصوف اپنی نیک نفسی اور محبت قومی کی وجہ سے دور و نزدیک قوم میں مشہور ہیں۔ آپ کے دل میں ہر وقت اپنی قوم کی بہبودی کا خیال جاگزیں رہتا ہے' یہ بات مصدقہ ہے کہ آپ قوم میں جب کبھی کسی کے پاس جاتے ہیں اس بات پر زیادہ زور دوران گفتگو دیتے ہیں کہ گوجر قوم کی گذشتہ عظمت کیا تھی اور اب حالت موجودہ کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کے اسباب کیا ہیں۔ نیک ہدایات دینے کے بعد سامع کو اس قدر اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں کہ وہ ملاقات ثانی کا بہت بے تابی سے متمنی رہتا ہے۔

۱۱:۔ عالی جناب رانا غلام قادر صاحب بھاٹیہ

چودھری ٹفن روم کراچی کے آپ مالک ہیں موضع بالیوال ضلع ہوشیار پور آپ کی جائے پیدائش ہے اور اب ضلع لائل پور میں آپ آباد ہیں، کاروبار میں ترقی آپ کی محنت شاقہ کی منہ بولتی تصویر ہے آپ نے فتح الدین ماڈل ہائی اسکول کی تعمیر کے سلسلہ میں مبلغ یا الصد روپیہ کا عطیہ دیا ہے اور انجمن مرکزیہ گوجراں پاکستان کے زمرۂ سرپرستان میں شریک ہو گئے ہیں

۱۲:۔ عالیجناب رانا کمال الدین صاحب بھاٹیہ

عالی جناب چودھری کمال الدین صاحب ولد چودھری فرید بخش صاحب موضع بالیوال تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور کے مہاجر ہیں۔ آپ کراچی میں پاکستان بننے کے بعد تشریف لائے اور بالکل معمولی سرمایہ سے اپنا کاروبار شروع کیا مگر خدا کے فضل و کرم سے دیانتداری اور اصول تجارت اِن دونوں اصولوں پر گامزن رہ کر آج بفضل خدا کراچی کی برادری میں... کاروباری حیثیت سے بام عروج پر ہیں۔

آپ بہت ہی نیک نیت، طبیعت کے بہت ہی نرم اور دیندار ہیں کاروبار میں خدا کے فضل سے (سلف میڈ) ہیں، بہت کم لوگ ایسے ملیں گے جو کہ خود محنت کر کے اپنے کاروبار کو اتنی وسعت دے سکے ہوں۔ اس خاندان س ۱۱ اور ۱۲ کے علاوہ دو مسٹر کمال الدین صاحب کراچی میں اسسٹنٹ کلیم کمشنر میں شجرہ حصہ پنجم س دیکھئے۔

۱۳:۔ عالی جناب رانا جلال الدین صاحب سیٹھی

موضع سرتھلی ضلع ہوشیار پور میں گوجر قوم کے ایک ممتاز کٹاریہ خاندان کے چشم و چراغ چودھری جلال الدین صاحب سیٹھی ہیں آپ کو کاروبار کا ملکہ گویا قسام ازل کی ودیعت کیا تھا اور سن شعور کو پہنچتے ہی کاروبار شروع کر دیا، آج کل آپ سنٹرل سکریٹریٹ میں ایک اعلیٰ ٹفن روم چلا رہے ہیں جس کا نام "حسن ٹفن روم" ہے احباب کی ادنیٰ اپیل پر آپ نے قومی اسکول فتح الدین ماڈل ہائی اسکول گارڈن ٹاؤن لاہور کو مبلغ پانچسو روپیہ کا خطیر عطیہ بذریعہ چیک ارسال فرمایا۔

آپ جیسے نوجوان ہی قومی عظمت و سخاوت کی ساکھ رکھے ہوئے ہیں۔

۱۴:- رانا غلام نبی صاحب ٹھیکیدار

آپ کا گوت دفانان (برگٹ) ہے قدیم وطن موضع کو نیے وال تحصیل اونہ ضلع ہوشیارپور ہے اور اب آپ کا خاندان موضع ساہو والا تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں آباد ہے۔ آپ وسیع کاروبار کے مالک ہیں اور پاکستان ایر فورسس کے کیمپ ایریا ماڑی پور میں آپ کا لکڑی، کوئلہ اور راشن کا ٹھیکہ ہے۔ آپ جنرل اسٹور کے مالک بھی ہیں۔ جنرل سکریٹری انجمن مرکزیہ اور الحاج چودھری کمال الدین کی مشترکہ اپیل پر آپ نے فتح الدین ماڈل ہائی اسکول کے لئے مبلغ چارصد روپیہ کی خطیر رقم بطور عطیہ عطا فرمائی۔

۱۵:- عالی جناب رانا نیک محمد صاحب چوہان

عالی جناب رانا نیک محمد صاحب سالہا سال سے کراچی کی محفلوں کی رونق رہے ہیں۔ آپ کو قسام ازل نے حساس دل عطا کیا ہے اور قومی کاموں کے علاوہ ملی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں، کوئی بیس سال سے آپ انجمن مسلمانان پنجاب (رجسٹرڈ) کے سکریٹری ہیں، حال ہی میں آپ کراچی میونسپل کارپوریشن کے رکن منتخب ہوئے ہیں۔

مقامی انجمن گوجراں کے صدر الحاج کمال الدین اور جنرل سکریٹری انجمن مرکزیہ (چودھری صوفی محمد عبداللہ ایم۔ اے) کی دعوت پر آپ نے بکشادہ پیشانی مبلغ تین صد روپیہ چندہ عطا کر کے سرپرستان انجمن کے زمرہ میں شمولیت اختیار کی، نیز وعدہ کیا کہ وہ خود بھی مزید چندہ دیں گے۔

۱۶:- عالی جناب رانا اللہ دتا صاحب

آپ عالی جناب رانا نیک محمد صاحب کونسلر کراچی کارپوریشن کے قریبی عزیز ہیں۔ قبل از تقسیم ہی سے آپ کراچی میں بیرونی اسٹور کامیابی سے چلا رہے ہیں نیز آپ نے فتح الدین ماڈل ہائی اسکول کیلئے مبلغ دوصد روپیہ کا عطیہ مرحمت فرمایا ہے آپ کا شمار بھی ان قومی پروانوں میں ہے جو قوم کے ہر فرد کو بام عروج پر دیکھنا چاہتے ہیں اور اسی وجہ سے ہر قومی کام میں جسکا اظہار وقتاً فوقتاً انجمن مرکزیہ گوجراں کیطرف سے ہوا کرتا ہے عملی طور سے حصہ لینے کیلئے تیار رہا کرتے ہیں۔ آپ کا تعلق ضلع جہلم سے ہے۔

۱۷:- عالی جناب رانا دین محمد صاحب مدینہ بیکری کا یہ مالک اور پورے قد و قامت کا یہ وجیہہ جوان موضع جٹ پور ضلع ہوشیار پور میں آج سے اڑتیس سال قبل چودھری عمر الدین صاحب پوسوال کے گھر پیدا ہوا۔

تقسیم ملک کے بعد بوری والہ کے نزدیک چک نمبر ۹۵/۴۷ ای بی متوطن ہوا اور فوراً بعد میں کراچی جا کر بیکری کا کاروبار شروع کر دیا، کاروبار کے عروج کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہزاروں کی ماہانہ آمدنی ہو رہی ہے، طبیعت کا میلان کار خیر کیطرف ہونے کی وجہ سے اپنے چک میں صرف خاص سے ایک مسجد کی تعمیر شروع کروا رکھی ہے۔

سفیر انجمن اور الحاج چودھری کمال الدین کی توجہ دلانے کی وجہ سے دو صد روپیہ بطیب خاطر برائے فتح الدین ماڈل ہائی اسکول اسکول کے تعمیری سلسلہ میں پیش کیا ہے نیز یک صد روپیہ مزید دینے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ دعا ہے کہ پروردگار عالم آپ کے ارادہ کو استقامت بخشے۔ آمین۔

۱۸:- عالی جناب رانا فضل الدین صاحب تقسیم ملک کے بعد آپ جانی و مالی نقصان اٹھا کر مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے وارد کراچی ہوئے آپ چونکہ عزم صمیم کے مالک ہیں ناامیدی کو کفران نعمت سمجھتے ہیں لہذا اسی عزم و ارادہ کے ماتحت حالات حاضرہ کا مقابلہ کرتے ہوئے آپ نے بیکری کا کاروبار کراچی میں شروع کیا اور آج آپ اپنی مشکلات پر قابو پاتے ہوئے سنٹرل بیکری کے مالک ہیں اور ماشاءاللہ آپ کا یہ کاروبار شاہراہ ترقی پر گامزن ہے، قومی درد دل میں پوشیدہ رکھتے ہیں لہذا قومی مفاد ہمہ وقت پیش نظر رہتا ہے۔

۱۹:- عالی جناب رانا عبد الحمید صاحب گوجر قوم کے علاوہ قرب و جوار کا کون ایسا شخص ہے جو عالی جناب رانا عبد الحمید صاحب رئیس اعظم رحیم یار خاں سے واقف نہیں ہے، گوجر قوم کا یہ سپوت ہمہ وقت ہر کس و ناکس کے دکھ درد میں کام آتا رہتا ہے اس واجب التعظیم ہستی کا دست سخاوت اس قدر دراز ہے کہ کوئی حاجتمند بلا لحاظ ملت و مذہب اس کے دروازے سے واپس نہیں آتا

آپ قومی انجمن مرکزیہ گوجراں کے سرپرست بھی ہیں اور قوم کو جہالت کے غار سے نکال کر بام عروج پر پہنچانے کی کوششوں میں ہمہ تن مصروف رہا کرتے ہیں۔ چونکہ آپ بذات خود رئیس اعظم ہیں لہذا قرب وجوار میں کافی اثر رکھتے ہیں اور جذبۂ ہمدردی چونکہ آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے اسی جذبہ نے آپ کو مزید شہرت کا مالک بنا دیا ہے۔

۲۰:۔ عالی جناب رانا امام الدین صاحب جہاں گوجر قوم میں جہالت کا دور دورہ زیادہ تھا اور یہ قوم پستی کے بھیانک غار کی طرف بڑھتی جا رہی تھی وہاں قدرت نے اس قوم میں چند حساس دل ایسے بھی پیدا کیے جو قوم کی اس زبوں حالی سے بیحد متاثر ہوئے اور انہوں نے اس امر کا تہیہ کر لیا کہ قوم کی اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو وہ ساحل مراد تک لے جا کر رہیں گے چنانچہ انہیں چند ہستیوں میں عالی جناب رانا امام الدین کا نام نامی بھی قابل ذکر ہے، آپ نے لائل پور میں تجارتی اصول پر باضابطہ ٹرانسپورٹ قائم کی ہے جس کا نام "سمندری ٹرانسپورٹ" ہے آپ اس ٹرانسپورٹ کے مالک ہیں جو اپنی بااصولی کی وجہ سے دن بدن شہرت پذیر ہے دعا ہے کہ آپ کے دل میں الفت قومی کا جذبہ دن بدن ترقی پذیر ہو۔

۲۱:۔ الحاج مولانا اختر علی چوہان آپ کا تعلق موضع کھوڑی ضلع گجرات پنجاب سے ہے آپ خاندان چوہان سے تعلق رکھتے ہیں، کھوڑی کا یہ خاندان گوجروں میں کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے آپ فخر گوجر قوم، مورخ "شاہانِ گوجر" عالی جناب مولانا ابوالبرکات محمد عبدالمالک صاحب مرحوم کے فرزند ہیں، آپ بھاولپور میں ڈپٹی کمشنر رہ چکے ہیں آجکل پنشن لے رہے ہیں اور قومی کاموں میں آپ کی توجہ قابل ستائش و صد مبارکباد ہے

۲۲:۔ عالی جناب رانا فتح محمد صاحب آپ کا نام نامی قوم کے لئے محتاج تعارف نہیں آپ اندنوں ڈسٹرکٹ ٹرانسپورٹ میں منیجر ہیں انجمن مرکزیہ گوجراں کے سرپرستوں میں سے ہیں اور انجمن کے کام

میں پیش پیش رہنا اپنا فرض اوّلین سمجھ کر ہر اس کام کو بحسن خوبی انجام دیتے ہیں جس کو انجمن آپ کے سپرد کرتی ہے

۲۳:۔ عالی جناب ڈاکٹر رانا عبدالعزیز صاحب آپ کے مفصّل حالات کے لیے تاریخ ہذا کے گذشتہ صفحات ملاحظہ فرمائیے۔

۲۴:۔ عالی جناب ڈاکٹر عزیز الدین صاحب آپ کا تعلق مشہور و معروف گوجر گھرانے سے ہے جو منڈی بہاؤالدین گجرات پنجاب میں آباد ہے آپ کو اپنی زندگی کے ابتدائی ایام سے ہی اپنی قوم کی پسماندگی کا احساس ہے چنانچہ گوجر فرزند ہونے کی وجہ سے آپکی ہمیشہ کوشش رہی کہ نونہالان قوم جہالت کے عمیق غار سے نکل کر تعلیمی شمع کی روشنی میں شاہراہ ترقی پر گامزن ہوں چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کی مساعی جمیلہ صد آفریں ہیں۔

۲۵:۔ عالی جناب رانا ولی محمد صاحب الحاج جناب رانا ولی محمد صاحب گوجر پوری۔۔ (مشرقی پنجاب) سے آج کا کون گوجر واقف نہیں ہے آپ نہ صرف انجمن کے سرپرست ہیں بلکہ گوجر ہائی اسکول کے تعمیری کاموں میں بھی آپ کی مالی و جانی کوششوں کو خاص دخل ہے آپ ایک بزرگ شخص ہیں اور اعلیٰ پایہ کے محکمہ تعمیرات کے ٹھیکدار ہیں آپ کا دفتر تال روڈ لاہور میں "اکبر برادرز" کے نام سے مشہور ہے۔

۲۶:۔ عالی جناب رانا اسلام الدین صاحب آپ کے مفصّل حالات گزشتہ باب میں ملاحظہ فرمائیے۔

۲۷:۔ عالی جناب صوفی محمد عبداللہ صاحب آپ کے مفصّل حالات گذشتہ باب میں مذکور ہیں۔

۲۸:۔ عالی جناب خان محمد صاحب موصوف برگٹ گوت کے گوجر ہیں آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی محمد عالم تھا آپ سابقہ موضع سونکھڑی تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے ہیں اور ۱۹۳۲ء سے لاہور میں تشریف لا کر ہوٹل قائم کیا اور اسی وقت سے یہ کاروبار کر رہے ہیں، چنانچہ جب آپکا کاروبار کچھ ترقی پذیر ہوا تو آپ نے چند مربع اراضی چک نمبر ۱۰۷ شور کوٹ کے نزدیک خرید لی تھی اور اسی وجہ سے یہ خود اور ان کے متعلقین بھی تقسیم ملک کے بعد ہی یہاں آباد ہو گئے۔

۲۹:۔ عالی جناب غلام نبی صاحب آپ راحت بیکری واقع چھاؤنی لاہور کے مالک ہیں آپ کا دل قومی جذبۂ الفت سے ہمہ وقت سرشار رہتا ہے چنانچہ اسی جذبہ کے تحت آپ ہر قومی کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں اور قومی تعمیری کاموں میں آپکا دست تعاون دامے، درمے، قدمے اور سخنے ہمیشہ دراز رہتا ہے۔ آپ کے تاثرات سے یہ پتہ لگانا مشکل امر نہیں ہے کہ آپ قوم کے ہر ایک فرد کو بام ترقی پر دیکھنے کے خواہش مند رہتے ہیں جہاں تک خیال ہے کہ آپ نے بھی قومی اسکول کی تعمیر کے سلسلے میں ضرور حصہ لیا ہوگا لیکن تادم تحریر ایں سطور ابتک اس قسم کی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی ہے۔

۳۰:۔ عالی جناب محمد اقبال صاحب عالی جناب محمد اقبال صاحب ٹمبر مرچنٹ... کی ذات بابرکات سے کم وبیش قوم کا ہر فرد واقف ہے آپ گوجر قوم کے وہ مایۂ ناز فرزند ہیں جن پر قوم جہاں تک ناز کرے کم ہے تحقیق سے معلوم ہوا کہ ۱۹۴۷ء کے خونیں انقلاب کے موقعہ پر آپ نے مہاجرین کے زخم دل پر مرہم لگاتے ہوئے ایک پکے مسلمان ہونے کا ثبوت دیا ہے لہٰذا... اس جگہ پر یہ تحریر کرنا حقیقت کے خلاف نہ ہوگا کہ جس شخص کے دل میں جمیع مسلمانان کی محبت موجود ہوگی اس کا وہ دردمند دل قومی جذبات سے کسطرح خالی ہوگا چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آپ حتی المقدور قوم کو ابھارنے میں نمایاں طور سے حصہ لیا کرتے ہیں اور اس امر کی انجام دہی میں غفلت برتنا ایک گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔

۳۱:۔ عالی جناب نبی احمد صاحب یہ نوجوان ایک مخیر دل کا مالک ہے۔ الحاج چودھری کمال الدین صاحب چیچی مالک یونائیٹڈ بیکری کے چھوٹے بھائی ہیں۔

—— ✻ ——

۳۲:۔ رانا علی حسن چوہان (جنرل سکرٹری گوجر ایسوسی ایشن کراچی، سرپرست و مرکزی رکن انجمن مرکزیہ گوجراں) مؤلف تاریخ ہذا

—— ✻ ——

۳۳:۔ عالی جناب رانا اللہ بخش صاحب آپ کا تعلق مشرقی پنجاب سے ہے ۱۹۴۷ء کے خونیں انقلاب کے بعد آپ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور کراچی میں بیکری قائم کی اس کاروبار کو با اصول طریقہ پر چلانے پر بہت مختصر عرصہ میں کافی ترقی کی آپ کے دل میں قومی درد بدرجہ اتم موجود ہے اور اسی لئے ہر قومی کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں ساتھ ہی ساتھ آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔

—— ✻ ——

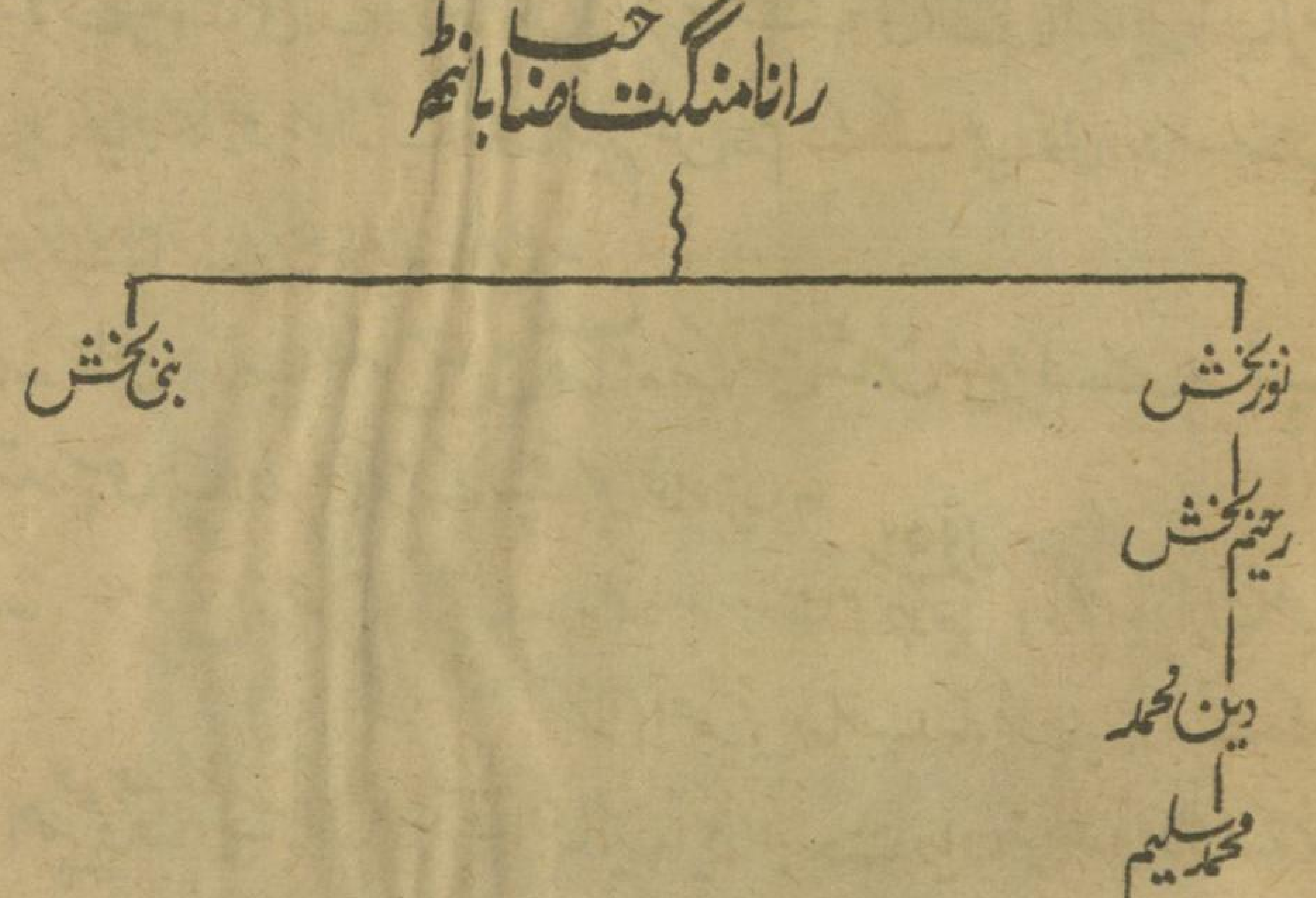
۳۴:۔ عالی جناب رانا قطب الدین صاحب عالی جناب رانا قطب الدین صاحب مشرقی پنجاب کے ایک ذی عزت گوجر گھرانے کے چشم و چراغ ہیں ۱۹۴۷ء کے روح فرسا خونیں انقلاب کے بعد آپ ہجرت کر کے کراچی تشریف لائے اور تجارتی اصول پر آپ ایک ٹفن روم کے کاروبار چلانے میں کامیابی حاصل کی۔ آپ انجمن مرکزیہ گوجراں کے سرپرستوں میں سے ہیں اور ہر قومی کام میں ہمہ وقت دلچسپی لینے کیلئے تیار رہتے ہیں۔

—— ✻ ——

۳۵:۔ رانا اللہ بخش (خاں) صاحب آپ کا سابقہ وطن مشرقی پنجاب میں تھا بعد تقسیم ملک آپ ہجرت کر کے کراچی تشریف لائے اور کراچی میں تجارت کا آغاز ایک ہوٹل کے قیام سے ہوا آپ کا یہ ہوٹل سکرٹیریٹ کراچی میں ہے جو دن دونی کافی ترقی پر ہے خدا کرے کہ آپ تجارت میں نمایاں ترقی حاصل کریں۔

—— ✻ ——

۳۶:- عالی جناب رانا دین محمد صاحب بانٹھ آپ تقسیم ملک سے پہلے موضع سرتھلی ڈاکخانہ نورپور تحصیل اونہ ضلع ہوشیارپور میں زمیندار تھے آجکل آپ کا خاندان بمقام چک نمبر ۱۲ تحصیل جڑانوالی ضلع لائل پور میں آباد ہے آپ دہلی میں بھی ہوٹل کا کاروبار کرتے تھے اور آج کل کراچی میں آپ "مخصر اتھفن روم" کے مالک ہیں آپ کے پردادا رانا منگت صاحب اپنے موضع مذکور کی ایک صاحب اقتدار ہستی تھے اور آپ کے دادا چودھری نور بخش بھی ایک زمیندار شخص تھے آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی چودھری رحیم بخش ہے، آپ کے بیٹے کا نام محمد سلیم ہے۔ آپ کا تعلق گوجروں کے معزز خاندان (گوت) ۔۔ بانٹھ سے ہے آپ کا مختصر شجرہ حسب ذیل ہے۔



۳۷:- عالی جناب رانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب عالی جناب رانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب گوجروں کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں آپ نے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ڈاکٹری کی اعلیٰ سند ایم۔ بی۔ بی۔ ایس حاصل کی، آپ کے والد ماجد عالی جناب رانا عبدالکریم صاحب محکمہ انجینئرنگ میں ایس۔ ڈی۔ او ہیں "انجمن مرکزیہ گوجراں" کے جائنٹ سکرٹری عالی جناب رانا ملک نورالدین صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ای۔ ایس آپ کے برادر نسبتی ہیں۔

رانا صاحب کا تمام خاندان اپنی قومی ہمدردی میں گوجروں میں نمایاں حیثیت کا مالک ہے نہ صرف آپ انجمن مرکزیہ کے سرپرست ہیں بلکہ گوجر ہائی اسکول لاہور کی تعمیر میں بھی آپ نے کافی

مالی امداد کی ہے۔ قوم بجا طور پر اس خاندان پر فخر کرتی ہے۔

۳۸:۔ عالی جناب شیر محمد صاحب کٹاریہ۔ آپ کا خاندان تقسیم ملک سے پہلے ضلع ہوشیارپور مشرقی پنجاب میں آباد تھا تقسیم ملک کے بعد جب اور دوسرے مقامات کیطرح اس صوبہ میں بھی مفسدین نے انسانی خون سے ہولی کھیلنی شروع کر دی اور پورا صوبہ اچھی طرح اس ہولناک آگ کی لپیٹ میں آگیا تو بمشکل تمام کافی نقصانات برداشت کرنے کے بعد آپ بحیثیت مہاجر کراچی تشریف لائے چونکہ عزائم بلند رکھتے تھے اور بقول مفکران تاریخ گوجر قوم مصائب و آلام کی آتشیں بھٹی میں تپ کر کندن بن جاتی ہے یہ گوجر سپوت بھی اپنے اور بھائیوں کی طرح ۱۹۴۷ء کی انقلابی آگ میں تپ کر سونے سے کندن بن گیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ آجکل عظیم لٹھن روم کے مالک ہیں قومی درد سینہ میں نہاں ہے اس لیے قوم کو بام ترقی پر دیکھنا چاہتے ہیں۔

۳۹:۔ عالی جناب فضل حسین صاحب۔ آپکا تعلق نتائن ضلع جہلم سے ہے۔ آپ معزز و مقتدر ہستی ہیں اور اپنی قوم کے سچے بہی خواہ ہیں۔

۴۰:۔ عزیزی ناصر احمد چیچی:۔ یہ ننھا سرپرست ۲ نومبر ۱۹۵۶ء کو ناظم آباد کراچی میں چودھری غلام احمد چیچی صاحب کے گھر پیدا ہوا ننھے کے والد چودھری غلام احمد چیچی صاحب ایک سیلانی طبیعت کے آدمی ہیں آپکی طبیعت زیادہ تر مشرق وسطیٰ کے ممالک میں لگتی ہے چنانچہ ننھے ناصر کی غور و پرداخت اس کے تایا عالی جناب الحاج رانا کمال الدین چیچی صاحب (مالک یونائیٹڈ بیکری) کرتے ہیں ننھا ناصر اپنے تایا سے اس قدر مانوس ہے کہ اگر حاجی صاحب کو کہیں باہر (پنجاب) وغیرہ جانا پڑتا ہے تو ناصر آپ کے ساتھ ہوتا ہے گوجر قوم کا یہ کمسن شہزادہ انجمن مرکزیہ گوجراں کے سرپرستوں میں سے ہے (ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات) مثل مشہور ہے، قبلہ حاجی صاحب کے فرزند کمسنی میں انتقال کر گئے اب یہ ننھا ہی اس گھر کا چشم و چراغ ہے۔

خدا سے دعا ہے کہ یہ ہونہار بچہ دنیا میں آفتاب بن کر چمکے۔ آمین



ننھا سرپرست انجمن مرکزیہ گرجراں پاکستان
ناصر احمد چیچی سکنہ ناظم آباد کراچی

فخرِ قوم گوجر خواتین ۔!

تاریخ سے متعلق ہماری مساعی کے اس مختصر مرقع میں تشنگی محسوس ہوگی اگر ہم چند گوجر خواتین کا تذکرہ نہ کریں ۔ لہٰذا مندرجہ ذیل ہستیوں کا تذکرہ ہم فخریہ طور پر اس ایک علیحدہ عنوان میں سپردِ قلم کر رہے ہیں ۔

۱:۔ محترمہ نواب جہاں امداد علی صاحبہ ایم ۔ اے

اس ضمن میں محترمہ بیگم امداد علی صاحبہ ایم اے سرِ فہرست ہیں ۔ آپ عالی جناب صوبیدار ڈاکٹر فضل الدین صاحب مرحوم کی قابلِ فخر دختر فرخندہ اختر ہیں ۔ زمانہ طالب علمی سے ہی آپ کو قومی خدمت کی دھن رہی ہے اور اس زمانہ میں اخبار مسلم گوجر میں وقتاً فوقتاً ان کے مفید اصلاحی مضامین چھپتے رہے ہیں ، درحقیقت ڈاکٹر صاحب کا تمام سوزِ جگر قدرت نے موصوفہ کو ودلیت کیا ہے اور اگر آپ کی راہ میں یہ بات حائل نہ ہوتی کہ آپ مرد نہیں ہیں تو یقیناً آپ قوم کے قابلِ فخر لیڈروں میں سے ہوتیں ، لیکن آپ مرد نہ ہوتے ہوئے بھی قوم کو جھنجھوڑتی رہی ہیں ، آپ کی انہیں مساعی سے متاثر ہو کر ایک مرتبہ ایڈیٹر مسلم گوجر نے آپ کے خاندان کو ”چندے آفتاب چندے ماہتاب“ لکھا تھا ۔

ہمیں خوب یاد ہے کہ آپ نے آٹھ ۸ نومبر ۱۹۴۴ء کے گوجر گزٹ میں ”بھیا جاگ“ کے عنوان سے قوم سے ایک پرسوز اپیل کی تھی کہ وہ انجمن مرکزیہ گوجراں اور گوجر گزٹ دونوں کو مضبوط سے مضبوط تر بنائے ۔ آپ کے الفاظ نہ صرف یہاں نقل کرنے کے قابل ہیں بلکہ آج بھی اسی طرح قابلِ عمل ہیں جیسے ۱۹۴۴ء میں تھے ۔

”......میں اپنے سب معزز بھائیوں سے التجا کرتی ہوں کہ اس آڑے وقت

ہیں میدانِ عمل میں آئیں اور قوم کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیں تاکہ یہ انمول قومی عمارت جو ہمارے رہنماؤں نے بے غرضانہ محنتوں سے تیار کی ہے خدانخواستہ زمانہ کی دستبرد کی نذر نہ ہو جائے۔

..... اے گوجر بھائی! تو دن رات کے چوبیس ۲۴ گھنٹوں میں سے صرف آدھ گھنٹہ ہی اپنے بھائیوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے صرف کرے تو کون سی بڑی بات ہے۔ اگر سارے دن کی کمائی تو رہی ایک طرف "نصف گھنٹہ کی کمائی بھی ہر گوجر قوم کی نذر کر دے تو دوسرے بھائیوں کی کتنی بڑی خدمت ہو سکتی ہے" اگر تو سچے دل سے قومی خدمت کا بیڑہ اٹھالے تو یقین ہے کہ تیری یہ کوشش اور بے غرض محنت ضرور پھل لائے گی اس لئے "جاگ بھتیجا جاگ" قوم تیری منتظر ہے دیر نہ کر اٹھ اور سرگرم عمل ہو۔

۱۹۴۵ء میں محترمہ نے مخلصانہ کوشش شروع کی ۱۹۴۵ء لاہور میں مسلم گوجر خواتین کا ایک..... عظیم الشان جلسہ زیر صدارت لیڈی فضل علی صاحبہ منعقد ہوا اس جلسہ کی تاریخ انعقاد..... ۲۶ دسمبر بروز بدھ مقرر ہوئی تھی، آپ کے اس اقدام کو عام طور پر سراہا گیا۔

چنانچہ یہ جلسہ حسب پروگرام منعقد ہوا اس جلسہ میں ہمشیرہ محترمہ بیگم خورشید ذوالفقار صاحبہ نے ایک نہایت فصیح و بلیغ اور درد و سوز میں ڈوبی ہوئی تقریر کی جو اخبار گوجر گزٹ مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۴۶ء کو شایع ہوئی۔

اس جلسہ میں خواتین کی ایک انجمن کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا نام "انجمن گوجر خواتین" تجویز ہوا اور یہ فیصلہ ہوا کہ یہ انجمن بطور ملحقہ شاخ انجمن مرکزیہ گوجراں کام کریگی، انجمن کی صدارت محترمہ بیگم فضل الدین صاحبہ کو تفویض کی گئی اور سکریٹری کے فرائض..... محترمہ بیگم خورشید ذوالفقار صاحبہ کے سپرد کئے گئے۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۹ء میں انجمن مرکزیہ گوجراں پاکستان در جسٹرڈ سیالکوٹ معرض وجود میں آئی تو اس کی ایک ملحقہ شاخ لاہور میں انجمن گوجر خواتین بھی تھی جس کی صدر محترمہ نواب جہاں امداد علی صاحبہ ہیں اور اس مقامی انجمن کی وساطت سے آپ انجمن مرکزیہ گوجراں پاکستان کی مجلس عام کی رکن بھی ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذوق و شوق کو اور زیادہ کرے اور آپ اپنی بہنوں کے ہمراہ خدمت قومی کے میدان میں زیادہ سے زیادہ خدمات انجام دیں۔ آمین

۲:۔ محترمہ بیگم خورشید ذوالفقار صاحبہ آپ کا وجود ان چند نفوس میں ممتاز ہے جن کی بدولت قومی ذہن زندہ و فعال رہا

اور جن کے موئے قلم نے بارہا قوم کے اکابر اور نونہالوں کو جھنجھوڑا اور قومی خدمت کے تقاضوں سے آگاہ کیا، آپ نے پہلے مسلم گوجر (اخبار) کے صفحات کے ذریعہ اور پھر گوجر گزٹ کے کالموں کے وسیلہ سے قومی زندگی میں روح حیات دوڑانے میں نمایاں حصّہ لیا ہے۔

بالآخر محترمہ نواب جہاں بیگم امداد علی صاحبہ کے اشتراک عمل سے انجمن مرکزیہ کے ہندی دور میں ہی آپ اس بات میں کامیاب ہوگئیں کہ انجمن گوجر خواتین کی بنا ڈال دیں اور اسے انجمن مرکزیہ سے ملحق کرادیں۔

آپ اس مقامی انجمن کی سکریٹری منتخب ہوئی تھیں، انجمن مذکور کے اجلاس لاہور.. منعقدہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۴۵ء میں جو فصیح و بلیغ خطاب کیا تھا وہ آج بھی گوجر گزٹ مورخہ ۱۵ر جنوری ۱۹۴۶ء کے صفحات پر بڑے بڑے پرانے آزمودہ کاروں کو بھی دعوت عمل دینے کو کافی ہے نامناسب نہ ہوگا اگر اس خطاب سے جستہ جستہ اقتباس یہاں نذر ناظرین کر دیئے جائیں۔

...... زمانہ کو کیا غرض کہ ہمیں پکڑ کر اپنی رفتار کے ساتھ گھسیٹے ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

اور تو اور اس صورت میں تو خدا بھی مدد کو تیار نہیں ہوتا جب تک کہ ہم خود ہاتھ پاؤں نہ ہلائیں، دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی زندہ مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں ہمیں ان سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

قومی کام متحدہ کوششوں سے بہت جلد انجام پا سکتا ہے لیکن اس کے لئے کسی حد تک ذاتی مفاد کو قربان کرنے کی ضرورت ہے۔

تعلیم یافتہ بہنوں کا فرض ہے کہ دیگر ترقی یافتہ اقوام کی خواتین کی طرح گھر اور باہر کی دنیا سے باخبر رہیں اور انجمن گوجر خواتین کو تقویت دیں...... جیسا کہ میں نے ۱۵ر ستمبر کے مضمون "قوم اور ہم" میں عرض کیا تھا کہ کوشش کرکے گزٹ کے کچھ صفحات "خواتین کی دنیا" کے لئے مقرر کرلیں، ایسی صورت میں ہی ہم اپنے اخبار کو زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور بہتر بنانے میں کامیاب ہوسکیں گے اور یوں کچھ مقابلہ سا ہو جائے گا ہمارے بھائی بھی جو گوجر گزٹ

کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے اپنے حصّہ کو شاندار بنانے کی کوشش کریں گے ...... ہمارے جن واقف کاروں کے گھر گوجر گزٹ نہ جاتا ہو ہمارا فرض ہے کہ ہم انہیں پکڑ پکڑ خریدار بنائیں اس.. کے علاوہ قرضِ حسنہ فنڈ کو بھی کبھی نہ بھولنا چاہیئے یہ ہمارے قومی نونہالوں کی ملی مشکلات کا واحد حل ہے جن کی ترقی پر قوم کا انحصار ہے اس فنڈ کو اس قدر مضبوط بنانا ضروری ہے کہ نہ صرف گوجر لڑکوں بلکہ لڑکیوں کو بھی اس سے کماحقہٗ استفادہ کرنے کی گنجائش ہو جائے اگر ہم مختلف تقاریب پر چھوٹی چھوٹی رقوم بھی اس فنڈ میں بھیجتی رہیں تو یہ کہیں سے کہیں جا سکتا ہے"۔

محترم بہن کا وطن مالوف چک سعد اللہ عرف چک سادو ضلع ہوشیار پور ہے اور آپ قوم کے ہمدرد اور مخلص خادم عالی جناب چودھری محمد حسین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ زراعت پنجاب مدظلہ کی دختر بلند اقبال اور جناب چودھری ذوالفقار محمد صاحب بی۔ایس۔سی لیکچرار زراعتی کالج لائل پور کی شریک حیات ہیں۔

آپ نے اس کوکھ سے جنم لیا ہے جس نے میجر ریاض جیسے غیور فرزند پیدا کئے جن کے دم قدم سے چک سعد اللہ والوں نے ۱۹۴۷ء میں سکھ درندوں کے وہ دانت کھٹے کئے تھے کہ ان کو چھٹی کا دودھ یاد آگیا، اس معرکہ کی تفصیل گوجر گزٹ کے کسی گذشتہ پرچہ میں.... "استقلال کی بھینٹ" کے عنوان سے شائع ہو چکی ہے۔

ہمیں ہمشیرہ خورشید صاحبہ کے متذکرہ صدر خیالات سے کلی اتفاق ہے اگر ہمشیرہ اور آپکے ساتھ دو ایک خواتین مستقل اعانت کا وعدہ کریں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے ہمیں امید ہے کہ محترمہ ہمشیرہ اور دوسری عزیز محترم بہنیں خصوصاً حسب ذیل خواتین اس امر میں ضرور حصہ دار ہونگی۔

۳:۔ بیگم محمد سعید صاحب۔ سعید منزل سیالکوٹ ۴:۔ مس کشور عبد الغفور صاحبہ ایم۔اے دختر جناب چودھری عبد الغفور صاحب ایم۔اے۔پی۔ای۔ایس۔ ملتان ۵:۔ بیگم مسعودہ رفیع چودھری صاحبہ بی۔اے۔بی۔ٹی۔ لائل پور۔ ۶:۔ خواہران جناب عبد المجید صاحب روپڑی۔ لاہور۔ ۷:۔ جناب نسیم اختر صاحبہ دختر جناب چودھری فخر الدین احمد صاحب بیگم پورہ لاہور۔

۸:۔ جناب زینب بی بی صاحبہ۔ ۹:۔ زینب النساء بیگم صاحبہ۔ ۱۰ قمر النساء بیگم صاحبہ۔

۱۱:۔ زہرہ بیگم صاحبہ خواہران جناب محمد سعید صاحب۔ سعید منزل۔ سیالکوٹ۔

باب یازدہم

دیگر ممالک میں گُرجروں کی موجودہ حالت

(۱) بھارت

موجودہ حالات بیان کرنے سے پیشتر یہ ضروری ہے کہ سابقہ چند سالوں کا مختصر تذکرہ بیان کر دیا جائے، ہزار سالہ جنگ آزادی کا اختتام ۱۸۵۷ء میں ہوا اور گوجر قوم پوری طرح سے کچل دی گئی، انگریزی دور میں جب دوسری قومیں عروج کے تمام مدارج طے کر چکیں تو گُرجروں کو اپنی حالت سدھارنے کا خیال آیا چنانچہ اس بیسویں صدی کے شروع میں مہاراجہ صاحب آف سمتھر اسٹیٹ وغیرہم کی کوششوں سے سرکاری ملازمتوں کے دروازے گُرجروں پر کھولے گئے اور گُرجروں میں تعلیم کی طرف دھیان دیا جانے لگا مگر واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء سے پہلے ہندو گُرجروں کی بھی تعلیمی حالت مسلمان گُرجروں سے اچھی نہ تھی۔

جب یہ آنکھیں کھول رہے تھے تب ہی آنکھوں میں سیاست نے دھول جھونک دی مگر اتنی بات ضرور ہے کہ اس دور میں بھارت کے گُرجروں نے بھی اسی طرح تعلیمی میدان میں کروٹ لی جس طرح پاکستان کے گُرجروں نے۔

۱۸۹۵ء میں سردار موتی سنگھ کرانہ نے مالوہ میں "گوجر سدھار" انجمن قائم کی، یہ ایک غیر سیاسی انجمن تھی اس انجمن نے رسم و رواج کی بڑی اصلاح کی اور عورتوں کا گاؤں سے باہر نکلنا بھی ممنوع قرار دیا، اور بیواؤں کی شادی پر زور دیا گیا۔

سردار موتی سنگھ کرانہ کا مختصر شجرہ حسب ذیل ہے۔

مختصر شجرہ

ٹھاکر موتی سنگھ کرانہ دگوت)

زوجہ چوہان دیوی

- مانگی لال
- کنور لال
- بھیروں سنگھ
  زوجہ مینا دیوی
  دگوت نیکارڑی
  یا نیکڑے
  - چودھری سندر لال — ریلوے ڈرائیور
  - محترمہ یشودا بائی
  - محترمہ کوشلیہ بائی
  - چودھری بھیم سنگھ — H.C.R.P (ایچ-سی-آر-پی) کوٹہ
  - دیا سنگھ — حولدار فوج
  - چھگن سنگھ — H.C.R.P.F

۱۹۱۹ء میں گوجر مہا سبھا کا قیام وسط ہند میں لایا گیا، یہ سبھا (انجمن) تمام گوجروں کے لئے بلالحاظ مذہب وملت تھی، مگر اس کا پتہ لوگوں کو آج تک نہیں ہے کہ یہ کیا کام کرتی ہے نہ اس کا کہیں دفتر ہے اور نہ اس کا کوئی اخبار ہے، سنا ہے کہ یہ بڑے رسم ورواج کو روکتی تھی۔

۱۹۲۲ء میں "کھشتریہ مہا سبھا" قائم ہوئی جس کا مطلب کھشتری قوموں کو متحد کرنا تھا، مگر دوسری قوموں نے انہیں بو کھلا دیا اور ۱۹۴۱ء میں "کھشتریہ مہا سبھا" کا نام.. پھر تجویز ہوا اور اس مرتبہ اس کا نام "اجگر" رکھا گیا۔

اجگر = ا + ج + گ + ر، یعنی اہیر، جاٹ، گوجر اور راجپوتوں کی انجمن ملک ہندو مسلم کشیدگی کا شکار ہو چلا تھا اس لئے یہ سب انجمنیں بیکار ثابت ہوئیں مگر ان انجمنوں نے احساس بیداری ضرور پیدا کر دیا۔

جو لوگ رانائیت کے بجائے تعلیم میں اعتقاد رکھتے تھے وہ بلا شک وشبہ کامیاب ہوئے

جن کا مختصر تذکرہ حسب ذیل ہے۔

گرجروں کے اخبارات

(۱) ۱۹۲۷ء میں میرٹھ سے ایک ماہوار رسالہ "ویر گرجر" (بہادر گوجر) جاری ہوا، یہ ہندی پرچہ تھا جو آج تک بہترین سائز اور مضامین کے ساتھ شایع ہوتا ہے، اس کے ایڈیٹر عالی جناب تینید رکمار ہنوار بڑ گوجر ہیں۔

(۲) ۱۹۳۵ء کے قریب "اجین" (مالوہ) سے ایک ہفتہ وار ہندی اخبار "گوجر کیسری" جاری ہوا جو آج تک جاری ہے

(۳) "ویر گرجر" اردو زبان میں میرٹھ میں ۱۹۵۰ء میں جاری کیا گیا جس کی اشاعت آجکل ہندی رسالہ کے ساتھ ہو کر شایع ہوتی ہے۔

(۴) "نوائے قوم" اردو زبان میں جموں (مقبوضہ کشمیر) سے ۱۹۵۳ء میں جاری ہوا جو آج تک جاری ہے، اس کے ایڈیٹر عالی جناب چودھری فتح علی سروری صاحب کشان ہیں۔

ادارہ "ویر گرجر" کے خصوصی سرپرست

۱:- عالی جناب عزت مآب (ہز ہائی نس) مہاراجہ رادھا چرن سنگھ جیدیو بہادر (کھٹانہ بڑ گوجر) سمتھر ریاست (یو۔پی)

۲:- عالی جناب مہاراجکمار (شہزادہ) رنجیت سنگھ کھٹانہ بڑ گوجر سمتھر ریاست (فارغ التعلیم از پرنسیز کالج اندور)

۳:- عالی جناب راجکمار کیشن کمار سنگھ ہنوار بڑ گوجر۔ لندھورہ ریاست یوپی ضلع سہارن پور (فارغ التعلیم پرنسز کالج دہرہ دون)

۴:- عالی جناب نریندر کمار سنگھ ہنوار بڑ گوجر لندھورہ ریاست۔ یو۔پی ضلع سہارن پور (فارغ التعلیم پرنسز کالج دہرہ دون)

۵:- عالی جناب راجہ پریتم سنگھ (ماوی) صاحب۔ بی۔اے۔ ایل۔ ایل۔ بی، تعلقہ پریگر (یو۔پی) ضلع میرٹھ۔

۶:- عالی جناب جے پال سنگھ (دادیہ چوہان) بی۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل بی ضلع مظفر نگر۔ یو۔ پی۔

۷:- عالی جناب رانا اودے چند۔ رئیس و زمیندار کوٹلہ مبارکپور۔ (نئی دہلی)

۸:- عالی جناب ایس۔ ایس۔ پنوار۔ ڈی۔ ایس۔ پی، بریلی۔ یو۔ پی۔

۹:- عالی جناب ٹھاکر رام پرشاد ورما مالک "مشتان کاریالیہ" شیلانگ۔ آسام

۱۰:- عالی جناب دیو پرتاپ سنگھ (۱) پردھان گوجر کھشتریہ سماج رئیس بمقام ستوار (مرزاپور) بہار

۱۱:- عالی جناب رانا یش پال سنگھ پنوار (راجپوت) ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ساکن پنیالہ۔ ضلع سہارنپور۔

۱۲:- عالی جناب کشن چند گشتان۔ گورنمنٹ کنٹریکٹر۔ فیروزپور جھاونی (مشرقی پنجاب)

۱۳:- عالی جناب رام سہائے گوجر (سابق۔ ایم۔ ایل۔ سی) ساکن ناگدا (اجین) مالوہ۔

۱۴:- عالی جناب رام چندر وکل۔ ایم۔ ایل۔ اے۔ ساکن بسنت پور (بلند شہر) یو۔ پی

۱۵:- عالی جناب کالے سنگھ رئیس۔ ساکن گنگول۔ ضلع میرٹھ۔ یو۔ پی۔

۱۶:- ,, ,, ٹھاکر کشن جی گوجر۔ رئیس موکڑی۔ اجین۔ مالوہ۔

۱۷:- ,, ,, کنور رہتاس سنگھ۔ بجنور۔ یوپی۔

۱۸:- ,, ,, رانا امراؤ سنگھ۔ ڈسٹرکٹ ورئیس۔ گوئی مرالپور۔ بجنور۔ یو۔ پی۔

۱۹:- ,, ,, ,, پرتاپ سنگھ۔ رئیس منڈلانہ۔ سہارنپور۔ ,,

۲۰:- ,, ,, ,, تلک رام۔ سرپنچ ساکن ٹوڈا (علاقہ بھٹانہ) ضلع مظفر نگر۔ ,,

۲۱:- ,, ,, ,, شانتی پرشاد ورما۔ ڈسٹرکٹ و رئیس۔ پنج کتوں کھیڑہ۔ ضلع سہارنپور

۲۲:- ,, ,, اچل سنگھ۔ رئیس کھیڑہ جوگاں۔ علاقہ جانسٹھ ضلع مظفر نگر۔ یو۔ پی

۲۳ ,, ,, میگھ راج سنگھ۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ٹی۔ پرنسپل گوجر کالج دادری ضلع بلند شہر

نمبر ۱:- صدر انجمن گوجر کھشتری

نمبر ۲:- یو۔ پی میں حالانکہ گوجروں اور راجپوتوں میں شادی بیاہ الگ الگ ہوتے ہیں مگر اکثر قومی کاموں میں ملکر کام کرتے ہیں اور اپنی ایک ہی قوم تصور کرتے ہیں۔

۲۴:۔ عالی جناب کرم سنگھ پتیم سنگھ ورما۔ رئیس۔ مقام نارسین خورد ضلع سہارنپور۔

۲۵:۔ " " دلشراج سنگھ ناگر گوجر پولیس اسٹیشن آفیسر (S.O.P.) مقام نکسر ضلع سہارن پور۔ یو۔ پی۔

۲۶:۔ عالی جناب گری راج سنگھ (ریٹائرڈ) ڈی۔ ایس۔ پی۔ ساکن ڈیگ۔ بھرتپور۔ یو۔ پی

۲۷:۔ " " جوان سنگھ چوہان۔ رئیس بنیڑہ۔ علاقہ کیرانہ ضلع مظفر نگر۔ یو۔ پی

۲۸:۔ " " کلیان سنگھ۔ ایم۔ ایل۔ سی ساکن پلوّل Palwal ضلع..... گوڑگاؤں مشرقی پنجاب۔

۲۹:۔ عالی جناب کنور وجیندر۔ مالک "راجیندر فارم"۔ فرید آباد۔ گوڑگاؤں۔.... مشرقی پنجاب۔

ادارہ "ویر گوجر" کے دیگر سرپرست

اُترپردیش (یو۔ پی)

۱:۔ عالی جناب رانا مہاراج سنگھ۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ وکیل۔ بلند شہر

۲:۔ " " کیپٹن شُور ویر سنگھ۔ اے۔ ڈی۔ ایم "

۳:۔ " " اندراج سنگھ روڑھا سنگھ۔ الاول پور۔ ضلع سہارنپور

۴:۔ " " بشمبھر سنگھ۔ ریلوے ریسرچ انسٹیٹیوٹ۔ لکھنؤ

۵:۔ " " کرن پال۔ بی۔ اے۔ کانیوالی۔ ضلع سہارن پور

۶:۔ " " رام سروپ۔ لداولی۔ " مراد آباد

۷:۔ " " اہل سنگھ صورت سنگھ ٹبار۔ سلارپور۔ " سہارن پور

۸:۔ " " ہیمراج ہنیلہ ۹۔ ہیوارڈ گر یجبر ۵۶ اے پی۔ او

۹:۔ " " روم سنگھ سپروائزر سیڈ اسٹور۔ بسولی۔ ضلع بدایوں

۱۰:۔ " " شنکر سنگھ بی۔ اے۔ ساکن بابلی۔ ضلع جالون (بندیلکھنڈ)

۱۱:۔ " " رام جی لال ناگر۔ سعد اللہ پور۔ ضلع بلند شہر۔ یو۔ پی۔

۱۲:۔ " " گیان سنگھ کھٹیلہ۔ ضلع جالون (بندیلکھنڈ)

۱۳:۔ " " پھول سنگھ ساکن لوہاری " بلند شہر۔ یو۔ پی۔

۱۴:- عالی جناب رانا نگینہ سنگھ کشن سنگھ مکھیا - بھیکم پور ضلع سہارنپور

۱۵:- " " " چتر سنگھ - ایم - ایس سی - این - آر - ای - سی - کالج - جوزجہ - ضلع بلند شہر -

۱۶:- عالی جناب رانا سورن سنگھ بی - ایس - ای - پی - ڈی - او - مقام مورنہ - ضلع مظفرنگر - (یو - پی)

۱۷:- عالی جناب رانا مہاتما ابھے رام داس - کاشی - بنارس -

۱۸:- " " " چیراج سنگھ - کلرک ضلع بورڈ - ضلع میرٹھ

۱۹:- " " رانی سیتا دیوی - ریاست بٹسلی - دہرہ دون -

۲۰:- " " رانا ہری سنگھ - بی - ایس - سی - فارم - ضلع متھرا -

۲۱:- " " " سرجیت سنگھ شاستری D.I.P. شاملی - ضلع مظفرنگر -

۲۲:- " " " راجہ بہادر چتر سنگھ شمشیر جنگ - ساہن پور - بجنور

۲۳:- " " " ستیہ پال سنگھ پرتہار - اکوڑ کلاں - سہارنپور

۲۴:- " " " گندھرو سنگھ - کلیہ - جالون بندیلکھنڈ

۲۵:- " " " روپ سنگھ - رئیس - سہاؤ - " "

۲۶:- " " " رائے صاحب اندرپال - بنگرا " "

۲۷:- " " " ملکھان سنگھ - ہردوئی گوجر " "

۲۸:- " " " رامچندر بالک رام - داہیا نوالی میرٹھ

۲۹:- " " " نانک ننت رام ورما - دھیرہ کھیڑہ "

۳۰:- " " " پردھان لکھپت سنگھ سرپنچ - لڑپورہ بلند شہر

۳۱:- " " " گیان چند گجراج سنگھ - بنیلہ - چروڑی - میرٹھ

۳۲:- " " " ولیت سنگھ کمیشن ایجنٹ - سنبھل - مرادآباد

۳۳:- " " " مختار سنگھ - مالک موٹر بس - کھنڈانہ گیٹ - میرٹھ شہر

۳۴:- " " " رام چندر ورما سرسی - مرادآباد

۳۵:- " " نتھو سنگھ - بروکی رسول پور - مظفرنگر

۳۶:- " " تلا رام - بی - اے - ایل - ایل - بی - پی - پی - آئی - مرادآباد

۳۷:- عالی جناب جگجیت سنگھ ساکن تری پوری باسٹہ۔ بجنور۔ مالک نیو گولڈن ٹرانسپورٹ سبزی منڈی۔ سہارن پور۔
۳۸:- عالی جناب گیان سنگھ۔ بی۔ اے۔ ایس۔ او۔ تھانہ چھاتا۔ متھرا
۳۹:- " " " فتح سنگھ صدر گاؤں کٹائی ضلع مراد آباد
۴۰:- " " " موہن سنگھ کشان۔ ایس۔ آئی۔ پی۔ شمس آباد۔ آگرہ
۴۱:- " " کنور سجان سنگھ۔ ساکن سمتھر۔ بندیل کھنڈ
۴۲:- " " سکھ ویر سنگھ۔ مانڈلہ۔ ضلع مظفر نگر
۴۳:- " " " ڈاکٹر باب سنگھ۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی ...... زراعتی کالج۔ کانپور۔
۴۴:- عالی جناب رانا کرم سنگھ۔ اسٹیشن آفیسر۔ گنج۔ رام پور۔ روہیلکھنڈ
۴۵:- " " " نیپال سنگھ کنور پرتاب سنگھ۔ ہنسا پور۔ میرٹھ
۴۶:- " " " فتح سنگھ پنوار۔ مالک متر آشرم۔ لوہانی سرائے۔ سہارن پور
۴۷:- " " " رام پرشاد ورما۔ ایم۔ اے۔ سی۔ ٹی۔ چندولی۔ بداؤں
۴۸:- " " " صورت سنگھ و میرج سنگھ۔ پنوار۔ سعد آباد۔ سہارنپور
۴۹:- " " " پردھان محکم سنگھ۔ رئیس ٹکولہ۔ ضلع سہارن پور
۵۰:- " " " سورن سنگھ۔ بی۔ اے۔ انسپکٹر پنچایت۔ علاقہ بھڑانہ۔ ضلع مظفر نگر
۵۱:- " " " کرن سنگھ چوہان۔ ایس۔ آئی۔ پی۔ شاہ مت گنج۔ بارہ دری۔ بریلی
۵۲:- " " " کہری سنگھ بنیلہ۔ بھیڑہ پور۔ میرٹھ۔
۵۳:- " " " عطر سنگھ قانونگو۔ چک بندی۔ میر گنج۔ بریلی۔
۵۴:- " " " چیت رام۔ بادشاہ پور۔ علاقہ سرولی۔ میرٹھ۔
۵۵:- " " " راجہ یادوبندر سنگھ جدیو۔ بیرسٹر۔ سہارن پور
۵۶:- " " " رن بیر سنگھ ورما۔ ایس۔ ٹی۔ اے۔ اعتماد پور۔ آگرہ
۵۷:- " " " دیگرام بھاٹی۔ پی۔ اے۔ سی۔ کانپور
۵۸:- " " " ہری سنگھ۔ بی۔ اے۔ انسپکٹر پنچایت۔ قنوج
۵۹:- " " " بھرت سنگھ۔ بی۔ اے۔ موضع لسیڑہ۔ علاقہ نکسر۔ ضلع سہارن پور

۷۶۰۔ عالی جناب رانا گوبند رام تیتالال۔ ہاتھرس۔ علی گڑھ۔

۷۶۱:۔ " " ٹیکم سنگھ۔ ایس۔ ڈی۔ او۔ ایم۔ ای۔ ایس۔ جی۔ سی۔ بریلی۔

۷۶۲:۔ " " فتح بہادر سنگھ رئیس۔ اٹارہ کلاں۔ ضلع جالون۔ بندیلکھنڈ۔

۷۶۳:۔ " " مہاشیہ یادرام سنگھ آریہ گوجر۔ ٹھیکیدار۔ سلطانپور۔ بجنور

۷۶۴:۔ " " مہی پال۔ بی۔ اے۔ ایس۔ او۔ عظیم نگر۔ رام پور

۷۶۵:۔ " " ہربنس سنگھ۔ آئی۔ ڈی۔ ایس ایم۔ چک بسر کھی۔ مرزاپور۔

۷۶۶:۔ " مہارانی رام کنوری دکماری صاحبہ۔ ریاست لنڈھورہ

۷۶۷:۔ " رانا امرناتھ کھٹانہ۔ ریلوے ریسرچ۔ لکھنؤ۔

۷۶۸:۔ " " ہرچند صاحب کسانہ (کشان) رئیس جاولی۔ ضلع میرٹھ۔

۷۶۹:۔ " ٹھاکر تھورام اروڑا۔ ساکن سالون۔ ضلع جھانسی

۷۷۰:۔ " رانا کرتار سنگھ۔ بی۔ اے۔ سی۔ او۔ مقام سنگراسوں۔ ضلع جونپور

۷۷۱:۔ " " ہنسرام۔ ایس۔ آئی۔ پی۔ دیبوپور۔ میرٹھ

۷۷۲:۔ " " دلے رام چوہان۔ صدر گاؤں پنچایت رسولپور گوجراں۔ علاقہ کاندھلہ۔ ضلع مظفرنگر

۷۷۳:۔ " " رتن سنگھ سکریٹری گوجر سبھا سسونہ۔ ضلع مظفرنگر۔

۷۷۴:۔ " " اوم پرکاش۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ مظفرنگر

۷۷۵:۔ " " سلطان سنگھ۔ مقام پالی دھار۔ ضلع اٹاوہ

۷۷۶:۔ " " شیوچرن، بھوڑیہ، پہنہ۔ ضلع شاہجہاں پور

۷۷۷:۔ " " امرت سنگھ چوہان۔ موضع کھنتہ راؤلی۔ ضلع مظفرنگر

۷۷۸:۔ " " لیکھراج۔ ایڈوکیٹ۔ بلندشہر

۷۷۹:۔ " " رن سنگھ۔ پی۔ ایس۔ سی۔ ایس۔ او۔ تھانہ ناگل ضلع سہارنپور

۷۸۰:۔ " " مختار سنگھ۔ ایم کام۔ اسسٹنٹ کسٹوڈین جوڈیشل ضلع ایٹہ

۷۸۱:۔ " " پھول سنگھ ورما بی۔ اے سکریٹری علاقہ لکسر۔ ضلع سہارنپور

۷۸۲:۔ " " ملکھان سنگھ چوہان ساکن علی پور۔ علاقہ کیرانہ۔ ضلع مظفرنگر

۷۸۳:۔ " " صورت سنگھ۔ سکریٹری ڈسٹرکٹ بورڈ۔ سہارنپور

۷۸۴:۔ " " لفٹیننٹ کرنل گردھاری سنگھ ویرچکر، ملٹری کراس کمانڈر سکھ رجمنٹ میرٹھ چھاونی

۸۵:- عالی جناب رانا میجر ڈی سی ایس ۔ پرتاپ ۸ ۵ گورکھا رجمنٹ ۔ دہرہ دون
۸۶:- " " کیپٹن منگت سنگھ ۔ میرٹھ ۔
۸۷:- " " پریتم سنگھ شاستری ۔ بی ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی ۔ وکیل ۔ میرٹھ
۸۸:- " " راحت سنگھ رئیس ۔ موضع جسالہ ۔ ضلع مظفر نگر ۔
۸۹:- " " لیکھراج سنگھ رئیس موضع حسینی ۔ ضلع متھرا
۹۰:- " " دلشیر راج چوہان موضع بلوہ ۔ علاقہ شاملی ۔ ضلع مظفر نگر ۔

مدھیہ پردیش .... (وسط ہند اور دکن)

۱:- عالی جناب راجہ رام سنگھ ۔ اسسٹنٹ سیٹلمنٹ آفسر ۔ ضلع پونا ۔
۲:- " " پٹیل شوبھارام موجی لال مالگزار بھیرو کھیڑہ ضلع نیماڑ ۔
۳:- " " لالرام جی اندر مہوہ کھیڑہ بدلیشہ علاقہ بھیلسہ ۔
۴:- " " حولدار رام جی انداسے نواسس " "
۵:- " " دھیر سنگھ جی پوسوال ۔ نندا نگر ۔ اندور ۔
۶:- " " رانا امر سنگھ یادو ۔ ایم ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی ۔ ایڈووکیٹ ۔ اندور
۷:- " " پٹیل امر چند جی ۔ مقام تھگرا اچھ ۔ ضلع ہوشنگ آباد
۸:- " " ٹھاکر کلیان سنگھ مقام ٹوری لہار ۔ گوالیار
۹:- " " کنور بدھ سنگھ ورما ۔ انسپکٹر ۔ آر ۔ پی ۔ ایف ۔ شہر اندور
۱۰:- " " پٹیل جیت رام فتح جی ۔ سرپنچ اروکھیڑی علاقہ مندسور
۱۱:- " " ٹھاکر لال سنتھے سنگھ جی ۔ مقام رنہائی کلاں ۔ ضلع ہوشنگ آباد
۱۲:- " " چودھری سیتارام طوطارام جی سیٹھ ۔ مقام نونی ۔ علاقہ برہان پور
۱۳:- " " پٹیل لکشمی نرائن جی ۔ نول پور (Nawal Pura) ضلع نیماڑ
۱۴:- " " کنور ارجن سنگھ بی ۔ اے ۔ مہاگاؤں ۔ علاقہ بھنڈ
۱۵:- " " ناہر سنگھ کمٹانہ ۔ ساکن ماوے موکھری " "
۱۶:- " " دلمبر پانڈو پٹیل ۔ پھوپنار ۔ ضلع برہان پور
۱۷:- " " رام سنگھ زمیندار مقام گانوڑی (گاؤں وڑی) ضلع اجین ۔ (مالوہ)

۱۸:۔ عالی جناب رانا پٹیل نانالال جی۔ سرپنچ علاقہ برڑیہ۔ ضلع مندسور۔
۱۹:۔ " " " پرہلاد سنگھ جی۔ مقام بامنی۔ ضلع دیواس (مالوہ)
۲۰:۔ " " " سندر لالجی بھیروں سنگھ جی۔ مقام راگھوگڑھ۔ ضلع گونہ
۲۱:۔ " " " پٹیل ویرن سنگھ جی۔ مقام بھوری کلاں۔ ضلع نرسنگھ پور
۲۲:۔ " " " دھابھائی ناتھولال جی۔ مقام سیلانہ۔ ضلع رتلام (دکن)
۲۳:۔ " " " پٹیل بھول سنگھ جی۔ مقام بھوکیٹری کلاں۔ علاقہ سہاگ پور
۲۴:۔ " " " راجہ رام گنپت پاٹیل۔ مقام واپورا۔ برہان پور (نیماڑ)
۲۵:۔ " " " کنور یشونت سنگھ جی۔ بی۔اے (ایس۔ایچ۔او) مقام کوسٹر (گوالیار)
۲۶:۔ " " " " لکشمن سنگھ جی۔ مقام ایگیم۔ علاقہ دیتیہ (بندیلکھنڈ)
۲۷:۔ " " " ٹھاکر دیونارائن سنگھ (گوت ماوئی) سنٹرل ریلوے جی بی۔ مانک پور
۲۸:۔ " " " کنور گرور سنگھ جی۔ بی۔اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ اے۔ ایس۔ بھوپال
۲۹:۔ " " " شری بی۔ کے۔ ہنڈوئی۔ مقام سیگاؤں (علاقہ کھرگون) ضلع نیماڑ
۳۰:۔ " " " لکشمن راؤ کیشوجی پاٹل۔ ساکن ناورہ۔ ضلع نیماڑ۔
۳۱:۔ " " " منشی لال چھاوڑی۔ بتری جیل کیٹرہ۔ بھوپال۔
۳۲:۔ " " " پٹیل بھانو پرتاپ سنگھ اجیت سنگھ جی مقام ٹھکری ضلع ہوشنگ آباد
۳۳:۔ " " " شری گنوسین جی گوجر۔ مقام سیکاپور۔ علاقہ برہان پور ضلع نیماڑ
۳۴:۔ " " " کنور سردار سنگھ جی۔ سرپنچ۔ مقام پارسین۔ گوالیار
۳۵:۔ " " " گرور سنگھ جی۔ دیوان پولیس۔ شیوپوری۔
۳۶:۔ " " " چندر سنگھ جی۔ بی۔ ایس۔ سی۔ فارسٹ رینجر۔ اندور۔
۳۷:۔ " " " سرنام سنگھ گھرتیا (گوت) وکیل مقام لشکر (گوالیار)
۳۸:۔ " " " مہربان سنگھ مالگزار۔ مقام پچلاوڑا۔ ضلع ہوشنگ آباد
۳۹:۔ " " " کنور یشونت سنگھ بی۔ اے۔ بی۔ سی۔ ایس۔ ایس۔ ڈی۔ ایم۔ ریواں
۴۰:۔ " " " چودھری مان سنگھ صاحب۔ ایم۔ ایل۔ سی۔ ساکن گیلرا۔ علاقہ دتیہ (بندیلکھنڈ)
۴۱:۔ " " " چمن لال جی سکریٹری گوجر سبھا۔ اندور (مالوہ)
۴۲:۔ " " " سکھرام جی ورما ساکن راترٹیہ۔ ضلع نیمچ

۴۳:۔ عالی جناب رانا پٹیل دھیارام جی نمبردار موضع پیپرہی ضلع ٹورینہ
۴۴:۔ " " کنور گنگارام رئیس۔ مقام بارا۔ سرپنچ پہاڑگڑھ (بندیلکھنڈ)
۴۵:۔ " " ٹھاکر قدم سنگھ۔ گورنمنٹ کنٹریکٹر۔ شہر مورینہ
۴۶:۔ " " کنور ہری نرائن، سنگھ پٹیل ننھے دیرمالگزار۔ مقام شاسبہ ضلع نرسنگھ پور
۴۷:۔ " " بھگوان پال گرجر (گوت بھڑگڑ) ساکن اکولہ۔ برار (دکن)

بنگال، آسام اور اڑیسہ

۱:۔ عالی جناب چودھری سی۔ بی۔ سنگھ۔ ساکن رسٹرا۔ ہنگلی (بنگال)
۲:۔ " " ٹھاکر رام پرشاد ورما مالک وششٹان کاریالیہ" شیلانگ (آسام)
۳:۔ " " چودھری مست رام جی جالاپوری۔ ینوکپی بھونیشور۔ اڑیسہ

صوبۂ دھلی

۱:۔ عالی جناب کنور بلبیر سنگھ ساکن نئی پیلنجی۔ نئی دھلی
۲:۔ " " کیپٹن بھیکارام۔ او۔ بی۔ آئی۔ غازی پور۔ دھلی
۳:۔ " " کنور کرن سنگھ ایم۔ اے۔ دیو نگر۔ نئی دھلی
۴:۔ " " چودھری چرن سنگھ ورما، انجنیئر "سوتنتر بھارت ملز" دھلی
۵:۔ " " کنور گیان چند کسانہ (کشتان)۔ ایس۔ آئی۔ دھلی۔
۶:۔ " " رام سنگھ۔ کوٹلہ مبارک پور۔ نئی دھلی
۷:۔ " " ذیلدار چودھری ترکھارام۔ مدن پور کھادر۔ دھلی
۸:۔ " " بلونت سنگھ ڈٹرنیری آفیسر۔ دھلی
۹:۔ " " رگھبیر سنگھ۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ مجسٹریٹ۔ دھلی
۱۰:۔ " " چھجن سنگھ دلیپ سنگھ۔ سرائے کالے خان۔ نئی دھلی
۱۱:۔ " " فتح سنگھ۔ بی۔ اے۔ ممبر کارپوریشن۔ جگت پور۔ دھلی
۱۲:۔ " " کنور سورن سنگھ۔ کوٹلہ مبارک پور۔ دھلی
۱۳:۔ " " صوبیدار میجر کرتار سنگھ۔ ۴۔ گارڈ بٹالین۔ نئی دھلی

۱۴:- عالی جناب چودھری قبول سنگھ رئیس قبول نگر۔ شاہدرہ۔ دھلی
۱۵:- " " " مادھورام گشتان۔ ریلوے پولیس۔ دھلی

پوربی پنجاب ..... (مشرقی پنجاب)

۱:- عالی جناب چودھری پٹیل کالورام دگوت لوہ موڑیا لوہٹریا سلومبر)۔ محلہ گوجراں شہر حصار۔
۲:- عالی جناب کنور کشن سنگھ دھابھائی شیر سنگھ زمیندار بھرواڑہ ضلع حصار
۳:- " " پروفیسر شرتی کانت ورما۔ ایم۔ اے۔ ڈبو بازار دھرم شالہ
۴:- " " دھابھائی موہن لال جی۔ ساکن "اگروال بلڈنگ" بھگواڑہ
۵:- " " کنور ہری سنگھ ورما۔ بی۔ اے۔ ساکن نئی ڈھانی۔ ہانسی
۶:- " " چودھری دیوراج بھوملہ۔ ایم۔ ایس سی۔ آر۔ اے۔ ایس۔ لدھیانہ
۷:- " " کنور کرشن رام بی۔ ایس سی۔ اسپیشل مجسٹریٹ کینال۔ انبالہ کینٹ
۸:- " " چودھری جسونت سنگھ۔ بی۔ اے۔ اکسائز انسپکٹر لدھیانہ
۹:- " " حولدار لوزیارام۔ بٹہ نانگل۔ ہوشیار پور
۱۰:- " " دیوان چند آئی۔ پی۔ ایس۔ مقام بروال۔ امرتسر
۱۱:- " " دولت رام زمیندار مقام آگاوڑی۔ علاقہ کیتھل۔ ضلع کرنال
۱۲:- " " رائے صاحب چودھری سندر لال مالک گئو شالہ۔ پٹیالہ
۱۳:- " " چودھری جوتی رام۔ فیلڈ قانونگو۔ بمقام جمکور صاحب
۱۴:- " " " بابورام بانٹھ۔ ایم۔ ایل۔ اے۔ ساکن رتیوال ضلع ہوشیارپور
۱۵:- " " " سورج مل نمبردار مقام شکلم پورہ۔ حصار
۱۶:- " " " رام کمار رئیس۔ موضع کگڑادلی۔ "
۱۷:- " " " آر۔ این۔ بانٹھ صاحب۔ بی۔ اے۔ مقام بانا ضلع ہوشیارپور
۱۸:- " " " جیت سنگھ کنٹریکٹر۔ انبالہ
۱/۱۹:- " " " درویش سروپ سنگھ۔ بھروری بسی پٹھانان۔ پٹیالہ

نوٹ:- یہ درویش سکھ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں مگر انہیں گوجر قومیت پر زیادہ ناز ہے (مؤلف)

۲۰:- عالی جناب بھرت سنگھ ورما - جلکانہ ضلع رہتک
۲۱:- " " " پرسلاد سنگھ - انسپکٹر - مہندر گڑھ
۲۲:- " " " سیتارام جی کھٹانہ بریر (BARRIER) امرتسر
۲۳:- " " " ہربنس سنگھ (گوت بھکل) ٹونڈیوال - ضلع ہوشیار پور
۲۴:- " " " ہری سنگھ - کُنگڑاولی - ضلع حصار
۲۵:- " " " بختاور سنگھ " "
۲۶:- " " " مستان سنگھ (گوت چیچی) ایم - ڈی - بی - سرپنچ گیگھی ہوشیار پور
۲۷:- " " " کلی رام ورما - ایم - اے - پرنسپل جواہر کالج - پانی پت - کرنال -
۲۸:- " " " رسالدار میجر کالے رام بھڑانہ - اننگ پور - ضلع گوڑگاؤں
۲۹:- " " " صوبیدار دلت راج - ساکن پگور "
۳۰:- " " " اودل سنگھ زمیندار - ساکن کھائیکا "
۳۱:- " " " ملکھی رام (گوت چیچی) - جلال پور - ضلع ہوشیار پور (نمبر ۱)
۳۲:- " " " نیت رام رئیس موضع نوادہ کوہ ضلع گوڑگاؤں
۳۳:- " " " ہرویان سنگھ (گوت بھڑانہ - تحصیلدار رہتک
۳۴:- " " " کیپٹن ٹیک چند - انبالہ

مہا گجرات... (عظیم گجرات) معہ بمبئی

۱:- عالی جناب کنور رنبیر سنگھ ورما دیپک ٹریڈ انڈسٹریز - احمد آباد
۲:- " " " مقدم پرہلاد سنگھ - پٹیل "سارنگ پور ملز" "
۳:- " " " سیٹھ شنکر لال بڑگوجر - ساکن دھولیہ - خاندیش
۴:- " " " مولچند جی - الیس - آئی - آر - پی - الیف - شہر کوٹہ
۵:- " " " سُکھدیو گوجر ساکن نیا مادھو پور - ضلع احمد آباد
۶:- " " " تلسی رام نانگ رام (گوت دھابھائی) مالگزار ساکن سابرمتی

نمبر ۱:- آپ پنجابی زبان کے شاعر بھی ہیں۔ (مؤلف)

۷:- عالی جناب ماسٹر گنگارام پوسوال ہیڈ جوور - احمد آباد

۸:- " " نارائن راؤ شیام راؤ - دیش مکھ - ساکن جام نیر - خاندیش

نوٹ:- دیش مکھ ایک اعزاز ہے جس کے لفظی معنی ملک کا مالک ہیں۔ اس کا صحیح تلفظ "دیش مکھیہ" ہے - مؤلف گوجر

۹:- عالی جناب گیانیند رکمار رام لال جی - ساکن کورولی - علاقہ امراوتی -

۱۰:- " " جمعدار لکشمن سنگھ تلسی رام جی " " "

۱۱:- " " آر - سی - گوجر " " "

۱۲:- " " سردار سنگھ انسپکٹر ای - ایم - ای سکندر آباد (سابق دکن)

۱۳:- " " نام دیو پاٹل (پٹیل) ساکن کھڑی شرقی خاندیش

۱۴:- " " شام راؤ راجندر جی پاٹل مقام چوکی جام نیر شرقی خاندیش

۱۵:- " " ڈاکٹر ارجن سنگھ گوجر - اے - بی - ریلوے مقام ایدر

۱۶:- " " ڈی - پی - ڈونگرے ٹی - سی - آصف آباد روڈ - عادل آباد

۱۷:- " " نرائن سنگھ بھولا سنگھ (گوت چندیل) ساکن پوسد علاقہ یوتمال

۱۸:- " " ٹھاکر پنجاب سنگھ نانگ رام "مونو گرام ملز" احمد آباد

۱۹:- " " پٹیل سورج مل سکدم مورولی والے "

۲۰:- " " کلیان سنگھ شونارادن سنگھ (گوت کھٹانہ) ساکن گوپال نگر

۲۱:- " " بوندی سنگھ جی مقام دیولین (DAVE LANE) احمد آباد

۲۲:- " " ٹھاکر نانگ رام جی (گوت گھڑیا) " "

۲۳:- " " گنگا دشن جی " سگنلر فٹر مہسانہ

۲۴:- " " میجر محبوب سنگھ (گوت ناگر) ۱۴ راجپوت رجمنٹ

۲۵:- " " پٹیل گیانو باجی (گوت بڑگوجر) مقام پاتھری - علاقہ پربھنی

۲۶:- " " دھرم راج اونکار جی (گوت اوانہ) شہر جلگاؤں

۲۷:- " " جگن ناتھ - ساکن بھوج کچھ - کاٹھیاواڑ

۲۸:- " " میجر کرم سنگھ - ساکن کولابہ - بمبئی -

راجستھان ... (مشرقی گجرات)

۱:۔ عالی جناب کنور اُودے پال۔ بی۔ اے۔ پروفیسر۔ جے پور
۲:۔ " " پونم چند دھانگڑ۔ ڈی۔ ایس۔ آفس۔ "
۳:۔ " " پٹیل رام ہیت جی دگوت ڈوڈی) محلہ رام کوٹ۔ شہر "
۴:۔ " " میجر شیودان سنگھ۔ یم۔ آئی۔ اے۔ سی۔ رائے سنگھ نگر
۵:۔ " " حولدار گنیش رام " " "
۶:۔ " " صوبیدار مانگی لال۔ ساکن دھری آباد۔ پرتاپ گڑھ
۷:۔ " " گنیش صاحب دگوت کولی) ڈی۔ ایس۔ آفس۔ جودھ پور
۸:۔ " " لکشمی نرائن ساکن سیالاداس۔ سکریٹری۔ ڈسٹرکٹ بورڈ۔ جے پور
۹:۔ " " دھرم سنگھ گیندا سنگھ پٹیل ساکن بیلے پورہ۔ سوائی مادھوپور
۱۰:۔ " " دھابھائی جگدیش پرشاد۔ اسٹورکیپر۔ سی۔ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی۔ سورت گڑھ
۱۱:۔ " " کروڑی سنگھ دگوت بنیلہ) بی۔ اے۔ ساکن منڈیہ۔ سوائی مادھوپور
۱۲:۔ " " پٹیل رام پرتاپ سرپنچ بالوہیڑہ۔ کوٹہ
۱۳:۔ " " بھنور سنگھ وِشن لال سرپنچ سونتھرا۔ ٹونک
۱۴:۔ " " صوبیدار شیوچرن سنگھ۔ آئی۔ اے۔ سی۔ جیسلمیر
۱۵:۔ " " بھنور سنگھ۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ ایڈوکیٹ شہر جے پور
۱۶:۔ " " دھابھائی گنگا دھر گنپتی لال چیف انجینیر۔ مدن گنج
۱۷:۔ " " پٹیل رام رتن رام نرائن نمبردار کوٹ پوتلی۔
۱۸:۔ " " لکھن لال ورما۔ لکھیری۔ بوندی
۱۹:۔ " " زوری لال نائب تحصیلدار۔ علاقہ بیانہ بھرت پور
۲۰:۔ " " مانگی لال ورما۔ قانونگو جے پور۔ سیکھاوٹی (شیکھاوتی)
۲۱:۔ " " رام جی لال۔ بی۔ اے۔ بی ٹی۔ او۔ ساکن چتراوہ۔ علاقہ جھنجھونو
۲۲:۔ " " چودھری گری راج سنگھ سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ ڈیگ۔ بھرت پور
۲۳:۔ " " کیسری سنگھ دھابھائی۔ ساکن نووہ۔ علاقہ جھنجھونو

۲۴:- عالی جناب رام کمار ورما چندری لال - لوکو ورکشاپ - باندی کوئی - جے پور
۲۵:- " " " صوبیدار نرائن سنگھ - بھوڑے گاؤں - بھرت پور
۲۶:- " " " راج رشی ٹھاکر من سنگھ - ایم - ایل - اے - ساکن دانتہ - جے پور
۲۷:- " " " نبے سنگھ آئی - اے - ایس - ڈائرکٹر - کالونائزیشن - ہنومان گڑھ
۲۸:- " " " پٹیل رام دھن - ایم - ایل - اے - ساکن خیرواں - جے پور
۲۹:- " " " میجر راؤ صوبیندر سنگھ - اٹل بن گیٹ - بھرت پور
۳۰:- " " " ہر جیندر کمار دھابھائی ہنس - دیوگڑھ - اودے پور
۳۱:- " " " مانگی لال - ویسٹرن ریلوے - پھلیرا جنکشن
۳۲:- " " " چودھری نتھا سنگھ - ایم - ایل - اے - علاقہ پہاڑی - بھرت پور
۳۳:- " " " گنگارام جی (بھاگیر تھ جی کسانہ دگستان) پٹیل آف راڈولی - جے پور
۳۴:- " " " پٹیل ہنو رام جی نمبردار کھورا والے - ددسہ - جے پور
۳۵:- " " " دھنی رام سرپنچ - علاقہ ساولسر - کشن گڑھ
۳۶:- " " " رام نواس ونگس - اسٹورکیپر - باندی کوئی - جے پور
۳۷:- " " " ٹھاکر بھیکم سنگھ سرپنچ - علاقہ آمکا پورہ - دھول پور
۳۸:- " " " بھگوان لال - ایم - اے - بی - ای - ڈمی - جے پور
۳۹:- " " " نتھا لال دگوت بھڑانہ) بی - اے - سیکرٹری گوجر سبھا، اجمیر
۴۰:- " " " دھابھائی بھنور لال ساکن کوٹھاریہ - ناتھدوارہ - میواڑ
۴۱:- " " " حولدار بھیلی رام - ۵۱۶ - آئی - اے - سی - ناچونہ - جیسلمیر
۴۲:- " " " برج لال ورما - ساکن ہیلک - بھرت پور
۴۳:- " " " موہن لال ہیرا لال جی دھابھائی ساکن چتامبہ - بھیلواڑہ - میواڑ
۴۴:- " " " رامیشور دیال - ساکن گھانٹ - علاقہ ٹونک
۴۵:- " " " نانک رام دگوت بھڑانہ) اسٹیشن ماسٹر - نصیر آباد
۴۶:- " " " بھیرو لال ساکن جانٹریہ علاقہ پلاسٹھ - کوٹہ
۴۷:- " " " ایشور سنگھ - ایس - ایچ - او - تھانہ رام گنج - جے پور
۴۸:- " " " پٹیل رام گوپال کستان سرپنچ علاقہ "باندے کا بر کھیڑہ" جے پور

۴۹:- عالی جناب چودھری گوردھن جی کلکٹرو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۔ سروہی

۵۰:- " " " سورج سنگھ پٹیل چھوگالال بھڑانہ ساکن دورائی ۔ اجمیر

۵۱:- " " " بدری پرشاد سکرٹری گوجر سبھا ۔ راتنا گڑھ ۔ جودھپور

۵۲:- " " " پرنسپل ہیمرام گوپال رام ۔ ایم ۔ اے ۔ پرنسپل گوجر کالج

۵۳:- " " " نرائن جودھا جی گوجر ۔ لوکو ڈرائیور ۔ باندی کوئی ۔ جے پور

۵۴:- " " " پریم سکھ ورما گورسی ، رئیس چندرپورہ علاقہ جھنجھنو

۵۵:- " " " کنور اودھے بہاری سنگھ تحصیلدار علاقہ (وے ر) دیر ۔ بھرت پور

۵۶:- " " " ٹھاکر رام سنگھ (گوت راوت) ایس ۔ پی ۔ ایم ۔ بھیلواڑہ ۔ میواڑ

۵۷:- " " " برجیندر کمار دھابھائی ۔ ایم ۔ اے ۔ بی ۔ ای ۔ ڈی ۔ ناتھ دوارہ ۔ میواڑ

۵۸:- " " " موہن لال ورما دھابھائی ۔ ٹائم کیپر ۔ جنکشن کوٹہ

۵۹:- " " " ڈاکٹر چھوگالال جی ۔ ایم ۔ بی ۔ بی ۔ ایس ۔ ایم ۔ او ۔ ہسپتال کھیتڑی

۶۰:- " " " اودے بھان ۔ بی ۔ اے ۔ ساکن اٹل بند ۔ بھرت پور

۶۱:- " " " حولدار شنکر سنگھ پنچ ۔ اے ۔ ایچ ۔ الف ۔ مقام رلاوت ۔ جے پور

۶۲:- " " " دھابھائی کرشن جی ۔ تحصیلدار ۔ بدنور ۔ میواڑ

۶۳:- " " " پٹیل بابو رام جمعدار ۔ صدر گوجر سبھا ۔ مالپرا ۔ ٹونک

۶۴:- " " " تارا چند مستری لال ۔ اسٹیشن ماسٹر باندی کوئی ۔ جے پور

۶۵:- " " " نگھری رام اوورسیئر ۔ محکمہ سینچائی ۔ مقام نشاتر ۔ بوندی

۶۶:- " " " گری راج سنگھ ۔ نزد ورکس ۔ جودھپور

۶۷:- " " " لفٹیننٹ کرنل مان سنگھ آئی ۔ این ۔ اے ۔ سید پور ۔ الور

۶۸:- " " " بھگت کلیان رام سرپنچ موضع منڈاور سری نگر ۔ ٹونک

۶۹:- " " " مسیر زبرتس مل رادھاکرشن جی شکند گڑھ علاقہ جھنجھنو

۷۰:- " " " بلبیر سنگھ (گوت راوت) اے ۔ ایس ۔ آئی ۔ مقام سوائی ۔ مادھوپور

۷۱:- " " " چودھری سورجمل (گوت کھالوٹ) ۔ ایس ۔ آئی ۔ گوالیر مقام لشکر

۷۲:- " " " حولدار نارائن سنگھ ۔ ڈھانی گدڑی ۔ سوائی مادھوپور

۷۳:- " " " پٹیل ہزاری لال جی سبھاپتی (صدر ۔ چیرمین) بنستھلی ۔ جے پور

۷۴:- عالی جناب صوبیدار بہاری لال۔ آئی۔اے۔سی۔ رائےسنگھ نگر۔

۷۵:- ” ” مہنت پریم داس جی مہاراج۔ سوائی بھوج، آسندی - میواڑ

نوٹ:- سوائی بھوج کا مشہور و معروف مندر میواڑ کے شاہی مہارانا ؤں کا ہے، یہ مندر ہمیشہ سے گرجروں سے متعلق رہا ہے یعنی اس کے مہنت (سجادہ نشین) گرجر ہوتے ہیں۔ مولف گرجر۔

۷۶:- عالی جناب کنور گردھاری لال پٹیل - خوشحال بھون - الور

۷۷:- ” ” حولدار کھیم چند۔ ساکن گڈیا ٹیکری۔ اودے پور

۷۸:- ” ” پٹیل رام نرائن جی پنچ مقام برالودہ - کوٹہ

۷۹:- ” ” دھابھائی میگھ راج سنگھ جی ساکن ”جگدیش کا چوک“ اودے پور

۸۰:- ” ” صوبیدار کے۔ایل۔ورما۔ اے کمپنی ۱۔ آئی۔اے۔سی۔ الوگڑھ

۸۱:- ” ” ہری راج سنگھ ایم۔اے۔ پرنسپل گورنمنٹ ہائی اسکول بیاوڑ

۸۲:- ” ” پٹیل رام ناتھ جی (گوت تنور یا تومر) سرپنچ مقام ڈبلود۔ ٹونک

۸۳:- ” ” مدھوسودن جی (گوت گوبحل) انسپکٹر محکمہ زراعت - مقام ڈماڑاں اجمیر

۸۴:- ” ” نرائن سنگھ اسٹیشن ماسٹر ابردا۔ سوائی مادھوپور

۸۵:- ” ” پٹیل سادھورام (گوت شکل) سرپنچ مقام کھوواڑہ یا پڑ - جے پور

۸۶:- ” ” جمعدار لکشمن سنگھ۔ ڈبلیو۔سی۔او۔ باندی کوئی - جے پور

۸۷:- ” ” چودھری فتح رام نمبردار مقام پوتھیری۔ علاقہ ڈیگ۔ بھرت پور

۸۸:- ” ” بنے سنگھ ذیلدار ساکن چڑاول مالی ”

۸۹:- ” ” رتن سنگھ ذیلدار سرپنچ ” ”

۹۰:- ” ” صوبیدار میجر ہیرالال۔ بیتم پور - کوٹہ

۹۱:- ” ” گلاب چند ورما معتمد مہاراجہ - کوٹہ

۹۲:- ” ” گنگارام (گوت ہیکل) سرپنچ مقام بچولہ۔ بھیلواڑہ - میواڑ

۹۳:- ” ” دھابھائی بجرنگ بلی۔ شہر جے پور

۹۴:- ” ” صوبیدار نیت رام مین پور - الور

۹۵:- ” ” منگت رام (گوت بھوملہ) آر۔اے۔سی۔ شری گنگانگر

۹۶:- عالی جناب رام چندر بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ جھوٹ واڑہ۔ جے پور

۹۷:- " " چودھری ارجن سنگھ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ علاقہ بانرا۔ کوٹہ

۹۸:- " " کنور کرن سنگھ۔ کرن نواس۔ شہر بھرت پور

۹۹:- " " دھابھائی لکشمی نرائن۔ ایس۔ آئی۔ پی۔ شہر جے پور

۱۰۰:- " " گنگا دشنو جی سرپنچ علاقہ جھاپڑی۔ ٹونک

۱۰۱:- " " نندلال صاحب ٹرانسپورٹ انسپکٹر ٹونک

۱۰۲:- " " پٹیل بھیرولال سرپنچ علاقہ سولیہ جھالاواڑ۔ میواڑ

۱۰۴:- " " رانتی دیو ورما۔ اسسٹنٹ کمانڈر ۹ پی۔ اے۔ سی۔ سیتاپور

۱۰۵:- " " پٹیل پنالال کٹاریہ۔ ساکن کھجورنہ۔ کوٹہ

۱۰۶:- " " شیودھان سنگھ (گوت تنور یا تومر) ساکن تجھٹیا۔ سوائی مادھوپور

۱۰۷:- " " رام کرن سنگھ مانگی لال ایم۔ ایل۔ اے۔ کلیا ینورہ۔ میتلی کوٹہ

۱۰۸:- " " نول سنگھ (گوت دورانی یا دراوتی) ہیڈ ماسٹر گوڑاخورد۔ اجمیر

۱۰۹:- " " کشن سنگھ گرجر۔ ریزیڈنسی روڈ۔ جودھپور

۱۱۰:- " " یوگیش چندر جی دھابھائی۔ اودے پور

۱۱۱:- " " بھوراملل اسٹور کیپر۔ ہوا محل۔ جے پور

۱۱۲:- " " مول چند۔ آئی۔ ای۔ پی۔ ایم۔ جے پور

۱۱۳:- " " اونکارلال پٹیل ساکن منڈوا۔ علاقہ سری نگر سوائی مادھوپور

۱۱۴:- " " روپ رام گرجر پٹیل۔ ساکن محلہ گنگا پول شہر جے پور

۱۱۵:- " " چودھری کشن سنگھ (گوت لامرور) بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔
ایڈوکیٹ۔ اجمیر۔

۱۱۶:- " " رنجیت سنگھ۔ بی۔ اے۔ سینٹرل اکسائز انسپکٹر۔ وشن گڑھ
فتح گڑھ

۱۱۷:- " " مہاراج سنگھ مانگی لال، لانگری۔ باندی کوئی جے پور

۱۱۸:- " " سورج مل تنور (تومر) اجمیر

۱۱۹:- " " دھابھائی رام چند جی۔ دیوگڑھ مداریہ۔ اودے پور

۱۲۰:- عالی جناب رانا رام ناتھ جی گھٹانہ ایم۔ایس۔ایم۔ دوسہ۔ جے پور

۱۲۱:- " " کنور بھنور سنگھ چوہان قصبہ کسومبھی میواڑ۔ راجستھان

۱۲۲ " " رام کھلاڑی بی۔اے ساکن دیولین۔ انچارج پولیس اسٹیشن۔ راجستھان

۱۲۳ " " چودھری گیان سنگھ بی۔اے۔ ساکن شیرپور۔ علاقہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر

۱۲۴ " " راجہ رام سنگھ ساکن رورواراے۔ ریاست دتیہ۔ حال سٹلمنٹ افسر مقام انیا وسط ہند۔

۱۲۵ " " رگھبیر سنگھ ساکن سلامت پور۔ سرکل انسپکٹر پولیس کاسگنج ضلع ایٹہ۔

۱۲۶ " " رگھبیر سنگھ ساکن تِجی کلیانہ۔ تحصیلدار۔ صدر تحصیل۔ دہلی

۱۲۷ " " ہیمنت کمار سولنکی (سوتنیا) ساکن پرتاپ گڑھ۔ علاقہ بانس واڑہ راجستھان۔

۱۲۸ " " کشن لال ایم۔اے۔ ایل۔ایل۔بی۔ ساکن علاقہ بچھون۔ جے پور۔ حال ڈسٹرکٹ اینڈ سشن جج الور۔

۱۲۹ " " کنور شمبھو سنگھ۔ بی۔اے۔ ایل۔ایل۔بی۔ ساکن بھرت پور۔ حال ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ ڈیگ۔ راجستھان۔

۱۳۰ " " کنور چند بی۔اے۔ ساکن مرزاپور۔ ضلع مظفرنگر۔ حال ڈپٹی کمشنر۔ علاقہ بدایوں

۱۳۱ " " کیپٹن کرشنا رام بی۔ایس۔سی۔ کلکٹر انکم ٹیکس مشرقی پنجاب ہماچل پردیش انکم ٹیکس آفس انبالہ

۱۳۲ " " کرشن گوپال ورما ساکن کرشن گڑھ حال ڈی۔ایس۔پی۔ کرشن گڑھ راجستھان

۱۳۳ " " ارجن سنگھ ساکن بھرت پور حال ڈی۔ایس۔پی۔ میڑتا پربت سر۔۔۔ ضلع ناگور۔ راجستھان۔

۱۳۴ " " وشا بھائی وسے سنگھ بی۔اے۔ ایل۔ایل۔بی ساکن گھیسٹری۔ چک بندی افسر جودھپور ڈویژن۔ جودھپور۔ راجستھان۔

۱۳۵ " " شیو دھری بی۔اے۔ ساکن بھرت پور سپرنٹنڈنٹ گارڈن۔ رام باغ جے پور۔ راجستھان

نوٹ ریاست دوسہ کے کھٹانہ حکمراں بڑگوجر کہلاتے تھے جنہوں نے جے پور کے راجپوتوں کی لڑکی لینے سے انکار کر دیا تھا یہ زمانہ اورنگ زیب کا تھا، جے پور کا راجپوت حکمراں جے سنگھ تھا جو اورنگ زیب کا سپہ سالار تھا، وہ اس بات سے برافروختہ ہوا اس نے دوسہ کو تباہ و برباد کر کے اس علاقہ کو ریاست جے پور میں ملالیا یہ جے سنگھ راجپوت مان سنگھ یعنی شہنشاہ جہانگیر کے سالے کا پڑپوتا تھا۔

آج کل گوجروں اور راجپوتوں میں تعصب بہت کم ہو چلا ہے، راجستھان وغیرہ علاقوں میں بہت سے ایسے بھی خواہ گوجر موجود ہیں جو اب راجپوتوں کو اپنے میں ملانے کے لئے تیار ہیں یہ ایک بہتر عملی قدم ہوگا کیوں کہ گوجر، جاٹ، راجپوت اور اہیر ایک ہی قوم سے تعلق رکھتے ہیں ان کا اتحاد ان کی ترقی کا ضامن ہے۔ یہ صورت حال دیکھکر... دوسری وہ اقوام جو ترقی پذیر ہیں خالف ہیں چنانچہ اس کا مظاہرہ ابھی حال ہیں پنچم شہر کے ایک صاحب کشوری لال برہمن نے کیا جنہوں نے سائیکلو اسٹائل پر بہت سے اشتہارات چھپوا کر تقسیم کئے ہیں اور یہ شکایت کی ہے کہ راجپوت اب اپنی گرجر قومیت کی طرف جھک کر انتخابات وغیرہ میں گوجروں کا ساتھ دیتے ہیں، جس دن آپس کے شادی بیاہ ان دونوں قوموں میں از سر نو ہونے لگیں گے تبھی اتحاد مستحکم ہو سکتا ہے۔

مغلیہ دور میں گوجروں کو عزت بچا کر اپنی عظمت اور تباہی پر ناز تھا اور راجپوتوں کو مغلیہ جاگیروں اور امارت پر ناز تھا مگر اب یہ سب جاگیریں اور ریاستیں ختم ہو کر دونوں گروہ ایک ہی سطح پر آچکے ہیں شاید اب کوئی بہتری کی صورت نکل آئے۔

یہ بات ضرور ہے کہ موجودہ زمانہ ہر قسم کے تعصب سے دستبرداری چاہتا ہے.. ورنہ موجودہ تعلیم و ترقی تباہ و برباد ہو کر تمام دنیا میں پھر اِدھر سے اُدھر لشکر پھرنے لگیں گے آج کے زمانہ میں گذشتہ تاریخی واقعات سے فائدہ اٹھانا تمام دنیا کے عوام کا کام ہے ورنہ انسان کو اس سرزمین پر کہیں امن و اماں میسر نہ ہوگا۔

راجستھان کے علاقہ میں گوجر دیگر علاقوں کے مقابل میں ترقی کی راہ پر تیزی سے گامزن ہو چکے ہیں۔ گذشتہ سال گوجروں نے بھارت حکومت کو ایک یادداشت بھیجی تھی کہ یا تو راجپوت رجمنٹ کا نام گوجر رجمنٹ رکھا جائے کیونکہ راجپوت رجمنٹ میں

اکثریت گوجر جوانوں کی ہے یا گوجر رجمنٹ الگ بنائی جائے کیوں کہ بھارت کی تمام رجمنٹوں میں مجموعی طور سے گوجر تمام قوموں کے مقابلہ میں اکثریت رکھتے ہیں۔

معلوم نہ ہو سکا کہ اس یادداشت پر کیا عمل ہوا۔

گوجروں کی وہ آزاد حکومت دوسہ جسے اورنگ زیب کے سپہ سالار نے تباہ کیا تھا پھر عروج حاصل کر رہی ہے انگریزوں کے زمانہ میں ہر جگہ دوسری اقوام گوجروں کی آراء سے منتخب ہو کر جاتی تھیں مگر ۱۹۵۶ء کے انتخابات میں ضلع دوسہ سے پٹیل رام دھن نے راجستھان کے سابقہ وزیر خوراک و محنت پنڈت رام کرن جوشی کو 5500 آراء سے... شکست دی۔ پٹیل رام دھن گوجروں کے خاندان کھروال سے تعلق رکھتے ہیں آپ کے والد مرحوم پٹیل گنیش جی آل انڈیا گوجر سبھا کے نائب صدر تھے۔

یشودا کماری

آپ گوجروں کے معزز خاندان یادو سے تعلق رکھتی ہیں آپ کے والد جے نرائن یادو گوجر دوسہ کے رہنے والے ہیں جنہوں نے ریلوے میں تیس سال ملازمت کی انہوں نے اپنے بچوں کو بہترین تعلیم دلوائی ان کا لڑکا ہری سنگھ بھی ریلوے میں ملازم ہے۔ محترمہ یشودا کماری کی شادی کھٹانہ خاندان کے گوجر گھرانے کے راجچند صاحب سے ہوئی۔ آپ گوجر قوم کی وہ خاتون ہیں جو عورتوں میں سچی قومی اسپرٹ (جذبہ) پیدا کر رہی ہیں۔ آپ عورتوں کی تعلیم کے لئے بے حد کوشاں ہیں آجکل آپ راجستھان کے محکمہ تعلیم میں ملازم ہیں

نوٹ کھروال یا کھرل دونوں ایک ہی گوت ہیں۔

مولف

نام سرپرستگان ویر گوجر میرٹھ اردو ایڈیشن

۱:- چودھری جونی رام سنگھ نائب تحصیلدار لدھیانہ پنجاب

۲:- حولدار رام کمار بھوملہ اسٹاف - پی - اے - ایف - آر - ٹی - سی بہادر گڑھ پٹیالہ

۳:- چودھری بیربل سنگھ ساکن پھیرو گڑھ پوسٹ ماسٹر ہریاں سہارنپور

۴:- گیانی سروپ سنگھ میلو - او - ٹی سینیئر ٹیچر پنجابی گورنمنٹ ہائی اسکول بسی پٹھاناں پٹیالہ

نوٹ :- آپ سکھ گوجر ہیں -

۵:- کنور رام کنوار سنگھ جی رئیس موضع کوکراں والی ڈنگ حصار

۶:- چودھری جیت سنگھ جی ٹھیکیدار بی کے سینا کھرڑ انبالہ

۷:- کیپٹن چودھری منگت سنگھ اور سیر نٹر بی - ڈی - ای متھرا چھاونی

۸:- چودھری آر - این - بانٹھ صاحب ہیڈ ماسٹر این - بی - جی - ایم ہائی اسکول ہوشیار پور

۹:- ″ قبول سنگھ نمبر ۶۹۴ - قبول نگر - شاہدرہ دھلی

۱۰:- ″ بلٹو سنگھ جی رئیس موضع ملک تھکاولی - واہم پور بجنور یوپی

۱۱:- ″ نین سنگھ تیج سنگھ رئیس ہنساپور - بہسومہ میرٹھ ″

۱۲:- ″ روپ سنگھ صدر گاؤں پنچایت ہاشم پور - جالنسٹھ مظفر نگر ″

۱۳:- ″ ہری سنگھ جی رئیس ماندوری - ہتھین - نوہ گوڑ گاؤں پنجاب

۱۴:- ″ ارجن سنگھ سرپنچ لواں پنڈی ٹھیریاں - گڑھ شنکر ہوشیار پور ″

۱۵:- ″ دیوان چند - ایس - آئی - پولیس انچارج فاضلکا فیروزپور ″

۱۶:- ″ ذیلدار ترکھا رام جی رئیس مدن پو مہرولی دھلی ″

۱۷:- ″ حولدار دھنی رام چوہان نمبر ۸ ایر ایف - ایم سگنل رجمنٹ پالم چھاونی دھلی

۱۸:- ″ کیپٹن ٹیک چند - رائپور کلاں - کھرڑ انبالہ پنجاب

۱۹:- ″ ایچ - سی - سیتارام - او - ایس - آئی برانچ - پی - اے - پی -
آر - ٹی - سی جالندھر پنجاب

۲۰:- چودھری حولدار اننت رام بی کمپنی ۱۷- راجپوت رجمنٹ

۲۱:- ،، ،، ہربنس سنگھ ہکلہ - ٹونڈیوال - کاٹھ گڑھ ہوشیارپور پنجاب

۲۲:- ،، ،، رائچند بھاٹیہ ساکن راجو ماجرہ بھڈی

۲۳:- ،، ،، مادھورام گشان - ریلوے پولیس جلبند سنگرور پنجاب

۲۴:- ،، ،، شفقت جنگ رئیس - قصبہ کاندھلہ مظفرنگر یو-پی

۲۵:- ،، رائے صاحب سندر لال گئوشالہ - پٹیالہ پنجاب

۲۶:- ،، ہردلیش چندر - اے - ایس - آئی - انچارج اسکوائر جلال آباد فیروزپور ،،

۲۷:- ،، جمعدار گجراج سنگھ سپلائی ڈپو - بہار رجمنٹ ٹی - بی - سی دینا پور چھاونی پٹنہ بہار

۲۸:- ،، دیارام ٹھیکیدار معظم پور - نورپور ہوشیارپور پنجاب

۲۹:- ،، رتن سنگھ جی رئیس - سرائے کالے خاں - نظام الدین نئی دہلی

۳۰:- ،، ہری سنگھ جی رئیس - گوکڑاوالی - ڈنگ حصار پنجاب

۳۱:- ،، بختاور سنگھ جی نمبردار ،، ،، ،، ،،

۳۲:- ،، رسال سنگھ رئیس ،، ،، ،، ،،

۳۳:- ،، گیانی سردار لابھ سنگھ سکھ گوجر ٹیچر گورنمنٹ ہائر سکینڈری اسکول دھموٹ پٹیالہ

۳۴:- ،، مستان سنگھ چیچی گوجر - ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ - نگھنی - کاٹھ گڑھ ہوشیارپور پنجاب

۳۵:- ،، پردھان امراؤ سنگھ ڈائریکٹر - موراپور کوٹلی - حبیب والہ بجنور یوپی

۳۶:- ،، ماتورام ذیلدار ٹٹوانہ - رائے پور والی انبالہ پنجاب

۳۷:- ،، کیشورام ذیلدار لال پور ،، ،،

۳۸:- ،، رنجیت سنگھ بی - اے - اکسائز انسپکٹر سنٹرل بشن گڈھ فتح گڈھ یوپی

۳۹:- ،، سردار تیجا سنگھ دگوت کھڈوانہ) سکھ گوجر ایگریکلچر آفس انبالہ شہر پنجاب

۴۰:- ،، کلی رام صاحب ایم - اے - پرنسپل جواہر کالج - پانی پت کرنال ،،

۴۱:- ،، رونقی رام چیچی رئیس و زمیندار موضع گمتھلہ - پنج کولہ پٹیالہ

۴۲:- ،، ملکھی رام گشان بی - اے - آنرز مقیم ۱۲ - ایچ - پی - کالونی انبالہ چھاونی پنجاب

نوٹ آپ اردو زبان کے شاعر بھی ہیں

۴۳:- چودھری جسونت سنگھ - بی - اے اکسائز انسپکٹر مہندرگڑھ پنجاب

۴۴:-	چودھری صوبیدار گیان چند ورما ساکن بھاگوٹ۔	ضلع میرٹھ یو۔پی
۴۵:-	″ اودے چندورما۔ کوٹلہ مبارکپور نئی دہلی پروپرائٹر راجندر فارم نزد عیدگاہ	نئی دہلی
۴۶:-	″ کنور لکشمن سنگھ جی رئیس موضع موکڑی	ضلع اجین مالوہ
۴۷:-	″ صوبیدار ابھے رام۔ صدر گوجر سبھا دا انجمن، کھرڑ علی پور	ہانسی حصار
۴۸:-	″ رحیم علی صاحب پولیس سروس۔ بھدرواہ۔ جموں۔	مقبوضہ کشمیر
۴۹:-	″ تناد القوم عبد الغنی نثار گلستان۔ سبنھل بالا۔ گاندربل۔	″
۵۰:-	″ بریگیڈیر خدا بخش جناب وائس پریزیڈنٹ گوجر کانفرنس۔	سری نگر
۵۱:-	″ پھجن سنگھ، دلیپ سنگھ رئیس سرائے کالے خاں نظام الدین	نئی دہلی
۵۲:-	″ ایشر سنگھ۔ بی۔ اے۔ ای۔ ڈی۔ پرنسپل گورنمنٹ ہائی اسکول سبھاتو۔ شملہ ہلز۔	شملہ
۵۳:-	″ بشن داس کٹاریہ ایگزیکیٹو انجنیئر بھاکڑہ مین لائن سوئم	پٹیالہ پنجاب

مندرجہ بالا فہرستوں سے پتہ چلتا ہے کہ بھارت میں مسلمان گوجروں نے اپنی اصلاح و ترقی کی طرف بالکل قدم نہیں اٹھایا۔

مولف گوجر کو بھارت کے اندرونی حالات سے کماحقہ ذاتی طور سے واقفیت ہے اور میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان گوجروں کی حالت یو۔پی میں کچھ ہی سال میں ویسی ہی ہو جائے گی جیسی چند سال پیشتر مسلمان جولاہوں کی تھی یعنی وہ یا تو مزدوری کریں گے یا جھونپڑوں کی روٹیوں پر ان کا گزارہ ہوگا۔

یہ صورت حال اس وجہ سے یقینی ہے کہ حالانکہ پرائمری اسکولوں میں مفت تعلیم کا بندوبست ہے مگر گوجر اپنی زمینوں کے زعم میں بچوں کو قطعاً اسکول نہیں بھیجتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ موجودہ نسل کی پرورش ہندوؤں کی ہر بات سے تعصب کی بنا پر ہوئی چنانچہ جتنا بغض و حسد مسلمان گوجروں کو ہندی زبان سے ہے اتنا کہیں بھی نہیں پایا جاتا۔ تمام مسلم قومیں ہندی زبان میں تعلیم حاصل کر کے بڑے بڑے ممتاز عہدوں پر فائز ہو چکی ہیں مگر بھارتی گوجروں کے دماغ میں تجرد پسندی اپنا گھر کر چکی ہے دوسرے دوسری مسلمان قومیں مذہبی کتابوں کا ترجمہ ہندی زبان میں کر رہی ہیں اور ہماری قوم کے دیہات میں ایران کی فارسی زبان کے ابتدائی مدارس کھل رہے ہیں دوسری طرف حکومت وقت کے تقاضوں

کے تحت تمام زمینوں کو سرکاری تولیت میں لے رہی ہے اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ یا تو مسلمان گوجر مزدور بن جائیں گے ورنہ سے

استری موئی سمپتی ناسی
زنڈ منڈ بھئے سنیاسی

یعنی:- بیوی مرگئی گھر کا ستیاناس ہوگیا زنڈ منڈ ہو کر فقیری اختیار کرلی۔

چند معزز حضرات

اتر پردیش (یو-پی)

۱:- عالی جناب رانا بشیر احمد صاحب کھٹانہ رئیس موضع دمجھیڑہ ڈاکخانہ چلکانہ ضلع سہارنپور

۲:- ” ” ” حکیم بشیر احمد افتخار الاطباء ” ” ” ”

۳:- ” ” ” مولوی زاہد حسین کھٹانہ سابق-ایم-ایل-اے- موضع براہمی ڈاکخانہ سرساوہ ضلع سہارن پور۔

۴:- ” ” ” ڈاکٹر محمد الیاس کھٹانہ-ایم-بی-ایچ-میڈیکل ہال چلکانہ.... ضلع سہارن پور۔

۵:- ” ” ” حکیم الدین صاحب دگوت بٹار) موضع ابراہیم پورہ- ڈاکخانہ سرساوہ ضلع سہارن پور۔

۶:- ” ” ” ولی محمد صاحب موضع ماجری- ڈاکخانہ سرساوہ- ضلع سہارنپور

۷:- ” ” ” عبدالرحیم صاحب موضع سلیم پور ” ” ” ”

۸:- ” ” ” خان بہادر پوسوال صاحب وائس چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ ”

۹:- ” ” ” محمد شفیع پوسوال صاحب رئیس و زمیندار موضع دبکورہ ڈاکخانہ بھٹ ضلع سہارن پور۔

۱۰:- ” ” ” جمیل احمد بڑگوجر صاحب- موضع جکوالی- ڈاکخانہ رام پور منہیاران ضلع سہارن پور۔

۱۱:۔ عالی جناب رانا قاسم علی صاحب بڑ گوجر۔ موضع چکوالی ڈاکخانہ رام پور منہیاران...
ضلع سہارن پور۔

۱۲:۔ " " " منشی ولی محمد چوہان پسر چودھری نتھو صاحب چوہان مرحوم موضع نائی نگلی
عرف ماجری ڈاکخانہ اسلام نگر ضلع سہارن پور۔

۱۳:۔ " " " الحاج شہاب الدین بڑ گوجر صاحب موضع نائی نگلی عرف ماجری ڈاکخانہ اسلام نگر
ضلع سہارن پور۔

۱۴:۔ " " " الحاج محمد ابراہیم بڑ گوجر صاحب " " " "

۱۵:۔ " " " ٹھاکر عابد حسین بڑ گوجر صاحب (دنچار) " " "

۱۶:۔ " " " " محمد اقبال چوہان صاحب " " "

۱۷:۔ " " " چودھری قطب الدین بڑ گوجر سابق صدر گاؤں پنچایت " "

۱۸:۔ " " " قطب الدین پوسوال صاحب " "

۱۹:۔ " " " مہدی حسن عرف مہدا پسر چودھری مقصود پسر راجہ کمال الدین بڑ گوجر
ساکن موضع نائی نگلی عرف ماجری۔ ڈاکخانہ اسلام نگر ضلع سہارن پور۔

۲۰:۔ " " " جعفر علی صاحب کولی ساکن موضع نائی نگلی عرف ماجری۔ ڈاکخانہ اسلام نگر
ضلع سہارن پور۔

۲۱:۔ " " " مقصود علی ٹبار صاحب موضع پلٹھیڑی۔ ڈاکخانہ گڑھی عبداللہ خاں
ضلع مظفر نگر۔

۲۲:۔ " " " ظہور احمد بڑ گوجر۔ محلہ گوجراں۔ دیوبند۔ سہارن پور

۲۳:۔ " " " محمد ابراہیم ٹبار پسر چودھری منصب علی ٹبار مرحوم محلہ گوجراں گنگوہ سہارنپور

۲۴:۔ " " " محمد تقی ٹبار صاحب " " "

۲۵:۔ " " " زندہ حسن و محمود حسن بڑ گوجر موضع سیجوڑ۔ ڈاکخانہ رام پور منہیاران
ضلع سہارن پور۔

۲۶:۔ " " " عبداللہ صاحب بڑ گوجر " " "

۲۷:۔ " " " امام الدین صاحب دیورا چوہان موضع ٹیرانہ گوجراں ڈاکخانہ خاص
ضلع مظفر نگر۔

۲۸:- عالی جناب محمد شریف صاحب دیوراچوہان موضع ٹپرانہ گوجران ڈاکخانہ خاص ضلع مظفر نگر

۲۹:- ״ ״ محمد اکرام ״ ״ ״ ״ ״

۳۰:- ״ ״ محمد اشرف ״ ״ ״ ״

۳۱:- ״ ״ پہلوان نور محمد چوہان موضع اودری ڈاکخانہ جھنجانہ ״

۳۲:- ״ ״ محمد شفیع راول موضع بی پور ״ ״

۳۳:- ״ ״ قطب الدین چوہان ڈائرکٹر محکمہ شوگرکین تنالی ساکن موضع ماہی پور ڈاکخانہ کاندھلا ضلع مظفر نگر۔

۳۴:- ״ ״ ہاشم علی چوہان بی۔اے۔ ساکن موضع ماہی پور ڈاکخانہ کاندھلا ضلع مظفر نگر۔

۳۵:- ״ ״ الحاج کیشودین چوہان ڈائرکٹر محکمہ شوگرکین۔ ساکن کھنڈراولی... ڈاکخانہ کاندھلہ۔ ضلع مظفر نگر۔

۳۶:- ״ ״ عبدل چوہان مکھیا و نمبردار۔ موضع کھنڈراولی ڈاکخانہ کاندھلہ.... ضلع مظفر نگر۔

۳۷:- ״ ״ بشیر الدین رئیس۔ موضع جھان پورہ۔ علاقہ کیرانہ۔ ضلع مظفر نگر۔

۳۸:- ״ ״ محمد شریف صاحب چوہان سابق چیرمین کیرانہ۔ ضلع مظفر نگر

۳۹:- ״ ״ اصغر علی چوہان گُرجر راجپوت سابق ایم۔ایل۔اے یو۔پی۔ اسمبلی۔ ساکن موضع لوئی۔ علاقہ بڈھانہ۔ ضلع مظفر نگر

۴۰:- ״ ״ شفقت جنگ چوہان۔ ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ۔ رئیس و زمیندار موضع کاندھلہ ضلع مظفر نگر۔

۴۱:- ״ ״ حکیم محمود جنگ چوہان طبیب حاذق افتخار الاطباء قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر

۴۲:- ״ ״ قمر الدین صاحب چوہان۔ ایم۔ایل۔اے۔یو۔پی۔ اسمبلی ساکن موضع گڑھی دولت۔ علاقہ کاندھلہ۔ ضلع مظفر نگر۔

۴۳:- ״ ״ الحاج احمد حسن چوہان زمیندار موضع گڑھی دولت۔ کاندھلہ مظفر نگر

۴۴:- ״ ״ علی حسن ״ ״ ״ ״ ״ ״

۴۶:- ״ ״ ابوالحسن صاحب ساکن ڈولہ۔ علاقہ باغپت۔ ضلع میرٹھ

۴۷:- ״ ״ گینداصاحب ״ ״ ״ ״

۴۸:- ایم۔ آر۔ خاں ساکن کرہ علاقہ جیس۔ ضلع رائے بریلی۔ اودھ

۴۹:- عبدالغفور خاں۔ ساکن پسورہ۔ ڈاکخانہ تنترہ۔ ضلع رائے بریلی۔ اودھ

۵۰:- حاجی مصطفٰی خاں موضع پورحسن۔ ڈاکخانہ جالس۔ ضلع رائے بریلی۔ اودھ

راجستھان و گجرات (کاٹھیاواڑ)

۱:- عالی جناب چودھری عبدالرشید ٹڑ گوجر (نیوار) انسٹرکٹر راجستھان پولی ٹیکنک۔۔۔۔ انسٹیٹوٹ۔ اجمیر۔

۲:- " " عبداللہ وھکڑ۔ ہیڈ جوور۔ احمد آباد۔ گجرات

۳:- بشیر محمد چوہان۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ اجمیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مشرقی پنجاب

۱:- عالی جناب چودھری رشید احمد صاحب رئیس و زمیندار موضع کھاری (خضری)۔۔۔ ڈاکخانہ جگادھری۔ ضلع انبالہ۔

۲:- " " " محمد اسماعیل ساکن منڈی گڑھی۔ علاقہ پانی پت ضلع کرنال۔

۳:-

۴:- " " افلاطون صاحب ساکن کچرولی ڈاکخانہ بابرپور۔ ضلع کرنال

نوٹ:۔ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے حساب سے تقریباً چار لاکھ ہے جس کی اکثریت میوات اور گوڑگاؤں میں ہے۔

مسلمان گوجر زیادہ تر شملہ کی پہاڑیوں مثلاً ریاست نہان، بوڑیہ وغیرہ میں آباد ہیں۔ جمنا کے ساتھ ساتھ جو دیہات ۱۹۴۷ء کے فسادات میں یو۔ پی۔ چلے گئے تھے اور وہاں سے پاکستان نہیں آئے ان کو بھارتی حکومت نے ۱۹۴۹ء میں اپنے گھروں میں دوبارہ آباد ہونے کی اجازت دیدی تھی، جن کو دوبارہ زمینیں دے دی گئیں، چودھری رشید احمد صاحب کو ان کا پورا گاؤں اور شکارگاہ کی تمام زمینیں دوبارہ دیدی گئیں جہاں وہ آج تک آباد ہیں اور ضلع انبالہ میں خاص اعزازات کے مالک ہیں۔ مشرقی پنجاب میں اب تقریباً چالیس ہزار مسلمان گوجر آباد ہیں۔

مقبوضہ کشمیر و جموں

۱:۔ عالی جناب رانا حضرت نظام الدین لاروی۔ ایم۔ ایل۔ سی۔

آپ کا گوت بجران ہے۔ آپ خدا رسیدہ بزرگ ہیں۔ بھارت کے نائب وزیر اعظم سردار ولبھ بھائی پٹیل پٹی دار گوجر کو آپ سے خاص عقیدت تھی وہ آپ کو "سید گوجر" کے خطاب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ مولّف گرجر

۲:۔ عالی جناب رانا غلام حسین لسانوی۔ ایم۔ ایل۔ سی۔

آپ گوجر قوم کی ترقی کے لئے رات دن کوشاں ہیں۔

۳:۔ " " " محمد شفیع کھٹانہ بی۔ اے۔ ایم۔ ایل۔ سی۔ ساکن متی و دھاڑ۔ ڈاکخانہ ککرناگ تحصیل اننت ناگ۔ ضلع سری نگر۔

۴:۔ " " الحاج محمد اسرائیل کھٹانہ۔ صدر گوجر کانفرنس آل جموں و کشمیر کا چھوں اسلام آباد۔

نوٹ:۔ آپ گوجر جاٹ کانفرنس کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔

۵:۔ عالی جناب رانا حضرت میاں بشیر احمد لاروی۔ نائب صدر آل جموں کشمیر گوجر کانفرنس۔

نوٹ:۔ یہ نمبر ۱ کے فرزند ہیں۔

۶:۔ عالی جناب رانا فتح علی صاحب گشان (تخلص سروری) جنرل سکرٹری آل جموں کشمیر گوجر کانفرنس و ایڈیٹر "نوائے گوجر قوم" جموں۔ ساکن گوجر نگر۔ جموں

۷:۔ " " " غلام محمد گورسی جائنٹ سکرٹری۔ کشمیر گوجر کانفرنس (آپ کی سکونت مقام دیول علاقہ ریاسی کی ہے)

۸:۔ " " " اللہ دتا۔ آفس سکرٹری گوجر کانفرنس

۹:۔ " " " غلام احمد صاحب تاثیر فنانس سکرٹری کشمیر گوجر کانفرنس (آپکا گوت بھلیسر ہے، آپکی جائے رہائش محلہ میراں صاحب شہر جموں میں ہے)

۱۰:۔ " " " مولوی الحاج علم دین صاحب پروپیگنڈہ سکرٹری کشمیر گوجر کانفرنس

آپ گوجری زبان کے شاعر ہیں آپ کا تخلص "دین جامی" ہے
آپ کا خطاب "فخر الشعرا" ہے

۱۱:- عالی جناب رانا الحاج نور الحق چوہان صاحب آرگنائزر۔ کشمیر گوجر کانفرنس
۱۲:- " " " مولانا مولوی عبد الغنی نثار باگڑی گہلوٹ۔ چیف آرگنائزر "گوجر کشمیر کانفرنس"

۱۳:- عالی جناب وزیر القوم رانا وزیر محمد ہکلہ۔ پونچھ۔
آپ "انجمن مصنفین گوجراں آل جموں کشمیر" کے صدر ہیں
آپ "گوجر اجاٹ کانفرنس کے پولیٹیکل ورکر سکریٹری اور صدر بھی رہ چکے ہیں۔ آپ کے دو فرزند سکندر حیات طارق اور احمد آزاد ہیں اور ایک صاجزادی ہے۔

۱۴:- عالی جناب رانا محمد لٰسین خاں (دیجاڑ) ساکن مکر کراڑ چھی تحصیل ہندواڑہ۔ کشمیر
۱۵:- " " " سیف الدین ٹھیکیدار۔ ساکن دستارا۔ تحصیل سوہپور
۱۶:- " " " عالم دین (موکھل گوت) " چیچ موکھل " "
۱۷:- " " " خواجہ زلف خاں پیچی۔ ساکن ماتری گام۔ بانڈی پورہ
آپ کے فرزند خواجہ عبد الرحمٰن اور خواجہ محمد اکرم ہیں۔
۱۸:- " " " تاربخش (دیجاڑ گوت) رئیس اعظم تحصیل بڈگام
۱۹:- " " " جمیل خاں ساکن موضع لچھوارڈی " "
۲۰:- " " " عبد الکریم چوہان " " کھارتی " "
۲۱:- " " " خواجہ سیف الدین رئیس اعظم۔ ویڈر۔ گلمرگ
۲۲:- " " " خواجہ حسن دین " " " "
۲۳:- " " " سردار محمد۔ جانگی " "
۲۴:- " " " مولوی امام الدین لیکچرار۔ چارہ بانڈی پورہ
۲۵:- " " " محمد حسین کھٹانہ۔ ویری ناگ۔ کشمیر
آپ گوجری زبان کے شاعر ہیں آپکا تخلص "بیدار" ہے۔

۲۶:- عالی جناب رانا محمد علی صاحب (گورسی) ذیلدار مقام دیول۔

آپ ریاستی رئیس ہیں۔ ان کے خاندان کے ایک شخص نور جمال گورسی نے مہاراجہ گلاب سنگھ کو جنگی معرکہ سے جان بچانے کی فکر میں پناہ دی تھی۔ جب مہاراجہ گلاب سنگھ حکمراں ہوا تو اس نے اس خاندان کو جاگیر دی تھی اور یہ اس خاندان کو ہمیشہ سرکاری تقاریب میں مدعو کیا جاتا رہا۔

۲۷:- " " بلند خاں صاحب۔ مشیر مہاراجہ کشمیر

۲۸:- " " حکیم محمد حیات صاحب۔ ساکن چوہالہ

ہر دو حضرات مندرجہ نمبر ۲۷ و ۲۸ اس تاریخ کی تالیف تک انتقال فرما چکے ہیں۔ ان دونوں ہستیوں کا تعلق علاقہ جموں سے تھا۔

۲۹:- " " " محمد عبداللہ صاحب۔ ایم۔ ایل۔ اے۔ جموں

۳۰:- " " " خورشید عالم صاحب (گوت ہکلہ) "

۳۱:- " " " مولابخش صاحب "

۳۲:- " " " عبدالعزیز صاحب ذیلدار "

۳۳:- " " " عبدالحق صاحب رجسٹرار کواپریٹو سوسائٹی بنک۔ جموں

۳۴:- " " " غلام مصطفےٰ صاحب ساکن اکھنور۔ جموں

۳۵:- " " " سراج الدین صاحب "

(آپ کا گوت بھیلسر ہے)

۳۶:- " " " دیوان علی کھٹانہ صاحب۔ ساکن راجوری

۳۷:- " " " فیض حسین صاحب (کالس گوت) علاقہ مینڈھر۔ پونچھ

۳۸:- " " " عبدالغنی کٹھان نمبردار اسیسر آف جھجلہ۔ علاقہ مینڈھر۔ پونچھ

۳۹:- " " " محمد صادق صاحب مہیسی خلف رانا فضل الدین صاحب علاقہ پونچھ

۴۰:- " " " گل حسن۔ ساکن بتولہ۔ علاقہ مینڈھر۔ پونچھ

۴۱:- " " " فیض محمد " بانڈی " سورن "

۴۲:- " " " حسن دین " " " " "

۴۳:- " " " سید محمد صاحب ڈھوئی گوت۔ ساکن شہدرہ۔ پونچھ

۴۴:- عالی جناب رانا عبدالخالق صاحب نمبردار علاقہ پونچھ

۴۵:- ؍؍ ؍؍ درح محمد صاحب بجاڑ ساکن کلائی ڈیلی گیٹ نیشنل کانگریس علاقہ پونچھ

۴۶:- ؍؍ ؍؍ محمد اسلم صاحب لساتوی خلف رانا غلام حسین صاحب لساتوی

آپ بی۔ اے۔ میں تعلیم پا رہے ہیں۔

۴۷:- ؍؍ ؍؍ عبدالرشید صاحب لساتوی۔

آپ جناب غلام حسین صاحب لساتوی کے بھتیجے ہیں۔

۴۸:- ؍؍ ؍؍ نورالدین کٹاریہ۔ بی۔ اے۔ بی۔ ایس۔ سی۔ بارہ مولا کشمیر

۴۹:- ؍؍ ؍؍ میاں جنید نظامی لاروی۔ ایف۔ اے۔ دگوجر ویلفیئر آفیسر کشمیر

۵۰:- ؍؍ ؍؍ امام الدین کٹاریہ صاحب۔ ایف۔ اے۔ ساکن بارہ مولا کشمیر

۵۱:- ؍؍ ؍؍ عبداللطیف چوہان صاحب ایم۔ اے۔ ساکن ٹہرانہ تحصیل مینڈر۔ پونچھ

۵۲:- ؍؍ ؍؍ محمد شریف ٹیچر ساکن کالابن مینڈر پونچھ

۵۳:- ؍؍ ؍؍ بابو عبدالرحمٰن ؍؍ ؍؍ ؍؍

۵۴:- ؍؍ ؍؍ محمد اسلم لساتوی متعلم بی۔ اے ؍؍

۵۵:- ؍؍ ؍؍ شاہ محمد مہیسی لساتوی ؍؍ ؍؍ ؍؍

۵۶:- ؍؍ ؍؍ محمد شفیع راجوروی ؍؍ ؍؍ ؍؍

۵۷:- ؍؍ ؍؍ محمد اعظم بجران لساتوی ؍؍ ؍؍ ؍؍

۵۸:- ؍؍ ؍؍ چودھری اللہ دین چوہان۔ بکروال

۵۹:- ؍؍ ؍؍ نور محمد چوہان۔ بکروال

آپ مقدم راج محمد چوہان رئیس اعظم پونچھ کے فرزند ہیں جو چار تحصیلوں کے بکروال گوجروں کے ذیلدار تھے راجہ پونچھ آپ کو ہر سال ایک دستار اور ایک چغہ بطور خلعت پیش کرتا تھا۔

۶۰:- ؍؍ رانا نجیب خاں کالس بکروال

۶۱:- ؍؍ ؍؍ مولوی محمد سعید ؍؍ ؍؍

آپ حضرات راجہ رستم خاں وزیر اعظم پونچھ کی اولادیں سے ہیں اور آپ کی رہائش کھنیتر میں ہے۔

۶۲:- عالی جناب رانا عبدالخالق نمبردار بجاڑ بکروال

۶۳:- ؍؍ ؍؍ راجہ محمد ڈیلی گیٹ نیشنل کانفرنس بجاڑ بکروال

آپ حضرات راجہ امیر بازخاں صاحب کی اولاد میں سے ہیں جو راجہ رستم خاں کی افواج کا سپہ سالار تھا۔

۶۴:- ؍؍ ؍؍ مولوی لال دین بھٹی بکروال

۶۵:- ؍؍ ؍؍ محمد اعظم موٹا بکروال

آپ دونوں حضرات پونچھ میں لیکچرار تھے

۶۶:- ؍؍ ؍؍ مولوی نور دین گیگی بکروال۔

آپ کا تعلق بانڈی چیچیان موضع سے ہے آپ نیشنل کانفرنس کے سینیئر پریزیڈنٹ اور قومی کارکن ہیں۔

۶۷:- ؍؍ ؍؍ میر محمد چیچی بکروال ولد رانا گاجاں خاں۔

آپ ایک باعزت اور سرکردہ شخص ہیں۔

۶۸:- ؍؍ ؍؍ الحاج میر کھٹانہ صاحب بکروال ساکن ریاسی علاقہ راجوری

۶۹:- ؍؍ ؍؍ ؍؍ نورالدین بوکن بکروال ؍؍ ؍؍

۷۰:- ؍؍ ؍؍ ؍؍ نوردین بجران صاحب بکروال آپ ذیلدار ہیں

۷۱:- ؍؍ ؍؍ عبدالکریم ؍؍ ؍؍ ؍؍

۷۲:- ؍؍ ؍؍ ؍؍ محمد اکبر خلف عبدالکریم ؍؍ ؍؍

۷۳:- ؍؍ ؍؍ ؍؍ بشیر احمد پوڑ ؍؍

۷۴:- ؍؍ ؍؍ ؍؍ مقدم ولی محمد سیسودیہ رئیس و مقدم علاقہ مذکور ؍؍

۷۵:- ؍؍ ؍؍ ؍؍ محبوب سیٹھ کھٹانہ ؍؍

۷۶:- ؍؍ ؍؍ ؍؍ سائیں محمد جنجہ بانڈی ؍؍

نوٹ نمبر ۱:- ۹ر فروری ۱۹۵۷ء کو روس کا ایک مقتدر اخبار نویس ان علاقوں میں پہنچا تھا وہ ان بہادر بکروال گوجروں کے حالات زندگی و طرز معاشرت سے بیحد متاثر ہوا اس نے گوجروں کے اخلاق و عادات ایمانداری اور پُر وقار اور بارعب چہرے کی بڑی تعریف تحریر کی ہے۔

مقبوضہ کشمیر و جموں کے گوجروں میں تعلیمی ترقی کی طرف خاص طور سے توجہ دی جا رہی ہے کشمیر میں معاشی طور سے گوجر تین حصوں میں منقسم ہیں۔

نمبر ۱:۔ بکروال گوجر یہ طبقہ بھیڑ بکریاں پالتا ہے اور تمام گوجروں سے مالدار ہے اِن لوگوں کے پاس ہزارہا بھیڑ بکریاں ہوتی ہیں۔

نمبر ۲:۔ دودھی گوجر یہ طبقہ گائے بھینس پالتا ہے اور ان کے اعلیٰ درجہ کے ڈیری فارم قائم ہو چکے ہیں۔

نمبر ۳:۔ زمیندار گوجر یہ طبقہ کشت و زراعت کرتا ہے۔

گوجروں کے ان تینوں طبقوں میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہے، کشمیر میں گوجروں کی تعداد تمام قوموں سے زیادہ ہے، گذشتہ سال یو۔پی کے کئی معزز گوجر اور جاٹ حضرات... گوجر کانفرنس کے جلسہ میں شرکت کرنے گئے تھے۔

حیرت اس امر پر ہے کہ کشمیر و جموں کے مسلمان گوجروں کی راہ و رسم و ملاقات بھارت کے مسلمان گوجروں سے نہیں ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بھارت کے مسلمان گوجروں میں کوئی بھی شخص لیڈر قسم کا نہیں ہے اور جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں بھارت کے مسلمان گوجر ایک غلط نہج کیطرف جا رہے ہیں۔

زبان

کشمیر کے گوجروں کی زبان "گوجری" ہے جسے وہ راجستھان سے اپنے ساتھ لائے تھے، گوجری زبان کے کئی مشہور و معروف شاعر ہیں جنہیں عالی جناب الحاج علم دین صاحب "فخر الشعراء" کے خطاب سے مزین ہیں آپ کا تخلص "دین جاسی" ہے جموں کے علاقہ میں گوجروں کی اکثریت پنجابی زبان بولتی ہے۔

کاش کشمیر کے گوجر ایک "گوجر اکیڈمی" قائم کریں تاکہ یہ زبان ترقی پذیر ہو آج کل گوجر اس کوشش میں ہیں کہ گوجری زبان کو علاقائی زبان تسلیم کرا لیا جائے، حکومت سے سری نگر ریڈیو اسٹیشن سے گوجری زبان میں پروگرام کو نشر کرانے کی مہم بھی جاری ہے ویسے گوجروں میں اردو زبان کا بھی رواج ہے اور اسی زبان میں گوجروں کا ایک اخبار "نوائے قوم" جموں سے شایع ہو رہا ہے۔

گوتیں

کشمیر اور جموں میں مندرجہ ذیل گوت (خاندان) کے گوجر آباد ہیں
سانگو۔ کٹاریہ۔ چوہان۔ باگڑی گہلوٹ بسیسو دیہ گہلوٹ۔ سود

(نوٹ:۔ یہ لفظ دراصل سیسودیہ ہے۔ موئف گوجر) میترک ۔ اوان یا اوانہ ۔ میانہ ۔ کانڈل ۔ کنگل ۔ کنگر ۔ لنگاہ ۔ باہڑ ۔ کیس ۔ گمٹی ۔ گتی ۔ بلوچ (ان گوجروں کا اصلی گوت جار بجہ ہے) ۔ گوڑ ۔ کوہلی یا کوکی ۔ ڈھینڈرہ ۔ برلا ۔ بورا ۔ چھپی ۔ چیتیراہ ۔ گنگیاں ۔ تیرڑواہ ۔ ستھگل ۔ ہیکلہ ۔ جنیڈر ۔ جاڑ ۔ (جاڑک) ۔ باندھہ ۔ بھرگڑ ۔ پڑیہار (پرتیہار) ۔ لوہر ۔ سیہر ۔ بوکڑہ ۔ چھاوڑی ۔ جاوڑہ ۔ جارا ۔ چھاولا ۔ موکر یا مکر ڈمکری ۔ لور ۔ مہیکو ۔ میلو ۔ لون ۔ ٹھکر ۔ (ٹھکریہ یا ٹھاکر) ۔ برکٹ (برگٹ) ۔ بجاڑ ۔ بیچی ۔ ہیسی جندیلہ ۔ بھاوڑہ ۔ کھاڑے یا کھارے ۔ (کھاری) کھٹانہ ۔ کالس ۔ گورسی ۔ سوتیرہ زبلہ ۔ جاترہ ۔ لودھی ۔ موٹا ۔ سوتین ۔ لوپہ ۔ کھول ۔ ٹھلہ ۔ رلانٹھ ۔ سراندنہ (سرامدنہ) ۔ ٹریل (منڈیل) ۔ سلہر (سلہریا) ۔ تور (تنور یا تومر) بارو ۔ لوکن ۔ بنیٹھ (بانٹھو) ۔ گیگی ۔ کھیلہ (باگھیل) ۔ بانیاں ۔ گشان ۔ (کسانہ) باہروال ۔ لسوال (لوسوال یا پوسواس یا پوروار) کھوال ۔ سوہلن ۔ پوڑ (پور) ۔ پنوار ۔ جاگل ۔ جنگل ۔ جالو ۔ واڑیچ ۔ بھکوٹ ۔ بھنڈ ۔ کھرپڑ کھیسٹر ۔ تاس ۔ تکشک ۔ شمنگی ۔ سیام (شیام) سیال ۔ چھوہر ۔ دیڑ ۔ چھوکر ۔ ڈوڈیچ ۔ شرمال ۔ بھوجہ ۔ گجرال (یا گوجرال) گوگلہ (یا گاگلہ) لہسر ۔ لمالا ۔ لہرتنگ ڈور ۔ سمہ ۔ ہرہ ۔ چھپی ۔ کھوکھر

نوٹ ۔ الف:۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ترک کو ترک سمجھنا سراسر غلط ہے ۔ یہ لفظ میترک ہے ۔

،، ب:۔ (۱) کھوکھر گوجر موضع کلائی علاقہ پونچھ میں آباد ہیں ۔

(۲) مکر یا موکر ،، ،، کوٹیاں نزد شہر پونچھ میں آباد ہیں ۔

(۳) سیام یا شیام ،، ،، مجموعہ تحصیل اننت ناگ کشمیر میں آباد ہیں ۔

(۴) برلا ،، ،، ٹڑگام تحصیل ہندواڑہ

(۵) ٹاج یا ٹنج یا ٹاج بیج گوجر موضع پردوری گوجراں تحصیل راجوری میں آباد ہیں ۔

عالی جناب راج محمد ڈیلی گیٹ نیشنل کانفرنس اور جناب فضل حسین صاحب ٹنجے گوجر ہیں ۔

تارکانِ گوجر قومیت

کشمیر میں کچھ ہندو ایسے بھی ہیں جن کا تعلق گوجر قوم سے ہے مگر وہ اب گوجر نہیں کہلاتے۔ سوتِف لے

اس تاریخ کے حصہ دوم میں تحریر کیا ہے کہ مسلم گوجر حکمرانوں کی غلط پالیسی کا نتیجہ ہے اب ہم ذیل میں چند ایسے گوت درج کرتے ہیں جن کے افراد ہندو ہیں۔ مگر وہ اپنے کو گوجر نہیں کہتے حالانکہ وہ حقیقتاً گوجر ہیں۔

گوجراں۔ پریہار۔ پرمار۔ ورما۔ چندیل۔ گگی۔ بورا۔ بھٹی۔ چاڑک۔ پاکھڑی۔ کوہلی وغیرہ وغیرہ۔ .....

مسلمانوں میں بھی ایسے گوجر ہیں جو اب تک اپنی قومیت ترک کر چکے ہیں۔ مگر ان کے گوت گوجروں کے ہیں۔ مثلاً:۔

بھٹی۔ بٹ۔ بٹار۔ کھٹان۔ سوں۔ نون۔ میر۔ مہر۔ وانی۔ ستیر گوجری

یہ لوگ اس زمانہ کی یادگار ہیں جب کہ ۱۵۸۶ء اکبر نے کشمیر کی حکومت... مسلمان گوجروں اور چکوں سے چھینی تھی۔

حملہ آوروں کے ڈر سے قومیت کو خیرباد کہہ کر تیغ زنی سے پیچھا چھڑا گئے۔ یہی حال راجستھان میں بھی ہوا تھا وہاں بھی جے پور اور جودھپور مغلوں کے زمانہ میں آباد ہوئے ہیں، کشمیر میں بھی بھمبر اور جہال وغیرہ اسی زمانہ کی یادگار ہیں۔

مولف گرجر کے استاد و اتالیق ہائی اسکول کاندھلہ ضلع مظفر نگر یو۔ پی میں ایک کشمیری برہمن شری کرشن ٹوپہ صاحب تھے تمام اصحاب انہیں ٹوپہ صاحب ہی کہتے تھے ٹوپہ گوجروں کا گوت ہے۔

اسی طرح بہت سے خاندان گوجر حکومتوں کے زوال پر تارکِ قوم ہو گئے، گرجر کے معنی ہی "مغلوب نہ ہونے والے" کے ہیں، جب مغلوب ہو گئے تو گرجر بھی نہ رہے، جو مغلوب نہ ہوئے انھوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں اور دریا کے کھادر کو آباد کیا۔

اس بات کو کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ کشمیر کو سب سے پہلے آباد کرنے والا ایک خدا رسیدہ بزرگ "کیشپ" تھے جو چندر ونشی کھشتری تھے اور گوجروں کا پریوار (دیوار) خاندان اسی کی اولاد ہے، آجکل گوجروں میں "کشیپ" گوت موجود ہے۔

ملاحظہ ہو بمبئی گزٹ ایر ۱۲ خاندان تیش و نیز گوجر اتہاس باب پنجم۔

اور کتابیں دیکھنے کی ضرورت ہے "کشیپ" گوت کے گوجر آج تک موجود ہیں"۔ صحیح نظر سے دیکھا جائے تو کشمیر بھی گجرات کے بعد گوجروں کا وطن رہا ہے اور انہیں کا آباد کردہ ہے انہیں کی اب بھی اکثریت ہے۔

مذاہب کشمیر و جموں میں اپنے کو "گوجر" کہنے والے تمام کے تمام مسلمان ہیں، کشمیر کے گوجروں میں بہت سی اہل اللہ ہستیاں ہوئی ہیں جن کا مفصل تذکرہ اس تاریخ کے حصہ پنجم میں کیا جائے گا۔

ہماچل پردیش

ہماچل پردیش کا علاقہ کشمیر کے مشرق سے شروع ہو کر شملہ تک ہے اس تمام برفانی علاقہ میں گوجروں کی تعداد دوسری تمام اقوام سے کثیر ہے یہ صرف ہماچل پردیش وہ ہے جو براہِ راست حکومت بھارت کی مرکزی وزارت کے تحت ہے ورنہ ہماچل پردیش کا ٹھ گودام (دہلی کے شمال تک) ہے اس پورے علاقہ میں گوجروں کے گروہ پائے جاتے ہیں.. اور آگے نیپال کماؤں تک ان کے خانہ بدوش قبیلے اِدھر سے اُدھر گھومتے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔

دہرہ دون کے جنگلات میں انہیں "بن گوجر" کہتے ہیں اور ان کا پیشہ گائے بھینس پالنا ہے، بن گوجر نہایت قوی، بہادر اور دلیر ہوتے ہیں، یہ بہادر گوجران پہاڑوں بن کب پہنچے اس کے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس تاریخ کا حصہ سوم اسی پُر درد داستان سے بھرا ہوا ہے۔

تمام پہاڑی علاقوں میں یہ گوجر مسلمان ہیں اور بڑے ہی پاکباز، با اخلاق اور روزہ نماز کے پابند ہیں۔ ہماچل پردیش جو مشرقی پنجاب کے شمال میں واقع ہے وہاں گوجروں کی مردم شماری تقریباً پچاس ہزار ہے، تمام کو ملا کر یہ تعداد لاکھ سے زیادہ ہے اور ان کی ملکیت میں ۱۹۵۱ء میں (۱۰۰۰۰۳۶) دس لاکھ چھتیس بھینسیں اور (۱۵۰۴۶۴۴) پندرہ لاکھ چار ہزار چھ سو چوالیس گائے تھیں، چند ضلعوں میں مویشیوں کی تعداد

الگ الگ اس طرح تھی۔

۱:۔ ضلع چمبہ:۔ اس ضلع میں تینتالیس ہزار چار سو چھبیس (۴۳۴۲۶) بھینس اور پچاسی ہزار پانچ سو تراسی (۸۵۵۸۳) گائے گوجروں کے پاس تھیں۔

۲:۔ ضلع مہاسو:۔ اس ضلع میں تراسی ہزار تین سو ترانوے (۸۳۳۹۳) بھینس۔ اور دولاکھ بیس ہزار آٹھ سو چھتیس (۲۲۰۸۳۶) گائے گوجروں کی ملکیت تھیں۔

۳:۔ ضلع سرمور:۔ اس ضلع میں چھبیس ہزار چار سو تراسی (۲۶۴۸۳) بھینس اور دولاکھ نواسی ہزار سات سو تیئس (۲۸۹۷۲۳) گائے گوجروں کے قبضہ میں تھیں۔

۴:۔ ضلع منڈی:۔ اس ضلع میں باون ہزار آٹھ سو سنتیس (۵۲۸۳۷) بھینس۔ اور دولاکھ اکیانوے ہزار سات سو پندرہ (۲۹۱۷۱۵) گائے گوجروں کی ملکیت تھیں

ہماچل پردیش میں گوجر مستقل طور سے آباد کر دیئے گئے ہیں خانہ بدوش گوجر کنبوں کی تعداد کل ایک ہزار دو سو چونتیس (۱۲۳۴) رہ گئی ہے ان کنبوں میں اوسطاً آٹھ افراد ہوتے ہیں۔ یعنی تقریباً دس ہزار گوجر خانہ بدوش رہ گئے ہیں اور ان کی خانہ بدوشی کی سب سے بڑی وجہ اور حکومت کی ناکامی کا سبب یہ ہے کہ چراگاہیں کم ہیں

حکومت بھارت نے اس تمام علاقہ کو پہلے پنجسالہ ترقیاتی منصوبہ کے تحت لے لیا تھا اور ان ہزار سالہ مصیبت زدہ لوگوں کی فلاح وبہبود کے لئے کام کیا تھا چراگاہوں کی تقسیم بحساب ۲۴ ایکڑ فی خاندان ہوئی بقایا نے زمین نہ ملنے کی وجہ سے چراگاہوں کی تلاش میں حسب سابق گھومنے پھرنے کا کام جاری رکھا خیال ہے کہ ان خانہ بدوش خاندانوں کو ترائی کے جنگلات میں چرائی کے لئے رقبہ دیئے جائیں گے جو اگلے پنجسالہ ترقیاتی منصوبہ میں شامل کئے گئے ہیں۔

یہاں یہ واضح رہے کہ جو چراگاہیں حکومت نے دی ہیں ان کا کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے، مگر جس وقت یہ سطور تحریر کی جا رہی ہیں کشمیر کے گوجروں کا اخبار "نوائے قوم" اور میرٹھ کا اخبار "ویر گوجر" مسلسل مضامین اس ضمن میں لکھ کر حکومت پر زور دے رہے ہیں کہ ان سرکاری چراگاہوں کا مالک بلا شرکت غیرے گوجروں کو تسلیم کیا جائے، قوم کے بہی خواہوں نے اس بارے میں درخواستیں اور اپیلیں شروع کر دی ہیں۔ پچھلے سال بمقام "پٹھانکوٹ" گوجر کانفرنس کا بہت بھاری جلسہ ہوا جس میں چمبہ کے گوجروں نے خاص طور سے

سے حصہ لیا تھا، دوسرے مقامات سے بھی گوجر اس میں شریک ہوئے اس جلسہ میں... حکومت کے بہت سے وزرا نے شرکت کی۔

مقتدر ہستیاں

۱:۔ عالی جناب چودھری محمد موسیٰ صاحب آپ نے پٹھانکوٹ کے جلسہ میں حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ہماچل پردیش کے گوجروں کے لئے "خانہ بدوش" کا لفظ حذف کر دیا جائے، گوجروں کے اندر یہ احساس پیدا کر دیا جائے کہ اس سرزمین پر گوجر کے بیٹے کو بھی اتنا ہی حق حاصل ہے جتنا کہ بخشی غلام محمد کے لڑکے کا ہے، آزاد ہندوستان میں آپکو وہی حق حاصل ہے جو جواہر لال یا ان کے بیٹے کو حاصل ہو سکتا ہے، تقریر کرتے ہوئے انہوں نے زور دیا کہ گوجروں کیلئے ہر جگہ اسکول قائم کئے جائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

۲:۔ عالی جناب چودھری محمد قاسم صاحب آپ چودھری مراد بخش صاحب کے فرزند ہیں اور تمام علاقہ میں رئیس اعظم سمجھے جاتے ہیں آپ مقام چلّی میں وسیع رقبہ کے مالک ہیں اور رئیس چلّی کہلاتے ہیں آپ گوجروں کے گوت (خاندان) دھکڑ سے تعلق رکھتے ہیں۔

بھارت میں گوجروں کی ذاتی تعلیمی درسگاہیں

مندرجہ ذیل کالج اور اسکول گوجروں نے اپنے ذاتی اخراجات سے آزادی ۱۹۴۷ء کے بعد جاری کئے۔

۱:۔ گوجر کالج رام پور قصبہ رام پور منہیاران ضلع سہارن پور میں واقع ہے جو شہر سہارن پور سے بجانب جنوب آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے، یہاں پہلے ہائی اسکول کا اجرا ہوا جو تھوڑے ہی عرصہ میں انٹر کالج ہو گیا اور اب آجکل اس کالج کو "ڈگری کالج" بنانے کی کوشش ہو رہی ہے اس کالج کے اوّل پرنسپل

عالی جناب چودھری ملتان سنگھ گرجر صاحب تھے۔

۲:- گرجر کالج گنگداس پور　قصبہ گنگداس پور شہر سہارن پور سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر بجانب مشرق واقع ہے اس کالج کے موجودہ پرنسپل عالی جناب ولیشراج بھائی گرجر ہیں جنہوں نے گرجر تاریخ کو آسان ہندی میں کہانیوں کے ذریعہ سے کئی حصوں میں پیش کیا ہے۔

۳:- گرجر کالج رالٹہ　بمقام رالٹہ ضلع سہارن پور میں کسان کالج بھی گرجروں کا ہے اس میں دوسری اقوام کا بھی تھوڑا سا دخل ہے۔

۴:- گرجر ہائی اسکول کھندراولی　سہارن پور سے جو چھوٹی ریلوے لائن ... شاہدرہ (دہلی) کو جاتی ہے اس کے درمیان ضلع مظفر نگر میں موضع کھندراولی میں نہر کے کنارے یہ اسکول ہے۔

۵:- مڈل اسکول جسالہ　موضع جسالہ کھندراولی سے دو میل کے فاصلہ پر جانب مشرق واقع ہے یہ تمام گاؤں بھی گرجروں کا ہے اس جگہ ایک مڈل اسکول آزادی کے بعد قائم ہوا۔

۶:- گرجر کسان انٹر کالج موانہ　قصبہ موانہ ضلع میرٹھ میں گوجروں نے ایک ہائی اسکول جاری کیا۔

۷:- کسان انٹر کالج چیروڑی　چیروڑی جو اب انٹر کالج ہے ضلع میرٹھ میں ایک معمولی.. گاؤں ہے جس کے باشندوں نے آس پاس کے گوجروں کے گاؤں میں پھر کر چندہ جمع کیا اور انٹر کالج قائم کیا۔

۸:- گرجر سنسکرت کالج دادری　قصبہ دادری ضلع بلند شہر میں بھی ایک ہائی اسکول کھولا گیا جسے گوجر سرداروں نے عوام کو جلسہ منعقد کر کے بلایا اور ایک ہی نشست میں کالج کے قیام کا بندوبست ہو گیا چنانچہ دادری کا اسکول بھی کئی سال سے کالج ہو چکا ہے اس کالج کے پرنسپل عالی جناب ہیمراج گوپال رام صاحب ایم۔ اے۔ ہیں اور وائس پرنسپل عالی جناب گودھراج سنگھ ایم۔ اے۔ ایل۔ ٹی ہیں

دادری کا علاقہ کھٹینر کہلاتا ہے اس علاقہ میں تین سو ساٹھ گاؤں بھٹی (بھاٹی)..

گوجروں کے ہیں۔ اس کالج کو بھی رام پور کالج کی طرح ڈگری کالج بنانے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

وغیرہ وغیرہ اس کے علاوہ راجستھان اور گجرات دکن کے علاقوں میں بھی ہر جگہ گوجروں کے متعدد اسکول اور کالج ہیں، مشرقی پنجاب میں بھی کئی گوجر ہائی اسکول تو صرف انبالہ ڈویژن میں ہیں اس کے علاوہ ضلع ہوشیار پور کے گوجروں میں بھی تمام مشرقی پنجاب میں تعلیمی ترقی کا دور دورہ ہے۔

ان اسکولوں اور کالجوں کی تفصیلات کے لئے خط و کتابت کی تھی جو اس تاریخ کی تکمیل کے وقت تک مہیا نہ ہو سکی، مندرجہ بالا مفصّل حالات سے یہ اندازہ لگانا کوئی مشکل امر نہیں ہے کہ کس علاقہ میں کتنی تعلیمی ترقی ہو رہی ہے۔

ناظرین اب ایک دلچسپ سوال بھی ملاحظہ فرمائیں جو ذیل میں درج ہے۔ پہلے اسکا جواب سوچیئے پھر حالات پڑھئے۔

کیا آج گرجر قوم ایک ترقی یافتہ طبقہ ہے؟

یہ سوال بھارت کے گوجروں میں ۱۹۴۷ء کے بعد کئی سال تک چکر لگاتا رہا، بات دراصل یہ تھی کہ جب ۱۹۴۷ء میں بھارت کی باگ ڈور عوام کے ہاتھ میں آئی تو پست اقوام (غیر تعلیم یافتہ لوگوں) کی فلاح و بہبود کیلئے مرکزی حکومت نے ایک بورڈ (مجلس) قائم کی۔

ابتدائی سالوں میں پسماندہ اقوام میں چمار اور بھنگی شامل کئے گئے (وہ یہ طبقے "ہریجن" کہلائے) صوبائی حکومتوں نے انکی اصلاح کیلئے "ہریجن امدادی محکمہ" (ہریجن سہایک وبھاگ) قائم کیا اس محکمہ کی طرف سے تمام ہریجن طلباء کی فیس معاف ہوتی تھی اور کتابیں وغیرہ مفت دی جاتی تھیں اور رہن سہن (خوراک ولباس) کے لئے وظیفہ دیا جاتا تھا۔ اگر خالی سرکاری ملازمتوں کے لئے ہریجن امیدوار ہوں تو انہیں سب کے سب کو لیا جاتا تھا، بقایا جگہیں مقابلہ کے ساتھ دوسرے طبقوں کو دی ... جاتی تھیں۔

دوسرے ترقیاتی پنجسالہ منصوبہ میں اس بورڈ کا ایک "شعبہ پسماندہ طبقہ" کھولا گیا۔۔۔
جسمیں تمام پسماندہ طبقے شامل ہونے تھے مختلف طبقوں کے نمائندوں سے اس ضمن میں رائے لی گئیں لیکن گوجروں نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی کیوں کہ وہ اپنے کو "پسماندہ طبقہ" کہلانے کو تیار نہ تھے، صرف چھ سال کے قلیل عرصہ میں چمار اور بھنگی اور دوسری پست اقوام مثلاً کہار، لوہار وغیرہ تعلیم یافتہ ہوکر سرکاری افسران کی حیثیت سے دھڑا دھڑ لی گئی۔

اب ان افسران کی عزت و توقیر کرنا سبھی قوموں نے شروع کیا اور یہیں سے گوجروں کے خیالات نے رُخ پلٹا اور بہت سے بہی خواہ حالات کا جائزہ لینے پر مجبور ہو گئے۔

یہاں یہ نہ بھولنا چاہیئے اور اس میں شک وشبہ بھی کوئی نہیں ہے کہ گوجر قوم۔۔۔
آج غزنویوں، غوریوں، غلاموں، خلجیوں، تغلقوں، مغلوں اور انگریزوں کے دورِ غلامی کے مقابلہ میں ترقی یافتہ ہے۔

اِن قوموں نے اس قوم کو مٹانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی مگر آزادی کے چند ہی سال میں گوجروں نے اپنی حالت کو درست کرلیا آج ملک کے طول وعرض میں بہت سے اسکول اور کالج خاص گوجروں کے ہیں مگر ان اصحاب کی فہرست دیکھکر جن کے اسمائے گرامی پیچھے تحریر کیئے گئے ہیں یہ خیال کرنا بالکل غلط ہے کہ گوجر قوم ترقی یافتہ ہو چکی ہے، آج اس تعلیمی دور میں ملک کی دوسری اقوام میں ایک بھی فرد غیر تعلیم یافتہ نہیں ہے۔

مثالاً:۔ مولّف گُوجر ضلع میرٹھ کے جاٹوں سے واقف ہے صرف اس ضلع میں جاٹوں کے تقریباً ڈیڑھ سو ہائی اسکول اور پچاس کالج ہیں، اسی سے دوسری جاٹوں سے بھی زیادہ ترقی یافتہ قوموں کا قیاس کرنا چاہیئے۔

المختصر گوجر قوم اب بھی دوسری چند قوموں کے مقابلہ میں پیچھے ہے، پیچھے رہنے کو ہی "پسماندہ یا بیک ورڈ" کہتے ہیں، جب گوجر قوم مسلمہ طور سے آج پسماندہ ہے تو ماضی کی گوجر تاریخ پر نظر کرکے کہ ہم نے دنیا کو اس وقت تعلیم کی روشنی سے منور کیا جب کہ دنیا جہالت کے بیابانوں اور ریگستانوں میں خشک سالی منا رہی تھی اور کہ ہم نے پشاور، تکشلا، اجین، دھارانگری، نگر کوٹ، دوار کا پوری، جگن ناتھ پوری اور گور وغیرہ

میں دارالعلوم جاری کئے تھے، اور کہ ہم حکمران قوم رہ چکے ہیں، اپنے کو آج پسماندہ ہوتے ہوئے بھی پسماندہ نہ تسلیم کرنا "عذر گناہ بدتر از گناہ" کے مصداق ہے مگر۔

راجستھان اور گجرات و دکن ان علاقوں کے گوجروں نے اپنے کو ان سرکاری وظائف سے مستثنیٰ قرار دیا ان کے نمائندوں نے اپنے کو پسماندہ طبقہ ماننے سے انکار کر دیا چنانچہ اِن علاقوں کے گوجر پسماندہ۔۔۔ نہیں سمجھے جاتے۔

مشرقی پنجاب اس علاقہ میں ضلع انبالہ میں گوجروں کا ایک عظیم الشان جلسہ ان گوجر بہی خواہوں نے منعقد کیا جو قوم کے غریب بچوں کو حکومت سے وظائف دلوانے کے حق میں تھے، مگر اس جلسہ میں اس خیال کے مخالفین نے جو تقریریں کیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ گوجروں نے اسکی اہمیت اور افادیت اور نفس روح نہیں سمجھی اکثر گوجر معززین نے کہا:۔

"ہم پست اقوام میں اپنے کو شمار کرانے کے لئے تیار نہیں ہیں، ہم بھوکوں مر جائینگے مگر اپنے کو پسماندہ طبقہ کہلانے کے لئے تیار نہیں ہیں"

غیر تعلیم یافتہ یا نیم تعلیم یافتہ گوجر عوام کے سامنے مخالفین نے اس پیرایہ میں تقریریں کیں کہ گوجروں میں جوش پھیل گیا اور سب نے اہل جلسہ کی مخالفت میں نعرے بلند کئے، آپس میں فساد ہوتے ہوتے رہ گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشرقی پنجاب میں غریب گوجروں کے بچے وظائف سے محروم رہ گئے، اب مشرقی پنجاب کے گوجر بھی پسماندہ طبقوں میں شمار نہیں ہوتے۔

ہماچل پردیش اس علاقہ کے گوجروں نے اپنے کو "پسماندہ طبقوں" میں شامل کرا لیا چنانچہ انہیں "سو فیصدی" امداد کے تحت ۵۷-۱۹۵۶ء میں چار ہزار پانچسو روپیہ کی امداد دی گئی، ۵۸-۱۹۵۷ء میں گوجر قبائل کی بہتری کے لئے اکیاسی ہزار پانچسو روپیہ (۸۱۵۰۰) خرچ کئے گئے اور موجودہ پنجسالہ ترقیاتی منصوبہ کے تحت مبلغ پانچ لاکھ روپیہ کی رقم مخصوص کی گئی جس سے نہ صرف تعلیمی وظائف دیئے جائیں گے بلکہ اس سے گھی، دودھ کے ڈیری فارم، اسکولوں کا قیام اور چراگاہوں کے درست کرنے کے اخراجات بھی پورے کئے جائیں گے۔

مقبوضہ کشمیر و جموں

ان علاقوں میں بھی گوجروں نے اپنے کو پسماندہ طبقوں میں شمار کرایا چنانچہ اس علاقہ میں دو مختلف طبقے پائے گئے۔

(۱) شیڈولڈ کاسٹ (Scheduled caste)

اس ضمن میں بروال۔ چمار۔ چوڑا۔ ڈوم گارڈی اور میگھ وغیرہ کو شیڈولڈ کاسٹس کی فہرست میں لیا گیا ہے

پسماندہ طبقے BACKWARD CLASSES

اس ضمن میں بازی گر۔ بنجارہ۔ بکروال دھوبی۔ دوسالی۔ کل فقیر۔ گوجر۔ حجام کمہار لوہار۔ مداری۔ میراثی۔ موچی۔ سانسی۔ قلعی گر۔ تیلی اور ترکھان (بڑھئی) وغیرہ بہت سی جماعتوں کو پسماندہ طبقوں میں شمار کیا گیا۔

اترپردیش (یو۔پی)

یوپی کے گوجروں نے پہلے دو پنجسالہ منصوبوں کے تحت اپنے کو پسماندہ طبقوں میں شامل کرانے سے احتراز کیا مگر جب وہ طبقے جنہیں گوجر کمی اور کمین کہا کرتے تھے بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر پہنچنے لگے تو انہوں نے اپنے کو پسماندہ طبقوں میں شمار کر لیا۔

یہاں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ یو۔پی کے گوجر تمام علاقوں کے گوجروں سے ترقی یافتہ ہیں، اسی علاقہ میں ۱۹۴۷ء تک گوجروں کی کئی ریاستیں اور تعلقے تھے، اس علاقہ میں گوجروں کے سب سے زیادہ اسکول اور کالج ہیں، مگر ہزار پانچسو خاندانوں کے ترقی یافتہ ہونے سے یا لاکھوں کالجوں میں چند کالج گوجروں کے ہونے سے پوری قوم آج کے تعلیم یافتہ دور میں ترقی یافتہ نہیں کہلا سکتی، چنانچہ حکومت سے قوم کے نمائندوں نے دس سال بعد سابقہ قوانین میں ترمیم کرائی اور حکومت کی طرف سے مندرجہ ذیل نوٹس (فرمان) جاری ہوا۔

یہ فرمان انگریزی زبان میں ہے ہم اس کی نقل اردو زبان میں ترجمہ کر کے اگلے صفحہ پر شائع کر رہے ہیں۔

ترجمہ

نقل مراسلہ جی۔ او نمبر ۱۳۱۴/۲۶-۸۶-۱۹۵۸ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۸ء

منجانب

شری گوبند نرائن۔ آئی سی ایس۔ سکھیہ سیچیو (معتمد خصوصی) یو۔ پی۔ لکھنؤ

ہریجن سہایک وبھاگ (ہریجن امدادی محکمہ)

بنام

افسران اعلیٰ محکمہ جات یو۔ پی و دیگر داندونی علاقے

مضمون:۔

یو۔ پی میں پسماندہ طبقوں کی فہرست

"مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ کی توجہ جنرل ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ کے مراسلہ جی۔ او نمبر ۹۴۹۷/۳-۱۵-۱۵ (۱۱) ۔ ۱۹۵۵ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۵۵ء کی طرف توجہ دلاؤں جس کے ہمراہ پسماندہ طبقوں کی دو فہرستیں بھیجی گئی تھیں جنمیں سے ایک فہرست میں وہ پندرہ ذاتیں تحریر تھیں جن کو سرکاری ملازمتوں میں دوسروں پر ترجیح دی گئی تھی، دوسری بڑی فہرست میں اٹھاون ذاتوں کا تذکرہ تھا جن کو تعلیمی و دیگر سہولتوں کی منظوری و امداد دیجانی ہے، اب مناسب غور و خوض کے بعد گورنر اس بات پر رضامند ہیں کہ دونوں فہرستوں کو تمام مقاصد کے لئے یعنی سرکاری ملازمتوں میں بھرتی اور تعلیمی و دیگر سہولتوں (وظائف) کے لئے ایک ہی سمجھا جائے، یہ مشترکہ منسلک فہرست پہلی دو فہرستوں اے۔ اور بی کی بموجب سرکاری فرمان مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۵۵ء قائمقام ہے۔

یو۔ پی میں پسماندہ طبقوں کی فہرست بحوالہ جی۔ او نمبر ۱۳۱۴/۲۶-۸۱-۱۹۵۸ء

مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۸ء

جس کا مقصد ان طبقوں کو سرکاری ملازمتوں میں ترجیح دینا اور دوسری امداد از قسم کتب مہیا کرنا، وظائف دینا اور زراعت، گھریلو دستکاری اور مکانات کی تعمیر میں امداد دینا ہے۔

ہندو

۱:- اہیر
۲:- آرکھ
۳:- بنجارہ
۴:- بڑھئی
۵:- باری
۶:- بیراگی
۷:- بھاڑ
۸:- بھوٹیہ
۹:- بھرجی (بھڑبوجہ)
۱۰:- بنڈر
۱۱:- چھیپی
۱۲:- درزی
۱۳:- دھیور
۱۴:- گڈریہ
۱۵:- گوسائیں
۱۶:- گوجر
۱۷:- حلوائی
۱۸:- جوگی
۱۹:- کچھی
۲۰:- کہار
۲۱:- کیوٹ یا ملاح
۲۲:- کشن
۲۳:- کوٹری
۲۴:- کوری (آگرہ، برٹھ اور روہیلکھنڈ میں)
۲۵:- کمہار
۲۶:- کرمی
۲۷:- لودھ
۲۸:- لوہار
۲۹:- لونیا
۳۰:- مالی
۳۱:- منہیار
۳۲:- مراؤ یا مرائی
۳۳:- نائی
۳۴:- نائک
۳۵:- سنار
۳۶:- تنبولی
۳۷:- تیلی

مسلمان

۱:- بھٹیارہ
۲:- کارپنٹر (بڑھئی)
۳:- چکوا (قصاب)
۴:- درزی
۵:- ڈفالی
۶:- فقیر
۷:- گدی
۸:- حجام (نائی)
۹:- جھوجا
۱۰:- کسگر
۱۱:- کسان
۱۲:- کنجڑہ
۱۳:- منہیار
۱۴:- میراثی
۱۵:- مومن (انصار)
۱۶:- مسلم کائستھ
۱۷:- نداف (دھنیا)
۱۸:- نقال
۱۹:- نٹ
۲۰:- رنگریز
۲۱:- خاکروب

علاقہ کمایوں میں
مرچہ نائیکا دگو تیے کی لڑکیاں اور پسماندہ مسلمانوں کا شمار
پس ماندہ طبقوں میں کیا جائے گا

نوٹ :- مندرجہ بالا فہرست موجودہ ترقی یافتہ قوموں کی سیاست کا بہترین نمونہ ہے ہندوؤں کی فہرست میں براگی اور گوسائیں برہمنوں کی شاخیں ہیں مگر لفظ برہمن استعمال نہیں کیا گیا اس لفظ کے تحت ہر برہمن اپنے کو براگی یا گوسائیں کہکر وظائف لے سکتا ہے اسی طرح بیکرز اور صراف وجوہری بنیئے وظیفہ لینے کیلئے اپنے کو حلوائی یا سنار کہہ سکتے ہیں مگر ان کے لئے لفظ ویش استعمال نہیں کیا گیا ہے

مسلمانوں کی فہرست میں اپنے کو قریشی کہنے والے قصائی لکھوا کر وظیفہ حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ عام طور سے ہر جگہ قصاب اپنے کو قریشی کہتے ہیں (مثلاً کراچی میں قصائیوں کی انجمن کا نام ہی "انجمن قریش" ہے، اسی فہرست میں لفظ مومن (انصار) بھی خوب ہے، کون مسلمان ہوگا جو اپنے کو مومن کہنے سے احتراز کرے چنانچہ اس ضمن میں تمام مسلمان آتے ہیں مزید یہ کہ کوئی قوم کسان نہیں ہے مگر ہر مسلمان کسان اس طرح وظیفہ حاصل کر سکتا ہے اس فہرست میں الفاظ شیخ یا سید کو ارادتاً استعمال نہیں کیا گیا ہے حالانکہ یہ بھی مومن ہونے سے انکار نہیں کر سکتے۔

مزید اہم پہلو یہ ہے کہ مسلمان جھوجھا ایک ترقی یافتہ زمیندار قوم ہے جو پنجاب کے آرائیوں کی طرح سیاست میں بھی مقام رکھتی ہے، ان کے رہبروں نے بھی اپنی قوم کی فلاح و بہبود کے لئے اپنی قوم کا نام اس فہرست میں درج کرا لیا۔ یو۔پی کے رائیں اپنے کو مرائی شمار کرتے ہیں۔

یو۔پی میں ہندو گوجر بھی ترقی یافتہ ہیں مگر انہوں نے ہندوؤں کی فہرست میں سرکاری ملازمتیں اور وظائف حاصل کرنے کے لیے قوم کا نام درج کرا لیا مگر مسلمان گوجروں کا نام مسلمانوں کی فہرست میں درج نہیں ہے اب کسی غریب مسلمان گوجر کو اگر وظیفہ یا امداد لینا درکار ہوگا تو وہ یا تو کسان کہلا کر امداد لے گا اور اگر کسان نہ ہوا بلکہ مزدور یا تاجر ہوا تو مومن کہے گا اور آئندہ ملازمت میں وہ مومن ہی لکھا جائے گا، اس طرح خواہ مخواہ شیخوں اور جولاہوں میں مسلمان گوجروں کو شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ ان قوموں کی بہترین سیاست کا نمونہ ہے۔

مؤلف گوجر کو دوسرے ملک کی اندرونی حالت پر نکتہ چینی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے مگر اپنے ہمقوم گوجر رہنماؤں کو یہ بتانے میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کی فہرست میں اپنی قوم گوجر کو درج کرائیں، میں پھر اپنے ان الفاظ کو دہراتا ہوں کہ جب ہم دوسری چند قوموں کے مقابلہ میں تعلیمی طور سے پسماندہ ہیں تو ہمیں پسماندہ کہنے سے شرم نہ آنی چاہیئے، عذر گناہ بدتر از گناہ۔ صرف پدرم سلطاں بود کہنے سے کوئی قوم ترقی یافتہ یا تعلیم یافتہ نہیں کہلا سکتی، اگر پسماندگی سے

شرم ہے اور یہ شرم ضرور ہونی چاہیئے تو پسماندگی کو دور کر کے اعلیٰ تعلیم سے مزین ہونا ہر گوجر کا فرض ہے اور موجودہ حکومت کی امداد کے بغیر یہ کام نہایت مشکل ہے کیوں کہ موجودہ ... اعلیٰ تعلیم کے اخراجات ہر گوجر برداشت نہیں کر سکتا، دوسرے تمام سرکاری ملازمتوں پر دوسری اقوام قابض ہو چکی ہیں وہ ملازمتوں میں اپنے رشتہ داروں اور قومی افراد کو تدریجاً بھرتی کرتی ہیں، اس لئے بھی یہ ضروری ہے تاکہ گوجر جوانوں کو اس قانون کے تحت سرکاری ملازمتوں میں ترجیح دی جائے۔

گرجر مورخین

۱۔ عالی جناب رانا بلونت سنگھ صاحب

موجودہ گوجروں میں سب سے پہلے گوجروں کی تاریخ لکھنے کیلئے عالی جناب بلونت سنگھ صاحب نے قلم اٹھایا، آپ کے شروع ایام میں ہی گوجروں کے دشمن مورخوں نے یہ بات تسلیم کر لی تھی کہ راجپوت فرقہ دراصل قدیم گوجروں کی اولاد ہے مگر گوجروں کو بیرونی ثابت کیا جا رہا تھا اور گوجروں کی اپنی تاریخیں و روایات اس کی کلی طور سے نفی کرتی تھیں اس لئے آپ نے ازسرنو گوجروں کی ایک تاریخ بنام "گوجروں کا پرار مبھک اتہاس" (گوجروں کی ابتدائی تاریخ) سنہ ۱۹۳۱ء کے اوائل میں طبع کرائی۔ جسمیں گوجروں کو آریہ نسل کا کھشتری بتایا گیا۔

عالی جناب بلونت سنگھ صاحب اس زمانہ میں "راجپوت کالج آگرہ" میں پروفیسر تھے انکی تاریخ کی تمہید عالی جناب ٹھاکر جے پال راوت ایم۔ اے (ہسٹری کیمبرج) ایل۔ ایل۔ بی نے لکھی۔۔۔ اور دیباچہ راجہ بہادر کشل پال ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وزیر تعلیم حکومت یو۔ پی نے لکھا۔ اور پھر اس تاریخ نے اپنے کو زمانہ سے روشناس کرایا۔

۲:- عالی جناب رانا دیش راج بھاٹی صاحب

عالی جناب رانا دیش راج بھاٹی صاحب نے آزادی ۱۹۴۷ء کے بعد گوجروں کے تاریخی واقعات نئے طرز سے لکھنے شروع کئے یعنی چیدہ چیدہ بہادر گوجر ہستیوں کے کارنامے آسان ہندی میں تحریر کئے۔ اب تک اس سلسلہ میں چار کتابیں شایع ہو چکی ہیں آپ نے اپنی کتاب کا نام...... "مریادا کی دیواریں" (عظمت کے حصار) رکھا ہے۔

بھاٹی صاحب کے والد ماجد عالی جناب چودھری شیر سنگھ صاحب موضع سینتھلی ضلع بلند شہر کی مشہور و مقتدر ہستی ہیں۔

دیش راج بھاٹی کی پیدائش ۲۳ جولائی ۱۹۲۹ء کو موضع مذکور میں ہوئی آپ نے ابتدائی تعلیم گروکل کالج سکندر آباد (بلند شہر) سے حاصل کی اس کے بعد آگرہ کالج سے.... بی۔ اے سی۔ ٹی کی ڈگری حاصل کی۔

تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے مختلف اسکول و کالج (مدارس) مثلاً اگروال انٹر کالج سکندرآباد" گرجر انٹر کالج دادری" "جنتا کالج بادشاہ پور" میں پروفیسری کی، آج کل آپ... "گرجر کالج گنگداس پور" ضلع سہارن پور میں پرنسپل ہیں۔

۳:- عالی جناب کے۔ ایم۔ منشی صاحب

عالی جناب کے۔ ایم۔ منشی صاحب ایک مسلمہ مقتدر ہستی ہیں، آپ صوبہ بمبئی اسمبلی میں وزیر تعلیم رہ چکے ہیں، اس کے بعد آپ حیدر آباد ریاست کے ایجنٹ جنرل مقرر ہوئے جب حیدر آباد ریاست بھارت کی حکومت میں شامل کر لی گئی تو آپ اس کے بعد اتر پردیش (یو۔ پی) کے گورنر مقرر ہوئے آجکل آپ بھارت ودیا بھون (BHARAT VIDYA BHAWAN) کے صدر ہیں، آپ کی صدارت میں یہ ادارہ بہت سی اعلیٰ پایہ کی کتابیں تصنیف کر چکا ہے۔

عالی جناب کے۔ ایم۔ منشی صاحب کا پورا اسم گرامی کنھیا لال مانک لال منشی ہے آپ قوم کے برہمن ہیں آپ نے گرجر قوم کی ایک شاندار تاریخ بزبان انگریزی دو جلدوں میں لکھی ہے۔ اس تاریخ کا نام THE GLORY THAT WAS GURJARADESA۔ (گرجر دیش کی شان و شوکت

ہے۔ یہ سابقہ گوجر تاریخوں میں سب سے اعلیٰ پیمانہ کی تاریخ ہے جسمیں ۵۵۰ء تا ۱۳۰۰ء تک کے واقعات مفصل درج ہیں، گوجروں کے علوم و فنون، طرز حکومت اور شان و شوکت پر یہ ایک جامع تاریخ ہے۔

جناب منشی صاحب نے اپنی تاریخ کے شروع میں اپنی طرف سے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ گوجروں کے مشہور خاندانوں کے جدِ امجد برہمن تھے مگر ان کی تاریخ میں پھر کہیں یہ اشارہ تک نہیں ہے کہ کسی گوجر راجہ نے اپنے کو برہمن تسلیم کیا ہو، آپ کا نقطۂ نظر دراصل یہ ہے کہ قدیم آریوں کا ایک علاقہ گجترا کہلاتا تھا، گجترا کے رہنے والے گرجر کہلاتے تھے۔ دراصل اس طرح جناب کے۔ ایم۔ منشی صاحب نے اپنے کو گرجر ثابت کیا ہے کیوں کہ آپ کا وطن گجترا ہے اور مہا گجترا (عظیم گجترا) کے قیام کے حامی ہیں اس لئے ہم نے ان کو گرجر مورخین میں شامل کرلیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ گرجر برہمن (عالم گرجر) ہیں۔

۴:- عالی جناب رانا تیندر کمار پنوار صاحب

آپ کا تعلق ضلع سہارنپور کے پنواروں سے ہے، آپ کا خاندان بڑگوجر کہلاتا ہے آج کل آپ کی جائے رہائش تحصیل باغپت ضلع میرٹھ میں ہے جہاں آپ کی زرعی زمینیں ہیں آپ ماہوار رسالہ "ویر گرجر" ہندی اور اردو (دونوں) کے ایڈیٹر ہیں، آپ نے ۱۹۵۵ء کے اوائل میں ایک بہترین تاریخ بنام "گرجر اتہاس" (گرجر تاریخ) لکھی ہے یہ تاریخ دراصل عالی جناب کے ایم۔ منشی صاحب کی تاریخ "گلوری دیٹ واز گرجر دیش" کے جواب میں لکھی گئی ہے اسمیں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اپنے کو گرجر کہنے والے قدیم کھشتری ہیں، آپ نے گرجر تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے اور بڑی محنت اور جانفشانی سے قدیم تاریخوں کے حوالجات لائے ہیں۔

عالی جناب تیندر کمار کی ہستی بھارت کے گوجروں میں محتاج تعارف نہیں ہے آپکا تعلق نہ تو کسی سیاسی پارٹی سے ہے اور نہ ہی آپ کا تعلق کسی اصلاحی انجمن سے ہے مگر بھارت کے گوجروں کا جلسہ کہیں بھی ہو آپ کو ضرور مدعو کیا جاتا ہے۔

آپ کے دنیا میں صرف دو ہی کام ہیں رسالہ "ویر گرجر" کو موقع ملتے ہی طبع کرا دینا ورنہ ملک کے طول و عرض میں گھوم کر لوگوں کو تعلیم کی طرف توجہ دلانا، آپ کی تمام آمدنی سفر کے اخراجات میں ہی ختم ہو جاتی ہے آپ کا لباس و رہن سہن بالکل درویشانہ ہے

آپ صحیح معنوں میں فنافی القوم ہیں آپ کا یہ ایثار قابل غور ہے کہ ہندوؤں، مسلمانوں، سکھ اور جینی گوجروں کو گوجر قومیت کے پلیٹ فارم پر لاکر کھڑا کر دیا ہے، آپ راجپوتوں کو بالکل اپنا حقیقی بھائی تصور کرتے ہیں اور آپ کی تاریخ کا دیباچہ بھی ایک مشہور راجپوت... عالی جناب ٹھاکر کرشن پال ایم۔اے ایل۔ایل۔بی ساکن پنیالہ ضلع سہارنپور نے لکھا ہے جو خود بھی گوجر قومیت کے علمبردار ہیں۔

۲۔ برہما کے ملک میں گوجروں کی حالت

مقتدر ہستیاں ملک برہما میں بہت سے گوجر خاندان آباد ہیں کچھ تو اس زمانہ کی یادگار ہیں جب کہ گوجروں کی وینگی حکومت چلوکیہ نے خلیج بنگال میں.. تجارت کو فروغ دیا اور بہت سے جاوا، انڈونیشیا، سیام اور برہما میں آباد ہوئے مگر اب ان میں سے اکثر دوسری قوموں میں خلط ملط ہو رہے ہیں۔

اس وقت برہما میں پنجاب کے علاقہ موضع مینگری کا ایک گوجر خاندان "مومن" پورے برہما میں سب سے ممتاز و معزز خاندان ہے، ۱۸۹۵ء میں خان بہادر ولی محمد مومن صاحب بحیثیت اورسیر ملازم ہوئے پھر ملازمت ترک کر کے اپنا ذاتی کاروبار شروع کیا اور برہما میں ریلیں سڑکیں اور پلوں اور فیکٹریوں کی تعمیرات کے ٹھیکے لینے شروع کئے، برہما میں تمام ریلوں کی لائنیں خان بہادر ولی محمد صاحب کی بچھائی ہوئی ہیں۔

آپ نے اپنی محنت اور ایمانداری سے اس کام میں عروج حاصل کیا اور آپ نے راہ خدا میں رنگون یونیورسٹی کو یکمشت چھیاسٹھ ہزار (۶۶۰۰۰) روپیہ بطور عطیہ دیا، ان کے بھائی خان بہادر ابراہیم مومن صاحب نے "برہما مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کو ایک لاکھ روپیہ عطیہ دیا ان حضرات کی اولادیں آج تک برہما میں مقیم ہیں جنہیں سے عبد الرحمن نظامی، محمد صدیق محمد شریف پسران خان بہادر ولی محمد صاحب و بابو اسماعیل نظامی پسر خان بہادر ابراہیم صاحب خاص طور سے قابل ذکر ہیں، برہما میں بہت سی مساجد اور دینی مدارس و دیگر اسکول... نیز کالج ان کی امداد سے تعمیر ہوئے آپ حضرات کو رنگون سے شایع ہونے والے کئی ادبی

رسالوں کی سرپرستی حاصل ہے۔

۳:- افریقہ میں گوجروں کی حالت

جنوبی و مشرقی افریقہ میں بھی ہزارہا گوجر آباد ہیں جو زیادہ تر گجرات (کاٹھیاواڑ) اور پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں، افریقہ میں ایک گوجر کے انتقال پر اس کا پندرہ لاکھ روپیہ نقد پاکستان میں اس کے عزیزوں کو ضلع لائل پور میں منتقل ہوا ہے، ان صاحب کا نام و کوائف بوقت تحریر ایں سطور خلط ملط ہو گئے ناظرین ضلع لائل پور سے معلوم کر کے احقر کو دوبارہ اطلاع دیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں شائع کیا جا سکے۔

۴:- امریکہ میں گوجر قوم !!

امریکہ میں بھی صدہا گوجر مستقل طور سے آباد ہیں، کناڈا و نیز میکسیکو تک گوجر بسلسلہ تعلیم و تجارت پہنچ چکے ہیں ان بہادر گوجروں کی زیادہ تعداد کیلی فورنیا میں ہے جہاں بہت سے تو زمینداری کرنے لگے ہیں اور بڑے بڑے رقبوں کے مالک ہیں، ان... گوجروں میں مندرجہ ذیل خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

۱:- عالی جناب رانا حمید الدین صاحب:-

آپ کا تعلق موضع متصل ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب سے ہے آج کل آپ کے اہل خاندان مغربی پنجاب میں آباد ہیں، آپ امریکہ میں ایک اعلیٰ درجہ کے ڈاکٹر ہیں آپ کے والد صاحب جناب ڈاکٹر محمد الدین اور دادا شہباز دین صاحب گشتان اپنے گاؤں مذکور کی ایک مقتدر ہستی تھی۔

رانا اسلام الدین صاحب صدر انجمن مرکزیہ گوجران کے سگے پردادا تھے یعنی یہ ایک ہی خاندان ہے، شجرہ رانا اسلام الدین صاحب بی۔اے کے ضمن میں پیچھے تحریر کیا جا چکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمایئے۔

عالی جناب رانا محمد علی صاحب

آپ کا تعلق بھاول نگر سے ہے اتنی دور جاکر اور مغربی تہذیب کے درخشندہ ماحول میں بھی آپ کو اپنی قوم کا بے حد خیال رہتا ہے چنانچہ آپ قومی حالات سے باخبر رہنے کیلئے.... "گوجر گزٹ" کو مستقل طور سے امریکہ میں منگا کر پڑھتے ہیں اور اس ضمن میں آپ نے مبلغ سو روپیہ انجمن مرکزیہ گوجراں کو بذریعہ چیک ارسال کئے۔

۵:- یورپ خصوصاً برطانیہ میں گرجر قوم!!

یورپ کے اکثر ممالک میں بھی گوجر مقیم ہیں جو گوجر ہندوستان میں انگریزی دور حکومت ۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء کے دوران بغرض تعلیم وسیاحت و روزگار گئے ان میں سے کچھ تو واپس آئے مگر بہت سے وہیں مستقل طور سے آباد ہو گئے۔ انگلینڈ میں پنجاب اور میرپور (کشمیر) کے کافی گوجر ہیں۔

مقتدر ہستیاں

۱:- عالی جناب چودھری رحمت علی صاحب:-

آپ کے حالات زندگی مفصل طور سے گذشتہ باب میں تحریر ہو چکے ہیں، آپ تحریک پاکستان کے بانی تھے، آپ کی تمام زندگی انگلینڈ میں بسر ہوئی۔

۲:- عالی جناب رانا محمد اکبر خاں کانس صاحب:-

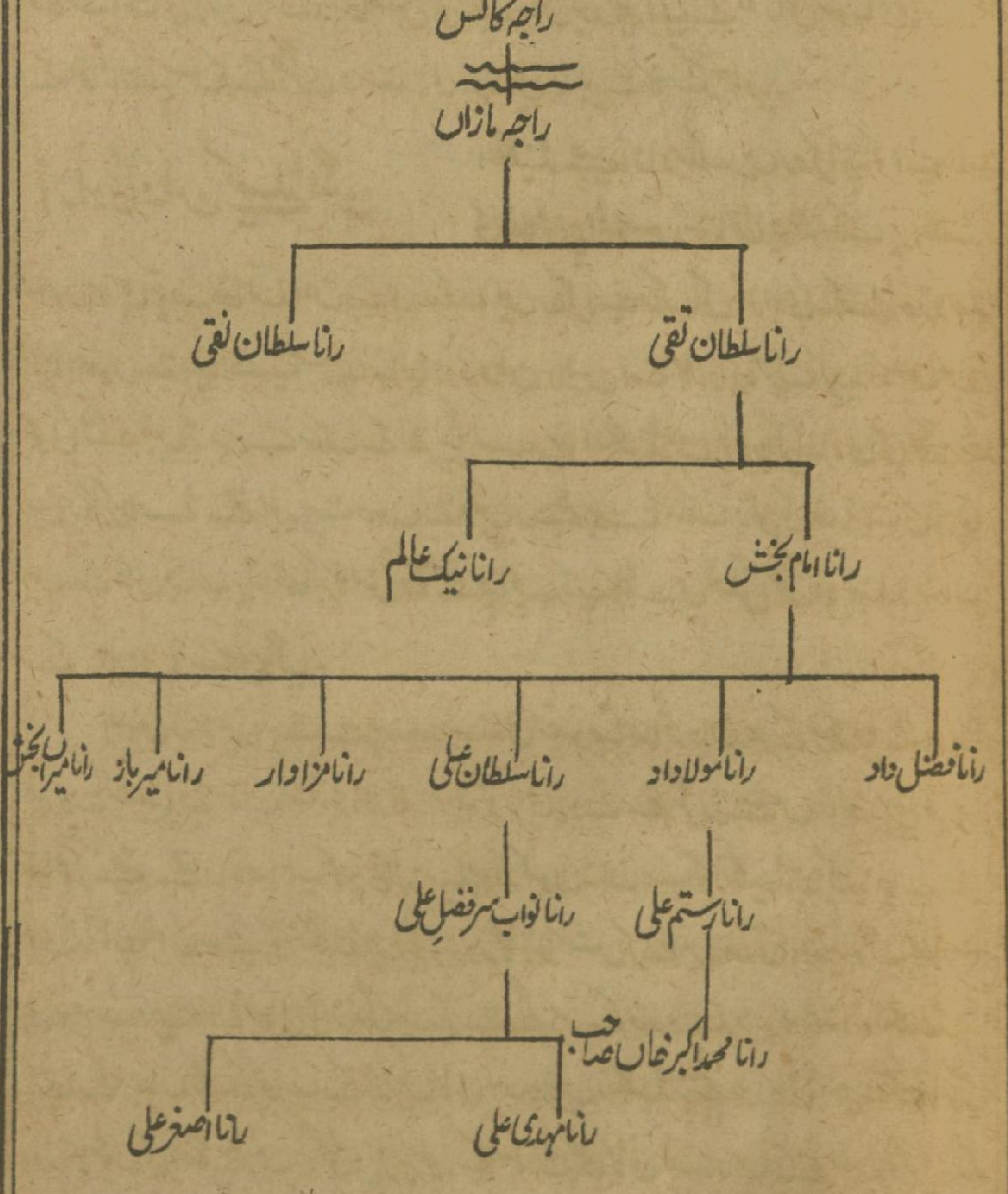
آپ کا وطن مالوف ضلع گجرات (پنجاب) ہے موضع اجنالہ کے مشہور تاریخی خاندان کانس میں آپ نے ۱۹۰۶ء میں جنم لیا، آپ کی والدہ ماجدہ چوہان خاندان سے تعلق رکھتی تھیں، عالی جناب نواب سر فضل علی مرحوم آپ کے والد ماجد جناب رانا رستم علی صاحب کے حقیقی چچازاد بھائی تھے آپ نے گجرات سے ہائی اسکول پاس کیا۔

حسب ونسب

راجہ کانس کی اولاد میں اٹھارویں صدی کے آخر میں.... راجہ مازاں صاحب علاقہ چلیانوالی (گجرات پنجاب) میں ایک مقتدر سردار تھا، جس نے اجنالہ میں رہائش اختیار کی تھی اور جس کو سکھوں کی... حکومت کی طرف سے خاص اعزازات حاصل تھے راجہ مازاں کی پانچویں پشت میں

عالی جناب محمد اکبر صاحب نے ۱۹۰۶ء میں جنم لیا آپ کا گوت (خاندان) کالس کہلاتا ہے
آپ کی والدہ ماجدہ خاندان چوہان سے تعلق رکھتی تھیں، آپ کا مختصر شجرہ حسب ذیل ہے

مختصر شجرہ عالی جناب محمد اکبر خاں صاحب مدظلہٗ !!!



تعلیم و تربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم کا انتظام آپ کے والد ماجد رانا رستم علی صاحب نے اپنے موضع اجنالہ کے اسکول میں ہی کیا اس کے بعد.. آپ نے گجرات سے ہائی اسکول پاس کیا۔ اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔اے۔ کی ڈگری (سند) اعزازات کے ساتھ حاصل کی ہے۔

انگلینڈ کو روانگی اور اعلیٰ تعلیم کا حصول

مزید تعلیم حاصل کرنے کے شوق میں آپ نے یورپ کے لئے.... رختِ سفر باندھا اور آپ انگلینڈ میں جاکر قیام پذیر ہوئے جہاں آپ نے ریلوے پریکٹیکل (ٹریفک) کے امتحانات پاس کئے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد لندن یونیورسٹی سے آپ نے معاشیات کی ڈگری (سند) حاصل کی، چند سال بعد پھر آپ نے "رائل سوسائٹی آف آرٹس" کے امتحانات پاس کرکے ڈگری (سند) لی اور اپنی قابلیت کا سکہ جما دیا۔

آزادیٔ وطن کیلئے لگن

انگلینڈ جیسے آزاد ملک میں رہ کر آپ کو اپنے ملک کی غلامی پر افسوس ہوتا تھا چونکہ ملک پر انگلینڈ والوں کا ہی قبضہ تھا لہٰذا ان کے ہی ملک میں رہ کر اپنے ملک کی آزادی کے لئے جد وجہد کرنا انھوں نے اپنا نصب العین بنا لیا اور وطن واپس آنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ملک کے تقریباً سب رہنما انگلینڈ میں ہی جاکر آزادی کی لگن دل میں لگا کر لائے تھے اور بہت سوں نے وہیں رہتے ہوئے ملک وقوم کی خدمت کی انہیں میں سے غالی جناب رانا محمد اکبر کاسں صاحب تھے چنانچہ آپ کا قریبی تعلق متحدہ ہندوستان کے رہبروں سے ہو گیا۔

اس زمانہ میں بہت سے ہندوستانی خصوصاً علاقہ جالندھر کے سکھ جاٹ اور میرپور (کشمیر) کے مسلمان بسلسلہ روزگار امریکہ کو راہی ہوتے تھے مگر راستے میں فرانس ہی میں قیام کر لیتے تھے رانا صاحب کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ ان سب کو انگلینڈ ہی بلا لیا جائے لہٰذا آپ نے ان سب کو انگلینڈ میں بلا کر روزگار تلاش کرنے میں مدد کی اور یہ لوگ تھوڑے ہی عرصہ میں فارغ البالی کی زندگی بسر کرنے لگے اس کے بعد ان کے مزید رشتہ دار انگلینڈ... پہنچنے لگے، یہاں تک کہ پنجاب کے آرائیں کافی تعداد میں انگلینڈ پہنچے اور کافی جمعیت سکھ جاٹوں اور آرائیوں کی انگلینڈ میں ہو گئی نیز میرپور کے مسلمان بھی کافی تعداد میں پہنچے، ان لوگوں کے پاسپورٹ (راہداری) بنوانے، ضمانتیں داخل کرنے وغیرہ کا کام آپ نے اپنی ملکی ہمدردی کے تحت کیا۔

آپ نے انگلینڈ میں ایک انجمن "اورینٹل فلم آرٹسٹس یونین" قائم کی جو آپ کی قیادت میں انگلینڈ میں فنونِ ہند کی ترویج میں بڑی ممد ومعاون ثابت ہوئی اس انجمن کے اہل فن

کا رابطہ انگلینڈ کی انجمنوں سے ہو گیا جس کی وجہ سے نہ صرف ہندوستانی آرٹ و کلچر کی اشاعت ہوئی بلکہ بہت سے ہندوستانیوں کا باعث مستقل روزگار بھی لگ گیا، جو انگلینڈ میں مارے مارے پھرتے تھے۔ اسی دوران آپ کو ہندوستانی قدیم تہذیب و تمدن کی کتابیں انگلینڈ کے دارالمطالعہ و دارالکتب میں تلاش کرنے کا شوق پیدا ہوا کیوں کہ انگریزوں نے ہندوستان سے بہت سے قدیم نوشتہ جات انگلینڈ منتقل کر لئے تھے اور ان کا ترجمہ مختلف زبانوں میں ہو چکا تھا، یہیں سے آپ کو "گوجر تاریخ" کا شوق... پیدا ہوا، چنانچہ آپ نے اس ضمن میں ضروری معلومات فراہم کرنی شروع کیں۔

سنہ ۱۹۴۰ء میں جنگ عظیم دوم پورے شباب پر پہنچ گئی اور ہر شخص بہ جبر فوج میں بھرتی کیا جانے لگا اس موقعہ پر بڑے بڑے ہندوستانی رہنما جو انگلینڈ میں مقیم تھے بوکھلا گئے اور وہ اپنا مطمح نظر قائم کرنے میں ناکامیاب رہے اسی زمانہ میں عالی جناب کرشنا مینن بھی انگلینڈ میں مقیم تھے مگر اب اس حالت میں اپنے ملک کی آزادی کا نام لینا گویا انگریزوں کی طرف سے "غداری" کا الزام اپنے سر لینا تھا۔

مگر راناصاحب نے ان حالات سے اپنے دل پر کوئی اثر نہ لیا اور ایک انجمن بنام "انڈین ورکرز ایسوسی ایشن" کی بنیاد ڈال دی جس کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان (اپنے ملک) کی آزادی کے لئے تقریریں کی جائیں، تجویزیں پاس کی جائیں اور اخبارات میں ان کی اشاعت کی جائے اس زمانہ میں آپ کاونٹری میں تھے۔

اس ایسوسی ایشن نے ہر جگہ اپنی شاخیں قائم کیں اور ہندوستانیوں کے لئے پنچایت کا قانون رائج کیا، ان پنچایتوں کے فیصلے انگریزی عدالتیں تسلیم کرتی تھیں، اس طرح دورانِ جنگ تمام ہندوستانی ایک پلیٹ فارم پر آ گئے۔ کاونٹری شاخ نے انگریزی.. ملی جلی یونین کے مظاہرے میں کپ جیتے۔

بہت سے ہندوستانی فوج میں بھرتی ہونا نہ چاہتے تھے ان کے تمام کاغذات... راناصاحب کے پاس کاونٹری جاتے تھے کیوں کہ آپ ہی "انڈین ورکرز ایسوسی ایشن" کے صدر تھے۔ چنانچہ بہت سے لوگوں کو فوجی بھرتی سے آپ نے نجات دلائی۔

سنہ ۱۹۴۲ء میں آپ لندن میں واپس آ گئے اور ہندوستانیوں کی آزادی کے ضمن میں بیانات دینے شروع کئے، پمفلٹ، کتابچہ اور اشتہارات مفت تقسیم کئے، یہ اشتہارات

انگریزی پارلیمنٹ میں بم ثابت ہوئے، ان اشتہارات اور تحریروں کی تعداد ہزارہا تک پہنچتی ہے اتنی کثیر تعداد میں ملک کی آزادی کے لئے کسی ہندوستانی نے نہ تو اپنی جیب سے رقم خرچ کی اور نہ اتنے کتابچے اور کتابیں شائع کیں۔

آپ کی سب سے مشہور کتاب "ہمالیہ کی گونج" اسی زمانہ میں شائع ہوئی، آخر انگریزی حکومت حرکت میں آگئی اور انگلینڈ کی مشہور پولیس اسکاٹ لینڈ یارڈ آپ کی قیام گاہ پر پہنچی، انسپکٹر نے آپ سے پوچھ گچھ کی اور تمام کوائف اپنے کاغذات میں تحریر کر کے لے گئی مگر رانا صاحب کے دل سے ملک کی آزادی کا جوش کم نہ ہوا، ان کی اس دلیری نے لندن میں ان "انڈین سوسائیٹیوں" میں جان ڈال دی جو کئی سال سے مردہ ہو چکی تھیں۔

کرشنا مینن (حال وزیر خارجہ بھارت) کو بھی رانا صاحب کی دلیری کا معترف ہونا پڑا اسے تعجب ہوتا تھا کہ یہ کس دل گردے کا بہادر شخص ہے، انگلینڈ میں مقیم تمام ہندوستانیوں پر آپ کا سکہ جم گیا، سابقہ متحدہ ملک کے اخبارات مثلاً "انڈین ڈائی جسٹ" "ہندو" "ہندوستان ٹائمز" "لیڈر" "ہندوستان اسٹینڈرڈ" اور امرت بازار پتریکا میں آپ کے بیانات اشتہارات و نیز تحریرات شائع ہوئیں۔

اسی دوران یعنی ۱۹۴۲ء میں ہی آپ نے لندن میں پارچہ جات کا اپنا ذاتی کاروبار اعلیٰ پیمانہ پر شروع کر دیا تھا، آپ نے دو رسالے بنام مزدور (۱) انگریزی میں (۲) اردو میں لندن سے بیک وقت جاری کئے، یہ کام کسی غیر ملکی شخص سے انگلینڈ میں نہ ہو سکا تھا، یہ رسالے آپ کی زیر نگرانی شائع ہوئے، اس کے سرورق پر یہ شعر درج ہوتا تھا کہ ؎

زمانے کو الٹ دیں گے جہاں کو بھی الٹ دیں گے
زمیں سے آسماں تک آگ دوزخ کی لگا دیں گے

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو آخر متحدہ ہندوستان کو آزادی ملی اور بھارت و پاکستان دو آزاد حکومتیں قائم ہوئیں، انگریز چلا گیا، چنانچہ ملک کو آزادی حاصل ہو جانے کے بعد رانا صاحب نے لندن میں اسی سال یعنی ۱۹۴۷ء کے آخری ایام میں "بزم تفریح" کی بنیاد ڈالی، یہ بزم آج تک قائم ہے اور یہ بالکل غیر سیاسی ہے، اس میں مشرقی تہذیب کا دلدادہ ہر شخص حصہ لیتا ہے اس کے جلسے ماہانہ ہوتے ہیں جن میں شعر و شاعری، راگ بہترین افسانے اور فنونِ لطیفہ کے پروگرام ہوتے ہیں۔ ۱۹۵۵ء میں آپ نے "انڈین ورکرز یونین"

کی صدارت سے از خود استعفیٰ دیدیا، اس انجمن کے آپ پورے سولہ سال تک صدر رہے۔

"گجر گونج"

جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا آپ کو برٹش میوزیم سے لگاؤ رہا چنانچہ آپ نے یہاں اپنی قوم کی ایک مختصر تاریخ موسومہ بہ "گجر گونج" لکھی انگلینڈ وہ ملک ہے جہاں انسان ہر قسم کے نسلی و مذہبی اعتقادات میں ضعف محسوس کرنے لگتا ہے، مگر گوجر قوم کا یہ سپوت اپنی قوم کے تاریخی واقعات یکجا و مجتمع کرنے میں یہاں بھی منہمک رہا، چنانچہ آج بہت سی نئی معلومات کے ساتھ یہ تاریخ گوجر قوم کے پاس ہے پیچھے جتنی بھی نئی گوجر تاریخوں کے بارے میں لکھا گیا ہے۔

ان کی روایات اور خصوصاً "گوجروں کی ابتداء سے" چاہے کسی کو منجملہ مولف کے کتنا ہی اختلاف ہو مگر ان قومی مورخوں کا گوجر قوم خصوصاً مجھ احقر (مولف تاریخ ہذا) پر احسانِ عظیم ہے جنہوں نے تاریخی راستوں کی نشاندہی کر دی۔

وطن کا دورہ

۱۹۵۵ء میں آپ اپنے وطن کا مختصر دورہ کرنے آئے اور پھر واپس انگلینڈ ہی چلے گئے (خدا آپ کو جلد مستقل طور سے واپس لائے) اسی سال تاریخ "گجر گونج" شائع ہوئی تھی، آپ نے اس تاریخ کا مسودہ عالی جناب رانا محمد زمان صاحب کو دیا ہوا تھا، جنہوں نے اپنی زیر نگرانی کتابت وطباعت کرا کے اس تاریخ کو ۱۰ر جولائی ۱۹۵۵ء میں مشتہر عام کیا۔

اولاد ؟

آپ کی عمر تا دمِ ایں تحریر ترپین (۵۳) سال ہے مگر آپ ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں، جب آپ پاکستان تشریف لائے تھے تو دوست احباب نے آپ کو شادی کرنے کی ترغیب دی مگر آپ نے مجرد رہنا ہی پسند کیا، اس ضمن میں آپ کی خدمت میں آپ کے ہی اشعار پیش کرتا ہوں ؎

گجرات سے چل کے گجرات تک — گئے شہر لے کر وہ دیہات تک
وہ کابل گئے چھوڑ کو نکن گئے — شوالک سے اٹھ کر وہ دکن گئے
وہ غزنی کے حاکم تھے پنجاب کے — وہ یارو مالک تھے دو آب کے

زمانہ گجر تھا گجر کی شان
وہ گجر گئے رہ گیا بس نشان

نوٹ :- اگر گوجروں کا نشان باقی ہے تو سب کچھ ہے ورنہ پھر زمانہ اور نشان کو کون روئے گا اور اگر نشان باقی رہا تو گوجروں کی نشان بھی نہیں مٹ سکتی اس لئے کہ نشان کا ہونا ضروری ہے۔

عالیجناب چوہدری محمد شفیع صاحب آپ کا تعلق گورسی خاندان سے ہے ۱۹۴۷ء سے قبل آپکی رہائش موضع جگراؤں ضلع لدھیانہ میں تھی ۱۹۴۷ء میں آپ پاکستان تشریف لائے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد انگلینڈ چلے گئے۔ آجکل آپ گلاسگو میں مقیم ہیں اور جہاں آپ اعلیٰ پایہ کے پارچہ جات کے تاجر ہیں

عالیجناب چوہدری الٰہی بخش آپ کا تعلق ضلع لدھیانہ سے ہے آپ ۱۹۳۵ء میں انگلینڈ چلے گئے اس وقت سے آجتک آپ وہیں مقیم ہیں اور کپڑے کا بزنس کرتے ہیں۔

باب دوازدہم

گرجر اہل قلم حضرات

موجودہ اہل قلم حضرات کے ضمن میں یہ مناسب ہوگا کہ مولّف پہلے ہندی زبان اور پھر... "گوجری زبان" کے اہل قلم حضرات کے خیالات تحریر کرکے اردو دان حضرات کے ترشحات... رقمطراز کرے تاکہ یہ تاریخ سادہ و ہر دلعزیز زبان کے نمونہ پر اختتام پذیر ہو، چنانچہ ہندی کی مندرجہ ذیل نظم پیش خدمت ہے۔

۱:- ہندی زبان!!

"کوی سے"

نتیجہ فکر از جناب سیتا کشور چترسج ساکن عالم پور خورد علاقہ (دتیہ) وسط ہند

کوی[۱] وہ شکتی آج دِکھلا دے

شیتل، شانتی پورن رجنی سرس سدھا ششی سرساتا ہے
گہری نِندرا تیاگ کرم کر دِن کر ہیرتی دِن کر کہلاتا ہے
"اوُم بم[۲]" کہتا آج اٹھو نر! کرم کرو، پھل آجاتا ہے
تھوتھے ادھیولیشن، بھاشن سے اپکار یہ کیا مل جاتا ہے
کورے بھاشن بکتاؤں کو "کرم کرو" سکھلا دے
کوی وہ شکتی آج دِکھلا دے

کوی یعنی شاعر (۱) اے شاعر آج وہ طاقت دِکھلا دے۔ نمبر ۲:- ایٹم بم (باقی ملاحظہ ہو صفحہ نمبر

مہر[4] ویر بھوشن کے بل پر جب کرورتی کہلایا تھا
چاروچاند "چندر" نے لاکر چوہان اپش نبایا تھا
اُتیجت کر "کوی بان" نے کٹھن کاریہ کروایا تھا
چتوڑ چتا کی چنگاری کو کوی نے ہی پرکٹایا[5] تھا
پنج سماج کے سپت ہردے کو دے دہاڑ، دہلا دے
کوی وہ شکتی آج دکھلا دے

ہے قلم آج سوادہین، نہیں پرتنتر بڑیوں میں جکڑی
بھررہی شسبجت ساڑی میں، دالو دینج دارا اکڑی
کیا گئی قلم کی شکتی، آج وہ رہی رنگی کوری لکڑی
دو مسل مسی سے منہ اس کا "ہو دور" وشیلی ہے مکڑی
چترج اجو آشر تیات ہیں انہیں کلنک لگا دے
کوی وہ شکتی آج دکھلا دے

(۲)

از قلم جناب جگدیش پوسوال صاحب ساکن باراں ریاست کوٹہ راجستھان

سُکھ شانتی[1] سے تب ہی رہ پاؤ گے

آپس میں جو پریم بڑھاؤ گے — سُکھ شانتی سے تب ہی رہ پاؤ گے
تمہارے شوشن[2] سے وہ ہوتے آباد — جاتی[3] ہوتی جاتی ہے برباد
پریم بھاؤں میں گھل جاؤ گے — سُکھ شانتی سے تب ہی رہ پاؤ گے
آپس میں نہ پھوٹ کو لاؤ — نہیں تو تم نیچے گر جاؤ گے
پریم دھاگے میں جب بندھ جاؤ گے — سُکھ شانتی سے تب ہی رہ پاؤ گے

نمبر ۳:- یعنی خالی خیالوں اور تقریروں سے کیا کام چل سکتا ہے نمبر ۴:- مہرویر کے معنی بہادر مہر یعنی مہر بھوج اعظم گرجر پرتہار۔ نمبر ۵:- روشن کیا تھا۔ [1] امن [2] نفاق [3] قوم

پوسوال یہ سب کو سنا دے پریم کرنا ہر ایک کو بتا دے

پریم امرت کو جب پی جاؤ گے
سُکھ شانتی سے تب ہی رہ پاؤ گے

۳

از جناب کنور رامباسنگھ صاحب جے پور

گرجر! اب تو گیان دیپ[۱] جلا
ٹل چکی ہے ہر بلا
اب تو گیان دیپ جلا

بیت چکی ہے وہ اندھ رات چونک اُٹھی ہر دشا[۲]
ٹوٹ چکی ہیں وہ زنجیریں جن میں تو تھا کسا
آشیرواد[۳] دیتی چلا
اب تو گیان دیپ جلا

اُو سوے گرجر ناہر[۴] بیت چکی وہ اندھ نسا[۵]
اٹھ ویر[۶] بھور[۷] ہوا تو کس اگیان[۸] میں ہے پھنسا
کب تک سوتا رہیگا بھلا
اب تو گیان دیپ جلا

لے اتہاس[۹] سے تیاگ بھاونا[۱۰] اونا ہر سا پوتر اُجول[۱۱]
بادل چھائے پنہ وشوپر[۱۲] گرجر کیرتی کے دھول
راج اسنبھو کا اٹھ چلا[۱۳]
گرجر! اب تو گیان دیپ جلا

۱ شمع علم ۳ خیرات ونیکی کے کام کر ۲ سمت ۴ شیر ۵ نیند ۶ بہادر ۷ صبح ۸ غفلت ۹ تاریخ ۱۰ سبق ۱۱ صاف روشنی ۱۲ روشن صبح ۱۳ ناممکن

۱ تینگ ۲ قوم ۳ کباب شراب کو چھوڑ دیں ۴ بہادر جگدیو پنوار ۵ شان وشوکت (بقیہ صفحہ

(۴)

ارمان نہ جانے پائے

از جناب ہری شنکر چوہان گوجر ساکن پلسا ود ضلع شجاع پور وسط ہند

بھائیو! دیکھنا بچ اُن نہ جانے پائے
ملک اور قوم کی اب شان نجانے پائے

پریم اور تیاگ کی پھیلا دو پتاکا جگ میں
نند مہری کا مان نہ جانے پائے

سیوا جاتی کی کریں مجھ مات کو تیاگیں
دیر جگدیو کا ابھمان نہ جانے پائے

ہری شنکر ونے کر جوڑ مستر گن کرتا!
داس کے من میں ارمان نہ جانے پائے

۵

گیت

از سیتم کمار دھا بھائی (دھایہ)، ساکن بھانڈیر ——— میواڑ

ہمینت بن کنت کے جائے بیری بن
ورہ کی آگ میں سورن سی شریر کو جلا رہی پریمن

لگتے ہی کا رنگ اٹھا قلم دوات لئی
پیو کو بلانے پاتی خود لکھتی بھئی

بیوگ میں بورا گئی، لیکھنی ٹھہر اگئی، ایسا آئی کمپن
ورہ کی آگ میں سورن سے شریر کو جلا رہی پریمن

پریتم ناہیں آئے ارو بیت گیا اردھ پوس
برہن کے آنسو بن کر رین میں چھائی اوس

نمبر ۱۔ پتنگ ۲؎ قوم ۳؎ کباب و شراب کو چھوڑ دیں ۴؎ بہادر جگدیو پنوار
نمبر ۵۔ شان و شوکت ۶؎ ہری شنکر ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہے کہ خادم کے دلی ارمان پورے نہ رہ جائے

نوٹ :- گوجروں ایک گوت دھایہ ہے بہادر کھنڈو دھایہ اس خاندان سے تھا جس نے مغلوں کو مہاراشٹر اور دکن سے نکال دیا تھا - مولف

تب جوانی کو دھتکارا، دل اپنے کو مارا، یاد آیا پیارا بچپن
وِرہ کی آگ میں سورن سے شریر کو جلا رہی پریمن

۱- (ب) گوجری زبان

"علاقہ بارہ مولہ کشمیر کا ایک عام دیہاتی گیت"

درسی دا بن وِچ بگدا پانی — جیویں منشی جھنیں بارہ مولہ آنی
درسی دا بن وِچ پھلیا گلاب — لوہیا مجبتاتے رِلیا جواب
درسی دا بن وِچ کے پھول پھلیا — یاد آئی منشی تے سب کچھ بھولیا

۲

از جناب محمد حسین بیدار ساکن علاقہ ویری ناگ مقبوضہ کشمیر

آج ہے تاریخ گواہ مھاری حکمراں تھا ہم سنسار ما
عصمتِ وطن کی خاطر قربان یا فتح مند تھا ہر پیکار ما

امن انصاف کا پرچم لہرایا ہم نے ساجت قدم تھا گفتار ما
ناز وطن کرے مھاری ہمتاں پر فخر قوم نا تھو تلوار ما

وفادار تھا ہم ہر وعدہ کا عزت مند تھا ہر دربار ما
خدمت دلیس کی تھی سپرد مھارے مالی ہم تھا اس گلزار ما

پر لیشاں ہمالیہ ہے آج تک بڈی ہمت تھی گوجر اسوار ما
حاصل کیا خراج حکومتاں عجب شان تھی مھارا سالار ما

کرو قومی اتحاد کی پھر مجلس، حاصل کرو آپنا وقار نا!!
بیدار یاد اسلاف کی دیکھ کے کریں دُور توں آپنا زنگار نا

۳

آجکل

از جناب چودھری حسن الدین صاحب المتخلص حسن ساکن ہاڑی تفضو کشمیر

خفتہ قوم نہ رب بیدار کرے آنویں سابقہ دَور دَوران اجکل
دیوے رب نجات غلامیاں توں، ہووے طبع آزاد شادان اجکل
گل پا کے طوق غلامیاں کا کران یاد پہلی داستان اجکل
کرے پل اندر مشکل حل اللہ، سنے کوک فریاد وفغاں اجکل

عمل پیہم تے صدق یقین محکم کرے، رب مشکل آسان اجکل
پدرما سلطان کا سب قصہ، بنو گجرو خود حکمران اجکل
توڑ پھینک زنجیر غلامیاں کا، دسو سابقہ وہ شوکت و شان اجکل
آیو وقت سے آج بیدار یا کو، ہویا تم کیوں خفت و خفتاں اجکل

اللہ واسطے چھوڑو جہالتاں نا، بدلو طور و طریق جہان آجکل
جاگ جاگ قومیں اٹھ بیدار ہو جا، نہ کر تیملی وقت زیان آجکل
ایسی رت ماری سستی قوم ساری، آوے کون کوے بیدردی جگان اجکل
بنے رب نہ آسرو، دوسرو سے نہ کوے یار دردی مہربان اجکل

کرے رب قومی نوجوانان بیدار سمجھیں وقتی نفع نقصان آجکل
چھوڑیں سستیاں، غفلتاں کاہلیاں ناں، بنے مرد غازی پہلوان اجکل
کریں دور ذلالتاں ساریاں نا دسیں سابقہ شان کمان اجکل
جمیں کون سپوت اس قوم اندر سے قوم کی شور وفغان اجکل

ماریں لوک بولی یہ کاے قوم ساری، قسم قسم کا لانویں بہتان اجکل
سمجھیں لوک رعایا حقیر ہمناں، بنے آپ نواب تے خان اجکل
ایہ کجھ کرو نہ پڑھو تاریخ بھایو ہوے سچ تے جھوٹ عیاں اجکل
گجر قوم کی صاف تاریخ شاہد، چھپی گل نہیں ہتا عیان اجکل

حاسد لوگ کھیل تاریخ پڑھ لیں دور افسوس ارمان اجکل
حسن یارب کرے اس قوم وچوں ہوہن دور یہ بھل نسیاں اجکل

۴
کشمیری گیت
عشقیہ

کڑا انی کے جھلیاں پانی سجن! آجا میری زندگانی
کالے کالے بس ساں لوٹلا

کڑا انی کے جھلیاں ناڑے سجنا! بیہہ جانے ماڑے
مت کوئی چڑکے ٹیلا

اُچے نکیتے وگدا پانی نیڈے آلوٹلا! میری زندگانی
جنیاں جنیاں ملیاں لوٹلا

اُوچے نکیتے کون وابوٹا چرڑی آئی جوانی پین والا چوٹا
اوڑک مرنا لوٹلا!!

چن چرڑھیا تے لگانی تاکے سجنا! مل جاہے نوں آکے
تیرے بن مرساں لوٹلا

چن چرڑھیا تے نیکی تیکی لوئی سانوں خبر نہ دیوے کوئی
کتھے سونا! سودا ای ٹولا

۵
از جناب علیم الدین بن باکی صاحب

لکھوں خط تمنا کشمیر تے اس ہند کی بدرِ منیر تے
ماری گلشن بے نظیر تے گیا پھنس اپنی تدبیر تے

ہم ہن اس رہیا تقدیر تے

ہم اس وطن میں غلام ہاں — جد تک پُشت پُشت مُدام ہاں
چھ لکھ گوجر گوت عوام ہاں — اُلجھیا سیاست کی زنجیر تے
لکھوں خطِ تمنّا کشمیر تے

غیر قوم کا اقتدار اے — ہم اِت نہ ہاں مختار اے
لوک راج کا نہ حقدار اے — واقف تمنا کرو تحریر تے
لکھوں خطِ تمنّا کشمیر تے

مارو ہے نہ کوئی آوازا اے — خفیہ ہے اِت سارا رازا اے
ہم اِت کو گی نے یہ بازہ اے — خوف نت ہے ان کا تیر تے
لکھوں خطِ تمنّا کشمیر تے

بھاویں اِت پھلاں کا باغ اے — غیر سمجھیں ہم نا زاغ اے
بِت عدل کا چراغ اے — گوجر گوت کی لکیر تے
لکھوں خطِ تمنّا کشمیر تے

چھ لکھ ہم گوجر کشمیر کا — اصلی ہند کی پینیر کا
بھائی ہم ہاں گوجر ویر کا — مارو خون ہے اِک خمیر تے
لکھوں خطِ تمنّا کشمیر تے

گوجر ہند تے پاکستان ما — سوات بنیر اتے قاغان ما
بولیں مادری زبان ما — پچھو گل صغیر کبیر تے
لکھوں خطِ تمنّا کشمیر تے

ووٹ اِت مارا زر تھا — چھپیا ہم تے سنگ مرمر تھا
غیر آشنا یہ کیمیا گر تھا — واقف ہم نہ تھا اکسیر تے
لکھوں خطِ تمنّا کشمیر تے

چھینو غیر تے جم تے ماس اے — مارو تم بھی کرو قیاس اے
گوجرات کیوں اداس اے — بچیے رکھ نئی تعمیر تے
لکھوں خطِ تمنّا کشمیر تے

پوری کی کرو اس گوت کی — پوڑی ریئو سیاسی موت کی
آجکل پوڑ تھاری سبخوت کی — مدد منگ غریب امیر تے
لکھوں خط تمنا کشمیر تے

کراں ہم کس کو اعتبار اے — سیاست قول تے جاے ہار اے
منگاں حق تے ریں مار اے — واقف کون ان کی ضمیر تے
لکھوں خط تمنا کشمیر تے

لکھیئو پڑھیئو استصواب اے — ریئو تم اس کو جواب اے
بن باسی کو آداب اے — اجکل جموں کی جاگیر تے
لکھوں خط تمنا کشمیر تے

۶

نتیجہ فکر حقیر پُر تقصیر رانا علی حسن چوہان گرجر مؤلف تاریخ ہٰذا

بے پردگی پر اظہار افسوس
گھر پر شرم دھر کے چھوری سیر کرن نے جالی

آ گا پچھا کوئے نا دیکھتی، بالک کر کے ڈر رہی
دیکھن والے مرجاں کٹ کے نگاہ کسوتی[۲] پھر رہی
ایسی چال غضبن کی، جانوں[۳] جل پہ مرغائی تر رہی
دھن دھن[۴] ترے رب نے جس نے پیدا کر کے پالی
گھر پر شرم دھر کے چھوری سیر کرن نے جالی
کچھ تو ننھی چھوری پڑھنے والی، کچھ فیشن شہری
ڈھوں[۵] گے اپر چوٹی[۶] لٹکے جانوں ناگ ہے لہری

---

۱ لڑکی ۲ غضب کی ۳ گویا ۴ تعریف خدا کی ۔ ۵ کولھا ۶ لہرانا ۔
مؤلف گرجر ۔

بھڑکدار ساڑی جھمپر اُپر جو ستی اونچی ایڑی کی پیہری
ماتھے اوپر زلف پڑی، جانوں گھاس جھاڑ میں بکھری [۶]
پیچھے سی نے کلف لگا رکھی اُپر سونے کی بالی
گھر یہ شرم دھر کے چھوری سیر کرن نے چالی

~~~

۷
معرفت

از رانا رنجیت سنگھ چوہان گوجر ساکن موضع ببنیڑہ علاقہ کیرانہ ضلع مظفر نگر

دیکھ لیا دنیا کا دھندہ، کبھی ہے تیز، کبھی ہے مندہ
موہ مایا کا عجب ہے پھندہ، اسمیں پھنسے ہیں سب نر ناری
جسم بنا ہے ہاڑ چام کا مرے بعد ہے نہیں کام کا
پتہ نہیں ہے صبح شام کا، کب ہو جا وارنٹ جاری
بیتی بہت رہی اب تھوڑی، بڑھتی جا رہی اب کمزوری
نہیں بچنے کی ہے آس موری، پھر ہمت کیوں جا ہاری
بڑھ اور چھوٹ گئی، خودی میں ہیں سب مخمور [۱]
خود غرضی نے لیا جالا پور، گئی بات بگڑ اب ساری
احسان کا بدلہ ملے برائی، دشمن ہوا بھائی کا بھائی
شرم و حیا کی ہوئی صفائی اب کیا رہی جینے کی مزہ داری
میل جول بنے ہیں کھیل، کوئی نہیں کسی کی گیل [۲]
مکاری ہوئی ریل پیل، ہے جھوٹ سیاست ساری
نائن سب کے گاوے، جو ہر کرتی بھاری رووے
اپنے گھر پر جا کر سووے رات کو پاؤں پساری

---

[۱] بڑے چھوٹے کا امتیاز ختم ہو گیا اور غرور آگیا [۲] ساتھ۔ مؤلف گوجر
~~~

محبت آیا کی جانے ہے بچہ سے دنیا ساری
موہ مایا سے بری رہے ہے دیکھو خوب بچاری
یہ دنیا کرموں[۳] کی کیاری، بھید کی بات یہی ہے ساری
بونا بیج ترے اختیاری، پھر کیسی آہ و زاری
مرنے جینے کا ہے جوڑا یہیں بات کوئی نیاری
جیو آتما[۴] کبھی نہ مرتا یہی بھول ہے بڑی بھاری
جنم مرن کا نیم اٹل ہے نہیں کسی کو کوئی دخل ہے
بچنے کی نہیں کوئی شکل ہے ہو راجہ یا کوئی بھکاری
من اپنے پر ہو جا حاوی اس کی جیت لکھے ہے راوی
بس میں ہو جا اس کے بھاؤ[۶] نہ رہے کوئی بیزاری
آنکھ کھول کر گوجر دیکھ، چڑیاں چگ گئیں سارا کھیت
اب بھی کرے نیت نیک، کیوں عقل گئی ہے ماری

(س) پنجابی زبان

تعلیم واسطے اے نوں ابھار یا کر

از گوجر سکھ گیانی سروپ سنگھ میلو درکش ساکن بھرور

تحصیل سمرالہ ضلع لدھیانہ

سوتے پئے جو ویرے نے صدیاں توں
اُنہاں تائیں توں ونگار یا کر!!
اٹھو بہت ہی توسیں ہی سو چکے
ایہو انہاں دے تائیں پکار یا کر
سبھے قوماں نے وقت سنبھال لیتا
توں بھی وقت نوں دلوں بیار یا کر
پچھے رہی جو تیری قوم ہے بھولی
تعلیم واسطے اے نوں ابھار یا کر

---

[۳] اعمال [۴] روح [۵] دستور۔ [۶] خواہشات

پیاری، ڈلاری، جو قوم ہے گوجراں دی — جان اس توں اپنی وار یا کر
درویش چھڈکے ونگرے پرن کرلے — دل پریم ہی پریم لوں دھاریا کر

~~~

ایضاً

"اوّل اللہ نُور رو پایا"

ہے رب داتے قدرت والا — وسّے کوئی شمار نہیں
لکھ چوراسی جونا تائیں ! — بن تیرے آدھار نہیں
تدھ بن میرا جگ وچ داتے — کوئی سنگی کوئی یار نہیں
بیٹھا پھنس میں دھندھیاں اندر — کیا پر اوپکار نہیں
دل پاپاں نال کالا ہوا ! — کیتی سوچ وچار نہیں
ہر ویلے ڈر وڈھ وڈھ کھاوے — ساتھی تدھ دربار نہیں
پاپ کرنوں بھج بھج جاواں ! — رٹا ست کرتار نہیں
فضول سدا ہے جگ وچ جینا — چت میں جے ہیار نہیں
پنجے وِسنے وکاراں تائیں — نام ترے بن مار نہیں
جیو جیو نوں وڈھ وڈھ کھاندا — دل سے دل یا کار نہیں
اے رب داتے بخشن اوگن — تدھ بن بخشن ہار نہیں
تیہو بن ہیں منگاں کس توں — ہور دیون ہار دتار نہیں
سدھار ستہ وس ماہی توں — جس دے وچ ٹکار نہیں
ایہو بخشیں بخشن ہارے — دل ویکھاں دوئی سنسار نہیں
"اوّل اللہ لوز رو پایا !!" — پن تو میرے وسار نہیں
گھٹ گھٹ جنیاں پاواں سبھ نوں — اُبھے دل میں کھار نہیں
سبھ ستاں نال اک دو توں — ہوئے گھٹ پیار نہیں

پن درویش میں وقت گذاراں
اس بن ہور درکار نہیں !!
~~~

ایضاً

وِدیا (علم)

وِدیا روپی سمندر توں چُن موتی — ہنس بچے لے پاوندے مان سوہنے
ماں باپ بھی دیکھ نہال ہوسن — دیکھ پُوتراں سُو گھڑ سبھان سوہنے
پڑھ کے مٹھڑی بیر بہادراں دی — خُوب بندے نے بیر بلوان سوہنے
اے پرم پیارے گوجرا توں! — کاہنوں سوتاں ہیں چادراں تان سوہنے
اُٹھ سوتیا تیرے جگاونے نوں! — ویر گوجر ہے کرے دکھیان سوہنے
کدوں تک توں کھائیں گا ٹھوکراں نوں! — بھولی بھالی جو تیری سنتان سوہنے
گیئیاں بیت صدیاں ایسے اسی طرح — ہُن تاں ہوش سنبھال انجان سوہنے

درویش کہے پکار پکار تینوں
آکھاں تو گوجر جوان سوہنے

بانگ بیداری

از جناب ملکھی رام گُشان صاحب۔ ساکن اودھن والہ ضلع ہوشیارپور

ویلا بیسویں صدی دا قوم میری کچھ سوچ سمجھ وچار لے تُوں
پہلا آپ دل غور دی نظر کر کے دل درمیان خیڈری مار لے تُوں
کِتّاں وقت وِچ خواب گنوا دِتا کِتّاں ہتھیوں سما لنگھا دتا
کسے تیری دشا نوں نہ آڈھٹا کچھ سوچ لے سمجھ وچار لے توں

اج ویلا ای کم کاراں دا، ناہیں سُستی موج بہاراں دا
نہ غفلت دی سرکاراں دا، چھڈ سُستی کچھ سنوار لے تُوں

چھوٹے موڑدی مورچے لا بیٹھے اپنی قوم نوں اج چمکا بیٹھے
اسیں اپنا آپ گنوا بیٹھے، ہستی اپنی آپ وچار لے تُوں

آج عالم ٹریا جاندا اے، ہتھم اتنی دل بڑھاندا اے
میرا قوم کیوں پیچھے جاندا اے جز الیسدی اج کر تارے توں

لاکھو کرو دنیا جاندی اے، کچھ ہندی کچھ سکاندی اے
پر تینوں ہوش نہ آندی اے، بھاگ اپنے سوچ وچار لے توں

ناہیں علم دے نال پیار کیتا، بے علمی تینوں خوار کیتا
کئیاں مدتاں لئی بیمار کیتا، بن حکیم تے صحت سوار لے توں

ویلا بیسویں صدی دا قوم میری کچھ سوچ سمجھ وچار لے توں
پہلا آپ دل غور دی نظر کر کے دل درمیان جندڑی مار لے توں

تیرے وڈے بھی باں ایانے نیں، دنیا دے نیاں نے سیانے نیں
اپنا آپ بناندے نیں، اک غور دی جھاتڑی مار لے توں

اسیں اپنا آپ بنانا اے، کچھ قسمت توں اکسانا اے
ساڈا جو بھی نیا ناسیانا اے، رو پڑھادینا، دل وچ دھار لے توں

بیڑا اجڑا بھیڑیاں رسماں دا، گل کٹیا جس خود کھسماں دا
پانی رو رو الھد اچشماں دا، بھیڑی دشالوں اج سنوار لے توں

بیاہ نیانی ادستھا[2] دے تیاگ لے توں، ایہنیوں نسل لے بچ لے بھاگ لے توں
گہری انیند توں قوم اج جاگ لے توں، ہن بھی کہندہ ہاں کر اقرار لے توں

ایہناں بیاہاں نے قوم کمزور کیتی، چھوٹی انتی دی ایہناں ڈور کیتی
شیر قوم توں اج کمزور کیتی، میری عرض تے غور گذار لے توں

بھاویں دھپ ہووے بھاویں چھاں ہووے اگے جان توں ناتہہ ہووے
اگے وڈھ دا تیرا جوان ہووے، ایسا روپ بہادری دھار لے توں

ویلا بیسوی صدی دا قوم میری کچھ سوچ سمجھ وچار لے توں
پہلا آپ دل غور دی نظر کر کے دل وچ جھاتڑی مار لے توں

ڈونگے توڑے دیوچ پاس تیرا گہری دنیا دیوچ لواس تیرا!!!

---

۱ ترقی ۲ ادستھا بمعنی عمر

انتی کر گیا اس نے پاس تیرا، دشّا اپنی سنوار لے توں
پہلا وقت کیتھے پہلی بات کیتھے، پہلا دن کیتھے پہلی رات کیتھے
اوہ تیغ تے اوہ پرتاپ کیتھے، ائینہ چھڈ نے ئیں انگھاٹے توں
وڈا وچ نیں قوم پرشادیاں دا بیڑہ ڈبدا کل آبادیاں دا!!!
سُکھ دینا پئے شادیاں دا، من منتاں دشا سدھارلے توں
میری قوم دے وچ پیار ہووے، سیس واسطے قوم تیار ہووے
بھاویں مشکل لکھ ہزار ہووے، قومی پیار دے نال سنوار لے توں
رڑھ حق تے سارے جوان ہو کے گرجر ویر نوں وچ میدان ہو کے
دسو جگ نوں نیا جہان ہو کے قوم اپنے لال شنگار لے توں
اخر ملکھی دی عرض خدا آگے، پریم پیار دی قوم وچ داو گے
نیا سیدھی کنارے تے جا لگے، عرض میری سن کرتار لے توں
ویلا بیسویں صدی دا قوم میری کجھ سوچ سمجھ وچار لے توں
پہلا آپ دل غور دی نظر کر کے دل درمیان جھاتی مار لے توں

گرجر قوم کا ایک مورخ جو اپنی قوم کی گذشتہ عظمت سے واقف ہے، جسے معلوم ہے کہ کسی زمانہ میں اس قوم کے افراد ہر قسم کی تعلیم سے مزین تھے ایک روز جنگل کی طرف نکل جاتا ہے، وہ دیکھتا ہے کہ اس کی قوم کو زمانہ نے پاؤں تلے روند ڈالا ہے، قوم نان و نفقہ سے مجبور ہو گئی اس کے بہت سے افراد آج اس ترقی کے دور میں بھی بھیڑ بکریاں چراتے ہیں جب کہ دوسری اقوام اعلیٰ التعلیم حاصل کر کے فضاؤں میں پرواز کر رہی ہیں اور ستاروں میں جانے کی کوشش کر رہی ہیں وہ اپنی اہل سیف والقلم قوم کے افراد کے ہاتھ میں مویشیوں کو ہانکنے کی لاٹھی دیکھ کر مغموم ہو جاتا ہے اور پھر اپنے اسی جذبۂ بے پناہ سے مغلوب ہو کر جو قوم کی زبوں حالی سے اس پر اثر انداز ہوتا ہے اپنے شاعرانہ کلام کے ذریعہ سے قوم کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ہے اسی قسم کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

ا حالت ۲ شان و شوکت ۳ بہادر

۹

بنایا رب نے کیوں اج جیڑواں تینوں — کدے کیتی آسوچ وچار گجرا
تینوں مخلوق بھی اوسدی جیڑواں کہندی — ہر تھاں وچ ہی سنسار گجرا
کئی مجھ گائیاں ہور بھیڈ بکری! — ہوئے تیرے سپرد اج ہزار گجرا
لیکے جنہانوں پیاتوں چارناں ئیں — جنگل جوہ بیلے وچہ بار گجرا
اکو لاٹھی دے نال سب ہک لیندوں — جس طرح چاہیں ہر دار گجرا
کروے عذر نہ کوئی حیواں اگوں!! — تیرا رعب ایسا اقتدار گجرا
کریں حکمرانی حکمراں بن کے — وچہ جنگل لا بھیئں دربار گجرا
فوراً حکم دی تیرے تعمیل کردے — کون کرن نہ اگوں انکار گجرا
تیرے ہوئے راج سپرد حیوان کیوں نے — بڑے زور والے بے شمار گجرا
حکومت کیوں حیواناں دی ملی تینوں — اسدا کرحال اظہار گجرا
ایہہ بادشاہاں اتے پیغمبراں دی — ہوی تیرے سپرد کیوں کار گجرا
تینوں راز جے ہو یا معلوم ناہیں — ہیں دساں ایہہ راز اسرار گجرا
کی غرض ہے قدرت دی ' ایس اندر — کراں حال ہیں ایہہ آشکار گجرا
تینوں سبق ایہہ قدرت پڑھاوندی اے — جہاں بانی لئی ہو تیار گجرا
حکمرانی دی وسدا جاپچ تینوں — اینویں انسانانذے کم سنوار گجرا
اس منتظم تینوں بناں خاطر!! — دتا حیواناں تے تایئں اختیار گجرا

جڑ باطل دی کٹکے توں دیں
صداقت حق دی پھیر تلوار گجرا

اب یہ شاعر قوم کو تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تمام گوجروں کو اپنا قومی اخبار "گوجر گزٹ" پڑھنا چاہیئے۔ تعلیم حاصل کرنے اور اخبار پڑھنے کے فوائد اس طرح بیان کئے۔

جس قوم دا کوئی اخبار نائیں — او قوم اج مردہ شمار ہوے

کرن قوماں نوں زندہ اخبار قومی — باج انہاں نہ قوم بیدار ہووے
حاکم وقت بھی سنے فریاد ناہیں — کیڈی بھاویں او سخت لاچار ہووے
نہ کوئی سندا ہے چیخ و پکار اسدی — جس قوم دا نہ اخبار ہووے

ہوندے قومی اخبار تھیں بہت فائدے
کماں وچ قومی مددگار ہووے
اخبار ہوندیاں پھر جو پڑھے ناہیں
اُہدے جیہا نہ کوئی گنوار ہووے

گجر گزٹ اخبار ایہہ گجراں دا — رہے انہاں دی جو حمایت کردا
اُپر بام ترقی دے پہنچنے دی — سدا انہاں نوں رہے ہدایت کردا
گھاٹے وچ ایہہ رہے پر سدا یارو — مالی مدد نہ کوئی عنایت کردا
خریدار اس دے مگر بہت تھوڑے — تاہئیں ایں رہے ہمیش شکایت کردا

رلکے کرو مدد ہُن سبھ بھائی!
ہر ایک اس دا خریدار ہووے
اخبار ہوندیاں پھر جو پڑھے ناہیں
اُہدے جیہا نہ کوئی گنوار ہووے

عورت مرد بچے سبھ پڑھو سنو — ایہہ اخبار قومی صبح شام یارو
چھیتی پہنچے نہ یہ اخبار قومی — پہنچاؤ خود جا کے اس مقام یارو
مدد کرو اس دی خریدار بن کے — نہ دنیا وچ ہوو بدنام یارو
گجر قوم دی آن تے شان دالا — بٹھا و سکہ وچ دنیا تمام یارو

اکو ایہہ اخبار ہے گجراں دا!
جس تھیں زندگی دا اظہار ہووے
اخبار ہوندیاں پھر جو پڑھے ناہیں
اُہدے جیہا نہ کوئی گنوار ہووے

اعلیٰ پائے دے سبھ مضمون ہوون — سمجھو ایس قومی اخبار دے وچ
تاریخی۔ زراعتی۔ تجارتی۔ بھی — ہوون نشر نالے اشتہار دے وچ

دی عظمت بڈھا اجہ گجراں دی ا — دیکھو ایس ولاں اغیار دے وچہ
واقف ہوئے گجر اک دو جے تھیں — طفیل ایس دی ہر دیار دے وچہ
نالے رہے لڑو اخق حقوق اتوں
بہا دین خفا رستے سرکار ہوئے
اخبار ہوندیاں پھر جو پڑھے ناہیں
ابدے جیہا نہ کوئی گنوار ہوئے

از (حافظ عبدالحق صاحب سیالکوٹی)

د

اُردو زبان کے گُرجر شعرائے اکرام

(۱) عالیجناب منشی نورالدین صاحب

آپ ریاست کلسیہ (مشرقی پنجاب) میں اعلیٰ عہدہ پر مامور تھے آپ نے ہی اس ریاست کے نظم و نسق کے لئے ایک مضبوط اور جامع قانون مرتب کیا تھا جس پر آزادی ۱۹۴۷ء تک عمل ہوتا رہا اس کے بعد یہ ریاست بھارت میں ضم کر لی گئی آپ کے فرزند ارجمند کا نام نامی (الحاج) سعید الدین ہے جو ریاست کلسیہ (ڈیرہ بسی) میں مجسٹریٹ درجہ اول تھے، منشی نورالدین صاحب کی نظموں میں سے ایک نظم ذیل میں تحریر کی جاتی ہے۔

شریعت

کروں شکر اس مالکِ دوسرا کا — کہ جس کو ہے محبوب دین مصطفےٰ کا
کروں وصف پھر اُس شہ با صفا کا — کیا جس نے اظہار راہِ ہُدا کا
میں عاشق ہوں قرآں کی اس صدا کا
مخالف نبی کا ہے دشمن خدا کا
میاں بے نماز و خدا کو نہ بھولو — بہت سو چکے ہو بس اب آنکھ کھولو
نشہ پی کے مانند مستاں نہ جھولو — مری بات کو ہاں ذرا جی میں تولو!

میں عاشق ہوں قرآن کی اس صدا کا
مخالف نبیؐ کا ہے دشمن خدا کا

تمہیں عاقبت کی خبر کچھ نہیں ہے — تمہیں موت کا اپنی ڈر کچھ نہیں ہے
غضب ہے کہ تم کو اثر کچھ نہیں ہے — فقط عیب ہیں اور ہنر کچھ نہیں ہے

میں عاشق ہوں قرآن کی اس صدا کا
مخالف نبیؐ کا ہے دشمن خدا کا

سگ و خوک کو کیوں بُرا جانتے ہو — جو حکم خدا تم نہیں مانتے ہو
رسالت کا رتبہ جو پہچانتے ہو — تو کیوں غیر کو دوست گردانتے ہو

میں عاشق ہوں قرآن کی اس صدا کا
مخالف نبیؐ کا ہے دشمن خدا کا

از قلم تاثیر رقم عالی جناب برکت علی صاحب شمیم ایم۔ اے

آپ کی ذات موجودہ پاکستانی شعرا میں تعارف کی محتاج نہیں ہے آپ کے سوانح حیات مفصل طور سے اسی حصہ تاریخ کے گزشتہ اوراق میں درج ہیں۔ آپ... سالہا سال تک تقسیم ملک سے پہلے رسالہ "مسلم گوجر" کے مدیر رہ چکے ہیں جو آپ کی زیر نگرانی و ملکیت میں شائع ہوتا تھا۔

پرتوِ حق

رسولِ حق سے جنہیں نسبتِ غلامی ہے — جہاں میں وہ کسی طاقت کے پھر غلام نہیں
وہ سینہ سینہ نہیں، اور دل نہیں وہ دل — کہ جس میں الفتِ ذاتِ شہِؐ انام نہیں
خدا کے بعد بزرگی اسی کو شایاں ہے — اَحد کو چھوڑ کے احمدؐ سے بڑھ کے نام نہیں
جہاں میں آپ کے آنے سے ہو گئی اک صبح — وہ صبحِ نور کہ جو روشناسِ شام نہیں
پیام آپ نے دنیا کو وہ سنایا تھا!! — کہ اس سے بڑھ کے جہاں میں کوئی پیام نہیں
شرف یہ امتِ احمدؐ کو ہی ملا حق سے — کہ اس میں نام کو تفریق خاص و عام نہیں

غنی ہے دل تو ہمارا، دلِ غنی کی قسم
گرہ میں مان لیا ہم نے یہ کہ دام نہیں

شمیمؔ قوم کی بہبود کا ہوں دلدادہ
خدا گواہ ہے کچھ حرص ننگ و نام نہیں

—— ⁂ ——

۲

اوّلیں شہ کار

افضلیت کے نشہ میں آدمی سرشار ہے
غور سے دیکھو یہ اک منبعِ اسرار ہے

اس کی عظمت پر شہادت دیتے ہیں ارض و سما
برتری کا اس کی ہر اک ذرے کو اقرار ہے

اس سے ہوتی ہے شبِ تاریک عالم کی سحر
یہ جہانِ آب و گل کا اوّلیں شہ کار ہے

ہے خزف ریزے سے کمتر "آدمیت" کے بغیر
"آدمیت" ہے تو یہ گویا درِ شہوار ہے

زیست پاتی ہے اسی کی سعیٔ پیہم سے نمو
کشتِ ہستی کے لئے یہ ابر گوہر بار ہے

نفس کی خدمت میں حاضر، قوم کی خدمت سے دور
عقل حیراں ہے کہ آخر یہ بھی کیا کردار ہے

اس چمن کی زنگ آمیزی کو کوئی کیا کرے
لالہ بشگفتہ تو ہے لیکن جگر افگار ہے

اک سکونِ قلب ہی مضمر ہے روحِ زندگی
یہ جہاں ورنہ سراسر درد ہے آزار ہے

—— ⁂ ——

۳

پردہ

جہاں میں ہے اسی پردہ سے حفظِ دینِ پیغمبر
مسلماں کی طہارت کا امانت دار ہے پردہ

گہر پردے میں دل پردے میں ربِ کعبہ پردے میں
رہ و رسمِ ازل کا کارواں سالار ہے پردہ

خیابانوں کو تیرے گلشنِ عصمت کا اے مسلم
جو سچ پوچھو تو گویا ابر گوہر بار ہے پردہ

کیا قدرت نے تیری عفت و تطہیر کا ساماں
ہجومِ معصیت کے سامنے دیوار ہے پردہ

بجز پردہ کے دنیا بے حیائی کا مرقع تھی
بلاشک دہر میں اک رحمتِ غفار ہے پردہ

اگر ہے حسنِ نسوانی کسی زیور کا حاجتمند
تو اس کے واسطے گویا درِ شہوار ہے پردہ

اڑا لے جائے گا نسوانیت کو جو ثریا تک
یقیں جانو مسلمانو! وہی رہوار ہے پردہ

۴

پیام ترقّی

ترقی کی منزل کے وہ جادہ پیما
جو رکھتے ہیں ہمت پہ اپنی بھروسا
ارادے ہیں اُنکے، بلندی سراپا
ہے ان کی شجاعت کا دنیا میں چرچا

وہ آتے ہیں عالم میں سردار بن کر
دکھی آدمیت کے غمخوار بن کر

وہ ماضی کی عظمت کے پیغامبر ہیں!
وہ اہل بصیرت ہیں، اہلِ نظر ہیں
وہ دانا ہیں اور علم سے بہرہ ور ہیں
ہُنر جن پہ قرباں ہو، وہ باہُنر ہیں

اندھیرے جہاں کے انہوں نے مٹائے
محبت کے گلشن انہوں نے لبائے

ہوے اس کے دم سے جہاں میں اُجالے
اٹھے یک بیک دیر سے سونے والے
جو گرنے کو تھے، وہ انہوں نے سنبھالے
جو قعرِ مذلت میں تھے، وہ نکالے

بسی پیار کی بستیوں میں خدائی
بنے لوگ آپس میں سب بھائی بھائی

ترقی کی منزل وہی پا سکے ہیں
حوادث کی جو ٹھوکریں کھا سکے ہیں
جو اپنے پرایوں کو اپنا سکے ہیں
مصائب کے طوفاں سے ٹکرا سکے ہیں

ترقی کو جو سیج پھولوں کی سمجھا
اگر کل نہ ڈوبا تو بس آج ... ڈوبا

۵

دنیا میں

تُو ایسی زندگی اے دل گزار دنیا میں
کہ ہر بشر ہو ترا غمگسار دنیا میں
نہ رائگاں گنوا عمر کے گراں لمحات
کہ تجھ کو آنا نہیں بار بار دنیا میں
سرائے ہے یہ جہاں اور تُو مسافر ہے
نہ اِستے شوق سے پاؤں پسار دنیا میں

خوشی میں شاد نہ ہو غم میں اشکبار نہ ہو — کسی بھی شے کا نہیں ہے قرار دنیا میں
خزاں کی تند ہواؤں کا ڈر نہ ہو جس کو — نہیں ہے کوئی بھی ایسی بہار دنیا میں
خودی کو چھوڑ کے دمساز بیخودی ہو جا — کہ سربلند ہوئے خاکسار دنیا میں
شکست کھا کے بھی رکھ فتح پر نظر ہر دم — کہ گرتے گرتے بنے گا سوار دنیا میں
عمل ہی اصل میں ہے زندگی کی روحِ رواں — نہ ہونی چاہیئے محنت سے عار دنیا میں
خود اپنے آپ پہ جب تک کو اعتماد نہیں! — کسی کا کیسے ہو پھر اعتبار دنیا میں
زمانہ جنسِ وفا سے ہوا ہے بیگانہ — نہ ڈھونڈھ ایسے میں اب رازدار دنیا میں
حضورِ پاک سا آقا نہیں ہوا، کوئی! — نہ بوبکر سا کوئی یارِ غار دنیا میں
ابد کے واسطے جنت خرید یا دوزخ — دیا ہے حق نے تجھے اختیار دنیا میں
جو اپنے آپ سے درگزرے قوم کا بن جائے — وہی ہے اصل میں ذی اقتدار دنیا میں
خود اپنی ذات کا احساس تک نہ ہو جس کو — رہے گی قوم ہمیشہ وہ خوار دنیا میں

شمیم گردشِ دوراں کا شکوہ ہے بے سود
کہ یہ کسی سے نہیں سازگار دنیا میں!!!

عالیجناب خالد جامعی صاحب خالد

گوجر قوم کا یہ جوان "جامعہ محمدی" سے فارغ التحصیل ہے اور اپنے سینہ میں قومی درد رکھتا ہے اس کے چند اشعار درج ذیل ہیں

خزاں جائے اُمنگوں کا دور آئے — چمن زارِ محبت جگمگائے
غم و اندوہ کی ہر شام یارو — مسرت کی صبح کو جلد لائے
عنادل جانفزا نغمے الاپیں! — سرور و کیف ہر غنچہ پہ چھائے
خموشی جان لیوا ہو رہی ہے — چمن کی ہر کلی اب مسکرائے

ترا خالد ہر اک کنجِ قفس میں
سدا آزادیوں کے گیت گائے

محترم عالی جناب محمد سعید چوہان صاحب سعید

آپ انجمن مرکزیہ گوجراں کے موجودہ ناظمِ اعلیٰ (اعزازی) ہیں آپ کی سوانح حیات اور قومی کارکردگی اس حصہ تاریخ کے گذشتہ اوراق میں تحریر ہو چکی ہے۔ اگوجر قوم کا فسانہ ان سے سنیئے:-

فسانہ قوم

فسانہ قوم کا سنیئے یہی اب دل کا ارماں ہے
یہی اک راہِ غفلت میں بصد حال پریشاں ہے
نہیں اس کو خبر اب تک کہ انجام اس کا کیا ہوگا
یہ کیسی نیند سوتی ہے زمانہ اس پہ خنداں ہے
وہ نام و عزت و دولت تو ہم مفقود پاتے ہیں
قسم ہے چرخ بھی اب مفلسی پر اِنکے گریاں ہے
خزاں نے تم سے کیا چھینا ہے رنگ و بوئے یکجہتی
کہ بکھری قوم کیوں یہ برگِ درختاں ہے
رسوماتِ قبیحہ کے ابھی تک ہم ہیں شیدائی
کہ دیکھا کاہجو اِن کا وہ بربادی کا ساماں ہے
ہمہ تن کرتے ہیں رہبر کوشش قوم کی خاطر
کہ اپنی قوم پر ہر ایک صدقے اور قرباں ہے

"الٰہی سعید خستہ بھی اب یہ ملتجی تجھ سے
کرم کر رحم کر مصیبت میں پھنسی جان ہے"

دیگر

تھی کسی وقت میں پُرزور حکومت اپنی
آج وہ دبدبہ اپنا ہے نہ شوکت اپنی
ایک دن دست نگر اپنی تھیں ساری قومیں
جو دل و جان سے کرتی تھیں اطاعت اپنی
ایک دن ہر گھر میں ہوتی تھی ہماری تعریف
آج سب لوگوں سے سنتے ہیں مذمت اپنی
آج افسوس کہ بھائیوں میں نہیں الفت و پیار
ہوگئی دور ہے وہ مہر و محبت اپنی!
باہمی پھوٹ سے ہم آپ ہی پامال ہوئے
کس کے آگے کریں کس منہ سے شکایت اپنی
محکمہ جات میں کثرت سے ہیں دیگر قومیں
ایک دن وہ تھا کہ ہر ایک پہ تھی سبقت اپنی
بگڑ گئی افلاس سے آج ایسی ہے صورت اپنی
آج مشہور جہاں میں ہے جہالت اپنی
زور سے خوب کریں دل کو لگا کر محنت
تھوڑے عرصہ میں سدھر جائیگی حالت اپنی

اب بھی ہے وقت کہ مل جل کے کریں کوشش ہارنی چاہیئے ہم کو نہیں ہمت اپنی
یا خدا پاک! تو کر ہم پہ عنایت اپنی! دور ہو جائے یہ فی الفور نحوست اپنی
یا الہی! ہو اگر فضل ترا شامل حال دور ہو جاتی ہے جتنی یہ ہے کلفت اپنی
پار ہو جائے گی کشتی یہ سلامت اپنی
یا خدا! رحم سے کر سعید پہ رحمت اپنی

فخر قوم عالی جناب رانا عبدالمجید صاحب اختر

قوم کی یہ مایۂ ناز ہستی اپنے خیالات و افکار میں یکتائے زمانہ ہے آپ کا شغف سر اسر تعلیمی ہے آپ اسکول کے ہیڈ ماسٹر (سر معلین) ہیں آپ کی نظموں میں سے مندرجہ ذیل نظم ۱۹۵۷ء کی بہترین نظم تھی جو ادبی حلقوں میں خراج تحسین حاصل کر چکی ہے آپ کی رہائش چک نمبر ۳۱۰/ ج.ب ضلع لائلپور میں ہے۔

داستانِ قوم

نہیں ممکن کہ رک جائے زمانہ سے فغاں میری سراپا درد ملت سے بھری ہے داستاں میری !!!
مرے پہلو میں دل ہے، دل میں چھوٹی سی تمنا ہے کہ صرفِ قوم ہو جائے حیاتِ جاوداں میری !!!
بشر کیا عرشی و فرشی ہمہ تن گوش بن بیٹھے مبادا آسماں پھٹ جائے سن کر داستاں میری
دل و جاں گر نثارِ قوم ہو جائیں غنیمت ہے نہیں معلوم کب آجائے مرگِ ناگہاں میری
ہے سیلِ خوں رواں چشموں سے لب پر داستانِ دل کہوں کیا حال دل اپنا، نہیں چلتی زباں میری
مریضِ عشق ہوں گر ہوش میں لانا مجھے چاہو خدارا کان دھر کر آج سن لو داستاں میری
صحیح جذبۂ ملی پیدا کرو اپنے سینوں میں بہاریں بھیج کر اپنی بدل ڈالو خزاں میری
بنا دو انجمن ہر گاؤں میں بستی میں قریہ میں تو پھر لاریب گھر گھر گونج اٹھیگی اذاں میری
نگر بردہ شب میں ہے غم ملت فزوں اختر
ستارے قافلہ سالار و شبنم رازداں میری

قوم کا عاشق

جناب ہیمنت کمار سولنکی گوجر تخلص سویتا ساکن پرتاپگڈھ

(علاقہ بالنس واڑہ راجستھان)

آپ کی سکونت پرتاپ گڑھ علاقہ بالنس واڑہ راجستھان میں ہے آپ ہندی، اردو کے شاعر ہیں۔ اس شہر پرتاپ گڑھ میں آپ نے گوجروں کو تعلیمی اعتبار سے بام عروج پر پہنچا دیا ہے۔

گزرا ہوا زمانہ

گزرے ہوئے زمانے پھر یاد آرہے ہیں — اور چراغ دل کے جلتے ہی جا رہے ہیں
تھا اک زمانہ، ہنستے تھے ہم جہاں پر — وہ جو ہنستا ہے ہم جھنجھلا رہے ہیں
حفظ کر کے بھولے بچے جس مکاں کو — خود ہی اس طرف بھاگے جا رہے ہیں
اکیلے چلنے کا کبھی آتا مزا تھا — قدم جگ کے ساتھ اٹھتے جا رہے ہیں

سویتا جسے سمجھا جیون کا ہلاہل
لو اسے پانے کو اب جھنجھلا رہے ہیں

عالی جناب تیندر کمار بڑ گوجر

آپ کی ذات گرامی ادبی حلقوں ونیز گوجروں میں محتاج تعارف نہیں ہے آپ گوجر اتہاس کے مورخ اور ماہنامہ "ویر گوجر" میرٹھ (یو-پی) کے مدیر اعلیٰ ہیں اور ہندی اور اردو کے شاعر بھی ہیں۔ مندرجہ ذیل نظم آپ کے حسن کلام کا نمونہ ہے۔

بھنور میں قوم کا بیڑہ ہے گوجرو ہو ہوشیار — اندھیری رات ہے کالی گھٹا اور کشتی ہے منجدھار
گر پڑے رہے غفلت کی نیند میں یونہی تم سرشار — تو غرق موج فنا ہوگا تمہاری آبرو کا یہ مزار
مٹے گی گوجر قوم تمہاری بیڑہ تمام ڈوبے گا! — جہاں میں بزرگوں کی جاہ و حشمت کا تمہارا نام ڈوبے گا
اٹھو گوجرو من جہور جگا دو ایک بار پھر دکھا دو! — تمہارے جذبات کیا ہیں ساری دنیا کو پھر بتا دو

تکبر کو، جہالت کو، رعونت کو قوم سے اپنی مٹادو
قوم میں الفت کی پھر ایک نئی گنگا بہادو
فرقہ بندی کا نشان تک بھی نہ ہو باقی قوم میں اپنی
بچہ بچہ کو سبق پھر ایسا امن و محبت کا پڑھادو
شکستگی اچھی نہیں حوصلوں کی انہیں بیکراں بنادو
تمام شورش کدوں کو دیارِ امن و اماں بنادو

عالی جناب رانا محمد اعظم شمیمؔ!!

آپ پونچھ کالج میں بی۔ اے کے طالبعلم ہیں آپ کو بھی اردو شاعری سے خاص شغف ہے چنانچہ ان کی ایک قومی نظم ہدیۂ ناظرین ہے۔

قومی نظم

دنیا کی طرف دیکھو ذرا نظریں اٹھاؤ تم!
خیال آرائی کرلو اور اندازہ لگاؤ تم!
میدانِ ترقی میں یہ اقوام جہاں دیکھو!
ان کی شان دیکھو اور رفتارِ رواں دیکھو
رکنے کی وجہ کیا ہے کیوں انکے ساتھ نہیں ہوتے
اگر ہوتے شروع سے ساتھ آج نہیں روتے
ذرا پڑھ لو ذرا سوچو سلف کے کارناموں کو
تاریخی مضمون میں پڑھ انکے نیک ناموں کو
انہیں کے ہو خلف تم اور تمکو نیند آئی ہے
تمہیں اس وقت غفلت کی یہ کیسی دھن سمائی ہے
زمانہ کی روش دیکھو اگر ہے خیال جینے کا
نیا قوم کی کھینچو کہ ڈر ہے ڈوب جانے کا
اب تم پوچھ سکتے ہو وہ ایسا کیا طریقہ ہے
سنورجانے ہمارے کا وہ کیا ایسا سلیقہ ہے
طریقہ اوّل ہے راغب تعلیم ہونے کا
سکھاتی ہے تمہیں جو قاعدہ عظیم ہونے کا
عزائم مصمم سے یہ تقدیریں بدل جائیں
جگانے کیواسطے سوئے ہوؤں کو تدبیریں نکل آئیں
عرض شمیمؔ کی امید ہے منظور کرلو گے
بیداری قوم کا ذمہ تم اپنے سر پر دھرلو گے

عالی جناب رانا ملکھی رام گشان بی۔ اے سکنہ ضلع ہوشیارپور (مشرقی پنجاب)

کرو محنت دل وجاں سے مگر آہستہ آہستہ ملیگا کامیابی کا نشاں آہستہ آہستہ
خزاں کا دور دورہ ہے پڑا سوکھا ابھی گلشن چلے گی نہر الصاف خدا آہستہ آہستہ
ڈسا ہے قوم کو اس رسم بد کی ناگن نے ہو کا فور لنس لس سے زہر آہستہ آہستہ
نشانِ تیر ذلّت کے بنے ہم آج گو سارے بھرے گا اس زمانہ کا جگر آہستہ آہستہ
کرو محنت رہو خاموش توکل اللہ پر ملیں گے نخل خواہش کے ثمر آہستہ آہستہ
ابھی عرصہ نہیں گزرا کہ چرچا قوم میں پھیلا بھرے گا جوش پھر دل میں مگر آہستہ آہستہ
کرو محنت دل وجاں سے قدم پیچھے نہ تم رکھنا یہ بچھڑی قوم جائیگی سدھر آہستہ آہستہ
کہیں ہو داستانِ غم کہیں افلاس کا رونا کرے گا کم فکر مالک مگر آہستہ آہستہ
جو سچے قوم کے خادم نہیں مشکل سے گھبراتے کرے گا تائید پھر انکی دہر آہستہ آہستہ

مٹا دینا تن وجاں اور سب کچھ قوم کی خاطر
نہیں تو وقت جائے گا گزر آہستہ آہستہ

عالی جناب رانا ہردھیان سنگھ صاحب بھڈانہ

آپ پلول ضلع گوڑگاؤں کے رہنے والے ہیں اور اِس وقت رہتک میں تحصیلدار ہیں آپ کے چند اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔

اے خوشا قسمت کہ اس نے یاد فرمایا تو ہے آتے آتے آج مجھ تک جامِ زر آیا تو ہے
ہم سے بدظن سی رہی ہے کچھ بہارِ زندگی! خیر ہو اے بیکلی تجھ کو قرار آیا تو ہے!
موج و طوفاں سے رہی ہے اپنی کشتی دوبدو اپنا ساحل سے سفینہ آج ٹکرایا تو ہے!
پہلوے گوجر میں پنہاں تھا جو احساس شوق فیض بخشی سے وہ بزم عام میں آیا تو ہے!
آج جہل وتنگدستی کا ہے طوطی بولتا ان سے دو دو ہاتھ کرنے گوجر آیا تو ہے!
مشکل و طوفان خود ہی ہار دیں گے حوصلہ ہم کو بھی ان سے الجھنے میں مزا آیا تو ہے

آج ہر کے دھیان میں ہر دھیان سنگھ آئے نہ کیوں
ان کے نخلِ نیک بختی میں ثمر آیا تو ہے

٭

عالی جناب گرجر نرنجن سنگھ چوہان پردھان

آپ "ویر گرجر" اخبار کے اعزازی مدیر ہیں آپ کا تعلق قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر یو۔پی سے ہے اور آپ اردو کے ایک بہترین شاعر ہیں آپ کا تخلص پردھان (صدر الصدور) ہے۔ آپ کے کلام سے چند رباعیات پیش کی جاتی ہیں جو سراسر قومی رنگ سے مزین ہیں۔

رباعیات

زمانہ پلٹتا ہوا دیکھتا ہوں
فسانہ بدلتا ہوا دیکھتا ہوں
تمہیں ہو گروہ کہ کروٹ نہ بدلی
تماشہ ختم سا ہوا دیکھتا ہوں

جوانانِ گوجر قوم کدھر ہے ذرا بتاؤ تمہاری منزل
کدھر جا رہے ہو تم اور کدھر ہے تمہاری منزل
سنبھال کر قدم ہاں! اٹھانا ذرا تم!!
کبھی کھو نہ جائے تم سے تمہاری منزل

جو ٹہنیاں ہیں چمن کی نازک انہیں گرز گراں بنا دو
گلشنِ قوم کی پتی پتی کو ناشناس خزاں بنا دو
کچھ اس طرح خونِ دل سے اپنے سرورق سرخیاں بنا دو
جو آنے والوں کی کر سکیں رہنمائی ایسے نشاں بنا دو

ہر قومی رہبر کی راہیں آسان بھی ہیں دشوار بھی ہیں
اس راہ میں کلیاں بھی ہیں اور خار بھی ہیں

آپ اپنے قومی رہبر چننے سے پہلے گوجروان سے یہ پوچھو
کیا قوم کی خاطر وہ مرنے کو تیار بھی ہیں !!

قومی غمخواروں کو بھی غم میں ڈھلنا پڑتا ہے
خاروں سے پُر مشکل راہوں سے گزرنا پڑتا ہے
جو سنگ گراں بن جاتا ہے ترقی قوم کی راہوں میں
اپنا ہو یا بیگانہ ٹھوکر سے ہٹانا پڑتا ہے
گوجر ویروں کو بھی یہ رازِ حقیقت سمجھا دو !!!
پروانے کے جلانے سے پہلے خود شمع کو جلنا پڑتا ہے

نتیجہ فکر عزیزی محمد اکرم پسر چودھری عبد المجید صاحب ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول چک نمبر ۱۳۱ گ ب ٹھٹھہ

خدا کے نیک بندوں کو امیرِ کارواں کر دے
کہ پھر خلقِ خدا کی شادمانی جاوداں کر دے
کچھ ایسے طور پر خلقِ خدا سے کر تو ہمدردی!
کہ بیزارِ جہاں کو زندگی کا قدرداں کر دے
کیا برباد جس گلشن کو غدارانِ ملت نے
کسی مردِ مجاہد کو تو اس کا باغباں کر دے
جلا ڈالے تھے جو جو آشیاں اف باغبانوں نے
انہیں شاخوں پہ مظلوموں کے پھر تو آشیاں کر دے
مٹا دے ملک سے غدارِ ملک و قوم کو یکسر
وطن دشمن عناصر کو جہاں سے بے نشاں کر دے
جوانانِ روایاتِ سلف کو پھر سے زندہ کر
جہادِ زندگی میں عمر وقفِ امتحاں کر دے
زمانے میں چمک شمعِ ہدایت بن کے اے اکرم
چمک سے اپنی پھر ظلماتِ عالم کو نہاں کر دے

نوٹ شلاً عالی جناب چودھری فتح الدین صاحب

محترمہ کملا چودھری صاحبہ!

(ساکن میرٹھ - یو۔پی بھارت)

محترمہ کملا چودھری صاحبہ گوجر قوم کی وہ مایۂ ناز خاتون ہیں جن پر قوم بجا طور پر فخر کرتی ہے آپ میرٹھ (یو۔پی - بھارت) کی رہنے والی ہیں اور ان تعلیم یافتہ قومی خواتین میں شمار ہوتی ہیں جن کے دل قومی محبت سے لبریز اور قومی درد سے متاثر ہو کر قوم کے لئے ہمہ وقت تڑپتے رہتے ہیں آپ کے درد انگیز لیکن نصیحت آمیز مضامین اور جگر سوز اشعار وقتاً فوقتاً قومی اخبارات کی زینت بن کر قوم کو خواب غفلت سے بیدار کرنے میں کافی حد تک معاون ثابت ہو چکے ہیں۔ ذیل میں ہم محترمہ کی اردو ہندی ملی جلی نظم جسے آپ نے گوجر قوم کے ان سپوتوں کی یاد میں سپرد قلم فرمایا ہے جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آزادیٔ وطن کیلئے شہید ہوئے تھے تحریر کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ جنگ آزادی کی ابتداء گنگا جمنا کے دوآبہ کے گوجروں نے کی تھی جس میں بعد میں میرٹھ کے فوجی بھی شامل ہو گئے تھے۔

مولف

محترمہ کی ایک معرکتہ الآرا نظم

بنانا مٹانا تو ودھی[1] کا نیم[2] ہے
مگر پھول ایسے بھی کھلتے چمن میں

خزاں جن کی ہستی گھٹانے نہ پاتی
قضا خاک ہستی مٹانے نہ پاتی

چھپائے سے سورج چھپائے نہ چھپتا
مٹانے سے دیکھو مٹائے نہ مٹتا

وہ کھلتے ابھرتے انوکھی ادا سے
کرشمہ دکھاتے نکھرنے کے فن میں

چمکتے ہیں جو چمن میں جیسے ستارے
بہاروں سے بنتے ہیں وہ ہی دلارے

خود اپنا سب کچھ لٹاتے گنواتے
ان کو سجاتے بیاباں ہیں لباتے

[1] ودھی یعنی قدرت [2] اصول [3] وسم عزت وعظمت

گلستان کے رنگین کرتے کنارے
مہک بھینی بھینی اڑاتے پون[1] میں

زمانہ بکھرتا گلابوں کا جوہر
وہ طوفاں سے بھڑتے ہیں گرتے بکھرتے

گلوں میں کہاتے ہیں جو لعل و گوہر
مگر لوٹ کر بھی ہیں ہنستے مہکتے !!!

لگاتے ہیں ایسی مہک دار مہر !
عطر بن کے بستے انسان کے وتن[2] میں

اسی کوٹی میں ہے شہیدوں کی ٹولی[3]
چڑھائے گئے جو کھلے عام سولی

چلی جن کے سینے پر سنگین، گولی
کٹے شیش[4] جن کے جوں گاجر و مولی

مگر ان کے جذبات کاٹے کٹے کب
وہ کرتے ہی رہے کام اپنا کفن میں

لگی جان کی سن ستاون[5] میں بازی
بدل دی بدیشی نے جن کی کہانی

صدی بیتنے[6] پر بھی ہے یاد تازی
مٹا دی فرنگی نے ساری نشانی

مگر خون سر چڑھ شہیدوں کا بولا !
تو پھر جم نہ پائے بدیشی وطن میں

نتیجہ جو اپنے مرن[8] سے ہیں پاتے
ہلتی جڑوں سے غلامی کی بھیتیں[10] !!

مہانا[9] نشی سے وہ تو جیتے نہ جانتے
وہ زندہ ہمیشہ ہی رہتی ہیں موتیں

وطن کو اٹھاتی مستقبل جگاتیں
وہ نقش چھوڑ جاتیں سمے[11] کے نین[12] میں

نیا یگ[12] سنے گا شہیدوں کی گاتھا[13]
امر[16] ہو گئی ہیں شہیدوں کی ٹولی

نئی پیڑھیاں[14] بھی جھکائیں گی ماتھا[15]
چڑھائیں گی صدیاں انہیں پھولر ڈولی[17]

سدا نام ان کا تاریخ میں رہے گا
آزادی کیلئے جو مل گئے خاک وطن میں

~~~ ⁘ ~~~

۱- ہوا ۲- ذہن ۳- جماعت ۴- سر ۵- سنہ ۱۸۵۷ء ۶- گذرا ۷- انگریز ۸- مرنا ۹- تباہی ۱۰- دیواریں ۱۱- وقت ۱۲- زمانہ ۱۳- کہانی ۱۴- نسلیں ۱۵- سر ۱۶- زندہ جاوید ۱۷- پھولوں کا ہار
~~~

جواہر پارے

موجودہ چند گرجر بزرگوں کے اقوال زریں درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ ان بزرگوں میں عالی جناب محمد ابراہیم صاحب مدظلہٗ (فیروزپوری حال مقیم سیالکوٹ شہر) کا نام سرفہرست ہے ان کے زریں اقوال کی تعداد بہت زیادہ ہے جو "گوجر گزٹ" میں شایع ہوتے رہتے ہیں ان سب کو تحریر کرنے کیلئے ایک الگ ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ بہرحال مشتے از خروارے۔

چار کاموں میں جلدی کرنا سنّتِ رسول اللہؐ ہے ان کے علاوہ باقی کاموں میں جلدی شیطان سے ہے

۱:- مہمان کو کھانا کھلانے میں۔
۲:- مردہ کی تجہیز و تکفین میں۔
۳:- لڑکی کی شادی میں۔
۴:- اذان سن کر مسجد کو جانے میں

چار چیزوں کو تھوڑا نہ سمجھو!!

۱:- قرض
۲:- مرض
۳:- دشمنی
۴:- آتش

پانچ چیزیں قساوت قلب کا نشان ہیں

۱:- توبہ کی امید پر گناہ کرنا
۲:- علم سیکھنا اور عمل نہ کرنا
۳:- عمل بغیر اخلاص
۴:- رزق کھانا اور شکر نہ کرنا
۵:- مردوں کو دفن کرنا اور عبرت نہ پکڑنا

تین چیزوں کی قلت ہی بہتر ہے

۱:- قلت الطعام
۲:- قلت المنام
۳:- قلت الکلام

غلطی کے تین درجے ہیں!

۱:- سہواً ۲:- عمداً ۳:- خطاءً

یقین کے بھی تین درجے ہیں

۱:- علم الیقین ۲:- حق الیقین ۳:- عین الیقین

محبّت کے چھ مدارج ہیں

۱:- رجحان ۲:- میلان ۳:- دلچسپی ۴:- محبّت ۵:- عشق ۶:- جنون

مظلوم کی آہ سے ڈرو — وہ آہ کے ذریعے اللہ کو پکارتا ہے اور لفظ اللہ میں بھی آہ شامل ہے۔

بیٹے تین قسم کے ہوتے ہیں!

۱:- پوت ۲:- سپوت ۳:- کپوت

آدمی چار قسم کے ہیں

۱:- ٹھاٹھ کے ۲:- آٹھ کے ۳:- کھاٹ کے ۴:- تین سو ساٹھ کے

چار چیزیں چاہئیں از بہرِ زن
چکی، چولہا، چادر، چرخہ (پیرہن)

نشہ بھی تین ہیں

۱:- نشۂ دولت ۲:- نشۂ حسن ۳:- نشۂ علم

پانچ چیزیں باعثِ فساد ہیں

زن، زشت و زبان، زور، زمین، زر — یہ ہیں پانچوں فسادِ تازہ کا گھر

پانچ چیزیں نقصان دہ ہیں

۱:- جذام کا مرض ۲:- بُرے کا قرض ۳:- حاکم ظالم ۴:- بگرام گنوار ۵:- جاہل عہدہ دار

دوسرے بزرگ عالی جناب رانا لال خاں صاحب مدظلہٗ ہیں جو سرکاری ملازم ہیں، آپ ریلوے میں پی۔ ڈبلیو۔ آئی ہیں تاوقت ایں تحریر آپ کی تعناتی سکھر روڈ پر ہے آپ عنوان "اقوال قدسی" کے تحت قوم کو اخلاقی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

۱:- مہمان کیلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اتنی دیر تک قیام کرے کہ میزبان تنگ آجائیں۔

۲:- کہو وہی جو حق ہے، چاہے اس سے لوگ ناراض ہوں

۳:- خدا کی مخلوق میں سب سے اچھے وہ ہیں جو جس وقت ملیں خدا کی یاد دلائیں اور بدترین مخلوق وہ ہیں جو دوستوں میں شرارت پھیلا کر پھوٹ ڈالیں۔

۴:- جو اپنے ہمسایوں کی مدد کرے وہ خدا کے حضور میں نورانی چہرہ لے کر جائے گا۔

۵:- مردہ کی تعریف کرو۔

۶:- دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

۷:- یہ تمہارا اخلاق ہی ہے جو تمہیں سزا و جزا کا مستحق بناتا ہے۔

۸:- اگر تم خدا پر حقیقی معنوں میں توکل کرو تو وہ ضرور تمہاری روزی کا انتظام کرے گا جیسا کہ وہ ان پرندوں کے ساتھ کرتا ہے جو صبح کے وقت بھوکے نکلتے ہیں مگر سیر ہو کر گھونسلوں میں جاتے ہیں۔ وغیرہ۔

جی۔ ایم۔ قمر۔ راجوروی

۱:- قابل قدر انسان وہ ہے جس کا ظاہر و باطن ایک ہو۔

۲:- کاہلی اور سستی سے بڑھ کر انسان کا کوئی دشمن نہیں۔

۳:- نشہ باز، قمار باز، چغلخور، زانی، شرابی اور چور سے کبھی بھی دوستی نہ کرو۔

۴:- دوستی بہم نباہنا شریف آدمیوں کا کام ہے۔

۵:- جو اپنے باپ سے نیکی نہیں کرتا وہ اپنی اولاد سے نیکی کا کیوں امیدوار ہے

۶:- جو دوست عیب کو سن کر بدل جاتا ہے وہ دوست نہیں ہے۔

چند طبی نسخے!

۱:- برگد کا دودھ آنکھ میں لگانے سے آنکھ کا درد فوراً دُور ہو جاتا ہے۔

۲:- بارہ سنگھے کا سینگ دودھ میں گھِس کر لگانے سے آنکھ کا جالا کچھ ہی دنوں بعد دُور ہو جاتا ہے۔

۳:- کان کو صاف کر کے نیم کے پتّے اُبال کر ان کا عرق کان میں ڈالنے سے کان کا درد فوراً دُور ہو جاتا ہے۔

۴:- بکری کا دودھ کان میں ٹپکانے سے کان کا زخم دُور ہو جاتا ہے۔

۵:- کٹھل کے بیجوں کا چورن کھانے سے بدہضمی دُور ہو جاتی ہے۔

۶:- کٹھل کا اچار گائے کے پیشاب میں پیس کر بواسیر کے مسّوں پر لگانے سے مسّے جاتے رہتے ہیں۔

۷:- ہیرا ہینگ دورتی کو بیج نکالی ہوئی بڑی داکھ میں رکھ کر کھانے سے پیٹ کا درد اسی وقت دُور ہو جاتا ہے۔

۸:- بھِڑ، تتیا اور بھونرے (یا مکھی) کے کاٹنے پر املی کے بیج کو حقّہ کے پانی میں پیس کر لگانے سے درد اسی وقت بند ہو جاتا ہے (یا آلو پیس کر لگائیے)

از حکیم کاہنا جی بھنیسلہ (بھارت)

دیگر

۹:- افیم کو تھوڑے پانی میں گھول کر گرم کر کے لیپ کرنے سے بچوں کی پسلی کا چلنا بند ہو جاتا ہے۔

۱۰:- ہینگ کی دھونی دینے سے ہچکی فوراً بند ہو جاتی ہے

۱۱:- کان صاف کر کے تھوڑی سی اسپرٹ ڈالنے سے کان کا بہنا تین چار روز میں بند ہو جاتا ہے

۱۲:- چھوارے کی گٹھلی سرکہ میں پیس کر منہ پر لگانے سے تھوڑی دیر بعد کسی اچھے صابن سے منہ دھو ڈالئے، دو چار بار ایسا کرنے سے مہاسے جلد اچھے ہو جاتے ہیں۔

۱۳:- اگر کپڑے پر کتھے کا داغ لگ جائے تو گائے کے کچے دودھ میں دھونے سے صاف ہو جاتا ہے۔

۱۴:- اگر کپڑوں پر پھلوں کا داغ لگا ہو تو کچے آلو رگڑ کر دھونے سے وہ صاف ہو جاتے ہیں۔

۱۵:- شہد کو منہ میں رکھنے سے یا شہد کو پانی میں ملا کر غرارے (کُلّی) کرنے سے منہ کے چھالے ختم ہو جاتے ہیں۔

۱۶:- دودھ میں نارنگی کا چھلکا اُبال کر پینے سے خون صاف ہو جاتا ہے۔

اظہارِ تشکّر

خدا کا شکر ہے کہ احقر "تاریخ گوجر" کے چار حصّے تحریر کر چکا ہے پانچواں حصّہ جو تحقیقاتی ذخائر سے پُر ہے زیرِ طباعت ہے انشاء اللہ بہت جلد وہ بھی منظرِ عام پر آئے گا۔

میں ان تمام خواتین و حضرات کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے حصّہ چہارم کی ترتیب و تدوین کے لئے مجھے معلومات بہم پہنچائیں

آخر میں میرے لئے یہ ضروری ہے کہ میں خصوصی طور سے انجمن مرکزیہ گوجراں پاکستان (رجسٹرڈ) سیالکوٹ اور ادارہ "ویر گوجر" میرٹھ (بھارت) کا تہِ دل سے ممنون ہوں.. جنہوں نے میری حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ہر طرح کی معاونت فرمائی فقط
گوجر علی حسن چوہان

Ch. G. A. Hohan